





بَیِّنَةُ الْبَیِّنَاتِ فِي نَهَايَتِ مُفَضَّلٍ وَمُسْتَقْدَمِ تَصْنِيفٍ  
 عَلَامَةُ عَلَى ابْنِ نُهْمَانَ الدِّينِ حَلَوِيِّ  
 مَوْلَانَا زَيْنُ الدِّينِ

الْمُهَيِّجَةُ

# سیرۃ حلبیہ

اُردو

مع الحواشی



مُتَرَبِّعَةٌ وَمُتَعَدِّمَةٌ ۝ تَرْجُمَانُ مُحَمَّدٍ سَلَامٍ قَاسِمِی ۝ وَاصِلُ  
 دُیُوسِ سَکَرِ کُھُوشِی ۝ حَکَمُ بَہَاؤِ دِلَاسِی ۝ مُؤَلِّفُ طِبِّ مَیَّاتِ

بَیِّنَةُ الْبَیِّنَاتِ

نُورِ دِلَاسِی ۝ اِیْمِ اے جِنَاں رُوڈ ۝ کُرچی مَکِیَسْتَانِ دِل ۝ 2631861





## فہرست عنوانات سیرت طیبہ اردو جلد اول

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۶	قصی کا سفر	۲۷	عرض ہائے
۶	قصی اور انعام بیت اللہ	۳۵	مقدور حضرت عیسیٰ السلام علیہ السلام
۷	کے کی سرداری کیسے لی	۲۹	عینی لفظ
۵۷	مجمع قلب اور اس کی وجہ	۴۱	حالات طائر طبعی
۶۰	ایک درو مند دل	۴۳	آثار کتب
۵۸	عربوں کی لباس و عادت	۴۵	توضیح اصطلاحات طائرات
۶	بڑے عہد پر معمولی حالتیں	۴۷	باب اول نسب شریف
۵۹	عرب و شاہی خورد و پید کسری	۶	عہد اللہ محبوب ترین نام
۶	قصی اور غزوہ بدر میں دشمنی	۷	عہد مطلب کا لقب، مستقل و غیر
۶۰	عائقی اور قصی کی سرداری	۸	حقائق مساجد کی اہمیت
۶	اس سے پہلے جو ہم کی سرداری	۴۸	عہد مطلب نام کا سبب
۶۱	نبی جو ہم کی بد اعمالیاں	۷	شریعت اخلاق
۶	آسمانی آفت میں گرفت	۷	ترک بہت پرستی و آخر تو حید
۷	جو ہم کا بدل اور خواہ کا عروج	۴۹	ہاشم کی بھائی سے طرزِ حلی
۷	عمر و کائنات و زمانہ	۱	کامیابی کی پیشین گوئی
۶۱	یہ خود خانہ آقا پر لکھ کیلئے لکھنا و	۵۰	ہاشم کے بھائی اور ان کے مقامات
۶	برائے کی چھٹی اور یہ شعر	۲	لوگوں کی شریف جاننے والے
۷	اقوال و زبانی	۵۲	ہاشم کو منصب ستاریہ و قادی
۶۲	غزوہ کا ایک سردار ابن ابی	۳	شریف اور ہاشم نام
۶	وہی اور انکی مثالے والا	۶	ایک قصی اور احزابِ انجریں
۶	شرکاتہ حاکم و سوم کا بیان	۵۲	بشر میں شادی اور غزوہ بدر
۶۳	تکبیر میں شریک و افتاد	۲	بچا کے ساتھ بچہ کی تک میں آمد
۶	عوام میں ابن ابی کی تقلید	۵۲	عہد مطلب یعنی عہد میں
۶۴	سردار گوشت کھانے کا حکم	۶	ہاشم کی بیوی کا شرف
۶	ہاشم میں ابن ابی کی حالت	۵۵	عہد مناف کا حال اور طوفِ خدا
۶	ہاشم کی ابن ابی سے مطہرت	۱	قصی نام کی وجہ
۶	ابن ابی سے پرستار کا بیان	۱	اپنے قوم میں کا کشف
۶۵	قال کے جو	۵۶	کے میں آمد اور قریش کی سرداری

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱	منصب کی تعیین پر صحیح	۶۵	قبول اور قرعہ اندازی
۲	حرم میں پانی کا انتظام	۶۶	تکلیفیت
۳	عبدالمطلب کی بابت سال سے حد خواہی	۶۷	ان کی طبیعت اور
۴	فوق کے خلاف بھائی کی بدو	۶۸	جن کے در پر پانچ مشہوریت
۵	نئی ہاشم اور خاندان میں معاہدہ	۶۹	یہ بت کر شدت صالحین کی شکلوں میں
۶	قرعہ معاہدہ	۷۰	ان کی بت پرستی کا سبب
۷	معاہدہ نئی عباس میں	۷۱	اولاد کو تم میں بت پرستی
۸	دعا و دعا کی مسانداری	۷۲	غیر نوع اور کو شش اصلاح
۹	یہ منصب نئی ہاشم میں	۷۳	دور نوع اور آقا بت پرستی
۱۰	قیادت نئی اُمیہ میں	۷۴	عرب میں بت پرستی کا رواج
۱۱	دور احمد و دور اس کے گولب	۷۵	بت پرستی کا سبب
۱۲	فقیہ کے طے ہوئے قوانین	۷۶	اسانید و تائید کی اصلیت
۱۳	عکیم دور اس منصب کی قرعہ شکنی	۷۷	ان کی طبیعت
۱۴	ادب و ادب و قرعہ شکنی	۷۸	ان کی طبیعت کے حقائق
۱۵	فقیہ اور شیعوں کی دلیل	۷۹	فقیہ کی اصلاحات
۱۶	کعب اور جبر کاوان	۸۰	حرم میں منکرات
۱۷	آنحضرت ﷺ کے حلقہ پیشین گوئی	۸۱	دور احمد کی تعمیر
۱۸	کعب اور آنحضرت ﷺ کے درمیان کا صلہ	۸۲	دور اسلام میں توسیعات حرم
۱۹	کعب کی طبیعت	۸۳	قریش میں حکمت بیت اللہ
۲۰	کعب کی موت سے قبل و بعد	۸۴	شجر حرم کاٹنے سے خوف
۲۱	نور قریش کا مورث اعلیٰ	۸۵	قریش کا طراح اور قریشی خواہر
۲۲	نور کا کار نامہ اور حکمت	۸۶	موسم حج میں فقیہ کا خطاب
۲۳	نور کی جنتی طبیعت	۸۷	حج کی ضیافت
۲۴	قبیلہ قریش کا بانی نصر	۸۸	فقیہ کے مشہور اقوال
۲۵	کنز ایک بلند مرتبہ انسان	۸۹	جملہ افراد و منصب پر قبضہ
۲۶	نبی کے حلقہ پیش گوئی	۹۰	فقیہ کے بیٹے عبد اللہ اور عبد مناف
۲۷	کنز کا قول و کردار	۹۱	تمام منصب عبد اللہ کو
۲۸	نور کو شہر نور نبی کی ملک	۹۲	عبد مناف منصب جیسے کے در پہ
۲۹	کعبہ قرعہ	۹۳	نبی عبد اللہ کے خلاف حلف
۳۰	تمام اہل انجیل و یافیت کر لے لے	۹۴	نبی عبد اللہ کا حلف

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۸۲	گھوڑوں کی دوا	۷۸	مصر الخراء لقب کی وجہ
۱	بحر ظلمات کے گھوڑے	۱	مصر وہ پہرہ سو کے تھے
۱	حضرت اسماعیل اور عربی کمان	۱	حدی طولانی کا سبب
۱	حیر اندازی کے لئے علم نبوی	۷۹	عربی تحریر کا سبب غلو
۸۵	حیر انگیزی حضور ﷺ کا محبوب فعل	۲	معلوم نسب نامے کی حد
۲	بخریج کھیل	۲	امامت عظمیٰ کی شرط
۲	حیر انگیزی کی فضیلت	۱	مصر اور حضرت ارمیاء
۲	حیر انگیزی کی تعلیم کا حکم	۲	جنت مصر سے حد کی حفاظت
۲	حیر انگیزی بیت جند مسنون	۷۰	لومیا اور بیت المقدس کی آباد کاری
۸۶	کوم کی قوس عربی اور بحر کلن	۲	مصر حدیث کا دور
۲	حضرت ابراہیم کی کمان	۸۱	ابراہیم اور کس حضرت ﷺ کی درمیان بیعت
۸۷	تولین کمان سدا ابراہیم	۲	حضرت اسماعیل اور عربی زبان
۲	حضرت اسماعیل اور قوم لوط	۲	حضرت ابراہیم کی کتے میں آمد
۲	نبی اسماعیل میں خالد نبی	۲	بابر و ایران حیرات
۲	حضرت خالد اور عرب کی آگ	۲	عرب بدین اور ملک یمن
۸۸	خالد کی بددعا اور آگ	۸۲	کلام عربی اور کومہ اسماعیل
۲	خالد کا بیڑہ	۲	بادشاہ زہانوں کے بھیجے اور کوم
۲	خالد کی بیٹی سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات	۲	عربی مصر اور عربی ادب
۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت ﷺ کے درمیان بیعت	۲	اصحاب کف کی زبان
۲	ان کے درمیان چاندنی	۲	عربوں میں کس حضرت ﷺ کی فصاحت
۲	حنظلہ قومہ اس کے بی حنظلہ	۲	حضرت اسماعیل اور گھوڑے سوری
۸۹	سرکش قومہ اور حنظلہ کا قتل	۸۳	گھوڑے سوری کے لئے علم نبوی
۲	قوم پر مذہب کا پردہ	۲	گھوڑے کی تخلیق اور برکات
۲	حنظلہ مغرب پر غم	۲	حضرت سلیمان کا گھوڑا
۲	نبی کو احسان کا صلہ	۲	حضور کا غزوہ بردار گھوڑا
۹۰	منا حضرت دانیال نبی	۲	حضرت کومہ کی پاند اور گھوڑا
۲	صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت ﷺ کے درمیان حاصل	۲	گھوڑے کی تخلیق کومہ سے پہلے
۲	حدیثان کے بعد نسب نامہ غیر صحیح	۸۴	گھوڑے کے اصنام
۹۱	روایت حاکم کا مطلب	۲	ان کے ناموں کی عادت
۲	نسب نامہ گھوڑے تک بعد زبان تک	۲	گھوڑوں پر حضور ﷺ کی شفقت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۶	اچانک مرنے والے انبیاء	۹۱	بیان نسب کا قاعدہ
۱	حضرت کا لب این گور	۱	قرآن میں مخالف اسلوب
۹۷	حضرت شونئیل و طاوت	۱	مخالف اسلوب کی حکمت
۲	داؤد بیٹے کے درمیان انبیاء	۹۲	کیا نسب عدنان یا بنی ہاشم کو تک ہے
۳	موسیٰ بیٹے کے درمیان ایک ہزار نبی	۱	لوگو پہلا کاتب عربی
۴	آنحضرت ﷺ کے نسب کا شرف	۵	عدنان و اسحاق کے درمیان حاصل
۵	قریش کی فضیلت	۹۳	آدم و ابراہیم کے درمیان حاصل
۹۸	قرین قریش کا لڑوہ بھی بنا جائے	۶	دنیا کی عمر
۶	لڑوہ حمل پر سزا نہیں	۱	آدم و آنحضرت ﷺ کے درمیان حاصل
۷	قریش کی منفرد خصوصیات	۱	امت مسلمہ کی عمر
۸	عزت قریش کا مستایمان	۱	چودھویں صدی
۹۹	قریش کا علم	۲	پانچ سو سال کا اضافہ ممکن
۱۰	لام شامی بھی قریش	۳	دنیا کی عمر اور نبیوں کے اقوال
۱۱	موت عالم موت عالم	۴	حقیقہ کائنات کی ترتیب اور حاصل
۱۲	لام شامی کے اقوال و تفسیر	۹۴	حقیقہ دہ گھنٹہ آدم کے درمیان حاصل
۱۰۰	قریش کے حقیقی تصاریخ نبوی	۱	حقیقہ وراثت اور توہم کے درمیان حاصل
۱۳	قریش کی حالی ستی	۵	بنات کی قدیم نسلیں
۱۰۱	قریش کی ملامت و لاری	۵	کیا توہم بھی محدود ہوئے؟
۱۰۲	قریش کے ایک وید کی شان	۵	سام اور بیٹے کے درمیان حاصل
۱۰۳	قریش اس دین کے والی	۶	حرید نسب نہ بننے کی وجہ
۱۰۴	حضور کی عظمت شان	۹۵	انگلی نسب میں عدم ہمتو
۱۰۵	ان کی حضرت اسحاق بی توہم	۷	کیا حضور ﷺ کو کھانا نسب معلوم تھا؟
۱۰۶	بیر نیل بھڑی خدا کی وحاش میں	۸	ترتیب بنائے انبیاء
۱۰۷	حضور مشترک محتاج عرب	۹	حضرت یعقوب و یوسف
۱۰۸	نسیبی برتری	۱۰	یوسف کے اوراق وصال کی تدت
۱۰۹	حضور کی کرامت و شرافت	۹۶	فراق یوسف کا سبب
۱۱۰	انعم من علی محمد	۱۱	حضرت موسیٰ و نور علیہ السلام
۱۱۱	دہ لیل اور حاصل سے عالی نسب	۱۲	دعاؤ کی تدفین سے ممانعت
۱۱۲	پاک نغضوں سے پاکہ حواری میں	۱۳	مذہب و شعی کا حج
۱۱۳	عالی نسبی شرف نبوت	۱۴	پھر پند

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۲	نور محمدی ہول شگرفات	۱۰۵	حضور ﷺ کیلئے عربوں سے محبت
۱۰۳	نور مصطفیٰ نجین کوٹم میں	۱۰۶	عربوں سے بعض حضور ﷺ سے بعض
۱۱۵	کوٹم سے سلب شیط میں	۱۰۷	عرب دشمنی خلافت خلیفہ
۱۰۸	نور محمدی نسل و نسل	۱۰۸	عربوں سے محبت کیوں ضروری
۱۰۹	شیخ تہاکی رحمہ اللہ	۱۰۹	عربوں کا مقام بلند
۱۱۰	شیخ بیہوش میں فکر آتے تھے	۱۱۰	حضور اشرف مخلوق
۱۱۱	کوٹم کی نقل و حرکت	۱۱۱	غریب کی عزت
۱۱۲	سوت کے وقت کوٹم کی ولادت	۱۱۲	اندیشہ لب فقر میں اقرار
۱۱۳	آنحضرت ﷺ عالم موجودات کی اصل	۱۱۳	حضور ﷺ اصحاب انبیاء میں ہے
۱۱۴	عربوں کے نبی بننے	۱۱۴	نور محمدی ﷺ ساجدین میں رہا
۱۱۵	اکیں حضرت ﷺ کے طبقات نسب	۱۱۵	ساجدین سے شیعوں کا استدلال
۱۱۶	اکیں حضرت ﷺ کے والد عبد اللہ	۱۱۶	آیت ساجدین کی تفسیر
۱۱۷	عبد اللہ کا منہ پاک و اسحق	۱۱۷	ساجدین سے مراد تہجد گزار
۱۱۸	چاند حرم اور عبد المطلب	۱۱۸	فریضہ تہجد اور منوشی
۱۱۹	دو روزہ مکہ کی	۱۱۹	تہجد اتقیدی عبادت نہ کہ ایجابی
۱۲۰	کعبہ کی ہے حرم حق اور مضامین کی فرائض	۱۲۰	آیت ساجدین کی مختلف تفسیریں
۱۲۱	مال سیت کنوئیں کی بحرانی	۱۲۱	کیا حضور ﷺ کے اہل لوگوں میں ہے ؟
۱۲۲	کعبہ کی ہر نیل اور شہدادت	۱۲۲	ایراجم کا باب کون تھا ؟
۱۲۳	شاہان خداس کے چار خانہ داران	۱۲۳	تہجد یا تہجد
۱۲۴	فعلی دلاوی کے بعد کینا خانہ داران	۱۲۴	سوا میں کیا کفر
۱۲۵	تیسرا خانہ داران اشعاریہ	۱۲۵	باب کے لئے دعاء منقرت
۱۲۶	چوتھا خانہ داران ساربان	۱۲۶	یہ دعاء کا فریضہ کے لئے تھی
۱۲۷	کیا ایرانی تہجد کے حاکم ہے ؟	۱۲۷	باب کا بیان بھی مشتبہ
۱۲۸	تہجد کے بعد قرآن کی سرور کی	۱۲۸	نور قریش کی تخلیق
۱۲۹	عبد المطلب کا طرب	۱۲۹	نور قریش نور محمدی کا جزء
۱۳۰	چاند حرم کوٹم کی جدایت	۱۳۰	نور محمدی اور انبیاء سابق
۱۳۱	اس کنوئیں کے تین سوت	۱۳۱	نور محمدی کی تخلیق
۱۳۲	کعبہ حرم کے خضائی	۱۳۲	جبرئیل کی امر
۱۳۳	چاند حرم کی نکاحی	۱۳۳	عمدہ شیعہ مفسر کا نکاح
۱۳۴	اس جگہ کی علامتیں	۱۳۴	عبد اللہ خدایہ رک توفی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۸	عبدالطلب کو قریش کا خط	۱۲۱	عبدالطلب کنوئیں کی تلاش میں
۱۲۹	عبدالطلب کا مدی کو کمر اجواب	۱۲۲	اسلاف و نامہ ہاں کی جگہ
۱۲۹	دس بیٹوں کے لئے دعا	۱۲۳	سناو مر وہ شعائر دین
۱۳۰	ایک بیٹا قربان کرنے کی مشق	۱۲۳	کھدائی کا کاروبار قریش کا اعتراض
۱۳۰	قربانی کیلئے عبدالطلب کے نام پر قرعہ	۱۲۴	عبدالطلب کا پختہ عزم
۱۳۰	نامیالہ لوگوں کی رکاوٹ	۱۲۴	بنیادوں کی ر کھہ کی
۱۳۱	قریش کی تلاش	۱۲۴	قریش صعدی کے عہد کو
۱۳۱	کاہنہ سے مشورہ کی تجویز	۱۲۴	شاہی کاہنہ سے تالی کا کارواں
۱۳۱	کاہنہ کا مشورہ	۱۲۴	قریشین کی خام کوہانگی
۱۳۱	بیٹے کے مذہب میں سولونت	۱۲۴	عبدالطلب کے پاس پہلی قسم
۱۳۱	سولونت کے مذہب کا رواج	۱۲۴	راجی اور موت کا انتخاب
۱۳۱	سولونت اور دین مہاش کا لغوی	۱۲۴	عبدالطلب پر خاص فضل ملے ہوئے
۱۳۱	انکی مشق کے حلقہ منظر	۱۲۴	نبی مدبر قریش کا احترام
۱۳۲	اسی حضرت مدثر بنوں کے بیٹے	۱۲۴	جئے کو انہیں
۱۳۲	حضرت اسماعیل باسحاق میں ذبح کون تھے	۱۲۴	احرام سے لڑنے کی ر کھہ کی
۱۳۲	اسماعیل کی قربانی میں مصیبت	۱۲۴	قریش کو لڑائی
۱۳۲	اسحاق کے ذبح ہونے کی روایت	۱۲۴	انصاف کیلئے قرعہ کی تجویز
۱۳۲	عزیز مصر کے نام بختوب کا خط	۱۲۴	قرعہ اندازی
۱۳۲	باقاقل قول روایت	۱۲۴	قریش کی ناکامی
۱۳۲	دوسری طبرستان روایت	۱۲۴	دور کعب کی تلاش
۱۳۲	ذبح کے حلقہ یسورہ نصاریٰ کے دعویٰ	۱۲۴	کرائش کعب میں خلیفہ کا حصہ
۱۳۲	ملک الموت سے پاج سف کی تحقیق	۱۲۴	خزینہ کعب کی چوری
۱۳۲	حضرت اسماعیل کے حلقہ دیگر روایات	۱۲۴	ابو لب بھی چوروں میں
۱۳۲	خامہ سید علی کی رائے	۱۲۴	عرب میں شراب سے منع اندازی
۱۳۲	یسورہ نصاریٰ کی مقالہ انگریزی	۱۲۴	شراب کے اثرات
۱۳۲	عبدالطلب کے دس بیٹے	۱۲۴	شراب کی مضرتیں
۱۳۲	اروہ ذبح کے وقت بیٹوں کی تعداد	۱۲۴	شراب کے بدترین نقصانات
۱۳۲	عبدالطلب کا من و جان	۱۲۴	شراب کے خلاف اسلام ہر وقت روایات
۱۳۲	قریشی خاندان کی وارثتیں	۱۲۴	قریش کا عبدالطلب سے حسد
۱۳۲	عبدالطلب کی پاکدامنی	۱۲۴	کعبہ حرم کے حلقہ دعا

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۳۶	نور محمدی کی سر عرض جلودر جہاں	۱۳۸	محبوبیت کی فطرت میں
۴	نئی باہم نورانی ذہن کی عظمت	۴	اس خواہش کا سبب
۴	باقاعدہ اور پالہ و سرسراں بہترین نسب	۴	حضرت آئمہ سے نکاح
۱۳۷	پورے نسب میں شر کا نکاح مکمل	۴	نور نبوی ﷺ کی آئمہ میں منتقلی
۴	نسب نبوی نور انعام نہ لوندی	۱۳۹	شادی کے بعد شب گزاری کی جگہ
۴	باہمیاں بھی اس اسول میں شامل	۴	اس حبیب سے پھر ملاقات
۴	جالیہ میں نکاح کی قسمیں	۴	کیا عہد اللہ کو نور نبوت کا عہد تھا
۱۳۸	نسب نبوی میں باہر نکاح کا جو نہیں	۴	حبیب کا پہنچانے سے اللہ
۴	جالیہ میں نکاح بیکار	۴	معلوم نبوت کی فطرت کوئی
۴	نکاح مستحکم کی بنا پر دم	۱۴۰	حبیب کے علم کا حلقہ
۴	نکاح حق	۴	فطرت عورت کے خلاف فطرت میں
۱۳۹	نکاح حق اور نکاح بیکار کا فرق	۴	میں حضرت کے نسب میں پاکیزگی
۴	حضرت عروا میں حاصل	۱۴۱	زبان جالیہ کے پیوہ طریقے
۴	پاک صلہ اس سے پاک رحوں میں	۴	آپ ﷺ کے نسب میں معمول نہیں تھا
۴	کیا آپ کے آپاؤ کو سو من تھے	۴	اس بارے میں قرآن سے استدلال
۱۴۰	عبد المطلب دین ابراہیم پر تھے	۱۴۲	دستور جالیہ کی ممانعت
۴	نئی ذہن میں شادی پر بدلت	۴	ایک سال پہلے کا پیوہ روشنی
۱۴۱	قیافہ شام	۱۴۳	اس دم کی اسلام میں سخت سزا
۴	قیافہ شامی کا عجیبہ قصہ	۴	دو سنگی رسول سے بیک وقت نکاح
۴	ہمیر محسن کا نقل	۴	پاکیزگی نسب پر نہ
۴	نعمان کے مطلق نبی کی فطرت کوئی	۴	عواطف اور فواہم کی نواد
۱۴۲	نعمان کی زبان پر کھجوت	۴	موقوفہ بہرہ اس کا علم
۴	شر محسن کی خصوصیات	۱۴۴	آپ کے نسب میں مالکائیں
۴	عرب کے قدیم علوم	۴	آپ کے نسب میں قاطعائیں
۱۴۳	نئی ذہن میں عبد المطلب عہد اللہ کی شادی	۴	آپ ﷺ کے آپاؤ کو کے شرعی نکاح
۴	باب بیٹے کا نکاح ایک مجلس میں	۱۴۵	بسی پاکیزگی عظیم مجرہ
۱۴۴	کیا عہد اللہ کی ذہن نئی ذہن تھے	۴	قومیں نورانی کے لئے حرم و پردہ
۱۴۵	نئی ذہن میں آئمہ کا خطاب کیوں	۴	لوہین تحقیق نور محمدی ہے
۴	آئمہ کے مطلق کاہن کی فطرت کوئی	۱۴۶	میں حضرت تحقیق کائنات کا سبب
۴	اس کاہن کا واقعہ	۴	نور نہ ہوئے تو کچھ بھی نہ ہوتا

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۶۷	آنحضرت ﷺ کی ہجرت ہیں	۱۵۶	نبی زہرہ میں خود نبی کی ہلک
۶	ہجرت حبشہ کی بات	۶	کیا عہد طلب نے بھی نبی زہرہ میں نکاح کیا
۶	دوسرے انبیاء کے حلقہ بدر تھے	۱۵۹	آنحضرت کا بیٹا والدہ کے حمل میں تصور
۱۶۸	آنحضرت ﷺ کیلئے بدر میں کاشل	۶	دوران حمل آنہ کی کیفیات
۶	دوسری چند خصوصیات	۶	بچہ سکون حالت
۱۶۹	اصلیت کی وضاحت	۱۶۰	آنہ کو اے نبی
۱۷۰	آنحضرت کے والد کی وفات	۶	توفیق کے لئے تعلیم و عہد
۶	کیونکہ کاظمین آپ کی پیدائش کے بعد ہوا؟	۶	نبی کو اوست نام کا فہم
۶	عہد اللہ کا غرب میں انتقال	۱۶۱	نور مولود کی نشانی
۱۷۱	بہاری اور عامال میں قیام	۶	آنہ کو اس کو اوستہ حمل کا علم
۶	تے لانے کے لئے حدیث کی دعا کی	۶	آنہ کو خواب میں ہجرت
۱۷۲	وفات اور غرب میں تدفین	۱۶۲	سلفین اپنے کی جانوں کے ذریعے کوئی
۶	پارہ فتنی	۶	حمل کے ساتھ بیت لائے ہوئے
۶	نہاد کے بطن میں حیر کی پسند خاطر	۶	قول صادقہ اور اندیکس کوئی
۶	کیا عہد اللہ اولہ میں فوت ہوئے	۱۶۳	آنحضرت کا عہد پرانی ہجرت حبشہ
۶	تشیخ اور غربت کے فضا کی	۶	خواب اور بیداری میں شبلیہ و فتنی
۶	کیا آپ کے والدین سلطان ہوئے؟	۶	یہ نور اور شریعت تھا
۱۷۳	اسلام اللہ میں کی روایت پر اشکال	۱۶۴	املاط ہجرت و فتن ہوئے کی حکمت
۶	اسلام اللہ میں کی تاکید کی وجہ	۶	آنحضرت کی پیدائش مغربی ستارہ کے دور میں
۱۷۴	والدین کے جہلی ہوئے کی خبر میں دی گئی	۶	زانی شان کا حمل
۶	مصر کی روایت زیادہ قوی	۶	مات حمل
۱۷۵	کیا آپ سے مراد کیا تھے؟	۱۶۵	آنحضرت کا بچہ زندہ نہیں رہتا
۱۷۶	کیا بعد مرگ اسلام منہ ہے؟	۶	کیا حمل اور پیدائش ساتھ ساتھ ہوئے
۶	آنحضرت کو لیں اور الکونی نوادہ	۶	سال ولادت حجہ آسودگی کا سال
۶	عہد اللہ آنہ کی ایک ہی شادی ہوئی	۶	یہاں کے بیتہ میں ذکر اللہ
۱۷۷	کیا آنہ کو آنحضرت کے سوا بھی حمل ہوا؟	۱۶۶	دعوئے نبوت اور اس کی حقیقت
۶	آنہ کو دوسرا حمل محض عین و عیال	۶	شیخ عرب کا سوال اور نبی کا جواب
۱۷۸	عہد اللہ کی ہندی آہم ایمن	۶	دعا و ابراہیم اور اس کا ثبوت
۶	آہم ایمن کے نکاح اور اولاد	۶	یہ دعا و عہد اللہ و نبی کے مطابق تھی
۶	آہم ایمن کی فضیلت	۶	



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۸۹	شکون کا ایک دلچسپ واقعہ	۱۸۸	زید کا کام مکنت سے نکاح اور ولادت اسامہ
۲	پر عمل سے شکون لینا شرک	۲	عبداللہ کا ترک
۱۹۰	دعا و تضرع	۲	خود نبی کا ترک میراث نہیں
۲	وقت ولادت نور کی شعلہ	۱۸۹	اسما یمن پر رحمت باری
۲	اس نور سے عالم میں جھلکا ہوا	۲	اسما یمن کا سلام
۲	تصدیق مہاش میں اس نور کا ذکر	۲	آنحضرت پر اسم یمن کا بار
۱۹۱	بعد ولادت نبی کا کلام	۲	اسامہ کا نسب اور جز زندگی
۲	پر ولادت	۱۸۰	تیسری نسب اور قیافہ شامی
۱۹۲	وقت ولادت	۱۸۱	آنحضرت کی ولادت مبارک
۲	جزئی ولادت	۲	امور کی سے پاک پیدائش
۱۹۳	جزئی پیدائش پر دوسری روایات	۲	آنحضرت پیدائش مختار تھے
۲	مشہور قول پر مدح کامل میں ولادت	۱۸۲	سال ولادت کی برکتیں
۱۹۴	ماہ مدح کامل اور دیگر کلام	۲	نزل شان کا بحر
۲	بوقت شب ولادت کا قول کزاد	۲	دوسرے پیدائش مختار و شریف
۱۹۵	شب میں ولادت کے دلائل	۱۸۳	عوام میں مختار پیدائش ممکن
۱۹۶	میں پیدائش	۲	کیا تضرع بعد میں ہوئی
۲	ولادت عام میں میں پیغمبر میں	۱۸۴	تلقین کامل
۱۹۷	نور نبوت اور شان مبارک	۲	بے پردگی سے قدرتی تحفظ
۱۹۸	نور نبوت سے نجات کی روایت	۱۸۵	عرب شہر کے بچے کی خدمت کی عمر
۲	ابوہریرہ کا قصہ اور اس نور کی حیثیت	۲	وقت ولادت شعلات و توجید
۲	ابوہریرہ کو عبدالمطلب کا مبارک جواب	۲	پیدائش کے وقت صورت مجدد
۱۹۹	عبدالمطلب کے کونٹ ابوہریرہ کے چہرہ میں	۱۸۶	حیات پاکیزہ کی ایک ابتداء
۲	سر دل قریش کے لئے ابوہریرہ کا کلام	۲	کیفیت ولادت میں طویشان کا شانہ
۲	عبدالمطلب کو اپنے نوٹوں کی فکر	۲	تفسیر زمین کی مثال
۲	کہا کہ اللہ و محافظہ اللہ ہے	۱۸۷	فال نیک کی حیثیت
۲۰۰	نور نبوت کو باقیہوں کا سلام	۲	مرض میں بصورت جہالت کی حیثیت
۲	باقیہوں کی سلامی سے ابوہریرہ کو گھر بہت	۲	قدیم عربوں کی شکون پر سختی
۲۰۱	واقعہ نقل ولادت نبوی کی تصدیق تھا	۱۸۸	شکون پر سختی بے بنیاد
۲	کیا ولادت اللہ مکمل سے پہلے ہوئی	۲	ایک ماہر شکون عرب
۲۰۲	واقعہ نقل نور باقیہوں کا پاس لب	۲	واقعہ نبوی اور شکون

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۱۲	ہیچک کے خاکے	۳۰۲	ہاتھی کو قتل کی خبر
۴	ہیچک محبوب شاہی محبوب		ایسٹون کا لشکر
۴	ہیچک ایران کی آمد	۳۰۳	خاتم عظیم اور قریش کی حکمت
۴	ہیچک اور اللہ	۴	جملہ کے وقت قریش کی کنے کو خربہ
۳۱۳	نزد میں ہیچک	۳۰۴	ابوہریرہ کے لشکر کی ہیچک چلی
۴	زنگی پر مقدس خواتین کی آمد	۴	بے جہاد کی نصرت
۳۱۴	مرحومہ آسیہ کی سوجھ بوجھ	۳۰۵	کعب کے حملہ کو ٹھنڈا کی یاد
۴	ہند میں مرحومہ آسیہ آپ کی ترویج	۳۰۶	وہ مکان جہاں آپ کی ولادت ہوئی
۴	سوی کی بہن بھی ترویج میں	۴	مکان کی حد بنو نضر نے نکلی
۳۱۵	آسیہ فرعون سے محفوظ رہیں	۳۰۷	قتیل نے آپ کو کچھ نہیں دیا
۴	مریحیج صفت سے محفوظ رہیں	۴	مکان کی مسجد میں تبدیلی
۴	سوی کی بہن کنواری رہیں	۴	مکان شعب بنی ہاشم میں تھا
۴	بنی عبد مناف کے اہل ہاں	۴	کیونکہ ولادت نہ وہاں میں ہوئی
۳۱۶	بنی عباس میں حسنہ تھوئی	۳۰۸	پیدائش و ولادت کے سچے ہی میں
۴	سیاسی اختلاف کے اثرات	۴	مقامِ نازم
۴	علی کا ہاتھ لہجہ پر پڑے گی	۴	مقامِ نازم میں قیصر کا روتی
۳۱۷	علی عباس کی بیٹھائی اور سزا	۴	سیلابِ شمسِ شعلہ کے بعد قیصر
۴	وفا کی کوئی کی تکمیل	۴	سیلاب اور مقامِ ہاشم
۴	ابن عباس کی پیش گوئی	۳۰۹	مقامِ ہاشم کی جگہ
۳۱۸	ابو مسلم اور بنی عباس کا زوال	۴	ولادت کی قدرت میں خبر
۴	بنی عباس کا اقتدار		
۴	اموی عباس کے اقبال	۴	سعد قریش کا تزیینہ
۴	مشرق و مغرب میں اسلام	۳۱۰	رحمت ہادی اور عباسی غیب
۴	آنحضرت اور عرب کا ستور	۴	ولادت کے بعد آپ کا ہیچک
۴	خوسرود کی اور مجزہ	۴	ہیچک کے بعد اور اس کا جواب
۳۱۹	انگوٹھے سے ۱۱۱۱ھ	۳۱۱	ہیچک پر دعا پڑھا چاہئے
۴	بچوں کے انگوٹھے میں رزق	۴	یہ دعا شیطان پر بھاری
۴	عبدالمطلب کو ولادت کی خبر	۴	اس باری میں ایک علیہ
۴	ولادت کے آثار	۳۱۲	ہیچک کے بعد دعا کی حکمت
۳۲۰	خوسرود کو طواف کعبہ	۴	ہیچک ایک نصرت

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۲۸	حضرت عیسیٰ کا استقبال	۲۲۰	بچے پر برتن یا جھنڈے کی کوشش
۲۲۹	تمام انبیاء کا استقبال	۵	نئی کہ دولت اور شیطان کی بیخ
۲۳۰	بچے کی شیطان سے مخالفت کی دعا	۲۲۱	شیطان کی آہوں کے ساتھ
۲۳۰	برف و مولود کو درجائے کی تمنا	۵	استغفار اور شیطان کی تجھیں
۲۳۱	نوسلولہ کے رونے کا سبب	۵	شیطان اور استغفار کا اثر
۲۳۱	دائستام علی کی تحریر	۵	بدعات سے استغفار کا مقابلہ
۲۳۱	برائت مجدد ولادت	۲۲۲	بدعتی کے اعمال کا قبول
۲۳۲	ہمت کے بعد سے اعلان ولادت	۵	بدعات گناہوں کا راستہ
۲۳۲	دقت ولادت لڑا	۵	بدعات نفسانی خواہشوں کا نام
۲۳۲	نوشیر مانی گل میں لرزش	۵	ستاروں کا گرجنا مسرت پیدا ہوا
۲۳۲	نوشیر مانی کا اندام	۵	شیطان کو آہوں سے دھکا
۲۳۲	اندام کو اسے کی برائے کی سنی	۲۲۳	دولت عیسیٰ اور شیطان کو روک
۲۳۲	خالد برکی کا ہوش غیب تجربہ	۵	طرح ستارہ ہوا
۲۳۲	بچے برکی کے حوالے	۲۲۳	شاعر اسلام کی عمر اور حسنی خصوصیات
۲۳۲	برکی کا مقام کا احیاء	۵	ستارہ ہوا اور سوئی
۲۳۲	عظم اور مقام معلومیت	۵	یسوع اور ولادت نبی کی کائناتی
۲۳۵	برائے کی فانی	۵	خضر کا ولادت و پناہنگی طاعت
۲۳۶	ولادت پر آتش ببارا سرور	۲۲۵	مرئیت کی یسوعی عالم پر صیحت
۲۳۶	ولادت اور کائنات کا تصور	۵	قرآن میں ولادت و شیر کا اعلان
۲۳۸	ولادت پر پیشوائے فارس کا خواب	۵	شانی یسوعی کی پیش گوئی
۲۳۸	کائنات کسریٰ کی گھر بہت	۲۲۶	عیسٰ یسوعی کی تصدیق ولادت
۲۳۸	نیم حرمت ناک حلوٹ	۵	عیسٰ سے عبد مطلب کی ملاقات
۲۳۸	تحقیق کیلئے گورنر کو فرماں	۵	ولادت گورنر کے کی ہدایت
۲۳۹	مدائن سے جاپہ تک تھیلی	۲۲۷	مر مہدک کی پیش گوئی
۲۳۹	جاپہ کا کائنات سلج	۵	ولادت پر حوالہ کاروں
۲۳۹	یہ عجیب الکلفت بوزھا	۵	شیاطین کی حیرت
۲۳۹	خلقت اور تحفظ ذی و مراد کا عمل	۵	آنحضرت کی خصوصیت
۲۴۰	خلقت عیسیٰ	۲۲۸	دو لو کہ کا اعلان ولادت
۲۴۰	تخلیق عیسیٰ بطور لطف کے	۵	شیطان کی بے چینی
۲۴۰	سجود سے بچنے کا طریقہ	۵	بر فرزند آدم کو شیطان کے بچہ کے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۳	نور جو موسیٰ کی گواہی	۲۴۱	سلیح حضور کا بہت کامیاب تھا
۲۵۴	شیر خوار کی حضور کیلئے شہادت	۲	سلیح فنی کثرت کا باہر
۲۵۵	ایک عجب خصوصیت	۲۴۲	سلیح کی طویل عمر
۲۵۵	اس گراہی محمد و امیر رکھے گواہی	۲	کائنات کی حقیقت
۲	محمد صرب میں بیکل ہوا	۲	قاصد کسریٰ اسلیح کے پاس
۲۵۶	یہ نام خوابیہ اللہ	۲	بغیر پوچھے سلیح کا خواب
۲	خواب میں اس کا شکار	۲۴۳	سلیح نے حضور کو عسل اللہ کا
۲	اس کے معنی	۲	عسل ایمان کی علامت
۲	ہم ولادت کے ساتویں دن	۲	کسریٰ کے خواب میں عسل اللہ
۲۵۷	اس کا اثر سنی پر	۲	کائنات کی موت
۲	انہی سنی کا نام پندرہ	۲۴۴	کسریٰ تک چار کن چلی گویا
۲	اسلام میں بد شکونی نہیں	۲	چلی گویا خلافت عثمان میں پوری
۲۵۸	آنحضرت سے ہم بدل دیتے	۲	اس کے خوف سے کسریٰ کا مرد لاپرواہ
۲	عثمان و عتہ اللہ علیہما السلام پر شکر	۲۴۵	ایک عرب کی کسریٰ کو فرمائش
۲۵۹	میلاد النبی مبارک وقت	۲	پڑے کوئے کو لڑائی حرم میں دما
۲	عبد مطلب کا خواب اور یہ نام	۲	پالنے میں بخیر و برکت
۲	خواب میں شریب	۲۴۶	پالنے میں بولنے والے بچے
۲۶۰	کاہن کی ذہنی تصویر خواب	۲۴۷	ایک قوم مولودوں کی برکت
۲	کیوں بولے نام محمد کما	۲۴۸	بولنے کے وقت عیسیٰ کی عمر
۲	کیا پہلے بھی یہ نام کما گیا	۲	واقعہ مریمہ عیسیٰ
۲۶۱	محمد و امیر دونوں بولیں ہم	۲۴۹	عظیم ہر میں بھی عیسیٰ کا کلام
۲	یہ نام انبیاء و ائمہ آپ کی خصوصیت	۲	ابن جریج کا بھولے میں کلام
۲	امیر محمد میں معنوی لڑائی	۲۵۰	ابن جریج کا واقعہ
۲	امیر محمد اور حلو کے معنی	۲	آگ کے پاس بچے کا کلام
۲۶۲	سب سے زیادہ مائت تریف شخصیت	۲۵۱	شیر خوار بچے اور نبوت کی گواہی
۲	سب سے زیادہ حمد کرنے والے	۲	عیسیٰ کے بولنے کی حکمت
۲	محمد نام میں زیادہ عظیم	۲	شیر خوار کی میں کلام ہر اہم
۲۶۳	دیگر پندرہ نام	۲۵۲	بہت ایمان مرئی کا کلام
۲	حضور کے بعد پہلا محمد بنی شخص	۲	ایک اور واقعہ
۲	صحابہ اور محمد نام	۲۵۳	حضرت ابو سلف کا کلام

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۶۳	باپ بیٹے کی شادی ایک ساتھ	۲۶۶	کتب قدیم میں آپ کا نام
۱	حضور اور حمزہ کی امر کا فرق	۱	راعب اور حضور کیلئے دشمن کوئی
۱	ابو سلمہ بھی رضائی بھائی	۲۶۵	تخلی و لذت آپ کے چہرے
۲۶۴	ابو سلمہ کی روایت حدیث	۱	تخلیف لوگ اور یکساں خوشگونی
۲۶۵	رضائی بھائی سے نکاح حرام	۱	کاہن کی زبان سے حق بات
۱	بیٹے کا حکم	۱	سیاہ سرخ سب انسانوں کا بی
۲۶۶	نگی ہونے سے یک وقت نکاح حرام	۲۶۶	محمد ہی افرو کی قدو
۱	آنحضرت کا جامع جواب	۱	یوسف کی زبان سے سونے کی تجارت
۲۶۷	میں نبی کو نکاح میں لینا حرام	۲۶۷	محمد نام رکھنے کی فضیلت
۱	بنت حمزہ	۱	محمد نام سے دونوں میں برکت
۲۶۸	حمزہ سے دوری رضاعت	۱	محمد و احمد نامی لوگ بچتی
۱	کیا قول بھی آپ کی دور عیدی	۲۶۸	بیٹے کا نام محمد تو باپ جنت میں
۵	کافر مرد یا بھی رضائی بھائی	۱	محمد نامی شخص کا ازواج چاہئے
۲۶۹	دعیدی کی خبر گیری	۵	نورادش محمد نام نہ رکھنا جائز
۱	آمنہ کا دودھ کھانے والا بچا	۵	محمد نام تجوہ توڑ کا بچہ ہوگا
۲۷۰	بائے کے بعد پستان دودھ فوراً کا	۲۷۰	مشورہ میں محمد نامی شخص سے برکت
۱	بچپن میں حمزہ	۱	یہ نام اور کھانے میں برکت
۱	کیا نام نہیں بھی دور عیدی	۱	اس نام پر گھر کی حفاظت
۵	دایہ حلیہ مسجد	۱	آپ کے نام کی خبر و برکت
۵	حلیہ کے شوہر مسلمان ہوئے	۱	جنت میں قوم کا لقب ابو محمد
۲۷۱	رضائی باپ کا اللہ اسلام	۲۷۱	قیامت میں محمد نام کی یاد
۲۷۲	حلیہ مسجد بھی سوئے تھیں	۱	محمد نام کے احترام میں منکرات
۱	رضائی باپ کی عمر کم	۲۷۱	رضاعت و شیر خوار کی
۱	دودھ شریک بھائی کا حلال	۱	آپ کو دودھ پلانے والیاں
۱	دایہ حلیہ اور برکات کا ظہور	۱	آپ کی برکت اور ابو لب
۱	عرب میں دور عید یوں کا دستور	۱	ہندی آکر کرے کا انعام
۲۷۳	دایہ تربیت کی بھی مدد	۲۷۳	قریب ہندی کی آواز کی کب
۱	زبان کی حفاظت و ہیلت میں	۱	قریب بھی حضور کی دور عیدی
۱	دایہ حلیہ پر نہ لگتی	۱	ابو سفیان بچپن کے دوست
۱	دایہ میں حلیہ بیٹے سے محروم	۱	ابو سفیان و حمزہ آپ کے رضائی بھائی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۳۳	حضرت آمنہ کے وطن ہونے کی جگہ	۳۸۳	یحیٰم عبداللہ اور علیہ کی سعادت
۳۳۵	اہل فترت کا انجام	۳۸۴	حضور کیلئے علیہ کا حضور
۳۵۱	آنحضرت پر عہد طلب کی شفقت	۴	علیہ کی وہ خاصہ وہ خوش خلقی
۳۵۲	نبوت کی نشان دہی اور گواہی	۴	انجین ائمہ میں علیہ کا سر
۳۵۷	آقا سالی کے وقت آنحضرت ﷺ کی آمد کی برکات۔	۴	آیات کا آقا
۳۵۱	زمانہ جاہلیت میں بد شرمانگے کا طریقہ	۳۸۵	آپ ایک پھلتی سے دور بیٹھ
۴	آشوب چشم کا واقعہ	۴	برکت اور سولہ کی تیز رفتاری
۳۵۳	باب غم	۴	خیر کی کوہلی
۵	عہد طلب کی وہ حالت اور ابو طالب کی کفالت	۴	باہر کا بھلا شکر
۳۵۴	شہید حضرت کا ایک غلوہ عمری	۳۸۶	خیر اللہ میں ہر ملی
۳۵۵	عہد طلب کی اپنے سرشتہ سنے کی فرمائش	۴	نور کی عمر میں صاف شکر
۳۵۶	سیف اللہ کی پیر کی خوش گوئی	۴	باہر کی تسخیر
۳۶۳	ابو طالب کے گھر آنحضرت ﷺ کی برکات۔	۳۸۷	روزانہ نور کا نور
۳۶۳	پادش کے لئے دعا	۳۹۰	دور ہجرانے کے وقت تکبیر
۳۶۴	چند حیرت خیز واقعات	۵	فی سہ کے گمراہ میں خوشبو
۳۶۷	ابو طالب کے ساتھ ایک شام کا سفر	۳۹۱	شق صدر
۵	دورانوں کی چشمیں گواہیں	۳۹۲	بائبل اور قاتل کا واقعہ
۳۶۹	خیر اور ابوب کا واقعہ	۳۹۰	آنحضرت ﷺ کی کشمکش کی باہر
۳۷۴	دورانوں کی آمد	۳۰۰	نبی آزمائش کی طرف سے یہود کا خوف
۳۸۱	جاہلیت کی برائیوں سے حفاظت	۳۰۲	آنحضرت کے قلب و اہل کی صفائی
۴	برائی پر ممانعت و حیر	۳۰۶	مر نبوت
۳۸۲	نور و لب میں شرکت سے حفاظت	۳۱۲	کاہن کا خوف
۳۸۴	جنوں سے نظری فترت اور پرہیز	۳۱۶	شق صدر کے مزید واقعات
۳۸۵	حرام گوشت کے کھانے سے حفاظت	۳۱۸	نبوت کے وقت شق صدر کا واقعہ
۴	زہ ایسی عمر		نبوت تک اور شہدائیت کا واقعہ
۳۸۷	جاہلیت کے چار ایک خصلت قریشی	۳۲۲	بدل کا سایہ لگن رہنا
۳۸۸	حق کی تلاش	۳۲۹	آنحضرت کی آمد کی وہ حالت ائمہ میں
۳۸۹	زہ کی تہذیب و عروہ		کی عمرانی، عہد طلب کی کفالت
		۳۳۱	حضرت آمنہ کے اسلام کی روایت



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۵۱	حیر کی نوعیت	۴۴۰	سزا کھانے کے متعلق روایات پر بحث
۴۵۲	جراسود کے کھانے میں اختلاف	۴۴۱	نماز کے بعد آنحضرت ﷺ اور ہمارے
۴۵۳	ابو امیر ابن مغیرہ	۴۴۲	کام نہیں کرتے تھے۔
۴۵۴	ابو اکتہ کی طرف سے ایک عمل	۴۴۳	روایات کا تجزیہ
۴۵۵	انین کی گند	۴۴۴	ایک شبہ اور اس کا جواب
۴۵۶	آنحضرت ﷺ کا بیٹھنا	۴۴۵	عادت کعبہ کو گرائے سے قریش کا خوف
۴۵۷	فیصلہ پر شیطان کی شراوت	۴۴۶	ایک قریشی سردار کی طرف سے ہل
۴۵۸	غیر کے عاصت سے شیطان کا تعلق	۴۴۷	ولید کی یہ عاقلہ کام کا آثار
۴۵۹	بیت اللہ کی جوں سے کراچی	۴۴۸	مردن کا لب کا نظار
۴۶۰	گلہ طیبہ کی برکت	۴۴۹	زفر اور شعلہ
۴۶۱	زمین کی اصل اور تحقیق اور خدا	۴۵۰	بنیاد کعبہ سے نکلنے والی تین قبریں
۴۶۲	بیت المقدس کی عظمت	۴۵۱	مختلف روایات
۴۶۳	زمین کا اولین و افضل ترین پہاڑ	۴۵۲	سلمان عادت کا جناب اللہ انتقام
۴۶۴	امد پہاڑ کی عظمت	۴۵۳	کعبے کے محافظ سے بھٹکار
۴۶۵	افضل ترین فضا زمین	۴۵۴	محافظہ مانپ کی حقیقت
۴۶۶	تحقیق زمین کی کیفیت	۴۵۵	قرب قیامت میں ظاہر ہونے والا جانور
۴۶۷	ترجیح تحقیق	۴۵۶	قیامت کی نشانیوں
۴۶۸	تحقیق اور خدا کی نوعیت	۴۵۷	قیامت کے قریب کافر و مومن کی شناخت
۴۶۹	کیا سات زمینیں سات مستقل عالم ہیں؟	۴۵۸	یہ جانور کین کین انسانوں میں نکلے گا
۴۷۰	سات زمینوں کے وجود پر اعتقاد کی قیامت	۴۵۹	اس جانور کے کام
۴۷۱	حق کی امکاوت۔ اہلکات کی بینت	۴۶۰	اس کے نکلنے کی جگہ
۴۷۲	آنحضرت ﷺ کی گھنٹی زمین کے مرکز سے	۴۶۱	اس کے ظاہر ہونے کا وقت
۴۷۳	آنحضرت ﷺ اور عداوت	۴۶۲	اس جانور کا طریقہ
۴۷۴	عداوت	۴۶۳	اس کا کلام
۴۷۵	عداوت عام کی وجہ	۴۶۴	محافظہ کعبہ سے نہایت پہلے قریش کی یہ عا
۴۷۶	عداوت کی نوعیت	۴۶۵	دعا کی قبولیت
۴۷۷	ہر پر فطرت سلیم پر پیدا ہوا ہے۔	۴۶۶	قریش کا اطمینان
۴۷۸	قیامت میں ایک روز قیامت سے سوال و جواب	۴۶۷	بیت اللہ کا مسئلہ اور یہ حق
۴۷۹	عداوت ایک یہ بتانا ہے۔	۴۶۸	تقسیم بکر
۴۸۰	اس کا مقصد اور فائدہ	۴۶۹	یہ حق اور معارف کے متعلق قسمیں



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۹۰	جبرئیلؑ کو تمہارا کہنے کے لوگین موعود	۴۸۴	بیت المصود
۴۹۲	عزراۃ کعبہ کے حجر	۴	آنحضرت ﷺ کو بیت المصود کی زیارت
۴	طوقان نور سے کہنے کی حالت	۴	فرشتوں کا عہدات خانہ
۴۹۳	کو تمہو حوالہ کی ملاقات	۴	جبرئیل کے فضل سے فرشتوں کی تخلیق
۴	امت محمدی کی فضیلت کا اقوال	۴۱۰	آنحضرت ﷺ کی مشیت خاک پاک
۴۹۴	بیت المقدس کی پہلی تعمیر	۴۱۰	آدم کی مشیت خاک کی جگہ
۴	زمین کی پہلی مسجد	۴۸۸	آدم کی پادشاهی میں آنحضرت ﷺ کا دور
۴۹۵	نبیہ آدم پر تعمیر ابراہیمی	۴۸۹	خلفاء راشدین کا دور
۴	بیت اللہ میں انبیاء کی قبریں	۴	فرشتوں کے سوال پر جلال اللہ کو مدی
۴۹۶	کشتی نوح کا طواف کعبہ	۴	آدم کو تعمیر کعبہ کا حکم
۴	ایک سرکش نور نوح کی بددعا	۴۸۰	ہر آسمان میں بیت اللہ کا وجود
۴۹۸	ابراہیم کو مقام کعبہ کی نشاندہی	۴۸۱	یا قوتی جیسے بابت اللہ
۴	کہنے کی طرف دربار عہد	۴	آدم کا قند و قامت
۴۹۹	سلیمان کا پرندوں کی بولیاں سمجھنا	۴۸۳	آدم کے اتارنے کی جگہ
۵۰۰	آنحضرت ﷺ کا ایک پرند کی بولی سمجھنا	۴	عطر نور خوشبو کی اصل
۴	جبریل پر سلیمان کا کتاب	۴	آدم کی بد قند قدم
۵۰۲	ہر حجر حمد و تسبیح کرتی ہے	۴۸۴	یا قوتی جیسے کی نوعیت
۵۰۳	چوٹی کا صلیبت آئینہ کام	۴	عمر اسود اور مقام ابراہیم کا زمین پر اسرار اجلا
۵۰۳	تعمیر ابراہیمی کا آثار	۴	آدم کا پہلا حج
۴	تعمیر کعبہ کے دوران دعاء ابراہیمی	۴۸۵	کو غم کی وحشت اور سلامت تسکین
۵۰۵	قدم ابراہیم کا نشان	۵۰۶	عمر اسود کا صلہ رنگ
۴	تعمیر کعبہ کی ہیئت	۴	عمر اسود کی حقیقت
۵۰۶	عمر اسود کی آمد	۴	عمر اسود اور مقام ابراہیم کی فضیلت
۴	عمر اسود کا نشان	۴۸۷	فرشتوں کے طواف
۵۰۷	جیل ابو قیس کے نام کا سبب	۴۸۸	فرشتوں کی تخلیق ایک ساتھ ہوئی یا
۴	عمر اسود اور مقام ابراہیم کی عظمت و کرامت	۴	تخلیف ملاقات میں
۵۰۸	عمر اسود عہد نبوت کے کائنات میں ہے	۴	فرشتوں کے طواف کی دعا
۴	قدوسی اعظم نور علی مرتضیٰ عمر اسود کے پاس	۴۸۹	دعاء طواف میں پہلا اضافہ
۵۰۹	ذوالقرنین اور ابراہیم کی ملاقات	۴	آدم کے طواف
۵۱۰	ذوالقرنین کا احترام نبوت	۴۹۰	ہر فرشتے کو زیارت کعبہ کا حکم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۲۶	نبوت کی مثال، عطا کردہ سزا نہیں	۵۱۰	سکندر زوال فرمیں ہوئی کا واقعہ
۵۲۹	ولید کے حلقہ میں کوئی	۵۱۱	زوال فرمیں سو میں تھے۔
۵	حضرت سعید اور قیسیر خوب	۵۱۲	زوال فرمیں لقب کی وجہ
۵	حضرت ابو بکر اور قیسیر خوب	۵	زوال فرمیں ایک عظیم بادشاہ اور قاج
۵۲۸	آنحضرت ﷺ کا ایک اور خوب	۵	زوال فرمیں پر انصاف ملے لوگوں کی
۵	یزید کا فسق و فجور	۵۱۳	راج کی لوگوں و موت اور احسان
۵	کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔	۵۱۴	مخلوق کی طرف سے دعوت کا جواب
۵۲۹	مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں۔	۵	اہل یمن کی فضیلت
۵	کسی شخص پر لعنت کرنا جس پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔	۵۱۵	بیت اللہ کو بیت الصلیٰ کہنے کا سبب
۵۳۰	بنی اسرائیل سے مدینہ و انور کی مخالفت	۵	قرچین حرم کے لوگوں پر سزا
۵	دوسرے نبیوں پر یزید کے مظالم	۵۱۶	طوفان اور زلزلہ کعبہ
۵	یزید کی مدینہ پر چڑھائی۔	۵۱۷	راج صرف امت مسلمہ پر فرض ہوا
۵	سید نبوی کی بے حرمتی	۵۱۸	سجادہ ابراہیم کی دہلیں جگہ
۵	صحابہ و تابعین اور حاکم کا قتل عام	۵	امداد راج کس جگہ سے کیا گیا
۵	حرام مہدک کی بے حرمتی	۵۲۰	حضرت ابراہیم کو قلعیم راج
۵۳۱	یزید کی بیعت کیلئے غلامانہ شرط	۵۲۱	کیا پانچ نمازیں اسلام سے پہلے بھی تھیں؟
۵	صحابہ کرام پر مظالم	۵۲۲	کئے کی فضیلت اور مقام
۵	حضرت ابو سعید خدری سے بد سلوکی	۵	کئے کے حق میں دعا و اور ایسی
۵	حضرت جابر بن عبد اللہ سے بد سلوکی	۵۲۳	طواف کے دوران حضرت ابراہیم کی
۵۳۲	معموم بچوں پر مظالم اور اس کا انتہام	۵	جائگہ سے ملاقات۔
۵	اس قتل عام کے حلقہ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی۔	۵	دعا و طواف میں دوسرا اضافہ
۵۳۳	ظالم کا انجام	۵۲۴	تاریخ کعبہ
۵	یزید کے حلقہ آنحضرت ﷺ کا فریاد	۵	قوم عہدہ کی سرکشی اور انجام
۵	حرام مہدک سے تواریک و امامت کی تواریک	۵۲۵	عہدہ کی کئے میں تھ
۵۳۴	ایک زہر کی یزید سے جنگ کا سبب	۵۲۶	عبد اللہ ابن زہیر کے زمانے میں قیسیر
۵	امام حسینؑ اور کوفہ والوں کی بے وفائی	۵	کعبہ کی تجدید۔
۵	امام حسینؑ کی کوفہ کی کورواگی	۵۲۷	ایک زہر کا لقب
۵۳۵	امام حسینؑ کی شہادت	۵	بنی اسرائیل کے حلقہ ایک حدیث
			عزم کے حلقہ میں کوئی
			چار سو مشوں کا اسباب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۵۲۳	ابن زبیر کا مرن	۵۲۵	ابن زبیر کی زندگی کے خلاف جہد و جد
۲	شام مصر میں سیاسی تحریکات	۲	ابن زبیر کے خلاف زندگی کی قسم
۵۲۳	عبد الملک کی ابن زبیر کا خلاف لشکر کشی	۲	ابن زبیر کو ایک مشورہ
۲	عبد الملک کے خلاف بغاوت	۵۲۶	زندگی کا حلقہ اور کیسے پر سنگ باری
۲	بغاوت کی سرکوبی	۲	سنگ اندازوں پر مذہب خداوندی
۲	کیسے کی تجدید خیر کا ایک اور سبب	۲	شکر کی سرکوبی اور کیسے کی توبہ کا
۵۲۵	تجدید خیر سے حلقہ قربانیت سے دیکھیں	۲	کیسے کی آتش زنی کے حلقہ آغوشت جھگڑا
۵۲۶	رسول اللہ ﷺ کی خواہش اور عمل	۲	کی پیشانی خیر نہ
۲	گزشتہ خیروں میں بنیاد پر انکی کی پیدائش	۲	مسئلہ نقد پر پلوگوں کی پچھوئیں
۲	ابن عباس کی طرف سے فی خیر کی مخالفت	۵۲۷	بک صفین
۲	ابن زبیر کا استحکام	۲	حضرت علی اور امیر معاویہ کے اختلافات
۲	حقیقی کے حلقہ آغوشت جھگڑا کی دیکھوئی	۲	امیر معاویہ اور عمر و ابن عباس حضرت علی کے مقابلہ میں
۵۲۷	عادت قیامت	۲	حضرت علی کے شکر کا کوئی
۲	بنیاد پر انکی	۵۲۸	نشاہ و اندر پر بحث کے خلاف وعید
۲	بنیاد پر انکی پر لوگوں کی کوئی	۵۲۹	سکرین نقد پر بنیاد کی نسبت
۵۲۸	کیسے کی لوئیائی میں اضافہ	۲	سکرین نقد پر بنیاد کی طرح ہیں
۲	فی خیر کے سلسلے میں آغوشت جھگڑا کی	۲	انکار نقد پر نصرانیت کا شعبہ ہے
۲	ہدایت	۲	انکار نقد پر بنیاد جو سیت کا حلقہ
۵۲۹	عمر اسود کی مضبوطی کیلئے پادری کا حلقہ	۲	انکار نقد پر بنیاد نصرانیت کا حلقہ
۲	عمر اسود کو دیکھنے کے وقت ابن زبیر کی حکمت عملی	۵۳۰	مسئلہ نقد پر کا خلاصہ
۵۳۰	فرق قرامطہ کے ہاتھوں عمر اسود کی شکست	۲	کیسے میں آتش زنی اور تجدید خیر کا ایک
۲	در حلقہ	۲	اور سبب
۲	اس فرقہ کے عقائد	۲	حضرت اسماعیل کے بدلے ذبح کردہ
۲	قرامطہ کی طرف سے مسجد حرام میں	۲	مینڈے کے سینگ
۲	تکلیف عام	۵۳۱	یہ مینڈے حاضر باطل کی تیر
۲	عمر اسود قرامطہ کے قبضے میں	۲	اس مینڈے کی حکمت کا سبب
۲	عمر اسود کی بددینی	۲	موت کی صورت میں موت
۵۳۱	عمر اسود کی بددینی و حقیقی و شکست	۵۳۲	زندگی کی موت
۲	در حلقہ	۲	امیر لشکر کی طرف سے ابن زبیر کی شکست

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۵۶۹	کعبہ پر حجاج کی سنگباری اور خلاف کعبہ میں آگ۔	۵۵۱	کعبے کی نئی تعمیر کر لیا جانے لگا۔
۵۷۰	حجاج اور امیر کے درمیان فرق	۵۵۲	کعبے کی تعمیروں کی تعداد
۵۷۰	ابن زہر کے قتل پر کتبہ میں آگ لگا	۵۵۳	لوہین خلاف کعبہ
۵۷۱	ابن زہر کے حلق آخضر سے جھگڑے کی	۵۵۴	خلاف کعبہ کی اقسام
۵۷۱	چشمیں کوئی۔	۵	خلاف کعبہ کیلئے موقوفہ دیہات
۵۷۱	حجاج سے مدعیان کی بیزاری۔	۶	ریشی خلاف کا جوڑ
۵۷۱	حجاج کے عاملان حراج کی اصل	۵۵۵	کعبے کی سونے سے لوہین آرائش
۵۷۲	حضرت یحییٰ کے قتل کا واقعہ	۷	حکم تعمیر اور صدقہ
۵۷۳	ابن لڑ کے خلاف حجاج کی سازش	۷	ابن زہر کی شہادت
۵۷۵	حجاج اور عبدالملک کا مقام	۵۵۶	عہدات کعبہ بھر چھٹی حالت پر
۵۷۶	سلیمان ابن عبدالملک	۵	حجاج کی ترمیمات
۵۷۸	سلیمان کی خلافت میں، حجاج کی جگہ پر بیٹھ گئے	۵۵۷	ابن زہر کے ساتھیوں کی سپہ قادی
۵۷۹	تعمیر کعبہ کیلئے خلیفہ منصور کی خواہش	۵۵۸	بننے کی تلاش پہاڑ کی ماضی
۵۸۰	خلیفہ منصور اور سفیان ثوری	۵۵۹	ابن زہر کا زہر اور مرتبہ
۵۸۱	خلیفہ ثور میں توسیع حرم	۶	حضرت اسامہؓ کیسے حجاج کی کشتی
۵۸۱	کعبے کے نام	۵۶۰	نبوت کا ایک مجموعہ اور عہدہ
۵۸۲	مقام کعبہ کی زمین	۵۶۱	کعبے کا خوش گل
۵۸۲	زمین و آسمان اور شب و روز کی تخلیق	۶	حجاج لیکن بے مسقف
۵۸۳	ایک ساتھ ہوئی۔	۵۶۳	ابن زہر اور ابن عباس کے سرحد میں
۵۸۳	باہر سے ہم آخضر سے جھگڑے کے حلق	۵۶۴	ابن زہر اور ابن عباس
۵۸۳	یہودی و عیسائی عاملوں اور عرب کا جنوں کی دشمنی کو بیان۔	۵۶۵	بنی عباس خدیجوں کا مرکز
۵۸۴	حضرت سلمہ ابن ملجم کا واقعہ	۵	بنیاد کعبہ کے حلقہ ابن زہر کی تصدیق
۵۸۵	عمر دانی غوث کا واقعہ	۵۶۶	حضرت عائشہ کی منتہ
۵۸۶	عاصم ابن عمرو کا واقعہ	۵۶۷	عبدالملک ابن مروان کا ایک روپ
۵۸۷	بنی قریظہ کے ایک شخص کا واقعہ	۵۶۸	دوسرے روپ
۵۸۸	حضرت عباسؓ کا واقعہ	۶	نارائن عبدالملک کے حلقہ ایک
۵۸۹	اسیہ ابن ابی صلت کا واقعہ	۶	چشمیں کوئی۔
		۵۶۹	امیر لشکر بننے کیلئے حجاج کی خواہش
			غضب خداوندی کی علامات اور حجاج کی سپہ قادی۔

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۰۶	اندولوی سونے کی ٹیڑھ و رکٹ	۵۹۰	میسائی عالموں کی تہنیتیں کو نہیں
۶۰۷	سلطان قادری کی تلاوی کی حقیقت	۵۹۱	سید ابن حامی کا واقعہ
۶۰۸	سلطان قادریؒ کی بیٹی امین مریم سے ملاقات	۵۹۲	حکیم ابن خزام کا ایک حیرت انگیز واقعہ
۵	بیٹی ایک ہزار سین ہر آپ کے ہیں	۵۹۳	قصر شاہی کے اندر انبیاء کی تصویریں
۶۱۰	بیٹی کے نہاں تپاں کی مدت	۵	آنحضرت ﷺ کی تصویر
۶۱۱	بیٹی کس وقت تپاں کے	۵	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تصویریں
۵	حضرت بیٹی اور حضرت سعدی	۵۹۴	حضرت سلطان قادریؒ کا واقعہ
۶۱۲	حضرت سعدی کے آباؤ اجداد	۵	سلطان قادریؒ کا عیسائیت سے انکار
۶۱۳	غفور سعدی کی ملامت	۵۹۵	سلطان قادریؒ باپ کی قید میں
۵	سیدگان شریک اور عہدہ علیؑ کی قتل	۵	ربانی اور ملک شام کو فرار
۶۱۴	سلطان قادری کے واقعہ کی دوسری روایت	۵۹۶	پادری کی حرص و ہوس اور ملام کا قصہ
۵	گوشت کھینچ دینے والوں سے سلطان کی ملاقات	۵	علماء کے لئے ذہن کا امت
۶۱۵	سلطان قادریؒ ایک بیٹائی ہرگ کے ساتھ	۵۹۷	ہر مذہب میں ضروری ہے
۶۱۶	آنحضرت ﷺ کے حلقہ تہنیتیں کوئی	۵۹۸	راہبوں کا زہد
۶۱۷	واقعہ سلطان کی قمری روایت	۵۹۹	موصول کی خانقاہ میں
۶۱۸	حضرت سلطان کی عمر اور زہد تقویٰ	۶۰۰	تہنیتیں کی خانقاہ میں
۶۱۹	عمر و ابن سعدیؒ کی قرب کا واقعہ	۶۰۱	مورہ کی خانقاہ میں
۵	قبرس ابنی ساعدہ الہادی کا واقعہ	۵۹۸	بچے کو روٹی اور تھالی
۶۲۱	قبرس کے حلقہ پادری ابنی ساعدہ کی روایت	۵۹۹	آنحضرت ﷺ سے ملاقات
۶۲۲	قبرس کے حلقہ سعدیؒ کی قبر کا بیان	۶۰۰	آنحضرت ﷺ کا صدقہ کے مال سے ہزار
۵	قبرس کی ہر صدہ صحت آئینہ تقریر	۶۰۱	قبرستان شیعہ
۶۲۳	قبرس کے حلقہ ایک اور روایت	۶۰۲	نبوت کی تصدیق
۶۲۶	ناخ ترقی کا واقعہ	۶۰۳	یہودی ترہات کی شرارت
۵	کاہنوں کے ذریعہ دی ہوئی خبریں اور تہنیتیں کو نہیں	۶۰۴	آنحضرت ﷺ کا ایک حیرت انگیز معجزہ
۶۲۷	قادریؒ کا علم اور سولہ ابن قادری	۶۰۵	حیرت کن کے ذریعہ سلطان کو عربی کی تعلیم
۶۲۸	سولہ ابن قادری کا واقعہ	۶۰۶	سلطان قادریؒ کا اندولوی کیلئے معاہدہ
۶۲۹	سولہ کی اپنی قوم کو نصیحت	۶۰۷	سلطان قادریؒ کا اندولوی کیلئے آنحضرت ﷺ
۵	حظیرہ نانی کا ہند کا واقعہ		کی اندول

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۵۴	شروع ہوا	۶۲۲	آنحضرت ﷺ کے متعلق جن کے
۶۵۵	غیر کاہن کا حیرت ناک واقعہ		جیت سے آنے والی صدا میں
۶۵۶	غیر کاہن کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے متعلق اطلاع	۵	میں اس کاہن مرد اس کا واقعہ
۶۵۷	سندسے فوسنے کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد	۶۳۳	ہاں میں غصہ نہ کوا تھا
۶۵۸	شیاطین کو آسمانی خبریں کیسے ملتی تھیں	۶۳۵	ہاں کے لئے آنحضرت ﷺ کی دعا
۶۵۹	آپ کے غم کے بعد کدات فہم ہر کی نصرت بالعبود	۶۳۶	دعا کی قبولیت
		۶۳۷	آنحضرت ﷺ کے متعلق ذرا غصہ جانوروں
		۵	کے جیت سے آنے والی آوازیں
			حضرت عمرؓ کا واقعہ
		۶۳۸	آنحضرت ﷺ کے متعلق انشاء میں پیدا
			ہوئے اور سنے والی آوازیں
		۶۳۹	نہیں اس سلسلہ سے ایک عجیب ملاقات
		۶۴۰	قوم غصہ کوا تھا
		۶۴۱	ذیل میں مرشدی کوا تھا
		۶۴۲	تیم دار لڑی کوا تھا
		۶۴۳	میں حضرت ﷺ کی بتائی ہوئی ایک دعا
		۶۴۴	نبی تیم کے ایک شخص کا عجیب واقعہ
		۶۴۵	ایک اور معجزاتی کوا تھا
		۶۴۶	سردار حضرت موت دار کے بت کوا تھا
		۶۴۷	آنحضرت ﷺ کے متعلق وحشی جانوروں
			کے منہ سے سنی جانے والی باتیں
		۵	جانوروں کا کلام کرنا علامات قیامت
			میں سے ہے
		۶۵۰	آنحضرت ﷺ کے متعلق در غصوں سے
			آنے والی صدا میں
		۶۵۱	شبابہ قب کے زہرہ آسمانی خبروں کی
			میں گئی لیکن پر پابندی ۱۱
		۵	شیاطین سے آسمانوں کی مخالفت
		۶۵۲	سندسے فوسنے پر مرد میں اس کی کہانے
			شبابہ پھینکنے کا سلسلہ غمور کے وقت

## عرض ناشر

سیرت نبوی ﷺ نہایت پاکیزہ موضوع ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا دین کن مراحل سے گذر رہا اور خطیر اسلام اور صحابہ کرام نے اس کی حفاظت میں کیا اہتمام اور تکلیفیں اٹھا کر اسے باقی رکھا اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح مدد فرمائی۔

ضروری ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کو سمجھا جائے۔ اور اس کے مطالعہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے کہ جس سے ہمیں دین کا علم اور اس پر عمل کی توفیق ہو اور ہمارے اعمال و اخلاق کی اصلاح ہو سکے۔

”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میرے والد ہمیں رسول اکرم ﷺ کے فضائل و سراپا کے حقائق تعلیم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے میرے بیٹے! یہ تمہارے بزرگوں کا شرف ہے اسے بھلا مت دیتا۔“

اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کہ ”دارالاشاعت کراچی“ کو چالی متعدد موضوعات پر علمی کتب کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہی ”سیرت النبی ﷺ“ کے موضوع پر پہلے بھی بڑی مستند کتب شائع کی گئی ہیں جو عوام و خواص میں مستند مقبول ہیں۔ ذریعہ نظر کتاب علامہ علی ابن ہرثان الدین حلبی کی مستند کتاب ”انسان المعیون فی سیرۃ الامین العامون“ ۳ جلد کا اردو ترجمہ ”سیرت طریفہ اردو“ ۶ جلد میں طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے اور وہ زبان میں تاحال اتنی تفصیلی سیرت النبی ﷺ دستیاب نہیں ہے کتاب عربی میں بھی نہایت مستند اور اہم سمجھی جاتی ہے اس کی سند کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ حکیم الاسلام حضرت قادری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے مقدمہ میں اسے ”مہم الشیر“ قرار دیا ہے۔

ہمت پہلے یہ کتاب دوح بندہ سے اقساط میں شائع ہو کر ٹیلیب ہو گئی تھی الحمد للہ باقاعدہ قانونی معاہدہ کے بعد ہم اسے شایان شان انداز سے شائع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کام میں خلوص عطا

فرمائے اور اسے دنیا و آخرت کے لئے قبول فرمائے آمین۔ امید ہے کہ علم اور عوام اس کی پذیرائی کریں گے۔

## خصوصیات

- ۱۔۔۔۔۔ آسان اور عام فہم ترجمہ
- ۲۔۔۔۔۔ معصفت شافعی ہے اس لئے ایسے کسی مقام پر جہاں فقہی اختلاف تھا اسے تو سمین میں بطریقہ سے واضح کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔۔۔۔۔ خوبصورت کمپیوٹر کتابت
- ۴۔۔۔۔۔ تصحیح کا احترام
- ۵۔۔۔۔۔ اعلیٰ کاغذ و طباعت
- ۶۔۔۔۔۔ پائیدار و حسین جلد
- ۷۔۔۔۔۔ مناسب قیمت

ناشر

ظہیر اشرف عثمانی

ولد الحاج محمد رضی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ



## ﴿..... پیش لفظ .....﴾

از مترجم: مولانا محمد اسلم قاسمی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتاب سے تقریباً پانچ سال قبل کی بات ہے احقر مج کے وقت دارالعلوم میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مصری استاد شیخ محمد عبدالوہاب محمود فخر میں داخل ہوئے اور ان کے پیچھے پیچھے ایک دوسرے عرب شیخ اٹھا کر اندر حشریف لائے۔ کشمشی ڈاکٹر محمد ابراہیم قادری اور بھٹے ہوئے گندری رنگ کے ساتھ عربی لباس میں دو خاصے وجہ نظر کر رہے تھے انہوں نے بلند قوت کے ساتھ حرم اور پڑھت ہوئے حرم میں سلام کیا۔ شیخ محمود نے قیاد کرانے ہوئے بتایا کہ یہ شیخ عبدالوہاب مصری ہیں جو سواتر اسلامی کی طرف سے بریلی کے مدرسے میں عربی زبان کے استاد کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں۔ اس زمانے میں راقم المعروف محمود سیرت رسول ﷺ کی ترتیب میں مشغول تھا اور شیخ محمود عبدالوہاب اس سلسلے میں بلور خاص میری رہنمائی فرما رہے تھے۔ موصوف نے دوران گفتگو میں شیخ سے محمود سیرت رسول ﷺ کی ترتیب کے حقائق بتلایا۔ انہوں نے سب سے پہلے مجھ سے یہ سوال کیا کہ اس سلسلے میں کون کون سی کتابیں میرے زیر مطالعہ ہیں؟ احقر نے متعدد کتابوں کے نام بتائے اور وہ ہر ایک کے بعد کچھ ایسے انداز میں حریز کتابوں کے حقائق پوچھتے جیسے انہیں کسی خاص کتاب کا کام سننے کا اظہار ہو۔ آخر انہوں نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ سیرت علیہ السلام کا مطالعہ نہیں کر رہے ہیں۔ میری زبان اس اہم کتاب کی طرف ان کے کہنے کے بعد ہی منتقل ہو آخر پوچھ کر اس وقت تک یہ کتاب میرے مطالعہ میں نہیں تھی اس لئے میں نے فہمی میں جو لب دیا اور پھر انہوں نے اس کتاب کی اہمیت اور اہمیت لوی حیثیت کے حقائق ایک مختصر سی تقریر کرنے کے بعد مجھے منظور دیا کہ میں اس سلسلے میں اس کا مطالعہ ضرور کر جاؤں۔

یہ پہلا دن تھا جب میں نے یہ کتاب نکالی۔ اور پھر قارئین جن میں اس کا مطالعہ کرنا گیا ہے اس میں اور

افسوس شہید ترہو تا گیا کہ میں نے اب تک اس کو تو یہ مطالعہ کیوں نہیں کیا۔ اسی مطالعہ کے دور میں یہ خیال میرے دماغ میں جن پکڑ تا گیا کہ یہ اہم کتاب اپنی تاریخی اقداریت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس کو نئے اور متعلقہ افراد میں بار بار ترجمہ کر کے پیش کیا جائے کہ نگاہ اقدار کی جو مستند تحقیقات ایک مربوط اور مسلسل انداز کے ساتھ اس میں پیش روائی کو تاہم نظری کے اعتراف کے ساتھ دہیں کہیں نہیں کیے گئے۔

سیرتِ قطبہ عظیمہ کا سونہرا اور انقلابی نقطہ نظر سے مسلمانوں کے لئے دنیاوی مصلحت کا حامل ہے، کیونکہ یہ اسلام کے دورِ نول کی صرف محدود اوقات پاریش کی حکایت اور ایک عظیم انسان کی سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمِ مسلمان کے لئے اس کے باطنی، عظیم اور ناممکن کی پانچویں زندگی کے وہ نقوش اور اسٹوڈ ہے جو امت کے ہر فرد کی زندگی کے لئے ایک عملی قرین اور آخری نمونہ ہے۔ یہ دور ہے جس نے ایک عظیم بصورت نگار نے حیات کے ہر لمحہ کی عکاسی میں چھوٹی کر رکھے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ مِنَ الْبَنِيَّةِ (سورۃ احزاب)

(ترجمہ) تم لوگوں کے لئے محمدؐ ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے اور اللہ اور کثرت سے اور

انہی کو اللہ رسول اللہ ﷺ کا ایک عہدہ نمونہ موجود تھا۔

اس سواہر نمونہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی مذہبی، تعلیمی، معنوی، سیاسی و خانگی اور حرفی حیثیات پاک اور ان کے وہ شب و روز ہیں جو اسلامی تعلیمات کا صحیح ترین اور مکمل ترین مظہر ہیں۔ یہ عظیم نمونہ صحابہ کرام و مفسرین تھے، انھیں کی نظروں کے سامنے ہر وقت قیام و وسب سے زیادہ رہتی تھی۔ ان کی مثال اور روح پیہ ان کے لئے میں کا سایہ ہوئے جو آنحضرت ﷺ کا نصب العین تھا چنانچہ صلہ کے سب سے بڑے اور قبیح و حق قرآن پائے۔ ان کی مذہبیوں میں یہ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات اور سنت کا ہی ٹھکانہ تھا جس نے انہیں ہر ذرے سے آفتاب بنا دیا اور آج وہ کروڑوں انسانوں کے لئے مکمل ہدایت اور محترم بن گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا۔

وَالَّذِينَ مَعَ الْفِرِّيقِ وَالَّذِينَ مَعَ الْفِرِّيقِ عَلَى الْكُفَّارِ وَخِصَّاءُ يَهُودَ تَرَفُّهُمْ وَكَمَا سَجَّادُ يَهُودَ أَفْضَلُ مِنَ الْفِرِّيقِ وَخِصَّاءُ  
يَهُودَ هُمْ فِي رُؤُوسِهِمْ مِثْلُ الشُّعْرَةِ (آلَةُ بَاب ٢٦ . سورة الفتح)

دل میں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافر نہیں۔  
 غالب تو ہیں کہ جیسے مار کھجی ہو کوسا کر رہے ہیں۔ کبھی تہجد  
 جتنی کرے گی میں اس کے آثار پر ہر تاثیر مجدد کے ان کے  
 ہی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَتَا اللّٰهِ تَوَلَّكَ حَرْبُ اللّٰهِ ۝۲۲

میرے تمام صحابہ صحلوں کی طرح ہیں، ان میں سے تم، جس کی بھی چیز دی کرو گے حاجت پاؤ گے۔  
 آج رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں ہماری نظروں کے سامنے نہیں لیکن آپ ﷺ کا چھوڑا ہوا دور دورہ  
 نمونہ اور آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے وہ تمام نقوش جو ہماری حیات کا سرچشمہ ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں ثبت  
 ہیں۔ یہ ہمارے لئے سب سے عظیم تہذیبی خزانہ، سب سے مکمل ثقافتی ورثہ اور سب سے قیمتی تاریخی سرمایہ  
 ہے۔ ایک جگہ ہونے سے سفر کو اس مشعل سے زندگی کے ہر سوز و گم میں گہرے سرے میں روشنی اور  
 رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور ہر وقت کام اس سرچشمہ انبیا سے الٹی روش کی پاس بجا سکتا ہے، اس رسول برحق اور  
 انسان کامل کی کتاب زندگی کے ہر واقعہ ایک ایسی بات ہیں، جس کو ہر دور میں زندگی و قلم کے ذریعہ اس تسلسل  
 کے ساتھ آپ کی امت تک پہنچایا جا رہا ہے کہ آج تک اس چشمہ فیض کی روانی میں فرق نہ آیا۔  
 ہم طور پر تمام انسان اور خاص طور پر ہر مسلمان اس نمونے اور نمونے کا ہر دور میں نمونہ رہا ہے اور  
 اس سے حاجت پا رہا ہے مگر شاید آج کا انسان اور آج کا مسلمان ہمیشہ سے زیادہ اس دستور حیات کا ضرورت مند  
 ہے کیونکہ اس دور نے انسان کو زندگی کا ہر ترم اور پیشہ کیجے پہچاننے کے ساتھ اس کی روح کو ہمیشہ سے زیادہ  
 تنگی دی ہے اور اسے زندگی کے اس نسب انجمن سے بہت دور پہنچا دیا ہے جو ہر زمانے میں اس کا سب سے بڑا  
 ہمدرد رہا ہے۔ آج انسان زندگی کی ان لذتوں سے بہک رہا ہے جن کا اس نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں  
 کیا تھا۔ یہی دور انسان میں اس کی ترقیات اور عروج کے نشان ثبت ہیں اور اس کا ہر قدم قدمائے کی کھوج اور  
 جستجو میں آگے اور آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مگر ان تمام لذتوں کے ساتھ آج جب وہ اپنی طرف متوجہ ہو رہا  
 ہے اور دنیا کی ہوا میں سے نجات پا کر بے ہوشانے اپنے مطالعہ میں صرف کر رہا ہے تو اس کو اس میں لذت کے  
 ساتھ ایک ایسی تک کا احساس ہوتا ہے، اور اس پر روشنی ماحول میں ایک ایسا غما نظر آتا ہے جو اس کی روح کو  
 محسوس کئے دیتا ہے وہ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو ان خوبصورت داستانوں کے آگے کسی حوالہ کا پتہ  
 نہیں چلتا۔ ایک ایسی سڑک جو آگے جا کر ایک دیرانے اور ایک دیکڑوں میں مٹی تبدیل ہو سکتی ہے۔ اس وقت  
 اسے یہ تمام ہمدرد اور بھاکہ دہڑے مقصد نظر آتی ہے، یہ اس کے ضمیر کی بیداری کا اظہار ہوتا ہے جو اس کو  
 بھی کبھی ان جنموں کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔

ضمیر کی بیداری کے ان ہی لحاظ میں اس کو ایسی رہنمائی اور رہبری کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو  
 اسے زندگی کا صحیح مقصد سمجھا سکے اور راستے کے آئینہ و نشان سے نجات دلا سکے۔

اس وقت زندگی کا وہ نمونہ ہی اس کو روحانی سکون اور آسودگی فراہم کر سکتا ہے جو ہر عزائی سے پاک  
 ہو، ایک ایسی ذات کا تصور طریقہ ہی اس کو اطمینان کیجے پہنچا سکتا ہے جس کا ہر قدم شاہرہ حیات میں ایک مکمل  
 مقصد کا حصول اور ساری دنیا کے لئے ایک آخری دور کی حقیقت دکھتا ہو۔

زندگی کی یہ مکمل شکل صرف اس عظیم اور کامل ترین انسان کی سوانح و تاریخ میں ہی مل سکتی ہے جو  
 آخری طور پر زندگی کا مکمل دستور لے کر آیا اور اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا اور مجروح دنیا کو اس کا  
 دور سہارا۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک ایسا خوب صورت بانٹ ہے جس کے پھولوں کی منبت و فضاؤں کی عفت  
 اور ہواؤں کی جازگی سے آج تک دنیا سمجھ رہی ہے۔ یہ جہن ہر ایک کو دمخت و چراغ دے رہا ہے۔ اب یہ نگاہ کرنے  
 والے کی صلاحیت اور دامن کی وسعت، طرف پر موقوف ہے کہ وہ اس بانٹ سے کتنے پھول چٹا ہے۔

میں نے اسی بنیاد پر اس موضوع کو ترجیح دی کہ سیری کو مشکل ہے کہ اردو ادب سیرت پاک کے اس مقدس موضوع کی بنیاد سے زیادہ تفصیلات اپنے اندر سمو سکے۔

بالخصوص مسلم عوام کے لئے یہ موضوع نیا نہیں ہے۔ ہمارے اردو لڑکچہ میں اس موضوع پر ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے جو اردو ادب میں بیچنے کی ضرورت کو امر کی گروہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اس سرائے کے باوجود ہمارے لڑکچہ اس موضوع کی تفصیلات، سبب، شدت و اوقات اور تاریخی حادثات کے حلقے میں گنہ ہے۔ کیونکہ اب تک ہمارے یہاں جس قدر کتابیں تیار ہوئی ہیں وہ خود تاریخیات ہوں یا تراجم ان میں ایک چیز قدر مشترک رہی ہے اور وہ ہے اقتصاد میں کا نتیجہ یہ ہے کہ اردو ادب عوام ان عظیم حوادث، تاریخی ساز و اوقات، آنحضرت ﷺ کے اہل و عیال سے حلقہ تفصیلات اور ان کے درمیان اختلافات اور باہر تعلقات سے ایسے مکمل انداز میں واقف نہیں ہیں جس کا یہ مبدع موضوع مستحق ہے۔ قدیم عرب مصنفین نے اس پر کسی قدر محنت اور جانفشانی کی ہے اس کا بابا سائدہ کسی عربی کتب کی لا بریری کے قیود تاریخ کے ایک سرسری سے جائزے سے مر سکتا ہے۔ عربی میں اس موضوع پر بے شمار ختم اور مطلق جانفیات ہیں جن کے مطالعہ سے اس حلقہ کے ایسے ایسے حقائق و واقعات سامنے آسکتے ہیں جن سے ابھی تک ہمارے کان نا آشنا ہیں۔ اردو ادب میں مصنفین اور اہل علم کے لئے ابھی تک اس زبان میں کوئی ایسا مستند اور مطلق امر یوم و آخر نہیں ہے جہاں سے وہ اس ذیل کے کسی بھی واقعہ کے حلقہ مطالعہ، مولد فراہم کر سکیں۔ بلکہ انہیں ایک واقعہ کے لئے متعدد کتابوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے تب جا کر حلقہ واقعات پر روشنی چڑھ سکتی ہے۔ یہاں حاکم اتنی محنت اور کوشش کے بعد بھی مطلوب تفصیل فراہم نہیں ہو پاتی۔

ان تمام وجوہ کی بنا پر اردو لڑکچہ عوام سے اس کا ضرورت مند رہا ہے کہ اس موضوع پر عربی کے قدیم و مستند و معتدل لڑکچہ کو اردو میں منتقل کیا جائے، چنانچہ موجودہ اہل قلم نے اس پر خصوصی توجہ کی اور اس کے نتیجہ میں مالی ہی میں سیرت ابن ایشام اور تاریخ طبری جیسی عظیم و ختم کتابوں کے اردو تراجموں سے ہمارے لڑکچہ بالاولیٰ مرچکا ہے، مگر علم ایک ایسا سہارہ ہے جس کا کوئی کندہ نہیں انکار بدست لڑکچہ اردو میں منتقل ہونا ہے کے باوجود ابھی یہ کوشش جمل لحاظ سے گنہ ہے اور زیر نظر کتاب اردو کے اس ذخیرے میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے جو ناقابل انکار اور بدست خلا باقی ہے اس سے نہ اہل علم انکار کر سکتے ہیں اور نہ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد عوام اس کی خصوصیات و افادیت سے انکار کر سکتے ہیں۔

سیرت حلبیہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک ایسی مفرد کتاب ہے جو تاریخ اسلامی اور سیرت و سوال بیچنے کے موضوع پر اپنا ایک طبقہ، مستقل اور اہم مقام رکھتی ہے۔ حالی ہی میں راقم الحروف حضرت علامہ محترم مولانا محمد حبیب صاحب مدظلہ و حضرت مولانا مفتی رفیع الرحمن صاحب مدظلہ کی سے دیونہ کر افادہ راستے میں میں نے سیرت حلبیہ کے ترسے و ترتیب کے حلقہ ان حضرات سے تذکرہ کیا کہ اس پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس کتاب کے حلقہ جو ایک جملہ فرمایا، غالباً اس کی انگریزی ویت و ایت اور افادیت و مقام کے صحیح تصور کو پہنچ کر سکتا ہے۔ موصوف نے فرمایا کہ

”ہمارے پاس عربی لڑکچہ میں سیرت پر ضابطہ کی تو صرف یہی ایک کتاب ہے۔“

مؤلف علامہ علی ابن برہان الدین طلی نے دراصل یہ کتاب عربی کی اردو سیری اہم کتب سیرت کی

مخلص کے طور پر سرب کی ہے یعنی حافظ ابو القاسم سید الناس کی کتاب "معیون الاثر" محمود سرب سیرت طیبہ  
الکافی جیسا کہ مؤلف موصوف نے مقدمہ کتاب میں واضح کیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں اپنے علمی تحقیقی مواد  
کے اعتبار سے بے حد اہم ہیں، مگر جہاں تک "معیون الاثر" کا تعلق ہے اس میں جو علمی اور فنی مضامین، حقیقتات  
فنی کی گئی ہیں اس کی وجہ سے صرف علمی حلقے ہی اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ عوام اس کی گہرائی اور  
گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے یہ کتاب اپنی اہمیت کے باوجود ایک مخصوص طبقے کے لئے ہی مفید ہو سکتی ہے  
پر طبقہ اور مفید کے لوگ سے مراد، نہیں ہو سکتے اسی طرح سیرت طیبہ ثانی بھی ہے اس لئے مؤلف نے  
اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ ان دونوں کتابوں کی تعلیم کر کے سیرت کے موضوعات پر  
ایک مفصل و مربوط کتاب مرتب کریں جو نہ صرف دونوں کتابوں کے برخلاف عوام و خواص دونوں طبقوں کے  
لئے یکساں طور پر مفید ہو۔ خواص کے لئے اپنے استفادہ معتبر سیرت و تاریخ کی کتابوں سے ماخذ واقعات کی بناء  
پر جن کائناتوں نے بشر تک حوالہ بھی دیا ہے اور عوام کے لئے اس لحاظ سے کہ یہ مقدمہ ہونے کے ساتھ عام فہم  
انداز میں ہے جس میں تمام مفکرہ واقعات کو مربوط کر کے تسلسل کے ساتھ مرتب کر دیا گیا ہے اس کے نتیجہ  
میں واقعات کی ترتیب سے دلچسپی بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ عوام سب کے لئے قابل فہم بن جاتے ہیں۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ایک واقعہ کے ذیل میں جتنی مختلف حقائق و روایات فراہم  
ہوتی ہیں یہاں میں سے اکثر کو پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد ان روایات میں سے ممکن طور پر تضاد کو دور کر کے  
موافقت اور تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سے مختلف جہات و واقعات کا ایک دوسرے سے جوڑ پیدا  
کرتا ممکن ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ کہ اس میں جتنی قوی اور ضعیف روایات پیش کی گئی ہیں مؤلف نے اکثر ان کا  
تائید بھی کر دیا ہے۔ اسی طرح جملہ روایات کے تحت قرآنی آیات آری ہیں وہاں بعض جگہ مؤلف نے اس  
آیت کا بیان کر دیا کہ اس کی مختلف تفسیریں اور اس کے بعد تاریخی مضمون کو پیش کر دیا ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ  
اس آیت کے شان نزول کا جو تاریخی واقعات سے ربط معلوم ہو جاتا ہے بلکہ اس کے حقیقی ملاء و مفسرین نے جو  
حقیقی نکات کی ہے اس کا لچر سامنے آ جاتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا بعض نے اپنی کتاب محمود سیرت و سول علیہ السلام کی ترتیب کے دوران اس کتاب کا  
بقدر مطالعہ کیا تھا اس لئے یہ اعتقاد تھا کہ اس کا صرف ترجمہ کر دیا کافی نہیں ہو گا بلکہ ترجمے کے ساتھ واقعات کی  
مزید شرح کے لئے اس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہو گی کیونکہ وہ حقیقت ہر زبان کا اپنا ایک انداز اور  
اسلوب ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی ہر زبان کے بولنے والوں کا ایک مخصوص مزاج اور انداز بھی ہوتا ہے جو  
دوسری زبان کے بولنے والوں سے مختلف ہوتا ہے۔ عربی کتابوں کا بھی ایک خاص اسلوب ہوتا ہے جو عرب  
عوام کے ہی مزاج سے موافقت رکھتا ہے۔ ایک عربی کتاب چاہے کتنی ہی سادہ اور عام فہم انداز میں مرتب کی گئی  
ہو لیکن اگر اس کا ترجمہ عربی کا توں غیر عرب کے سامنے پیش کر دیا جائے تو نہ ان کے لئے اس میں وہ دلچسپی اور  
روانی ہوتی رہ سکتی ہے جو اصل زبان میں ہوتی ہے نہ وہ دوسری زبان کے بولنے والوں کے لئے اس میں کشش اور  
اُفس ہو سکتا ہے جو ان کے اپنے اسلوب میں سمجھی گئی کتاب میں اُفسیں حاصل ہو سکتا ہے خواہ یہ ترجمہ یا محاورہ اور  
سلیس زبان میں کیا گیا ہو اس کی اہمیت پر قیود رہتی ہے۔

اسی لئے راہِ المعروف نے اس ترجمے میں یہ پہلو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ ترجمے میں اس نے اس بات

کا بلکہ خاص خیال رکھا ہے کہ درود میں عوام کے مزاج کے مطابق جہاں واقعات میں مزید تفصیل اور تشریح کی ضرورت ہے اس کو چھوڑ دیا جائے اور اپنے ہم زبانوں کے حقائق کو جملوں کی ترتیب میں طوطا رکھا جائے تاکہ بیان میں روانی اور سلاست کے ساتھ دین و دنیائیں اور خشک الفاظ باقی رہ سکیں جو اصل زبان میں کتاب کا تقاضا ہو اگر ترقی ہے۔ فن تعلیمات کو اگر روح کے مطابق حاشیہ میں واضح کیا جائے تو اس سے واقف کی تفصیل تو سامنے آجاتی ہے مگر جملوں اور اصل بیان کی روانی باقی نہیں رہتی بلکہ بناوٹ چھیننے والا اصل کو چھیننے کے ساتھ حاشیہ دیکھنے کے لئے تسلسل کو توڑتا مگر انہیں کہتا ہوں کہ انہوں نے اس حاشیہ اور تشریح کی افادیت محدود ہو جاتی ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے حاضر تقریرات کو جن کا تسلسل برقرار است اصل واقعہ اور موصوفا سے ہے تو کین یعنی برکت میں پیش کیا ہے۔ اس طرح واقعات کا تسلسل اور روانی بھی قائم نہیں ہوتی اور ضروری تقریرات ساتھ ساتھ نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ جو واقعہ کے لحاظ سے بھی ضروری ہیں اور تھے میں درود زبان کا اسلوب پیدا کرنے کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اس تسلسل میں اس کتاب کے مرتبے اور ترتیب کے ساتھ ساتھ تاریخ و سیرت کی متعدد دوسری کتابیں بھی احقر کے زیر مطالعہ ہیں جن سے تقریرات کے سلسلے میں مراعات کرنا پڑتا ہوں۔ جہاں بھی ان دیگر زیر مطالعہ کتب کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں کتاب کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض واقعات کے سلسلے میں کچھ جملوں پر اس کے حعلق اگر کوئی اہم نوٹ ہے تو اس کو سطر کے نیچے حاشیہ میں درج کر دیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس سلسلہ میں جو ضروری مضمون ہوں گے کاربھی ان سے مجھے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ نیز اس ترتیب کے سلسلے میں جو خامیاں ان کو عینوں ہوں گی ان پر طعن و زنی ہونے کے بجائے مجھے تفصیلات طور پر ان کی طرف توجہ دلائیں گے تاکہ ان کا ازالہ کیا جاسکے۔

ان سطور میں اپنے حقیقی محترم اساتذہ و اولیاء مدینہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرے لئے ایک ایسا فریضہ ہے جس سے میں چند الفاظ تفکر کے ذریعہ عمدہ و آرائیں ہو سکتی ہیں اس سلسلے میں میرے حقیقی محترم اساتذہ مولانا انظر ثلہ صاحب کشمیری کا نام سرفراست ہے جو ان سے جو تعاون اور تفصیلات و تفسیلات حاصل ہوئی ہے اس کے اظہار کے لئے اگر میں چند کی الفاظ تفکر کا سدا ہوں تو حقیقت میں میرے جذبات دلی کو تجھ سے شکایت ہو گی۔ موصوف محترم نے میرے لئے جس بیاض اور خشک لہو کو میں اپنے وقت کا ایک حصہ وقف کر دیا صرف کیا میں اس کو ان کا ایک ایسا بند بکھتا ہوں جو میرے دل پر نقش ہے اور جس کے صلے کے لئے میری کم ہانگی جبرفتا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ میری اس محنت و خدمت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص میں اس کو قبولیت عطا فرمائے جس کی یہ اپنے مہلک موضوع اور دنیا کے بلند ترین انسان کی طرف استہاب کی وجہ سے سختی ہے واللہ تعالیٰ اس خدمت کو میرے لئے سعادت و نجات کا باعث بنا دے۔ آمین۔

محمد اسلم قاسمی

بہشت اور جہنم

مستقلہ

از قبلہ محترمہ و بکر م حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ

مستعملہ علوم دینیہ

کوئی قانون یا دستور اگر اور حق و کتب یا فرقہ بندی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے تو ہم اسے طبعی دستور کہتے ہیں اور وہی دستور جب کسی شخصیت اور ذات سے ملتا سرزد ہو کر سامنے آتا ہے تو ہم اسے عملی دستور کہتے ہیں مادی طریقہ دین خداوندی کی کے ذریعہ جب اور حق و کتب یا فرقہ بندی کے واسطے امت تک پہنچا ہے تو اسے صحیحہ آسمانی کہنا چاہیے اور وہی حق جب کسی کی معصوم کی ذات پاک اور مقدس شخصیت سے سرزد ہو کر عملی نمونہ کے طور پر نمایاں ہو جائے تو اسے سیرت یا سوانح کہنا چاہیے اس لئے دین اور سیرت ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں جن میں صدق کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں صرف مضمون اور درجہ کے لحاظ سے عمومی فرق ہے۔ لیکن کسی جو پہنچا ہے وہ ”دین“ ہے اور جسے کر کے دکھلا دے وہ ”سیرت“ ہے اور جبکہ انبیاء معصومین کے لئے اور کئے میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا تو دین اور سیرت میں بھی کمال مطابقت کی وجہ سے کوئی فرق ممکن نہیں۔

پھر دین جیسے وہ اصول میں منقسم ہے ایک عقیدہ اور ایک عمل مابین اصطلاح میں ایک ایمان اور ایک اسلام کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے اور اسلام کا قالب سے ایسے ہی سیرت بھی انہی وہ اصول ظاہر اور باطن میں منقسم ہے۔ ظاہری حصہ میں عبادات، معاملات، معاشرت، خانگیات، تعلیمات، تہذیبات اور غزوات و تصرفات کشائیں کے جن میں کوئی مقدم ہے اور کوئی مؤخر ہے کوئی سبب ہے اور کوئی نتیجہ اور باطنی حصہ میں عقائد و اخلاقی، عقائد، جذبات، اولیات، اولیات، فراسات و بصیرت اور نور باطن وغیرہ سب داخل ہو کر سیرت باطن کشائیں کے کہ ان میں بھی وہی نگہ ہوا مؤخر قائم ہے جو ظاہری کمالات میں قہاجت سیرت کے دائرہ میں ایک اور حصہ بھی شامل ہے جو دین کے دائرہ سے الگ ہے اور وہی کے حقیقی اور ظاہری فضائل و کمالات ہیں جن کے لئے امت مختلف نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اصطلاحی طور پر اسے دین میں شامل نہیں کیا جاتا جس میں ظاہری طبعی مہد کہ سر پائے مقدس چلنا و حال، عبادت و غزوات وغیرہ شامل ہو کر سیرت کا ایک اہم فرد بن جاتے ہیں۔ پس دین کمالات نبوی کا نام ہے اور سیرت میں کمالات کے ساتھ جمالات بھی شامل ہیں اس لئے سیرت کا دائرہ دین سے زیادہ وسیع ہے۔ سیرت کے دائروں عملی پہلو یعنی باطنی اور ظاہری کمالات پہلے انبیاء پر وارد ہوتے ہیں جو بادشاہ حق کی طرف سے دنیا میں نمونہ عمل بنا کر بھیجے جاتے ہیں اور پھر ان کی صحبت و صداقت اور رسالت کے واسطے سے ساری امت اس کی پابند ہوتی ہے اس لئے ایمان ہو یا اسلام، اصل میں انبیاء کا وہ حصہ ہے اور پھر ان کی تاثیر اور فضائل سے امتوں میں سرایت کرتا ہے جو وہ حقیقت ان کے ہی ایمان اور اسلام کا اگل اور پے تو وہاں ہے جیسے عبادت میں اصل نور آفتاب کا ہے۔ آفتاب کی تاثیر اور نورانی سایہ (و صوبہ پائے) سے دور و نزدیک اور صحران و کھلد سب روشن ہو جاتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً نور و روشنی اور چمک

سیرت طیبہ اور وہ ایک ان کی اپنی نہیں ہوتی وہ صحابہ کی ہوتی ہے۔ جب وہ صحابہ کے درخصت ہو جاتے ہیں تو میرا کہہ ہوتا ہے تو یہ بغیر اسی طرح ظلماتی کے ظلماتی چلتے رہ جاتے ہیں جس سے صاف نہیں ہے کہ وہ صحابہ کے وقت بھی یہ خود روشن نہیں تھے صرف روشن نظر آنے لگے تھے۔ روشنی اس وقت بھی وہ صحابہ کی تھی اور وہی روشن نظر آ رہی تھی لیکن چونکہ وہ صحابہ ان مکاتوں کے سانچوں میں داخل کر لیا گیا ہوتا ہے کہ وہ صحابہ اور مکات کی سطح میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ وہ صحابہ کی سطح نظر آتی ہے اور مکات بھی پنکٹ ہو گئی ہوتی ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ پنکٹ ایک مکات کی نہیں بلکہ وہ صحابہ کی ہوتی ہے۔

اسی طرح انجم دہائیت انبیاء کے ایمان و اسلام کی وہ صحابہ حب اس میں ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ ان نورانی آفتابوں کی طرف رخ کئے ہوئے ہوں اور نفسانی تجاہت و درمیان میں مانگی نہ ہوں تو وہ بھی ایمان و اسلام سے روشن ہو کر موسیٰ و مسلم کھلانے لگتے ہیں لیکن یہ ان کی اپنی پنکٹ ایک خود ان کی اپنی نہیں ہوتی انبیاء ہی کے ایمان و اسلام کی ہوتی ہے اگر انبیاء ان کی طرف رخ نہ کریں یا یہ خود اپنی سوہ مستعد ہونی کی وجہ سے ان کی طرف رخ نہ کریں تو وہ نوروں سے دور ہوں ایمان و اسلام کی روشنی ان میں نہیں آسکتی۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ امت اور حقیقت انبیاء کے ایمان و اسلام کے حق میں لڑائی لگایا جاتا ہے ہوتی ہے جن میں ہر کئی کا ایمان گزرتا ہے اور وہ ایمان سے روشن نظر آنے لگتے ہیں۔ جیسے آئینہ میں اگر آئینہ کا گیس تر آئے اور وہ جھک جائے تو اس میں آئینہ کی کسی اپنی روشنی نکلاو نہیں ہو تا بلکہ عین سورج کے عکس کا اثر ہو جاتا ہے۔ اگر آئینہ اور رخ پھیر لے یا رخ نہ پھیرے مگر آئینہ لڑ جائے گا کہ وہ رخ صرف ہو جائے تو اسی دم اس کی روشنی اور ساری پنکٹ ایک عکس ہو جائے۔ اگر یہ اس کی اپنی روشنی ہوتی تو اس کے رخ پھیرنے پر بھی وہ قائم رہتی۔ ٹھیک اسی طرح اصل ایمان انبیاء کا ہے۔ انہیں کا ایمان عین ان کے ایمان کا ایک ظل اور بڑے تو ہے جو انہوں کے آئینہ قلب میں متعکس ہو جاتا ہے اور اس کے عکس حقیقی بھی موسیٰ و مسلم کھلانے لگتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب سیرت بھی اسی ایمان و اسلام کے دوسرے رخ کا نام ہے تو یہاں بھی یہ ہی سمجھ لینا چاہئے کہ جب تک کسی امت پر سیرت انبیاء کی وہ صحابہ نہ چڑے اور امت نہ سیرت پاک نہ آجائے نہ اسکی سیرت عین نکلتی ہے اور نہ کہ اور امت ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب تک امت اپنے کو ایک عکس شدہ آئینہ کی طرح قلب نبوت کے سامنے نہ کر دے اور اسکی سیرت کا عکس اپنے اندر نہ دکھائے اس وقت تک اسکی سیرت نہ پنکٹ نکلتی ہے نہ وہ مکات اور مسئلہ کھلانے جاتے کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اس حکم اصول پر آج بھی یہ ہی غلط سمجھنے رہا ہے کہ لیتا چاہئے کہ جب تک امت مروجہ حضرت قائم الانبیاء علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا یہ تو اپنے آئینہ قلب میں نہ لے گی نہ یہ حقیقی امتی میں امت اہل کھلانے کے قابل ہو گی اور نہ ہی وہ اپنی اسکا کوئی اور قدر قائم ہو سکے گا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ انبیاء و صالحین کی شریعت اور سیرت اپنے دور میں تاثیر و کھلا کر مقررہ وقت پر اس جہان سے و نصرت ہو گئی۔ نہ آج وہ اثر پیشین ہیں نہ سیرتیں ان کی روایتیں ہیں نہ روایتیں اور اگر کچھ زبان زد بھی ہیں تو یہ مند و بدلا سلسلہ حلقہ عکس انبیاء کے دور میں ہیں نہ مخلوق ہیں نہ مخلوق کہ ان پر وقت و اطمینان کا اظہار کر کے کوئی اپنی سیرت کھلانے کا کام انجام دے۔ کسی تاریخی چیز پر اطمینان تصور روایت ہی سے ممکن ہے اگر روایت ہی نہ ہو تو اس وقت ہی نام میرے میں وہ جاتا ہے کیسے معلوم کیا جائے کہ یہ قابل متذکر کی سیرت ہے اور قابل معصوم کی خلعت و عبادت ہے۔ مگر روایت پر اطمینان محض نظار روایت آجائے سے نہیں ہو تا جب تک کہ اس کے رد ہوتی نہ ہوں اور روایت چار نہ ہوں اور ساتھ ہی ان سے تمام اسباب غلط بھی اور غلط کوئی مرتفع بھی نہ



ہوں۔ اگر عدالت کے بعد راجوں کی روایت حد تو ان تک پہنچی ہوئی ہو تو قول درج کا اطمینان حاصل ہو گا ورنہ کہا نہ کہ راجوں کا سلسلہ متصل ہوئے اور ان کے ضم و عدالت کے ثبوت کے بعد فی الحقیقہ ضرورت اطمینان پھر بھی حاصل ہو جائے گا لیکن اگر روایت ہی سرے سے نہ ہو تو وہ محض ہوا و روایت ہو تو راجوں کا پتہ نہ ہو محض نام روایت ہو یہ دہائی ہوں مگر بھول لال ہوں جن کا مصدق وہ کذاب سب پر وہ غفاریں ہو یا کوئی ایک کذاب دہائی کا حال سے معلوم لال بھی ہو مگر تسلسل کے ساتھ روایت کا سلسلہ اصل دہائی مذہب تک نہ پہنچا ہو تو آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ آری ان کی قوائے اور اپنی عقل کی شانے اور خواہ قول و کیریت کر خود کو اور اپنی سیر کو بھول لال لوگوں کے حوالہ کر دے اور ایسی سیر قول کو کسوٹی بنائے جن کا پتہ کوئی نہ ہو نہ ہو چ جائے کہ وہ دوسروں کے وجود کے عیب و ثوب دکھانے کی کوئی صلاحیت نہ رکھتی ہوں۔ اندریں صورت جبکہ انبیاء صالحین کی سیر میں ہی مضبوط نہیں ہو سکی حد تک وہاں زد بھی ہوں تو وہ در روایت پر نہیں آئیں کہ ان کے ثبوت و عدم کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جائے اور ایک سیرت ساری کا مظہر اپنی سیرت بنانے کے لئے ان کی طرف رجوع کرے اور نہ کوئی بتائے کہ سیرت ساری یعنی راجوں و امراہم شہم الاسلام پر آج کو ان ہی صفحہ کتب و بیانیں موجود ہے۔ حتیٰ کہ خود قورقو انجیل اور زبور کی اصل کا بھی ان سے کوئی پتہ نہیں چلا کہ وہ کب انہیں کس طرح انہیں کس پر انہیں کس نے انہیں جمع کی اور کھنڈ کر واسطوں اور مسطوروں سے وہ آج کے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچیں۔ تو ان حضرات کی سیرت کی کئی کتاب کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب مہینہ مذہب ہی غیر ساری ہوں تو واقعی مذہب کی سیرت تو ان معانی ہی سے بنتی ہے وہ کہاں سے آجائے گی۔ بخلاف سیرت خاتم انبیاء علیہ السلام جس کا اسی ماخذ تو قرآن ہے جس کے بارے میں صدیقہ عائشہ نے فرمایا تھا

وكان خلقه القرآن

آنحضرت علیہ السلام کا سیرت و اخلاق یہ قرآن ہے جس میں لکھا ہوا ہے ہی آپ کی ذات میں فعل اور سیرت و کردار کی صورت میں موجود ہے۔ اس قرآن کی اور الفاظ و دیگر سیرت نبوی کی سند و روایت کا تو یہ مقام ہے کہ وہ چاروں پہلوؤں راجوں کے واسطے سے نہیں بلکہ تقریباً سارے آج کے دور تک ہر دور میں تو ان کے ساتھ مسلسل ہے۔ ہر قرن میں ہزاروں لاکھوں حافظہ موجود جنہیں ایک ایک ذریعہ تک محفوظ رکھا۔ پھر اس کا ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف لکھا ہوا اور شد میں آیا ہوا مضبوط ہے۔ حتیٰ کہ اس کی روایت کے ساتھ اس کی روایت، طرز و ادب و لہجہ، طرز و کتابت اور رسم الخط تک کے تحفظ کے لئے ہر دور میں ہزاروں ہزار مہر افرو کی جماعتیں اور گروہ سرگرم عمل رہے کہ آپ ہیں پھر قول و فعل و رسول کے لئے خود صاحبہ سلامت کا پناہ گاہ بنے۔ حدیث کہتے ہیں اس حد تک مضبوط و محفوظ اور اس درجہ اس کی روایت مسلسل کہ سچ میں اطلاع کا نشان تک نہیں بلکہ اس کے لاکھوں راجوں کی ساری قرآن محفوظ اور حقائق ہر رخ میں مضبوط۔ حتیٰ کہ اس کے لئے روایت کے وہ اصول تک بھی مرتب شدہ موجود کہ اس کی ہر رخ ہی ایک مستقل نمونہ بن گئی۔ جس میں بڑا ہتھیار قائم شدہ ہو۔ قرآن وہ حدیث و احکام اور وہی ہے اس کی جتنی بھی حفاظت کی جاتی ہو عمل محمدی مسطوروں نے تو اپنی ہر رخ اور ہر جہتی کتب کی بھی وہ حفاظت کی کہ قوم قوریت و انجیل، قوم زبور اور قوم صف براہیم اپنے آپ کو فضول کی نگاہ سے حفاظت نہ کر سکے۔

آج قرآن و حدیث اور ہر رخ ہی نہیں بلکہ مسطوروں کی ہر دینی فن کی کتب کی روایت بھی تسلسل کے

ساتھ ان کے آخری ماخذوں تک پہنچی ہوئی ہے کی، لیکن قوریت و انجیل اور زبور اور وہ کاسونی و عیسیٰ و داؤد علیہما السلام اور برہانی تک کوئی ثبوت نہ مل سکے لہذا اس صورت میں غور کیا جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک، سیرت ساری کلام کر سکتی ہے یا نہ ہم بردہ، خصوصاً قول کی سیرت، جن کا کوئی درایتی جود ہی نہیں کہ ان کا کچھ اضافہ بھی مل سکے، مگر اوپر سے ان کتب کے تراجم میں بھی وہ تشدد و تکرار ہے کہ کتب روایت تو بہانے خود ہے مشکل بھی اصلیت کا پتہ نہیں چلا سکتی۔ یہ دونوں واضح کر آئیں گے کہ کوئی عملی دنیائیں اس پر جھک جائے اور مطمئن ہو کر اپنی سیرت سے صرف سیرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے ماخذ قرار دے دیتی ہو کہ حاصل ہے اور وہی جہاد کر دیا کو اپنی سیرت سے ملنے کی دولت حاصل ہے سکتی ہیں۔ مگر جبکہ اس سیرت کے ماخذ قرآن و حدیث ہیں اور ان کے ابتدائی اور محفوظ مادہ ہونے کا دھندہ دیا جانا کا ہے جو پورا ہوا اور ہو رہا ہے کہ چودہ سو سال تک مضبوط رہا ہے آجکے کہ کچھ کی نظیر و تبدل کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے، بلکہ دوسرے قرون واحد کے لئے بھی ان کی حفاظت و میانت یقین کی گواہی ملتی ہے کہ جیسے اب تک وہ محفوظ رہے ہیں ویسے ہی آئندہ بھی تا بد محفوظ رہیں گے۔ اس لئے بلاشبہ سیرت محمدی بھی ابی ہے جو کبھی منہ والی نہیں، جبکہ اس کے ماخذ اور قراقرظ ہیں۔ کسی بھی خطیر سیرت کے جویا کے لئے اگر سیرت نبوت اور کار ہوگی تو پوری دنیائیں یہ ہی ایک سیرت محمدی ﷺ ہوگی جو جہاد کو دعویٰ کر سکے گی کہ یہ طلب صرف اس کے واسطے نہیں چلائے ہیں پوری ہو سکتی ہے اور کسی بھی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔

بلکہ میں آگے جہاد کو عرض کروں گا کہ اگر انبیاء سابقین کی سیرت کی بھی کسی کو تحب ہو اور وہ بھی اپنی سیرت کو روشن کرنا چاہے تو وہ بھی اسے قرآن و حدیث اور سیرت خاتم المرسلین ہی میں دستیاب ہو سکتی ہے اس سے باہر نہیں مل سکتی، کیونکہ جس طرح یہ یہ دین خاتم الانبیاء جامع انبیاء ہے اور ہر دین کا مظهر و نمونہ اس میں ملے لیا گیا ہے جس کی محسوس دلیل خود یہ قرآن ہے جسے جہاد لکھل خش فرمایا گیا ہے اور جس کو انبیاء پر غالب کرنے ہی کے لئے ابھرایا ہے۔ **بِظَهْرِهِ عَلَى الْيَتِيمِ كَلِمَةً**

اس طرح خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت مرد کو بھی تمام انبیاء کی سیرتوں کی جامع ہے جبکہ آپ کو قرآن ہی نے یہ ہدایت بھی دی کہ۔ **فَبِهَدَاهُمْ أَخَذَهُ**

اس لئے اگر کوئی تمہا انبیاء سابقین کی سندس سیرتوں کو بھی بھانپنا چاہتا ہے تو وہ سیرت خاتم الانبیاء ہی کے حصن میں انھیں پہنچا سکتا ہے۔ اس جامع سیرت میں یہ سب سابقہ سیرتوں میں اس طرح روشن نظر آئیں گی جیسے آفتاب سے کریمیں چلی ہوئی ہوتی ہیں کہ وہ آفتاب کی ذات سے ہی صادر شدہ ہوتی ہیں ہر حال جیسے اسلام کی آسمانی کتب تمام کتب سابقہ کی جامع ہے ایسے ہی سیرت خاتم الانبیاء تمام انبیاء سابقین کی سیرتوں کی جامع ہے اور جس طرح یہ آخری آسمانی کتب ابی اور محفوظ ترین کتب ہے جس کے ایک شوش میں بھی فرق نہیں آسکتا جیسا کہ کتب تک صدوں گزر جائے یہ بھی نظر نہیں گیا ایسے ہی سیرت خاتم النبیین بھی ابی اور محفوظ ترین سیرت ہے جس کے کسی گوشہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا جیسا کہ اب تک نہیں لکھا یا چھاپا۔ آپ ﷺ کی سیرت عقد سزا دہی کے ہر شعبہ پر چمکی ہوئی سیرت ہے جس سے بشری زندگی کا کوئی گوشہ بھی باہر نہیں رہ سکتا جبکہ ہر گوشہ کی سیرت محفوظ ہے خلوت کی ہو یا جلوت کی، مگر زندگی کی ہو یا دنیاوی زندگی کی، مسلکی ہو یا جنگ کی، ابتدائی کی ہو یا حتمی کی، دینی کی ہو یا دنیوی کی، غرضی کی ہو یا صبری کی، اسے کسی کی ہو یا ہر گیر مقبولیت و سیادت

یہ علم کی ہوا یا فعل کی باخلایق کی ہوا یا کلمات کی ہوا یا نیا کی ہوا یا آخرت کی، خلق مع اللہ کی ہوا یا خلق مع اہلن کی ہوا وغیرہ وغیرہ ہر گز زندگی کی سیرت فعل صحیح اور حد حصول کے ساتھ کتب سیرت اور تائید سیرت میں محفوظ ہیں۔ بلکہ جیسے علمائے اسلام نے اس آخری دین کے تمام اصول و فروع، عقائد و افعال اور علوم و حکم کی جرات انگیز طرح پر حفاظت کی، جس کی نظیر دنیا کی کسی امت میں نہیں ملتی۔ ایسے ہی سیرۃ نبوی کی ترتیب و تدوین اور تفصیل و جوہر کو بھی حجاز اعلیٰ قول اور تائید میں کر دکھایا کہ اس کی مثال بھی دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ بلکہ یہ سیرت کے درجہ میں اس کے دلی اور باطنی ہے وہیں مکمل حقیقت سے اس کے بیرونی اور ظاہری بھی ہے اور اپنے قلم و زبان سے ہمیں ملے اپنے ہر سہ قلب و قالب سے اس کا تحفظ کیا اور سیرت نبوی ﷺ کے طبعی اور عملی نمونے دکھاتے رہے اور دکھاتے چلے کر ہے ہیں۔ جس آج جس طرح قرآن نے ہی تمام کتب دلی کو ان کے علوم و مصادر کے لحاظ سے زعم اور محفوظ کر دیا ہے اسی طرح سیرت خاتم النبیین ﷺ نے تمام انبیاء کی سیرتوں کو زعم اور محفوظ کیا ہوا ہے۔ اس لئے اس خاتم النبیین سیرت پر قلم اٹھانے حقیقت سادے انبیاء کی سیرتوں پر قلم اٹھانا ہے اور پورے عالم نبوت کی شرح کر دینا ہے اور ایک جامع لغت و ذلت ستودہ سنت کی سیرت کے عکس میں ہر نبی کی سیرت کو آشکار کر دینا ہے۔ اس امت پر یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس کا کوئی قرن اس انبیاء سیرت سے غافل نہیں ہے جس طرح اسلام کے دوسرے گوشوں کے کاغذیں سے دنیا بھی غافل نہیں رہی۔

پانچویں جہاں اسلام میں حفاظت قرآن کا ایک جم غفیر ملتا ہے جس نے قرآن کو اپنے سینوں میں رکھ کر اس کی حفاظت کا حق ادا کیا ہے۔ مغربی کا ایک عظیم گروہ ملتا ہے جس نے مراثی و تہذیب کو آشکار کر کے آیات الہی کو ان کے مواضع پر چسپاں کیا، جہاں قدیم کا ایک عظیم جہاں ملتا ہے جس نے کام ہر سولہ ﷺ کی حفاظت اور تلاوت و اشعار سے اسے بچانے کا بیڑا اٹھایا اور جہاں متکلمین کا ایک عظیم مجمع نظر پڑتا ہے جس نے عقائد نبوت کو دلائل و براہین کے ساتھ مضبوط کیا اور جہاں فقہاء کا ایک عظیم حصہ نظر آتا ہے جس نے دین کے فرائض اور عملی مسائل کی ترتیب دے کر ہدایت و ہدایت کے دکھایا اور جہاں صوفیاء کا ایک حزب اعظم اور مقدس گروہ نظر پڑتا ہے جس نے حقائق باطن کو بطور غیب سے نکال کر علوم شریک پہنچایا اور جہاں سیرت نگاروں کا بھی ایک پاک خزانہ گروہ ملتا ہے جو ہر قرن میں آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی اور اس کے تمام پیکر و گوشوں کو طبعی و تخیلیوں سے خارج کر کے پیش کر رہا ہے جس سے سیرت نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور اس میں ہزاروں کتابیں تصنیف ہو کر نور انوار عالم ہو گئیں۔

بعض سیرتیں خود جہاں انہوں میں لکھی گئی ہیں جیسے "الہادیہ والنبیہ" صحابہ سیرت بعض فقہی مسائل کی ترتیب پر قبیلہ اللہ اسے مرتب کی گئی ہیں جیسے "تذکرۃ اللہ فی ہدی خیر العباد" بعض ماہرین اور صوفیاء انہوں سے لکھی گئیں جیسے "حکماء و فاضلین" بعض ملازمین اور غریبوں کو سہارا کے ترتیب میں آئیں جیسے "سیرت ابن و شام" اور بعض محققان و محدثین سے قبیلہ ہو گئی جیسا کہ عام کتب سیرت کا انداز ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہر گز ان میں سے بعض، بھی ہیں جو حدیث و حدیث حقیقہ وغیرہ تمام پہلوؤں کے اعتبار سے مرتب ہو گئی اور ان میں ان سب فنون کی فنی علی شاہیں نظر آتی ہیں ان میں سے اہم ترین سیرت، سیرت طیبہ بھی ہے جو الامام امام الشیخ علی ابن ابی ہاشم المدینی طبعی کے قلم سے تیار کیا گیا ہے جس کی امت نے ہر دور میں تکیہ و تکیہ کی ہے۔ صدیوں سے یہ کتاب تمام کتب سیرت کے لئے ماخذ بنی ہوئی ہے اور مشکلات سیرت میں علماء نے اس کی طرف

اور مستحق صلہ ہے اور انہیں قابل احترام کیا ہے اس لئے اگر اسے اُتھائیں گے کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

لیکن سیرت کا یہ عظیم مستند جو عقلی و فہمی زبان کے قد خانہ میں نظربند تھا اور صرف علماء ہی کی اس تک رسائی ممکن تھی عام چڑھے لکھے لوگ اس سے بہرہ ور نہ ہو سکتے تھے۔ انہیں اس کے حوالے دیکھ دیکھ کر اپنی پیاس بجھانے دیتے تھے، ضرورت تھی کہ اسے اس ترجمہ کے اہل ذوق عوام سے روشناس کرایا جائے اور اردو زبان کا جامہ پہنا کر اسے ملت اسلامیہ کے ملکی شہستان میں لایا جائے۔

حق تعالیٰ جو اسے خیر عطا فرمائے عزیز و خود مرسلات اکابر مولوی محمد اسلم سلمہ قاسمی فاضل دیوبند و عالم شہید فقیر دانشمند داماد و مراد اعظم دیوبند کو جنہوں نے "سیرت طیبہ" کے بارگاہ اور سلیس ترجمہ کا بیڑا اٹھایا اور عملی طور پر شرواع کر کے اس کی ایک قسط بھی چھپا کر دی۔ مزاج موصوف کو فنی سیرت سے بڑے نیک پہلے ہی سے بے خاص لگاؤ اور ملکی مناسبت سے چنانچہ اس سے پہلے وہ مجموعہ سیرت و سول جتنے کے نام سے اپنی ایک جیل اور بلند پایہ تالیف شائع بھی کر چکے ہیں جو مقبول عام ہوئی اور بعض بعض تعلیم گاہوں کے نصاب میں بھی قبول کر لی گئی، اس لئے وہی حق تھے کہ سیرت طیبہ بھی مستند اور باخدا کتب و فہم و سیرت سے ہندوستان کو روشناس کرائیں انہوں نے اپنے قد و اول ملک سیرت لکھ دی سے اس نام سیرۃ کو اس خوبی سے لکھ دیا کہ جامہ پرست شرواع کیا ہے کہ وہ اس کے بدن پر بہت نور و جہت نظر آ رہا ہے جس میں کہیں بھول نظر نہیں آتا عقلی ترجمہ یا ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا نہ صرف دشوار بلکہ بعض مرحلوں میں ناممکن ہو جاتا ہے جبکہ ہر زبان کے عبادت الہک ہیں طرز زبان جدا ہے اور زبانوں کے پس پشت ان کا قوی اور انتہائی ذوق جداگانہ ہے جس سے عباد سے خود ضرب الامثال بنتے ہیں اس لئے کسی ایک زبان کو دوسری زبان میں سن و سخن منتقل کر دینا ممکن اور بہت ہی صبر گزرا ہے اس لئے مزاج موصوف نے اس بڑے خود مولیٰ کو ترک کرتے ہوئے بجائے لفظ سے لفظ کا ترجمہ کرنے کے مضمون کا مضمون سے بدل کر کیا ہے مگر تقریباً الفاظ کی قد خانہ کو یعنی سیرت طیبہ کے لفظوں کو لکھ دیا کہ جامہ نہیں پہنا بلکہ الفاظ کی روشنی میں مضامین کو عربیت سے لکھ دیا جس منتقل کر دینے کی کامیاب سہی کی ہے تاکہ اصل مضمون کا لکھ بھی پائی رہے اور عبادت کے فرق سے کسی مضمون کی درجہ بھی تحلیل نہ ہو۔

جستہ جہت اس ترجمہ کو احقر نے دیکھا ہے جسے مذکورہ انداز پر پورا اترتا ہوا ایسا ترجمہ کی بڑی خوبی ہے محسوس ہوئی کہ وہ ترجمہ نہیں مضمون ہو بلکہ اردو زبان کی ایک مستقل تصنیف معلوم ہوئی ہے، کیونکہ جامہ ترجمہ کے ساتھ اس میں مفید فقرات بھی قوسین میں دی گئی ہیں اس لئے اسے ترجمہ سیرت طیبہ کہنے کی بجائے اگر اردو سیرت طیبہ کہا جائے تو بے محل نہ ہو گا بلکہ یہ کتاب بھی شاید مباحثہ سے خالی ہو گا کہ اگر خود مصنف سیرت طیبہ بھی اسے عربی میں لکھنے کے بعد اسی کے مضامین کو اردو میں لکھتے تو اس کی تعمیرات شاید وہی پیاس کے ٹک بھج ہی ہوتیں جو مزاج موصوف نے تعمیر ہی طور پر تعمیر کی ہیں۔ امید ہے کہ انتشار اخذ اس اردو سیرت طیبہ کو دیکھ کر ناظرین وہی لطف اٹھا سکیں گے جو اصل کو دیکھ کر حاصل کرتے۔ حق تعالیٰ شہید و مترجم موصوف کو اپنے نبی پاک کے سیرت لکھ دے کہ وہ اس اہل فرما کر دین میں جزا و ثمر عطا فرمائے اور اس ترجمہ کو قبول فرما کر مقبول خواص و عوام بنائے آمین و عباد الرحمن و عبادہ جہاں آمین ہو۔

محمد طیب

مستند و مراد اعظم دیوبند

پیشرو

## حالات علامہ طیبیؒ

### مؤلف سیرۃ الخلیفہ

علامہ طیبیؒ سویر گیارہویں صدی ہجری کے ایک نہایت جلیل القدر اور صاحب مہکت عالم ہیں۔ آپ کا اصل نام علی ابن ابراہیم ابن احمد ابن علی ابن معروف بن عبد اللہ بن ابی ایمن برہان الدین طیبی قاہری شافعی ہے۔ مسلک کے اعتبار سے شافعی تھے نہایت بلند مرتبہ عالم اور مقبولہ مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ زبردست اور نفوس علم کی وجہ سے ان کو امام کبیر اور علامہ زلیٰ کہا گیا۔ ان کے وسیع علم اور مطالعہ کہ جب سے ان کے حلقہ کیا جاتا ہے کہ یہ علم کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑوں اور علم کا ایک ایسا مسجد ہیں جس کا کوئی کنڈہ نہیں، نہایت شفیق، خوش اخلاق اور ہاتر و ہر گ تھے۔ اپنے زمانہ میں اتنے صاحب مرتبہ تھے کہ ان کے پائے کا کوئی دوسرا عالم نہ تھا۔ تمام زندگی علم کی تلاش و جستجو اور اس کو لوگوں تک پہنچانے میں صرف کی مہارت اور لکھت کی بنا پر نہایت محقق اور مفکر عالم تھے، لغوی دینے اور مسائل کا استخراج و استنباط کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی یکساں تھے، تمام عمر اپنی تقویٰ اور پاکیزگی کے ساتھ دین کی خدمت میں گزار دی اور دنیا کو آپ سے زبردست فائدہ پہنچا اور دور کے شہروں سے لوگ آپ کے پاس علم کی پیاس بجھانے کے لئے آتے تھے اور سیراب ہو کر جاتے تھے۔ خوش اخلاق اور خوش حراتی کے ساتھ ساتھ قاہری جہلی سے بھی اٹھ تعلیم نے آپ کو املا کیا تھا۔ خاصہ خاصہ دو نولہ جہلیوں پر آپ کا عرب اور ویدہ تھا۔ اس وقت اور بیت کے ساتھ ساتھ اپنے دور میں بڑی علمی اور لفظ کوئی بھی فرمایا کرتے تھے۔ علم کی کمرانی کا یہ حال تھا کہ ان کے ہم عصر لائے بنے علماء ان کے حل اور قائل تھے۔

شیخ سلطان حراتی ان کے دور میں زبردست عالم اور شیخ تھے مگر بے بھی ان کے پاس علامہ طیبی کا کوزہ ہو جاتا تو اپنے دور سے اٹھ کر نہایت بڑے چاک استقبال کرتے۔ علامہ طیبی کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور اپنی مسد خاص پر جہلی دور رس دیا کرتے تھے علامہ کو خلافت۔

آپ شہرہ تھی سے ولایت نقل کرتے ہیں اور کئی سال ان کے پاس گزارے۔ ان کے علاوہ مشابہ ابن قاسم ابراہیم طغی، صالح جہلی، ابو النصر طبرانی، مہدائے شہور، سالم شہر، عبد الکریم بولانی، محمد خفائی، منصور خواجہ اور محمد المصطفیٰ سے ولایت نقل کرتے ہیں۔ یہ تمام حضرات شافعی ہیں۔ ان کے علاوہ امام علی ابن عامر مقدسی، محمد خیری، علی، سالم سمور، یحییٰ، محمد ابن زید، علی، محمد ابن خواف اور شیخ عبد المجید طیف شیخ احمد بدرتی سے بھی ولایت بیان کرتے ہیں۔

ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے۔ خصوصاً علاقہ میں سے شیخ ابو النصر الحسینی، شیخ خضرم ابو علی اور شیخ خضرم ابو عمرو بریہ وغیرہ ہیں۔

آپ بہت سی بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں جو مقبول اور مفید خاص و عام دو تھیں۔ آپ کی سب سے عظیم کتاب سیرت نبویؐ ہے۔ سیرت الخلیفہ ہے جس کا نام انسان النبیؐ کی سیرۃ میں الماسویٰ ہے۔

یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور شیخ محمد شافعی کی سیرت شافعی اور حافظ ابو الفتح ابن سید الناس کی "سبویہ" اور شافعی کا خلاصہ سے مکرر طبع ہوئی ہے اس میں بڑے مفید اور مستند اضافے فرمائے ہیں۔ آپ کی یہ تالیف بے حد مقبول و مشہور ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کو تصانیف میں درج کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے متعدد کتابوں پر حاشیے لکھے جن میں سے پہلے یہ ہیں۔ مکی القاضی ذکر کیا، شرح مسند ابن ماجہ، حقیقی، ابن کی، دوسری کتاب شرح روایات، ابن امام کلبی کی شرح روایات، شرح التقریب، شرح شیخ - دہلیز، یحییٰ اور شافعی کی شرح تفسیر، اس کے علاوہ جو ابن کی تصانیف ہیں وہ ابن کی کتابوں کی شرح پر مشتمل ہیں۔

لبۃ الصلح من شعبان، قصیدہ برودہ، مختصر الزمر او مسوئی، طرح قطران، لاکھیں، مطالع العیون فی الجمع من القطر و المنور، فوائد العلویہ، شرح شرح الزہریہ، النحلة السنیہ، شرح الاحمدیہ، علیہ الاحسان بوصف من لہ من اماء الروایہ، حسن اصول فی لطائف حکم الفصول، مہامن السنیہ عن قرابۃ التفسیر، جامع الاثر الملتزم من طبع النسخ الاکثر، النحلة العریہ من الاجرۃ، النحلة، النحلة، العلویہ فی بیان حسن الطریقۃ الاحمدیہ، المختار من حسن الفاء فی العلویہ عن حلالہ، لطائف من عوارف المعارف، بحرہ الحافل فی بیان وحدۃ من نحو لا الہ الا اللہ وحدہ من اسی انواع الحال، الطرز المنقوش فی اوصاف الجہنم، صیادۃ الصیادۃ مختصر دیوان الصیادۃ، طائفة المنہج لمختصر الفرج، من فی الصریف، حسنات الوجہات، شواہد من الوجہ و الطائر اور اعلام المسک بہ حکم المسک، اس کے علاوہ جامع صغیر پر نوادہ لکھے۔ قاضی ذکر کیا کی شرح اسماء کی شرح تفسیر، جس کا نام غیر الکلام علی اسماء، الذکر، شیخ الاسلام ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر بیضاوی پر ایک مختصر تحقیق لکھی، تصوف کے موضوع پر بھی ابن کی ایک کتاب ہے، ان سب کے علاوہ بھی ابن کی کئی اور تصانیف ہیں۔

امام شافعی کے جو لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے ان میں سے سب سے ممتاز درجہ ملازمہ قاضی، آپ اس کے مشائخ میں سے تھے۔

حامد، طبعی ہے جو میں سمر میں یہ امر نے اور اکتوبر ۱۶۹۰ء سال کی فرمائی۔ حج ۱۱۰۰ء میں شیخ کے دروازے میں ان کی آخری ساری دقت پہنچی اور مصر میں قبرستان بوفہ میں دفن ہوئے، اور حنفیہ تعالیٰ یہ حالات اتم الحروم نے خلاصہ اثر سے اتھارے کیے ہیں۔

## سیرت حلبیہ اردو

## آغاز کتاب

محمدؐ ہے اس ذاتِ ہدائی کے لئے جس نے محمدؐ میں کے چروں کو منور و روشن کیا اور درود و سلام ہے اس مقدس ہستی پر جس پر بہترین کلام (قرآن مجید) نازل ہوا، غرض کہ اس کی شان و کرامت اور اصحاب پر جو نئے اور پرانے درود میں فضیلت والے ہیں اور جب تک علماء سیرت مہار کو مرتب کرتے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ صلوات سلام ہو۔

سیرت نگار ابن امت۔۔۔ اس کے بعد یہ کسری فقیر علی ابن ابی الدین طبری ثانی کتاب ہے کہ سیرت مصطفیٰ ﷺ انہم ترین کاموں میں سے ہے جس پر بڑے بڑے علماء اور ملت اسلام کے بڑے بڑے حفاظ حدیث نے بطور خاص محنت کی ہے، مگر کیوں نہ ہو اس لئے کہ یہی حلال و حرام کو جاننے اور بلند ترین اخلاق سے متصف ہونے کا ذریعہ ہے۔ امام ذہریؒ نے طبع سقاری کو خیر اللہ بیکافرہ یعنی دنیا آخرت کی بھلائی فرمایا ہے۔ امام ذہریؒ ہی وہ پہلے عالم ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سیرت پر کتب لکھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلام میں سیرت النبی ﷺ پر تو لیکن کتب "سیرت ذہری" ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میرے والد ہمیں رسول اللہ ﷺ کے غزوات و سرائے کے حقائق تعلیم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسے میرے بیٹے ابی حمزہ سے بزرگوں کا شرف ہے اس لئے اس ذکر کو بھلا مت دیتے۔

اس موضوع پر جو بہترین کتاب مرتب کی گئی ہے اور جو بڑے بڑے علماء کے ذریعہ مطالعہ و تحقیق ہے وہ حافظ ابوالفتح ابن سید الناس کی لکھی ہوئی سیرت ہے کیونکہ انہوں نے اس میں یہ موقی اور جہاد جمع کئے ہیں اور انہوں نے اس کا نام "سیرت النبی ﷺ" رکھا ہے۔ البتہ انہوں نے اس میں اضافہ حدیث کے ذکر کو مست طویل دیا ہے جس کی وجہ سے محمدؐ میں کے لئے وہ مست زیادہ قابل توجہ ہو گئی ہے۔ حافظ ابوالفتح محمدؐ میں کے نزدیک بہت زیادہ قابل احترام ہیں کیونکہ وہ امت مسلمہ کے ممتاز علماء اور قابل فخر ائمہ میں سے ہیں۔ لیکن اب پست بھی کی وجہ سے ان کی کتاب کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور نہ طبعیت سے قبول کرتی ہیں۔

اس کے بعد سیرت القس الامی ہے، مگر چ اس میں وہ ایسی ایسی چیزیں لائے ہیں جو تہذیب کی خوبیوں میں غور ہوتی ہیں مگر اس میں ایسی چیزیں شامل ہیں جن کو اہل علم سب ہی جانتے ہیں مثلاً معاد وغیرہ۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ سیرت کی کتابوں میں سوائے موضوع اور من گھڑت روایتوں کے باقی تمام روایتیں مثلاً صحیح، ضعیف، مبالغہ، مرسل، مضطرب اور معطل شامل کی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے ان میں غلطیوں نے ایک شعر میں فرمایا ہے۔

وَالْعِلْمُ مَضْطَرِبٌ وَمَا قَدْ أَخْبَرَا  
طَائِفٌ عَمَّ كَوْنُ بَاتٍ جَانِبٌ

طائف علم کو یہ بات جانی چاہیے کہ سیرت کی کتاب میں مگر غیر مقبول روایتیں سب جمع کی جاتی ہیں۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ جب ہم حلال اور حرام کے مسئلے میں کوئی حدیث نقل کرتے ہیں تو اس میں بہت سختی اور احتیاط کرتے ہیں اور جب لفظ اور اس جیسی دوسری چیزوں کا بیان کرتے ہیں (تو اہل حدیث اور روایات قبول کرنے کے مسئلے میں بڑی احتیاط کرتے ہیں اصل یعنی حیوان الاثر میں یہ ہے جس کو بہت سے اہل علم نے اختیار کیا ہے کہ غور و فکر اور اس قسم کے دوسرے واقعات کو جن کا تعلق احکام شرعیہ سے نہ ہو قبول کرنے کے مسئلے میں نرمی اختیار کی جائے اس مسئلے میں وہ سب روایتیں اور احادیث قبول کر لی جاتی ہیں جو حلال و حرام (یعنی احکام شرعیہ کے بیان میں) قبول نہیں کی جاتیں کیونکہ ان روایتوں کا تعلق احکام شرعیہ سے نہیں ہوتا۔

وجہ تالیف... چنانچہ جب میں نے سیرت کی مذکورہ دونوں کتابوں کو اس طریقہ سے دیکھا جس سے ان کو ان کے واقعی مضامین کے سبب نہیں دیکھا جاتا تو میں نے لکھ دیا کہ ان دونوں کتابوں کا خلاصہ ایک ایسے خوبصورت نمونہ کی صورت میں کروں جو خوش الطوب اور خوش مزہ ہو اور جو مشکل کے سامنے پورے اہتمام اور روانی کے ساتھ پڑھا جاسکے۔

اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میں ایک قدم آگے بڑھاتا تھا تو دوسرا پیچھے ہٹاتا تھا کیونکہ میں نے تو اس کا اہل ہوں اور نہ ان میں سے ہوں جو عملی میدانوں کی گھوڑ دوڑ میں بہت حاصل کرتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے ایک ایسی راستی ملے اس کا امر کیا اور ان راہیوں پر قدم بڑھانے کی ہدایت فرمائی جس کا حکم بالفاظِ واجب تھا اور جن کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی تھی جو زبردست صاحب فہم، صاحب فضیلت اور صاحب علم ہیں اور جن سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے ان کے حکم کا مقام یہ ہے کہ بڑے بڑے صاحب علم مگر کسی مشکل مسئلہ میں الجھ جائیں اور ان سے دریافت کریں تو وہ بغیر توقف کے اس کو حل کرتے ہیں نہ بھی پہچانی کی راہ سے نہ جتنے ہیں اور

یہ سب خد کے لہذا سے حدیث کی تصدیق میں جن کی تحصیل یہ ہے۔ حدیث صحیح داس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی مصنف سے ملے کہ آنحضرت ﷺ تک تمام کے تمام ہر لفظ سے معتبر صاحب حدیث اور متسلل ہند حدیث ضعیف اس کو کہا جاتا ہے کہ اس کے راویوں میں سے کسی میں یہ صحت پر دلی نہ ہو۔ حدیث مرسل وہ حدیث ہے جس کے راوی صحابہ تک پہنچنے کے بجائے صرف تابعی تک ہوئے اور باقی حضور ﷺ کا قول خود نقل کرے۔ حدیث مضطرب وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے مسئلے میں سے ایک یا زائد راوی کم ہوں حدیث معطل وہ حدیث ہوتی ہے جس کے راویوں کے مسئلے میں سے دو یا اس سے زائد کم ہوں۔ اس کے علاوہ حدیث کی اور بہت سی قسمیں ہیں جن کے حلقہ سب ضرورت حاشیہ میں نوٹ سے دیئے گئے ہیں۔ مرتب



نہ سمجھتے ہیں۔ منویات اور غیر معلوم چیزوں کے متعلق انہوں نے جب بھی کچھ لکھا یا تو میرا نہیں ہوا کہ اس کے خلاف ہوا یا نہ۔ وہ شخصیت استاذ اعظم، صاحب المذاذ الاکرم مولانا الشیخ ابو عبد اللہ ابو المصائب محمد فخر الاسلام ابھری الصمد علی کی ہے۔

(ان میں یہ خصوصیات) کیسے نہ ہوں بلکہ وہ اپنے والد کے منہور نظر تھے جن کا ذکر مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور جن کی شہرت ہر گز نگاہ اور فکھانے تک پہنچ گئی رہی ولی اللہ تھے اور ظاہر و باطن میں صاحب خدمت تھے ویدائے باطن تھے جن کے لکھنے میں کوئی شک نہیں ہے اور جو حالات کو بلائے والے تھے یعنی مولانا الاستاذ ابو عبد اللہ ابو محمد ابھری الصمد علی۔ اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ وہ جن کی مکتوب کا نتیجہ ہے وہ صدر العلماء العالمین استاذ جمع الاستاذین مولانا الاستاذ محمد ابو الحسن بن عبد اللہ بن ابھری الصمد علی تھے والدہ تعالیٰ رحمہم اور میرے دوستوں ان کی برکات کو باقی رکھ کر اور ہمیں آخرت میں ان کے شعبہ میں سے فرمائے اب کا شہرہ بخیرت میں ہو تا کہ مختلف علوم میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔

چنانچہ جب استاد موصوف نے مجھے اس کام کا سر فرمایا تو میں نے اس کو ان کی جانب سے (محمیل کا اور قبولیت کے لحاظ سے) ایک عقیم بنا دیا اور خوش خبری تصور کیا، اس کے بعد میں نے یہ کام اس پروردگار پر بھروسہ کرتے ہوئے شروع کر دیا اور ہر امیدوار کی امیدیں پوری کر تا ہے اور جو قصہ کرنے والے اور قویع کرنے والے کو ایس نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو آسان فرمایا اور ایک ایسے خوب صورت اسلوب اور پاکیزہ انداز میں مکمل کرا دیا جو نہ سختیوں پر بد گزرتی ہے اور نہ چمٹنے والے کی طبیعت اس سے آگاہی ہے۔

## توضیح اصطلاحات و علامات

اس کتاب میں میں نے جو اضافہ سیرت حافظ ابو القاسم ابن سید العباس موسوی "میعان الاثر" کے مقابلے میں "سیرت شمس الثانی" سے کیا ہے وہ اگر طویل ہے تو اس کو مختصر کرنے کے لئے اس کے شروع میں "قال" کا لفظ لکھ دیا ہے اور آخر میں "انتهی" کا لفظ لکھ دیا ہے لیکن اگر وہ عہدت کم ہے تو اس کے شروع میں فقط لکھ دیا ہے اور عہدت کے آخر میں امیدوار لکھ دیا ہے۔ کبھی کبھی یہ لکھ دیا ہے کہ "اور سیرت شامیہ میں ہے کہ" کبھی پھر نے قول کے شروع میں صرف "قال" لکھ دیا ہے اور بڑے قول کے شروع میں "آئی" لکھ دیا ہے جس قول کے آخر میں دائرہ نہیں ہے وہ اکثر "اصل" یعنی "میعان الاثر" سے لیا گیا ہے کہیں کہیں میرے اضافات سیرت شامی اور میعان الاثر کے علاوہ دوسری کتب سے بھی لئے گئے ہیں جس کو ان کتابوں سے واقفیت رکھنے والے جان سکتے ہیں اور کہیں کہیں اس اضافہ کو اس طرح مختصر کر دیا گیا ہے کہ اس کے شروع میں "اقول" لکھ دیا ہے اور اس کے آخر میں "واللہ اعلم" لکھ دیا ہے۔

نیز کہیں اضافہ کے شروع میں لکھا ہے کہ "اور سیرت شامیہ میں ہے" "لاش" سے پہلے وہاں یہ لکھا ہے کہ "اصل" میں کیا گیا ہے "یا اصل" میں ذکر ہے تو غیرہ تو وہاں اصل سے مراد "میعان الاثر" ہے۔ میں نے "قصیدہ ہزنیہ" کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں یہ قصیدہ شرف الدین دیرمی کی طرف منسوب ہے جنہوں

نے مشہور "تقصیدہ بردہ" نظم کیا ہے یہ ایک ذہر دست شاعر اور عالم ہیں اور یہ اشعار قصیدہ میں شامل ہیں اور اپنے مضموم سے اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ اشعار ذوق کے لئے زیادہ شیریں ہیں بلکہ بعض لوگ ان کی وضاحت کے لحاظ سے اور زیادہ مستر ہیں۔ میں نے لام نیکی کے کلیات تائید "بھی مقام کے مناسب نقل کئے ہیں، نیز صاحب میون الاثر کے کام میں سے بھی یہ اشعار نقل کئے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں جو قصیدیں اور قصائد لکھے ہیں وہ ان کے مجموعہ کلام موسومہ "بھڑی قصبہ بد کری الحویب" میں سے لفظ کئے گئے ہیں۔ میں نے اس مجموعہ کا نام "انسان العین فی سیرت الامین الامول" تجویز کیا ہے اور میں اس ذات سے سوال کرتا ہوں جس کے سوا کوئی سوا کے جانے کے لائق نہیں کہ اس کتاب کو وہ اپنی رضا کے لئے وسیلہ بنا دے۔ آمین۔

## باب اول (۱)

### ﴿.....نَبْ شَرِیف.....﴾

حضرت محمد ﷺ ابن عبد اللہ

عبد اللہ محبوب ترین نام۔ عبد اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے داخل ہونے اور نکلنے والا ایک روایت میں آتا ہے کہ تسبیحے ناموں میں سترہویں نام اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین نام وہ ہے جس سے عیدیت کا تعلق ہو۔ قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ فرمایا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَدْ كُنَّا أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ يُدْعَوْنَ الْاِبْنَيْنِ ۚ ﴿۲۹﴾ سورة جن م ۲

(ترجمہ) اور جب خدا کا نام اور اللہ کے نام کی عبادت کے واسطے گزرا تو آپ (قرآن) کو اس کے ساتھ ہی پھیل گئے کہ ہو جاتے ہیں۔

اور یہ عبد اللہ کا کنیہ عبد المطلب

”عبد المطلب کا لقب“ صفات و عمر۔ عبد المطلب کو ”حبیب اللہ“ بھی کہا جاتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ کثرت سے ان کی حمد اور تحریف کرتے تھے اس لئے کہ مصیبت کے وقت میں وہ قریش کا سداوتے اور تمام کاموں میں قریش میں ہی کی طرف دیکھتے تھے۔ یہ قریش کے شرفاء میں سے تھے اور اپنے کمالات اور نیک عمل کے اعتبار سے اپنے سردار قریش تھے جن کا کوئی حریف اور متاثر نہیں تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو حبیب اللہ اس لئے کہا گیا کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے سر میں شیرہ یعنی سفیدی تھی۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ان کے سر کا درمیانی حصہ سفید تھا چنانچہ کو فیل نیک کے طور پر شیرہ کہا گیا کہ ان کی عمر اتنی ہو گئی کہ وہ من صبیح یعنی بڑھاپے تک پہنچیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عامر تھا اور ان کی عمر ایک سو چالیس سال کی ہوئی۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے لوہے شرب حرام کر لی تھی۔ یہ ہر ایک کی فریاد پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی عظمت کی وجہ سے ان کو قیام بھی کہا جاتا تھا اور انہیں ہر عدول کو کھینچنے والے بھی کہتے تھے۔ اپنے دوستوں سے بڑا دلور اور پھلوں میں رستہ والے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے لئے کھانا پیچھا دیا کرتے تھے یہ قریش کے بڑا دلور اور دشمن لوگوں میں سے تھے۔ حقوق ہمسائیگی کی اہمیت۔ ابو سفیان کا باپ حرب ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ان کا دوست اور

ہم نظریں تھا عبدالمطلب کے چہرے میں ایک یسوی رہا کر تا تھا اس یسوی نے ایک مرتبہ بچے کے بازار میں حرب ابن امیہ کو بہت برا بھلا کہا۔ حرب ابن امیہ کو اس قدر غیرت آئی کہ اس نے یسوی کو قتل کر دیا جب عبدالمطلب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے حرب ابن امیہ سے ہم نظریں لہو روستی فتح کر دی اور اس کو اس وقت تک نہیں جانے دیا جب تک کہ اس سے سزا ملے کہ اس یسوی کے بچا کے بچے کو چہرے کے احترام و حفاظت کے طور پر نہیں سے دیتے۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے عبداللہ ابن عبدمنان کو اپنا کام نظریں بنالیا۔

**عبدالمطلب نام کا سبب**۔۔۔ ابن کو عبدالمطلب اس لئے کہا جاتا تھا کہ ابن کے بچا مطلب جب ابن کو ابن کے بچپن میں دیکھنے سے کہلے کر آئے تو ابن کو انہوں نے سوری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور وہ اس وقت بہت قرب مال میں تھے یعنی پھنے پرانے کپڑوں میں تھے چنانچہ جب بھی مطلب سے کوئی ابن کے حلقے پر چٹکا کہ یہ کون ہے تو وہ یہ کہہ دیتے کہ یہ میرا انتہام ہے۔ وہ عبدالمطلب کے حلقے (ابن کے غراب فستہ جالی کی) پر سے کہہ کہتے ہوئے شرماتے تھے کہ یہ میرا بچپنا ہے۔ بچے کی خبر انہوں نے ابن کی حالت سنواری اور خب یہ ظاہر کہ یہ میرا بچپنا ہے۔ اس وقت جب بھی کوئی شخص ابن کو عبدالمطلب (یعنی مطلب کا انتہام) کہتا تو وہ اس کو روکتے ہوئے کہتے۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے میرے بھائی بائیسویہ ہے۔“  
مگر ابن کے حلقے بیکل غیرتی مشہور ہو گئی اور ابن کو عبدالمطلب کہا جانے لگا۔ (ابن کا یہ نام چڑ جانے کے حلقے ایک وجہ یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ) چونکہ شیبہ کون کے بچا مطلب نے پانا تھا اور عربوں کی یہ عادت تھی کہ میرا انتہام چڑ جس کو کوئی دوسرا شخص پرورش کر تا تھا اس کو اپنے والد کا عبد یعنی ختام کہتے تھے۔

**شرعیات اخلاق**۔۔۔ عبدالمطلب اپنی اولاد کو علم دیتے تھے کہ وہ علم اور سرکشی نہ کیا کریں وہ ابن کو شریعت اخلاق اختیار کرنے کی نصیحت کیا کرتے اور بڑے کاموں سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ظالم قوی دنیا سے اس وقت تک نہیں جاسکتا جب تک کہ اس سے انتہام نہیں لے لیا جاتا اور وہ اپنی سزا کو نہیں بچتی جاتا۔ یہاں تک کہ اہل شام میں سے ایک ظالم قوی اپنی سزا کو پہنچے بغیر مر گیا چنانچہ عبدالمطلب سے اس کے حلقے پر چھڑاؤ انہوں نے بکھو دیے سو چاہو اس کے بعد کہل۔

”خدا کی قسم اس ظالم کے پیچھے ایک اور ظالم ہے۔ جس میں انسان اور نیک کام کرنے والے کو اس کے انسان کی جزا دی جاتی ہے اور بدی کرنے والے کو اس کی بدی کی سزا ملتی ہے۔ اس لئے ایک ظالم قوی کا حال یہ ہے کہ اگر وہ اپنی سزا کو پہنچے بغیر اس دنیا سے اٹھ گیا تو وہ سزا آخرت میں اس کو تیز ملے گی۔“

**ترک بہت برستی و اقرار توحید**۔۔۔ اپنی آخری عمر میں انہوں نے بہت پرستی بھروسہ قوی تھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہو گئے تھے۔ ابن کے ایسے بہت سے طریقے ہیں جن کو قرآن پاک نے بتایا کہ ابن کے جو طریقے لے لی ہیں ان میں خدا (مستحق) کو پورا کرنا، حرم خود قوی سے نکلنا حرام ہونا، چار کے ہاتھ کا ٹھکانا، سولہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے اور قتل کرنے کو روکنا، شرب اور زنا کو حرام قرار دینا اور بہت اللہ کے گرد گئے ہو کر طواف کرنے کو صحیح کرنا شامل ہیں۔ (ذاتی کام جہاں لکھائی)

اسلام نے اکثر ملت اور انہم کی عقل کر دی ہے جو کہ بہت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے مسلمان تھے اور لوگ اس کو عقل طور پر فراموش کر چکے تھے اسی لئے اس دور کو دور جاہلیت کہتے ہیں کہ وہ بھلاہٹا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ شریعت ایک عرصہ تک وہاں پھلی رہی اس لئے کہ لوگ غیر شعوری طور پر (بیوقوفانہ طور پر)

ابنِ ہاشم

ہاشم کی بھائی سے خوں ریزی... ہاشم کو مردانہ لڑائی بھی سمجھتے تھے۔ یہ لڑائی کے بلکہ مرد کی وجہ سے جلا۔ یہ عہدِ شمس کے پہلی تھے اور دونوں جڑوں بھائی تھے۔ یہ پہلی کے وقت ہاشم کا بڑا بھائی کی لڑائی عہدِ شمس کی پڑائی سے پہلی ہوئی تھیں اور ان کو بغیر خوں بہانے پڑائی سے ملے۔ نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے لوگ یہ کہتے تھے کہ ان دونوں کے درمیان خوں ریزی ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ یعنی ان دونوں کی قوموں کے درمیان سچا لڑائی ہوئی۔ ہاشم اور اس کے بھائی امیہ یعنی ابنِ عہدِ شمس کے درمیان اس وقت دشمنی تھی مگر جب کہ ہاشم کو ان کے باپ عہدِ مناف کے مرنے کے بعد ان کی قوم نے سردار بنا دیا تو ان کا بیٹا ہاشم ابنِ عہدِ شمس سے عہد کرنے لگا۔ ہاشم کو خوں کر کے ہاشم کی ہر بات میں عمل کرنے لگا مگر کامیاب ہاشم پر قریش نے اس کو اور زیادہ عداوت کی اور اس سے کہنے کہ کیا تو ہاشم کی قتل کرنا ہے اس کے بعد اس نے ہاشم کو معاشرے کی دعوت دی (معاشرے کے مسئلہ کو اس کا ایک دوسرے پر اپنی بددلی سے ظاہر تھا کہ اس نے ہاشم کو معاشرے کی دعوت دیا کہ اس طرح کی شرارت کرتے تھے کہ دونوں فریق ایک حکم کے سامنے اپنے مخالف اور بددلیاں بھائی کیا کرتے تھے قاضی جس کے حق میں فیصلہ دے دے وہ جیت جاتا تھا۔ حرجم)۔

ہاشم نے اسے کی اس دعوت (یعنی گواہی اور بلکہ مردہ کے سبب) کو رد کیا مگر قریش نے ان کو نہیں چھوڑا اور ہاشم نے اسے کھل

”میں تم سے سیار آنکھوں والے پاس لوگوں پر جو کہ میں ذرا کے جائیں اور کہ سے دسی ہوں کے لئے جلا وطنی پر معاشرے کی شرارت کرتا ہوں“

کا کہن کی چٹھین کوئی... امیہ اس کے لئے راضی ہو گیا انہوں نے ایک کامیابی کو اپنا قاضی بنایا جو عساکر میں رہتا تھا۔ یہ دونوں ایک جماعت کے ساتھ کامیابی سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ان کے کچھ بھائیوں سے پہلے ہی کامیابی کے کھل

”ہم ہے چنگے والے چاند کی، ہم ہے جھلکانے والے ستاروں کی، ہم ہے برتنے والے بادلوں کی۔ ہم ہے غماش لانے والے پرندوں کی اور ہم ہے اس کی جس نے اُمّی ہوئی اور دھکی ہوئی ملاؤں کے درمیان مسافر کی رہنمائی کی کہ بددلیوں اور مردوں میں ہاشم امیہ پر جیت لے گیا۔“

(گزارش سے یہ بات) یا اپنی فطرت سیر کے تحت اس کے خلفِ ابراہیم کو بطورِ راجہ عقیدہ کرتے رہے تھے۔ مثلاً عہدِ مطلب اور ان کو فعل اور اسلام سے نقل حضرت ابو بکر صدیقؓ کہ یہ حضرات بہت ہی ذرا شرب خوری اور بہت طواف کعبہ، زعمہ، زکریٰ کی تو انہیں دغیرہ وغیرہ سے پہنچتے تھے چنانچہ عہدِ مطلب بھی اپنی فطرتِ سلمیہ کے تحت نہ گورہا اور عداوت سے متصف تھے اور ساتھ ہی ایک تو ہمہ گیر اور ان کی حیثیت سے خود ہر اک نے اور چوری کے بدلے میں چور کا تھکا کھانے کے طریقوں کو عقیدہ کرتے رہے تھے جس میں ان کے اس شعور کو نقل نہیں تھا کہ یہ ملت اور انہی کے ابراہیم اور آہلِ مذہب کے تعلیم کے ہونے طریقے ہیں۔ اس لئے اور جاہلیت میں بھی فطرتِ سلمیہ دیکھنے والے لوگوں سے ملت اور انہی کے کوئی شعور کے بغیر ایسے اعمال یا جادو ”شرذم ہوئے جو سسٹن اور انہی کے ابراہیم کے شعور و اُمّی کے کامیابی سے بددلیوں اور مردوں کے بعد اسلام نے ملت اور انہی کو عمل کی طرف فراموشی کر۔ جس کو جادو کرنے والے لوگوں کو ان کی بددلی حیثیت کا شعور عطا کیا جس سے یہ استعداد ہونے لگا۔“

اس طرح ہاشم کو گھر پر قحط ہوئی۔ ہاشم وہاں سے نکلے وہاں آئے مائموں نے کونٹ ذبح کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ اسے جلد وطن ہو کر شام چلا گیا اور دس سال تک یہاں رہا۔ یہ پہلی بدولت اور دشمنی تھی جو ہاشم اور اسے بھی قائم ہوئی پھر ان کی اولادوں نے یہ دشمنی وراثت میں پائی۔

ہاشم کے بھائی اور ان کے مقام و قات۔۔۔ ہاشم اور ان کے بھائیوں یعنی عبد شمس، مطلب اور نوخل کو اتحاد و اتحاد یعنی سوتے کے پالے کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں کو تمام عربوں پر ان کی شرافت اور بزرگی اور سرداری کی وجہ سے خیر و نیک سمجھا جاتا تھا۔ سوتے والے بھی کہا جاتا تھا۔ بعض موز صحن نے کہا ہے کہ ایک باپ کی اولاد میں ایسا نہ سمجھنے میں نہیں کیا کہ ان بھائیوں کی طرح ان کے مرنے کی جگہیں اسی مختلف رہی ہوں۔ لیکن ہاشم کا فرد میں انتقال ہوا جیسا کہ آگے بیان ہو گا اور عبد شمس کی وفات کے میں ہوئی اس کی قبر اجداد میں ہے نوخل کا عراق میں انتقال ہوا اور مطلب کا انتقال یمن کے علاقے میں برہاء کے مقام پر ہوا۔

تو لیکن ثریہ بنانے والے۔۔۔ ان کو ہاشم اس لئے بھی کہا گیا کہ یہ اپنے جد اجداد حضرت ابراہیم کے بعد سب سے پہلے کوئی ہیں جنہوں نے ثریہ کا کھانا چد کیا۔ (ثریہ عربوں کے ایک لفظ کا کھانا کا نام ہے جو روٹی کو سامان میں چد کر چد کیا جاتا ہے۔ عربی میں ہشتم کے معنی تورا اور پندرہ ہیں اور ہاشم چد رنے والے کو کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ثریہ کا کھانا چد کیا تھا اور عربوں کو کھانا چد ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کے میں حضرت ابراہیم کے بعد سب سے پہلے جس نے ثریہ کا کھانا چد کیا وہ ہاشم کا اور انھیں تھا۔ اس میں یہ ہے کہ قصی وہ پہلا شخص ہے جس نے ثریہ چد کیا اور ان کے والدین کو کھلایا اس میں یہ بھی ہے کہ ہاشم مرد و عورت پہلے کوئی ہیں جنہوں نے ان کے والدین کو ثریہ کھلایا۔ آگے یہ بیان ہو گا کہ ثریہ چد کرنے والا پہلا کوئی اصل میں عروہ ابنی کی ہے۔ یہ انکشاف قابل غور ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے متعلق مداحوں کے اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تاکہ انک اس بارے میں جو روایت ہے وہ انسانی ہے یعنی قصی کی ولایت اس لحاظ سے صحیح ہے کہ وہ قریش کا اولین کوئی تھا جس نے ثریہ چد کیا۔ عروہ ابنی کی ولایت اس لحاظ سے ہے کہ وہ قبیلہ او خزاعہ کا پہلا کوئی ہے جس نے یہ کھانا چد کیا۔ اور ہاشم کی ولایت اس ذرہ دست قضا اور فقر و قات کے لحاظ سے ہے جس میں اس وقت قریش جتنا تھے۔ اس طرف صاحب اسل (یعنی صاحب میدان الارش) نے بھی اشارہ کیا ہے۔

وَالطَّيِّبُ بْنُ أَبِي الْقَسَّحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ  
وَالْقَسَّحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ

قضا زور دھاتے میں عروہ والے لوگوں کو کھانا کھلایا، اس عروہ کا چد قضا زور دھاتوں کے لئے ایک عام شہرہ یعنی کا بیام تھا یہ بھی کہا ہے۔

قُصَيٌّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ  
وَالْقَسَّحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ

عروہ ایسے صاحب شکلات آدمی ہیں کہ ان کی شکلات سے نہ ہاتھوں کی ہر قدر مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ ہاتھوں کے جھوٹے

قُصَيٌّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ  
وَالْقَسَّحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُصَيٍّ

ان کے بارے میں دیکھوں کی بات ہے کہ میں حاضر ہونے والوں کے لئے جن کو عربوں علا کے گماشتے نکالتے پھرتے ہیں۔

أَوْصِيَهُمْ أَتَمَّتُوا بِهَا وَاللَّيْلِ  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

یہ جو لوگ قتلہ زدہ ہوں، ان سے شتاب ہو جاتے ہیں اور ان کے ہاتھ بڑھتے ہوں یا پھر سے آنے والے سب میرے ہوتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

اس شخص سے کہ وہ جو اس کا طلب کار ہے کہ کیا تو عہد مناف کی عہد کے پاس نہیں گیا

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

بہت کہاں والے (ان کو) ملے نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کو لے جاتے پھرتے ہیں۔

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر کوئی شیر کے دو دانے پر دیکھا اسی وقت وہاں سے ایک شخص یہ کہتا ہوا گزر رہا تھا۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

اے اپنی سواری کو میری تلاش میں بھٹانے والے شخص، کیا تو عہد مناف کی عہد کے پاس نہیں گیا۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

تیری میں بھی تیرا گھر چھوڑ دیتی اگر تو ان کے پاس جاتا کیونکہ وہ اللہ اور جہنم سے تیری حفاظت کرتے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا شاعر نے یہ شعر اسی طرح کے حق ابو بکر نے جو لب و لہجہ

”نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے کعب کو چھکا تھا یہاں شاعر نے اس طرح کہا ہے۔“

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

اے اپنی سواری کو میری تلاش میں بھٹانے والے شخص کیا تو عہد مناف کی عہد کے پاس جا کر میں گھر

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

تیری میں بھی تیری گھر چھوڑ دیتی اگر تو ان کے پاس جا گھر تاکہ وہ غریبی اور جہنم سے تیری حفاظت کرتے۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي  
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهَا يَنْتَوِي

وہ غریبوں اور امیروں کو ایک جگہ لگانے والے لوگ ہیں اور ایسے ہیں کہ فقیران کے پاس سے امیر

ہو کر لوٹا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ سہمے اٹھ کر فرمایا کہ میں نے وہ لوگوں کو یہ شعر اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے۔  
ہاشم کو منصب سقاہیہ اور قوادہ۔۔۔ ہاشم کو اپنے باپ عبد مناف کے بعد منصب سقاہیہ اور منصب قوادہ ملے  
 (کے میں سچ کے لئے آئے والے لوگوں کے کھانے پینے اور قیام وغیرہ کے لئے جو انتظامات کئے جاتے تھے وہ  
 بڑی اہمیت رکھتے تھے جن کو منصب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ منصب سقاہیہ کے تحت حجاج کے لئے پانی کا انتظام  
 کیا جاتا تھا اور منصب قوادہ کے تحت کھانے کا انتظام ہوتا تھا۔ غیرہ وغیرہ ان میں سے جو منصب جس کو ملتا تھا وہ  
 اس کو اپنے لئے باعث فخر اور سعادت سمجھتا تھا۔ مرتبہ پانچواں ہاشم حجاج کے لئے کھانا چیر کر آتے تھے اور غریب  
 اور بد لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اس منصب کو اسی لئے قوادہ کیا جاتا تھا۔ قوادہ کے معنی چیر دین یا کپڑا کے سلسلے  
 کی چیز)۔

شریف اور ہاشم نام۔۔۔ ایک مرتبہ لوگ زبردست قہار و فخر و قوادہ کا ذکر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ہاشم خام گئے ہاشم  
 روایت یہ بھی ہے کہ وہ اس وقت شام میں فخر کے مقام پر تھے جب انھیں اس قہار کی اطلاع ملی، انھوں نے فخر اٹھا  
 اور ایک غریب سے حورج کے دفوں میں گئے بیٹھے، یہاں انھوں نے وہ نیاں اور ایک چادر سے اور اونٹ ڈبا کر کے  
 اس کے سامنے سے شریف چلا گیا اور لوگوں کو کھانا کھلا کر سیر کیا۔ اسی وجہ سے ہی کا نام ہاشم پڑا جن کو ابوہاشم اور سید  
 ابوہاشم بھی کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا سر طویل بیضہ کھار جتا تھا اور خوش حالی اور بد حالی کی حالت میں بھی  
 نہیں بدلتا جاتا تھا۔

ان صلاحتہ کہتے ہیں کہ ہمیں سہل مسئلہ کی کی روایت پہنچی کہ انھوں نے (یعنی سلمہ) نے ان کا کہ رسول  
 اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں کہ "مانک کی فضیلت اور توں پر اس طرح ہے جیسے شریف کی فضیلت تمام کھانوں پر  
 ہے" سے وہ شریف مراء لیا ہے جو عمر و اصلا (یعنی ہاشم) نے چیر کیا تھا جس کی محنت اور قہار و عزت بہت  
 زبردست ہوئی اور جس کی خبر دور کتب بہت عام ہوئی کہ ان کا اور ان کے بعد والوں کا ذکر آیا ہے۔

لیکن سہل اس حدیث کی تاویل کرنے میں بہت دور چلے گئے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس حدیث کا  
 مضمون شریف کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر ظاہر کرنا ہے اس لئے کہ لفظ تمام یہاں "باقی" کے معنی میں ہے۔ مراء  
 یہ ہوئی کہ کوئی بھی شریف جو عمر و اصلا کے شریف کی ہی خصوصیت نہیں ہے کہ اس کو وہ سروں کے شریف پر فوقیت دی

جاسکتی ہے۔  
نیک شخصی اور احترام ذراثرین۔۔۔ ہاشم (اپنی نیک نفسی کی وجہ سے) مسلمانوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ایسے  
 لوگوں کو بڑھاپتے تھے جن کو کسی کا خوف ہو۔ مشہور ہے کہ جبہ ذی الفجر کے سینے کا پاء نظر آ جاتا تھا اور داہلی سجا  
 کو حرم میں جا کر کعبہ سے بیچے لگا کے اور باپ کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے، مراء وہ غلبہ دیتے  
 اور کہتے۔ "اے قریش کے لوگو! تم عرب کے سردار ہو، اسب سے زیادہ حسین و خوب صورت اور سب سے زیادہ  
 داخضت ہو، تم عربوں میں نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ با عزت ہو اور دشمن دلوں کے لحاظ سے تمام عربوں  
 میں تم ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہو، اے قریش کے لوگو! تم بیت اللہ کے پڑوسی ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے عام  
 بنی اسماعیل کے مقابلے میں بیت اللہ کی خبر گیری کا شرف عطا فرمایا ہے اور اس کے چاروں کے لئے تمہیں  
 مخصوص کیا ہے، تمہارے پاس اللہ کے صلہ آتے ہیں جن کے دلوں میں اس کے گھر کی عظمت ہے، اس لئے وہ



اس کے مصافح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مصافحوں کی عزت افزائی اور تحکیم کرنے کے سب سے زیادہ حقدار تم ہو۔ اس کے دائرہ میں اور مصافحوں کی عزت و تحکیم کیا کرو اور یہاں پر اگندہ حالت میں اور گروہوں میں نہ رہو۔ وہ دور تو شرابوں سے غافل پر آتے ہیں، تم اللہ کے مصافح اور اس کے گھر کے دائرہ کی توقیر کیا کرو۔ قسم ہے اس عبادت کے رب کی اگر میرے پاس اس خیال و دولت ہو تا تو اس خدمت کے لئے کافی ہوتا تو میں تمہاری قسم سب کے بجائے خرچ کر جاؤں اپنے مال میں سے بہترین مال اور محال و دولت نکالنے والا ہوتا اگر اس سے رشتہ داروں اور محققین کی حق تلفی نہیں ہوتی ہو اور عقلم کے ذریعہ سے نہ لیا گیا ہو اور جس میں حرام مال شامل نہ ہو۔ تم میں سے جو بھی ایسا کرنا چاہے وہ کرے تم میں تمہیں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ بیت اللہ کے دائرہ کی خدمت اور اللہ کے لئے سوائے اپنے پاک مال کے کوئی مال نہ نکالے جو نہ تو عقلم اور غصب کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہو اور نہ اس کے دینے سے محققین کی حق تلفی ہوتی ہو۔

اس تقریر کے نتیجہ میں لوگ پوری صحت کے ساتھ اس مقصد کے لئے اپنا مال پیش کرتے ہو اور اس کو دار اللہ و بقی و اولیاء میں رکھ دیتے۔

حرب میں شادی اور غزوہ میں وقفات۔ حیدر اللہ یعنی عبدالمطلب کے ہم کے حلقہ جو تحصیل گزہ یعنی ہے اس کے علاوہ بھی بعض روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق شیر کو عبدالمطلب اس لئے کہا گیا کہ شیر کے باپ باشم نے اپنے بھائی مطلب سے بکے شیر اپنی صحت کے وقت کہا کہ اپنے خادم (مید) یعنی حیدر اللہ کو غزب سے لے کر اس راہ پر شیر کو عبدالمطلب (یعنی مطلب کا خادم) لے جانا جسے گا (کتاب مواہب میں اسی طرح ہے) چنانچہ جیسا کہ چھپے گزہ چکا ہے۔ مطلب غزب میں شیر کے پاس لگے۔

ایک اور مشہور روایت یہ ہے کہ ایک وفد باشم تجارت کے لئے ملک شام کو روانہ ہوئے، مدینہ پہنچ کر وہ غنی نجد کے ایک شخص کے پاس ٹھہرے، وہاں اس شخص کی بیٹی سے اس شرط پر ان کی شادی کر دی گئی کہ اس کے بچہ کی پیدائش، حیض، عید میں ہوگی اس کے بعد باشم اپنی بیوی سے صحبت کے بغیر ہی آگے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، وہاں بیٹی پیدا ہوئی کے بعد جب اس شخص کے ساتھ ہم سفر ہوئے اس کے بعد اسے لے کر گئے آگے۔ جب اس کے یہاں پیدائش کے دن قریب آئے تو باشم نے اس کو دینے پہنچا دیا اور وہاں ہی اپنے بہنوئی کے بچہ پیدا ہوا باشم آگے ملک شام کی طرف چلے گئے وہیں غزوہ کے مقام پر ان کا استقبال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی، بعض روایتوں میں چوبیس سال اور بعض میں پچیس سال بھی لکھی جاتی ہے۔ ان حضرات کی بیوی کے یہاں حیدر اللہ (یعنی عبدالمطلب) پیدا ہوئے یہ مدینہ میں سات یا آٹھ سال رہے۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ حجر کمان لئے نکلیں رہے تھے کہ اس جگہ سے ایک شخص کا گزر ہوا اس نے دیکھا کہ ایک بچہ جب حجر چاٹا ہے تو کہتا کہ میں سردار ہوں کا بیٹا ہوں اس شخص نے اس لڑکے سے پوچھا کہ لڑکے تم کی کنی کی اولاد میں سے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں شیر ابن باشم ابن عبد مناف ہوں۔

پہنچا کے ساتھ بچہ کی نگہ میں آئے۔ اس کے بعد یہ شخص جب کے وہاں آیا تو اس نے دیکھا کہ مطلب حجر آسودہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے دیکھے میں جو لکھا دیکھا تھا وہ مطلب سے بیان کیا۔ مطلب یہ واقعہ سن کر دینے پہنچے جب انہوں نے شیر کو دیکھا تو اس میں انہیں اپنے بھائی کی قیامت نظر آئی بیچو کو کہہ کر مطلب کی آنکھوں میں آنسو آگئے انہوں نے اس کو اس کی ماں سے چھپ کر اپنے ساتھ لے لیا۔ حیدر اللہ ایک روایت یہ

ہے کہ مطلب نے بعینہ کو قیادت کی وجہ سے پہچان لیا اور ان کے ساتھ سمجھتے والے لڑکوں سے پوچھا کہ کیا یہ بائیم کا بیٹا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! پھر مطلب نے لڑکوں کو بتایا کہ میں اس لڑکے کا چچا ہوں۔ لڑکوں نے کہا کہ اگر تم بعینہ کو لے جانا چاہتے ہو تو اس کی ماں کو خبر دے دینے سے پہلے یہ بتا دینا کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو وہ اسے نہیں چھوڑے گی اور تمہارے دوسرے اس کے درمیان رکھ دے گی۔ مطلب نے سمجھتے کو اپنے پاس بلایا اور کہا: "سمجھتے! میں تمہارا چچا ہوں، میں تمہیں اپنے ساتھ تمہاری قوم میں لے جانا چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد مطلب نے اپنے لونٹ کو غلاب، شیر، بچا کے ساتھ لونٹ پر سوار ہو گیا اور وہ اسے لے گئے۔ شیر کی ماں کو رات ہو جانے تک اس بات کا پتہ نہیں چلا۔ مگر مڑی ہوئی اسے کوئی خبر نہ رہی تھی کہ اسے خبر ہوئی کہ اس کا چچا اس کو اپنے ساتھ لے گیا اور انہوں نے اس کو اپنی جگہ پر بندھا دیا۔

عبدالمطلب یعنی جگہ میں۔ مطلب سمجھتے کو لے کر گئے پہلے تو قریش نے شیر کو ان کے ساتھ دیکھتے ہی عبدالمطلب عبدالمطلب (مطلب کا کلام) کہنا شروع کر دیا۔ یہ تفصیل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عبدالمطلب اپنے باپ ہاشم کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ مطلب نے شیر کو جگہ پر بندھا دیا تھا اس میں اور گزشتہ بیان کر دہ اس روایت میں کوئی تضاد نہیں کہ اسے مطلب نے اپنے کھیتے کے وقت شیر کے پیڑ سے میلے پکڑے اور پھینکے پر لے گئے۔ اس لئے کہ ممکن ہے مطلب نے شیر کو دیکھنے کے وقت ہی اسے جگہ پر بندھا دیا ہو اور پھر سفر میں اس کو اپنے دایاں ہاتھ پر جیسے بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ جگہ اسے غریبہ اور۔ یہی روایت کی تلافی تھی سے جو کہ پیدا ہو گئی اس کا اس طرح زائل ممکن ہے کہ مطلب نے شیر کے لئے دانتے طریقے سے ہڈیاں من میں سے ایک دے دینے میں پہچان دیا ہو اور دوسرے جگہ کے میں غریبہ ہو کر وہاں پہنچا ہو۔

ہاشم کی بیوی کا شرف۔ سیرت ہاشمیہ میں ہے کہ عبدالمطلب کی ماں اپنی قوم میں اپنے شرف اور مرحوم کی وجہ سے کسی سے شادی کرنے پر تیار نہیں تھی، یہی تک کہ لوگوں نے یہ شرط تک دے دی کہ وہ اپنی مرضی کی عطا کرے گی اگر اس شخص کو وہاں پہنچ کرے گی تو وہ چاہے اس سے شادی کی اختیار کر سکتی ہے۔ نیز جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے وہ بیٹہ نہ بنی اپنے مہر میں ہی کرے گی (سیرت ہاشمیہ ہی میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ) شیر کے چچا مطلب سمجھتے کو لینے کے لئے دے دینے پہنچے تو شیر کی ماں نے ان سے کہا کہ میں شیر کو آپ کے ساتھ نہیں بھیجوں گی۔ مطلب نے اس کو جواب دیا کہ میں اس کو ساتھ لئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، میرا بیٹھا بڑا ہو گیا ہے اور غیر لوگوں میں انجی بنا ہوا ہے۔ ہم اپنی قوم میں صاحب عزت و شرف لوگ ہیں، شیر کی قوم ہاشم کا خاندان اور اس کا طعن غیر لوگوں میں رہنے سے کیسے بستر ہے۔ اس پر شیر نے اپنے چچا سے کہا کہ جب تک میں اہدیت نہیں دیتی گی میں ان سے جدا نہیں ہوں گا۔ آخر میں نے اہدیت دے دی اور بچے کو مطلب کے سپرد کر دیا۔ وہ اس کو لونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا کر لے گئے۔ یہ روایت اور پیچھے گزرنے والی روایت اس کی تلافی ہیں کہ ان میں کوئی تضاد پیدا نہیں ہوا۔

بہر حال جب مطلب سمجھتے کو لے کر گئے پہلے تو قریش نے دیکھتے ہی کہا کہ مطلب کا کلام (عبدالمطلب) جیسے انہوں نے دے دینے سے غریبہ (لوگوں نے یہ خیال کر لیا اس لئے کہ اگر شیر کا چہرہ شہید و محبوب سے متاثر ہو رہا تھا تو ان کے ہاں پر پہلے پکڑے تھے۔ مطلب نے لوگوں کی یہ باتیں سن کر کہا کہ کیا کہتے ہو۔ یہ میرے بھائی بائیم کا بیٹا ہے۔

یہ روایت اس گھٹیل روایت کے خلاف نہیں کہ جو کوئی مطلب سے پرہیز نہ کرے تو وہ جواب دینے کے بعد انعام (عید) ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے شیبہ کو کچھ کر خود ہی یہ طویل قائم کر لیا ہو کہ یہ عید مطلب یعنی مطلب کا انعام ہے اور بعض نے مطلب سے لڑکے کے مطلق پر چھاپا تو انہوں نے جواب دے دیا ہو کہ میر انعام ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور اس کے بعد کے میں داخل ہونے پر لوگوں کو اصل بات بتائی ہو۔

### ابن عید مناف

عید مناف کا جہاں اور خوف خدا۔۔۔ ہاشم بنہ ہیں عید مناف کے۔ عید مناف کا اصل نام مغیرہ تھا ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے "مغیرہ" بھی کہا جاتا تھا۔ یہ آنسوؤں کے تیرے دلوں میں اور حضرت عثمان ابن عفان کے چہرے دلوں میں اور ہمارے نام حضرت امام شافعی کے فوس دلوں میں (مؤلف کتب شافعی مسلک کے ہیں) مغیرہ ابن قصی یعنی عید مناف قریش کا اٹھ جمل شہداء سے ڈراتے رہے اور سطرہ می یعنی ہشت دلوں کے حق پر رہے کرنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

لفظ "مناف" اصل میں "منات" ہے جو ایک بت کا نام تھا جو قریش کے زبردست بتوں میں سے ایک تھا۔ عید مناف کی ماں نے ان کو اس بت کی شادی میں دے دیا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس بت کے نام یہہہ کر دیا تھا اس لئے کہ جیسا کہ مشہور ہے یہ قصی کے سب سے پہلے بیٹے تھے۔

### ابن قصی

قصی نام کی وجہ۔۔۔ عید مناف بنے ہیں قصی کے۔ قصی کا نام ذیہ رکھا گیا تھا۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ اس کا نام ذیہ تھا اس کو جمع بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو قصی اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ اپنے خاندان سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی باخدا یعنی بنی کلب کے مجمع میں رہنے لگا تھا (قصی کے معنی علیحدگی اختیار کرنے کے ہیں)۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان سے علیحدہ ہو کر اپنی ماں کے ساتھ بنی قضاہ میں رہے لہذا اس لئے کہ اس کی ماں اسی خاندان یا قبیلہ کی تھی۔

میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں پیدا ہو تا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ قصی کی ماں بنی کلب کے قبیلہ کی ہو اور اس کا دوسرا شوہر قبیلہ قضاہ سے ہو اور یہ کہ وہ قصی کے باپ کے مرنے کے بعد اپنے قبیلہ بنی کلب میں واپس چلی گئی ہو اور اس کے بعد جب اس کی دوسری شادی قبیلہ قضاہ میں ہوئی تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ وہاں چلی گئی۔ قبیلہ قضاہ غالباً ہاشم کی طرف آباد تھا اس لئے دونوں روایتوں میں جہ کہہ کیا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔

اپنے قوم و وطن کا انکشاف۔۔۔ اس کا نام قصی اس لئے پڑا تھا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ علیحدہ ہو کر شام میں جا بسا تھا کیونکہ جب قصی کے بچپن میں ہی اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا تو اس کی ماں نے وہید ابن حزام بن حزام ابن رہید غزوی نامی ایک شخص سے شادی کر لی تھی وہ اس کو لے کر شام چلا گیا۔ قصی کو اپنے باپ کے مطلق کوئی غم نہیں تھا وہ اپنی ماں کے اس شوہر کو اپنا باپ سمجھتا تھا۔ جب وہ بڑا ہو گیا تو ایک روز کسی بات پر قصی کا اپنے سوچنے والوں سے جھگڑا ہو گیا۔ بات یہ ہوئی کہ اس کا اپنے سوچنے والوں سے جھگڑا لڑائی میں مقابلہ ہو گیا جس میں قصی جیت گیا۔ اس پر اس کے بھائی مداحی ہو گئے اور قصی کو بے چارگی اور انانیت کا لہجہ دیا

انہوں نے قصی سے کہا کہ قریشی قوم اور اپنے وطن میں جا کر کیوں نہیں رہتا تو ہم میں سے تو ہے نہیں۔ روایت ہے کہ جب قصی نے یہ سنا تو اس نے فوراً چچا کو بلوایا کہ مجھ سے ہوں یا اسے جواب دے کہ اپنی ماں سے جا کر پوچھ۔ قصی نے فوراً کہا کہ اپنی ماں سے فریاد کی تو اس نے اسے نکال دیا۔

سیرت طعن لنگہ طعن سے معترض ہو کر تیری قوم کی قوم سے برتر ہے۔ حیرت لاپس کی باپ سے زیادہ معزز تھا تو کتاب ابن خرداد کا چنا ہے، تیری قوم یعنی خاندان کے میں ہے جہاں بیت اللہ ہے اور جہاں تمام عرب زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ حیرتے یمن میں ایک کاہن نے تجھے کہہ کر مجھ سے کہا تھا کہ تو ایک بدنام کرے گا۔ مکے میں آمد اور قریش کی سر دہلوی۔ (اپنے حلقے یہ مطلب ہو جانے کے بعد) قصی نے مکے جانے کا ارادہ کیا تو اس کی ماں نے کہا کہ چلو مت کہہ کہ محترم شروع ہونے دے اس وقت تو قبیلہ قضاہ کے حاجیوں کے ساتھ جانا اس لئے کہ مجھے تیری جان کا خوف رہتا ہے، چنانچہ قصی قبیلہ قضاہ کے حاجیوں کے ساتھ روانہ ہو کر مکے میں اپنے قبیلے میں آگیا۔ انہوں نے اس کی فضیلت اور شرف کو پہچان کر اپنا بیڑا ہمارے قصی ان کا سردار ہو گیا۔ پھر قصی نے حطین خزامہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اس زمانے میں مکے کی سر دہلوی اور بیت اللہ کا انتظام حطین کے ہاتھوں میں تھا۔ قبیلہ خزامہ کا یہ آخری آدمی تھا جس کے ہاتھوں میں بیت اللہ کا انتظام اور مکے کی سر دہلوی رہی۔ حطین کی بیٹی سے قصی کے لئے لڑائی ہوئی جن کا ذکر آگے آئے گا۔ جب قصی کے کئی بھائی ہو گئے ہوں وہ اس کا شرف و منزلت بڑھ گیا تو حطین کا انتقال ہو گیا۔ قصی نے سوچا کہ مکے کی سر دہلوی کے لئے قبیلہ خزامہ سے زیادہ کوئی اور سوزوں وہ خود ہے اس لئے کہ قریش کے لوگ قبیلہ خزامہ کے مقابلہ میں حضرت اسامہ بن جندب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ سوچ کر اس نے قریش اور بنی کنانہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ قبیلہ خزامہ کو مکے سے نکال دیا جائے۔ یہ لوگ اس پر آمادہ ہو گئے مگر قصی نے قبیلہ قضاہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جو اس کے ساتھ شام سے آئے تھے۔ ان کے ساتھ قصی کا سوتا بھائی بھی آیا تھا۔ اس طرح قصی نے بنی خزامہ کو اکلیل دیا اور مکے کی سر دہلوی پر قابض ہو گیا۔

قصی کا خسر۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حطین (یعنی قصی کے خسر) نے بیت اللہ کا انتظام قصی کے سپرد کر دیا تھا۔ بنی راحل میں کوئی خاندان نہیں ہے کہ مکے میں ہے کہ حطین نے جب بیت اللہ کا انتظام قصی کے سپرد کیا ہو تو اس پر بنی خزامہ راضی نہ ہوئے ہوں اور اس کے نتیجہ میں قصی نے ان سے جنگ کر کے انہیں مکے سے نکال دیا۔

قصی اور انتظام بیت اللہ۔ ایک روایت یہ ہے کہ حطین نے بیت اللہ کا انتظام ابو نعیمان کو دیا تھا۔ یہ حطین کا سال تھا اور اس سے پہلے وہ یہ انتظام اپنی بیٹی یعنی قصی کی بیوی کے سپرد کر چکا تھا۔ گو کہ اس نے ایک دفعہ اپنے باپ سے شکایت کی کہ مجھے بیت اللہ کو لئے پابند کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ (جب حطین نے انتظام بیت اللہ ابو نعیمان کو دے دیا تو اس روایت کے مطابق) قصی نے ابو نعیمان سے یہ معززہ عمدہ ایک شراب کی مشک کے بدلے میں لے لیا۔ اس پر عربوں نے کہا کہ ابو نعیمان نے بہت گناہے کا سودا کیا۔

مکے کی سر دہلوی کیسے بنی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابو نعیمان نے یہ عمدہ حطین کی بیٹی یعنی قصی کی بیوی کو دیا تھا اور اس کے بدلے میں قصی نے ابو نعیمان کو بہت سے کپڑے اور لوٹ دے تھے۔ چنانچہ ابو نعیمان بنی خزامہ کا وہ آخری آدمی تھا جس کے پاس بیت اللہ کا انتظام اور مکے کی سر دہلوی رہی۔ یہ روایت لوہے گزر نے والی اس روایت

کے خلاف نہیں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بنی خزاعہ میں خطبہ وہ آخری کوئی تھا جس کے پاس بیت اللہ کا انتظام ہوا۔  
 نے کی سرداری وہ بنی کعبہ پہنچا روایت میں یہ مراد ہے کہ خطبہ بنی خزاعہ میں وہ آخری سردار تھا جس کے پاس شیخ  
 تک سرداری رہی (کیونکہ ابو نعیم کے پاس سرداری اتنی گھراس کی زندگی میں اس کے ہاتھ سے نکل گئی)۔  
 بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ابو نعیم قصی کا ماسوں کا اور اس کے وارث میں کسی حد تک شور تھا اسی  
 وجہ سے قصی نے اس کو دھوکہ دے کر اس سے چند لوگوں کے بدلے میں بیت اللہ کا انتظام ہونے کی سرداری  
 حاصل کر لی۔

یہ کہ روایتیں ہو گئی ہیں کہ قصی نے بنی کی سرداری شہاب کی تک کے بدلے میں لی دوسری یہ کہ  
 لوگوں اور کچھ کے قتلوں کے بدلے میں لی، اور تیسری یہ کہ (فقہوں کے فقیر کے ساتھ) چند لوگوں کے  
 بدلے میں حاصل کی۔ ان سب کو صحیح کرنا اس طرح ممکن ہے کہ یہ سرداری ان سب چیزوں کے بدلے میں لی گئی  
 ہو مگر روایوں نے اس واقعہ کی روایت کرنے میں اختصار سے کام لے کر تمام چیزوں کو ذکر کرنے کے بجائے ایک  
 ایک درود کا ذکر کر دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قابلِ غور ہے۔

شیخ لقب اور اس کی وجہ۔۔۔ (کے گھر سرداری حاصل کرنے کے بعد) قصی نے قبیلہ قریش کے ان لوگوں کو  
 کے بلالیا جو دوسرے سرداروں میں مشہور تھے اور ان کے ہاں قبیلہ جا رہے تھے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ چونکہ  
 قصی نے قریش کے دوسرے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا اس لئے اس کو شیخ جمع کرنے  
 والا بھی کہاجائے گا۔

بعض مؤرخین نے اس طرح روایت کی ہے کہ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے قصی کو شیخ کا ہمید۔  
 اسی بات کی طرف ایک شاعر کا قول بھی یاد ہو کر ہے۔

قصی یغیر فی کائنات بدین مبعثہ  
 یجمع شیخ اللہ القذیب بن فقیہ

خدا کی قسم قصی کو شیخ کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آلِ شہ کے قبیلوں کو ایک جگہ جمع  
 کر دیا تھا۔

ایک درود مستند۔۔۔ یہ شعر ایک قصیدہ کا ہے جس میں عبد المطلب کی تعریف کی گئی ہے۔ یہ درود  
 خداوندِ اعلیٰ قائم نے کی ہے جس کا اقتدار اس طرح ہے کہ قبیلہ حزام کے قافلے کا ایک شخص کے میں نہیں گم ہو گیا  
 (جسے غالباً پکار لیا گیا تھا) قافلے والوں کو کہیں خداوندِ اعلیٰ انہوں نے اس کو (طور پر قابل) پکڑ کے ہاتھ لیا اور  
 اپنے ساتھ لے چلے راستے میں عبد المطلب مل گئے جو طاقت سے گھر ہے ان کے ساتھ ان کا بیٹا ابوسب تھا  
 جو باپ کا ہاتھ پکڑے اور ہاتھ کیونکہ ان کی بیانی جاتی رہی تھی۔ خداوند نے عبد المطلب کو دیکھا تو اس نے چاہا کہ ان  
 سے فریاد کی۔ عبد المطلب نے ابوسب سے پوچھا کہ کیا بات ہے ابوسب نے بتایا کہ خداوند کو ایک قافلے والوں  
 نے ہاتھ دھکا ہے۔ عبد المطلب نے بیٹے سے کہا کہ ان لوگوں کے پاس جا کر تفصیل معلوم کرو۔ ابوسب نے  
 قافلے والوں کے پاس جا کر واقعہ معلوم کیا اور عبد المطلب کے پاس واپس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا خبر لاؤ  
 ابوسب نے کہا کہ کچھ پتہ نہیں چلا۔ عبد المطلب نے بیٹے کو اذیت کر کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور جو کچھ قصہ ہے پاس  
 ہے وہ قافلے والوں کو دے کر اس کوئی کو رہائی دلاؤ۔ ابوسب دوبارہ قافلے والوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا:

”تم میری قہارت اور مال و دولت سے واقف ہو، میں تم سے خلعت کتا ہوں کہ میں تمہیں میں لائق سزا اور اس کوٹ اور گھوڑے وہاں گا۔ اس خلعت کپٹنے میں بلاور حیات کے اپنی یہ ہمار قصہ سے پاس نہ آئیں رکھتا ہوں۔“  
 قافلے نے یہ عنایت قبول کر لی اور حذاف کو بھروسہ دید۔ ابو سب اس کو لے کر باپ کے پاس آیا۔  
 عبدالمطلب نے ابو سب کی کوتاہی قوالیہ کچھ کر کہ وہ نالی ہاتھ داپس گیا ہے گا۔  
 ”خدا کی قسم تو نے گناہ کیا اور بدہ چاہ۔“

ابو سب نے ان کو بھلا کر یہ قوی میں لے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے تصدیق کے لئے حذاف سے کہا کہ  
 مجھے اپنی کوتاہ حذاف نے کیا۔

”میں آیا آپ پر میرا باپ قربان ہو۔ اسے تلخ کے ساقی مجھے اپنے ساتھ بٹھاؤ۔“ عبدالمطلب نے  
 اس کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ جب یہ یکے میں داخل ہوئے تو حذاف نے یہ قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے

تَوَقَّفْنَا عَلَى الْغَيْبِ الْغَيْبِ تَكُنْ وَرَجِعْنَا  
 بِغَيْبِنَا فَلَمْ نَعْلَمْ كَافَقَتْنَا وَفَقِينَا

غیب اللہ کی بات اور وہ لوگ ہیں کہ ان کے چہرے رات کی تاریکیوں میں چہرے عموں کے چاند کی طرح  
 دھکتے ہیں یہ ایک بہت عمدہ قصیدہ ہے۔

عربوں کا پاس و وفا یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ابو سب نے جن چیزوں کے دینے کا قافلے سے وعدہ  
 کیا تھا ان کی عنایت میں قافلے نے ہمار بھی معمولی چیز لے کر کیسے حذاف کو ہار دید۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربوں کا دستور اور اصول یہ تھا کہ ان میں سے کسی نے اگر بہت  
 بڑے معاملے کے سلسلے میں بھی کوئی مضمر چیز کسی کے پاس رکھ دی تو اس کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس وعدہ  
 کو پورا کرے بلکہ وہ خود بھی اس کو مشکل اور تنگدست بناتا تھا کہ کسی طرح وعدہ پورا کرے۔

بڑے وعدہ پر معمولی ضلالتیں۔ پتا چڑھتا ہے کہ ہم جنگ کی دہاء سے ایک مرحہ قبلہ بنی حیم کا حذاف قفا  
 اور شک ساقی کا حذاف ہو گیا تو قبیلے کا سردار حاجب بن زکریا جو حضرت قطارہ کا باپ تھا شہ کمرنی نادر کے پاس  
 گیا تاکہ اس سے اپنی قوم کے لئے لہان حاصل کر کے قبیلے کو عراق کے دیہات میں منتقل کر دے اور اس طرح  
 اس مصیبت سے نجات حاصل کرے، شہ کمرنی نے حاجب کی درخواست سن کر کہہ

”تمام لوگ خدا اور عابد قوم سے جو اس لئے میں تمہاری طرف سے اپنا رہا کے منتظر رہا ہوں۔“  
 حاجب نے یہ سن کر کہہ

”میں اس بات کی عنایت لیتا ہوں کہ میری قوم اس قسم کی حرکت نہیں کرے گی۔“  
 کمرنی نے پوچھا ”میرے لئے تمہارے وعدے کا ضامن کون ہو گا؟“

حاجب نے کہہ

”میری یہ کہاں سے وعدے کی عنایت کے طور پر رہن ہے۔“

یہ سن کر شہ کمرنی اور اس کے صحابیوں نے حاجب کا بہت مذاق ڈالا اور اسے احمق بتلایا اس پر بعض  
 لوگوں نے کمرنی سے کہہ

”عربوں میں سے کوئی شخص اگر (کسی وعدہ کی عنایت میں) کوئی چیز دین دیکھ دے تو وہ لازمی طور پر

اس حد کو یاد رکھنا ہے۔

عرب و قاضی لور و ربار کسری۔۔۔ جب بنو حنیملہ کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اسلام سے منصرف ہو گیا اور آپ کی دعاء سے ان کا قلب غم ہو کر سرسبزی و خوش حالی چھا گئی اور لوہرا اس وقت تک عاصب سر پہنا تھا تو حضرت عطار نے اپنی قوم کو شاہ کسری کے پاس چلنے کا حکم دیا وہاں پہنچ کر عطار کسری کے پاس گئے اور اس سے اپنے باپ کی کمان واپس مانگی۔ کسری نے تم نے تو مجھے کوئی چیز نہیں دی تھی تو عطار نے کہا۔  
”اے شاہ! میں اپنے باپ کا کھوٹا ہوں۔ ہم نے اپنا عہد جس کے لئے طاعت دی تھی پورا کر دیا ہے  
اگر آپ نے میرے باپ کی کمان واپس نہیں کی تو ہمارے لئے سخت عار اور شرم کی بات ہو گی اور لوگ ہمیں  
ذلیل کریں گے۔“

اس پر کسری نے کہا: اے! میں دے دی ہوں انہیں ایک طلعت پر تیار ہر عرب عطار اور سوالیہ طلعت کے  
پاس حاضر ہوا کہ سلطان ہو گئے تو انہوں نے وہ طلعت آخضر تھکے کو پیش کیا مگر آپ ﷺ نے اس کو قبول  
نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس طلعت کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (اس لئے کہ وہ طلعت و شعی  
تھا اور بنو حنیملہ ہندوؤں کے لئے اسلام میں بھارت ہے۔)

بہر حال بنو حنیملہ کے لوگ اس کمان کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا کرتے تھے اسی طرف ایک شاعر نے

اشعار کیا ہے اور بہت اچھے اور عمدہ انداز میں کیا ہے

تَوَهُوَ قَبَسٌ مِّنْ نَّارِ جَنَّةٍ  
يَقُوسُ قَوْسَ قَوْسِ قَوْسِ  
خَبَابِهَا خَبَابِهَا  
خَبَابِهَا خَبَابِهَا

ترجمہ: تم چاندروں سے ہو ہم پر اپنے ہاتھوں کی کمانیں لے کر جس طرح قبیلہ حنیملہ کے لوگ اپنے سردار کی  
کمان کے لئے گئے تھے۔

قصی لور بنو خزاعہ میں دشمنی۔۔۔ بنو خزاعہ کو بیت اللہ کی قرابت و انتظام سے بنا کر اور انہیں نئے سے جہا  
وطن کر کے قصی قریش کا خراسان و بنی مکیہ بنو خزاعہ کو اس لئے ہندیا گیا کہ انہوں نے قصی کو بیت اللہ کا حوالہ  
حلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا نیز یہ کہ ابو سفیان نے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، قصی کو بیت اللہ کا جو انتظام  
سونا تھا بنو خزاعہ نے اس کو بھی حلیم نہیں کیا تھا اس سے پہلے بنو خزاعہ نے حج کے آخری ایام میں قبلہ و قبل کیا  
تھا (جبکہ عربوں میں یہ ایمان کے دن ہوتے تھے اور ان دنوں میں غزوات و جزی کرنے والا سخت طعنوں اور گستاخانہ  
سمجھا جاتا تھا) قریش کے لوگوں نے بنو خزاعہ کو اس حکم کو زیادتی سے بہت روکنے کی کوشش کی اور علم و سرکشی کے  
نتیجہ میں بنی جرم کا پھیلنے نہانہ میں جو انجام ہو چکا تھا وہ بھی ایمان کو بددلیا کہ کس طرح بنی جرم نے حرم کے اندر  
علم و سرکشی کی تھی (اور اس کے نتیجہ میں ان کی سرداری غم ہوئی تھی اور ان کے سے فرما ہوئے تھے) مگر بنو  
خزاعہ نے قریش کی ان نصیحتوں کو اس سے سے انکار کر دیا اور جنگ کی ذمہ داری قبول ہو اور دونوں فریقوں کو  
خفت نقصان پہنچا مگر بنو خزاعہ کا نقصان زیادہ تھا۔ آخر کار انہوں نے مسلمانوں کی دعوت و دعوتی اور بہت اس پر نصیری کہ  
عربوں میں سے ہی کسی کو اپنا کھٹا اور حکم چاہا جائے۔ سب نے حقوق طور پر اس مقصد کے لئے مکران عوف کو  
منتخب کیا جو ایک نیک اور سزا کوئی تھا مگر نے ان لوگوں سے کہا کہ میرا فیصلہ سننے کے لئے تم لوگ کل کچھ  
کے مکان میں جمع ہو جاؤ۔

تائیدی اور قصصی کی سرداری۔ حسین وقت پر جب لوگ جمع ہو گئے تو سر کھڑا ہو کر اس نے کہا۔  
 "لوگو! تم غول رجی تم لوگوں کے درمیان ہو چکی ہے میں اسے اپنے قدموں سے رونا رہا ہوں۔  
 اس لئے ایک دوسرے پر کسی کا کوئی حق اور غول بھائی نہیں رہا۔"

ایک روایت یہ ہے کہ اس نے یہ فیصلہ دیا کہ قریش کے ہاتھوں جو نقصان بنی خزاعہ کو پہنچا وہ کچھ کم ہے  
 اور بنی خزاعہ کے ہاتھوں جو نقصان قریش کا ہو اس کا ٹول ہمارا گوارہ اس نے یہ فیصلہ بھی دیا کہ بیت اللہ کی قیادت  
 اور کے کی سرداری کے لئے قصصی زیادہ موزوں ہے۔ چنانچہ قصصی بیت اللہ کا ستویں ہو گیا۔  
 ایک روایت یہ ہے کہ قصصی نے مشری غنیمت لکھا کہ کئے دلوں کے علاوہ جو شخص بھی تہمت وغیرہ کے  
 لئے کے میں داخل ہو جائے مشری نہیں وصول کیا جاتا۔

اس سے پہلے جرم کی سرداری۔ بنی خزاعہ (جن کو قصصی نے قیادت کب سے ہٹا کر جلد وطن کیا) کے  
 لوگوں نے بیت اللہ کی قیادت بنی جرم کے ہاتھوں سے چھٹی تھی۔

بنی جرم کی بد اعمالیاں۔ (قبیلہ بنی جرم میں کے کی سرداری اس طرح پہلی تھی کہ) مضامین میں عمرو  
 ابتر غنی الاکبر بیت اللہ کا ستویں ثابت بنی اسماعیل کے بعد ہوا تھا۔ کچھ یہ مضامین جرم میں، حاجت اور اسماعیل کی  
 دوسری بار بار کا تھا۔ اس کے بعد بیت اللہ کی قیادت اور کے کی سرداری مستقل بنی جرم کے ہاتھوں میں آگئی۔  
 اسماعیل کی وفات کے بعد اس سے ایک قواسم جرم سے (سرداری حاصل کرنے کے لئے) کوئی بھڑکا نہیں کرتی تھی کہ یہ  
 لوگ ان کی ذمہ دار تھے اور دوسرے وہاں بات کو بہت برا بھانتے تھے کہ کے میں سرکشی، بغاوت ہو۔ کر بلکہ  
 خود بنی جرم نے کے میں سرکشی اختیار کی۔ کے کے علاوہ باہر کا جو آدمی بھی کے میں داخل ہوتا اس پر ظلم  
 کرتے، کچھ میں جو لوگ مخالف اور چھوٹے چھوٹے ہوتے ان کو کھاتے، ان کی سرکشی میں حد تک بڑھ چکی کہ  
 اگر ان میں کوئی شخص نہ کرنا چاہتا اور اس کے پاس کوئی جگہ نہ ہوتی تو وہ کچھ میں آکر نہ کرنا۔ آخر کار بنو خزاعہ نے  
 فیصلہ کیا کہ بنی جرم سے جنگ کی جائے اور انھیں کے سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہاں ہی کیا اس سے  
 پہلے بنی جرم کی اس سرکشی کی سزا میں اس قوم پر ایک ایسا کیزر مسلط کر دیا گیا کہ اس کیزر کے مشابہ تھا کہ لڑائی  
 اور کھربوں کی ناک میں ہو جاتا ہے۔ اس بیماری کے نتیجے میں واقعی برہم ہوئی کہ ایک ہی رات میں بنی جرم کے  
 (۸۰) اتنی آدمی جا کر ہو گئے جو سب کے سب پختہ کار و تجربہ کار تھے۔

آسمانی آفت میں گرفت۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی جرم پر تکسیر بھرنے کی بیماری  
 مسلط فرمائی اور اس سے ان میں کے زیادہ تر لوگ ختم ہو گئے یہ ممکن ہے کہ یہ تکسیر ناک میں اس کیزر کے  
 پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہی پھوٹی ہو اس طرح دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

جرم کا زوال اور خزاعہ کا عروج۔ اس چابی اور کے کی سرداری چھن جانے کے بعد جو لوگ باقی بچے وہ  
 سب عمر و بنی حارث جرمی کے ساتھ یمن کی طرف چلے گئے۔ عمر و بنی حارث بنی جرم میں وہ آخری آدمی ہے جو  
 کے کا سردار ہوا۔ کے کی سرداری چھن جانے کا بنی جرم کو زبردست غم تھا اور وہ اس پر سخت طویل اور رنجیدہ  
 تھے۔ عمر و بنی حارث نے اس پر ایک نوہ کھانچا جس کے پتہ شعر یہ ہیں

عمر و کا نوہ زوال

كَانَ ثُمَّ يَكُونُ الْحَيَوَانُ إِلَى الصَّغَا



نَیْسَیْ وَ لَقَدْ یَسْعُوْ بِمَنْکَعٍ مَّاجِیْ  
گویا کہ جن سے لے کر منافک نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی قصہ کوئی کرنے والا کے میں قصہ کوئی کر رہا ہے۔

وَبِحَیْثُ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ مَدْرَیْعَةً یَّابِیْ  
نَظُوْفٌ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ

ہم لوگ بہت اہم اسامیوں کے بعد بیت اللہ کے متولی تھے اللہ کے اس گھر کا طواف کرتے تھے اور اس کی ہر کشتی ظاہر ہوتی تھیں۔

یَیْیَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ  
عُزْرَیْ عَظِیْمَیْ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ عَظِیْمَیْ

ہاں ہم اسی مداری کے باشندے تھے مگر ہمیں وقت کی قدر اور زمانے کی تشبیہ فرماتے وہاں سے اجازت دے کر نوحہ خانہ ان پر لکھ کے لئے شگون بد ۔ اس سلسلے میں ایک عجیبہ غریب اخلاق اور دلچسپ قصہ ہے جسے ایک شخص نے حکایت کیا ہے کہ میں خلیفہ ہدایت شہد عباسی کے زمانہ میں اس کے ایک وزیر یعنی ابی خالد برکی کے پاس بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا کہ اسے خیر آگئی وہ تمہاری رہی سوچا اور اس کے بعد گھر آیا تو اپنے لڑکے کو لکھ رہا تھا کہ "تو نے دہلی ہات ہوئی، خدا کی قسم مداری سلطنت قائم ہو گئی، مداری عزت جاتی رہی اور خدا سے اقتدار کے دن پورے ہو گئے۔"

میں نے کہا کیا بات ہو گئی خدا وزیر کو مطمئن رکھے۔

بر لکھ کی چالی اور یہ شعر  
یَیْیَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ  
عُزْرَیْ عَظِیْمَیْ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ عَظِیْمَیْ  
گویا کہ جن سے منافک نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی قصہ کوئی کرنے والا کے میں قصہ کوئی کر رہا ہے۔ یہ شعر میں کر میں نے اس لکھنے والے کو کچھ بغیر جواب دیا۔

یَیْیَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ نَعْمَیْ  
عُزْرَیْ عَظِیْمَیْ وَ لَقَدْ اَلَمْتَ عَظِیْمَیْ

ہاں ہم اسی مداری کے باشندے تھے مگر ہمیں وقت کی قدر اور زمانے کی تشبیہ فرماتے وہاں سے اجازت دے کر نوحہ خانہ ان پر لکھ کے لئے شگون بد ۔ اس سلسلے میں ایک عجیبہ غریب اخلاق اور دلچسپ قصہ ہے جسے ایک شخص نے حکایت کیا ہے کہ میں خلیفہ ہدایت شہد عباسی کے زمانہ میں اس کے ایک وزیر یعنی ابی خالد برکی کے پاس بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا کہ اسے خیر آگئی وہ تمہاری رہی سوچا اور اس کے بعد گھر آیا تو اپنے لڑکے کو لکھ رہا تھا کہ "تو نے دہلی ہات ہوئی، خدا کی قسم مداری سلطنت قائم ہو گئی، مداری عزت جاتی رہی اور خدا سے اقتدار کے دن پورے ہو گئے۔"

اسی طرح چالی ایک دن قیامت آجائے گی۔

اقوال زوریں  
گئی رہی کا جو قول متحول ہے وہ یہ ہے۔  
"کوئی کو چاہنے کہ بہترین بات جو اسے لکھے اور بہترین بات جو اسے لکھے اسے یاد کر لے اور بہترین بات جو وہ یاد کر لے اسے بولے۔"

یہ اس کا یہ قول بھی ہے۔

”جس شخص نے بغیر کسی حد سے کی تقدیر و سرور کے دولت گزاری اس نے کلامے کا زائد نہیں چکھا۔“  
(یعنی ایک شخص سے کسی چیز کا وعدہ کیا جائے کہ وہ اسے دی جائے گی اور پھر وہ اس کو پانے تک انتظار کرے تو یہ انتظار کی لذت اس سے بھتر ہے کہ اسے وہ چیز اپنا لگ جاتی ہے جس میں اسے انتظار کی لذت حاصل نہیں ہوتی)۔  
بہر حال جیسا کہ بیان ہو چکا ہے فی جرم کے بعد نئی خواہ کو کتب کی قرینت اور کے کی سرداری مل گئی۔  
قبیلہ بنی خزاعہ کا سردار عمرو بن لئی تھا۔ یہ شخص بنی جرم کے سردار عمرو بن حارث جرحی کا نواسہ تھا۔ قبیلہ جرم میں سے تھے کا آخری سردار تھا جیسا کہ گذر چکا ہے۔

خزاعہ کا ایک سردار ابن لئی (قبیلہ خزاعہ کے اس سردار عمرو بن لئی نے دور جاہلیت میں عرب میں ۱۱ عزت و شرف حاصل کیا جو اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کو نہیں ملا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مکہ میں حاجیل کو شہید کے کھانے پر لونٹ کی چڑی لکھائی، عرب میں اس کا شرف اور نام ایک کوٹنے سے دوسرے کوٹنے تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات ایسا ہی بن جاتی جس کو سب مانتے تھے۔ بعض مشرکین کہتے ہیں کہ عمرو بن لئی عرب کا ایک ایسا خدا بن گیا تھا کہ جو بدعت بھی وہاں کی کرتا تھا لوگ فوراً اس کو اپنی اور شریعت کی حیثیت سے قبول کر لیتے تھے۔ کیونکہ عمرو لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا اور حج کے موسم میں انہیں عطشیں پہناتا تھا۔ کبھی کبھی وہ حج کے موسم میں دس ہزار لونٹ دیتا کرتا تھا اور دس ہزار عطشیں پہناتا تھا۔

دین ابراہیمی مٹانے والا۔ یہی وہ پہلا کوئی ہے جس نے حضرت ابراہیم کے دین میں تبدیلیاں کیں۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ علماء کے اقوال اس طبقے میں ایک دوسرے سے متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم کے زمانے سے عرب مسلسل ان کے دین پر قائم رہے۔ اور عمرو بن لئی کے زمانے تک جن کی پیروی سے پہنچے تھے مگر عمرو پہلا توئی ہے جس نے دین ابراہیمی کو مٹا دیا اور عربوں میں گمراہیاں پھیلانیں، پتا چلے اس نے جن کی پیروی جا شروان کی۔ جن کے نام پر سانپ لہا ہوا پھوڑے اور بکیرہ گلو تھیں کو پھوڑا۔

ایک روایت یہ ہے کہ بکیرہ پھوڑنے والا پہلا کوئی قبیلہ بنی مدیج کا ایک شخص ہے جس کے پاس دو اونٹنیں تھیں اس نے ان دونوں کے کان کمرے اور ان کا دودھ حرام قرار دیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دوزخ میں اس حال میں دیکھا کہ وہ اونٹنیں اس شخص کو اپنے پیروں سے مار رہی ہیں اور اپنے منہ سے اس کو کاتہ رہی ہیں۔

مشرکات عقائد و رسوم کا بانی عمرو بن لئی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے وہ میل گلو تھیں پھوڑنے اور

۱۔ یہ سب زنا و جاہلیت کی بیحد و رکھیں ہیں جن کی وجہ سے عرب انکی چیزوں کو اپنے لوہ حرام کر لیتے تھے جو اللہ نے حرام نہیں کیں۔ مثلاً کسی جانور کا دودھ پینا پھوڑا دینے کو کہتے کہ یہ ملاں بہت کے نام سے اب اس سے وہی قاعدہ افغان سے کلا ایسے جانوروں کے ایک ایک نام کے گئے تھے۔ کہ بکیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ اپنے لوہ حرام کر لیا جاتا تھا اس کے کان نکالنے کے لئے کھڑا دیتے تھے۔ سانپ وہ جانور کھلاتا تھا جس کو کسی بہت کے نام پر کڑوا پھوڑا دیا جاتا۔ اس پر کوئی خود سوار نہ ہوتا تھا۔

۲۔ وہ میل گلو تھیں ہوتی تھیں جو پہلی دفعہ ایک عربی بھٹے کے بعد کلا دودھ پینے والی ہوتی تھیں کو بھی جنوں کے نام پر کڑوا پھوڑا دیتے تھے اور اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔

عام کے لوگ جن کے نام پر چھوڑنے کی رسم ذلیل (بد) فہم کے میں ارشاد ہدی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ خیر و شر شروع کیا ہے اور نہ ساقیہ کو اور نہ میلہ کو اور نہ حانی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر بصورت لگاتے ہیں اور کہہ کے گرد بت نصب کئے۔ سبب بتی بد وہ شام سے لے کر آیا تھا اور اس کو اس نے کہہ کے اندر راج میں نصب کیا تھا۔ چنانچہ عرب اسی بت کے پاس کھڑے ہو کر حیروں کے زاریہ چیز تقسیم کیا کرتے تھے جس کی تفصیل آگے آئے گی (حیروں کے بار یہ تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ چل بتی بت کے پاس ایسے حیر رکھے گئے تھے جن پر مختلف علم لکھے ہوئے تھے۔ مثلاً کسی پر لکھا ہوا تھا ”مگر وہ کسی پر“ مت ”کو وہ کسی پر“ اچھا ہے ”کسی پر“ برا ہے“ وغیرہ۔ سب قرء کے حیر رکھتے تھے جو نہ بت جاہلیت میں رہا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص کسی کا مہیا ساطے کے سطلے میں قال نکالنا چاہتا تھا تو اس بت کے پاس جا پھر وہاں رکھے ہوئے حیروں میں سے ایک حیر نکھینچ لیتا تھا جو کچھ اس پر لکھا ہو جاس کے مطابق عمل کرتا۔

اسلام نے جاہلیت کی ان سب رسوا و رسول کو فسخ کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں پارے کے شروع میں صاف صاف ارشاد فرمایا ہے **بَايِنَاتٍ لِّلَّذِينَ آمَنُوا اِنَّمَا الضُّفُورُ الضُّفُورُ اِلَى الْاٰدَمِ** اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ شراب اور بت (غیر و اور قرء کے حیر سب گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ ہو جا کہ تم کو ظاہر ہو)۔

**تکبیر میں شرک کی الفاظ۔** اور اسی عروین کی نے سب سے پہلے تکبیر (طواف کی) معانی **لِّلّٰهِ تَكْبَرُ تَكْبَرُ تَكْبَرُ** کہتے ہیں (یعنی میں شرک کی الفاظ مثال کے جس کا ہاتھ یوں ہو کہ عرو تکبیر میرا ہی چاند رہا تھا یعنی **لِّلّٰهِ تَكْبَرُ تَكْبَرُ تَكْبَرُ** لا شریک للہ تَعَالٰی۔ اسی وقت شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ تکبیر چاند رہا تھا۔ جب عرو نے یہ پڑھا **لِّلّٰهِ تَكْبَرُ تَكْبَرُ تَكْبَرُ** یعنی حاضر ہو گیا میں۔ حیر کوئی شریک نہیں۔ تو اس بوڑھے نے عرو سے کہا **اِنَّ شَرِيْكَكَ قَوْلُكَ** یعنی سوائے اس کے کہ وہ حیرا شریک ہے (یعنی شیطان نے یہ کلمہ اصل تکبیر میں بدھایا اور ”حیرا“ سے عرو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ عرو نے اس اضافہ کو اپنہد کیا تو شیطان نے کہا **تَكْبَرُ تَكْبَرُ تَكْبَرُ** یعنی تو اس کا مالک ہے مگر وہ مالک نہیں ہے) (یعنی شیطان نے پہلے اضافہ کے پانہد ہونے پر اس میں حیر اضافہ کیا تاکہ عرو اس اضافے کو پند کرے) اس اضافے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ (یعنی بت) حیرا شریک تو ہے مگر میرا شریک ہے کہ تو تو (یعنی حق تعالیٰ) اس کا بھی مالک ہے مگر اس میں حیرا مالک ہونے کی صفت نہیں ہے۔ (اس کے ساتھ ہی شیطان نے عرو سے کہا کہ اس میں کوئی حراج نہیں ہے) (یعنی اس اضافہ کے بعد خدا کے ساتھ شرک کرنے میں کوئی حراج نہیں رہتا)۔

**عوام میں ابن کی تفسیر۔** (اس پر عرو بھی چلے ہو گیا اور اس نے اسی طرح کہہ دیا عرو کو یہ کہتے ہیں کہ عام عربوں نے بھی اس کا اجراع کیا وہ لوگ تکبیر میں خدا کی توحید کا اقرار کرتے پھر اس کی خدائی میں جنوں کو شریک کرتے اور ان کا مالک نہ ہو قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر اپنے غضب کا بیان آیت میں ذکر فرمایا:

**وَمَا تَوْفِیْقُ اَنْتُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ شَرِکُوْنَ الْاِلٰهَ ۝۱۳** سورہ یوسف ص ۱۲ آیت ۱۰۶

۱۳۔ عام عربوں کو تھا جس کی نسل بھیل تھیں یہ اور اس نے ایک خاص خود کو میں تو انھیں اس سے ملاپ کیا ہو جس کے چہ سے اس کی نسل بہت زیادہ تھی ہو مایہ لوگ کو عام کہتے اور اس سے بدبرداری یا سولہ کی کا کام لیتا چھوڑ کر اسے جنوں کے ہم پر قرار دیتے ۱۳ مرتب

قرآن اور انھیں لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں اس طرح کہ شرک بھی کرتے جانتے ہیں۔

مرد اور گوشت کھانے کا حکم ایسی مردمان کی ہے جس نے پہلی بار مرد اور جانور کو حلال قرار دیا۔ حضرت اسماعیلؑ کی تمام اولاد تک مرد اور جانور کو کھانا حرام سمجھتی تھی یہاں تک کہ مرد کا ذبح آیا اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ مرد اور جانور کو حرام قرار دینے کو پسند نہیں کرتا اس نے لوگوں سے کہا: ”آخر تم لوگ وہ جانور کیوں نہیں کھاتے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مباح ہے بلکہ تم اپنے دل سے ہونے جانور کو کھاتے ہو۔“

جہنم میں ابن نخی کی حالت امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں نے جہنم کو دیکھا کہ (اس کی بیشمار ایک دوسرے سے گھمراہی ہیں اور اس میں مرد اپنی استخوانوں کو بھیچتا پھر رہا ہے۔“

ایک روایت میں آنھوں کا لفظ ہے دایک روایت یہ لکھا ہے کہ اس کی استخوانوں کی بدولت سے دوزخی لوگ سخت تکلیف میں ہیں۔

(حدیث میں ”مسواہ“ کا لفظ ہے جس کے معنی آنتیں ہیں) مسواہ کو ذاب بھی کہا جاتا ہے جس کا واحد ذاب ہے اسی لفظ پر رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان بھی ہے کہ قیامت میں ایک شخص کو لایا جائے گا اور وہ ذرا میں ڈال دیا جائے گا اس کی آنتیں (الغلب) میز سے باہر نکل کر آگ میں جلیں گی۔

آئم کی ابن نخی سے مشابہت رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ میں جون اخراقی (جون خدائی کا نام) عبد الصغریٰ قنارہ کلام کے معنی ہیں نہ سے پیدا کیا ہے۔

اس آئم میں نے مردمان کی کو دیکھا کہ وہ ذرا میں اپنی استخوانیں بھیچتا پھر رہا ہے اور میں نے کسی شخص کو دوسرے سے انکا مشابہت نہیں دیکھا۔ تمام اس سے ہو (یعنی مرد سے)۔

آئم نے عرض کیا کہ کہیں ایسا تو نہیں یا رسول اللہ! کہ مجھے اس کی قیامت کی وجہ سے (آخرت میں) کوئی نقصان پہنچے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں تم سو من ہو اور وہ کا فر تھا وہ پہلا کوئی تھا جس نے حضرت اسماعیلؑ کے دین میں تبدیلیاں کیں اور بت نصب کئے۔“

(یہ پہلا ما جلیں سے مرد وہی دین اور آئم ہے۔ اس لئے کہ عرب حضرت اور آئم کے زمانے سے ان ہی کے دین پر قائم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی یہاں تک کہ جیسا کہ بیان کیا گیا اسی مرد کا ذبح کیا اور اس نے دین میں تغیر لائے۔)

بعض سواہ نہیں کا قول ہے کہ یہ آئم وہی ابو معبد یعنی آئم معبد کے شوہر ہیں جن کے پاس سے ہو کر رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت گزرے تھے اور یہ آئم وہی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے وہاں کو دیکھا اور آئم ابن عبد العزیٰ کو ان میں اس سے سب سے زیادہ مشابہت ہیں۔ یہ سن کر آئم کھڑے ہو گئے اور یہ چہرہ کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان پہنچائے گی۔ تب ﷺ نے فرمایا ”نہیں تم سو من ہو اور وہ کا فر ہے۔“ اس حدیث کو ابن عبد البر نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حدیث جس میں وہاں کا ذکر ہے صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وہ ہے جس میں مردمان کی تکذ کر ہے۔

ابن نخی بت پرستی کا بانی مردمان کی پہلا کوئی تھا جس نے بت نصب کئے تھے وہ اپنے کسی کام سے کئے

سے شام گیا، اس نے پتھر کے علاقے میں غنائی کی قوم کو دیکھا جو علاقہ ان بنی نضیر کے سامنے ان قوم کی ولایت میں سے تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ لوگ جن کی پوجا کر رہے ہیں۔ عمرو نے پوچھا کہ یہ (یعنی بت) کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بت ہیں جنہیں ہم پوجتے ہیں، ان سے جب ہم بادشہ مانگتے ہیں تو یہ بادشہ ملتے ہیں اور جب ان سے وعدہ مانگتے ہیں تو یہ وعدہ دی دے دیتے ہیں عمرو نے ان سے کہا، کیا تم ان میں سے ایک بت مجھے دے سکتے ہو؟ میں اسے عرب لے جاؤں گا۔ اس پر ان لوگوں نے اسے ایک بت دے دیا جس کا نام نعل تھا۔ عمرو اسے لے کر گئے آباد کوپ کے علاقے میں چاہو حرم پر نصب کر دیا۔ پھر اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کی عبادت اور تقسیم کیا کریں، چنانچہ اس کے بعد جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا تو وہ اپنے گھر والوں کے پاس جاتے سے پہلے بت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اس بت (نعل) کو تقسیم کر دیتا تھا۔ اس کے پاس بیٹہ کرانچا سر موڑا۔

قال کے تیر۔ نعل کے پاس سات تیر رکھ دیتے تھے ان میں ایک پر نعل رکھا ہوا تھا، باقی اس کو اٹھانے کے سلسلے میں ان میں اختلاف ہوتا تھا اس تیر سے قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نعل آجہ ماٹا۔

قال اور قرعہ اندازی۔ ایک تیر ہے "ہاں" لکھا ہوا تھا اور ایک تیر ہے "نہیں" لکھا ہوا تھا، یہ تیر ان کاموں کے حلق (قال نکالنے کے لئے تھے) جن کو وہ کرنا چاہتے۔

ایک تیر پر "ستم" میں سے ایک پر "تیر" کے ساتھ ملتی ہے "لکھا تھا۔ یہ اس موقع کے لئے تھا جب انہیں کسی بچے کے حلقہ اختلاف ہوتا تھا کہ آیا وہ ان ہی میں سے ہے یا نہیں۔

نعلی بت۔ ایک تیر پر اس میں ہے "تور ایک پر" اس میں نہیں ہے "قرعہ تھا یہ اس وقت کی نعل کے لئے تھا جب وہ اپنی حاصل کرنے کیلئے کسی جگہ کوں نکھڑتے تھے۔ نعل حقیقی پتھر کا یا ہوا تھا اور انسان کی نعل کا تھا۔

ابن قتیبی کی طویل عمر۔ یہ عمرو بن قتیبی تین سو چالیس سال زندہ ہوا اور اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کی ایک ہزار سو تیس دیکھیں۔ عمرو بن قتیبی اور اس کے بعد اس کی ولایت چھ سو سال تک بیت اللہ کے حوالہ رہے (یعنی اتنی مدت تک کہ ان کی سرداری ان کے پاس رہی، اس کی ولایت میں آخری کوئی تحلیل تھا جس کی بنی سے قضی نے شادی کرنی تھی جیسا کہ گزرا ہے)۔

جن کے ذریعہ پانچ مشہور بت۔ ایک روایت ہے کہ عمرو بن قتیبی کے ایک جن تابع تھا عمرو نے اس جن کو حکم دیا کہ جہہ چاہو وہاں سے وہ بت لے کر آکر جو قوم کو اور لوگوں کے زمانے میں پوجے جاتے تھے۔ ان جن کے نام یہ تھے۔ ذؤ، ثول، یثوق، نسر۔ چنانچہ وہ جن گیا اور ان جن کو کئے لے آیا۔ اس کے بعد عمرو نے لوگوں سے ان جن کی عبادت کے لئے کہا۔ اس کے بعد عرب میں جن کی پوجا عام ہو گئی اور ہر قبیلہ نے اپنا پانچ بت مختصر کر لیا۔ ان کے قبیلہ بنی کعب کا بت تھا۔ ثول قبیلہ بنی نضیر کا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ثول قبیلہ بنی ہذیل کا تھا۔ یثوق قبیلہ بنی کعب کا تھا (نضیر بن کے ایک قبیلہ کا سرورث اعلیٰ تھا) یثوق قبیلہ مراد کا تھا۔ ایک روایت کے مطابق یثوق قبیلہ بنی نضیر کا تھا اور نسر قبیلہ حمیر کا تھا۔

یہ بت گذشتہ صائغین کی شکلوں میں۔۔۔ یہ سب بت ان انسانوں کی نعل کے تھے جو زندہ زمانے میں جب مرے تو ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کی نیکی کی وجہ سے ان کا بت قلم بنایا۔ انہیں زمین نے (ان کو قلم زندہ) کہہ کر اور اس موقع سے قلم مانگا کہ ان لوگوں کے لئے مرنے والوں کی نعل کے بت و حیات اور تاج سے

سے جدا ہے، تاکہ سوگ منانے والے ان کی نعل کے جن کو دیکھ کر تسکین حاصل کریں۔ لوگوں نے ان

تصور یہوں کو اپنی مسجد کے آخری حصے میں اٹھا کر رکھ دیا۔ جب اس دور کے لوگ مر گئے تو شیطان نے ان کی لواحقین سے کہا کہ یہ تمہارے باپ کا مکان ہے۔ اس کے بعد طوفانِ نوح نے ان جنوں کو سمندر کے ساحل میں دفن کر دیا۔ آخر شیطان نے ان کو باہر باہر اٹھال پٹال پھیل مڑا دیں کئے ہیں کہ حضرت آدم کے پانچ بیٹے تھے جو بہت نیک و صالح تھے ان کے نام تھے، نوح، شمش، ہنوح، شمعون، یعقوب اور اسرہل۔ جب وہ کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کو اس کا شہیدِ صمد اور بزرگ ہوا اور وہ سب انکی قبر کے گرد جا کر بیٹھ گئے کئی وقت قبر سے ٹکڑے نہیں ہوتے تھے۔ یہ واقعہ شریعتِ باطن کے حقائق کا ہے۔

جب انھیں نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ ان کے پاس ایک انسان کی شکل میں آیا اور ان سے کہا کہ اگر تم پہلو تو میں تمہارے لئے اس کی شکل کی ایک تصویر گھڑ دوں تاکہ جب تم اسے دیکھو تو اس کی یاد تازہ ہو جلا کر ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں بخدا۔ شیطان نے مرنے والے کی صورت کا بت چاہا۔ اس کے بعد ان پانچوں میں سے جب بھی کوئی مر جاتا انھیں اس کی شکل کا بت چلا دیا۔ لوگوں نے ان جنوں کے وہی نام رکھے جو ان آدمیوں کے تھے۔

لواحقِ آدم میں بہت پرستی۔ پھر زندہ گزرا گیا باپ اور مر گئے بیٹے پھر بیٹوں کے بیٹے بھی گزر گئے۔ سب شیطان نے ہی دونوں سے کہا کہ تمہارے سے پہلے لوگ ان تصور میں لوگوں کو پوجا کرتے تھے اس لئے تم بھی ان کو پوجو۔

تصورِ نوح اور کوشتِ ابراہیم۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت نوح کو بھیجا۔ نوح نے لوگوں کو ان جنوں کی پرستی سے روکا مگر انہوں نے نہیں مانا۔

دورِ نوح اور آغازِ بہت پرستی۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرن کا فاصلہ ہے اس میں سب لوگ شریعتِ حق پر عمل کرتے رہے۔ سب سے پہلے جن کی پوجا جنوں کی قوم میں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے لوگوں کو اس سے روکا۔

عرب میں بہت پرستی کا رواج۔ کہا جاتا ہے کہ عمر و ابنِ کعبؓ نے ہی منات کا بت سمندر کے ساحل پر

نصب کیا تھا جو قدیم کے حالات سے ملتی ہے۔ قبیلہ نود کے لوگ وہاں (یعنی منات کے پاس) کے لئے بنایا

کرتے تھے اور ان کی بہت عظمت کرتے تھے۔ اسی طرح لوگ نود و خزرج اور قبیلہ غسان کے لوگ بھی اس بہت کی

بہت عظمت کرتے تھے۔

شیخ عبد الوہاب شمرؒ نے بعض آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے اس آیت تک کے ذیل میں لکھا ہے۔

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ هَٰؤُلَاءِ سَلَامٌ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ شَرِّ النَّاسِ لَعْنَةً ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(ترجمہ) اور اللہ ہی کے سامنے سب سرِ غم سے ہوئے ہیں جیسے آسمانوں میں ہیں اور جیسے زمین میں ہیں۔

(سورہ بقرہ ص ۲۵، ۲۶)

بہت پرستی کا سبب۔۔۔ در حقیقت بہت نصیب کرنے کی حاصل شدہ ہمارے کے علماء کی تہذیب کے

سطح میں شہوت ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی امانت کو ہر چیز سے مخدوم (پاک اور بڑی) قرار دیا اور

اپنے عوام کو بھی اسی کا حکم دیا۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ عوام میں سے کچھ لوگوں نے (اس کے نتیجے

میں) اس کو تعظیم سے تہمید کیا تو انہوں نے ان کیلئے بہت نصیب کر دیئے اور انہیں نہ ملتی لباس اور جو اہل امانت

نے شہوتِ خمر اور تعظیم سے مراد یہ ہے کہ امانت دہی کو جسم اور زبان و مکان کے ساتھ ساتھ منات سے

بھی (خود باطن اور بیرون) تعظیم کیا (عرب)

پہنائے اور سجدہ وغیرہ سے ان کی تعظیم کی تاکہ اس کے ذریعہ وہ اس حقانیت کو یاد رکھ سکیں جو ان کی عقلوں سے نکل گئی تھی۔ حالانکہ خود ان علماء کی عقلوں سے یہ بات نکل گئی کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام کے بغیر جائز نہیں ہے۔ یہاں تک شیخ شمرانی کا حوالہ ہے۔

اسراف و تافہ کی اصلیت۔۔۔ نئی قریم کے زمانے میں ایک فاسق و فاجر شخص تھا جس کا نام اسراف تھا۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ جس کا نام تاکہ تھا میں کعبہ کے اندر چٹاؤں سے حرکت دینی یوں دیکھا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے وہاں دیکھا (اس سے بودی کے تجربہ میں ایسے دونوں سنا ہو کر حیرت کے ہو گئے چنانچہ ان دونوں کو وہاں سے بنا کر منہ اولہ مردہ پر نصب کر دیا گیا تاکہ انہیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہو۔

ابن کئی کی حدیث۔۔۔ جب مردان کئی کا مذہب آیا تو اس نے ان دونوں کو وہاں سے اٹھا کر کعبہ کے گرد یعنی حرم کے گزروں کے ساتھ پر نصب کر دیا۔ اب جو شخص بھی طواف کرتا تو ان دونوں سے مس کرنا اور اسراف سے شرمناک کرنا کہ یہ قسم کرنا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مردہ ٹکلی اور دوسرے پانچ بات نہیں لایا تھا (چنانچہ اس وقت قریش بن دونوں سے مس بھی کرتے اور ان کے پاس جانور بھی ذبح کرتے۔

ایک روایت ہے کہ جب شاہک کے وقت رسول اللہ ﷺ نے تاکہ کا بیت توڑا تو اس میں سے ایک سیاہ قام عورت نکلی۔ جس کے ہاتھ لکھے ہوئے تھے اور جو لپچھروں پر تھامی اور چنگی چلاتی جاتی تھی۔

ابن کئی کے عقائد۔۔۔ مردان کئی اپنی قوم کے لوگوں سے کہتا تھا کہ خدا سر دی کے زمانے میں طائف میں لات بہت کے پاس رہتا ہے اور کئی میں عزیزی بہت کے پاس رہتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ ان دونوں باتوں کی بہت تعظیم کرتے تھے اور جس طرح قربانی کا جانور کعبہ میں بھیجتے تھے اسی طرح دونوں کے پاس بھی بھیجتے تھے۔

قصص کی اصلاحات۔۔۔ قصہ (نص رسول اللہ ﷺ کے ذیل میں جس کا اصل ذکر تہل رہا ہے) اسی وہ پہلے کوئی ہے جس نے قریش کو حکم دیا کہ وہ حرم کے اندر بیت اللہ کے گرد اپنے مکانات تعمیر کریں۔ اس نے ان سے کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو عربوں پر قسادی حیرت چڑ جائے گی اور پھر وہ تم سے جنگ کو ناجائز سمجھیں گے (یعنی چونکہ بیت اللہ اور حرم کے اندر قبائل و خول و بڑی کو تمام عرب ناجائز سمجھتے ہیں اس لئے اگر قسدا سے مکانات حرم کے اندر ہوں گے تو عربوں کے لئے تم سے کسی بھی معاملے میں جنگ کرنا ممکن نہ رہے گا اور اس طرح چونکہ تم عربوں کی دوسری س سے باہر ہو جاؤ گے تو ان پر قسادی حیرت چھا جائے گی)۔

حرم میں مکانات۔۔۔ چنانچہ قریش نے کعبہ کے چاروں طرف اپنے مکانات بنائے اور انہوں نے اپنے اپنے مکانات کے دروازے حرم کی طرف کھول لئے۔ قبیلہ قریش کی ہر شاخ کا ایک ایک دروازہ تھا جس کا نام اسی شاخ کے نام پر رکھا گیا اور آج تک انہیں کے نام پر مشروب ہے مثلاً باب بنی شیبہ، باب بنی سہم، باب بنی خزیمہ اور باب بنی سہم۔ (یہ مکانات اس طرح بنائے گئے کہ طواف کرنے کے لئے بیت اللہ کے چاروں طرف ایک چھوڑی لگی تھی)۔

دارالندو کی تعمیر۔۔۔ اس کے بعد قصی نے ایک دارالندو یعنی دارالمعورہ بنایا (اس سے پہلے تک جس کوئی عمارت نہیں تھی، قصی پہلا کوئی ہے جس نے بلند عمارتیں بنانے کا حکم دیا اور قریش کے اہم معاندات سے کرنے کیلئے ایک دارالمعورہ بنایا جس کا نام دارالندو تھا) یہ پہلا مکان ہے جو مکہ میں تعمیر کیا گیا۔

دور اسلام میں تو مسیحیت حرم۔۔۔ قصی کے بعد سے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے تک

یہی صورت تھی کہ کعبہ کے گرد صرف طواف کرنے کی ہتھ پکڑ تھی اور (بیت اللہ کے احاطے) کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے یہ مکانات طریقے سے اور ان کو اگر بیت اللہ کے گرد مسجد کی وجہ اختیار کر لی، پھر جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے (اس سے آگے کے بعد) دوسرے مکانات بھی طریقے سے اور ان کی کافی گراں قیمت لوائی، پھر انہیں منہدم کر کے مسجد حرام کو وسیع کیا۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ اس کے بعد عبدالملک ابن مروان نے مسجد کی دیواروں کو بلند کر دیا اور اس پر سانچ کی نگاری (نقشہ) کی جس سے دیواری اور اس کی خوب صورت عمارت خواہی مگر مسجد میں اضافہ نہیں کیا۔ پھر ولید ابن عبدالملک نے مسجد حرام کو اور زیادہ وسیع کیا اور اس میں سنگ مرمر کے ستون قائم کئے۔ اس کے بعد عقیقہ بدر بن رشید کے باپ صمدی نے اس میں دوسرے اضافہ کر لیا اس کے بعد اب تک مسجد حرام جو اس کی قول ہے (یعنی مضاف کتاب کے زمانے تک) قریش میں عظمت بیت اللہ، بیت اللہ کے چاروں طرف مکانات بنانے سے پہلے قریش بیت اللہ کی بہت عظمت کرتے تھے اور احترام کی وجہ سے اس میں رات نہیں بسر کرتے تھے یہاں تک کہ جب کسی شخص کو نفل حاجت کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ حرام کی حدود سے باہر چل میں جایا کرتا تھا۔

ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس میں سے تو نفل حاجت کے لئے نکلے سے اور قبلیٰ فرج کے واسطے ہر شخص کے مقام پر قریب لے جایا کرتے تھے۔

حرم کاٹنے سے خوف (جب قریش نے حرم میں مکانات تعمیر کئے) تو حرم کے جوہر حضرت ان کے مکانات میں رکھے تھے ان کو کاٹنے سے انہیں اہستہ معلوم ہوئی اس وقت کے میں کانٹوں والے درخت اور جھالیں بہت زیادہ تھیں۔ قریش نے اس وقت کو قصی کے سامنے رکھا۔ قصی نے انہیں حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹنا انوں مگر قریش اس سے بہت خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے کہا ہم اسے ہند نہیں کرتے کہ لوگ ہمیں یہ طعن دیں کہ ہم نے حرم کی توہین کی ہے۔ قصی نے جواب دیا کہ تم ان درختوں کو اپنے مکانات کی وجہ سے کاٹ رہے ہو کسی خدا کی نیت سے نہیں کاٹ رہے ہو۔ جو شخص خدا کی نیت دیکھے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اس کے بعد قصی نے خود اور اپنے سرداروں کے اور بعد درخت کاٹ ڈالے۔

سبیل نے اللہ کی سے روایت کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب قریش نے مکانات بنائے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قصی سے کہا کہ حرم کے درختوں کے ہوتے ہوئے ہم کیسے تعمیر کریں۔ قصی نے لوگوں کو درختوں کے کاٹنے سے روکا اور انہیں امر سزا سے انہیں باز پایا اسی لئے جب ان میں سے کوئی تعمیر شروع کرتا تھا تو درختوں کے چاروں طرف دیوار کھودا تھا، تاکہ درخت مکان کے اندر نہ آسکیں۔ وہ پہلے کوئی جنوں نے مکان کے لئے حرم کے درخت کاٹنے کے سلسلے میں عمری اعتدال کی عبداللہ بن زبیرؓ میں جبکہ انہوں نے قبیلہ بنی نضیر میں مکانات بنائے، مگر انہوں نے بھی درخت کاٹنے کے بدلے میں ایک ایک گائے قربان کی۔ ان دونوں روایتوں کے درمیان موافقت قابلِ غور ہے۔

قریش بھڑا اور قریش خواہر قصی نے قریش کے لوگوں کو کہنے میں لاکر بھڑا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس نے قبیلہ قریش کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان کے کے نواح میں انہیں پہاڑی اور میدانی علاقوں میں بھڑا تھا اسی لئے پہاڑی حصے میں دے دے والے قریش کو قریش بھڑا اور میدانی حصے میں دے دے والوں کو قریش خواہر



کہا جا کہ قریش پہنچ، قریش عکبر کے مقابلے میں اشرف سمجھے جاتے تھے۔ بنی ہاشم یعنی رسول اللہ ﷺ کا خاندان قریش پہنچ میں سے تھے۔ اسی بات کی طرف صاحب اصل (یعنی صاحب جہنم الامم) نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کھسی گئی اپنی نصرت میں اشارہ کیا ہے۔

بِزْنِ تَيْمِ بْنِ هَاشِمٍ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ  
وَبِزْنِ هَاشِمٍ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ

آپ بنی ہاشم یعنی عبد مناف میں سے ہیں

اور بنی ہاشم جو وہ ملک اسعد ہیں

بِزْنِ قُرَيْشِ الْفُطَحِ مَنْ عَرَفَ النَّاسَ لَهُمْ فَصْلُهُمْ بَقَرًا مَتَرًا

یہ قریشی بلات میں سے ہیں اور ان کی فضیلت کو لوگ بغیر کسی شک و شبہ کے جانتے ہیں۔

موسم حج میں قصی کا خطاب۔ بعض سوار زمین کی دانے ہے کہ بنی کلابہ میں قصی پہلا آدمی ہے جسے سرداری حاصل ہوئی۔ جب حج کا موسم آیا تو اس نے قریش سے کہا:

”حج کا موسم آیا اور جو کچھ تم نے کیا ہے عرب اس کو سن چکے ہیں (یعنی تم نے جو حرم کے اندر مکانات تعمیر کرائے ہیں، وہ قصی کے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عرب کھانے سے زیادہ کسی چیز کا احترام نہیں کرتے اس لئے تم میں سے ہر شخص اپنے بل میں سے خران نکالے۔“

حجرات کی عیاضت۔ تاکہ اس کے ذریعہ حاجیوں کے واسطے کھانے کا انتظام کیا جائے، اپنا چہرہ قریش نے عیاضی کیا اور اسی طرح بہت سارے چہرے اٹھائے گئے۔ جب حج کا موسم شروع ہوا تو قصی نے مکے کے راستوں میں ہر ہر راستے پر بونٹ ڈال کر اسی طرح حاس کے میں بھی بونٹ ڈال کر اپنے، شہر اور گوشت چھڑ کر اپنا در حاسیوں کو چھپائی اور دودھ پلایا۔ قصی پہلا آدمی ہے جس نے مزدلہ میں آگ جلائی تاکہ لوگ اس کو در آگ کی دراست میں حرقہ سے مدد کچھ لیں۔ قصی کے جو اقوال نقل کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:-

قصی کے مشہور اقوال۔ ”جس نے ملامت والے آدمی کی عمر یا جو عزت کی ملامت میں شریک ہو گیا، جس نے برے کو پسند کیا وہ اس کی برائی میں شریک ہو گیا، جس کو بھلائی داس نہ آئے اس کو برائی داس آئی ہے بلکہ جس نے اپنی حیثیت سے زیادہ کی طلب کی وہ عروہ کی طور پست دشمن کے حقد کا شکار ہوا۔“

جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد سے کہا:-

”شراب سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ بدن کو ٹھیک کرتی ہے مگر بدن کو خراب کر دیتی ہے۔“

جملہ اعزاز و مناصب پر قبضہ۔ قصی کہ کاکام شرف و اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا چنانچہ منصب سقاہ، منصب دکانہ، منصب تاج، دکانہ، منصب نواہ (جنگوں میں بھڑکانے کا منصب، جبر تمام مناصب کی تفصیل اور حشر تا آگے کر دی ہے بلکہ منصب قیادت، تمام مناصب اسی کے قبضے میں آچکے تھے۔

قصی کے بیٹے عبد اللہ اور عبد مناف۔ قصی کاسب سے زیادہ اپنا عبد اللہ عبد مناف عمر میں تو سب سے زیادہ قصی کا تھا مگر قصی کے بچوں میں سب سے زیادہ معزز اور محترم قصی کے لئے کہ اس کی عزت اپنے باپ قصی کے زمانے میں ہی ہو چکی تھی اور شہرت پر چند طرف پھیل چکی تھی۔ عبد مناف کے اس شرف و عزت میں ان کا بھائی مطلب بھی اس کام میں ملے تھا، چنانچہ ان دونوں کو بدرہن یعنی وہ چادر کہا جاتا تھا۔ عبد مناف کی انتہائی شہرت کی

وجہ سے قریش کے لوگ انہیں قیاض بھی کہا کرتے تھے۔

تمام مناصب عبداللہ کو نصی نے یہ تمام مناصب اور عہدے یعنی سقایہ، ہرکارہ، چاہ، اندو، لواؤ اور قیادت اپنے سب سے بڑے بیٹے عبداللہ کو سونپ دیے۔ اس نے عبداللہ سے کہا: میں قوم یعنی عبداللہ کے دونوں بھائیوں عبدالمناف اور مطلب کو تیرا لہذا کرتا ہوں۔ وہ اگرچہ اپنے شرف اور تہ میں تجھ سے بڑھ گئے ہیں مگر ان میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مجھے میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ قریش کے لئے کب کا دروازہ کھولے (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منصب چاہ یعنی کچے کو کھولے اور بند کرنے کا منصب چونکہ تجھے دیا گیا ہے جس کی چابیاں تیرے پاس ہیں کی اس لئے جب تک قوت چاہے گا اس وقت تک کوئی شخص مجھے میں داخل نہیں ہو سکے گا) یہ منصب چاہ کا اعزاز ہے اور جب تک کہ اس وقت قریش کے لئے جھڑا اُتارے گا کوئی تیار نہیں کرے گا یہ منصب لواؤ کا اعزاز ہے اور جس کے میں کوئی قتلہ سے سوا کسی اور چیز سے پانی نہیں پی سکے گا (یہ منصب سقایہ کا اعزاز ہے اور حج کے زمانے میں کوئی حاجی قتلہ سے علاوہ کسی اور چیز سے کھانا نہیں کھا سکے گا) یہ منصب ہرکارہ کا اعزاز ہے اور قریش میں سے کوئی شخص اپنے معاملہ قتلہ سے گھر کے سوا کہیں ملے نہیں کر سکے گا (یہ دراندازہ کا اعزاز ہے اور قتلہ سے سوا کوئی شخص قوم کا قاتل نہیں بن سکے گا) یہ منصب قیادت کا اعزاز ہے) عبدالمناف مناصب چھیننے کے درپے۔۔۔ اس کے بعد جب عبداللہ اور اس کا بھائی عبدالمناف مر گئے تو عبدالمناف کی لوار نے لڑا کر اپنے چچا عبداللہ کی لوار سے یہ سارے مناصب انھیں لئے جائیں۔ بنی عبد مناف میں دا شم، عبد شمس اور مطلب تھے۔ یہ سب کے سب ایک ہی ماں کی لوار تھے۔ ان کی ماں یعنی عبد مناف کی بیوی عاتکہ بنت مرہ غمیہ ان کا ایک بھائی نوفل غامس کی ماں (یعنی عبد مناف کی دوسری بیوی) کا لہذا بنت حارث تھی۔

بنی عبداللہ کے خلاف حلف۔۔۔ بنی عبد مناف نے بنی عبداللہ سے یہ تمام مناصب چھیننے کا لڑا کر کے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بنی عبد مناف نے خوشبو سے بھرا ہوا ایک پیالہ لٹا اور اسے اپنے حامیوں کے لئے حرم میں باج کھب کے پاس رکھ دیا۔ پھر سب نے اپنے ہاتھ اس پیالہ میں ڈالنے اور انہوں نے ان کے سینوں اور مایوں نے (ایک دوسرے کی مدد کا حلف اٹھایا۔ پھر معاہدہ کو حریزہ بنت کر نے کے لئے سب نے کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ ان لوگوں کا نام مطہیین قرار دیا گیا۔ تم حکیم رضاء بنت عبدالمطلب نے لٹا لٹا کر رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کی جڑواں بہن تھیں۔ انہوں نے وہ پیالہ بھر اسود پر رکھ کر کہا کہ جو شخص یہ خوشبو لگائے گا وہ ہم میں سے ہے۔ چنانچہ بنی عبد مناف کے ساتھ (ان کے حلیوں) بنی زہرہ، بنی سعد بن عبدالمطلب، بنی تمیم ابن مرہ اور بنی حارث ابن مرہ نے بھی اس سے خوشبو لگائی چنانچہ مطہیین میں قریش کے پانچ قبیلہ تھے۔

بنی عبداللہ کا حلف۔۔۔ اسی طرح بنی عبداللہ نے بھی اپنے حلیوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ ان کے حلیوں میں بنی خزیمہ بنی سہم، بنی زکریا اور بنی عدی ابن کعب تھے جنہوں نے حلف لیا کہ ہم ایک دور سے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوں گے۔ ان کا لقب اس حلف کی وجہ سے احناف قرار انہوں نے خود سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا جسے کعبہ کے لئے لواتے لوگوں کا خون تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ جو شخص اس خون میں ہاتھ ڈال کر جانے گا وہ ہم میں سے ہے۔ چنانچہ سب لوگ اس میں ہاتھ ڈالتے اور پھر اسے پائنتے ان کا لقب

لعنت اللہم چاہا کہ وہ ایست ہے کہ جنہوں نے خون چاہا اور لعنت اللہم کہلائے وہ خاص طور پر بنی ہادی ہیں۔  
 مناصب کی تقسیم پر صلح۔۔۔ بحرین میں اس بات پر صلح ہو گئی کہ منصب ستاہ، منصب دقاہ اور منصب  
 قہور بنی عبد مناف نے میں اور منصب حجاب اور منصب لواہ بنی عبد اللہ کے پاس رہے، جبکہ ولوالہ و ابن دلول  
 قہیوں کے دور میںان مشترکہ رہے۔ اس پر ابن دلول نے طلب الحایہ یہ بات میں نے مشرق میں دیکھی ہے جو  
 کو اس مشرق اور اس کے قریب میں شامل ہے۔

(ایک روایت یہ ہے کہ) عبد مناف اپنے باپ قصی کی زندگی میں بنی زہرہ دست شرق و حوالہ کا  
 مالک بن چکا تھا اور ہر طرف اس کا شعرو ہو چکا تھا جبکہ قصی اپنے دوسرے بیٹے عبد اللہ سے زیادہ محبت کرتا  
 تھا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ (اس کو ایسے منصب دے وہی جن سے اس کی یاد پائی رہے۔ اس لئے اس نے  
 عبد اللہ کو منصب حجاب، ولوالہ اور منصب لواہ دے دیا اور عبد مناف کو منصب ستاہ، منصب دقاہ اور  
 منصب قہور دے دیا۔

عبد اللہ نے (اپنے آخری وقت میں اپنے منہیوں میں سے) منصب حجاب اپنے ایک بیٹے عثمان کو دے  
 دیا اور ولوالہ اپنے دوسرے بیٹے عبد مناف ابن عبد اللہ کو دے دیا۔ یہ عبد مناف دوسرے ہیں جو عبد اللہ  
 کے بیٹے ہیں یعنی چچا اور بھتیجے کا ہم ایک ہی تھا۔ بحرین منصب حجاب عبد العزیز ابن عثمان ابن عبد اللہ کو ملا اور اس  
 کے بعد اس کے بیٹے کو۔

حرم میں پانی کا انتظام منصب ستاہ کے تحت کچھ مشکلیں تھیں جو بیت اللہ کے صحن میں رکھی جاتی  
 تھیں۔ ان میں شہابی لاکر بھر اچاتا تھا جو دور دورہ کنوئوں سے مختلف برتنوں میں بھر کر کنوئوں کے درمیان کے لیا  
 جاتا تھا۔ یہ حرم کا کنوئوں کو دے جانے سے پہلے کی بات ہے، کبھی کبھی ان میں سمجھد اور کشمکش بھی داخل رہی جاتی  
 تھی۔ اس طرح حاجیوں کے لئے انہیں تک پانی کا انتظام کیا جاتا تھا۔

عبد المطلب کی تہ نعل سے بد خوئی ۱۔۔۔ اس منصب ستاہ اور منصب دقاہ پر عبد مناف کے بعد اس  
 کے بیٹے یا تم کاڑ ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب۔ عبد المطلب نہایت با عزت اور فیاض تھے اور  
 لوگ ان کا تم مانتے تھے، قریش کے لوگ ان کی سعادت کی وجہ سے انہیں فیاض کہنے لگے تھے۔ جب عبد المطلب  
 بڑے ہو گئے تو یہ منصب ستاہ اور منصب دقاہ ان کو مل گئے (کیونکہ یہ مناصب ہاشم کی نو جوانی میں وفات کی وجہ  
 سے ان کے بھائی یعنی عبد المطلب کے چچا مطلب کے پاس تھے) جب مطلب مر گئے تو عبد المطلب سے ان کے چچا  
 نو نعل ابن عبد مناف نے زہرہ بنی ان کے مکانات وغیرہ چھین لئے۔ عبد المطلب نے اپنی قوم کے لوگوں سے  
 درخواست کی کہ وہ ان کے چچا کے خلاف ان کی مدد کریں مگر قریش نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تمہارے اور  
 تمہارے چچا کے معاملے میں دخل نہیں دے سکتے۔ آخر عبد المطلب نے مدینے میں اپنی اہمال کے لوگوں یعنی بنی  
 نہاد کو کھامبر سے ساتھ میرے چچا نو نعل نے یہ معاملہ کیا ہے، جب عبد المطلب کے ماموں ابو سہل ابن ہدی  
 اپنی تہلہ کو بھانپنے کا قطعہ قہور اسے چھ کر دے لگا۔

نو نعل کے خلاف بھانپنے کی مدد۔۔۔ بحر ۱۱۱ (۸۰) سالوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہوا اور کے پہنچا  
 جہاں وہ بنی میں کھمر عبد المطلب نے اس سے ملاقات کی اور اسے گھر لے جانا چاہا۔ مگر ابو سہل نے کہا۔  
 "میں اللہ کی قسم اس وقت تک نہیں جب تک کہ میں نو نعل سے مل لوں۔"

عبد المطلب نے ماموں کو بتایا کہ میں اسے خیر احمد کے مقام پر قریش کے بزرگوں کے درمیان چھوڑ کر آیا ہوں۔ ابو سعد فوراً نہ ہو اور فوخل کے پاس پہنچ کر کاہ فوخل فوراً کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ابو سعد! صبح بخیر۔ ابو سعد نے جواب دیا: میرے لئے خدا نے کچھ بھلا کر رکھا ہے۔ یہ کہ کہ ابو سعد نے کھانا کھانے کی دعوت کی۔ اس عداوت کے وہب کی قسم! اگر تو نے میرے بھانجے کے مکان سے ابلیس نہیں لئے تو میں اس کو مار دوں گا۔

فوخل نے کہا کہ میں نے وہ مکان سے ابلیس کر دیا ہے۔ اس بات پر قریش کے بزرگ کو اہو سے اس کے بعد ابو سعد اپنے بھانجے عبد المطلب کے مکان پر پہنچا اور ہاتھیں دن بھر اس نے عمرہ کیا اور یہ سچے دہائی چلا گیا۔

نبی بائیم و خزائیم میں معاہدہ۔ جب یہ واقعہ پیش آیا فوخل اور اس کی اولاد نے اپنے بھائی (یعنی فوخل کے بھائی) امید حسن کی اولاد سے نبی بائیم کے خلاف معاہدہ کیا اور نبی بائیم نے نبی خزائیم کے ساتھ نبی فوخل اور نبی عبد شمس کے خلاف معاہدہ کیا۔ نبی خزائیم نے کہا کہ ہم عبد المطلب کی حمایت کے زیادہ حقدار ہیں اس لئے کہ عبد المطلب کے دو امجد منافق کی ماں نبی خزائیم کے سردار غطفانی کی بیٹی تھی میں باک گزرنے کا ہے۔ چنانچہ نبی خزائیم نے عبد المطلب سے کہا کہ اٹھو ہم تمہارے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ دلائل اللہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے علف لے کر آہٹیں میں معاہدہ کیا اور ایک تحریر اس طرح لکھی:۔

تحریر معاہدہ۔ اللہ کے نام کے ساتھ۔ اس بات پر نبی بائیم اور نبی خزائیم میں عمرہ دینے والوں کے لوگوں نے معاہدہ کیا کہ آہٹیں میں ایک دوسرے کی اس وقت تک مدد و فوری نہ کرے گا جب تک کہ اگر صوفیہ میں تری رہے اور جب تک کہ وہ شیخ پر سورج کی فضا میں چلتی رہیں اور جب تک کہ عمرہ خرواہ میں لوٹتے رہیں اور جب تک کہ وہاں مقیم رہیں اور جب تک کہ میں لوگ عمرہ کرتے رہیں۔ لیکن سب چیزوں سے مراد ابو ہے (یعنی ہم لوگ اب لا باہر تک ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں گے)۔

سقیانہ نبی عباس میں۔ چلہ و حرم کھڑے جانے کے بعد عبد المطلب اس میں سے پانی لے کر منصب سقیانہ کے حوضوں میں بھر کرتے تھے اور اس میں بکریوں اور خشک دانہ کرتے تھے۔ بکریاں کے بعد اس خدمت پر ان کے بیٹے ابو طالب کھڑے ہو گئے، پھر اچانک ایک سال ایسے آئے کہ اس میں (تہذیب میں نقصان ہو جانے کی وجہ سے) ابو طالب سخت مطلق اور تنگ دست ہو گئے انہوں نے اپنے بھائی عباس سے لگے بیج کے موسم تک کے واسطے دس ہزار درہم قرض حاصل کئے اور اس سال میں حابیوں کی خدمت پر سقیانہ کے حوض میں یہ دو بیج خرچ کیا۔ جب اگلے سال آیا تو اس وقت بھی ابو طالب کے پاس دو بیج پیرہاں نہیں تھا جس سے وہ اپنے بھائی عباس کا قرض لو کر دیتے انہوں نے عباس سے کہا کہ مجھے چارہ ہزار درہم اگلے موسم بیج تک کے واسطے پر اور دینے اس وقت میں تہذیب کل پر رقم لو کر دوں گا۔ حضرت عباس نے کہا کہ اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ اگر تم نے آئندہ موسم بھی قرض لو کر کیا تو تم منصب سقیانہ میرے حوالے کر دو گے۔ ابو طالب اس پر چارہ ہو گئے۔ جب اگلے سال آیا تو اس وقت بھی ابو طالب کے پاس اپنے بھائی کا قرض لو کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا اس لئے انہوں نے منصب سقیانہ کے حق میں چارہ دیا اس کے بعد سے منصب سقیانہ حضرت عباس اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ انہی عباس کے پاس آیا۔ پھر یہ منصب عقیقہ سترح کے زمانے تک نبی عباس ہی میں رہا۔ پھر

بنی عباس نے اس کو پھر ڈپل

رفاد ویا تہاج کی مسمانداری۔۔۔ منصب قندوج کے زمانے میں لوگوں کی یہ ابھی تک ان کے لئے کھانے کے انتظام کو کہا جاتا تھا۔ قریش کے لوگ قصی کے زمانے میں اپنے مال میں سے ہر موسم حج میں انیس کی رقم نکھالنے تھے جو قصی کو دے دی جاتی تھی۔ اس رقم میں سے موسم حج میں کھانا تیار کیا جاتا اور حاجیوں میں ہر وہ تادی جو غریب داخل ہو پھر اسے موسم حج میں یہاں سے کھانا کھاتا تھا۔

یہ منصب بنی ہاشم میں۔ اس منصب پر قصی کے بعد اس کا بیٹا عبد مناف آیا پھر اس کے بعد عبد مناف کے بیٹے ہاشم کو یہ منصب حاصل ہوا ان کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب کو پھر ان کے بیٹے ابو طالب کو حاصل ہوا ایک روایت یہ ہے کہ (عبد المطلب کی طرف سے یہ منصب ان کے بیٹے عباس کو تھا اس کے بعد یہ منصب آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نور آپ ﷺ کے بعد خلفہ راشدین کے زمانے میں اسی طرح باقی رہا۔ پھر اس کے بعد وہ خلافت میں باقی رہا یہاں تک کہ بعد اسے خلافت ختم ہو کر مصر میں پہنچی۔

قیادت بنی امیہ میں۔ منصب قیادت سے مراد قلعہ سالاری ہے۔ اس منصب پر عبد مناف کے بعد اس کا بیٹا عبد شمس فاضل ہوا اس کے بعد عبد شمس کا بیٹا امیہ اس کے بعد اس کا بیٹا حرب پھر اس کا بیٹا ابو سفیان جو غزوہ بدر لڑا انہی میں فوج کی قیادت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہی غزوہ بدر اور غزوہ احزاب میں کھار کی فوج کی سالاری کی۔

اسی لئے (ایک دفعہ کہید ابن عبد الملک نے خالد ابن یزید ابن معاویہ (جو ابو سفیان کی اولاد میں سے تھے) سے جب کہا کہ تم قافلے کی سرداری کرتے ہو اور نہ فوج کی سالاری، تو خالد نے جواب دیا "کیا کہتے ہو، قافلے اور فوج (کی سرداری و سالاری) تو میرے صندوق ہیں (یعنی گھر کی چیزیں ہیں) میرے دواغ ابو سفیان سردار قافلہ تھے اور میرے دواغ ابیہ و یزید سالار سپاہ تھے۔"

دارالاندوہ اور اس کے آداب۔ دارالاندوہ سے مراد وہ عمارت ہے جہاں قریش کے لوگ اپنے معاملات کے حلقہ مشورہ کرنے کے لئے جمع ہو ا کرتے تھے۔ اس عمارت میں صرف وہ شخص داخل ہو سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال ہو چکی ہے۔ جب کوئی لڑکی جو ان ہو جاتی تھی تو دارالاندوہ میں داخل ہوا کرتی تھی۔ پھر عبد اللہ کی ولادت میں سے کوئی شخص اس کی قمیص پہنا تاہو پھر خود اس کو وہی قمیص پہنا۔

قصی کے بنائے ہوئے قوانین۔ یہ قصی کی قائم کی ہوئی سنت تھی۔ چنانچہ کوئی شخص قریش کی کسی عورت سے سوائے قصی کے گھر یعنی دارالاندوہ کے کسی علاج نہیں کر سکتا۔ قندہ کسی جنگ کا جھنڈا سوائے دارالاندوہ کے نہیں چڑا سکتا۔ قندہ قریش کی کسی عورت کو نہ دلی لڑکی کو دارالاندوہ کے سوا کہیں قمیص پہنا سکتی ہو سکتی تھی۔ پہلے اس کی قمیص چڑی جاتی اور پھر (بنی عبد اللہ میں سے کوئی شخص) اپنے ہاتھ سے وہ قمیص اس کو پہنا۔ قصی کے مرنے کے بعد قریش کے لوگ اس کے طریقوں کو ایک دین کی طرح اختیار کئے ہوئے تھے جس کا تہاج سب پر ضروری تھا۔

حکیم اور اس منصب کی فروع مختلف۔ دارالاندوہ بنی عبد اللہ میں ولادہ اور ولادہ رہا یہاں تک کہ حکیم ابن حاتم کے ہاتھوں میں آ گیا۔ حکیم نے اسلام قبول کرنے کے بعد دارالاندوہ کو ایک لاکھ درہم میں لڑکت کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن زہر نے حکیم ابن حاتم کو حکمت کی لہر کہا کہ تم اپنے باپ ولادہ کی عزت و عظمت کو

فروخت کر دے ہو۔ حضرت عیسیٰ نے انہیں جواب دیا:-

انمول خرید و فروخت۔ سب سوائے تھوئی (یعنی اللہ کے خوف کے) سب عزتیں اور امور فتم ہو چکے ہیں میں نے خدا کی قسم اس راہ اللہ کو دنیا چاہلیت میں شراب کے ایک ٹکے کے بدلے میں خرید لیا۔ اے اپنے اجداد میں انہی کی طرف میں نے جو فعلان سے یہ راہ لیا۔ وہ شراب کے ایک ٹکے کے بدلے میں خرید لیا جیسا کہ گزشتہ کتاب میں ہے۔ اور اب میں نے اس کو ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا ہے اور میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس کی تمام قیمت اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں گا۔ اب یہ تو کہ ہم میں سے کون کھائے میں رہا؟

قصی اور شیعوں کی دلیل ایک کزور روایت ہے کہ قصی ہی قریش کو حج کرنے والا ہے۔ اسی لئے اس سے پہلے لوگوں میں کسی کی راہ کو قریشی نہیں کہا جاتا۔ یہ روایت دافعیوں کی طرف منسوب ہے مگر یہ بالکل غلط روایت ہے۔ اس روایت کے ذریعہ دراصل شیعوں کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے متعلق ثابت کریں کہ وہ قریش میں سے نہیں تھے اور اس لئے ان دونوں حضرات کو امامت علی بنی خلافت پر کوئی حق نہیں تھا۔ یہ کہ آنحضرت ﷺ کا قریش ہے کہ امام بنی قوم کے سردار بیٹہ قریش میں سے ہوئے چاہئیں۔ اسی طرح ایک دوسرے قول میں آپ ﷺ نے قریش سے فرمایا کہ اس معاملے میں (یعنی سرداری میں) تم لوگ خیر و اچھا رہو۔ جب تک کہ تم حق پر ہو۔ مگر یہ کہ تم لوگ ہی حق کا راستہ چھوڑ دو۔

(اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر قریش میں سے نہیں رہتے)۔ کیونکہ ان دونوں کا نسب رسول اللہ ﷺ سے قصی کے بعد جا کر ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر کا نسب آنحضرت ﷺ سے نہرہ جا کر ملتا ہے جیسا کہ آگے آنے کا نہرہ۔ قصی کے اجداد میں سے ہے امام بنی نہرہ اور حضرت ابو بکر صدیق کے درمیان پانچ پشتیں ہیں۔ حضرت عمر کا سلسلہ نسب کعب پر جا کر آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے جیسا کہ آگے آنے کا۔ اور حضرت عمر کو کعب کے درمیان سات پشتیں ہیں۔

#### ابن کلاب

قصی بنیہ کا کلاب کا کلاب کا نام عیسیٰ تھا۔ ایک روایت ہے کہ اس کا نام عروہ تھا۔ اس کا نسب کلاب (یعنی کتبہ) میں لے کر آکر یہ ہمارے کتبہ شوقین تھا۔ اور اس کا اکثر ذکر انہوں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کا قبیلہ بنی نہرہ کا ہے۔ اس طرح کلاب پر پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے والدہ اور والدہ کا نسب ایک ہو جاتا ہے۔

#### ابن نہرہ

کلاب بنیہ کا نہرہ کا۔ یہ حضرت ابو بکر کا چچنی پشت میں دوا ہے اور امام باک اور حضور ﷺ کا نسب نہرہ پر جا کر ان سے مل جاتا ہے۔

#### ابن کعب

کعب اور جعد کا دان نہرہ بنیہ کا کعب کا۔ یہ حضرت عمر کا ساقی پشت میں دوا ہے۔ کعب اپنی قوم کو بام عروہ میں جمع کیا کرتا تھا۔ یعنی ہر صحت میں کو بام جعد کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کعب پہلا آدمی ہے جس نے اس دن کا نام بام جعد رکھا۔ کیونکہ اس دن قریش کے لوگ اس کے پاس جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن حدیث میں ہے کہ دنیا چاہلیت میں عرب کے لوگ بام جعد کو بام عروہ کہتے تھے اور حضرت علی کے یہاں اس

دن کا نام یوم جمعہ ہے۔ دینی حیرت کتنے میں کہ یوم مردہ کا نام یوم بعد اسلام کے آنے سے پہلے تک ضمیمہ کہا گیا اس سلسلے میں جو بحث ہے وہ آگے آئے گی۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں قرآن کے لوگ کتب کے پاس جمع ہوتے وہ ان کو طبیعت کر چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کے متعلق یاد رکھنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس کی ولادت میں سے ہوں گے۔ کتب لوگوں کو علم دے گا کہ آپ ﷺ کی بعثت ظہور کے بعد لوگ آپ کی پیروی کریں۔ وہ کہتا کہ تمہارے لئے ایک عظیم خبر آئے گی اور ایک کریم نبی ﷺ ظاہر ہوں گے وہ ان کے سامنے شعر چاہا کہ جاشن کا آخری حصہ یہ تھا۔

محل	قطعة	بني	محل
ليجر	أخبار	صديق	غيرها

جہالت اور بے خبری کے دور میں محمد رسول اللہ ﷺ قہرِ پانچویں کے دور اس طرح خبریں سنائیں گے جس طرح ایک جاننے والا ظالم کرتا ہے۔

سید محمد رفیع

وَعَمْرُو بْنُ  
عَدْلَانَا

کاش میں ان کی دعاؤں کا اثر اس وقت دیکھنے والوں میں ہو تا جبکہ قبیلہ چٹائی کو رسوا کرنے کی کوشش میں ہو تا۔

کعبہ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان فاصلہ ۔ کعبہ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا فاصلہ ہے اسحاق میں ہے کہ پانچ سو تیس سال کا فاصلہ ہے۔ کیونکہ درحقیقت پانچ سو ساٹھ سال کا فاصلہ کعبہ کی موت اور عام الفیل کے درمیان میں ہے (یعنی تھیں ہوا سال جس میں شہداء پہنچے تھے ان کی فوج کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی تھی اس کو عام الفیل کہتے ہیں۔ اسی سال اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی یہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کا سال ہے۔ اسی طرح ابو نعیم نے وہاں کی ایسے چھ میں بھی

ذکر کیا ہے نصرتیں۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ کعب پہلا آدمی ہے جس نے آج بعد کہا (یہ کلمہ عربی میں آواز قریباً تقریر کے وقت حمد و ستودہ کے بعد استعمال کیا جاتا ہے کہ کہنا کہ تھا :-

”آپ بھلا اسٹوڈنٹ سمجھو اور جانو اور یاد رکھو کہ تاریک راتیں ایک روایت میں ہے کہ راتیں چادر کی طرح ہیں اور خشک اور روشنی اور زمین کا چھوٹا اور آسمان کی چھت اور پہاڑوں کو (زمین کے لئے) ٹھیکیں اور ٹھیکیں اور ستاروں کو (مسافروں کی ہر جنمائی کی سلا تھیں) خدا نے بنائی ہیں اور پچھلے بعد وہاں بھی کے جیسے ہیں۔ یہ پس اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو اور اپنے سسرالی رشتہ داروں کی حفاظت کرو اور اپنی پوجی کو بڑھاؤ (آخرت کا) مگر قصدا سے سامنے ہے اور خیال اور اعتدال اس کے خلاف ہے جو تم کہتے ہو۔“

کعب کی موت سے کن و سہر خفق۔ کعب کو اس کے بلند مرتبے اور شان کی وجہ سے کعب کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ ہر روز چتر جو لوہی نور بلند ہو کعب کہلاتی ہے۔ ماسی وجہ سے کہنے کو کعب کہا جاتا ہے۔ کعب کے اسی بلند مرتبے اور عظمت شان کی وجہ سے عربوں نے اس کی موت سے سہر خفق کا صلب کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر جب

عام فہم تھا تو لوگوں نے اس سے جہنم کا مطلب کیا (کیونکہ عرب کے لئے یہ ایک عظیم اور مستہکم واقعہ تھا) پھر عام فہم کے بعد عبدالمطلب کی موت سے بھی جہنم جلدی کی گئی (کیونکہ عبدالمطلب اپنے سر پر ہر عظمت کے نمائندہ سے بہت افضل تھے اس لئے اس کی موت بھی ایک ایسا اہم حادثہ ثابت ہوئی کہ لوگ اس سے اپنے معاملات میں جہنم کا حساب کرنے لگے)

ابن قوی

کعب بنابہ قوی کہ اس کو حمزہ کے ساتھ زیادہ بڑھا جاتا ہے (اور بطور حمزہ کے بھی یعنی واؤ پر ذر کے ساتھ اس کی تعمیر کے سبب میں اختلاف ہے۔

ابن غالب نصر

فہم قریش کا مورث اعلیٰ قوی بنابہ غالب کا اور غالب بنابہ فہم کا فہم اس کے باپ نے دیکھا تھا۔ کیونکہ قریش کے معنی ہیں حاش کرنا، ایک روایت یہ ہے کہ فہم اس کا لقب ہے اور اس کا فہم قریش ہے۔ مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ فہم بنابہ فہم اور قریش نام ہو کیونکہ قریش کے معنی ہیں حاش کرنا، کیونکہ منہ نہیں کا قول ہے کہ اس کا فہم قریش اس لئے دیکھا گیا کہ وہ حاش میں رہتا تھا کہ حجاج اور ضرار منہ تو میلوں کی ضرورت کا سراغ لگائے اور اس کی ضرورت کو اپنے مال سے ختم کر دے۔ اس کے بیٹے حاجیوں کی ضروریات کا سراغ لگایا کرتے تھے اور (اپنے پیسے سے ان کی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کا فہم قریش چل۔ بعض موزنیں کا قول ہے کہ قریش کا نسب حق ہو جاتا ہے اکثر موزنیں کہہ رہے ہیں کہ اس کا نسب بکھرتے ہیں کہ قریش کے اور دیکھو کہ نسب وہی اس بات پر مشفق ہیں کہ قریش فہم سے ہی پہلے ہیں (یعنی فہم قریش کا مورث اعلیٰ ہے) اور فہم حضرت ابو عبیدہ بن جریج کا چچائی پشت میں دلو اور ہے۔

فہم کا کفار نامہ اور عظمت۔ ابن کاتب ابن عبدکمال، ابن خثیر اور دوسرے قباہی کے ساتھ یمن سے نئے آیا تھا تاکہ کہنے کے بحر یمن لے جائے اور ان سے وہاں ایک بیت (بیت اللہ کی طرح) کا بنائے اور لوگوں کو اس کا حج کرنے کے لئے آواز دے۔ حجاج اور کعب کے مقام پر فہم اور کعب خیر ہوئی تو اس نے عرب کے قبائل کو اکٹھا کیا اور حجاج سے جنگ کرنے کے لئے لکھا اس نے جنگ کی اور حجاج کو گرفتار کر لیا پھر اور دوسرے قباہی کے لوگ جو اس کے ساتھ آئے تھے شکست کھا کر چلے گئے۔ حجاج تین سال تک قید رہا پھر اس نے اپنی جان بخشی کے لئے بہت سال دولت و مالورہائی حاصل کی۔ وہ تھے اور یمن کے دور مہمان سر کیا اس وقت سے عربوں پر فہم کی حیرت چلتی گئی۔ لوگ اس کی عظمت کرنے لگے اور اس کا نام بہت بلند ہو گیا۔

فہم کی قیمتی شہادت۔ فہم کے جو قول نقل کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹے غالب سے کہا تھا "فہم زوال جو تیرے ہاتھ میں ہے میرے لئے اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تجھے ذلیل کرے چاہے وہ مال میرا ہی جائے۔"

ابن مالک

فہم بنابہ مالک کا۔ اس کو مالک اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ عرب کا مالک ہو گیا تھا۔

ابن نصر

عبدلہ قریش کا بانی نصر۔ مالک بنابہ نصر کہیں کا لقب نصر اس کے من و حال اور خوبصورتی کی وجہ سے



چرا اس کا ہم قسم تھا؟ قصہ کے نزدیک قریش کا مورث اعلیٰ ہے۔ اسی لئے اس سے پہلوں میں سے کسی کی اولاد کو قریشی نہیں کہا گیا اور اس کی تمام اولاد کو ابن میں سے ایک مالک اور اس کی اولاد میں قریشی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اس حضرت عقیلہ سے قریش کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قریش نصر کی اولاد میں ہیں لیکن اس فیہار کہ نصر قریش کا مورث اعلیٰ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا تھا۔ مالک اور اس کی اولاد (یعنی نصر کے علاوہ دوسری اولاد) کو نصر اور اس کی اولاد قریش میں سے نہیں رہتے (کیونکہ اگر نصر کو جو نصر کا مورث اعلیٰ ہے قریش کا مورث اعلیٰ مان لیا جائے تو اس کے بھائی باپ، چچا، دوا کو قریشی نہیں کہا جاسکتا)۔

### ابن کنانہ

کنانہ ایک بلند مرتبہ انسان۔ نصر چاہے کنانہ کا۔ اس کو کنانہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بیٹا اپنی قوم کے لئے ایک بڑا بدلہ ایک روایت کے مطابق اس لئے کنانہ کہا گیا کہ یہ وہ اپنی قوم کی پرہیزگاری کو ہر طور ان کے اسر اور انہوں کی حفاظت کو جہاد پہ ایک نیک اور عظیم اثر جہت بزرگ تھا۔ اس کے علم اور بزرگی کی وجہ سے عرب اس کی مذہبیت کے لئے حاضر ہو کرتے تھے۔ وہ کہا کہ تافاک۔

نبی کے متعلق چشم گوئی۔ وقت آیا ہے کہ اسے ایک نبی ظاہر ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔ ان لوگوں کو اللہ کی طرف اور بھلائی، ایمان اور شریعت اخلاقی کی طرف جانے کا تمام اس کی بیرونی کرنا اس سے تمہدی عزت اور شرف میں اضافہ ہو گا۔ اور جو یہ کہہ دے کہ آئے اس کو مت پہنچاؤ گے کہ وہ حق اور سچائی ہو گی۔

کنانہ کا قول نبوی۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ کنانہ تھا کھانا کھانے کو پھینک کر تافاک (جس کی وجہ اس کی صحت و فیاضی تھی) مگر نبی ساتھ کھانے کو کوئی نہیں ملتا تھا تو ایک قند کھا پھر دوسرا ایک بخر پر اس کا تافاک اور اس نے اپنے سامنے رکھا جو اتفاقاً یہ وہ کھانا کھانے کو پھینک دینے کی وجہ سے کہ تافاک اس کے جو اقوال نکل گئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ :

”اکثر ظہری صورت باطنی کے خلاف ہوتی ہے جو اپنے صفت کی وجہ سے دھوکہ دیتی ہے لیکن اس کے خباثت کی برائی معلوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ظہری صورت سے بچو اور حقیقت کی تلاش کرو۔“

### ابن خزیمہ ابن ہمدان

ہمدان کے میں نور نبی کی جھلک۔ کنانہ چاہے خزیمہ کا اور خزیمہ چاہے ہمدان کا۔ ہمدان کا نام عمرو ہے۔ اس کو ہمدان نے کہا گیا کہ عمرو عزت و عظمت جو اس کے آباء و اجداد میں تھی اس نے حاصل کر لی تھی (ہمدان کے پائے اور حاصل کرنے والے کو کہتے ہیں ہمدان) میں آنحضرت ﷺ کا نور جھلکتا تھا شاید اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نور کا جس ہمدان میں نظر آتا تھا۔

### ابن ابیاس

ہمدان کے چاہے ابیاس کہ اس الفاظ میں الف کے نیچے ذمیر ہے۔ ایک روایت ہے کہ الف پر ذمیر ہے اور ایک روایت ہے کہ یہ بحر واصل ہے۔ اس قول کی نسبت جمہور کی طرف ہے۔

کبیر قوم۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ابیاس اس لئے ہوا کہ اس کے باپ صغریٰ بنت عرآنہ تھی مگر اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی (ابیاس کے معنی ماجوسی کے ہیں) مگر اس عمر میں اس کے چچا ہوا جس کا نام اس نے ابیاس رکھا۔

مقام ابراہیم دریافت کرنے والا۔ ایساں کی مشیت اپنی قوم میں بہت ہی ٹھیکہ یہاں تک کہ عرب اس کو کبیر قوم اور سردار خاندان کہا کرتے تھے اور اپنا کوئی معاملہ بھی اس کے بغیر طے نہیں کرتے تھے۔ یہ پہلا آدمی ہے جس نے قریشی کا جانور بیت اللہ میں بھیجا اور یکے بعد دیگرے آدمی یہ جس نے مقام ابراہیم دریافت کیا تو طوفان نوح کے وقت بیت اللہ کے ساتھ قریشی ہو گیا تھا ایساں نے اس کو بیت اللہ کے ذریعہ میں رکھا۔ حیات النبیؐ میں اسی طرح لکھا ہے اور یہ قاضی خود ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایساں کو برصیت کو اس لئے کہ وہ نماز میں قنڈ ایک روایت ہے کہ وہ قریش کا سودا اعلیٰ تھا اسی لئے اس سے پہلوئی ہو اور میں سے کسی کو قریشی نہیں کہا گیا۔ ایساں اپنی سب (یعنی راجہ کی بیٹی نسل اور اولاد) میں سے آنحضرت ﷺ کے تکیہ کی دعاء جو ریح کے دوران کی معروف دعاء ہے سنا کہ قنڈ ایک روایت ہے کہ وہ عرب میں آیا تھا جیسے لقمان عظیم (مشہور دانشمند) اپنی قوم میں تھے۔ یہ پہلا آدمی ہے جو بیل کی پکاری میں جتا ہو کہ سارا جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی نے جس کا نام خندف تھا وہ حدیث میں آیا اور اس کے بعد وہ بھرت کے بیٹے نہیں گئی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ خندف کے غم پر قریشی میں ایک کہلات بھی ہے۔

الکلی سحر

ایساں اپنے بیٹے میں سحر کے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قریش کے سودا اعلیٰ تھے اور اسی لئے ان سے پہلوئی کی اولاد میں کسی کو قریشی نہیں کہا گیا اس طرح قریش کے سودا اعلیٰ ہونے کے حلقہ پانچ قول ہو سکے۔ ایک روایت قصی کے حلقہ ہے، ایک نمر کے حلقہ، ایک نضر کے حلقہ، ایک ایساں کے اور ایک سحر کے حلقہ ہے۔ سحر الحرام والقب کی وجہ۔ ان کو سحر الحرام بھی کہا جاتا تھا اس لئے کہ جب انہوں نے ہران کے بھائی ربیع نے اپنے باپ کا ترک تقسیم کیا مثنیٰ خولہ کا (جو ان کا باپ تھا) تم سحر نے سونالے ایساں نے ان کو سحر الحرام کہا تھا اور ربیع نے مثنیٰ خولہ کے لئے اس لئے ان کو سحر۔ حدیث میں آیا ہے کہ سحر دو چیزیں ہیں سحر اور سحر۔

سحر دو چیزیں ممکن تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ربیع اور سحر کو برامت کو اس لئے کہ وہ دونوں مومن تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سحر کو برامت اس لئے کہ وہ ملت ابراہیم پر قنڈ ایک حدیث میں فریب ہے کہ سحر کو برامت کو کیونکہ وہ نبیؐ کی اسامیٰ پر قنڈ۔

سحر کے جو اقوال نقل کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

”جو شخص برائی ہو گئے گا وہ خدا امت اور خدا کی کا چل کاٹے گا۔“

(اقول)۔ مؤلف کہتے ہیں قریش کے کعبہ کی بنیاد رکھنے کے سلسلے میں ذکر آئے گا کہ ان میں اس میں

چند قریشی ہیں جو سریانی زبان میں قیس ان میں سے ایک قریشی تھے جس میں لکھا تھا

”جس نے بدائی ہوئی وہ خوش حالی کاٹے گا اور جو برائی ہوئے گا وہ خدا امت کاٹے گا۔“

اس کے بعد پوری قریش ہے جس کا ذکر آئے گا۔

اب عیدہ خبری کہتے ہیں کہ سحر کی قبر دوحاء کے مقام پر ہے اور زیارت گاہ ہے۔ دوحاء کا مقام مدینہ

سے دور (۲۰ میل) کی مسافت پر ہے۔ اللہ اعلم۔

حدی خوالی کا موجد۔ سحر کی کہنا ہے حدیثی اور محدث۔ یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے انہوں کے لئے

۱۔ حدیث فریب اس کو کہتے ہیں جس کے دعووں کے سلسلے میں کسی جگہ صرف ایک حدیثی آدمی ہو اور وہ ایساں کے ساتھ کوئی دوسرا جس روایت میں شریک نہ ہو ایک چیز دعووں میں ہر جگہ ایک سے زائد آدمی ہوں۔ عرب

حدی خوافی کی (حدی خوافی کے حلقے آگے تفصیل آ رہی ہے ایک مرتبہ یہ گرجے جس سے ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو وہ یہ کہہ کر چلائے گئے ہائے میرا ہاتھ اہلے میرا ہاتھ اس آواز پر وہاں چہ گاہ سے اونٹ دوڑ آئے۔ جب وہ ٹھیک ہو گئے اور اونٹ پر سوار ہوئے تو انہوں نے حدی خوافی کی، ایک روایت یہ ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے حدی خوافی کا طریقہ شروع کیا مسخر کا خاتمہ مسخر نے ایک دفعہ اس کے ہاتھ میں بستہ زور سے مارا تو وہ چلائے لگائے میرا ہاتھ اہلے میرا ہاتھ۔ اس کو آواز کو سن کر چہ گاہ سے اونٹ دوڑ آئے۔ کیونکہ حدی خوافی (یعنی اونٹوں کے لئے گانے) کے واسطے ضروری ہے کہ وہ سُرنائی توڑ میں ہو جس سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ اس کو سن کر اونٹ اپنی گراہی لگی کر لیتے ہیں اور حدی خوافی کرتے والے کی طرف بھاڑا ہوجھ ہونے کے باوجود جیڑی کے ساتھ کھینچے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ کبھی تو یہ لمبے واسطے بستہ قہڑی سی مدت میں ملے کر لیتے ہیں اور کبھی ایک دن کی مسافت میں تین دن میں چوری کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حکایت بھی مشہور ہے اس سلسلے میں جو یاد کر کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے اثر نے کہا ہے کہ حدی خوافی مستحب ہے۔

ذکر امام نووی میں چیز چلنے، طبیعت میں نشاط اور تازگی پیدا کرنے اور چلنے میں آسانی پیدا کرنے کے اسباب کے سلسلے میں ایک باب ہے۔ اس باب سے میں، بستہ قہڑی مشہور اجاڑ رہتا ہوں۔

### ابن نزل

عربی تحریر کا موجود نزل۔۔۔ مسخر بیٹے ہیں زار کے۔ فون پر ذر کے ساتھ۔ ان کی انھوں کے اور میان نور نبوی علیہ السلام یہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے گنگانہ میں عربی تحریر لکھی۔ امام احمد بن حنبل ان پر اگر رسول اللہ ﷺ کے نسب میں شریک ہوتے ہیں۔

### ابن سعد ابن ہریران

معلوم نسب نامہ کی حد۔ نزل بیٹے ہیں سعد کے اور سعد بیٹے ہیں ہریران کے۔ یہاں تک وہ نسب ہے جس پر علماء و اسباب (نسب کے ماہر علماء) آنحضرت ﷺ کے نسب کے سلسلے میں حلق ہیں۔

امامت عظمیٰ کی شرح۔۔۔ اسی وجہ سے ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ امام عظیم (یعنی امت کا قائد و جبار) ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ قریشی ہو۔ اگر وہ ضروری شرط جو امام عظیم میں ہونی چاہیے قریشی میں نہ موجود ہو تو پھر کوئی ہو۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر (مطلوبہ شرط) کے ساتھ کوئی شخص نہ ملے تو قریشی ہو چاہئے مگر قریشی نے ملے تو مد کی ہو مگر مد کی نہ ہو تو ایسا ہو مگر ایسا نہ ہو تو مصری ہو مگر مصری نہ ہو تو زہری ہو مگر زہری نہ ہو تو مدی ہو مگر مدی نہ ہو تو ہاشمی ہو اور اگر ہاشمی نہ ہو تو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہو۔ کیونکہ مدین سے لوہ کوئی گنجائش نہیں معلوم ہے اور مدین سے حضرت اسماعیلؑ تک نسب کو مخلوق کا ممکن نہیں ہے۔

سعد اور حضرت ارمیاہ۔۔۔ سعد کو سعد اس لئے کہا گیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے خلاف زبردست جنگ و جدل کیا اور جب کبھی کسی سے جنگ کی تو کامیاب و کامراں ہو کر لوہا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ کوئی عربی شخص نسب میں مدین اور قحطان سے بیحد نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مدین کی اولاد کو قحس کہا جاتا تھا اور قحطان کی اولاد کو یمن کہا جاتا تھا۔

بخت نصر سے سعد کی حفاظت۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ نے عرب پر شام بخت نصر کو مقرر کیا تو اللہ نے حضرت

اور میثاق کو حکم دیا کہ وہ معاہدہ بن کر اپنے رشتہ پر غنا کر وہاں سے لے جائیں تاکہ وہ اس مصیبت سے محفوظ رہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی بیعت سے ایک نبی کریم پیدا کروں گا جس پر رسالت کو ختم کر دیں گا۔ چنانچہ حضرت اور میثاق نے عیسائی کیا اور معاہدہ کو وہاں سے شام لے گئے۔ وہاں وہ نبی اسرائیل کے درمیان پناہ حاصل پھر جب قحط و بھوکا مچا یعنی سخت غم کی موت ہو گئی تو وہ عرب میں لوٹ آئے حضرت اور میثاقی اسرائیل کے ایک نبی ہیں۔ یہ وہ نبی اہل قوم کو تخلیق حق کرتے رہے مگر قوم نے ان کی طرف توجہ نہ کی آخر وہاں ہی رہ کر انہوں نے قوم کو چھوڑ دیا اور وہاں ہی رہ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شاہد بنفہ غم کو اس قوم پر مسلط کر لیا اس نے ان سے جنگ کی اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے اس کو چارہ سال تک کر دیا اور نبی صیہ صریا

اور میثاق اور بیت المقدس کی آباد کاری۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اور میثاق کے پاس نبی بادل فرمایا کہ تم بیت المقدس کو دوبارہ بسائیں گے تم وہاں چلو۔ یہ وہاں پہنچے۔ وہاں ان کے دل میں خیال آیا کہ اس عمارت کے بعد یہ کیسے بسے گا اور یہ مردے کیسے زندہ ہوں گے وہاں کی بعد یہ ایک حجر پر سر رکھ کر سو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا ہی میں مردوں کے زندہ ہونے کا نشان دکھانے کا ارادہ کیا چنانچہ یہ سو گئے اور اپنے پاس ہی اپنے کھانے پینے کا سامان رکھا اور وہیں اپنا سواری کا گھوڑا باندھا اس کے بعد اللہ کے حکم سے یہ سو (۱۰۰) برس کے بعد جا گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ان سے کیا کیا دن یا کچھ تم اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھایا کہ تم سو (۱۰۰) برس ہوئے ہو مگر اپنے کھانے پینے کا سامان دیکھو جو نہ سڑا نہ گلا۔ اور کہو کہ کوئی کس طرح تم اس کی بنیادوں کو ترتیب دے کر اور اس پر گوشت چڑھا کر اس کو پھر زندہ کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (یہ پھر اللہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ ص ۳ کو ص ۲ میں اس آیت میں ذکر ہے) *وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَمَنْ لَمْ يَرْجُ عِندَ رَبِّهِمْ الْيَوْمَ أَنْ يَخْلَقَ لَكُمْ سِمًا* کہ یہ حضرت اور میثاق کا اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ ۳۲۱۳۳

معاہدہ عدنان کا دور..... عدنان حضرت یحییٰ کے زمانے میں قحط ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں قحط تھا لیکن جڑ کہتے ہیں کہ یہی ہوا ہے (یعنی موسیٰ کے زمانے میں ہونا) طبری میں اور امام باقر سے جرات نقل کی گئی ہے اس سے پہلا قول (یعنی یحییٰ کے زمانے میں ہونے کا انکار ہو جاتا ہے) کیونکہ باقر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب معاہدہ بن کر وہاں کی لڑا اور پانچ سو برس تک پہنچ گئی تو یہ موسیٰ کی جماعت پر چڑھ رہے اور انہیں لوٹ لپٹ حضرت موسیٰ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہی نازل فرمائی کہ ان کے لئے بد دعا وامت کر داس لئے کہ ان سے ایک نبی نکلتی پیدا ہوں گے جو بشر و خیر ہوں گے (یعنی جنت کی پستل دینے والے اور جہنم کے خطاب سے ڈرانے والے) اللہ ع۔ اس کے بعد یہ بات ممکن نہیں ہے کہ معاہدہ یحییٰ کے زمانے تک زندہ رہا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل نبی اللہ کی اولاد میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قوم جرہم اور قوم عقیل اور قحط کی بن کی طرف ان کے والد حضرت ابراہیم کے زمانے میں بھیجا تھا اسی طرح حضرت اسماعیل کے بھائی حضرت اسماعیل کو اہل شام کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب کو حضرت ابراہیم کی زندگی میں کھان کے باشندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اس طرح یہ تین بزرگ حضرت ابراہیم کی زندگی میں کھان کے باشندوں کی ہدایت کیلئے بھیجا تھا اسی طرح یہ تین بزرگ حضرت ابراہیم کے زمانے میں تشریف ہوئے۔ بعض مؤرخین

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کا فرعون مخالف میں سے تھا اور ان ہی میں سے حضرت یحییٰ بن زکریا اور یونس بن زکریا اور ابراہیم اور آخضر علیہ السلام کی درمیانی پڑتیں۔۔۔ حضرت اسماعیل اپنے باپ کی انگوٹھی لوٹا دے جسے وہ اس وقت پیدا ہوئے جبکہ ان کے والد کی عمر ستر سال ہو چکی تھی۔ حضرت اسماعیل متاہرہ اور متام ایلیا کے درمیان پیدا ہوئے۔ عدنان اور اسماعیل کے درمیان چالیس (۴۰) باپ یعنی پچیس ہیں ایک روایت کے مطابق پچیس (۳۷) باپ ہیں مگر ابو حنیفہ نے سفر میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم آخضر علیہ السلام کے اکتیسویں (۳۱) بھائی تھے۔ یہاں تک ابو حنیفہ کا حوالہ ہے۔

حضرت اسماعیل اور عربی زبان۔۔۔ یہ بات ظاہر ہے کہ توکم کی لوہا میں حضرت اسماعیل پہلے کوئی ہیں جن کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ عربی زبان میں اس کے معنی اللہ کے فرزند اور بندے کے ہیں اور اسماعیل پہلے کوئی ہیں جنہوں نے عربی زبان یعنی فصیح و بلیغ عربی بولی وہ عربی زبان کی اصل بنی جڑ ہم میں سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کو اللہ کے ذریعہ فصیح و بلیغ اور صاف عربی سکھائی اور وہ عربی زبان ہوئے۔

حدیث میں ہے کہ پہلے کوئی جو فصیح و بلیغ اور صاف عربی روانی کے ساتھ ہوئے حضرت اسماعیل ہیں جن کی عمر اس وقت چودہ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیم کی کنے میں آئے۔۔۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم باہرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل کو لے کر برحق کے ذریعہ آئے اور اپنے ساتھ پانی کا مٹیکڑہ اور گجڑ کا قھلا لائے۔ جب انہوں نے ان دونوں کو کنے کے علاقے میں اندر دھار دیا جس جگہ تو حضرت باہرہ ان کے پیچھے چلے ہوئے کئی تھیں۔

”کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس بچے کو اس وحشت ناک ویرانے میں چھوڑ دیں جہاں کوئی دوست اور نگہبان نہیں ہے؟“

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ ”ہاں! حضرت باہرہ نے کہا کہ تمبہ، ہمیں صلاح نہیں ہو سکتی ہے۔“

باہرہ دو زبان صحرا میں۔۔۔ حضرت باہرہ گجڑ کا کھڑا ہو پانی پی کر گڑا کر دیتی ہیں یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا۔

اللہ نے حضرت ابراہیم سے ان دونوں کو وہاں بھر اسود کی جگہ پر اتارا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت ابراہیم اپنی عمر کے سو (۱۰۰) سال پر سے کہہ چکے تھے۔

عرب اکین اور ملک اکین۔۔۔ یہ روایت کہ حضرت اسماعیل پہلے آدمی ہیں جنہوں نے فصیح عربی زبان بولی اس روایت کے خلاف نہیں ہے کہ عربی میں بات کرنے والا آدمی عرب اکین تھا۔ یہ قطعی پہلا آدمی ہے جس کو اکین اللہ (یعنی قوم اسات سے متعلقہ کر دیا گیا ہے عرب کا ایک گروہ ہے جس کا استعلا سب سے پہلے قطیف پر کیا گیا اور اس قوم میں اکینا (یعنی صحیح عربوں کا قہقہہ سلام ہے اس عرب کو اکین بھی کہا گیا) یعنی یہ کہتے والے اس لئے کہ قبیلہ خدا حضرت ہوئے اس سے کہا تھا کہ تم میرے قبیلہ میں سب سے زیادہ بڑے کہتے والے ہو۔

ملک اکین کا نام اکین اسی لئے پڑا کہ اکین وہاں جا کر اترا تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس نے اشعلہ اور جز کے (درجہ شامی کی) وہ قسم ہے جس کے ذریعہ سبازیل کو جنگ پر ابھلا جاتا ہے ایک روایت یہ ہے کہ اکین کو اکین اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ کعب کے اکین یعنی وائیں چاہے۔

کہا جاتا ہے کہ پہلے آدمی جنہوں نے عربی میں غزیر لکھی حضرت اسماعیل ہیں۔ صحیح ہے کہ جس

نے پہلی بار عربی میں تحریر لکھی وہ زبور میں مصد ہے جیسا کہ یہاں ہو چکا ہے۔

کلام عربی اور کوثر و اسما علیہ۔ ایسے ہی یہ روایت کہ فصیح عربی میں بولنے والے پہلے کوئی اسماعیل ہیں، اس روایت کے خلاف نہیں ہے کہ پہلی بار حضرت کوثر نے جنت میں عربی بولی کیونکہ جب ان کو زمین پر اتار دیا تو یہاں وہ سریانی زبان بولتے۔ روایت ہے کہ سریانی زبان کا نام سریانی اس لئے چڑا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کوثر کو یہ زبان فرشتوں سے ملی کہ کہہ سکی اور ان کو اسی زبان میں کلام کر لیا۔

بار و اہم کے زبانوں سمجھنے اور کوثر۔ ایک روایت ہے کہ پہلے تو ہی جنہوں نے عربی، فارسی، سریانی، عبرانی اور یونانی زبانوں کو سیکھی، عربی، فارسی، انگریزی، ہندی اور چینی زبانوں میں سمجھنے اور بولنے کے وہ حضرت کوثر ہیں۔ انہوں نے یہ سمجھنے سیکھی کہ کھس اور اس کا کیا ہے۔ جب طوفان نوح میں زمین غرق ہوئی تو اس کے بعد ہر قوم کو ایک ایک مجدد مل گیا اور انہوں نے اس کو سکھا۔ حضرت اسماعیل کو محمد عربیؐ ملا۔ اور ان تک یہ روایت ہے کہ پہلے کوئی جنہوں نے کلم سے سکھا اور یمن میں تو اس سے مراد خدا ہی ہے۔ (ارض ایک علم ہے جس میں روایت پر گھیریں سمجھ کر آئندہ کے احوال معلوم کرتے ہیں۔ یہی مقصد یہ ہے کہ حضرت اور یمن سب سے پہلے تھے والے اس لحاظ سے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے علم ازل کے دانے بنائے اس لحاظ سے نہیں کہ انہوں نے کلم سے تحریر لکھی کہ۔

عربی مصد اور عربی عاریہ۔ ایک روایت ہے کہ جس نے عربی مصد میں بات کی وہ اسماعیل ہیں۔ عربی مصد قریش کی عربی ہے جس میں قرآن مجید چل رہا تھا۔ قرآن اور عبرانی عربی اسماعیل سے پہلے کی ہے۔ جو شخص قرآن اور عبرانی عربی بولتا ہے اس کو عرب عاریہ (یعنی خالص عربی لوگ) کہا جاتا ہے اور اسماعیل کی عربی بولنے والے کو عرب مستور (یعنی عربوں میں داخل ہونے والے لوگ) کہا جاتا ہے جی جہاں وہ ہیں وہاں کی زبان ہے۔ ایک قول ہے کہ جو اچھی طرح عربی بول سکتا ہے وہ فارسی نہ بولے کیونکہ یہ خلق کا نیا بولی ہے۔

اصحاب کتب کی زبان۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اصحاب کتب تمام کے تمام علمی (یعنی غیر عرب میں سے) تھے مگر وہ صرف عربی زبان میں ہی بات کرتے تھے۔ ان حضرات کو زبور اور العبدی کہا جاتا ہے (اصحاب کتب اور شہداء قیام کے دوزخ تھے اور مؤمن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ زبور اور العبدی ایک ایسا لفظ ہے جس میں تمام اصحاب کتب کے ناموں کے پہلے حروف جمع کر دیئے گئے ہیں مگر ان حضرات میں سے جن چند کے نام حضرت کوثر ہیں انہیں سب کے حروف اس میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً مرقس، عیسیٰ، یوحنا، بابائیل، اس کا تفسیر اس بات کا ہے کہ ہم قیام قیام میں اس کے دوزخ تھے۔

عربوں میں آنحضرت ﷺ کی فصاحت۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں حرف خدا ہوں اور میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہاں ہی سے مراد اسی شخص کی کوئی اصل نہیں ہے (یعنی عام عربی بولنے والے مراد ہیں جس کا مطلب عرب ہیں) اسٹی کے لحاظ سے یہ درست ہے اس لئے کہ سنی یہ قول ہے کہ میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ کیونکہ صرف عرب ہی حرف خدا بولتے ہیں ورنہ یہ حرف ان کے ذہن کی زبان میں نہیں پایا جاتا۔

حضرت اسماعیلؑ اور کوثرؑ سے سولاری۔ اسماعیل پہلے انسان ہیں جنہوں نے کوثر سے پر سولاری کی۔ اس وقت تک کوثر سے وحشی جانوروں میں سے تھے اسی لئے ان کو عرب کہا گیا اس بناء پر جو آگے یہاں ہو گی۔

گھوڑے سواری کے لئے حکم جوی **جھنچھ**۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا گھوڑوں پر سواری کرو اس لئے کہ وہ کھدے باب اسامین کی میراث ہیں۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسامین پر وہی جدول قرآنی کہ وہ مقام ابیدہ کی طرف جائیں یہ ایک مشہور مقام ہے اور اس کا نام ابیدہ اس لئے ہوا کہ یہاں قبیلہ عاصی کے سو (۱۰۰) نہایت ابیدہ یعنی معجزین کو قتل ہوئے تھے (چنانچہ اسامین کو حکم دیا گیا کہ ابیدہ پہنچ کر کھدو یا گھوڑوں سے پاس فرست آئے گا۔ حضرت اسامین ابیدہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عمارت عاصی کی انہوں نے وہ عمارت گالی تو سر زمین عرب پر کوئی گھوڑا ایسا باقی نہیں رہا جن کے پاس نہ تھی کیا وہ اور ان کے سامنے سر جھکا کر اپنے آپ کو ان کے حوالے نہ کر دیا ہو، انکو اللہ تعالیٰ نے اسامین کے لئے ذلیل اور عاج کر دیا تھا اس لئے ان گھوڑوں پر سواری کیا کہ وہ اور انہیں چارہ کھلایا کہ وہ کھدو یا مٹ خمد وے کہتے ہیں اور کھدے باب اسامین کی میراث ہیں۔

**گھوڑے کی تخلیق اور حرکات**۔ حافظ سیوطی نے گھوڑوں سے مطلق اپنی ایک کتاب میں جس کا نام "فخر اللہ فی علم الفیل" ہے ذکر کیا ہے۔ نیز "عرائس" میں بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہواؤں سے لڑنا فرمایا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں اس کو میرے تابعدار بنوں کیلئے عزت بخاؤں اور میرے دشمنوں کیلئے ذلت کا سبب کر دوں اور میری طاقت کرنے والوں کیلئے صحت و راحت بخاؤں۔ جنوب کی ہوائے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے۔ ان قدر مطلق نے ایک منگی مٹی لٹائی اور گھوڑے کی تخلیق فرماد۔ پھر اس سے لڑنا فرمایا کہ میں نے تجھے عربی بنا کر پیدا کیا ہے اور تیری پیشانی میں خمد وے کہتے ہادی ہے اور انہوں کو تیری پیٹ پر فتح کر دیا ہے اور تیرے اوپر تیرے مالک کو صبر بان کر دیا ہے۔ اور تجھے ایسا بنا دیا ہے کہ تو بغیر پردوں کے اسے گاہیں تو مقصد حاصل کرنے کے لئے بھی ہو گا اور بھاگنے کے لئے بھی ہو گا۔

**حضرت سلیمان کا گھوڑا**۔ وہاب سے روایت ہے کہ سلیمان سے کہا گیا کہ ایک سیاہ اور سفید دونوں والا گھوڑا ہے جس کے پر ہیں جن سے وہ اڑتا ہے اور قال پانی پر اڑتا ہے۔ سلیمان نے شاہین سے فرمایا کہ اسے میرے پاس لکھو، وہ گئے اور انہوں نے اس شخص سے جس پر وہ پانی پینے کے لئے اترتا تھا اثر ابدالہ دی واس گھوڑے نے جب وہ پانی پیا تو وہ وہی ہو گیا انہوں نے اس کو باندھ لیا اور سو حملہ برپاں تک کہ وہ انہیں ہو گیا۔

**حضور ﷺ کا خرگوشہ پر دل گھوڑا**۔ کہا جاتا ہے کہ مگن ہے یہ وہی گھوڑا جو جس کے مطلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مجھے سدا یہ نیکی انہیں ایک سیاہ اور سفید گھوڑے پر لا کر دی تمہیں جس کو چر کلن میرے پاس لے کر آئے تھے۔"

**حضرت کوثر کی پسند اور گھوڑا**۔ ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کوثر کے سامنے اپنی تمام مخلوقات پیش کیں تو ان سے لڑنا فرمایا کہ میری مخلوقات میں سے جو چیز بھی تو چاہے اسے پسند کر لے۔ کوثر نے گھوڑے کو پسند کر لیا اس پر ان سے فرمایا گیا، تو نے وہ چیز پسند کر لی جو تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے مروت ہے جب تک وہ سوچ رہے ہیں گے یہ بھی سوچ رہے ہیں گے کہ وہ ابی رہے ہیں گے یہ بھی باقی رہے ہیں گے۔

**گھوڑے کی تخلیق آدم سے پہلے**۔ یہ روایت واضح ہے کہ گھوڑے، کوثر سے پہلے پیدا کئے گئے۔ لام تک

سے دریافت کیا گیا کہ گھوڑے کو تم سے پہلے پیدائش کے بعد میں اور کیا پہلے پیدائش کے بعد انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کو ماننے ہیں کہ گھوڑے حضرت کو تم سے پہلے پیدائش کے لئے کہ چہ جائے، حضرت کے رد پیدائش کے ہیں اور کو تم بعد کے دن مصر کے بعد پیدائش گئے ہیں، نیز یہ کہ فرج میں ہمارے پہلے پیدائش نہیں جس کی وہ نہیں ہیں۔ ایک قویہ کہ فرخرف ہوتا ہے ہمارے اور دوسرے یہ کہ نرکی حرارت ہمارے کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتی ہے، اسی وجہ سے حضرت کو تم کی تخلیق حضرت حوا سے پہلے ہوئی۔ یہ بات قابل غور ہے۔

گھوڑے کے اعضاء۔۔۔ امام سمیعی نے ذکر کیا ہے کہ گھوڑے کے تین عضو ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر عضو کام میں نہ کسی پر نہ کسی کے کام پر ہے۔ اس بات کو امام سمیعی نے بھی ذکر کیا ہے اور ان کاموں کو بیان کیا ہے۔ ان کاموں میں سے کچھ یہ ہیں:-

ان کے کاموں کی ندرت: کرکس، شتر مرغ، قحطی (ایک پر نہ سے کام) نکمی، چناب، گواگوت اور شکر۔ کہتے ہیں کہ جن میں کچھ تو اعضاء ہر دو دوسرے (مختلفے شکل) ہوتے ہیں جیسے پتہ پتہ۔ یہ سواویہ کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ کچھ اعضاء ہر دو دوسرے (مختلفے رنگ) ہوتے ہیں جیسے دماغ۔ یہ اٹم کے قائم مقام ہوتا ہے۔ کچھ اعضاء ہر دو دوسرے (گرم شکل) ہوتے ہیں جیسے قلب جو صراط کا قائم مقام ہوتا ہے اور کچھ اعضاء ہر دو دوسرے (گرم رنگ) ہوتے ہیں جیسے ہجر جو خون کے قائم مقام ہوتا ہے (یعنی اسطفا میں یہ چار مصلحتیں مبینہ سواویہ مفراہ، قائم اور دماغ کا حراست ہوتی ہیں)۔

گھوڑوں پر حضور ﷺ کی شفقت۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو ہر دوں کے بعد سب سے زیادہ شفقت گھوڑوں پر تھی۔

گھوڑوں کی دعاء۔ ایک روایت ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں گھوڑا نہ دعا میں ملے گا کہ:-  
”خدا یا تو نے مجھے امن کو تم کے لئے سزا کیا ہے (یعنی مجھے اس کا نام دیا ہے) اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ! ایسی تو مجھے اس کے لئے اس کے کمر دلو اور دلو اور سے زیادہ محبوب بنا دے۔“  
کسی دانشمند سے سوال کیا گیا کہ کون سا مال سب سے زیادہ باکرات اور اعتراف ہے۔ اس نے کہا کہ گھوڑا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ گھوڑے کی چوہ پلو ہے اور اس کا بیت قرآن۔

حرف ظلمات کے گھوڑے۔ حدیث میں ہے کہ سکندر اور حضرت نبیؐ نے جب غلامت کے اندر میرے ملکات سے آپ نبیؐ کی عاشق میں جاتے کارواہ کیا تو اس نے ہم چہا کہ کون سا چہا ہے رات میں سب سے زیادہ کچھ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا گھوڑا۔ پھر اس نے ہم چہا کہ کون سا گھوڑا انہوں نے کہا کہ۔ پھر اس نے ہم چہا کہ کون سی ہمارے سب سے زیادہ نیک کتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جواب تک یہائی نہ ہو۔ اس پر وہ اکثر میں نے اپنے فکرمیں سے اسی قسم کے چہا جو گھوڑے میں ہے۔

حضرت اسماعیلؑ اور عربی کمان۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو قوس عربی یعنی کمان دی تھی وہ جس چیز پر بھی (اس سے) تیر چلاتے تھے فکڑ پر لگا تھا۔ حدیث میں ہے کہ اسماعیلؑ کی اولاد تیر انداز قوس کیا کر اس لئے کہ خدا نے باپ اسماعیلؑ تیر انداز تھے۔

تیر اندازی کے لئے حکم نبوی ﷺ۔ یہ بات آپ ﷺ نے اس جماعت سے کہی جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہی تھی۔ آپ ﷺ وہاں سے گزرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھیل بہت عمدہ ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے وہ



تھی مرتب فرمائی۔ بعض روایات میں اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ”تم میرا چلنا اور میں نکالنا عصمت کی طرف سے شریک ہو جاؤں گا۔“

تیسرا انگلیسی حضور ﷺ کا محبوب شغل۔۔۔ پھر آپ ﷺ ان میں سے ایک فریق کے ساتھ شریک ہو گئے (آپ ﷺ کے شریک ہونے کے بعد انہوں نے تیسرا اندازی بند کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے تم نے تیسرا چاہنا بند کر دیا انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ ہم کیسے تیسرا چاہیں آپ ﷺ ان کے ساتھ ہیں جب وہ ہم پر تیسرا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پچھتم تیسرا چاہنا میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے بخاری نے وہاں کی جگہ میں اس حدیث میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہاں پورے دن تیسرا اندازی کرتے رہے اور آخر میں برابری پر تکمیل قسم ہو ان کوئی بھی دوسرے کو شکست نہ دے سکا۔

ایک حدیث ہے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تکمیل گھوڑے سواری اور تیسرا اندازی ہیں (گو کہ) تیسرا اندازی اور گھوڑے سواری کیا کہ اور تمہارا تیسرا اندازی کرنا مجھے گھوڑا سواری سے بھی زیادہ پسند ہے۔ بہترین فیصلہ۔۔۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین تکمیل گھوڑے سواری کرنا اور تیسرا اندازی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ کوئی جو کچھ بھی کھیلتا ہے سب قلوبے سوائے کھان سے تیسرا اندازی کے اور اپنے گھوڑے کو سدھانے کے یا پانی پانی کے ساتھ دل لگی کرنے کے اس لئے کہ یہ ان کا (یعنی بیچاروں کا) حق ہے۔ تیسرا انگلیسی کی فضیلت۔۔۔ ایک حدیث ہے کہ اپنی اولاد کو سیر و سیاحت اور تیسرا اندازی سکھانا ایک روایت میں ہے کہ اپنی اولاد کو تیسرا اندازی سکھانا اس لئے کہ یہ دشمن کی شکست ہے۔

یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ تیسرا اندازی سیکھو اس لئے کہ (۲) لڑائیوں کے دور میں ان جو جگہ ہے وہ بہت کے باغوں میں سے ایک ہوتا ہے۔

تیسرا انگلیسی کی تعلیم کا حکم۔۔۔ ایک حدیث مرفوعہ ہے کہ بیٹے پر باپ کا حق ہے کہ اس کو کھانا سکھائے۔

سیاحت کی تعلیم دے اور تیسرا اندازی سکھائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے تیسرا اندازی سیکھی اور پھر اسے بھلا دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (جس نے تیسرا اندازی سیکھ کر بھلا دی اس نے ایک نکتہ کو نظر انداز کر دیا)

حافظ ابن سیرین کہتے ہیں کہ تیسرا اندازی سے متعلق بہت احادیث ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے تیسرا اندازی سے متعلق ایک کتاب مرتب کی ہے جس کا نام ”غریب الکتاب فی الری بہت عجب“ رکھا ہے۔

تیسرا انگلیسی بہ غیبت جہاد مستنون۔۔۔ عرائس میں ذکر ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کفار کے بہت شوقین تھے خاص طور سے یہ عداوت کے کفار کے اور گھوڑے سواری کے اس طرح تیسرا اندازی کے اور زور آزمائی کے۔ تیسرا اندازی میں اگر جلد کی چٹاری کی نیت کرنی جائے تو یہ بہت ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔ حدیث مرفوعہ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے دواویوں کا سلسلہ برآمد است حضور ﷺ تک پہنچا ہوا اور جس

کی سند خود آنحضرت ﷺ پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ مرتب۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَوْلٰی الْعَظِیْمِ فِیْ كُلِّ وَاْقَعٍ (۱۰۰)

(ترجمہ) اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے تمھیں اس سے اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے سامان و دست درگھ۔ (سورہ انفال پ ۱۰۰ کو آج ۳)۔

نیز آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ۔

”کہ زور و طاقت تو حق اندازی میں ہی ہے۔“

اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ زور و طاقت کے اظہار کے لئے تو زور بھی درست طریقے میں صرف حق اندازی کو ہی طاقت کا ذریعہ کیوں بنایا گیا ہے مگر اس کا یہ سہ یا نہیں کہ صرف ایک ذریعہ طاقت ہے بلکہ یہ پند یہ کی کا اظہار ہے چنانچہ مطلب اس بات کو محسوس کر کے لکھتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ خج عرقات میں قیام کا نام ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ خج صرف عرقات کا نام ہے کیونکہ خج تو طواف، سعی اور دیگر غیرہ سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اس لئے یہ صرف اہمیت کا اظہار ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے وَأَمَّا وَفَقَّحْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ کی تفسیر میں حق اندازی، تکویر چلاؤ اور ہتھیاروں کا ذکر کیا ہے۔ حافظہ سید حتی سے یہ چھایا گیا کہ کیا (جو کہ جو حرم کے پاس ہے صبر کا طبع شدہ ہے مگر طبع کا نام نہیں ہے اس میں یہ عبادت نہیں مگر بغیر خبر کے قسم ہوئی ہے چاہے اور کھج کرنے والوں نے بھی اس غلطی کو محسوس کیا اور کتاب کے حاشیہ پر اس شخص کے متعلق نوٹ دیا ہے۔ کتب خانہ دارالعلوم مدینہ میں اس کتاب کا مطبعی نسخہ بھی ایک نسخہ ہے جو اس نسخے سے مختلف ہے جو حرم کے پاس ہے مگر یہ عبادت اس میں بھی ایسی طرح ناقص ہے اور کھج کرنے والے نے اس میں بھی حاشیہ پر اس کے متعلق نوٹ دیا ہے (طبری اور مسعودی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ قوس عربیہ (کمان) اسے سب سے پہلے جس شخص نے تبر اندازی کی وہ حضرت کوثمؓ ہیں۔

آوٹم کی قوس عربی اور جر نکل اس کا استخراج یہ ہے کہ جب جنت سے تیار دیکھ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت کوثمؓ کو یقین پازی کا حکم دیا اور انہوں نے یقین شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ (۲) بار بے نیچے دے دیے۔ جو جنت حضرت کوثمؓ کی حالت میں ڈالتے ہیں پر وہ اس کو (یعنی میں سے) نکل کر کھایا۔ حضرت کوثمؓ نے اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی قوس کے پاس جر نکل آنے میں کے ساتھ میں ایک کمان بھی ایک تانت بھی اور دو جیر تھے۔ آوٹم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اسے جر نکل حضرت جر نکل نے اس کو کمان دی اور کہا کہ یہ اللہ کی قوت ہے۔ پھر تانت دی اور کہا کہ یہ اللہ کی شدت ہے پھر دونوں تیرا دیکھ کر کہا کہ یہ اللہ کا ظہر ہے۔ اس کے بعد حضرت جر نکل نے کوثمؓ کو جیر اندازی سکھائی۔ پھر کوثمؓ نے دونوں پر مدوں پر جیر چلاؤ اور انہیں مدوید۔ حضرت کوثمؓ نے ان دونوں تیروں کو اپنی عثمانی میں ہتھیار بنائے رکھا۔ اور جب (عثمانی سے) لوہشت ہوئی تو یہ تیرا ان کی دلجوئی کا سامان بنے۔ (یہی قوس عربیہ یعنی کمان عربی ہے) پھر یہ قوس عربیہ پر بنام ضیل اللہ کے پاس پہنچی۔ پھر ان کے بیٹے حضرت اسحاقؓ کے پاس پہنچی۔ یہ روایت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ ابراہیمؑ کی کمان اسی ہے جو کوثمؓ کو جنت سے بھیجی تھی اور انہوں نے اس کو ابراہیمؑ کے لئے ذخیرہ کر دیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی کمان۔ یہ بات بعض دوسرے مؤرخین کے قول کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کی کمان اس (یعنی کوثمؓ کی کمان) کے علاوہ ہے اور یہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے جنت سے بھیجی تھی۔ اس

کا جواب حافظ سہمائی نے اس طرح دیا ہے کہ میں نے (اس مسئلہ کے حلق) بعد از طبری میں حضرت ابو جہر حضرت ابراہیم بن ابی ہریرہؓ بھی فرما دیے ہیں۔ اس کا صحیح ہونا بعد ازاں نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے حضرت کو تم کو ساری چیزیں سکھائی تھیں۔

اولین کتاب اساذیر ایہیم ذکر کیا گیا ہے کہ ابن ابی الدیائہ نامی تہر اندازی سے حلق کتب میں ضحاک ابن حزام کے واسطے سے بیان کیا ہے جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا پہلے کوئی جنہوں نے کہا میں نے حضرت ابراہیمؓ میں اسوں نے حضرت اسماعیلؓ اور حضرت اسحاقؓ کے لئے وہ (۴) کتابیں بھیجیں اور وہ دونوں ان سے تہر اندازی کیا کرتے تھے۔

حضرت اسحاقؓ اور قوم لوطی۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابراہیمؓ کے یہاں حضرت اسحاقؓ کی پیدائش اسماعیلؓ کے تیرہ سال بعد اور ایک روایت کے مطابق چودہ سال بعد ہوئی۔ حضرت اسحاقؓ کی والدہ سارہ کے یہی اسحاقؓ کا اصل اس وقت میں نصر اہلس میں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو تباہ کیا۔ اس وقت سارہ کی عمر قریب (۹۰) سال تھی۔

جاننا کہ ابن شداد میں مرفوعاً روایت ہے کہ قوم لوط میں لوطیت (یعنی ہم جنسی) کا فعل بہ مردوں کے مقابلے میں مردوں میں چالیس سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد عورتیں مردوں سے بھی جنسی تعلق حاصل کرنے لگیں اور مرد مردوں سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو تباہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ قوم لوط کا یہ فعل بہ (یعنی ہم جنسی) تھا اور وہیں میں سوائے گدھے اور خنزیر کے اور کوئی نہیں کرتا۔ اور جس نے سب سے پہلے قوس داری وہاں قادی (کو اختیار کیا وہ نرود ہے۔ ان دونوں واقعوں میں مطابقت قابلِ غور ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابراہیمؓ وہ پہلے کوئی ہیں جنہوں نے ان قوموں کے ختم ہو جانے کے بعد پہلی بد قومیں بنائی ہوں اس طرح یہ روایت اشاعت ہو جاتی ہے۔

بنی اسماعیل میں خالد بنی۔ یہ تو معلوم ہے کہ حضرت اسماعیلؓ حضرت ابراہیمؓ کے بیٹے ہیں عربوں میں سے حضرت اسماعیلؓ کے بعد سوائے آنحضرتؐ کے کوئی نبی بھی مستقل شریعت لے کر نہیں آیا۔ چنانچہ خالد ابن سلمان کا حلق ہے جیسا کہ بعض روایات ہیں تو وہ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔ مگر بعض منہ نہیں کہتے ہیں کہ بنی اسماعیل میں آنحضرتؐ سے پہلے سوائے خود حضرت اسماعیلؓ کے کوئی نبی نہیں ہوا۔ البتہ جو ہوئے وہ مستقل شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کو رد فرما رکھنے کے لئے آئے۔

حضرت خالد اور عرب کی آگ۔ حضرت خالدؓ کے اور عیسیٰؑ کے درمیان تین سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ حضرت خالدؓ ہی ہیں جنہوں نے وہ آگ بجھائی تھی جو کے لورہ بنے کے درمیان جنگل میں اپنا تک بھڑک اٹھی تھی اور قریب تھا کہ کچھ سیوں یعنی آتش پرستوں کی طرح عرب بھی اس آگ کی وجہ پا کر نہ تھکتے۔ اس کے شعلے (اسے بلند ہوتے تھے کہ) آٹھ دلت کے فاصلے تک سے نظر آتے تھے۔ بھی کبھی اس میں سے ایک گردن باہر نکلتی اور وہ زمین کی طرف جاتی اور جو چیز وہاں ہوتی اسے کھا لیتی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت خالدؓ ابن سلمان کو اس آگ کے بجھانے کا حکم دیا۔ یہ آگ ایک کنوئیں میں سے نکلا کرتی تھی اور پھر پھیل چلا کرتی تھی۔ چنانچہ جب آگ نکلی اور اس کے شعلے پہلے تو حضرت خالدؓ ابن سلمان اس کو (بجھانے کے لئے) لے جاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

”دب جا ادب جا ادب نے جاہت پائی۔“

اس کے ساتھ ہی آگ بجھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ (بجھتے بجھتے) آگ کنویں میں اتر گئی۔ حضرت خالد اس کے پیچھے پیچھے کنویں میں اترے۔ کنویں کے اندر انہوں نے چوتھے دیکھے، انہوں نے ان کنویں کو بھی بدھو آگ کو بھی بدھا کر بھجوا دیا۔

خالد کی بددعا اور آگ۔ کہا جاتا ہے کہ اس آگ کے نکلنے کا سبب بھی خود حضرت خالد ہی تھے۔ کیونکہ انہوں نے جب اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا تو قوم نے ان کو بھٹکایا اور کہا کہ تو ہمیں دوزخ کی آگ سے ڈراتا ہے اگر تو اس آگ کو ہم پر عذاب کی صورت میں پھیلا کر دکھا دے تو ہم تیری اطاعت کر لیں گے۔ حضرت خالد نے وضو کیا اور اللہ سے دعا کی کہ

”اے اللہ! میری قوم نے مجھے بھٹکایا ہے اور وہ اس وقت تک بھٹک رہے ہیں انہیں نہیں لائیں گے جب تک کہ تو اس آگ کو ان پر عذاب کی صورت میں نہ پھیلا دے۔ پس تو اس آگ کو ان کے لئے عذاب بنا دے۔“ (حضرت خالد کی اس دعا پر) آگ ٹل آئی تو لوگوں نے ان سے کہا اے خالد اس آگ کو ختم کر دو، ہم تم پر ایمان لائے۔ جب حضرت خالد نے اس آگ کو ختم کیا۔

خالد کا معجزہ۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد کو جب پانی کی طلب ہوئی تھی تو وہ اپنا سر اپنے کمر پان میں ڈالنے اور پانی ہونے لگی اور اس وقت تک نہیں رکتی تھی جب تک کہ وہ اپنا سر نہیں اٹھا لیتے تھے۔

خالد کی بیٹی سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی صاحبزادی جو یوزمی ہو چکی تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے بت ممبرانی کے ساتھ ان سے ملاقات فرمائی اور ان کی ذاتی عزت افزائی کی کہ ان کے لئے اپنی چادر بچھادی اور فرمایا۔

”میرے بھائی کی بیٹی کو مر جا، خوش آمدید۔ اس بیٹی کی بیٹی کو مر جا جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا“ کیا عیسیٰ و آنحضرت ﷺ کے درمیان بیٹی تھیں۔ اس کے بعد یہ خاتون مسلمان ہو گئیں۔ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے دہل (درونی) قاتل اٹھا دیں۔ مگر بخاری میں روایت ہے۔

”سہمی ایسی مریم (یعنی حضرت عیسیٰ) سے دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں اور میرے اور ان کے درمیان کوئی بیٹی نہیں ہے۔“

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات لفظاً ثابت ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان حضرت خالد ابن حنان نبی ہوئے ہیں۔ ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ عقیقہ نبی سے آنحضرت ﷺ کی مراد رسول ہے جو مستقل شریعت لے کر آیا ہو۔ اس کے بعد یہ اشکال نہیں رہتا جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ خالد ابن حنان مستقل شریعت لے کر نہیں آئے تھے۔

ان کے درمیان چار بیٹیاں تھیں۔ اس دوسری روایت سے (کوئی مشکل پیدا ہوتی ہے) کہ میرے اور ان کے بیٹن عیسیٰ کے درمیان نہ کوئی بیٹی ہے اور نہ رسول۔

مشکوٰۃ قوم رستم کے بیٹی منظر۔۔۔ یہی بخاری کے اس حکم سے جو انہوں نے قصیر کشف سے لیا ہے کہ

”حدیث مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کے آخر میں چالی کے بعد صحابہ میں سے کوئی درویش ہو بلکہ خندہ چالی تک پہنچ کر کہتی ہو۔ مرثیہ







جو اصل صاحبِ ثریات تھے (یعنی ان کا جو وہاں لینے کر آئے تھے اور وہ حضرت ابراہیمؑ ہیں) بلکہ (ان کا ذکر کیا گیا) جنہوں نے پہلے ان سے اس میں کوئی (اور وہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ ہیں) اور ان کے بعد ان سے لینے والے کا بائز تہب۔ (چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کے بعد اسی ثریات کو بھیلانے کے لئے ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کا ظہور ہوا اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کا ظہور ہوا۔)

کیا نسب عدنان ابنی نو این لوؤ تک ہے؟۔ حضرت ابن مسعودؓ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب نسب بیان فرمایا تو بعد ابن عدنان ابنی نوؤ سے آگے نہ بڑھے (یہاں خاندانِ نسب میں جو عدنان تک ہے ان کے باپ نوؤ کا بھی ذکر ہے) اس کے بعد آپ رک گئے اور بلکہ دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ نسب بتانے والے بھولے ہیں۔ کافی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قول یعنی ”نسب بتانے والے بھولے ہیں“ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

اقول۔ مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جب یہ آیت

پاک پڑھی

الْمَوَدَّةُ بَيْنَ الْيَتِيمِ وَالْيَتِيمِ الْيَوْمَ تَوَجَّوْا وَخَلَّوْا وَقَلْبُهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ لَا إِلَهَ إِلَّا

ترجمہ۔ (اے کفار کہ) کیا تم کوئی لوگوں کی خبر نہیں کیگئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قومِ نوح اور عباد (قومِ ہود اور ثمود) قومِ صالح۔ (اور یہ لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں) ان کو بھولنے والی ہے کوئی نہیں جانتا۔ (سورہ بقرہ انکم پ ۱۳ اور کرم ۲)

(یہ آیت پڑھنے کے بعد حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے اسی جملہ کہا کہ نسب بتانے والے بھولے ہیں یعنی وہ لوگ جو نسب کے بارہوئے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصلحت ان کے علم کی نگی فرمادی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قول پہلے آنحضرت ﷺ نے (اسی قبیلہ پر) فرمایا ہو اور بلکہ حضرت ابن مسعودؓ نے آپ ﷺ کے اصحاب میں کہا ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روایت نے حضرت عمرؓ سے یہ روایات فرمادی ہو جاتی ہے کہ یہ جانتی ہے یعنی یا تو وہ کا اتفاق ہو جاتا ہے اور یا بعد ان (سے) بھی پہلے قسم ہو جانے کی وجہ سے اس کی جاتی ہے اور ان دونوں صورتوں میں اس نسب کا خلاف ہو جاتا ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(نوؤ تک کے خبر سے یہ حرج و انصاف کرتے ہوئے) بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ (عدنان نوؤ کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ عدنان اور نوؤ کے دو ممالک ایک ہو گئی ہیں۔ چنانچہ یہی کہا جاتا ہے کہ عدنان ابنی نو این نوؤ۔

نوؤ پہلا کتابِ عربی۔ اس کو نوؤ اس نے کہا کیا تو اس کی تائید سے کسی تھی اور یہ بہت باعزت اور بلند مرتبہ آدمی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی نواسہ میں یہ پہلا آدمی ہے جس نے لکھنا سیکھا۔ مراد ہے عربی لکھنا۔ مگر جبکہ یہ بات گڑبگلی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے لکھنا لکھنے والے نازل ہیں۔ اب یہ دیکھنے کہ کیا اس قول پر تمام ابن عدنی کی اس روایت سے تو کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو تا کہ عربی لکھنے کو نبرہ سے جواز تک پہنچانے والا عرب ابن عدنی ابن عبد شمس ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ روایت یعنی قریش کی اولیت اضافی ہے۔

عدنان و اسماعیلؑ کے درمیان فاصلہ۔۔ کہا جاتا ہے کہ عدنان کو عدنان اس لئے کہا گیا کہ انسان اور جنس سب کی تحریر اس کی طرف دیکھتی رہتی تھیں۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کے درمیان جو فخر ہے اس کے مصلحت لوگوں کے درمیان اختلاف ہے بلکہ لوگ (ان کے درمیان) اسات باپ



(یعنی سات چشتیں) نکالتے ہیں، بعض نو چشتیں نکالتے ہیں، کچھ چودہ کہتے ہیں اور دوسرے بعض لوگوں نے پچیس چشتیں نکالتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقَدْ نَاتَيْنَا فَلَيْتَ تَجْتَنِبُوا آيَتَهُ (سورہ فرقان پ ۹ اور کوٹ ۳)

ترجمہ۔ اور ان کے چٹا چٹا شستہ کی امتوں کو ہلاک کر دیا۔

آدم و ابراہیم کے درمیان فاصلہ ..... یعنی ان سب قرون اور نسلوں کو چنان لینا ممکن نہیں ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آدم اور نوح کے درمیان دس قرن ہیں (قرن کے معنی سو (۱۰۰) سال کی مدت کے ہیں اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دس قرن ہیں۔

دنیا کی عمر ..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دنیا کی عمر یعنی حضرت آدم سے سات ہزار سال ہے آنحضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے دنیا کی عمر میں سے پانچ ہزار سات سو پچیس سال گزر چکے تھے۔ اب شیعہ کی روایت ہے کہ پانچ ہزار آٹھ سو سال گزر چکے تھے۔

آدم و آنحضرت ﷺ کے درمیان فاصلہ ..... مؤلف کہتے ہیں کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق سے آنحضرت ﷺ کے ظہور تک پانچ ہزار آٹھ سو تیس سال گزرے تھے۔

امت مسلمہ کی عمر ..... صحابہ کے مرنے سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ دنیا سات دن کی ہے اور ہر دن ایک ہزار سال کا ہے اور سولہ سال ﷺ کا ظہور آخری دن میں ہوا ہے۔

چودھویں صدی ..... حافظ سیوطی نے لکھا کہ امدادیہ اور آجریہ صحابہؓ کے اقوال اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس امت کی عمر ایک ہزار سال سے زیادہ ہے مگر اسے امت مسلمہ کی عمر اور یہ (ایک ہزار سال پر) زید بنی ہے اور چودہ سو سال تو باطل نہیں ہے البتہ تقریباً چودہ سو سال تک ہے۔

جہاں تک یہ روایت لوگوں میں مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک ہزار سال سے زیادہ اپنی قبر مبارک میں نہیں رہیں گے۔ بالکل خلاف ہے جس کی کوئی بنا نہیں ہے۔ یہاں تک حافظ سیوطی کا کلام ہے۔

پانچ سو سال کا اضافہ ممکن ..... مگر حافظ سیوطی کا یہ قول کہ یہ زید بنی چودہ سو سال تک نہیں ہے کیا اس قول کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے عاجز نہیں ہے کہ اس امت کی عمر تو اسے دن بدمداد سے جتنی پانچ

سو سال اضافہ کر دے (کیونکہ گذشتہ روایت میں ذکر ہوا ہے کہ ایک دن ایک ہزار سال کا ہے)۔

دنیا کی عمر اور نجومیوں کے اقوال ..... بعض مؤرخین سمجھتے ہیں کہ دنیا کی عمر کے متعلق نجومیوں کے مختلف قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ خنزیر جنوں کی تھلو کے مطابق اس دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے کیونکہ

ایسے ستارے سات ہیں۔ بعض نے بیونہ ہد کے مطابق دنیا کی عمر بارہ ہزار سال نکالی ہے۔ اور بعض روایت تک کے ہد کے مطابق اس کی عمر تین لاکھ ساٹھ ہزار سال نکالتے ہیں۔ مگر یہ سب عقلی نظریات

ہیں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تخلیق کا نکات کی ترتیب اور فاصلے ..... شیخ محمد بن ابی عمرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم طیبی کو بنانے کے اکثر (۱۷) ہزار سال بعد عالم سجدت میں سے مخلوق بنائے اور مخلوق کی تخلیق کو مکمل فرمایا اور عالم طیبی کی تخلیق کے چنان ہزار سال بعد اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تخلیق فرمایا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

دنیا کے نو ہزار سال بعد آخرت یعنی جنت اور دوزخ کو تخلیق فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کی جہاں کی کوئی جہت نہیں رکھی بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہتی رہے والی ہیں۔

تخلیق دنیا اور تخلیق آدم کے درمیان فاصلہ ..... (قول لایائی عمر میں سے ۷۰ ہزار سال گزر جاتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم کی سنی کو تخلیق فرمایا اور اس وقت آخرت کی عمر میں سے بس کی کوئی انشاء نہیں ہے اور جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے کائنات ہزار سال گزر چکے تھے۔

تخلیق جنت اور آدم کے درمیان فاصلہ ..... خدا نے زمین پر جنت کو قائم کر کے ساتھ ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ شاید یہی سنی ہے بعض حضرات کے اس قول نے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم سے پہلے ایک مخلوق پیدا فرمائی تھی جو جانوروں اور درختوں کی صورت کی تھی۔ پھر اس کے بعد حق تعالیٰ نے اس مخلوق کو ختم فرمایا۔

جنت کی قدیم تسلیس ..... کہا جاتا ہے کہ یہ جنت ہزار ہزار سال سے قائم ہے جس اور جس تھے (یہ سب مختلف عقائد کے نام ہیں) انہوں نے زمین پر زبردست فساد پھیلایا اور خود پروری کی جیسا کہ آگے ذکر کرتے ہو گئے۔

کیا آدم بھی متعبد ہوئے؟ ..... شیخ محمد بن محمد نے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک ایسی قوم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا جن کو میں نہیں جانتا تھا میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ میں تم سے سب سے اولین آباد اور اجداد میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں عمر سے یہ کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس نے کہا کہ چالیس ہزار سال سے کچھ زیادہ۔ میں نے کہا کہ تو تم کو قاتلی عدت نہیں لگتی ہے۔ اس نے کہا کہ تم کو ان سے قوم کے مخلوق کہہ رہے ہو، لیکن اس قوم کے مخلوق جو تم سے قریب ہیں یا دوسرے قوم کے مخلوق۔

ایک لاکھ آدم کے متعلق حدیث ..... یہ سن کر مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے ہیں تو میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ بعد (دولہ) جن کی طرف میرا عقیدہ ہے ان ہی میں سے اور بعد ۲۰ سالانہ بارے میں معلوم ہے یا جو یہ کہ یہ عالمی ایک حادثہ ہے (حادث سے مراد طوفانِ نوح یعنی جس کی کوئی پناہ نہ ہو۔) کہ کہ فلسطین کے ایک طبقے کا جو ہر حال کا ہے یہ دعویٰ ہے کہ عالم قدیم ہے یعنی اس کی کوئی ابتداء نہیں ہے (خود ہذا کہ میں تک شیخ محمد بن محمد کا حکم ہے۔

سام اور نوحی کے درمیان فاصلہ ..... شیخ عبد الوہاب صوفی نے کہا کہ وہ ب ابن عبد فرماتے ہیں کہ نبی مرسل نے حضرت (نوحی) کو سے اور طواست کی کہ ان کے ساتھ سام ابن نوح کو زندہ کر کے دکھائیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا مجھے ابن کی قبر دکھاؤ اور قبر پر چٹا کر کھڑے ہوئے اور کہا قافم یا قافم اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوا۔ چنانچہ سام نکل کر کھڑے ہو گئے مگر اس حال میں کہ ان کے سر اور اظہار کی بال باقی سفید تھے۔ کچھ نے کہا کہ یہ پوچھا کہ وہ آپ کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت تو آپ کے بال سیاہ تھے۔ سام نے جواب دیا کہ وہ ب میں نے تو اتنی قومیں سمجھا کہ قیامت ہو گئی ہے (اس خیال کے ساتھ ہی طوفان کی وجہ سے، انور اللہ سے بال سفید ہو گئے۔ حضرت نوحی نے ان سے پوچھا، آپ کے انتقال کو کتنے سال ہوئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا پانچ ہزار سال۔ مگر اب تک مجھ میں سے میری دریا نکلنے کی حالت اور صحت اور نہیں ہوئی۔ (اس روایت سے کہ حضرت نوحی اور سام ابن نوح کے درمیان فاصلہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔)

مزید نسب نہ ملنے کی وجہ ..... یہاں سے حضرت کو تم تک سب کے سلسلے میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ

قدیم عرب صاحب کتاب نہیں تھے۔ وہ اپنی ہونٹوں کو سب کے سبیلے میں اپنی کسی طرف رجوع کیا کرتے (صاحب کتاب سے مراد یہ ہے کہ قدیم عربوں میں کوئی مختصر آہنی کتاب لے کر نہیں گیا) بلکہ ان لوگوں کا دل ایک دوسرے کے مخالف پر تھا اور شاید یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں کہ پہلے کوئی جس نے لکھنا سیکھا سادہ اور نادر ہے۔

سید ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس اختلاف کا سبب دراصل یہودیوں نے اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ ان لوگوں میں تورے سے تو تم تک کے اور دوسرے نبیوں کے درمیان جو حدت اور نزاع ہے اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔

**انگلے نسب میں عدم اتحوا**۔ اسی مہاسن فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ اس (اور میانی مدت اور فخرے کو) ماننا چاہتے تو یقیناً جان سکتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کتب کو اس سے واقف کر دیتا) مگر وہ یہ ہے کہ اگر آپ لوگوں کے علم کے لئے یہ بات معلوم نہ چاہتے تو کر سکتے تھے۔

**کیا حضور ﷺ کو انگلے نسب معلوم تھا**۔ اس روایت کو اس طرح پڑھنا اس سے یہ معنی نکلتے ہیں جو بیان کے لئے زیادہ بہتر ہے (کیونکہ اسی روایت کے عربی الفاظ کو اگر زبردور ہم کے بجائے فقہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی یہ ہو جائیں گے کہ اگر آپ ﷺ اس (اور میانی زمانے کو) چاہتے تو چکا سکتے تھے۔ مگر مخالف کہتے ہیں کہ اس عبارت کو اس طرح پڑھنا زیادہ مناسب ہے جس سے وہ معنی پڑا ہو جس سے پہلے ذکر کے لئے لکھا کہ ان معنی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود آپ کو بھی اگرچہ اس زمانے کا علم نہیں تھا لیکن اگر آپ اس کو معلوم نہ چاہتے تو معلوم کر سکتے تھے تاکہ پھر لوگوں کو بھی بتا دیں۔

دوسری صورت میں جو معنی ہے جس میں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اس زمانے کا علم تھا لیکن آپ نے ہمیں نہیں بتایا مگر آپ چاہتے تو ہمیں بھی بتا دیتے۔

**ترتیب زمانہ انبیاء**۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان حضرت شعیب اور حضرت لوط نہیں گزرے ہیں اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان میں حضرت ہود اور حضرت صالح گزرے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ ابن مریم کے درمیان حضرت اسماعیل حضرت یحییٰ اور حضرت یونس گزرے ہیں۔ حضرت لوط اور حضرت شعیب کے درمیان حضرت نوح اور حضرت یونس گزرے ہیں۔ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم کے بجائے اور ان کے کاتب تھے۔ حضرت شعیب کو (جو بہترین مقرر تھے) انبیاء کا ظہیر کہا جاتا ہے۔

**حضرت یعقوب و یوسف**۔ حضرت یوسف اس وقت پیدا ہوئے تھے جب حضرت یعقوب کی عمر ایک سو (۹۱) سال کی ہو چکی تھی حضرت یوسف جب حضرت یعقوب سے جدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ان کے درمیان ایک سو سال ہوئی اور وہ بدوئی بن جانے کے بعد سترہ سال اگستے رہے۔ یہاں تک سید ابن جوزی کا کام ہے۔

**یوسف کے فراق و وصال کی مدت**۔ اقلان میں لکھا ہے کہ یوسف کو بپ کنوئیں میں ڈالا گیا تو اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی اور اسی سال کی عمر کے بعد باپ سے ملاقات ہوئی۔ ان کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال ہوئی اور یہ مزاج مصر کے کاتب تھے۔

فراقِ یوسف کا سبب ۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے درمیان جدائی کا سبب یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے ایک کبریٰ کا بچہ اس کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی اس لئے انھیں خون کے بدلے میں خولہ دیکھایا، جدائی کے بدلے میں جدائی کی کھلی اور سوزش کے بدلے میں سوزش دکھائی (یونکہ حضرت یوسفؑ کے بھائی جب یوسفؑ کو کوئیں میں ڈال کر آئے تو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کا کپڑا دکھایا جو وہ جانور کے خولہ سے رنگ لائے تھے اور کہا کہ یوسفؑ کو بھینسا تھا کر لے گیا اس پر اسے وہ نقد کا قرآن پاک عطا کر دیا)

حضرت موسیٰؑ و داؤدؑ ۔۔۔ حضرت موسیٰؑ ابن عمران جو بنی اسرائیل کے پہلے نبی ہیں اور حضرت داؤدؑ کے درمیان عروج ہے جو حضرت بلدہ کی طرح حضرت موسیٰؑ کے کاتب تھے۔

داؤدؑ کی مذاقی سے مماثلت ۔۔۔ روایت ہے کہ جب حضرت داؤدؑ نے اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو اپنا جانشین بنایا تو ان کو جو صفاتیں کہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ :

”میرے بیٹے مذاقی (فنی فلفلہ) سے پیش پہنچے رہتا اس لئے کہ اس سے فائدہ تو بہت کم ہے جبکہ برائیوں کے درمیان یہ دشمنی پیدا کرتی ہے۔“

مذاقی دشمنی کا بیج ۔۔۔ اسی وجہ سے ”جہاں سے مذاقی مت کر ورنہ ان کی نظروں میں پٹکے ہو چڑ کے اور شریف آدمی سے حوائج کرو گے تو وہ تم سے حسد کرنے لگے گا اور دلیل کوئی سے حوائج کرو گے تو وہ تمہارے سر چڑھا دے گا اور چیز کا ایک بیج ہو تا ہے اور دشمنی کا بیج مذاقی ہے۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مذاقی کوئی کے دھار اور بہت کو ختم کر دیتا ہے اور کینہ کا بیج ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھوت اور ناچائی کا سبب مذاقی ہے۔

چند چند ۔۔۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو لڑا و مذاقی کرے وہ چھینٹا تو دوسروں کی نظروں میں ہکا بھکا ہو جاتا ہے اور یہ لوگ اس سے حسد رکھتے تھکتے ہیں۔ لوگوں سے لڑائی چھوڑ دو اس لئے کہ یہی اصل دولت اور امیر ہے۔ اور ایسی بات کہنے اور کرنے سے بچنا جس پر بعد میں حسرت مند کر دیتی ہے۔ اپنی زبان کو کج کی عادت والوں اور نیکی اور دوسروں سے برائی کرنے والوں کی مجلس میں ہرگز نہ ٹھہرو اگر قصہ آئے تو زمین پر بیٹھ جانا بہت جائز۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو قصہ آجائے تو اگر کمزرا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو بہت جائز۔

اچانک مرنے والے انبیاء ۔۔۔ انہما میں جن کی وفات اچانک ہوئی ہے حضرت داؤدؑ (بھی ہیں اور ان کے علاوہ ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہیں۔

بھرا (حضرت موسیٰؑ ابن عمران اور حضرت داؤدؑ کے درمیان جو نبی ہوئے ہیں (ان میں) یوحناؑ کے بعد کاتب ان یوحناؑ ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے طیلید ہیں بھرا نکل ہیں جو کاتب کے طیلید ہیں عظیم السلام۔

حضرت کاتب ابن یوحناؑ ۔۔۔ حضرت کاتب کو ابن یوحناؑ (یعنی یوحنا کا بیٹا) کہا جاتا تھا اس لئے کہ ان کی والدہ یوحناؑ کی بیوی تھی۔ (عمران کے کوئی والد نہیں ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ انھیں ایک بیٹا عطا فرمائے) چنانچہ ان کی دعا مقبول ہوئی اور ان کے یہاں حضرت کاتب پیدا ہوئے۔ یہ لڑکا لفظ

ہیں اس لئے کہ انہوں نے نبیوں کی حاضرت اور مدد الوہی کی اور انہیں نقل کرنے سے پہلے۔

حضرت شوکیل و طاہوت۔۔۔ پھر (کاتب کے بعد) طاہوت تک ہیں۔ جب حضرت شوکیل کی وفات کا وقت قریب آیا تو (ان کی قوم) بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے درمیان ایک بادشاہ چھین کر لیا جائے۔ حضرت شوکیل نے طاہوت کو بادشاہ بنادیا۔ طاہوت قوم کے بڑے لوگوں میں سے نہیں تھے بلکہ چردا ہے تھے۔ ایک روایت ہے کہ پانی بھر لے گا کام کرتے تھے۔ کہہ کئے ہیں کہ اس کے علاوہ کچھ اور تھے۔  
 ولفوذ و عیسیٰ کے درمیان انبیاء۔۔۔ اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کے درمیان بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے حضرت ایوبؑ ہوئے پھر حضرت یونسؑ ہوئے پھر حضرت شعباؑ ہوئے پھر حضرت اسماعیلؑ پھر حضرت ذکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ ہوئے۔

ابو حیان نے سر میں اس آیت پاک کی تفسیر میں لکھا ہے :

وَلَقَدْ آتَيْنَا نُوْحًا الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ تَلْفِيزِهِمْ وَأَنذَرْنَاهُ

ترجمہ: اور ہم نے نوحؑ کو کتاب (قرآن) کی اور (پھر ان کے بعد) کچھ بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے۔

پہا سورہ البقرہ کو راہ ۱۰

موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار نبی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان جو نبی گزرے ہیں وہ یہ ہیں حضرت یحییٰ، حضرت شوکیل، حضرت صہون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت شعباؑ، حضرت لرمیہ، حضرت عزرا، حضرت حزقیل، حضرت یسایا، حضرت یونسؑ، حضرت ذکریاؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان میں حضرت عزرا، حضرت ہارون ابن عمران کی اولاد میں ہیں۔ اور یہ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان ایک ہزار نبی گزرے ہیں۔ یہاں تک اب حیان کا کام ہے۔  
 حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ کے کاتب تھے حضرت عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان جو نبی ہیں ان کے حلقہ بحث پہچان کر رکھیں۔

## آنحضرت ﷺ کے نسب کا شرف

آپ ﷺ کے نسب کے شرف و حواصل اور عظمت و شان کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں ایک حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اعلان کوئی نبی شریف کے اعلان کوئی کے بدلے میں لگائی کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے دور کر دے وہ قریش سے بغض رکھتا تھا۔

قریش کی تفصیلات۔۔۔ جامع صلیب میں ہے "قریش لوگوں کی راستی اور نیکی ہیں اور لوگ ان کے بغیر درست نہیں ہو سکتے جیسے کہ کھانا تک کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ قریش اللہ کے دوست ہیں، جس نے ان سے قریشی ہائے گمراہہ جدا ہوا اور جس نے ان سے الگ کر لئے گا اور وہ کیا اور کیا اور آخرت میں رہا ہوا۔"

تو بنی قریش کا اور وہ بھی ناجائز۔۔۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے یہ حدیث بھی نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”جس نے قریش کی توہین کرنے کا ارادہ کیا اللہ اس کی توہین کر تا ہے“ (آخر حدیث تک)

سب سے بدترین توہین جو ہو سکتی ہے وہ آخرت میں توہین ہے۔

ارادۂ عمل پر سزا نہیں۔۔۔ (یہاں یہ اعتراض پیدا ہو تا ہے کہ حق تعالیٰ کا انصاف اور عدل یہ ہے کہ وہ محض بدی کو سوچے اور لوہہ کرنے پر عیسے کو سزا نہیں دیتا بلکہ اس کے لئے بدی کا سرزد ہو جانا ضروری ہے کیونکہ سزا و جزا عمل پر ہے۔ اور یہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ جس نے قریش کی توہین کا ارادہ کیا توہین کرنی چاہی اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرے گا اور سب سے بدترین توہین توہین آخرت ہے۔ یہاں محض ارادہ کرنے یا چاہنے پر سزا کا حکم کیوں ہے اس پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) یہاں ارادہ سے یا تو عزم اور پختہ ارادہ مراد ہے یا سہلہ مقصود ہے اور یا بھریہ (محض ارادہ یا پر سزا کا مستحق ہو جانا) قریش کی خصوصیات میں سے ہے۔ جنہوں میں یہاں سے حدیث اس کے خلاف نہیں ہوئی کہ اپنے انصاف میں اللہ کا یہ عام حکم اور فیصلہ ہے کہ محض ارادہ پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ سزا اور جزا صرف اعمال پر اور حق اقول پر ہوگی جو واقعہ ہو چکے ہوں یا بھراہیے اقول پر ہوگی جو واقعہ کے دور۔ چ میں ہوں جیسے پختہ عزم اور فعلی ارادہ (کیونکہ فیصلہ آخری اور قطعی ہو جانے تو وہ انصاف ہی ہے جیسے عمل میں آپ کا ہے اور نہ یہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے کہ کوئی جو کچھ اپنے دل میں سوچتا ہے اس پر اس سے کوئی بدلہ پر نہیں ہوگی۔

قریش کی منفرد خصوصیات۔۔۔ حضرت اُمّیانی ذت ابی طالب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سات خصوصیتوں کی وجہ سے قریش کی فضیلت پر ان فرمائی جو ایسی خصوصیات ہیں کہ نہ ان سے پہلے کسی کو (یہ سب) ملیں اور نہ ان کے بعد کسی کو دی جائے گی۔ ان میں نبوت کا ہونا، ان میں خلافت کا ہونا، ان میں منصب نبی کا ہونا، ان میں منصب سفیر کا ہونا، اصحاب کمل یعنی اہل ہرہ کے لشکر پر ان کی شان کا سات سال اور ایک روایت کے مطابق دس سال اس طرح خدا کی عبادت کرنا کہ ان کے سوا کوئی اللہ کی عبادت نہیں کر رہا تھا اور ان کے مطلق قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ جس میں ان کے سوا کسی کا ذکر نہیں یعنی لا یؤتیک قرآنہ الا علیہ یہاں آیت خلیفہ قریش کو ایک سورت کا نام دینا بعض لوگوں کے اس قول کو رد کر دیتا ہے کہ سورہ نمل اور لایلاف قریش ایک ہی سورت ہے۔

اس گزشتہ حدیث کا یہ جز قابل غور ہے کہ قریش نے بغیر دوسروں کے اپنی ذت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

محبت قریش علامت ایمان۔۔۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قریش سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ تمام لوگ قریش کے تابع ہیں۔ عام مسلمان قریشی مسلمانوں کے تابع ہیں اور عام کافر قریشی کافروں کے تابع ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طم قریش میں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام اور سوا قریش میں سے ہونے چاہئیں جاننا ابن جریر نے اس حدیث کے دلوں کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے جس کا نام انہوں نے ”لذۃ العیش فی طرق حدیث الانصاف من قریش“ رکھا ہے۔

قریش کا عظم۔۔۔ ایک حدیث میں ہے کہ قریش کا عالم زمین کے طبقات کو طم سے بھر دیتا ہے۔

ایک روایت میں کہ قریش کو براست کہ اس لئے کہ ان میں کا عالم ذہن کے طبقات کو علم سے بھر دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسے اللہ اقریش کو ہدایت عطا فرماں لئے کہ ان میں کا عالم ذہن کے طبقات کو علم سے بھر دیتا ہے۔

امام شافعیؒ بھی قریشی۔۔۔ اماموں کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں امام احمد ابن حنبلؒ بھی ہیں کہ وہ عالم امام شافعیؒ ہیں کیونکہ صحابہؓ اور دوسرے حضرات میں کسی قریشی عالم کا علم ذہن کے طبقات میں اتنا نہیں پھیلا جتنا امام شافعیؒ کا پھیلا ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ان اماموں میں جن کا زوری مسائل میں اجماع کیا جاتا ہے امام شافعیؒ کے سوا کوئی قریشی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ ابن انسؒ بھی قریشی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس قول باطل کے مطابق قریشی ہوتے ہیں کہ قصص ابن کلاب قریش کا مورث اعلیٰ ہے۔

سبکی کہتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے امام شافعیؒ کے خواص میں سے یہ ہے کہ جو بڑی نیت کے ساتھ ان کے بیان کے مذہب کے ورے ہو وہ بہت جلد پاک ہو گیا۔ ان حضرات کی اس بات کی بنیاد رسول اللہؐ کا یہ قول ہے کہ جس نے قریش کی قرین کی مانند فتویٰ اس کی قرین کو رہا ہے۔ یہاں تک امام سبکی کا کلام ہے۔

حافظ عراقیؒ کہتے ہیں اس حدیث کی سند کزوری سے خالی نہیں کہ "قریش کو براست کہوں گیونکہ ان میں کا عالم طبقات ذہن کو علم سے بھر دیتا ہے۔" اس قول کے ذریعہ انہوں نے متعانی کی اس بات کو رد کر دیا ہے کہ یہ حدیث موضوع (من کفر) ہے۔ حاشا کہ امام احمد بن حنبلؒ کسی موضوع حدیث کو اپنی کسی بات کی دلیل نہیں دے سکتے۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ (ایسی حدیث کے ذریعہ کہ وہ امام شافعیؒ کی فضیلت ثابت کریں۔

ابن جریرؒ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ایسے معاملوں میں یعنی تفریقہ فضائل میں رائج ہو کر مشہور ہے اور اس کو موضوع سمجھنا یا تو صدقہ جو سے ہے اور یا مکمل غلطی ہے۔

صوت عالم صوت عالم۔۔۔ دفاع سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کوثم کی وفات ہو گئی میں نے اس بارے میں (علاء سے قصیر کے حلق) سوال کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ زمین وہوں میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کوثم کو سب کچھ سکھلادیا تھا (اس لئے ان کی موت دیکھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ موجودہ وقت میں سب سے بڑے عالم کی موت ہونے والی ہے) تو بڑے ہی عزم کے بعد امام شافعیؒ کی وفات ہو گئی۔

امام شافعیؒ کے اقوال زوریں۔۔۔ امام شافعیؒ کے جو اقوال نقل کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ :  
"جو قسارے سانسے قسار کی ایسی مناسبت تھانے اور ایسی تفریق کہ جسے جو تم میں نہیں ہیں وہ تم میں گویا کانیاں رہتا ہے۔ جو قسارے دوسروں کی باتیں مانتا ہے وہ قسار کی باتیں مانتی ہیں دوسروں کو سنانے گا، جس نے قسارے پاس آکر کسی کی چٹلی کی وہ کسی دوسرے سے قسار کی بھی چٹلی کرے گا، اور عیا قسار جس کو اگر تم خوش کرو تو تم میں ایسی ایسا نہیں مانتا ہے جو تم میں نہیں ہیں مگر تم اس کو داخل کرو تو تم میں وہ ایسا نہیں مانتا ہے جو تم میں نہیں ہیں۔"

قریش کے متعلق نصاریٰ نبویؐ۔۔۔ قریش کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :۔

”قریش کو آگے رکھوں سے آگے مت بڑھو۔“ ایک روایت میں ہے کہ ان پر طعم میں غلبہ پانے کی کوشش مت کرو اور نہ طعم میں ان پر برتری کی کوشش کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو اس دینی مقام پر مت رکھو جو احاد کے مقابلے میں شاگرد کا ہوتا ہے۔“

کب ﷺ کی کا فرمان ہے :-

”قریش سے محبت کرو اس لئے کہ جو ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔“

قریش کی عالی مقامی۔ آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے :-

”اگر قریش کے مفرد و منکسر ہو جائے گا اور نہ ہو تا تو میں ان کو نکالتا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک ان کا کتنا پھلدار ہے۔“

سنن بائوروں میں امام شافعی سے ایک روایت نقل ہے جس کو حنفی نے بیان کیا امام طحاوی نے کہا ہم سے حنفی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے امام شافعی نے بیان کیا کہ لادہ ابن نعمان کا (کسی معاملے میں) قریش سے بھڑکنا اور فتنہ کرنے کا افسوس برائے اہل کلمہ آنحضرت نے فرمایا۔

”مفسر و لادہ قریش کو براست کو اس لئے کہ شاید تمہیں ان میں ایسے توئی نظر آئیں جن کو اگر تم دیکھ لو تو تم ان سے خوش ہو اگر قریش کے مفرد و منکسر کس ہو جائے گا اور نہ ہو تا تو میں انہیں نکالتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا کتنا پھلدار ہے۔“

یعنی اگر یہ ذرہ ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے مرتبے اور بڑائی کو جان کر وہ عمل ہی نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ شاید اس مفرد و منکسر پر وہ ناجائز حرکتیں کر لیں کہ انہیں کے قریش ان کو یہ باتیں نکالتا ہے۔ مگر ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”تو میں نکالتا کہ ان میں کے ٹیکہ کاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنا بڑا دست و قبضہ ہے۔“

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریش کی کتنی زیادہ قدر و منزلت اور کتنا اچھا مرتبہ

قریش کی امانت داری۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”کو کو ابے شک قریش امانت دار ہیں جو ان کے لئے برائی چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو لوندھا کر دے گا۔“

کب ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ بعد حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں تھے کہ ان کے پاس حضرت سعید بن حاص کا گزروا حضرت عمرؓ نے ان کو سلام کیا اور کہا، بھئیے! لہذا کی قسم میں نے جنگ بدر میں قتل سے باپ کو قتل نہیں کیا (اور ان میں نے کیا ہوتا) تو میں ایک مشرک کے قتل کے بارے میں کیوں معذرت کرتا۔

حضرت سعید بن حاص نے جواب دیا کہ اگر آپ ہی قتل کرتے تو بھی آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر۔ حضرت عمرؓ ان کی اس بات پر حیران ہو گئے اور کہا کہ قریش خیالات کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے افضل ہیں اور امانت داری کے لحاظ سے سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ جو قریش کی برائی چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو لوندھا کر دے گا (یعنی اسے لٹل کر دے گا) یہاں تک سنن بائوروں کی روایت ہیں۔



حضرت سعیدؓ کے باپ عاص کو قتل کرنے والے حضرت علیؓ میں ایسا غالب ہیں۔ ایک روایت ہے کہ سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے جنگ بدر میں عاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار حاصل کی۔

قریش کے نیک و بد کی شان۔۔۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قریش کے شریر لوگ شریر تو میں میں بہتر ہیں۔ ایک روایت ہے کہ قریش کے اچھے لوگ عام اچھے لوگوں سے بہتر ہیں اور قریش کے شریر کوئی عام شریر تو میں میں سے برے ہیں۔ یہاں ملاحظہ فرمائیے مجھے میں بہتر کا لفظ بہت گہرا ہے جس سے عجیبی روایت اور اس روایت میں مطابقت پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ گذشتہ روایت اسی کا خلاصہ کرتی ہے کہ اچھے لوگ انہوں میں بہتر ہیں اور برے لوگ ان میں بہتر ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس روایت کو جو ان کا قول ہے دیا جائے (یعنی قریش کے شریر اور ان میں بدترین ہیں اس لئے کہ قریش مثلاً ان میں) اور مثلاً انہوں نے کی شان ان میں ہر صورت میں پائی جاتی ہے) مگر بدترین قسم کے شریر تھے (مگر چونکہ بدترین ہونے کے باوجود بھی مثلاً انہوں نے کی شان ان میں موجود تھی اس لئے ان کو عام بدترین لوگوں میں بہتر کہنے کی کیا وجہ ہے یا اگر ان میں بدترین میں بدترین کہا جائے تو اس بنا پر کہ مثلاً انہوں نے کی شان چونکہ ان میں ہے (اس لئے اچھے ہوں گے تو عام اچھے تو میں میں بہترین ہوں گے اور شریر ہوں گے تو عام شریروں میں بدترین کہلائی گے)۔

قریش اس دین کے والی۔۔۔ ہمیں نے سنن ماوردیہ میں حضرت امام شافعیؒ کی ایک روایت دیکھی جس کو حلی نے ان سے نقل کیا ہے کہ قریش کے اچھے کوئی انہوں میں بہترین ہیں اور قریش کے برے کوئی بدترین میں بہترین ہیں۔

عدیہ میں ہے کہ قریش اس دین کے دہلی ہیں۔ یہی ایک کوئی قریش کے نیک تو میں میں کے تابع ہیں اور قاجر کوئی قریش کے قاجروں کے تابع ہیں۔ اسی بناء پر امام طبرانی نے فرمایا ہے کہ "قریش اہل راست ہیں" یعنی نے اس کو اسی طرح اہل راست ہونے کے ساتھ پڑھا ہے۔ حقیقت میں یہ ہم کے ساتھ "اہل راست" ہے (یعنی قریش ان میں سے ہیں جن میں سرور ہے)۔

ہمارے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ قریش قطب عرب ہیں (یعنی تمام عربوں کا ان پر دار ہے) اور ان میں بھائی اور مرأت ہے۔

مختار کی عظمت شان۔۔۔ آنحضرتؐ کے اس نسب کے عظمت و شرف پر جو دوسری روایت ہیں ان میں سے ایک وہ بھی ہے جو حضرت عمرؓ میں عاصؓ سے روایت ہے کہ (اکیں حضرتؐ کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں میں عربوں کو منتخب فرمایا اور ان تمام عربوں میں جن میں سے میں ہوں مجھے ان میں سے منتخب فرمایا) (یعنی نبیؐ میں سے)۔

حضرت وائلؓ میں اس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کے گویا فرماتے سنا:۔  
"اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے نبیؐ کو چنا اور نبیؐ میں سے مجھے چنا۔"

آنحضرتؐ انتخاب نبیؐ آدمؑ۔۔۔ (قول) سنا ہے کہ یہ روایت حضرت وائلؓ کے ہی ذریعہ سے ان الفاظ میں بھی آئی ہے کہ

ﷺ نے بنی کوم میں سے حضرت ابراہیمؑ کو انتخاب فرمایا اور انہیں اپنا دوست بنایا، پھر حضرت ابراہیمؑ کی ولادت میں سے حضرت اسماعیلؑ کو انتخاب فرمایا، پھر حضرت اسماعیلؑ کی ولادت میں نزول کو انتخاب فرمایا، پھر نزول کی ولادت میں مصر کو انتخاب فرمایا، پھر مصر کی ولادت میں بنی کناز کو انتخاب فرمایا، پھر بنی کناز میں قریش کو منتخب فرمایا، پھر قریش میں بنی ہاشم کو انتخاب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں بنی عبدالمطلب کو انتخاب فرمایا، پھر بنی عبدالمطلب میں سے مجھے انتخاب فرمایا۔ ”واللہ اعلم۔“

(قال) ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی ولادت میں حضرت اسماعیلؑ کو منتخب فرمایا، پھر بنی اسماعیلؑ میں سے بنی کناز کو منتخب فرمایا، پھر بنی کناز میں سے قریش کو منتخب فرمایا، پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔  
جبرئیلؑ بہترین مخلوق کی تلاش میں ۔۔۔ اسی طرح قریش اور آنحضرت ﷺ کے نسب کے فضائل میں ہے جسے کچھ ابن محمد اسجد والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

”میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا اے محمد اللہ تعالیٰ نے مجھے میکہ میں دنیا کے مشرق اور مغرب اور میدان اور پہاڑوں میں گھسا کر مجھے مصر کے سوا جانوروں میں کوئی چیز خیر اور بہتر نہیں ملے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر میں بنی مصر میں گھسا کر مجھے کناز کے سوا کوئی بہترین انسان نہیں ملا، پھر اللہ کے حکم پر میں بنی کناز میں پھر انکر مجھے قریش سے مصر کوئی آدمی نہیں ملے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر میں قبیلہ قریش میں گھسا کر مجھے بنی ہاشم سے مصر لوگ کوئی نہیں ملے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں بنی ہاشم میں سے بہترین کوئی کا انتخاب کروں تو مجھے آپ ﷺ سے بہتر کوئی انسان نہیں ملا۔“

حضور ﷺ مشترک متاع عرب ۔۔۔ وہاں میں حضرت ابن عباسؓ سے اس لڑ شدہ بادی کے متعلق ایک روایت ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ وَمَنْ بَيْنَ أَهْلِكُمْ . ب ۱۱ سورۃ توبہ ع ۱۶ ایت ۱۲۸

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے خلیفہ مقرر کیا گیا ہے جو تمہاری جنس سے ہیں۔“

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عربوں میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے مصر اور اس کے درجہ اور اس کے یہاں میں آنحضرت ﷺ کی ولادت نہ ہوئی ہو۔“

(یعنی مصر اور درجہ اور یہاں میں جا کر تمام قبائل مشترک ہو جاتے ہیں، یہاں کہا جائے کہ یہ عربوں کے مشترک اجداد ہیں اس لئے آپ کا تصور ہر قبیلہ عرب کے اعتبار سے ان کے اجداد میں ہوا ہے)۔  
نسیبی پر ثری۔۔۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :-

ﷺ نے تمام حکومت کو اپنے افریقا اور ان میں سے بنی کوم کو منتخب فرمایا، پھر بنی کوم میں سے عربوں کو منتخب فرمایا، پھر عربوں میں مصر کو منتخب فرمایا، پھر بنی مصر میں قریش کو منتخب فرمایا، پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے بہترین ہوں (آخر حدیث تک)

اس حدیث میں یہ لفظ کہ ”پھر بنی مصر میں قریش کو منتخب فرمایا“ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مصر قریش کا مورث اخلاقی نہیں ہے، نہ اس کی تمام ولادت قریش کی تھی۔





کے سلسلے میں ہوتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں نسب کے القوی معنی مراد ہیں (یعنی اصطلاحی اور شرعی نسب تو وہی ہوتا ہے جس میں صرف باپ و اولاد کا سلسلہ لیا جائے لیکن القوی طور پر دیکھا جائے تو نسب کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ لوگ جن کی طرف کوئی منسوب ہو اور اس میں ماں اور باپ دونوں شامل ہیں)۔

یاد رکھنا کہ آپ ﷺ کے باپ و اولاد کے کزوریوں سے مخلوق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے سلسلے میں آپ ﷺ نظر آتے ہیں (وہ کزوریوں سے مخلوق ہیں) اس صورت میں لازمی طور پر آپ ﷺ کی باہرلی نسبت کو بھی ایسی یا تاخیر سے گا (کہ آپ ﷺ ان سے بھی نکلے ہیں)۔

پاک نطفوں سے پاک ہوتوں میں۔۔۔ آگے یہ حدیث آئے گی کہ میں پاک مردوں کے نطفوں سے پاک ہوں اور ان کے دھنوں میں نکلے ہوئے ہوں (یعنی مراد باپ و اولاد وہاں نہیں ہیں جن کی اولاد میں آپ ﷺ ہوتے ہیں) کیونکہ ان میں سے ہر باپ اور ہر ماں کے ساتھ آپ ﷺ کو پہلوں کے مقابلہ پر بعد میں آئے دھنوں سے زیادہ قرینی نسبت حاصل ہے اس لئے ان میں سے ہر باپ کی سلب (یعنی نطفہ اور ہر ماں کا خیمہ پاک تھا) اس بارے میں پوری تفصیل کے ساتھ بحث آگے آئے گی۔

عالیٰ مرتبہ، شرط نبوت۔۔۔ علامہ دارقوتی نے کتاب اعلام النبوة میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے نسب کا حال معلوم ہوتا ہے اور آپ کی ولادت کی پاکیزگی کا علم ہوتا ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شریف اور عالی مرتبت آدمی اور ان کے نطفوں سے نکلے ہیں جن میں کوئی بھی ایسا پچھلے درجے کا نہیں تھا ان میں سے ہر ایک مرد اور عورت کا نسب کا شرف اور ولادت کی پاکیزگی نبوت کی شرائط میں سے ہے۔ یہاں تک دارقوتی کا کلام ہے۔

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے جو قصیدہ کہا ہے اس کے چند شعر یہ ہیں:-

إِنَّا بَجَعْتُمْ قَوْمًا فَرَقْنَا بَيْنَهُم  
فَعَدَّ سَعْدًا وَفَعَلْنَا وَفَعَلْنَا

جب قریش کسی دن فکر کرنے کے لئے جلیں ہوں تو کچھ لوگوں میں عبد مناف سب سے زیادہ شریف

اور معزز ہیں۔

بَدِئًا جَعَلْتُمْ إِبْرَاهِيمَ عَبْدًا مَّا لَهَا  
فَلَيْسَ عَابِدُكُمْ أَشْرًا لَهَا وَفَعَلْنَا

اور اگر عبد مناف کی اولاد کے نسب کا ذکر ہو تو کچھ لوگ ان میں کی شرافت اور بزرگی باہم میں ہے

وَبَيْنَ قَعْنَرٍ قَوْمًا فَلَيْسَ مُنْجَدًا  
مَنْ فَانْقَضَتْ مِنْ بَيْتِهِمَا وَتَوَلَّوْهُمَا

اور اگر کسی دن میں فکر ہو تو کچھ لوگ حضرت محمد ﷺ ان میں سب سے منتخب کرے اور شریف ہیں

بعض قوم سے مراد اشرف قوم ہے، چنانچہ قوموں میں سب سے اشرف آپ ﷺ کی قوم ہے قبیلوں میں سب سے اشرف آپ ﷺ کا قبیلہ ہے اور خاندانوں میں سب سے اشرف آپ ﷺ کا خاندان ہے۔

حضور ﷺ کے لئے عربوں سے محبت۔۔۔ اسی لحاظ سے روایت ہے جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”جو عربوں سے محبت کرے تو میری اچ سے کرے اور جو ان سے دشمنی کرے تو میری اچ سے

رکے۔ (یعنی عربوں سے بھی قراری محبت اور دشمنی کا معیار میری ذات ہوتی چاہئے)۔

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

”اے سلمان! مجھ سے دشمنی مت رکھنا ورنہ اپنے دین سے محروم ہو جاؤ گے۔“

عربوں سے بغض حضور ﷺ سے بغض۔ میں نے عرض کیا ”ایسا رسول اللہ! ایسا آپ سے کیسے دشمنی

رکھ سکتا ہوں جبکہ آپ ﷺ کی ازادیر اللہ تعالیٰ نے مجھے دیات عطا فرمائی“ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اگر تم عربوں سے بغض و عدوت رکھو گے تو وہ کیا مجھ سے ہی دشمنی رکھتا ہو گا۔“

عرب دشمنی علامت شقاق۔۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ منافق

کے سوا عربوں سے کوئی بغض و عدوت نہیں رکھ سکتا۔

ترذی میں حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”جس نے عربوں سے کینہ اور فریب کیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہو گا اور نہ اسے میری

محبت ملے گی۔“

ترذی نے اس کو حدیث فریب کہاہے۔ آنحضرت ﷺ ہی کا لفظ ہے۔۔

”سوا عربوں سے محبت کرے وہ میری محبت کی وجہ سے کرے اور جو عربوں سے دشمنی رکھے وہ

میری وجہ سے دشمن ہو گئے۔“

عربوں سے محبت کیوں ضروری؟۔۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”عربوں کے ساتھ تین باتوں کی وجہ سے محبت رکھو ایک اس لئے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی

میں ہے اور جنت والوں کی زبان عربی ہے۔“

عربوں کا مقام بلند۔۔ بخیر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”قیامت کے دن لوگو! اللہ (بخیر) میرے ہاتھ میں ہو گا اور اس دن جو لوگ میرے جھٹلے سے

سب سے زیادہ قریب ہوں گے وہ عرب ہوں گے۔“

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔۔

”جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام بھی ذلیل ہو جائے گا۔“

ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ عرب امت میں سب سے زیادہ والی اور اشرف ہیں اس لئے کہ وہ دین کے

سب سے پہلے قاطب ہیں۔ (دوسرے یہ کہ لوہین عربی ہے۔)

حضور ﷺ اشرف خلائق۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”عربوں

میں بہترین لوگ بنی مضر ہیں اور بنی مضر میں بہترین لوگ بنی عبد مناف ہیں اور بنی عبد مناف میں بہترین

لوگ بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں بہترین لوگ بنی عبد مطلب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کو تم کو پیدا کرنے کے بعد

جب ان کی اولادوں کو تقسیم کیا ہے تو میں ان میں بہترین قسم میں ہوں۔“

اقول مختلف کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ ہی سے ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”حدیث فریب وہ ہے جس کی سند میں کسی جگہ ایک ہی راوی ہو جبکہ اگر گزر چکا ہے۔ عرب



ہو تاہم یہاں تک کہ خود ہی کی حیثیت سے اس دنیا میں آئے۔ یعنی آپ ﷺ کے اجداد میں نی موجود ہیں۔ اس بارے میں حدیث آگے آئے گی کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کے نطفے میں ڈالا پھر نوح کے نطفے میں پھر حضرت ابراہیم کے نطفے میں اس کی دلیل بھی آگے آئی ہے۔

حضور ﷺ اصحاب انبیاء میں رہے۔۔۔ ابن عباسؓ سے یہ ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مستقل طور پر خدا کے نبیوں کے داد و غیر نبیوں کے نطفوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کو جنم دیا۔ جیسا کہ ظاہر ہے آپ ﷺ کے اجداد میں نبیوں کے علاوہ عام لوگوں کا ہونا اس روایت کے خلاف نہیں ہے (یعنی لوہر کی روایت سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ صرف نبیوں کے نطفوں میں منتقل ہوتے رہے حالانکہ ایسا ممکن ہے اس کو حضرت ابن عباسؓ ہی کی اس دوسری روایت کے الفاظ صاف کر رہے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نبیوں اور غیر نبیوں کے نطفوں میں منتقل ہوتے رہے) بلکہ مراد یہ ہو گی کہ آپ ﷺ کے اجداد میں نبی بھی شامل ہیں جیسا کہ یہ بات بالکل مکمل ہوئی ہے کہ آپ کے اجداد سب کے سب نبی نہیں ہیں (بلکہ ان میں غیر نبی کی تعداد زیادہ ہے)۔

نور محمدی ﷺ مساجدین میں رہا۔ لیکن (ابن عباسؓ کے علاوہ دوسرے محققین نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور ایک مساجد (یعنی مسجد کرنے والے) سے دوسرے مساجد میں منتقل ہو جا رہا اس تحقیق کی بنیاد علیٰ گورہ بالا آیت پاک ہے یعنی نَفْلًا لِّی السَّاجِدِینَ۔ پھر کہتے ہیں ہمیں نمازیوں میں بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ اشارہ مروا لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی میں منتقل ہوا ہے اور نمازیوں سے مروا آپ ﷺ کے آباء و اجداد میں لیکن جیسا کہ آگے آئے گا مخالف کتاب اس آیت کا یہ فضاء نہیں مروا لینے کہ نور نبی ﷺ پاک نطفوں میں منتقل ہو جا رہا بلکہ کہتے ہیں کہ یہاں مساجدین سے مراد آپ ﷺ کے اصحاب ہیں۔

مساجدین سے شیعوں کا استدلال۔ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ آیت کے جس حصے کا ذکر یعنی تفسیر کی گئی ہے اس کے متعلق راہنہ یعنی شیعہ حضرات نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد مساجدین سے ہیں اس لئے کہ مساجد (مسجد کرنے والے اور جس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے نمازی سے کیا ہے) مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں ایمان و سجدے سے تعبیر فرمایا ہے اس بارے میں حزیہ بحث آگے آئے گی۔ یہ ظاہر کیا ہو لا استدلال ہے (یعنی آیت کی ظاہری صورت سے جو معنی مروا لئے گئے ہیں وہ یہ ہو سکتے ہیں کہ مساجد یا نمازی سے مروا آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد ہیں بلکہ جیسا کہ آیت کے معنی کے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ میں تہجد پڑھنے والوں کا حال معلوم کر رہے ہیں۔

آیت مساجدین کی تفسیر۔ (اس آیت کی یہ تفسیر کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ انجامِ بیل یعنی عبادت کی تہجد یا تہجد کی فریضہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سے منسوب ہوئی جبکہ پہلے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر یہ تہجد کی نماز فرض تھی اور یہی صحیح ہے (بہرحال نمازوں کی فریضہ سے پہلے آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت پر تہجد یعنی عبادت کے وقت اللہ کی عبادت کو با فرض تھا۔ چنانچہ تمام صحابہؓ کی عبادت میں اللہ کے حضور میں کمزے ہوتے تھے اور عبادت کیا کرتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ کے چہرہ نور تابھیں اور ذکر کرنے لگیں اور ہمارے ہم آہنگ۔ ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف اور آسانی پیدا فرمائی اور تہجد کی فریضہ ختم





بلکہ اختیار ہے کہ جسے تو فیق ہو، کر سکتا ہے نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(یہ اعتراض صرف اس مقام پر پیدا ہوا ہے کہ اس آیت میں جہاد کا بھی حکم ہے اور چونکہ جہاد کے کی ذمہ داری میں فرض نہیں ہوا تھا بلکہ دینے والے کے بعد اس کا حکم آیا ہے اس لئے اس آیت کو جس نے قیام میل کی فرضیت کو منسوخ کیا ہے کہا گیا کہ یہ نہیں دینے ہی میں بدل ہوئی ہو گی۔ لیکن علامہ ابن کثیر اس پر ردی سورت کو کی قرآن دیتے ہیں اور جہاد کی فرضیت کے حلقوں جو آئندہ چل کر ہونے والی تھی خبر دیتے کہ نبوت کی اعلیٰ مثال قرآن دیتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ”یہ آیت بلکہ پروری سورت کی ہے کہ شریف میں نازل ہوئی اس وقت جہاد نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے، مگر طیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمان کو جہاد میں پروری مشغولیت ہوئی، نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے (ابن کثیر، ۲۹۰ سورہ بقرہ)۔

(اصل بحث اس آیت پر چل رہی ہے جو حضرت ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے یعنی وَطَنُکَ بِلِی السَّامِیِّینَ کہ یہاں ساجدین سے کیا مراد ہے۔ ابن عباس اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ساجدین سے مراد ایک نبی سے دوسرے نبی کے خلفے میں آنحضرت ﷺ کے نور کا منتقل ہوا ہے۔)

آیت ساجدین کی مختلف تفسیر۔ علامہ دارالافتاء نے ساجدین سے مراد آنحضرت ﷺ کے تمام آپہو اجداد کو کہتے ہوئے انہیں مسلمان قرار دیا ہے کہ یہاں ایمان کو جہاد سے تفسیر کیا گیا ہے اور جہاد کرنے والا مسلمان ہی ہو سکتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کے نور کا ایک ساجد سے دوسرے ساجد میں منتقل ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا نور ایک مومن کے خلفے سے دوسرے مومن کے خلفے میں منتقل ہو رہا ہے۔ پھر اس آیت کی تیسری تفسیر یہ ہے جو غشی کی گئی، یعنی مولا کتب کہتے ہیں کہ اس آیت کے ایک معنی یہ کہ جاتے ہیں کہ آپ اپنے صحابہ میں تھیں چھ دنوں کا حال معلوم کرتے پھر رہے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی جو تھی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کہ جاتے ہیں کہ نماز کے ارکان میں آپ کا حال بدلتا کھڑے ہوتے ہوئے پھر بیٹھتے ہوئے اور جہاد کرتے ہوئے جہاد کرنے والوں یعنی ملازمین میں اس طرح گویا آنحضرت ﷺ کو اطمینان دلایا گیا کہ ملازمین اس کے دوران کی حالت میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھتا ہے اور آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔ کیونکہ کہے میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے، ہر وقت دشمنوں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا تھا نماز کے دوران جبکہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب زیادہ الجھتا رہے خبر ہو کہ صرف اللہ کی عبادت و اطاعت میں مشغول ہوتے تھے، یہ خطرہ اور زیادہ تھا کہ اس حالت میں کفار کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے۔ اس تفسیر کے مطابق آپ کو مطمئن کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت آپ کے ساتھ ہر وقت ہے اس تفسیر کے مطابق ساجدین کا حلقہ حلقہ سے نہیں ہے بلکہ فقہ ساجد اسے ہے جس کو اس عبادت میں شریعتاً چاہا ہے۔

کیا حضور ﷺ کے اجداد مومن تھے۔۔۔ یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ (دارالافتاء کی تفسیر کے مطابق جب ساجدین سے مراد مومنین ہیں تو اس میں یہ اشکال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد میں حضرت ابراہیم کا باپ گنوا بھی ہے جو کافر تھا۔

ابراہیم کا باپ کون تھا۔۔۔ مولا کہتے ہیں کہ اس کا جہاب ہم یہ دے سکتے ہیں کہ تمام اہل کتب اس بات پر

متعلق ہیں کہ کور ابراہیم کا چچا تھا (باپ نہیں تھا) اور عرب والے چچا کو باپ کہہ کر پکارتے ہیں جیسا کہ وہ حال کو  
 ہیں کہ کر پکارتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کا عقد نکاحیت فرمایا کہ انہوں نے کہا میرے باپ  
 ابراہیم اور اسامیٰ بن "مالا نکہ" یہ بات معلوم ہے کہ اسماعیل حضرت یعقوبؑ کے چچا (یعنی چچا) تھے۔ اسی وجہ سے یہ  
 چلا ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام ہمدان تھا یعنی رخ کے ساتھ۔ مابین نسب میں جسور کی دوائے بھی ہے صرف  
 حافظ ابن حجر مستطانیؒ نے رخ الہدیٰ میں اس کو رخ سے (بغیر نقطے کے) ہمدان لکھا ہے۔

آزربا چرخ .. لیکن ہر حال بعض تحقیقین نے دعویٰ کیا ہے کہ کور اس کا لقب تھا اصل میں کور اس بیت کا  
 نام تھا جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا اس طرح اس کے دو (۲) نام ہو گئے کور اور ہمدان جیسے کہ حضرت یعقوبؑ  
 کے دو (۲) نام تھے یعقوب اور ہمدان۔

مؤمن یا کافر۔ بعض حضرات جیسے قاضی بیضاویؒ نے کہا ہے کہ جنہوں نے آیت کے ظاہر کو دیکھ کر ابراہیم  
 کے باپ کے متعلق دوائے قائم کی انہوں نے قابل اور سستی سے کام لیا (یعنی اگر غور کرنے کی زحمت کرتے تو  
 آیت کو دوائے بدلتی پڑتی) قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم کا باپ کفر کی حالت میں ہی مرا ہے۔ اور یہ جو کہا  
 جاتا ہے کہ وہ ان کا چچا تھا یہ خبر دیکھنے کے ظاہری معنی سے جتا ہے (یعنی اگر دلیل اور ضرورت آپسے جب تو  
 آیت کے بحال اور ظاہری معنی سے ہٹ کر بدلتی تلاش کرنی چاہئے ورنہ آیت کا جو صاف اور واضح مطلب ہے  
 اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

اس بارے میں صریح جو کچھ ذکر ہے وہ بھی اس کی موافقت میں ہے (کہ کور حضرت ابراہیم کا باپ تھا اور  
 کفر کی حالت میں مرا) پھر میں جو ذکر ہے وہ حضرت محمدؐ کی مباحث سے نقل کیا گیا ہے کہ کور ابراہیم کے باپ کا  
 نام تھا۔ مگر یہ بات حافظ سیوطیؒ کے اس قول کی غلطی ہے جو انہوں نے ابراہیمؑ کی اس دعا سے نکالا ہے (وہ  
 قول یہ ہے کہ کور ابراہیمؑ کا چچا تھا اور جس آیت سے انہوں نے یہ مطلب نکالا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا ہے)  
 وَمَا أَغْنِيَنِي زَوْجِي وَلَوْ كُنْتُ رَبًّا وَيَسْتَوْفِيَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سورہ ابراہیم پ ۱۳ آیت ۳۱)

ترجمہ: اے میرے رب! خلیج کو اور میرے مال باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب۔  
باپ کے لئے دعا و مغفرت .. یہ دعا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اسی چچا کی موت کے بعد دعوت بعداگی  
 بھی جس کا ذکر قرآن پاک میں کافر کی حیثیت سے ہوا ہے (اگر حافظ سیوطیؒ اسی فیصلہ پر کور کو ابراہیم کا چچا مان  
 رہے ہیں کہ ابراہیمؑ نے اس کی مغفرت کی دعا مانگی اور دعائے مغفرت مردوں کے لئے یہ مانگی جاتی ہے۔ اس  
 وقت جبکہ یہ دعا مانگی گئی ان کے چچا کو مرے ہوئے ایک عمر ہو چکا تھا اس لئے یہ دعا اسی کے لئے مانگی گئی  
 ہے۔ مگر اس میں یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس وقت جبکہ یہ دعا مانگی گئی ابراہیمؑ کا باپ زندہ تھا یا نہیں۔ کیا نکہ  
 اگر باپ بھی مر چکا تھا تو یہ دعا اسی کے لئے ہو گی یعنی حقیقی باپ کے لئے؟

یہ دعا کافر چچا کے لئے تھی۔۔۔ ابراہیمؑ نے یہ دعا جو کہ ایک کافر کے لئے مانگی تھی جو مطر کے قابل  
 نہیں اس لئے جب انہیں حب ہو تو انہوں نے اس کی مغفرت مانگنے سے اپنی برائت کا اعلان کیا۔ چنانچہ حافظ  
 سیوطیؒ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے اس مغفرت کی دعا سے اپنی برائت ظاہر کی جس کا ذکر قرآن پاک  
 میں اس طرح ہے۔

وَمَا كَانَ لِنُفْسِكَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ خُلُوعًا إِنَّكَ عَلِيمٌ لِّدِينِهِمْ وَأَنْتَ عَلِيمُ لِمَن يَعْبُدُ اللَّهَ مِن دُونِكَ

(پہلا اسورہ توبہ ص ۱۱۴ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: اور بے شک! اگر ایہ ایم کا اپنے باپ کے واسطے سونے تھا مگر وہ بے کے سبب کے وعدہ نہ کر چکا تھا اس سے بھرپ کر نکل گیا اور ایہ ایم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اس سے بڑا ہو گیا۔

توبہ اور ایہ ایم کا چچا تھا حقیقی باپ نہیں تھا (یعنی مذکورہ بالا آیات جیسا کہ ظاہر کر رہی ہیں وہ کافر تھا مگر اب ایہ ایم کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا جس کو باپ کے قتل سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ عرب ہالے جس طرح خال کو ہالہ پکارتے ہیں اسی طرح چچا کو باپ کے قتل سے یاد کرتے ہیں)۔

اس کے بعد مائدہ سید علیؑ اپنی اس حقیقت پر انتہائی اطمینان اور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس بات پر کہ اس نے یہ حقیقت میرے دل میں ڈال دی۔

باپ کا ایمان بھی مشفق۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ بات میں اگر ختم نہیں ہو جاتی دلالت اس صورت میں عمل ہو سکتی ہے کہ جب اب ایہ ایم نے دعائے مغفرت سے اپنی برأت کا اظہار کیا اس وقت ان کا باپ زندہ نہ ہو۔ اسی طرح ان کی اس برأت کا سبب ان کے چچا کی کفر کی حالت میں موت ہو مائدہ تعالیٰ کی جانب سے یہ وہی یعنی الطمانہ ہو کہ وہ کفر کی حالت میں مرے گا (کیونکہ اگر یہ وہی اس برأت کا سبب ہے تو پھر یہ برأت حقیقی باپ کے حقیقی ہو کی جو اس وقت تک نہیں مرا تھا) اس صورت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول سے مراد حضرت ابیہ ایم کا حقیقی باپ ہی ہو گا جس میں کہا گیا ہے کہ جس وقت حضرت ابیہ ایم کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ اس حالت میں نظر آئے کہ ان کے پادریوں طرف سر ہیز باغ نظر آتا تھا اور آگ نے جو ان کے پادریوں طرف تھی سوائے ان کی سٹکوں یعنی سونے صوفیوں پر بندھی ہوئی تھیں ان کے کچھ نہیں جلا یا تھا اس وقت حضرت ابیہ ایم کے باپ نے بہترین کلمہ کہا تھا کہ ”اے ابیہ ایم! میرا اب بہت ہی اچھا ہے۔“ (تو کو باطلہ سید علیؑ کی حقیقت کو ان کلمہ و جملوں کے باوجود جن کا نوہر ذکر کیا گیا اگر ختم کر لیا جائے کہ ان کو اب ایہ ایم کا چچا تھا تو پھر حضرت ابیہ ایم کے باپ کا یہ قول جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے ان کے حقیقی باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا اور اس طرح یہ کلمہ باطلہ سید علیؑ کی حقیقت کو مضبوط کرے گا کیونکہ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یہ بہترین کلمہ ہے۔ اس لئے کہ بہترین کلمہ جو انسان لوہار سکھایا وہی ہے جس میں خدا نے بزرگ و برتر کی تعریف ہو یا اس کی وحدانیت کا اظہار ہو یا اس کی قدرت و عظمت کا اقرار ہو۔ ایسا کلمہ چاہے مومن کے یا کافر بہر حال بہترین کلمہ ہے)۔

کشاف نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت ابیہ ایم کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت ان کی عمر صرف سولہ (۱۶) سال تھی (مگر اس بارے میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے علاوہ بعض دوسرے حضرات نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیس (۳۰) سال تھی جبکہ وہ چھوڑ دیئے ہوئے تھے۔

نور قریش کی تخلیق۔ اس تحصیل کے بعد پھر اصل موضوع یعنی آنحضرت کے نسب کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت کوثرؓ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک قوم کی صورت میں تھے اور یہ قوم ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتا رہتا تھا اور ان کی تسبیح و عبادت کے ساتھ فرشتے بھی تسبیح کرتے رہتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کوثرؓ کو پیدا فرمایا تو یہ قوم ان کی اسلوب یعنی بیٹے میں ڈال دیا یہ حضرت نے فرمایا کہ میرا والد نے کوثرؓ کی قوم کی بیٹے میں ڈال دی اور وہ پھر نورؓ کے لئے

میں نکلا اور اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے ————— نطفے میں ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی طرح شریف و کریم نطفوں اور پاکہ رموں میں منتقل فرمایا یہاں تک کہ اس نے مجھے میرے بلا باپ میں سے نکالا جنہوں نے بھی قہقہہ حرکت نہیں کی تھی۔

نور قریشی نور محمدی رحمۃ اللہ علیہ کا جزو ————— اقول مؤلف کہتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو قول ہے وہ پہلے حصہ سے متعلق نہ ہو جس میں فرمایا گیا ہے کہ قریشی اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی طرح تھے (کیونکہ اگر اس پوری روایت کو ایک مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور قریشی کے نور کے مجموعے میں شامل مانا جائے گا جسے بعد میں نور قریشی سے الگ کر کے حضرت نور کے نطفے میں منتقل کیا گیا۔ بلکہ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لوحہ آئے گا کہ ”میں تو تم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے سامنے ایک نور کی شکل میں تھا۔ جس قول کی موجودگی میں یہ مانا لازم ہے کہ آپ کا نور قریشی کے نور سے پہلے ہو اور یہ کہ قریشی کا جو نور تھا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی نور سے نکلا ہو تھا۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین۔ ————— (دوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور کے منتقل ہونے کے سلسلے میں صرف تین نبیوں کا نام لیا ہے۔ یعنی حضرت آدم، حضرت نور اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان انبیاء کے واسطوں پر جس کی جن کے نام اس حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں اس میں جو حکمت ہے وہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ تین انبیاء تمام نبیوں کے باپ ہیں چنانچہ (حضرت آدم تو تمام انسانوں کے باپ ہیں ہی نور کی لولہ میں حضرت آدم اور صالح علیہما السلام ہیں) جن سے آگے دیگر وہاں کا سلسلہ چلا اور حضرت ابراہیم کی لولہ میں حضرت اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، داؤد، سلیمان، عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ یہ اس بنا پر کہ حضرت داؤد حضرت موسیٰ کے پان کے باپ کے بھائی ہیں اور وہ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم سے حضرت یحییٰ میں منتقل ہوا تھا اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل کی لولہ میں ہیں (یعنی حضرت ابراہیم سے دیگر وہاں کے دو سلسلے چلے ہیں۔ ایک حضرت اسماعیل اور ان کی لولہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا سلسلہ حضرت اسحاق یعنی حضرت ابراہیم کے دوسرے بیٹے سے چلا یعنی بنی اسرائیل کے انبیاء کا سلسلہ جس کے متعلق گزر چکا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بزرگ وضع ہوئے ہیں۔

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق۔ ————— علی بن حسین سے روایت ہے جو اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

”میں آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کے سامنے ایک نور کی حیثیت میں تھا۔“  
پھر میں نے کتاب بشریات فی الخصائص والجزات دیکھی۔ اس کتاب کے مؤلف کا نام مجھے یہ نہیں رہا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا:۔  
”اے جبرئیل اتنی سال کی عمر ہے؟“

جبرئیلؑ کی عمر۔ ————— حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا:۔

”یہ رسول اللہ! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ جو تھے پروردگار میں (مرواؤں) چاہے تھا آسمان ہے ایک ستارہ ہے جو ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طوع ہوتا ہے میں اس کو بہتر بزرگ مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔“

محمد شیع مخلک کا نکاحات۔ یہ سی کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"اے جر بن کنان! میرے پروردگار جل جلالہ کی قسم کہ وہ ستارہ میں ہی ہوں۔"

اس حدیث کو بخدی نے روایت کیا ہے۔ یہاں تک مؤلف تقریبات کا کام ہے۔

بعد از خدا پروردگار توئی۔۔۔ (تخریج: اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے نور اور حضرت

جر بن کنان کی عمر دونوں کا اتنا ہوتا ہے جو ستارہ متقرب از سال میں صرف ایک مرتبہ نکلتا ہو نور اس کو حضرت

جر بن کنان بمقر (۷۴) ہزار مرتبہ نکلنے دیکھ چکے ہوں تو یہ اتنی بے شمار حدت فنی ہے کہ شاید ہر دور ہندو سوں میں

اس کا اکلہ ممکن نہیں ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے نور کو پیدا کرنے کی حدت ہے کیونکہ جیسا کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آپ ایک نور کی شکل میں تمام مخلوق سے پہلے وجود پانچے تھے۔ اور اس حدیث میں

آپ نے اس نور کی تخریج بھی فرمادی ہے کہ وہ ایک ستارے کی شکل میں قاضی آتی تھی حدت بعد نکلتا قاضی

جر بن کنان کو متقرب از مرتبہ دیکھ چکے ہیں تو اب اللہ ہی جان سکتا ہے کہ جر بن کنان کے اس ستارے کو پہلی بار دیکھنے

سے کتنی حدت پہلے سے وہ ستارہ نکل رہا ہو گا۔

بہر حال یہ عظیم حدت ایسی ہے کہ اس کا ہندسوں میں اکلہ مشکل ہے۔ جیسا کہ آج کے سائنس

دانوں نے لافانی ہر قدر حدت کے اکلہ کے لئے ہندسوں کو بے بس پا کر نوری سال کی اصطلاح وضع کی ہے

اس کا مطلب ہے کہ روشنی جو پانچ سو چار ہزار تریلیون جزی ہے ایک سینکڑہ میں ایک لاکھ یا پانچ ہزار میل کا حاصل طے

کرتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صرف چھ مہینوں میں یہ پتہ حاصل طے کر لے گی اس کا اکلہ کسی ہندو یا ہندو سے

کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائے کہ نکاحات کے ان بے ضابطہ فاصلوں کو میلوں کے ذریعہ ظاہر کیا جائے

جہاں تک نور روشنی صدیوں اور کروڑوں سال میں پہنچ سکتی ہے۔ اسی لئے ان فاصلوں کے اکلہ کے لئے نوری

سال کو اصطلاح کے طور پر ایک پیمانہ نور ہند مقرر کیا گیا کہ روشنی اپنی اسی تیز رفتاری یعنی ایک لاکھ پانچ ہزار

میل فی سینکڑہ کی رفتار سے ایک سال میں پتہ حاصل طے کرے گی وہ ایک نوری سال یعنی

LIGHTYEAR کہلاتے گا۔۔۔ (تخریج: علم۔ مرتبہ)

نور محمد ﷺ کو کل مخلوقات۔۔۔ بحرحب اللہ تعالیٰ نے تو تم کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کی پہنچ میں رکھ دیا یہ گویا

اس وقت ہو کہ آپ بھی نور کی صورت میں تھے اور قریش بھی نور کی صورت میں تھے مگر اس طرح کہ آپ کا

نور قریش کے نور سے پہلے پیدا کیا گیا تھا (یعنی سب سے پہلے آپ کا نور پیدا کیا گیا مگر آپ کے نور سے ہی

قریش کا نور پیدا کیا اور آدم کی تخلیق کے وقت یہ نور ان کی کمر میں ڈال دیا گیا۔

اس سے پہلے ایک روایت گزری ہے کہ آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش ایک نور کی

صورت میں تھے جیسے آدم کی پہنچ میں ڈال دیا گیا۔ یہ گویا اس کی وضاحت ہے کہ قریش کو جو نور کی شکل میں پیدا کیا

گیا وہ آپ ﷺ کے بعد اور آپ کے نور کی وجہ سے ہوا۔

بلکہ آگے روایت آئے گی کہ آپ ﷺ کا نور سب کی مخلوقات سے پہلے پیدا کیا گیا بلکہ یہ مخلوقات

یعنی تو تم نور ان کی ہوا۔ کو اسی نور سے پیدا کیا گیا۔

نور مصطفیٰ ﷺ جبین آدم میں۔۔۔ اس صورت میں یہاں اس کی وضاحت کرنی چاہیے کہ

آدم کو آپ ﷺ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مگر یہ نور ان کی پہنچ میں ڈال دیا گیا۔ چنانچہ مگر شدت حدت میں گنہگار

ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو یہ نور ان کے پیشہ میں رکھ دیا۔ یعنی پھر یہ نور ان کی پیشانی میں دھنسا تھا اور ان کے سارے نور پر غالب رہتا تھا۔ جیسا کہ آگے پوری بات آئے گی۔

آدم سے صلب شیث میں۔۔۔ پھر (آدم سے) یہ نور ان کے بیٹے حضرت شیث کے نطفے میں منتقل ہوا جو ان کے باپ بہت حضرت شیث کو اس نور کے حلقے جو کچھ بھی وصیت کی گئی ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی اولاد میں جس کی طرف بھی وہ اس نور کو منتقل کریں اس کو وصیت کر دیں کہ وہ اس نور کو کسی پاک دامن عورت کے رحم میں رکھے۔ یہ وصیت گذشتہ نسلوں میں اسی طرح چلتی رہی یہاں تک کہ یہ نور عبد شلطلب تک پہنچا۔

نور محمدی ﷺ نسل در نسل۔۔۔ یہ سب تفصیل اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے کہاں و اہل و عیال میں جس کی طرف بھی یہ نور منتقل ہوا اس میں یہ واضح طور پر محسوس ہوا جتنا کہ یہ بات اس گزشتہ بات کے خلاف جانتی ہے جس میں اس نور کے منتقل ہونے کے حلقے بعض مخصوص حضرات کا ذکر کیا گیا ہے (کیونکہ اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نور حضرت آدم سے لے کر آنحضرت کے والد عبد اللہ تک برادر ایک سے دوسرے میں منتقل ہوا تاہم اگر اس سے پہلے جو روایت گزری ہے اس میں صحیحی طور پر بعض ناموں کا ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

شیث خواہی تھا اولاد۔۔۔ حضرت خواہے کبھی کوئی تھا اولاد میں ہوتی سوائے حضرت شیث کے (کہ وہ تھا پیدا ہونے والا) اس نور ہی کی کرامت تھی۔

شیث پیٹ میں نظر آتے تھے۔۔۔ روایت ہے کہ وہ یعنی حضرت شیث اپنے والدہ کے پیٹ میں اتنی مدت رہے کہ پیٹ ہی میں ان کے دانت نکل آئے تھے۔ نور ان کی والدہ یعنی حضرت خواہے ہیں اس وقت ان کا صاف نور پاکیزہ تھا کہ شیث کی پیٹ میں نظر آتے تھے۔ یہ آدم کی تیسری اولاد ہیں۔

آدم کی کل اولاد۔۔۔ حضرت خواہے ہر مرتبہ دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی ساتھ پیدا ہوتے تھے چنانچہ ایک روایت ہے کہ ان کے یہاں تین مرتبہ پیدا ہوئے جن میں چالیس اولاد ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ ایک سو میں (۱۲۰) بچے ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ ایک سو اتنی (۱۸۰) بچے ہوئے اور ایک روایت ہے کہ چالیس سو (۵۰۰) بچے ہوئے۔

موت کے وقت آدم کی اولاد۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ جب آدم کی وفات ہوئی تو ان کے بیٹوں اور بھائیوں میں چالیس بڑا لڑا آئی تھے جنہوں نے ان کا کام کیا۔ آدم کی نسل میں سوائے شیث کی اولاد کے نور کسی بیٹے کی اولاد کے حلقے میں نہ جاتی تھی۔ اس لئے کہ ان کی باقی اولاد میں نہیں ہوئیں (یا ان کا سلسلہ نہیں چلا اس لئے وہ اب البشر یعنی انسانوں کے باپ ہیں)۔

حضرت چارہاں عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا:-

”یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ قربان ہوں مجھے بتائے کہ ساری چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز کو پیدا فرمایا؟“

آنحضرت ﷺ عالم موجودات کی اصل۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-

”ابہاہر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے حمد سے ہی کے نور کا اپنے نور سے پیدا فرمایا۔“

اسی میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ (اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ) تمام موجودات کی اصل ہیں۔ واللہ

بسم اللہ تعالیٰ اعظم۔

عربوں کے کبھی طے۔۔۔ عربوں کے نسب میں جو طے ہیں ان کی تعداد اور ترتیب میں سوار صحن کا اختلاف ہے۔ لیکن ان میں ذہر ابن بکر کا قول ہے کہ (عربوں کے نسبوں میں) چھ طے ہیں۔ جن کی تفصیل اور ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے شعب ہو گا، پھر قبیلہ، پھر عمارہ، پھر اہل بکر، پھر فہلہ۔  
ذہر ابن عرق نے ان قبیلوں کو اسی ترتیب کے ساتھ دو (۲) شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔

فہلہ  
قبیلہ  
اھل بکر  
قبیلہ  
عمارہ  
قبیلہ  
اھل بکر  
قبیلہ

ترجمہ: عرب عمارہ کے کئی طے ہیں

جن کی تفصیل ذہر (عراقی) نے کی ہے اور وہ یہ ہیں

فہلہ  
قبیلہ  
اھل بکر  
قبیلہ  
عمارہ  
قبیلہ  
اھل بکر  
قبیلہ

ان میں سب سے پہلے شعب ہے پھر قبیلہ

پھر عمارہ، اہل بکر اور فہلہ ہیں

چنانچہ (اس ترتیب کے مطابق) شعب سے قبیلے بنتے ہیں، قبیلوں سے عمارہ بنتے ہیں، عمارہ سے اہل بکر بنتے ہیں، اہل بکر سے فہلہ بنتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے طبقات نسب۔ چنانچہ سحر (میں) قریش کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا شعب ہے آپ ﷺ کا شعب خزیمہ کا بھی کہا جاتا ہے (کیونکہ اس کے متعلق بھی قریش کا مورث اعلیٰ ہے) نے کہا کہ اس میں بکر، کنانہ، آپ ﷺ کا قبیلہ ہے اور قریش آنحضرت ﷺ کے عمارہ ہیں اور قصی آپ ﷺ کا اہل بکر ہے اور باشم آپ ﷺ کے فہلہ ہیں اور بنی مہاش آپ ﷺ کے فہلہ ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فہلہ کے بعد عشمیرہ ہو گا ہے اور عشمیرہ کے بعد بکر فہلہ ہو گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فہلہ عشمیرہ کے بعد ہو گا ہے، کہتے ہیں اس کے بعد بکر ہو گا ہے۔

بعض محققین نے اس کے بعد ذہر، عترہ اور اسرہ کا بھی اضافہ کیا ہے مگر ان کی ترتیب کا صحیح حال معلوم نہیں ہے۔

محمد ابن اسعد نے کہا ہے کہ یہ طے ہوا ہوتے ہیں جن کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے جذم، پھر جمور، پھر شعب، پھر قبیلہ، پھر عمارہ، پھر اہل بکر، پھر قبیلہ، پھر عشمیرہ، پھر فہلہ، پھر بکر، پھر اسرہ، پھر ذہر۔ مگر اس میں محمد ابن اسعد نے عترہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

بعض سوار صحن نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے بلون (اہل بنی مخ) کا سہلا نکلاتے ہیں۔ شعب عربی میں ایسے سمجھے درخت کو کہا جاتا ہے جس کی سمت سی ٹھکانا نہیں اور چتے ہوں۔ بلون عرب قبائل نکلاتے ہیں۔ اور بلون بنی شوب (شعب کی مخ) نکلاتے ہیں۔ یہ اختلاف قابل غور ہے۔



## باب دوم (۲)

## آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ

عبد اللہ کا حسن و پاکدامنی..... عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ، قریش میں صورتِ ثلج اور اپنے اخلاق کی وجہ سے سب سے اچھے تھے اور آنحضرت ﷺ کا مورخ کے چہرے پر صاف نظر آتا تھا ایک روایت ہے کہ وہ قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین کوئی تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کے نزدیک عبد اللہ اپنے باپ کی اولاد میں سب سے زیادہ مکمل، سب سے زیادہ حسین سب سے زیادہ پاک دامن اور سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کو ہدایت دی اور انہوں نے ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔ یہ ذرا عجیب سا بیان ذرا عجیب لگتا ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بھی ذرا عجیب لگتا ہے کیونکہ ان کے باپ عبد المطلب نے اپنی ایک ستھ کو پورا کرنے کے لئے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا اس واقعے کی تفصیل آگے کر دی ہے۔

چلو ذبح کرنے کے لئے عبد المطلب..... ان کے والد عبد المطلب کو خواب میں وحرم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا۔ یعنی اس کنواں کے کنویں کو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کنواں حضرت جبرائیل کے واسطے سے حضرت اسماعیل کے لئے ہی نکالا تھا جیسا کہ آگے اس کی تفصیل کہنے کی پہلو کے سلسلے میں آئے گی۔

وودفہ کھدائی..... ذبح کرنے کا کنواں دو مرتبہ نکالا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت کوثر کے لئے اور ایک مرتبہ اسماعیل کے لئے اس کنویں کو (وودفہ کھودے جانے کے بعد) قبیلہ جرہم نے پھاٹ دیا تھا۔

کعبہ کی بے حاشی اور مضامین کی تمنا کش..... قبیلہ جرہم نے (جو اس وقت کے سردار اور بیت اللہ کے مقرر تھے) جب بیت اللہ شریف کی بے حاشی ضرورتاً کر دی اور کہنے میں بڑے بڑے گناہ کرنے لگے تو ایک مرتبہ ان کا سردار مضامین ابن عمرو جی الفلانی خطبوں اور وہ حد و نصیحت کے دائرہ پر اپنی قوم کو سمجھانے لگا کہ اس حد و مقام کی بے حاشی اور اس طرح توہین نہ کریں ورنہ لوگوں پر اس حد و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا (اور وہ اپنی قوم پر اس حد و مقام کی بے حاشی اور اس طرح توہین نہ کریں ورنہ لوگوں پر اس حد و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا)۔

بیل سمیت کنویں کی بھرائی..... جب مضامین نے یہ دیکھا کہ قوم پر سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا



تقلیدت اور مصنفوں کی معاشرت سے جڑ ہو کر اسلام قبول کیا یہاں تک سر آست زبان کا کام ہے۔ یہاں یہ بھی قول ہے کہ یہ بات (کہ اہل حقوں نے بھی نہ کئے پر حکومت کی بدولت بیت اللہ کا حج کیا) اس روایت کے خلاف نہیں ہے (کیونکہ اس کے بغیر بھی یہ ممکن ہے کہ شاہانِ عارس میں سے کسی نے بیت اللہ کے لئے ہجرت کیا ہو)۔ یہ بات قابلِ غور ہے۔

جریم کے بعد خزانہ کی سرداری..... (یعنی جریم جس زمانے میں کئے کے سردار تھے اس وقت دحرم کا کنوئیں خشک ہو گیا تھا۔ منشاں جریم قبیلہ جریم کا سردار جب اپنی قوم کی طرف سے پاپس ہو کر کئے سے جانے لگا تو اس) بذات کے وقت یہ کنوئیں کھودا اور دستِ گمراہ کا کئے کے اس میں (دو ہر نیں اور کنوئیں وغیرہ کو لپی کر دیں۔ ایک روایت ہے کہ اس نے خمر اسود کو بھی اسی گڑھے میں دفن کر دیا تھا پھر اس نے کنوئیں کو پات کر برابر کیا اور قوم کو چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی جریم پر قبیلہ خزانہ کو مسلط کر دیا جنہوں نے جریموں کو حرم لڑکی سر زمین اور کئے کی سرداری سے نکال دیا۔

اس کی تفصیل پہلے صفحات میں گزر چکی ہے (یہاں سے نکالے جانے کے بعد جریم ابو حور اور ہماک جیسے لوہ چاک ہو گئے جیسا کہ گزشتہ چاک ہے۔

عبد المطلب کا خواب..... پھر دحرم کا کنوئیں دقوں تک اسی طریقہ بند رہا۔ نبی خزانہ اور قصی کی سرداری کا پورا زمانہ گزر گیا اور یہ بھی معلوم نہ رہا کہ دحرم کا کنوئیں کیا تھا (سنی کہ وہ یہ بھی بھول چکے تھے کہ اس نام کا کنوئیں کوئی یہاں رہا ہے) یہاں تک کہ قصی کے بعد عبد المطلب کا زمانہ آیا اور لوگ چاہہ دحرم کے حلقے پہ خبر دے لیا پھر اس کے بعد عبد المطلب نے خواب دیکھا (جس میں انیس دحرم کی چمک تھائی تھی) اور اسے کھودنے کا حکم دیا گیا۔ کیا جاتا ہے کہ یہ مدت (جس میں دحرم بند چلا رہا تھا) سو سال ہے۔ قصی ابن کلاب نے اپنی سرداری کے زمانے میں ایک کنوئیں کھودا یا تھا جو اس مکان میں تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور بسین آٹم پائی رہتی تھیں۔ یہ سب کنوئیں ہے جو (دحرم کے بند ہو جانے کے بعد) کئے میں کھودا گیا۔

چاہہ دحرم کھودنے کی ہدایت..... حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے روایت کیا ہے کہ عبد المطلب نے کہا کہ میں خمر اسود کے مقام پر سو رہا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا ”طیبہ! کو کھودو (طیبہ کے معنی پاک ہیں۔ تفصیل آگے قرئی ہے) میں نے اس سے پوچھا کہ طیبہ کیا ہے۔“ گروہ (انہ نے بغیر) چلا گیا۔ اگلے رات کو میں پھر اپنے بستر پر ج کے سو گیا وہی شخص پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کو کھودو (بڑے کے معنی علی اور نیک بگلی کے ہیں) میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہے گروہ (انہ نے بغیر) مجھے خبر نہ چھوڑ کر چلا گیا۔ جب اگلے رات ہوئی تو میں اپنے بستر پر سو گیا وہی شخص پھر میرے پاس آیا اور اس نے کہا مصنون کو کھودو۔ (مصنون کے معنی وہ چیز جس کے دینے میں گلی کیا جائے یعنی قیمتی اور خاص چیز) میں نے پوچھا مصنون کیا ہے۔ وہ انہ نے بغیر چلا گیا۔ اگلے رات میں پھر اپنے بستر پر سو رہا تو وہی شخص پھر (غواب میں) میرے پاس آیا اور بولا کہ حرم کو کھودو (میں نے پوچھا حرم کیا ہے۔ اس نے کہا:۔

”جس کا پانی بھی قسم نہیں ہو تا، جس کا پانی بھی کم نہیں ہو تا جو حاجیوں کے پڑے پڑے بھسوں کو پانی سے سیراب کرتا ہے جو گندہ کی اور خون کے درمیان میں ہے، وہاں سفید پتہ والا کو اچھ لگا رہا ہے اور قرینہ افضل کے پاس ہے۔“

اس کنویں کے تین سوت..... پانی ٹمٹھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کنویں بھیجی پانی سے خالی نہیں ہو جا۔ اور نہ پانی نچا ہو کر کئی تک پہنچا ہے اس کے حلقے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کنویں میں (کسی زمانے میں جب اس میں پانی تھا ایک جھٹی گر کر گر گیا تھا اور وہیں اس کی لاش پھول کر پھٹ گئی، اس وجہ سے کنویں کو نکلی کیا گیا اور لوگ کنویں کی گمرانی تک پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ کنویں کی تہہ میں تین خٹھے (سوت) ہیں جن سے پانی اُبل رہا ہے، ان میں جو سوت سب سے بڑا تھا اور جس میں سے پانی سب سے زیادہ اُبل رہا تھا وہ بھر اسو کی طرف والا چتر تھا۔

یہ کہنا کہ (لازم) (ذیل کے ساتھ) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کہانی کا کنواں نہیں (یہ خدمت یعنی برائی کرنے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اسی حلقہ سے جس سے ”بر ذمہ“ یعنی گمبائی والا کنواں کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی بھی کوئی شخص برائی نہیں کر جو کہ خلد ابن عبد اللہ قسیری کی جو روایتیں عبد الملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا اس نے اس کنویں کی برائی کی ہے۔ اس نے اس کا نام ”متم جملان“ یعنی کیڑوں کا کنواں رکھا تھا (خود زائد) اور کسے سے باہر ولید ابن عبد الملک کے نام پر ایک دوسرا کنواں کھدوایا تھا وہ حرم کے کنویں کے مقابلے میں اس کنویں کی فضیلت بیان کیا کہ تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ اس سے ختم کر حاصل کریں۔ (یعنی اس وجہ سے لازم کے معنی یہ نہیں کہے جاتے کہ اس کنویں کی بھی کوئی شخص برائی نہیں کرتا) مگر کہا جاتا ہے کہ یہ تو اس شخص یعنی خلد ابن عبد اللہ کی گستاخی اور بے حیائی ہے (اور نہ حقیقت یہ ہے کہ اس کنویں کے پانی کی بھی کسی نے برائی نہیں کی کیونکہ اس کا پانی بھلا صاف، تازہ اور خوش ذائقہ رہا ہے بلکہ خلد ابن عبد اللہ ہی شخص ہے جو حکم کھانا منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علی ابن ابی طالب کو مائدہ چہرہ پر لٹکتا کیا کرتا تھا، اس لئے اسے شخص کی مذمت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور لازم کے معنی یہ کہے جاسکتے ہیں کہ وہ پانی جس کی بھی کسی شخص نے برائی نہیں کی۔)

آپ زحرم کے فضائل..... (عبد المطلب کو خواب میں پہلی رات میں اس کنویں کا نام زحرم کے (جہاں) (طیب) (پاک) اس لئے کہا گیا کہ یہ پانی اور انیم کی اولاد میں پاک مردوں اور پاک عورتوں کے لئے ہے۔ (اگلے دن خواب میں اس کو یہ اس لئے کہا گیا کہ یہ اور اور بھی پاکہذا لوگوں کے لئے جاری ہو) (قسیری رات میں اس کو مسعود بن اسلم بن جبر جس کو چیتے ہونے کی وجہ سے دینے میں نکل گیا جانے اس لئے کہا گیا کہ اس کے پانی کو ان لوگوں کو دینے میں نکل گیا گیا ہے جو سوس نہیں ہیں چنانچہ حقائق کو اس میں سے ایک کھوت بھی نہیں ملے۔

ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں پانی کو آپ کے سوا دوسروں کے لئے رکھ دیا گیا۔

آپ ﷺ سے مروی شاید یہ ہے کہ آپ کے پیروں اور اہل کار کے دلوں کے سوا دوسروں پر یہ پانی

بند کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں کا مطلب ہی ہو گا جو اس سے پہلے قول کا ہے۔

چاہا زحرم کی نشاندہی..... ایک روایت یہ ہے کہ عبد المطلب سے (خواب میں) کہا گیا کہ زحرم کا کنواں کھودو

مگر کہنے والے نے جگہ کی کوئی نشانی اور علامت نہیں بتلائی۔ عبد المطلب اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ

مجھے علم ہوا گیا ہے کہ میں زحرم کا کنواں کھودوں۔ لوگوں نے پوچھا کیا تمہیں یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ زحرم کہاں ہے۔

عبد المطلب نے کہا کہ میں ان لوگوں نے کہا کہ پھر اسی بستر میں جا کر سو جاؤ جہاں تم نے یہ خواب دیکھا

تھا کہ یہ نیک خدائی کی باب سے حکم ہے اور حق ہے تو تمہیں دکھایا جائے گا اور اگر یہ شیطانِ خرب ہے تو وہ تمہارے پاس رہا رہے نہیں آئے گا۔ (تو عبدالمطلب دیکر اپنے ستر میں جا کر سو گئے۔ خواب میں وہی شخص پھر آیا اور کہا:-

”مومن کا کوئی نیکو دور اگر تم نے اسے نکھرا تو تمہیں شرمندگی نہیں ہوگی اور تمہارے عظیم باپ کی میراث ہے اس کا پانی بھی قسم نہیں ہو گا اور نہ بھی کم ہو گا ہے اس کا پانی جانوروں کے بڑے بڑے جانوروں کو سیراب کر سکتا ہے۔“

اس جگہ کی علامتیں..... عبدالمطلب نے پوچھا کہ یہ کنوں کس جگہ ہے۔ اس شخص نے کہا:-

”یہ گندہ کی (جہاں چڑی ہوگی اس) کے اور خون (جہاں پڑا ہو گا اس) کے درمیان میں ہے اور قرینۃ الضل کے پاس ہے جہاں کل ایک سفید بیٹا آؤ گا اور آٹھ ٹھیکے بدوہوں کا۔“

(یہاں سفید بیٹا والے کوٹے کے لئے غراب اسم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے کئی معنی تھے جیسے: ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسم کے معنی سرخ چوڑے اور سرخ ہواں والے کے بھی تھے جیسے کہ سفید بیٹا والے کے بھی تھے جیسے کہ اسم نے غراب اسم کے معنی صرف سفید بیٹا والے کوٹے کے لئے ہیں انہوں نے اس حدیث کے سلسلے میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا:-

”اور توں میں شریف عورت کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر وہاں کوئی ایک غراب اسم (اس کے بعد لام غزالی) نے لکھا ہے) یعنی سفید بیٹا والا گندہ وہاں تک لام صاحب کا کلام ہے۔

اس کے ایک معنی سفید ہواں والے کے بھی تھے جیسے کہ یہ معنی بھی لکھے گئے ہیں کہ وہ کو اس کا ایک بچہ سفید ہو۔

عبدالمطلب کنوئیں کی تلاش میں..... ہر حال اگلے دن عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پر گئے۔ اس وقت تک عبدالمطلب کے صرف یہی ایک لڑکا تھا یہ دونوں اس جگہ پہنچ گئے جس کو خواب میں قرینۃ الضل دکھایا تھا وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ گندہ کی اور خون پڑا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف آٹھ ٹھیکے بدوہاں ہیں۔ یہ جگہ اساتذہ اور مالک کے بتوں کے درمیان میں تھی۔ یہ وہاں ہی رہت ہیں جن کا ذکر پیچھے گزرا ہے۔ نیز یہ بھی پیچھے گزرا ہے کہ قرینۃ الضل کی طوشنوی حاصل کرنے کیلئے ان کے پاس قربانیاں کیا کرتے تھے (چنانچہ گندہ کی اور خون سے مراد یہی ہے کہ وہاں قربانی کے جانوروں کی آٹھوں اور گندہ اور خون وغیرہ پڑا ہوا تھا۔

اس بارے میں جو دوسری روایت آئی ہے وہ قرینۃ الضل میں ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے خواب کے مطابق قرینۃ الضل اور کوٹے کے ٹھکانے میں لڑنے کی جگہ توڑ مودھ لی لیکن وہاں انہیں گندہ کی اور خون نہیں نظر نہ آیا اور ابھی اسی سوچ میں تھے کہ اب تک ایک گائے اپنے ذرا کرنے والے کے پیچھے سے نکل کر بھاگی، اس کا مالک گائے کو پکڑنے والا نکروہ مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد اس کے ہاتھ آئی لہٰذا میں اس جگہ جس کے مصطفیٰ عبدالمطلب کو خواب میں دکھایا گیا تھا مالک نے گائے کو اسی جگہ ذبح کر دیا وہاں اس کے ہاتھ آئی لہٰذا میں یہ جگہ وہی تھی یعنی قرینۃ الضل اس لئے جب گائے کو وہاں ذبح کیا گیا تو اس جگہ خون اور آٹھوں وغیرہ گری۔ عبدالمطلب کو اس جگہ ابھی وہی علامتیں ملی تھیں مگر اب وہاں خون اور گندہ کی بھی موجود ہو گئی۔ اور اس طرح وہ ساری علامتیں پوری ہو گئیں جو خواب میں ان کو دکھائی گئی تھیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روایت کو مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عبدالمطلب یہ

کہے ہوں کہ گندہ کی دھڑ خون وہاں موجود ہے گا حالانکہ جگہ چاہے وہی ہو جس کا اشارہ خواب میں کیا گیا تھا مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ گندہ کی دھڑ خون وہاں پہلے سے موجود ہوتے۔ چنانچہ عبدالطلب جب وہاں پہنچے (اور وہاں انہیں خون اور گندہ کی بخر نہیں آیا) تو انہوں نے اس کو کافی نہیں سمجھا کہ وہاں صرف تو اٹھ نہیں بدلتا نظر کرنا تھا (اور خون اور گندہ کی نہیں تھی۔ اس لئے صرف ایک طاقت کو دیکھ کر انہوں نے زمین کو دھونے کا فیصلہ نہیں کیا) پتا چڑھتا تھا کہ انہوں نے اس گائے کو وہاں بھیجا دیا تاکہ سدا معاملہ وہاں ہی طرح اور صاف صاف دیکھ لیں۔ سبیل نے لکھا ہے کہ ان طاقتوں کا ذکر کرنے میں سخت اور مصطمت تھی۔ اس بات کو قبول کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

اسراف و تافک جنوں کی جگہ۔..... شاید اسراف اور تافک کے بت اس کے بعد مندرجہ پہلا جنوں پر منتقل کر دیئے گئے تھے جبکہ اس سے پہلے عمرو ابن لُئی نے ان جنوں کو کعب کے اندر سے نکال کر دحرم کے کنوئیں کی جگہ پر رکھوا دیا تھا (یعنی اب جبکہ عبدالطلب کو خواب میں کنوئیں کی جگہ دیکھائی گئی جہاں یہ بت رکھے ہوئے تھے اور انہوں نے کنوئیں کو دھونے کا فیصلہ کیا تو جنوں کو وہاں سے ہٹا کر مندرجہ پہلا جنوں پر رکھوا دیا۔

صفاح و شعائر و بن۔..... چنانچہ قاضی بیضاوی وغیرہ کی یہ بات روایات کے خلاف نہیں ہے کہ اسراف کا بت صفاح کی پہاڑی پر رکھا ہوا تھا اور تافک کا کمرہ پہاڑی پر۔ لہذا جاہلیت میں جب لوگ حج کے دور میں ان دونوں پہاڑیوں کے دور میں آتی کرتے تھے (یعنی دھڑاتے تھے) تو ان دونوں جنوں کو یہ کتب کے لئے چھوڑ کر تھے اسی لئے اسام کے آنے کے بعد جب تمام جنوں کو توڑ دیا گیا تھا تو مسلمانوں نے مندرجہ کے دور میں آتی کو پتہ نہیں کیا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! یہ ہمارا جاہلیت کے زمانے میں طریقہ تھا (کہ ان پہاڑیوں کے دور میں آتی کرتے تھے) تاکہ ان جنوں کو چھو کر یہ کتب حاصل کریں۔“

(یعنی اب جبکہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں ہم یہ طریقہ چھوڑ دینا چاہتے) مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَاِمْنًا

ترجمہ: حقیقتاً صفہ و مرہ من شعائر اللہ کی ہیں۔ (پ ۲ سورہ بقرہ، کرا ۳)

اس طرح حق تعالیٰ نے یہ حقیقت ظاہر فرمادی کہ مندرجہ کے دور میں آتی کرنا جاہلیت کا شعلہ اور طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ جنوں میں سے ایک طریقہ اور شعلہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ گائے (جو بدک کر ذبح کرنے والے کے پیچھے سے بھاگ آئی تھی) انکارہ کے مقام پر کافی گئی تھی کہ اہانک بدی اور بھاگ کر مسجد حرام میں دحرم کی جگہ پر پہنچی اور پھر گڑی بھر دی جس میں اس کا گوشت بٹایا گیا اور کھجور کھانے کی وہ جہ سے وہاں آرائش اور نو بھڑی وغیرہ چڑی تھی اس لئے ایک سفید چھتہ لگا دیا اور اس آرائش میں چھٹے لگنے لگا اس روایت اور کچھ روایات میں مطہرت قابلِ نور ہے۔ (یہ کہ گندہ شہ روایت میں ہے کہ گائے حرم میں دھڑ کی گئی تھی اور اس میں ہے کہ حرمہ کے مقام پر ذبح کی گئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ کچھ روایات میں جو یہ قول ہے کہ اہانک ایک کھانے ذبح کرنے والے کے پیچھے سے بدک کر بھاگی تھی اس نے ذبح کرنے کا اور کیا تھا اور ابھی پوری طرح ذبح

فیس کر پلا تھا کہ وہ بھاک کر حرم میں گھس گئی جب ہلالِ ریح کی گئی یعنی زید وہاں کھل گیا کیا اس طرح کو پلوہ حزرہ اور مسجد حرام دونوں جگہوں پر ذبح کی گئی۔ یہ ممکن ہے کہ حزرہ کے مقام پر اس کے کاٹے جانے سے مردِ ریح ہو اور حرم میں کاٹے جانے کا مطلب اسکی کمالِ اعتبار اور گوشتِ بلا حلال ہے۔ کیونکہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد دوسری جگہ پر داخل کر اس گوشت بلا جاتا ہے۔

کھدائی کا لڑوہ اور قریش کا اعتراض :-..... (اب جبکہ تمام کتابیں اور ملائیں ال گئیں اور وہ جگہ متعین ہو گئی تو) عبد المطلب کو ال لے کر آگئے اور کھدائی کے لئے چار ہو گئے، مگر اسی وقت قریش رکاوٹ بنا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے :-

”خدا کی قسم ہم جیسے یہ کھدائی نہیں کرتے ہیں۔ تم اہلے ابنِ دوغولوں کے درمیان کھو اس کو دنا چاہتے ہو جہاں ہم ان کے لئے قربانیاں کرتے ہیں؟“

عبد المطلب کا پختہ عزم :-..... عبد المطلب نے (یہ حال دیکھ کر) اپنے بیٹے حادث سے کہا کہ ابنِ لوگوں کو میرے قریب مت آنے دو تاکہ میں کھدائی کا کام کر نہ دوں، کیونکہ جس کام کا مجھے عزم دیا گیا ہے خدا کی قسم میں اسے ضرور پورا کر دوں گا۔

بنیادوں کی برآمدگی :-..... جب قریش نے دیکھا کہ یہ ہلنے والے نہیں ہیں تو انہیں جھوڑ کر بہت گئے۔ ابھی عبد المطلب نے تھوڑا ہی سا کھودا تھا کہ اس میں بنیادِ ظاہر ہو گئی (جو قدم زمانے میں کنوئیں پر رہی ہو گی) یہ دیکھ کر عبد المطلب نے اللہ اکبر کا ترنگا ترنگا کر کہا کہ یہ دیکھو یہ اسمائیل کی قبر ہے۔ قریش سمجھ گئے کہ عبد المطلب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، چنانچہ وہ سب ابن کے پاس آئے اور کہنے لگے :-

”عبد المطلب خدا کی قسم یہ حادثے باپ اسمائیل کا کوئلہ ہے اور اس میں خدا بھی حق ہے اس لئے ہم اس میں قہر سے قریب نہیں گئے۔“

قریش جیسے دلداری کے دعویدار :-..... مگر عبد المطلب نے کہا کہ میں جیسے شریک نہیں جاسکتا یہ قہر سے فلکِ خواہر کام ہے۔ قریش نے کہا کہ تب ہمارے معاملے میں ہم تمہارے ساتھ بھڑا کر رہیں گے۔ عبد المطلب نے کہا کہ (فیصلے کے لئے میرے اور اپنے درمیان شے چاہو عزمِ لڑ جائو۔ انہوں نے کہا کہ ہم فی سداً ابنِ ہریم کی کاہنہ کو عزم جاتے ہیں۔

شامی کاہنہ سے ثالثی کا لڑوہ :-..... یہ کاہنہ ملک شام کے بالائی علاقہ میں رہتی تھی۔ شاید یہ وہی کاہنہ ہے (جس کے بارے میں یہ واقعہ منقول ہے) اگر اس کی موت کا وقت کیا تو اس نے حق اور سچ کو بلا اور حق دونوں کے منہ میں تھوکر مار کر سچ کلمات کے فن میں اس کا ہاتھیں دو گاس کے بعد وہی دن سرگند سچ کے حقیقی تحصیل آگے آئے گی۔ حق کے حقیقی کہا جاتا ہے کہ وہ کوئی کے بدن کا تو حاصہ قہ اس کے ایک ہاتھ ایک اور ہاتھ قہی اور ایک آنکھ قہی (یعنی اس کا جسم صرف بائیں طرف کا قہہ حق عربی میں طرف اور جانب کو کہتے ہیں۔ چونکہ حق کاہن کا جسم صرف ایک طرف کا قہ اس لئے اس کو حق کہا گیا)۔

قریشین کی شام کو روانگی :-..... غرض (اس کاہنہ کو اپنا عزم جانے کے بعد) عبد المطلب اس کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوئے ان کے ساتھ فی عبد مناف کے لوگوں کی ایک جماعت تھی اور قریش کے بھی ہر قبیلہ کی ایک ایک جماعت تھی اس زمانے میں ملکِ ہجاز اور شام کے درمیان ایک بیابان اور پھلتی میدان تھا جہاں

کسی بھی پانی میں غلغلہ جب عبد المطلب اس بیابان میں داخل ہوئے تو ان کو پانی ختم ہو گیا۔ ساتھ ہی ان کے تمام ہمراہیوں (یعنی بنی عبد مناف کے گھریلوں کو پانی بھی ختم ہو گیا۔ یہ لوگ پیاس سے استغاثہ حال ہو گئے کہ انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے قبیلہ "قریش" کے دوسرے لوگوں کی جو ہدایت تھی اس سے پانی مانگا مگر قریش نے انہیں کوہِ حارہ لگا کر (اگر ہم نے اپنے پانی میں سے تمہیں بھی باتھا دیا) ہمیں مار دے کہ ہمارا بھی تمہارے ہی جیسا مشرکہ ہو۔

عبد المطلب کے پاس پانی ختم :-..... آخر عبد المطلب نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہاری کپڑائیں بے ریشیوں نے لگا کر جو کچھ کپ کے رانے ہو گئے وہی ہندی بھی ہو گی۔ عبد المطلب نے کہا :-

"میرے فیصل ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودے اور میرے ایک ہی میں رہے۔ جب بھی کوئی (پیاس سے مارے گا تو دوسرے ساتھی اسی کو اس گڑھے میں دبا دیں گے یہاں تک کہ (جب سب مر جائیں گے) آخری آدمی رہ جائے گا (جو راتوں میں ہو سکے گا) مگر ایک آدمی کا خلیج ہو جائے یعنی پتھر کن دفن کے لاش کا خلیج بھی نام تمام قافلے کے خلیج ہونے کے خلیجے میں کم ہے۔"

ماہو سی اور موت کا انتظار :-..... لوگ اس پر تہہ نہ گئے اب ہر ایک نے اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھود لیا اور وہ لوگ ان میں (یعنی اپنی قبروں میں) اپنے کرہ اپنی موت کا انتظار کرنے لگے، مگر پھر عبد المطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا :-

"خدا کی قسم اگر ہم اسی طرح اپنے ہاتھوں اپنی موت کا انتظار کرتے رہے تو ہم میں سے ہر ایک بے بس ہو جائے گا اس لئے میرے کہ ہم لوہو اور دیکھ بھول کریں، ممکن ہے خدا ہمارے لئے پانی کا بندوبست فرما دے۔"

عبد المطلب پر خاص فضل خداوندی :-..... چنانچہ اب سب اللہ کریم کی چاہ سے ان کی قوم (یعنی قبیلہ قریش) کے دوسرے خاندانوں کے لوگ ان کی یہ سب حرکتیں (خاصو سی سے لے کر کچھ رہے تھے) سب نے پہلے) عبد المطلب اپنی سولاری کے پاس آئے اور اس پر سوار ہوئے، اچھے ہی رہا تھی اس کے پیچھے کے پیچھے سے پیچھے پانی کا ایک چشمہ آش کید عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں نے دیکھتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ پھر عبد المطلب سولاری سے اترے اور انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے میر ہو کر پانی پیا اور اپنے مظہر سے پانی سے بھر لئے۔ اس کے بعد عبد المطلب نے قریش کے دوسرے خاندانوں کی ہدایتوں کو یاد (انہوں نے ان کو پانی دینے سے انکار کر دیا تھا) اور ان سے کہا کہ آپ اپنی نکل آیا اللہ نے ہمیں ہر اب کر دیا تم بھی نکلو اور میر ہو کر پانی پو۔ وہ لوگ فوراً آگئے اور سب نے میر ہو کر پانی پیا۔ پھر انہوں نے عبد المطلب سے کہا :-

قیسی حد پر قریش کا استغاثہ :-..... خدا کی قسم عبد المطلب تمہارے حق میں فیصلہ ہو گیا، اب ہم ہر گز (حرم کے بارے میں بھی تم سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ جس ذات نے تمہیں اس بیابان میں ہر اب کر دیا وہی تمہیں ہر حرم سے بھی ہر اب کرے گا۔ اس لئے میں اب سید سے اپنے کنوئیں (یعنی حرم) پر دیاں چلو۔"

کے کوہِ حارہ :-..... (اس طرح کیا قریش نے دیکھ لیا کہ عبد المطلب کے حال پر خدا تعالیٰ کی خاص مہربانی اور حمایت ہے ان سے جھگڑا بے سود ہے کہ آخر میں یقیناً فتح ہی کو ہو گی اس لئے انہوں نے سوچا کہ اب اس کاہنہ کے پاس جانا بے کار ہے وہاں بھی تمہیں ہی بچاؤ دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے کاہنہ سے فیصلہ کرانے کے



لئے اس کے پاس جانے کا ارادہ ہوتا ہی کہ ابو عبد المطلب سے واپس کے چلنے کے لئے کہا۔

زحرم سے قریش کی برآمدگی :-..... عبد المطلب اور یہ سب لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔ کابنہ کے پاس نہیں گئے۔ واپس آ کر عبد المطلب نے پھر چاند حرم کی کھائی شروع کر دی (تھوڑی سی کھائی کے بعد) انہیں اس میں سے دوسو نہی ہر نیں ملیں جنہیں قبیلہ جرہم نے اس میں دفن کر دیا تھا (اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ بنی جرہم کے سردار حسان ابن مرداس نے اپنی قوم کی بدکاریوں کو کہہ کر انہیں اس سے باز رکھا تھا) ابھی سمجھا کر سب ہی پر کوئی اثر نہیں ہوا تو ایک روز ذات کے وقت اس نے چنپ سے کچے کا چھتی سلان جیسے یہ سونے کی ہر نیں اور کچھ ٹکڑیوں اور زرد ہیں غیر مذححم کے شگ شدہ کوئیں میں دفن کر دیں اور خود قوم کی چاقی کا چھتی کرتے ہوئے کچے سے چلا گیا تھا۔

قریش کو لالچ :-..... عبد المطلب کو اس میں کچھ ٹکڑیوں اور زرد ہیں بھی ملیں۔ (یہ چھتی سلان دیکھ کر بھر لوگوں کو لالچ آیا) قریش نے عبد المطلب سے کہا :-

”عبد المطلب اس میں قتلہے ساتھ ہمارا بھی حصہ ہے۔“

انصاف کے لئے قرعہ کی تجویز :-..... مگر عبد المطلب نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمیں انصاف کا طریق اختیار کرنا چاہئے کہ پانسے کے تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالیں۔ قریش نے یہ پوچھا کہ کچے کر کے تو عبد المطلب نے کہا :-

”وہ قریش کعب کے دھنوں کا دواغیر سے لئے ہوں گے اور وہ حجر قتلہے لئے ہو گئے، جس کے حجر جس چیز پر ٹھکیں گے وہ چیز اس کی ہو جائے گی اور جس کے نام پر حجر ٹھکیں گے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔“

قریش نے کہا کہ ہاں یہ انصاف کی صورت ہے چنانچہ زور دنگ کے دواغیر قلعہ کے نام کے طے کے کئے اور سیار دنگ کے دواغیر (۲) حجر عبد المطلب کے نام پر اور سفید دنگ کے دواغیر قریش کے نام پر رکھے گئے۔ پھر انہوں نے یہ قرعہ ڈالنے والے کو اپنے جو بھائی باقی رہے اس قرعہ ڈالاکر چلا۔

قرعہ اندھ کوئی :-..... قرعہ میں انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ (قرعہ کے سلان میں دونوں ہر نیں ایک قسم شدہ ہوں گی اور ٹکڑیوں اور زرد ہیں ایک قسم شدہ ہوں گی۔ اس کے بعد (جب قرعہ اندھ کوئی کی جانے لگی تو عبد المطلب چند اشعار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا مانگتے گئے۔ یہ شعر امتحان میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

قریش کی ناکامی :-..... اب قرعہ اندھ نے تیروں کا پانسہ دواغیر دنگ کے تیروں پر (جو کعبہ کے تیروں پر) اور سیار دنگ کے نام کے طے کے ٹکڑیوں اور زرد ہیں ٹھکیں اور قریش کے نام پر جو حجر تھے انہیں بھی ٹھکیں گئے۔

دو کعبہ کی تشریف آوری :-..... عبد المطلب نے ٹکڑیوں کو کعبہ کے دواغیر کے لئے خاص کر دیا اور دونوں ہر نیوں کو اس دواغیر سے پردہ کھدایا یہ پلاسٹک تھا کہ کچے کے دواغیر کو سونے سے چھلایا گیا۔

عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے کہ پلاسٹک کوئی جس نے کعبہ کے دواغیر کو سونے سے تھرا کر نکالا عبد المطلب ہے۔

آرامش کعبہ میں خلفاء کا حصہ :-..... اتفاقاً غرام میں ہے کہ عبد المطلب نے دونوں ہر نیں کعبہ میں لٹکادی تھیں اور اس طرح یہ پہلے توئی ہیں جنہوں نے کعبہ میں جملہ ناکامیوں (اس طرح کو یاد رکھیں) دواغیر میں

اختلاف ہے۔ پہلی روایت کے مطابق عبدالمطلب نے ہر چالیس گھنٹے کے بعد دوا دے دی تھی اور دوسری روایت کے مطابق یہ ہر چالیس گھنٹے کے بعد لکائی گئیں مگر دونوں روایات میں مطابقت یہ ہے کہ اگر نے کا بیان آئے گا کہ ہر چالیس لکائی گئیں یہاں سے کہے کے بعد دوا دے کر نہایت دلی گتہ ہر حال اس کے بعد کہے کے بعد مختلف لوگوں نے آزمائش کی حتیٰ کہ انہیں۔ چنانچہ جب عمار بن کاعبہ نے حضرت عمر فاروق کے زمانے میں حج ہو تو اہل قیمت میں دوا چاہا (جو عمار بن کاعبہ کے لئے بھیجے جاسی طرح مہملک ایک مردان نے اپنی خلافت کے زمانے میں کاد شیش کے پتے پر سے سورج کو روک دیا تو اس نے حیرت میں ٹھکرائے۔ ولید ابن یزید نے ایک قحط کہے کی زینت کے لئے بھلا مصلح بادشاہ نے ایک ہزر گ کا پڑا ہوا کہے میں لکائے کے لئے بھلا اسی طرح خلیفہ منصور نے کادہ فرعون (ایک شیشے کا برتن) لکھوایا۔ خلیفہ ماسون نے شہد نے اپنا وقت کہے کے لئے بھلا ہر سال حج کے زمانے میں کہے پر لکھوایا تھا۔ قحط سے سونے کی ایک ٹری میں لکھا ہوا تھا۔ ان کے زمانے میں ایک بادشاہ مصلح ہو تو اس نے اپنا وقت کہنے کے لئے بھلا دیا جس کی وہ عبادت کیا کہ قحط سے سونے کا پڑا ہوا تھا۔ جو اہل عبادت یا قحط اور غلام وغیرہ سے جزا اور نقد چنانچہ اس کو کہے کے لئے ان میں بھی کر دیا گیا۔

خزانہ کعبہ کی چوری :- اس کے بعد دو دوں ہر چالیس (جو لازم کے کوئی سے نکلیں جس) چوری ہو کچھ دنوں نے تاجروں کی ایک جماعت کو جو شراب وغیرہ لے کر گئے آئی تھی وہ ہر چالیس کر اس کے بدلے میں ان سے شراب خریدی۔ کہا جاتا ہے کہ ابوبسب اور اس کے بعض ساتھیوں کے پاس ایک زمانے میں شراب بالکل ختم ہو گئی۔ اسی دوران شام سے ایک قافلہ آیا جس کے پاس شراب بھی تھی وہ ابوبسب وغیرہ نے (کعبہ کی برتنوں میں سے ایک برتن پر لی کر اور دو تالوں کو اس کے بدلے میں شراب خریدی۔ قریش کو اس سونے کی برتنوں کے حصول کی بہت آرزو تھی اور ان میں سب سے زیادہ ان کا کہنا تھا کہ عبدالمطلب جو وہاں قحط ابوبسب بھی چوروں میں :-۔۔۔ (جب قریش کو یہ چاہا کہ برتنی کن لوگوں نے چرائی ہے تو انہوں نے ان میں سے بعض کو بھلا دیا اور ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ کچھ لوگ (جہاں جہاں) بھاگ گئے وہاں بھاگ جاتے وہوں میں ابوبسب بھی تھا۔ اس نے اپنی بھلائی یعنی قریش کے پاس جاکر پناہ لی۔ جنہوں نے اس کو قریشیوں سے بھلا دیا اسے بھلا کر چوری کی سزا دینا چاہتے تھے مگر ابوبسب کو کہے کی برتنی کا چور کہا جانے لگا تھا۔

عرب میں شراب سے نفع اندوزی :- کہا جاتا ہے کہ شراب سے فائدہ یہ تھا کہ وہ لوگ جب اس کو گنے کی ٹولہ اور کعبہ جہاں میں سے خرید کر لاتے تھے تو ان کے میں بہت کم قیمت کرتے تھے۔ اس سے بہت نفعیوں بھی حاصل ہو سکتا تھا اگر خرید کر شراب خریدنے میں بھلا دیا جیسے کہ تھا تو یہ اس کی فضیلت اور بڑائی شمار ہوتی تھی۔ اس طرح یہ لوگ شراب سے بہت نفع کا پتے تھے۔ (کے میں شراب نوشی کی عادت تمام لوگوں میں تھی اور بہت زیادہ تھی مگر خود کہ شراب کی منادی نہیں تھا۔ اس لئے قحط جو اس کے مطابق سے لوگ شراب لا کر لوٹے وہاں پر گئے میں بھاگتے تھے۔ بڑے لوگ اپنی بڑائی کے اعتبار سے لئے شراب کی خرید وری میں بھلا دیا اور بھلا نہیں کرتے تھے بلکہ منادی قیمت دیا کرتے تھے کہ وہ بہت زیادہ بڑائی کی بات سمجھی جاتی تھی) جیسا کہ آج بھی بھلا دیا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے اگرچہ یہ فرق ہے کہ کتنا کل عام طور پر ایسے بڑے کوئی کو بے وقوف بھی سمجھا جاتا ہے)۔

**شراب کے اثرات :-** شراب کے فائدوں کے حلقے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کمزور کو قوت دیتی ہے، کمزور کو قوت دیتی ہے، قوت مردی میں اضافہ کرتی ہے (یعنی شوالیہ دور میں ایسی خواہشات کو بڑھاتی ہے، اگرچہ ظہن میں کوئی کوتاہی نہیں دیتی ہے، مردوں کو بہادر بناتی ہے (یعنی صرف غصے کے دور میں کہ اس وقت کوئی اپنے ہوش میں نہیں آتا اس لئے بغیر سوچے سمجھے وہ ہوش کوئی ہر کسی کا دماغ سے لڑنے لگتا اور جاتا ہے چاہے دینے وہ بہادر ہو یا نہ ہو، پہنچنے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس غصے کی حالت میں اپنے ہاتھ پیر خود اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کا توڑ دھول ڈالی ہو دل خیر ہے، گالوں کو شراب صاف کرتی ہے، حرارت فرج پہ کو بڑھاتی ہے، اور صحت اور بلند باغ و عمارت کا چاند پیدا کرتی ہے (کہ کوئی اپنی حیثیت سے فخر و غرے کرنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں اسے رواج و عزت ملے)

**شراب کی مضر تئیں :-**..... شراب میں یہ سب فائدے اس وقت تک تھے جب تک یہ حرام نہیں ہوئی تھی، مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دے دیا تو اس کے یہ تمام فائدے انکی اس میں سے قطع فرما دیئے اور یہ صرف نقصان ہی نقصان کا باعث ہو گئی، چنانچہ اس سے جو نقصانات ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سے جسم میں درد کا حملہ مضر پیدا ہوتا ہے اور بدن میں دھندلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ نقصانات تو شراب نوش کو دنیا میں ہوتے ہیں اور آخرت میں اس کا نقصان یہ ہے کہ اسے دوزخ میں لے جائیں اور وہیں کھڑے ہو جائیں گے۔

**شراب کے بدترین نقصانات:** بعض محققین نے لکھا ہے کہ اس کو شراب نوشی کی علامت چمکتی ہو اس کے حمل میں فساد پیدا ہو جاتا ہے ہاگن بن پیدا ہو جاتا ہے گندہ و اعلی کا مرض لگ جاتا ہے (گندہ و اعلی ایک انتہائی طوائف چادری ہے۔ ایسے کوئی کے منہ میں سے بروقت اعلی شہیدہ درج آتی ہے کہ لوگ اس کے قریب جاتے اور اس سے بات کرتے ہوئے غلط محسوس کرتے ہیں۔ شراب نوشی کے نقصانات میں سب سے بڑا دنیاوی نقصان ایک ایسے ہے کہ اس کو گندہ و اعلیٰ کی چادری لگ جاتی ہے (خبر اس کی بیانی گزردہ ہو جاتی ہے، ماحصلی گزردہ کی گتت چٹوں کے درود و من کی چادری لگ جاتی ہے۔ شراب نوشی کی سبب اس کا ہونے (حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اپنا سبب سے چھوٹی ہے کہ نہ کہ معصوم کوئی کس حالت میں ہو چاکی یا لپائی کی حالت میں ہو یا گندہ و اعلیٰ میں مشغول ہو، دیکھ کر یہ کہ اس کا ہونے والے کو نہ معصوم کہ بھی نصیب ہو سکے یا نہیں) نیز شراب نوش کا قلب مر جاتا ہے (یعنی اس میں فخر اور پہلائی کی بات نہیں آتی) نیز یہ اللہ کو براہی کرتی ہے (اور ظاہر ہے جس سے اللہ براہی ہو جائے اس کو دین اور دنیا میں کیا اہل انکسار سے کہ

شراب کئی اقسام کا اور ولایات میں اس کی وجہ سے حدیث میں آتا ہے کہ شراب دھامیں جگ پڑا ہے۔ ایک روایت ہے کہ شراب سے بچ کر اس لئے کہ یہ ہر برائی کی کھنچ ہے۔ دینی برائیوں کا دھوکہ کھاتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ شراب تمام آدمی کی جڑ ہے اور ایک میں یہ عقلاہیں کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک روایت ہے کہ جو شخص شراب سے چھٹکے حاصل کرے اس کو اللہ تعالیٰ اس کو چھٹکے نہیں بخلتا اور جو شخص اس سے شفا حاصل کرے اس کو اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا نہیں فرماتا۔

مقبول معروض میں یہ دورہ اچھی گزری ہے۔ جس میں سے ایک قسط ہے کہ دونوں سونے کی ہر ٹیائیں مجھے  
میں لگائی گئی تھیں اور ایک ہے کہ دونوں ہاتھوں میں سے ایک چوری ہو گئی تھی۔ اس اختلاف کے سلسلے میں  
کہتے ہیں کہ ہاتھوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر ٹیائیں مجھے میں لگائی گئیں اور کہ دونوں ہاتھوں میں ایک

چوری ہو گئی تھی یہ کہ عبدالمطلب نے برہنوں کو کعبہ کے اندر داخل نہ ہونے کے لئے حسب کردیا تھا کہ ممکن ہے عبدالمطلب نے دونوں برہنوں میں سے ایک (چوری کے بعد) اجروں سے چھڑائی ہو اور پھر انہیں بیت اللہ کے دروازے کی زینت بنادیا ہو جبکہ اس سے پہلے انہوں نے ان کو کعبے کے اندر لٹکایا ہو (یعنی ابتدا میں کعبے کے اندر ہی لٹکایا ہو پھر وہاں سے چوری ہوئی ہو) اس کے بعد ان اجروں سے جن کو چادروں نے چھادی تھیں واپس حاصل کر کے اس مرحلہ پر دروازے کی زینت بنادیا ہو۔

قریش کا عبدالمطلب سے حسد :-..... اس میں لکھا ہے کہ زحرم کا کنواں ظاہر ہونے سے پہلے لوگ دوسرے کنوؤں سے پانی حاصل کیا کرتے تھے جو کعبے میں ٹھوکتے تھے۔ ان میں سب سے پہلا کنواں قصی نے کھودیا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے۔ کعبے میں شخص پانی کی بہت کی تھی چنانچہ جب عبدالمطلب نے زحرم کا کنواں کھودیا تو انہوں نے اس پر ایک عوض بنادی۔ جس میں وہ اور ان کا بیٹا حسد پانی بھر دیا کرتے تھے مگر قریش اپنے حسد بھر جلی کی وجہ سے دلت کو وہ عوض تو دیتے تھے۔ مگر کعبہ وہ ٹوٹی ہوئی تھی تو عبدالمطلب پھر اس کی مرمت کرتے تھے۔ جب قریش کی یہ حرکت بہت زیادہ بڑھ گئی پھر یہاں تک کہ ایک روز ایک شخص نے اگر اس عوض میں حسد ہی کا شروع کر دیا تو عبدالمطلب کو بے حد غصہ آیا اسی رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا ہے کہ :-

”اے اللہ! اس عوض اور پانی کو خسانے کے کام کے لئے حلال نہیں کرنا کہ یہ صرف بیٹے واپوں کے لئے حلال ہو جائے۔“

آب زحرم کے مطلق دھاب :-..... چنانچہ (مگر کو کعبہ کے مسجد حرام کے اندر قریش میں اسی عوض اور پانی کے معاملے پر) اختلاف ہو رہا تھا عبدالمطلب گھر سے ہوئے اور انہوں نے وہی حکم پل کر لوگوں کے سامنے رکھے (جن کو کعبے کے لئے انہیں خواب میں ہدایت ہوئی تھی، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ کعبہ جو قصی بھی اس عوض کو توڑتیا اس میں حسد کرنا تو اس کے بدن میں کوئی بیماری لگ جاتی۔

عبدالمطلب کو قریش کا طعن :-..... جب کنوؤں کھودتے وقت قریش نے دکانٹ اٹلی قصی اور عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حسد سے کہا تھا کہ ان لوگوں کو میرے قریب مت آنے و تاکہ میں کھدائی بنادی رکھوں۔ اس وقت عبدالمطلب کو اندہ ہوا تھا کہ (قریشی مخالفوں کی موجودگی میں اس کام کو پورا کرنے کی بات میں طاقت نہیں ہے چنانچہ انہوں نے مستعدی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے جو مخالفوں سے میری مخالفت کریں تو میں ان میں سے ایک کو گھجے میں ڈانٹا کر دوں گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سنت کے سامنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ معظم کے باپ ہدی ابن نوفل ابن عبد مناف نے ان سے کہا تھا کہ عبدالمطلب تم پر چڑھ کے آئے ہو حالانکہ تم خدا کوئی تمہارے لڑکا نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ تھا کہ کئی لڑکے نہیں ہیں بلکہ صرف ایک ہی لڑکا ہے نہ ہی تمہارے پاس مال و دولت ہے اور پھر یہ کہ تم اپنی قوم میں خدا کا ایک ہو۔

عبدالمطلب کا ہدی کو کھرا جواب :-..... یہ سن کر عبدالمطلب نے ہدی سے کہا کہ یہ بات تو کہتے ہیں حالانکہ تم باپ نوفل ہا تمہارے (یعنی عبدالمطلب کے باپ) کی سرپرستی میں رہتا تھا۔ اس لئے کہ باہم نوفل کی ماں کے ہاتھ ہو گئے تھے اس وقت نوفل کم عمر تھا (اس لئے باہم ہی کی زیر تربیت رہا باہم اپنے باپ کے مرنے

کے بعد اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھ جڑ گئے تھے کیونکہ جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔ عرب کا ایک نہایت پیور و مستور یہ تھا کہ باپ کے مرنے سے بعد سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا ہاتھ ہو جاتا تھا اور اس پر شوہر کے جیسے حقوق قائم کر لیتا تھا۔ آنحضرت ﷺ ہاشم کی ولادت میں ہیں مگر ہاشم کی جائز ولادت جو منکوحہ پوری سے تھی اس سے ہیں آپ کے نسب و اولاد میں سب جائز ولادت کی ولادت ہیں جس کی تکمیل آگے آ رہی ہے۔

اس پر ہدیٰ نے کہا کہ تم بھی عرب میں فیروں کے پاس رہتے تھے اپنے باپ کے بھائے اپنی اہل بیت یعنی بنی نہاد میں اور پھر جنہیں قبیلہ سے چلا مطلب وہاں سے واپس لائے۔

دس بیٹوں کے لئے وصیاء :-..... عبدالمطلب نے کہا کہ تو مجھے کی کاہنہ دیتا ہے، خدا کی قسم میں منت مانا ہوں کہ اگر اٹھ عقیق مجھے دس لاکھ دس سو تیس ہزار میں سے ایک کو کعبے میں قربان کر دوں گا۔ ایک روایت کے یہ لفظ ہیں کہ ان میں سے ایک کو خدا کے نام پر قربان کر دوں گا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبدالمطلب نے یہ منت اس پر مانی تھی کہ اگر اٹھ عقیق دھرم کے کنوڑی کی کھدائی ان کے لئے آسمان کر دے تو ایک جنازہ اڑا کریں گے۔ چنانچہ حضرت صلوات سے روایت ہے کہ جب عبدالمطلب کو چلو دھرم کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے منت مانی کہ اگر یہ کام آسمانی سے ہو جائے تو وہ اپنے بیٹوں میں سے ایک کو اڑا کر دیں گے۔

ایک بیٹا قربان کرنے کی منت :-..... چنانچہ جب ان کے دس لاکھ ہو گئے اور دھرم کی کھدائی بھی پوری ہو گئی تو ان کو طاب میں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی منت پوری کریں ان سے کہا گیا کہ اپنے لڑکوں میں سے ایک کو قربان کر دو۔ یہ حکم اس وقت دیا گیا جب کہ وہ اپنی منت کو بھول چکے تھے۔ اس سے پہلے جب ان کو (ذوالب میں) کہا گیا تھا کہ منت پوری کرو تو انہوں نے ایک بیٹا جنازہ اڑا کر کے غریبوں کو کھانا کھلا دیا تھا مگر پھر خوب میں حکم دیا گیا کہ اس سے زیادہ بڑی کوئی چیز پیش کرو۔ اس وقت عبدالمطلب نے ایک نکل داغ کید خوب میں پھر یہی کہا گیا کہ اس سے بھی بڑی چیز پیش کرو۔ اب انہوں نے موت داغ کید مگر پھر خوب دیکھا اور کہا گیا کہ کوئی اس سے بھی بڑی چیز پیش کرو۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے۔ کہا گیا کہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو پیش کرو جس کے متعلق تم نے منت مانی تھی۔ اب عبدالمطلب نے (منت پوری کر کے) کارواہ کیا اور اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے انہیں اپنی منت کے متعلق بتلایا اور ان سے کہا کہ اسکو پورا کرنا چاہئے۔ بیٹوں نے باپ کی بات پر سر جھکا دیا کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں سب سے پہلے باپ کی بات کو ماننے والے عبد اللہ تھے۔

قربانی کے لئے عبد اللہ کے نام پر قرعہ :-..... اس کے بعد عبدالمطلب نے قرعہ ڈالنے کا ارادہ کیا اور اپنے تمام بیٹوں کے نام تھروں پر لکھ کر بیت اللہ کے درواں کو دے دیے جو حمل بیت کا خادم تھا۔ اس نے قرعہ ڈالا جو عبد اللہ کے نام پر نکلا۔ یہ عبدالمطلب کے سب سے بھوٹے اور سب سے چلے تھے جیسا کہ ان کے اوصاف کے متعلق پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ عبدالمطلب نے پھر یہی سلسلہ اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اسراف اور ناکہ کے جوں کے پاں لائے۔ اس کے بعد انہوں نے عبد اللہ کو زمین پر ڈالا اور ان کی گردن پر پتھر رکھ لیا اور سحر دیکھ کر حضرت عباس سے منہ نہ ہوسکا یعنی ان کی محبت کو جو ان کی انہوں نے عبد اللہ کو باپ کے حق کے بچے سے سمجھا دیا یہاں تک کہ (اس شخص جن میں) عبد اللہ کے چہرے پر خراشیں آئیں جن کے نشان بعد میں ان کے مرنے تک ان کے چہرے پر رہے۔

اسی سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے والد پیدا ہوئے تو حضرت عباسؓ کی عمر تین سال کے تک بلکہ تھی۔ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے والد کی پیدائش یاد ہے میں اس وقت تقریباً تین سال کا تھا، چنانچہ ان کو میرے پاس لایا گیا تو میں نے آپ کو دیکھا۔ اور میں مجھ سے کہنے لگیں کہ اپنے بھائی کو پید کر دو میں نے ان کو پید کیا۔

نا نسل والوں کی برکات :-..... کہا جاتا ہے کہ (عبداللہ کی قربانی کے سلسلے میں) ان کی ناسل کے لوگوں یعنی بنی قریظہ نے ان کو وہ کاکور کہا کہ اللہ کی قسم اس کی نسل کی زندگی بچھڑا نہ جائے گی۔

پھر انہوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اپنے رب کو راضی کر لو اور بیٹے کی جان کا فدیہ دے دو۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو گنت بیٹے کی جان کا فدیہ دے دیا۔

قریش کی قرآنش :-..... ایک روایت میں ہے کہ قریش کو یہ بات (یعنی عبداللہ کی قربانی) بہت گروں گزری چنانچہ سردار بن قریش اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور انہیں اس سے روکنے لگے۔ انہوں نے کہا۔

”خدا کی قسم اس وقت تک ایمامت کو جب تک کہ قرآن کا ہند سے اس کے حلقہ نہ پوچھ لو۔ یعنی ممکن ہے کہ وہ تمہارے رب کو راضی کرنے کی کوئی صورت تلاوے، کیونکہ اگر تم نے یہ کیا تو دوسرے لوگ بھی آکر اپنے بیٹوں کو ذبح کر دیا کریں گے اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا۔ شاید مراد یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کے ساتھ بھی یہی معتدلی صورت پیش آئے (تو وہ بھی بے تحاشہ اپنے بیٹوں کو ذبح کر دیا کریں گے) دیکھیں گے کہ قریش کے بعض دوسرے بزرگوں نے کہا کہ تم ایمامت کو۔ اگر اس کی جان کا فدیہ دے دو۔ اس کے فدیہ ہو سکتا ہے قبیح لو اگر وہیں گے۔“

کاہنہ سے مشورہ کی تجویز :-..... (اس کاہنہ سے پوچھنے کا مشورہ دیا گیا تھا) کہا جاتا ہے کہ اس کا نام قطبہ تھا۔ بعض مؤرخین نے کوئی دوسرا نام بھی ذکر کیا ہے۔ یہ خیبر میں رہتی تھی (ان لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اس کے پاس جا کر اس سے اس کے حلقہ پوچھو۔ اگر وہ کاہنہ عبداللہ کو ذبح کرنے کا حکم ہی دے تو ذبح کر دینا اور اگر وہ کوئی ایسی بات کہے جس میں تمہارے رب کو عبداللہ کے لئے کھپائش ملتی ہو تو تم اس کی بات مان لینا۔

کاہنہ کا مشورہ :-..... عبدالمطلب اپنی قوم کے بعض آدمیوں اور عبداللہ کی ناسل یعنی بنی قریظہ کے ساتھ اس کاہنہ کے پاس آئے اور اس کو تمام واقعہ سے اس سے اس کے حلقہ دریافت کیا۔ اس نے سن کر کہا کہ آج تو تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ جب میرا تالی آئے گا تو میں اس سے پوچھوں گی۔ یہ لوگ اس کے پاس سے آگئے۔ اگلے دن یہ پھر اس سے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ میرے پاس خبر آگئی ہے تمہیں دیت (یعنی جان کی قیمت) ہو چکی ہے۔ انہوں نے یہ چھوڑ دیت تھی ہو کہ اس نے کہا کہ اس لوٹو! اس پر قرہ والا اور جب تک قرہ عبداللہ کے نام پر نکلنا ہے اس دس لوٹوں کا اضافہ کرتے رہنا اور وہ بدو سر سارہ قرہ ڈالتے رہنا) یہاں تک کہ قرہ لوٹوں کے نام پر نکل آئے۔

بیٹے کے فدیہ میں سو گنت :-..... (اس کے بعد عبدالمطلب لوگوں کے ساتھی خیبر سے واپس آگئے اور کئے کئے کر انہوں نے دس لوٹوں پر قرہ والا۔ مگر وہ عبداللہ کے نام پر نکلنا اب ہر دفعہ دس سو گنت بڑھا کر (لوٹوں اور عبداللہ کے نام پر) قرہ ڈالتے وہ یہاں تک کہ جب سو گنت تک پہنچ گئے تو قرہ لوٹوں پر نکل

کہا۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ جس کام پر راہو گیا، قصد لوط و راضی ہو گیا۔ مگر عبدالمطلب نے کہا کہ نبی میں  
تین مروجہ قرآنوں کا انہوں نے دو دفعہ اور سو اونٹوں پر قرآن (انگریزیوں) دلو تو اتوں پر ہی لکھا (اب  
عبدالمطلب کو چوری طرح اطمینان ہو گیا کہ خدا نے عیدانہ کے بدلے میں سو اونٹوں کی قربانی منظور فرمائی  
ہے) انہوں نے کچھ کی پاس لونٹ ڈال کئے اور کسی کو کھانے سے نہیں روکا یعنی کوئی دھانور اور بے گناہ ہر ایک کو  
کھانے کی اجازت تھی۔

سو اونٹ کے فدے کا رواج :- ذہری کہتے ہیں کہ عبدالمطلب پہلے کوئی چیں بنوں نے کوئی کی جان  
کی قیمت سو اونٹ قرآن دینے کا طریقہ لایا یعنی اس سے پہلے دس لونٹ کی دیت تھی جیسا کہ گزرا چکا ہے۔ یہ بھی کہا  
جاتا ہے کہ پہلا کوئی جس نے (سو اونٹ کی دیت کا) طریقہ لایا وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھا بعض محدثین کہتے ہیں کہ  
وہ یا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے بعد قریش میں دیت کی اس مقدار کا رواج چلا گیا اس طرح عبدالمطلب کی ولایت  
اضافی ہے۔ اس کے بعد یہ طریقہ سارے عرب میں پھیل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دیت کی تصدیق  
فرمائی۔ عربوں میں پہلا آدمی جس کے لئے تو اتوں کی دیت دی گئی تھی وہ قرآن کا پڑھنے والا تھا مگر بعد اس کو اس کے  
بھائی نے قتل کر دیا تھا۔

(ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب عبدالمطلب نے تو اتوں اور عیدانہ کے نام پر قرآن تو تین سو  
اونٹوں پر بھیج کر قرآن تو اتوں پر لکھا تھا اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ سو اونٹوں تک بھیج جانے پر  
بھی قرآن تو اتوں پر لکھا تھا اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ سو اونٹوں تک بھیج جانے پر بھی قرآن  
عیدانہ ہی کے نام پر لکھا تھا وہ جب تک تھیں سو اونٹ نہیں ہو گئے انہیں کے نام پر لکھا گیا۔ یہاں تک کہ تین سو  
اونٹوں پر جب قرآن تو اتوں پر لکھا تو عبدالمطلب نے اسے ہی اونٹ کاٹنے، تو بے ادبیت سے زیادہ گنہگار ہے۔

سو اونٹ اور ابن عباس کا فتویٰ :- ... حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا ذکر کیا ہے کہ  
جب ان سے ایک عورت نے کہا کہ اس نے اپنے بیٹے کو کچھ میں ڈال کر لے کر کی مصیبت ہے تو حضرت ابن عباس  
نے اس کو سو اونٹ ڈال کر دینے کا حکم دیا اور یہ فیصلہ انہوں نے اسی واقعے کے تحت کیا۔ پھر اس عورت نے  
حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا مگر انہوں نے اس بارے میں کوئی فتویٰ نہیں دی۔ پھر یہ  
بات مروی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوئی یہ اس زمانے میں کہ اپنے کا بھرا بھرا تھا اس نے اس عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنے  
بیٹے کو ڈال کر لے کر جائے جتنا ہو سکے کوئی کار خیر کر دے۔ مردان نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عورت نے فتویٰ  
نہیں دیا۔

ایسی سنت کے متعلق مسئلہ :- ... مؤلف کہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہم شافعیوں کے نزدیک یہ  
مستند سرے سے باطل اور لغو ہے اس لئے اس عورت پر کوئی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ  
حق کے نزدیک قربانی کے دونوں میں اس عورت پر حرم میں نکری کی قربانی واجب ہوتی ہے۔ اس کی دلیل وہ  
حضرت ابو ارقم کے واقعہ سے لیئے ہیں (اس بارے میں امام صاحب رضی اللہ عنہما کا وہ حکم ہے کہ یہ شرط امام  
صاحب سے ثابت نہیں ہے کہ نکری کی قربانی حرم میں ہو اور قربانی کے دونوں میں ہو۔ اس بارے میں آیت و حدیث  
وہ صلیح عظیم کے تحت تفسیر مہدی میں مفصل بحث کی گئی ہے جس میں امام صاحب کا یہی مسئلہ ذکر ہے مگر  
دونوں شرطوں کا ذکر نہیں ہے، امام مالک رضی اللہ عنہما اور احناف میں امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ خود اور سنت قطعی

یا کلہا کو ہے مرے۔

آنحضرت ﷺ کو دو چیزوں کے بیچے :۔۔۔ کھانا میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کی عبادت میں گزار دوں گا، اور لوگوں میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم حضرت صلوات اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں میں ذبح کے حقائق بات چل رہی تھی کہ کیا ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام میں ہے یا حضرت اسحاق علیہ السلام اس کو کہتے ہیں جس کی قربانی کیا جانے والی ہو جیسے حضرت اسماعیل کو اور آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ کو ذبح کئے ہیں (اچانکہ بعض روایات سے ظاہر ہو گا ہے کہ ذبح حضرت اسحاق یعنی حضرت اسماعیل کے پہلی حصہ اس لئے مولف اس کے حقائق مختلف روایات کے ذریعہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ذبح حقیقت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہے جسے حضرت صلوات اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تم ایک یاختر اور جاننے والے آدمی کے پاس آئے (یعنی مجھے اس کے حقائق معلوم ہیں۔ تم نے میرے سامنے یہ بات کہ کے ٹھیک کیا پھر فرمایا) ہم سول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے اپنی کھیتیں تنگ ہو جانے کی خبر دی کہ لو کہنا :۔

حضرت اسماعیل واسحاق میں ذبح کون تھے ؟..... میں اپنے ملانے کو اس حال میں پھوڑ کر گیا ہوں کہ وہ شک ہو گیا ہے، مال وہ لست جا رہا، مال بچے ضائع ہو گئے۔ اسے وہ (۴) بچوں کے بیچے اٹھ کے اس احسان کی بنا پر جو اس نے آپ کے ساتھ فرمایا ہے آپ میرے لیے قوت فرمائیے۔

آنحضرت ﷺ سے کہ (یعنی یہ جملہ کہ اسے وہ) (ملا کیوں کے لیے) سسکا اے اور آپ ﷺ نے اس بات سے انکار نہیں فرمایا۔ اس پر لوگوں نے حضرت مولاؑ سے پوچھا کہ یہ وہ (راج کونسا تھا اسے امیر المومنین انہوں نے جواب دیا کہ مہدائے اور اسماعیل۔ حافظہ سید علی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا لابی ہے جس کا حال معلوم نہیں ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی قربانی میں مصلحت۔۔۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ بھری ہفتے کے مطابق حضرت اسماعیلؑ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ خاص طور پر اس لئے کہ وہ اس وقت تک ان کے انگوٹے پہنے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں یہ خصوصیت پیدا فرمائی ہے کہ پہلی اور دو سے باپ کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کہ وہ انکو پی بھی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اسی محبوب بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تاکہ ان کے دل کو غیر اللہ یعنی عائشہ کے علاوہ دوسروں کی محبت سے پاک فرما دے اور ایک انتہائی طریقے سے جو بیٹے کی قربانی ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنے پر تیار ہوئے اور ان کا دل بیٹے کی (غیر معمولی محبت سے) مائل ہو گیا اور وہ طبعی تھکاوٹ سے باہر مجھے تو عائشہ نے (ان کے بیٹے کی جان کے بدلے میں) بیٹا سے کی (قربانی قبول فرمائی) یہ قربانی یعنی بیٹے کی اس لئے طلب کی گئی تھی کہ وہ حق کا صحیح نظام ہے کہ ساری محبت صرف محبوب کے لئے وقف کر دی جائے، چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کی محبت کسی دوسرے کی شرکت سے پاک ہو گئی تو بیٹے کو ذبح کرانے کی مصلحت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ یہ حکم مشروح ہو گیا اور نوے لے لیا گیا۔

اسحاق کے ذبح ہونے کی روایت :-..... ایک حدیث ایسی تھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح (عقربہ) اسماعیل کے جہانے کا کہنا (یعنی حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام) کے لیے چھاپا گیا کہ کوئی اسے ذبح کرے۔ اور اس وقت اس کے پاس ایک روایت تھی کہ سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوسف صديق اللہ علیہ السلام۔ اور اسی طرح صديق اللہ علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام۔ یہ روایت اسی طرح



ہے لیکن بعض تہذیبیں کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرح ثابت ہے کہ موسیٰ اپنی پادشاہی اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ جو کلمہ (الفاظ) ہیں وہ لسانی کی طرف سے اضافہ ہیں۔

عزتِ مصر کے نام پر یعقوب کا قتل :- ..... یہ جڑ کر لیا گیا ہے وہ کسی سے ثابت نہیں ہے کہ جب حضرت یعقوب کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے بن یاسین کو چوری کے الزام میں قید کر لیا گیا ہے تو انہوں نے عزتِ مصر کو کھٹا (عزتِ مصر، مصر کے بادشاہ کو لہجہ تھا اس وقت تک حضرت یعقوب کو معلوم نہیں تھا کہ عزتِ مصر ان کے بیٹے حضرت یوسف ہی تھے ہیں۔ حضرت یعقوب نے انہیں کھٹا۔

[illegible]

نا قابل قبول روایت :- ..... (اس روایت کے متعلق خود مؤلف کتاب بھی لکھ رہے ہیں کہ اس کا نہیں ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ غلط ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس میں جو بدو عام ہے وہ ایک ہی کی شان کے خلاف ہے۔ ان حضرات کے مقبوضہ اور دوسرے ائمہ نے اس طرح بدو عام کی چیزیں جن ائمہ نے اپنی قوموں کے لئے یہ دوامیں فرمائیں، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرمائیں اور اس وقت کہیں ہنگامہ و برسوں میں کو سمجھا سمجھا کر ان پر جہت تمام کر چکے تھے۔ اس لئے یہ مذکورہ بالا روایت قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ قاضی پندرہوی نے لکھا ہے کہ روایت ثابت نہیں کہ مقبوضہ نے جو خلاف سن کو لکھا اس میں از طرف مقبوضہ ابن اسحاق واضح لفظ لکھا تھا۔

دوسری غیر حایت روایت :- اسی طرح اس جلیل میں یہ جو ایک روایت ہے غالباً اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ جب مولیٰ نے حضرت شعیبؑ سے جدا ہو کر اپنے وطن جانا چاہا تو فرعون کی ملکیت میں تھا تو حضرت شعیبؑ نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور کہہ "اے ہر ایک جلیل کے پروردگار اے اسماعیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہر صوفی کے پروردگار تجھے میری طاقت اور وہابی لوگوں سے۔"

اس مقام پر سوچنے نے انہیں کہہ دیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے شیعہ کو طاقت اور جلال و بڑے مقام فرمادے۔  
 قیام کے متعلق یہ سوچ ضروری کے دعوے :- ..... (مختلف کہتے ہیں کہ یہ روایت بھی اسی طرح ثابت  
 نہیں ہے جس طرح اس سے منقول روایت ثابت نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں حضرت اسحاق کو  
 قیام کا کیا ہے بلکہ بحث اسی پر مبنی ہے کہ اربع حضرت امامین میں حضرت اسحاق شیعہ اس بارے میں ہے

بانت ذہن میں رہتی چاہئے کہ چونکہ ذبیح ہوا ایک عظیم فضیلت اور بلند مرتبہ کی بات ہے۔ اس لئے یہودیوں اور عیسائیوں نے بیٹھ اس کی کوشش کی ہے کہ یہ مرتبہ حضرت اسماعیلؑ کے بھائے حضرت اسماعیلؑ کے لئے ثابت کریں جو اسرائیلی ہی ہیں۔ حالانکہ اگر اہل حق یہ بتائی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا تو وہ بعض یہودی اور عیسائی علماء اس کا اقرار کر گزرتے کہ وہ حقیقتہً ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔ جبکہ آگے بھی ایک واقعہ آ رہا ہے کہ خود ان قوموں کے علماءوں سے یہی جانتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کے ہم کے ساتھ عظیم کافلو استعمال کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ان کے لئے دراصل قرآن پاک نے استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں گھٹا ہوا ہوتا۔ اس سے حضرت یعقوبؑ کی حالت کی طرف اشارہ ہے جو حضرت یوسفؑ کی کشمکش کی اور مسلسل صدمے کی وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ غم سے کھینے ہوئے رہتے تھے۔

**حک الموت سے یوسفؑ کی تحقیق :-**..... ایک روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے ایک مرتبہ ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم یوسفؑ کی روح قبض کر چکے ہو (کیونکہ یوسفؑ مر رہا تھا) وہ بچے تھے اور انہیں ان کا مال ہاتھں معلوم نہیں تھا۔ ملک الموت نے جواب دیا: نہیں خدا کی قسم وہ زندہ ہیں۔ پھر ملک الموت نے ان کو ایک دعا دے گا کہ خدا سے یہ دعا کیا کریں :-

”اے بیٹھ بھلائی اور امان والے جس کی بھلائی بھی قسم میں ہوتی ہو تو اس عظیم بھلائی کا کوئی دوسرا معاملہ کر سکتا ہے، میری پریشانی کو دور فرما دے۔“

**حضرت اسماعیلؑ کے متعلق دیگر روایات :-**..... ایک روایت ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح کئے کی پہلا یہ اتالی ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے (اپنی بیوی حضرت سارہؑ سے فرمایا کہ اگر تمہارے بچے سے میرے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ذبیح (یعنی قربان) ہو گا۔ اس کے بعد حضرت سارہؑ کے یہاں حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ کی پیدائش کے درمیان تیرہ سو چار سو سال کا فاصلہ تھا (حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ دونوں ابراہیمؑ کی بیویاں تھیں۔ پھر ان کی زبان میں حضرت اسماعیلؑ کا نام شاک قند ایک حدیث میں جس کا دوسری ضعیف سے آتا ہے کہ ذبیح اسماعیلؑ تھے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) حضرت داؤدؑ نے اپنے نائب سے دعا کی اور کہا :-

”اے میرے پروردگار! مجھے میرے باپ و والدہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت یعقوبؑ جیسا دے۔“

اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے ابراہیمؑ کو آگ کی آزمائش میں ڈالا جس پر اس نے صبر کیا پھر میں نے اسماعیلؑ کو ذبیح کئے جانے کی آزمائش میں ڈالا جس پر اس نے صبر کیا۔ پھر میں نے یعقوبؑ کو ان کے بیٹے کی گم شدگی کی آزمائش میں ڈالا جس پر اس نے صبر کیا۔

قرآن پاک کی اس آیت ”وَنَسُوهُ نَارًا يَدْعُوهُ تَحَاتُّبًا“ کی تفسیر میں حضرت ابن مہاشنؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ کی نبوت کی خوشخبری اس وقت دی گئی جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیح کے بدلے میں خود یہ قول فرمایا: یہ خوشخبری حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے وقت نہیں دی گئی تھی۔ یعنی جب باپ نے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر (قربانی کے لئے) بھیجا کہ وہ اس حکم پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فرمان پر دوسری اور صبر کے بدلے میں ان کو بیٹے کی نبوت کی خوشخبری عطا فرمائی (گویا اس روایت سے بھی ایک ثابت ہو رہا ہے

کہ ذیج حضرت اسماعیل تھے۔

علامہ سیوطیؒ کی رائے :-..... حافظ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب فہام میں اور ترمذیؒ نے اپنی کتاب صغیر فیہ الامام میں حضرت اسماعیلؒ کو ذیج کہتے ہیں یقیناً کاغذ کیا ہے اور تفسیر کے علم میں۔ میں بھی اسی نظریہ کی طرف مائل ہو گیا تھا مگر اب میں اس نظریہ سے ہٹ چکا ہوں کہ حضرت اسماعیلؒ ذیج ہیں۔ یہاں تک سیوطیؒ کا کام ہے۔

ذیج اسماعیلؒ ہی تھے :-..... حضرت اسماعیلؒ حضرت اسماعیلؒ اور حضرت یعقوبؒ بچپن کو حضرت ابراہیمؒ کی ذمہ داری میں ہی نبوت لیں پہلی قسم اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؒ کو نبی کریم کی طرف مائل کیا مگر بعد ازاں حضرت اسماعیلؒ کو حام کے علاقے میں نبی بنا کر بھیجا اور حضرت یعقوبؒ کو کنعان کے علاقے میں نبی بنا دیا (اگر حضرت اسماعیلؒ کو ذیج مانا جائے تو یہ اقبال پیدا ہو جاتا ہے کہ جیسا کہ چچہ روایت گزری ہے کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ کو ۳۰ سالہ دو بچوں کے بیٹے ”کما تو آپ نے اللہ نہیں کیا بلکہ مسکروا بیٹے جانا کہ آپ ﷺ حضرت اسماعیلؒ کی اولاد میں نہیں ہیں بلکہ ان کے بھائی حضرت اسماعیلؒ کی اولاد میں ہیں۔ گو کہ حضرت اسماعیلؒ کو یہ بچپن میں جا کر آپ کے بچا ہوتے ہیں، اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر اسماعیلؒ کو ذیج مانا جائے تو آپ ﷺ نے عربی کے یہ کہنے پر کہ ”اے دو بچوں کے بیٹے“ اس لئے اللہ نہیں کیا بلکہ مسکروا بیٹے کہ عرب میں بچہ کو بھی باپ ہی کہا جاتا ہے جیسا کہ گزشتہ جگہ ہے۔

یسودہ نصاریٰ کی مخالفت انگلیزی :-..... حدی میں ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور ان کے بعد والے علماء کے قول کے مطابق صحیح یہی ہے کہ ذیج حضرت اسماعیلؒ ہیں۔ جہاں تک حضرت اسماعیلؒ کو ذیج کہنے کا سوال ہے تو یہ عینا قول ہے جس کو میں سے زائد وہابیوں کی وجہ سے رد کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ سے یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ یہ قول (کہ ذیج اسماعیلؒ ہیں) اصل کتاب کی چلائی ہوئی ہے (یعنی یسویوں کی) حالانکہ خود ان کی آسمانی کتاب قرآن میں لکھا ہے کہ یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؒ کو عہد کیا کہ وہ اپنے پہلے بیٹے اور ایک غلط ہے جس کو اپنے انکوتے بیٹے کو ذیج کریں۔ اس کو یسویوں نے اپنی آجلی کتاب جو ان کے پاس تھی اس میں اس طرح بدل دیا کہ (اللہ نے ابراہیمؒ کو عہد کیا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؒ کو ذیج کر۔ چنانچہ معافی ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یسوی علماء میں سے ایک شخص جب مسلمان ہوا تو اس سے عمر ابن عبدالمطلبؓ نے پوچھا کہ ابراہیمؒ کے کس بیٹے کو ذیج کہے جاسے گا عہد کیا تھا؟ اس عالم نے جواب دیا :-

”خدا کی قسم میرا پہلا دشمن یسوی جانتے ہیں کہ وہ بیٹے اسماعیلؒ ہیں لیکن وہ اس بات سے بچتے ہیں کہ جس فضیلت کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے وہ آپ کی قوم عربوں کے لئے ہو۔ اس لئے وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ فضیلت اسماعیلؒ کے لئے تھی کیونکہ وہ ان کے باپ ہیں (یعنی یسوی اسماعیلؒ کی اولاد میں سے ہیں)“

اس مسئلہ پر میری ایک کتاب ہے جس کا نام ”اقوال المذنبین فی تفسیر الذیج“ ہے۔ بعض علماء نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تھا میں نے یہ وسائل ان کے جواب میں لکھا ہے جس میں اس قول کو ترجیح دی ہے کہ ذیج حقیقت میں اسماعیلؒ ہیں چنانچہ اگر حضرت اسماعیلؒ کو ذیج مانا جائے تو ذیج کرنے کی جگہ مبنی ہو جاتی ہے لیکن اگر اسماعیلؒ کو ذیج مانا جائے تو ذیج کرنے کی جگہ راضی مقدس میں مبتلا مقدس سے وہ میل کے واسطے پر مشہور ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ چاہیے ہے اس بات کی کہ ذبح حضرت اسماعیل تھے حضرت اسماعیل نہیں تھے۔ کیونکہ اگر ذبح شام میں ہوتے جیسا کہ اہل کتب کا خیال ہے تو قرآن کا ذکر اور ذبح کرنے کی جگہ کے پہلے نہایت شام میں ہوتی۔

عبدالطلب کے دس بیٹے :- (بہر اصل موضوع یعنی عبداللہ کے ذبح کے حلقی بحث کرتے ہیں) عبدالطلب کی منت یہ تھی کہ میرے دس لڑکے ہوں تو میں ان میں سے ایک کو ذبح کروں گا مگر اس میں اختلاف ہے کہ جب انہوں نے عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے دس لڑکے ہو چکے تھے یا نہیں چنانچہ کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ عبداللہ کو ذبح کرنے کے وقت عبدالطلب کے دس لڑکے ہو چکے تھے یا نہیں کیونکہ حضرت حمزہ مگر حضرت عباسؓ اس واقعہ کے بعد پیدا ہوئے حالانکہ ان کے دس لڑکے ان دونوں سمیت ہوتے ہیں۔ اسی کے ساتھ بعض لوگوں کے اس قول سے بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ (ذبح کرنے کا ارادہ اس وقت کیا گیا جب عبدالطلب کے دس لڑکے پورے ہو گئے جو یہ ہیں :- حارث ذبیحہ، قحط، قحط، مکر، مکر، اہلب) عباس، حمزہ، اہلب، اور عبداللہ۔

ارادہ ذبح کے وقت بیٹوں کی تعداد :- مختلف کہتے ہیں کہ پہلے اختلاف کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت یعنی ذبح کرنے کے ارادے کے وقت ان کے لڑکے کے دو لڑکے ہو چکے ہوں۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ عبدالطلب کے لڑکے حارث کے دو لڑکے تھے ابو سنبلہ اور قحط۔ اور پانچ کو حقیقت میں بیٹا ہی کہا جاتا ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بارہ بچے تھے بلکہ بعض تیرہ بتاتے ہیں اور یہ کہ عبداللہ تیرہ ہوئے تھے۔ اس روایت کے بعد کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ نیز اس سے بھی کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا کہ حضرت عبداللہ سے حمزہ مگر میں چھوٹے تھے اور حضرت عباسؓ حمزہ سے چھوٹے تھے یعنی یہ دونوں حمزہ مگر عباسؓ عبداللہ سے چھوٹے تھے کیونکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ عبداللہ ذبح کے وقت سب سے چھوٹا لڑکا تھے (یعنی ان کے بعد حمزہ مگر عباسؓ پیدا ہوئے) کیونکہ ممکن ہے جب ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو اس وقت سب سے چھوٹے ہوں۔ پھر چاہے ان کے دس ہونے کی قید ہو یا نہ ہو نیز عبداللہ کو تیرہ حوالے کرنے سے بھی کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرہ میں سے ایک وہ تھے۔

عبداللہ کا حسن و جمال :- جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عبداللہ قریش میں سب سے زیور حسین اور خوبصورت تھے اور آنحضرت ﷺ کا نور ان کے چہرے میں اس طرح چمکتا تھا جیسے روشنی ستارہ ہوتا ہے۔ ان کے اس حسن کی وجہ سے قریش کی خوبیاں ان کو بہت چاہتی تھیں اور سب عبداللہ پر جان دیتی تھیں۔ قریشی لڑکیاں عبداللہ پر کتنی فریادیں تھیں اس کا ذکر اس سے ہو گا۔

قریشی لڑکیوں کی دل رنجی :- کہا جاتا ہے کہ جب عبداللہ کی آمد سے شادی ہوئی تو قبیلہ قریش میں بڑی غمزدگی ہوئی عبد مکر اور بنی عبد مناف میں کوئی لڑکی ایسی نہیں تھی جو اس غم میں بدلہ نہ دیتی ہو کہ اس کی شادی عبداللہ سے نہ ہو سکی۔

عبداللہ (شادی کے وقت) اپنے والد کے ساتھ آمد کو یاد کر لانے کے لئے روانہ ہوئے۔ آمد وہاں ابن عبد مناف ابنہ حمزہ کی بیٹی تھیں۔ حمزہ کے متنی سفیدی کے ہیں۔ آمد کی دواوی سختی وہاں کی ماں کا نام علیہ بنت ابی کعبہ تھا۔ شادی کے وقت عبداللہ کی عمر اٹھ سال تھی۔ راستے میں ان کا گزر قبیلہ بنی اسد ابن عبدالمطلب

کی ایک عورت پر ہوا جس کو قتیلہ کہا جاتا تھا ایک روایت کے مطابق اس کا نام قتیہ تھا یہ ورق ابن نوفل کی بہن تھی (ورق ابن نوفل قریش کے ایک عالم اور ایک شخص تھی اس وقت قتیلہ کعب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی جب وہاں سے عبدالمطلب اور عبد اللہ کا گزر ہوا) قتیلہ نے اپنے بھائی نوفل سے کہا کہ اس روایت کے لئے ایک نئی ہونے والے ہیں۔ اور یہ کہ ان کی شکایتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا خوران کے باپ کے حجرے میں جھٹکا ہوا گیا ہو سکتا ہے کہ یہ بات اس کے دل میں ڈال دی گئی ہو (کیونکہ آگے روایت آ رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت خود بھی ایک عالمہ اور کاہنہ تھی) اس نے حضرت عبداللہ کی بیٹائی میں اور نبوت و کچھ کران سے کہا۔

عبداللہ کی پاک دامنی :- ..... عبداللہ کہاں جا رہے ہو ؟ انہوں نے کہا کہ اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ قتیلہ نے کہا۔

”میں تمہیں اسے ہی موت دوں گی جسے تمہاری بہن کے بدلے میں قربان کئے گئے تھے اگر تم ہی وقت میرے ساتھ جانا کرو۔“

حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ان سے جدا ہو سکتا ہوں۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

بِأَنَّا وَالْقَوْلُ الْغَرِيبُ فَلَمَّسَتْ قُوَّةُ  
وَابِئِلَ فَلَمَّسَتْ قُوَّةُ

جہاں تک حرام کاری کی بات ہے اس سے بھڑک کر مرنے لگا ہے

بِأَنَّا وَالْقَوْلُ الْغَرِيبُ فَلَمَّسَتْ قُوَّةُ  
وَابِئِلَ فَلَمَّسَتْ قُوَّةُ

شریف کوئی اپنی آبروریزی کی حفاظت کیا کرتا ہے اس لئے تو کیسے ایک غلط کام کی طرف مجھے بھڑک رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے کچھ شعر یہ ہیں جو مذکورہ قصص اور مصداقی میں ذکر کئے گئے ہیں۔

قُلْتُ حَيْثُمُ الْبَقَاةُ بِأَنَّا وَالْقَوْلُ الْغَرِيبُ  
قُلْتُ قَدْ بَلَغْنَا قُلْتُ سَأَدُّهُ الْأَوْجُ

دعا تھانے ہر ہر شجر میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ میری دنیا کے سر درویش پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔

قُلْتُ قَدْ بَلَغْنَا قُلْتُ سَأَدُّهُ الْأَوْجُ  
قُلْتُ قَدْ بَلَغْنَا قُلْتُ سَأَدُّهُ الْأَوْجُ

اور میرے والد عزت اور سرداری والے ہیں جن کی طرف ان کی عزت و سرداری کی وجہ سے بلند اور پست ہر جگہ اٹھادیا جاتا ہے۔

ابو جہزہ مدنی سے روایت ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر ان کی شادی کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو وہ ایک کاہنہ عورت کے پاس سے گزرے جو چادر کی دھبے والی تھی (بت پریش ہے) اچانک ان کا ایک شعر ہے۔ اس عورت نے بہت سی کتابیں پڑھی تھیں اس کا نامہ عالمہ بنت خراجمیہ تھا۔ جب اس نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو اسے ان کے حجرے میں نبوت کا نور دیکھا ہو انظر کیا۔ اس نے عبداللہ سے کہا۔

کے فوجوں ایک تہائی وقت مجھ سے مل کر نکلتے ہوئے میں اس کے بدلے میں حبس سولہ سو دن کی :-  
 اس پر عہد اللہ نے جو کچھ جواب دیا وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

حسین عورت کی پیشکش :- ..... اقول۔ متعلق کہتے ہیں۔ مکی نے کہا ہے کہ یہ کاہنہ بہ اختیائی حسین اور پاکو اس دور قیام میں سے تھی۔ اس نے حضرت عہد اللہ کو نکاح کی دعوت دی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس سے کوئی روایت کا خلاف بھی نہیں ہو سکتی اگر یہ کہا جائے کہ اس نے نکاح کی دعوت دی تھی، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ کہنے سے کہ نتیجہ سے اسی وقت اگر تم بدلا کر لو۔ اس کی مراد یہ کہ نکاح مجھ کو نہ کر عہد اللہ یہ کہے ہو کہ وہ بغیر پہلے نکاح کے صرف گناہ کی دعوت دے رہی ہے اس لئے وہ شعر پڑھے جو پہلے گزرا ہے۔ اس دور حضرت عہد اللہ کی پاکدامنی اور پاکیزگی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ بات اس لئے ہے کہ گزشتہ دو سو دن واقعے ایک ہی ہیں اور ان دو سو دن راتوں میں جس دعوت کا ذکر ہے وہ ایک ہی ہے۔ البتہ اس کے ہم کے حلقوں و دلائل میں اختلاف ہے۔ اور یہ کہ حضرت عہد اللہ جب اپنے والد کے ساتھ حضرت آمنہ سے شادی کرنے کے لئے جا رہے تھے اس وقت اس دعوت کے پاس سے ان کا گزر ہوا لہذا وہی لئے اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ان کا گزر اسی ایک عورت کے پاس سے ہوا اور اسی سبب گزرا ہوا پیش کش کی۔

اس خواہش کا سبب :- مگر سواہب کی عہد اللہ ظاہر طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ وہ (دلائل تھے ہیں۔ پہلا اس وقت کا ہے جب وہ شادی کے بعد اس جگہ سے الٹی ہوئے۔ یہ تھے جہاں وہ اپنے والد کے ساتھ گئے تھے۔ اور ابو بکر مدنی کا گھر یہ قول ہے کہ اس دعوت نے بہت سی کتابیں پڑھی تھیں اس کے تحت ممکن ہے کہ اس نے من کتابوں میں یہ چاہا ہو کہ آنحضرت ﷺ جن کا حضور ہونے والا تھا ایک نور کی حیثیت میں اپنے والد کے حجر سے میں نہیں ہونگے اور یہ کہ آپ عبد المطلب کی اولاد میں سے ہونگے۔ یا ممکن ہے کہ اس کے علم میں اس کو یہ بتایا ہو کہ اس پر اسے لایا گیا ہو کہ یہ نبی اس کے پیٹ سے ہوگا۔ آگے جو روایت کو عرض ہے اس سے اس دوسرے دلیل کی تائید ہوتی ہے۔ عہد اللہ اطم۔

حضرت آمنہ سے نکاح :- ..... ہر حال عبد المطلب (حضرت عہد اللہ کو لے کر) حضرت آمنہ کے پاس آئے یہ وہی سبب ابن عبد مناف ابن زہرہ تھے۔ اس وقت بھی نبی زہرہ کے سردار تھے اور اپنے نسب اور شرف کی وجہ سے سزا تھے۔ حضرت آمنہ اپنے والد عبد مناف ابن عبد مناف کا انتقال ہو جانے کے وجہ سے وہی سبب ہی کی سر پر تھی تھیں۔

نور نبوی کی آمنہ میں منتقلی :- ..... ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبد المطلب عبد مناف ابن عبد مناف کے پاس ہی پہنچے تھے (یعنی ان کا انتقال نہیں ہوا تھا) کہ حضرت آمنہ کی شادی کے وقت وہ زندہ تھے اور انہوں نے ہی نبی کی حضرت عہد اللہ سے شادی کی تھی۔ یہ احتیاج میں گزرا ہے کہ انہوں نے حضرت آمنہ کو حضرت عہد اللہ سے پہلے اپنے وقت میں حضرت آمنہ قریبی دور قیام میں نسب اور مقام کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل خاتون تھیں۔ شادی کے بعد حضرت عہد اللہ جب ان کے ملک بن گئے تو ان سے ملے اور ہم ہنسی کی کہ جس کے تہو میں آنحضرت ﷺ جھوٹ جھوٹ محل میں کے پیٹ میں اور حضرت عہد اللہ سے یہ نور ان میں منتقل ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عہد اللہ نے ان سے جو کہ ان شعب ابو طالب میں حرمہ سہلی کے مقام پر صحبت کی گویا (شعب ابو طالب ایک گھائی کا نام ہے جس میں کھارے مسلمانوں کا پناہ گاہ تھا)۔

شادی کے بعد شب گزاری کی جگہ :-۔۔۔۔۔ اقول۔ مضاف کہتے ہیں کہ آگے کے زمانے میں یہ روایت تھی ہے کہ حضرت عبداللہ نے شعب ابو طالب میں جنوں کے مقام پر اس جگہ قیام کیا تھا جہاں بنی ہاشم اور بنی مطلب کو (اسلام کی ابتدا میں قریش مکہ نے) عقیدہ کر کے ان کا بپائیت کیا تھا۔

(دراصل ان کا یہ فرق ۱۰۰ کر کے لئے آیا گیا جاسکتا ہے کہ یہ شعب یعنی گھاٹی جو جنوں کے مقام پر تھی پیامِ راج کے علاوہ دوسرے دنوں میں ابو طالب کے قیام کے لئے ٹھکانہ تھی بلکہ وہ گھاٹی جو منبرہ سہلی کے قریب تھی اس میں ابو طالب راج کے دنوں میں قیام کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اس حسینہ سے پھر ملاقات :-۔۔۔۔۔ پھر حضرت عبداللہ تین دن اپنی بیوی یعنی آمنہ کے پاس رہے۔ عروہ کا ایک دستور بھی تھا کہ جب سرہانہ بیوی کے پاس (شادی کے بعد اس کے بعد میں) پہنچا تو تین دن رہتا تھا اس وقت حضرت آمنہ عروہ کے گھر والے شعب ابو طالب میں تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ جب بیوی کے پاس سے لوٹے تو اسی عورت کے پاس آئے جس نے ان سے وہ درخواست کی تھی جس کی تکمیل گزر چکی ہے (مگر جب عورت نے لب لباب سے وہی درخواست نہیں کی جو پہلے دن کی تھی تو حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کہ آگاہ تو مجھ سے وہ بات نہیں کہہ رہی ہے نہ پہلے دن کی تھی۔ اس نے جواب دیا۔

”نکل جو نور تم میں نظر آتا تھا اب تم سے جدا ہو چکا ہے اس لئے آج مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

کیا عبداللہ کو نور نبوت کا اندازہ تھا؟ :-۔۔۔۔۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آگے کی سطروں میں ظہور مضاف بھی اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ کو اس عورت کی اس فحش کش پر انتہائی حسرت تھی جو عروہ کی فطرت کے بھی خلاف ہے۔ لہذا ساتھ ساتھ عیادت کو غالباً اس نور نبوت کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ تھا جس سے ان کا پھر وہ منور ہوتا تھا اس لئے باوجود اس کے کہ حضرت عبداللہ بھی نور نبوی طور پر انتہائی شریف اور پاکیزہ تھے اور وہ اپنی اسی شرافت کے تحت اس عورت کو ایس کر کے چلے گئے تھے مگر وہ اس کا امتحان بھی کرنا چاہتے تھے کہ آپ اس نے محض نفسانی خواہش کے تحت ایسا کیا تھا یا درحقیقت اس نور کو پہچان کر یہ چاہتی تھی کہ یہ اس میں منتقل ہو جائے چنانچہ اسی جنمو میں وہ بطور آزمائش دوبارہ اس عورت کے پاس آئے جس کے بعد اس کے جواب سے اس حقیقت کی تصدیق ہو گئی کہ

حسینہ کا پہچاننے سے انکار :-۔۔۔۔۔ ابو یزید مدنی کہتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق جب حضرت عبداللہ اپنی بیوی حضرت آمنہ سے بھسری کرنے کے بعد واپسی میں اس عورت کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج تو وہ فحش کش نہیں کر رہی ہے جو پہلی مرتبہ کی تھی۔ تو اس عورت نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ تو اس عورت نے (بے اعتدالی سے) کہا:-

”نہیں! تمہو نہیں ہو۔ میں نے اس وقت صدی آنکھوں کے درمیان ایک نور دیکھا تھا جو اس وقت مجھے نظر نہیں آتا ہے۔ میرے پاس سے جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟“

حضرت عبداللہ نے اس کو ساتھ لے لیا کہ یہاں سے جانے کے بعد میری شادی ہوئی اور میں نے بیوی کے ساتھ رات گزاری۔ اس پر اس عورت نے کہا:-

ظہور نبوت کی پیش گوئی :-۔۔۔۔۔ خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں ہوں بلکہ میں نے قہر سے جبر سے پر





کہتے تھے کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا سب سے بڑا کام اپنی سوتیلی ماں کے لئے اپنے باپ کا ہاتھ بپ کا ہاتھ لگھیں اور ہاتھ حلقہ زینا جا لیتے۔ کے وجود پر طے تھے :- بعض مزار میں لکھتے ہیں کہ زینا جا لیتے میں سب سے زیادہ وجود سمجھ سکتی چاہی کہ ایک شخص ایسی دوزخوں سے شادی کر سکا تھا وہ آپس میں کھلی بھینس ہوں (بھر سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کے حقائق لکھتے ہیں کہ) جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیتا تھا اس پر خود قریش بھی عیب لگاتے تھے ایسے آدمی کو دھنسیوں کہتے تھے جس کے معنی ہیں وہ کوئی جو اپنے باپ کی بیوی کے حقائق دکھاتے والے۔ اسکی شادی کو دھنسیوں کہتے تھے۔ ایسی عورت کو ”زنا“ کہتے تھے۔ زینا زنا کرنے والی عورت ایسے شوہر کو کہتی کہتے تھے۔

نہیں لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کوہ کی پشتوں میں بھی ایسا نکاح پایا جاتا ہے اس لئے کہ غزیرہ جو آپ کے امجدوں میں سے ایک تھا، جب مر گیا تو اس کا سب سے بڑا لڑکا کننا بن جائیو یہ باپ کا چائیں بنا تو اور اس سے لڑھکے پیدا ہوئے خود بھی آپ کے امجدوں میں سے ہے۔

**آپ** کے نسب میں جھول نہیں تھا۔..... یہ قول بالکل غلط اور لغو ہے اس لئے کہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد کانا جس عورت پر باپ کا ہاتھیں ہو افتادہ مرتبی تھی لہذا اس سے کنکاز کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ غلامت اس لئے چلی کہ کنکاز نے اس کے بعد اپنے بھائی کی بیٹی سے شادی کر لی تھی لہذا اس کا بھی وہی نام تھا جو کانا کی ماں کا تھا اس سے ظہر پیدا ہوا۔

اس سلسلے میں امام سبکی کا قول ہے کہ باپ کی بیوی سے نکاح مکذوب شرعیت کے مطابق جاہلیت کے زمانہ میں جائز تھا۔ یہ حرام ہوشوں میں سے نہیں تھا جسے انہوں نے توڑا جو بورن ان غلامیوں میں سے تھا جسے جاہلیت کے دور میں ایسا کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے نسب میں وراثت کر رہا ہے چنانچہ کہنے لے اپنے باپ خدیجہ کی بیوی سے شادی کی جس کا کام یہ نہایت مبرا تھا اور امام سبکی کے قول کے مطابق اس سے لعنہ ابن کنانہ عدا ہوا۔

اس کے علاوہ غم نے بھی اپنے باپ کی چڑی واقدہ سے شادی کر لی تھی اس سے ان کے ایک لڑکی ضیاء پیدا ہوئی، مگر یہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں شامل نہیں ہے کیونکہ واقدہ کے بچنے سے آنحضرت ﷺ کے اجداد میں کوئی پیدا نہیں ہوا اور آنحضرت ﷺ کا رشتہ ہے کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں (ان سے نہیں) (جس پر ہے نسب میں کہیں بھی کوئی ذات سے بدواقدہ نہیں ہے) اسی لئے اللہ تعالیٰ کا رشتہ ہے۔

انکسروا علیکم ایاکم من قبلہ الامام علیہ السلام

ترجمہ: تم ان امور میں سے گناہ مت کرو جن سے تمہارے باپ کو لایا گئے۔ نکاح کیا ہو مگر جو بات گزرتی گزرتی اس بارے میں قرآن سے استدلال نہ کرو۔۔۔ یعنی گناہ شریفانہ میں اس نکاح کے خلاف ہونے کی وجہ سے جو ایسی شادی ہو جس میں وہ نکاح (اب ایسی شادی) تمہارے باپ حرام کر دی گئی ہیں اس استثناء کا نفع یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نسب مبارک میں کوئی عیب نہیں چڑھا، یہ بات ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو پیشہ و مور قول یا بدکار مور قول میں سے کسی کی اولاد ہو۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں جن چیزوں سے روکا گیا ہے یعنی وہ چیزیں جو جائز نہیں ہیں میں سے کسی کے ساتھ اٹھ قبیلے نے الاموال سلف یعنی مکرہات گزرتی گزرتی۔ کسی شرعاً انصاف نہیں فرمادے مثلاً قرآن میں یہ لفظ مکرہات، یعنی زمانہ کے قریب



اس پر ہم کی اسلام میں سخت مزا ہے..... حضرت برواہ اہل حاذب سے روایت ہے کہ میری اپنے ہاتھوں حضرت ابو القدر راہؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کے پاس ایک جھنڈا تھا (شکنی وہ جملہ کی مسم پر جا رہے تھے) اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس بھیجا رہے ہیں جس نے اپنی سونگھوں سے شادی کر لی ہے اب میں اس کی گردن لے کر ان کے جا رہا ہوں۔ ”میرا“ کی روایت میں اضافہ ہے کہ وہ ہے کہ اس کی گردن لے کر وہاں لے کر اس کا مٹی و حلقہ چھین لوں۔ (اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام میں ایسے شخص کے لئے کتنا سخت حکم ہے۔)

دوستی جنہوں سے جبکہ وقت نکاح :-..... بعض مضر نہیں سمجھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہتا تو وہ ”طلب“ یعنی ”نرسیتہ“ یا ”ہنم“ کا چہرہ لٹو کر والے اس کے جواب میں کہہ دیتے ”نکاح“ کیا۔ ”یہ لفظ گویا ان کے ایجاب و قبول کے قائم تھے۔ نیز (ابن ہی) بعض مضر نہیں کا قول ہے کہ (جاہلیت کے نکاحوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ لوگ ایسی دو لڑکیوں سے جبکہ وقت شادی کر لیتے تھے جو آپس میں شکی ہوں یعنی جو وہ یہ کہ خود وہ بھی اس کو برا مانتے تھے جیسا کہ گزرا ہوا ہے۔

پاکیزگی کی نسبت پر تازہ :-..... بعض متعین کہتے ہیں کہ قرابت کے ذیل ہونے سے پہلے (یعنی وہ آہلی کتاب جو حضرت موسیٰ پر ہزار ہوئی تھی) کا کسی وہ لڑکیوں سے نکاح کرنا ناجائز تھا جو انہیں میں تھی۔ سنیں ہوں مگر قرابت کے ذیل ہونے کے بعد یہ بات حرام کر دی گئی۔ یہی بعض متعین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جدات یعنی دواہیہؓ پر نظر کیا کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکر کے طور پر جس سے آپ کا مقصد دوسری عورتوں کے مقابلہ میں ان کی پاکیزگی اور فضیلت کا اظہار کرنا ہوتا تھا (کیونکہ عرب کے عام ماحول اور رسوم کے برخلاف آپ ﷺ کی تمام نسبی دواہیہاں نہایت پاکیزہ تھیں اور ان سب کے شریعت کے مطابق نکاح ہونے سے آپ خدا کرتے۔۔۔

”میں نے اپنے لیے ایک کھانا بنایا۔“

عوانک اور فواطم کی اولاد :- ..... (عوانک ماطہ کی تخت ہے مائیکہ کے معنی پاک دامن کے ہیں۔ فواطم ماطہ کی تخت ہے جس کے معنی چیراکیں اور تختی جس کے بچے کا دروازہ چڑھایا گیا ہو۔ اور حواجانک اور فاطمہ عرب میں حور قن کے مقبول ناموں میں سے ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ کی کنیت دونوں میں کئی مائیکہ اور فاطمہ نام کی ہیں۔ یہاں حواجانک اور فواطم کے معنی مراد نہیں ہیں بلکہ عام مرادوں میں کہ میں مائیکہ اور فاطمہ کا بیٹا یعنی ام کی اولاد ہوں کہ

موقعہ بموجب اس کا اعلیٰ درجہ..... حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ساتھ اپنا گھوڑا دواؤ لایا تھا۔ آنحضرتؐ کا گھوڑا حضرت ابوبہؓ کے گھوڑے سے آگے نکل گیا تو آپؐ نے فرمایا۔

میں خواجگ یعنی مالکان کا بیٹا ہوں۔ اور یہ (یعنی میرا گھوڑا) انعام ہے کہ وہ قتلہ اور قیڑ رو ہے۔“

اور آنحضرت ﷺ نے ایک غزوہ میں یعنی غزوہ خندق اور غزوہ بدر میں فرمایا:-

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں مہذبہ اسلوب کا بیٹا ہوں، میں عالمکائنات کا بیٹا ہوں۔"

ایک روایت میں آیا ہے کہ میں نبی سلیم کی عالمکائنات کا بیٹا ہوں۔ (یہاں سب جگہ دنیا سے مراد دنیوی ہے) نبیوں اور ان میں ہے کہ عالمکائنات کے معنی طوطیوں سے معطریاں کے ہیں۔

بعض محققین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن فرمایا کہ میں عالمکائنات کا بیٹا ہوں۔ یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں ہے جو چچے گزرا ہوگی ہے کہ آپ ﷺ نے اس دن یہ فرمایا تھا کہ میں عالمکائنات کی دلداری ہوں اس لئے کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے اسی دن یہ دونوں کئے فرمائے ہوں۔ -

آپ ﷺ کے نسب میں عالمکائنات میں :-..... اس کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں حقیقی عالمکائنات میں ہیں، بلکہ نے زیادہ قد و قوت عطا کی ہے اور بلکہ نے کم۔ حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسب مانگی (یعنی جد امجد دلوہاں) چودہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ گیارہ ہیں اور ان میں سب سے پہلی عالمکائنات (عالمی صورت) لازمی اہل عالم کی ماں ہیں۔ نبی سلیم میں جو عالمکائنات ہیں ان میں ایک تو عالمکائنات بنت ہلال ہیں جو عبد مناف کی ماں ہیں۔ دوسری عالمکائنات بنت لہ قصی ابن شریک بن ہلال ہیں جو ہاشم کی ماں ہیں۔ تیسری عالمکائنات بنت شریک بن ہلال ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دادا آپ کی ماں ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلیم کی عالمکائنات سے مراد قبیلہ نبی سلیم کی دو تین دخترائیں ہیں جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا جیسا کہ آئمہ رضاعت کے وقت میں قرآن ہے۔ ان تینوں کا نام عالمکائنات تھا۔

آپ کے نسب میں عالمکائنات میں :-..... میں بعض لوگ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں دس عالمکائنات ہیں (یعنی دس کام عالمکائنات ہے)۔ بعض کہتے ہیں کہ اقول۔ مختلف کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پانچ (عالمکائنات) ہیں۔ بعض کہتے ہیں چھ ہیں اور بعض کہتے ہیں آٹھ ہیں۔ آپ ﷺ کی دلداری کی جانب سے جو آپ ﷺ کی ماں ہیں ان میں سے دو کے سوا حقیقی طریقے پر یہ معلوم نہیں کہ کس کس کا نام عالمکائنات ہے۔ وہ یہ ہیں :- حضرت عبد اللہ کی والدہ فاطمہ اور قصی کی ماں فاطمہ۔ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ "میں عالمکائنات کی والدہ ہوں۔" صرف وہ عالمکائنات مروتی ہوں جو آپ کے نسب کا جز ہیں بلکہ عام دلداری عالمکائنات مروتی ہوں اور اس طرح ان میں وہ فاطمہ بھی شامل ہوں جو امہ ابن ہاشم کی ماں ہیں۔ نیز وہ فاطمہ بنت امہ بھی جو حضرت علی ابن ابی طالب کی ماں ہیں۔ اور خولان فاطمہ کی ماں فاطمہ (لیکن جو حضرت علی کی بیوی ہیں) کہیں اور عالمکائنات کا نام فاطمہ تھا کہ عالمکائنات ان تینوں عالمکائنات کے علاوہ ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو ایک دلداری تھا کہ روایت فرمایا کہ حکم دیا کہ اسے تین عالمکائنات کے درمیان تقسیم کرو۔ یہ تین عالمکائنات یہ ہیں۔ ایک فاطمہ جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔ دوسری فاطمہ حضرت حمزہ کی صاحبزادی ہیں اور تیسری فاطمہ بنت امہ ہیں۔ بعض محققین نے ان میں فاطمہ ام شریک اور فاطمہ بنت عبد اللہ ابن رزام اور ان فاطمہ کی والدہ فاطمہ بنت حارث اور عبد مناف کی بیوی فاطمہ بنت نصر ابن حنف کو بھی شامل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کے شرعی نکاح :-..... حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:- "میں لاکھوں کے درجہ پیچھا ہوا ہوں دنیا کے درجہ

نہیں؟

(یعنی آپ کے آباء و اجداد میں جتنے بھی ہیں سب کے شرعی نکاح ہوئے ہیں اور ان کی بیٹی نکاح میں  
یعنی جو آپ کی نسلی نکاح ہیں وہ سب کے سب اپنے ماں باپ کی جائز نکاح ہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں  
ہے جو ماں باپ کی بدکاری کے ذریعہ پیدا ہوا ہو۔ آپ ﷺ کے نسلی اجداد کے شرعی نکاحوں کے متعلق آگے

تفصیل آ رہی ہے۔  
نسبی پاکیزگی کا حقیقی معجزہ۔۔۔ یہ بات چھپے گزر چکی ہے کہ (اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ) عورت مرد کے  
ایک غرض تک جائز تعلقات دیتے تھے (اور اس کے نتیجہ میں باہر نکاح پیدا ہوتی تھی) مگر اگر وہ چاہتے تو  
آپس میں شادی کر لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ عرب دنیا کو جائز سمجھتے تھے مگر ان میں جو شریف اور نیک لوگ تھے  
وہ کھلے عام اس برائی سے بچتے تھے اور ایسے بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی اس کو اپنے لیے حرام  
کر لیا تھا (یہ وہ لوگ تھے جو اپنی شرعی حرمت اور نیکی و بے سے جماعت اور انسانی کے باوجود برائی کو برائی سمجھتے تھے  
اور تمام عمر اس سے بچے اور اس پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اجداد میں سب معصیت حق ہیں جن  
میں شرعی طور پر فحشی تھی۔ اور وہ لوگ اپنی فطرت سلیمہ کی بنا پر ہمیشہ اپنے دل سے ان برائیوں کو برائی سمجھتے  
رہے اور ان سے اپنے آپ کو بچاتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی فعل اور نطق سے دونوں جہان کے بہترین  
انسان کو پیدا کرنا تھا اس لئے اس نے آپ کے پاس سے یہی سلیقہ کو ان گندگیوں اور برائیوں سے محفوظ اور پاک  
رکھا جن میں اس دور کے اکثر لوگ گمراہ ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ  
آپ کے پاس سے نسب میں جو ایک طویل سلسلہ ہے اور جس پر صدیوں کی بے شک و گداز کردی اور علم و جماعت کے  
مختلف دور آئے ان میں یہ نسبت وقت کی ہر برائی سے محفوظ رہا۔

ایک غرض یہ ہے کہ میں نکاحوں سے پیدا ہوا ہوں اور قوم کے دور سے اس وقت تک جب کہ  
میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا (میرے آباء و اجداد میں) کہیں بھی کوئی بدکاری کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا۔ مجھے  
میں زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی چیز نہیں پہنچی اور میں سوائے اسلامی نکاح کے (کسی دوسرے طریقے  
سے) پیدا نہیں ہوا۔

قومیں نور نبی کے لئے حریص رہیں :۔۔۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا :۔

جب سے میں قوم کے مبلغ (نطق) سے نکلا ہوں میں کسی بدکار کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا اور تمام قومیں  
پشت در پشت (مجھے اپنی قوم کا فرد دیکھنے کے لئے) آپس میں الجھتی رہیں یہاں تک کہ میں وہ انتہائی افضل آدمیوں  
یعنی ہاشمیہؓ پروردگار کی نواہ میں پیدا ہوں۔

تو یقیناً تخلیق نور محمدیؐ ہے :۔۔۔ (یعنی حضرت قومؐ کی مبلغ سے منتقل ہونے کے بعد  
آنحضرت ﷺ کا نور برابر ایک سے دوسرے میں منور اور نور اور منتقل ہو جا رہا ہے اور سب سلسلے میں بھی بھی لیا  
میں ہوا کہ کسی پشت میں یہ نور نکاح کی بجائے بدکاری کے ذریعہ منتقل ہوا اور اس کے نتیجے میں کہیں بھی اور  
کسی بھی دور میں آپ ﷺ کے نسب میں الجھ رہی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کا نور اس پوری کائنات  
سے پہلے پیدا کیا گیا اور جیسا کہ مختلف روایات سے پتہ چلتا ہے آپ ﷺ کی تخلیق ہی اس پورے عالم کی تخلیق کا

سبب سے چنانچہ ان عساکر نے سلطان خدیجؑ سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا:-

”آنحضرت ﷺ تخلیق کائنات کا سبب :-.....“ آپ ﷺ کا وہ آپ سے فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنالیا تھا تو آپ کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔ میں نے اپنے لئے آپ سے زیادہ شریف و معزز کوئی چیز نہیں انھیں کی۔ میں نے دنیا اور دنیاویوں کو اس لئے پس کیا ہے تاکہ انھیں دکھاؤں کہ میرے نزدیک آپ کا کتنا درجہ اور مرتبہ ہے اور اگر آپ نے جوئے تو میں دنیا کو پسند کرتا۔“

”محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا :-.....“ اسی طرح سیرت النبیؐ یہ واقعہ احمد یہ میں حاکم کی حضرت عمر فاروقؓ سے مر فوعہ روایت ہے کہ حضرت اکرمؓ نے عرض پر رسول اللہ ﷺ کا نام بلی لکھا ہوا دیکھا تو فوراً اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تاکہ ”اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔“ نیز مختلف محدثوں سے ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہ کو پیدا کیا تو ان کے دل میں ڈالا گیا کہ وہ یہ کہیں :-

”اے پروردگار! تو نے میرا لقب ابو محمد ﷺ کیوں رکھا ہے؟“

”نور محمد ﷺ کی سر عرش جلوہ روزی :-.....“ اے کوہ! پھر اللہ ”اکرمؓ نے سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پردوں میں آنحضرت ﷺ کا نور نظر آیا۔ انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ”اے پروردگار! یہ نور کیا ہے؟“

جواب ملا کہ ”یہ نور میرے بی کا نور ہے جو تمہاری لولہ میں ہوں گے۔ آسمانوں میں ان کا نام احمد ﷺ ہے اور زمین میں محمد ﷺ ہو گا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ میں تمہیں پیدا کرتا اور نہ آسمان کو پیدا کرتا۔“

”نبی ہاشمؑ اور نبیؐ جوہر کی سعادت :-.....“ گذشتہ آیتوں میں آپ ﷺ کے بطور کی اطلاع ہے جو انہما کے ذریعہ دوسری تک پہنچی۔ چنانچہ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس سعادت اور برکاتی کے لئے گذشتہ دور میں ہر قوم کا وہ صدر ہی جس کی طرف آپ ﷺ نے لوہے کی روایت میں اشارہ فرمایا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نبی ہاشمؑ اور نبیؐ کے حصہ میں رکھی تھی کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت عبداللہ قریشیؑ میں ہاشمؑ کی لولہ میں جوئے اور آپ ﷺ کے والدہ ماجدہ حضرت آمنہؑ زہرہ کی لولہ میں ہو گئیں اور اس طرح ان دونوں خاندانوں کے ذریعہ سرور کائنات ﷺ اس عالم میں تشریف لائے۔

اقول۔ حوائف کہتے ہیں (گذشتہ روایت میں بدکار کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی تخریج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بدکار سے مراد نازانہ جاہلیت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے دور و دہوں پر ایک علامت یا جھنڈا لٹا کر تھیں۔ جس شخص کو دل چاہتا ہو حرام کاری کے لئے ان کے پاس بھی جاتا تھا۔ اگر ان میں سے کسی کو حمل طہر جاتا اور باہر پھینچ دیا جاتا تو اس کے پاس آئے والے لوگ اس کے پاس جمع ہو جاتے اور انہیں میں قیافہ شامی کرتے اور اس بچے کی صورت ان میں سے جس کے ساتھ بھی کچھ فی ہوتی وہ بچہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا اور وہ اس کا پرنا کٹانے لگتا۔ وہ شخص کسی کو اس سے روک نہیں سکتا۔ اللہ اعلم۔

”باقتدار و لوہا ل و سسرال بہترین نسب :-.....“ حضرت امینؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت اس طرح پڑھی ”قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ“ (یعنی انھیں میں ف پر زہر چھا یعنی تم میں رسول آئے ہیں جو تم میں سے بہترین کو میںوں میں سے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا میں تم میں بہترین

ہوں با اختیار نسب کے مہاجر سرشار و شوق و رغبت کے طور با اختیار شریعت کے، میرے آپاؤ اجداد میں کوئم کے وقت سے بھی ذات میں ہر سب کے نکاح ہونے۔

حضرت امین عباس کی ایک روایت میں (یہ الفاظ بھی ہیں کہ سب کے نکاح ہونے کا اسلامی نکاح کی طرح ایک شخص دوسرے شخص کو لڑکی کے لئے دے دیتا ہے، دوسرا اگر تائب ہے اور شادی کر لیتا ہے۔ اللہ جہنم رسول من تقدبکم کی قرأت میں فہم پر قرآن ہے جس سے انکے نکاح ہوتے ہیں کہ تمہارے پاس (یعنی قرآن) کے پاس ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں، لیکن جیسا کہ لوہے کی روایت میں گزرا کہ تقدبکم کو فہم پر ذر کے ساتھ تقدبکم پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے جو لوہے میں جانا ہونے لگا۔

پورے نسب میں شرائط نکاح مکمل :-..... نام نکاح فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں حضرت کوئم تک پہنچتے بھی نکاح ہیں البتہ نکاح کے درست ہونے کی وہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں جو ایک اسلامی نکاح کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت کوئم تک آپ کے نسب میں کوئی نکاح ایسا نہیں مل سکتا جس میں وہ ساری شرطیں موجود نہ ہوں جو آج کے موجودہ اسلامی نکاح کے درست ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ نام نکاح کہتے ہیں اس لئے اس بات پر اہل دل سے اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے کہ کوئی شخص یہ یقین نہیں رکھتا تو وہ حلال و آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

نسب نبوی اور انعام خداوندی :-..... بعض محققین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی یہ ایک عظیم نصاب ہے کہ کوئم سے لے کر آنحضرت ﷺ کی اپنے ہاں باپ کے یہاں پیدائش تک اس نے آپ ﷺ کے تمام آپاؤ اجداد کو نکاح ایک ہی طریقے پر رکھے جو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہے۔ آپ ﷺ کے نسب میں کسی کا نکاح تہذیب و جاہلیت کے اس طریقے پر نہیں ہو کہ اگر کوئی شخص شادی کا رولہ کرنا تو کہہ دیتا تو شہ واپہ، مور لڑکی دالے کہہ دیتے نکاح ہو گیا جیسا کہ گندہ کا ہے (کیونکہ یہ طریقہ اسلامی نکاح کے طریقے کے خلاف ہے اس طرح نکاح نہیں ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آنحضرت ﷺ پر اس کا خاص امتیاز رہا ہے کہ آپ ﷺ کے آپاؤ اجداد میں کسی کا نکاح اس طریقے سے نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کی نفسی شرافت و عظمت پر انگڑائی دے کر آپ ﷺ کے چارے نسب میں بھستے ایسے دور آئے ہیں جب کہ ہر طرف جہالت اور خلاف شریعت باتوں کا دور دورہ تھا)۔

باکھیاں بھی اس اصول میں شامل :-..... (تہذیب و جاہلیت کے نکاح کا جو طریقہ لوہے ذکر کیا گیا ہے، وہ ایجاد و قول کے قائم مقام سمجھا جاتا تھا اسلامی نکاح سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ جو صورت کو مرد کے لئے (اللہ کے نزدیک) حلال کر دیتا ہے یہی تک کہ اس میں بائو کی حکم بھی شامل ہے کیونکہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت اسماعیلؑ کے محل تک حضرت ابراہیمؑ کی بیوی نہیں بلکہ بائو تھیں۔ اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے حق کو آزاد کر کے حق سے نکاح نہیں کیا تھا (اسلام میں بائو کے ساتھ جنسی فعل رکھنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے مالک مرد کی ملکیت ہوتی ہے۔ اگر مرد اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر سکتا ہے)۔

جاہلیت میں نکاح کی قسمیں :-..... حضرت عائشہؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں نکاح چار قسم سے ہوتے تھے ایک تو یہاں نکاح جس طرح لوگ آج کل کرتے ہیں یعنی شرعی ایجاد و قول کے

ذریعہ۔ یہ نہیں کہ مرد کہ دے تو شوہر کیا اور لڑکی والے کہ دیں نکاح کیا اور ساری قسم نکاح کی بھی تو اجازت کر کی گئی (کہ مرد نے تو شوہر کیا اور لڑکی والوں نے تو نکاح کیا) کہ دیا ایک نکاح بتایا (نکاح مستحل نکاح تھا) ایک نکاح منع تھا (ان کی تفصیل آگے آئی ہے)۔ جاہلیت کے نکاحوں میں ایک باپ کی بی بی سے (یعنی سوتیلی ماں سے باپ کے مرنے کے بعد) سب سے بڑے لڑکے کا نکاح تھا اسی طرح جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایسی لڑکیوں سے نکاح جو انہیں میں بھی ہمیشہ ہوں۔

نسب نبوی میں ناجائز نکاح کا وجود نہیں :-..... اب مرویہ ہو گی کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں باپ کی بی بی سے بھی کسی کا نکاح ثابت نہیں۔ یہ بات سنی کی اس روایت کے خلاف ہے جو چچے کو رکھتی ہے۔ (یعنی یہ کہ باپ نے اور کتا نے اپنی اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا تھا) اسی طرح (اوپر ﷺ کے نسب میں) یہ تو وہ بتوں سے نکاح مناسب اور نہ نکاح مستحل تھا ہے۔

جاہلیت میں نکاح بتایا :-..... (نکاح بتایا میں بتایا سے مراد طوائف ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ) طوائف سے مختلف لوگ ایک کے بعد ایک بدکاری کرتے تھے اس کو محل فحش کہا اور پھر یہ بھی پیدا ہو گیا تو اس بچے کو کون لوگوں میں سے اس شخص کا شوہر کیا جاتا تھا جس سے اس بچے کی صورت سنی ہو جاتی تھی۔

نکاح مستحل کی ایک رسم :-..... نکاح مستحل کا مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں (جیسا بھی ہو) تھا کہ کوئی شادی شوہر (اور) عورت اپنی ماہ لاری سے فدا کر دیتی تھی تو اس کا شوہر اس سے کہہ دیتا کہ فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے جماع کرالے (جب وہ عورت چلی جاتی تو) پھر اس کا شوہر اس سے شکوہ نہ بتا اور اس وقت تک اس کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا جب تک کہ اس کوئی کا محل ظاہر نہ ہو جاتا۔ جس کے پاس اس عورت کو جماع کرانے کے لئے بھیجا گیا تھا جب محل ظاہر ہو جاتا تو پھر اگر شوہر چاہتا تو خود بھی اس سے ہمبستی کر لیتا تھا۔

(اس نکاح مستحل جیسی ہذا کہ رسم کا مقصد یہ تھا کہ جس شخص کے پاس عورت کے لئے بی بی کو بھیجا گیا ہے اس سے محل ہو جائے اب جو بچہ پیدا ہو وہ ان ہی خصوصیات اور صلاحیتوں کا پیدا ہو گا جو اس شخص میں ہیں جس کا یہ محل تھا۔ یہ بچہ ہوتا تھا ناجائز باپ کا مگر کھانا عورت کے شوہر کا اس طرح گویا ایک شخص دوسرے کی انجلی صلاحیتوں مثلاً بروری، اہانت اور حافظہ وغیرہ کو اپنے گھر میں منتقل کر لیتا تھا)۔

نکاح صحیح :-..... اسی طرح آنحضرت ﷺ کے نسب میں نکاح صحیح بھی نہیں تھا۔ نکاح مستحل کا مطلب یہ ہے کہ ان طوائفوں میں سے جن کے دردناک پر حلاوت تھی ہوتی تھی کسی کے یہاں دوس سے کم خدو میں کوئی صحیح ہو جائے اور پھر ایک ایک کر کے سب لوگ اس طوائف سے بدکاری کرتے، جب اس طوائف کو محل فحش جاتا اور بچہ بھی ہو جاتا تو بچے کی پیدائش کے چند دن بعد وہ طوائف ان ہی سب کو یہاں کو بلا بھیجتی جنہوں نے اس سے بدکاری کی تھی۔ سب ان سب لوگوں میں سے کسی کی اپنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کے گھر پہنچنے سے انکار کر کے چلتا ہو سب لوگ اس کے یہاں جمع ہو جاتے۔ لہذا طوائف ان سے کہتی :-

”تم لوگوں کو معلوم ہے جو کہ تم نے کیا تھا اس کے نتیجہ میں میرے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ بچہ اے خاں خدرا ہے۔“

طوائف ان لوگوں میں سے جس کو پسند کر لیتی اسی کا نام لے کر یہ کہہ دیتی اور پھر وہ بچہ اسی شخص کا کہلاتا۔ لہذا چاہے اس بچہ میں اس کی شبہات بھی نہ ہو مگر وہ شخص (جس کو اس طوائف نے اپنے بچے کا باپ کہہ



دیاجے اس سے انکار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

نکاح جمع اور نکاح بچہ لیا کا فرق..... اسی طرح نکاح بچہ لیا و قسم کا ہو تا تھا ایک یہ جس کا یہاں بیان ہو اور ایک وہ جو پہلے مسکوں میں ذکر ہوا اگر اسی طرح بہت سے لوگ ایک طوائف سے بدکاری کرتے تھے، جب اس کے یہاں بچہ ہو جاتا تو وہی سب لوگ وہاں جمع ہو کر انہیں میں قیافہ شادی کرتے اور اندازہ کر کے جس سے اس بچے کی صورت ملتی دیکھتے اسی سے اس کو لاحق کر دیتے تھا تا کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی یہاں نکاح بچہ لیا کی دوسری قسم سے تھی۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ پہلے تو میوں نے علاج کیا تھا جو یہ تھے۔ عاصؓ باوجود اسے ابن خلفؓ اور ابو سفیانؓ ابن حربؓ حضرت عمرؓ کی بیواؤں کے بعد ان چاروں میں سے ہر ایک نے ان پر اپنا دعویٰ کیا مگر اس عورت نے بچہ کو عاصؓ کی طرف منسوب کر دیا۔ بعد میں اس عورت سے پوچھا گیا کہ تو نے عاصؓ کو کیوں انتخاب کیا۔ اس نے کہا اس لئے کہ وہ میری لڑکیوں پر وہ بچہ خریدا کرتا ہے۔

حضرت عمرو ابن عاصؓ:-..... یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نکاح بچہ لیا کی دوسری قسم سے رہی ہو۔ کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو عاصؓ کا بچہ اس لئے شہر کیا گیا تھا کہ وہ صورت میں عاصؓ کے مطابق تھے۔ حضرت عمروؓ کو اس بات کی وجہ سے لوگ عار دلایا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ نے بھی ان کو اسی سب سے عار دلایا ہے۔ اس کی تفصیل حضرت حجاجؓ کے قتل کے سلسلے میں آنے گی یہاں مسجد نبویؐ کی تعمیر کے حلقہ بحث ہے۔

پاک صلیبوں سے پاک رحوں میں:-..... نیز وہی بعض تحقیق کئے ہیں یہ بھی روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”میں ہر ایک پاک مردوں کے صلیبوں سے پاک مردوں کے رحوں میں منتقل ہو جا رہا ہوں۔“

نیز ایک روایت میں ہے کہ:-

”مکہ ثقیانی ہر ایک صلیبوں سے پاک مردوں میں منتقل کر رہا ہوں۔“

نقلی نے (یہ حدیث روایت کی ہے:-

”میں بنی آدم کے بہترین زمانے سے ظاہر ہوا ہوں زمانہ در زمانہ کے بعد یہاں تک کہ اس زمانے میں

جس میں کہ میں موجود ہوں۔“

کیا آپ ﷺ کے اجداد کو مومن تھے؟..... آیت پاک و باریک النظر کے تحت یہ بات گزر چکی ہے کہ اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کا نور ایک نوری سے دوسرے نوری میں منتقل ہو جا رہا اس بارے میں جو مختلف تفسیریں ہیں وہ بھی گزر چکی ہیں نیز جو جہان کے قول کا یہ ۲ بھی گزر چکا ہے کہ اس تفسیر سے بعض راہبانی مسلمان نے یہ بھی مراد لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد تمام کے تمام عرق تھے۔ یعنی اپنے اپنے دور کے نبیوں کی شریعت پر چلتے تھے۔

پھر میں نے مانفہ سیوئی کی تحقیق دیکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد میں کوئم سے عربہ انہیں کعب تک جتنے افراد ہیں ان سب کے ایمان کے حلقہ پانچ طور پر معلومات ملتی ہیں یعنی احادیث اور سنن کے اقوال کے ذریعہ سے۔ اس کے بعد عربہ اور عبد المطلب کے درمیان چار آباء و اجداد باقی رہتے ہیں جن کے مؤمن ہونے کے حلقہ کوئی روایت پانچ میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔

عبد المطلب دین امیر انبیا پر تھے :-..... جوں تک خود عبد المطلب کا تعلق ہے ان کے بارے میں اس کے بحث آنے کی۔ ان کے حلقے میں قول ملتے ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تھی اور یہی سب سے زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ آگے بیان کر رہا ہے کہ ان کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دین امیر انبیا کے چودھے (اس لئے جن پر اور سائیں تھے) یعنی وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے غور کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ فوت ہو گئے۔ یہ تیسرا قول سب سے زیادہ کمزور اور ضعیف ہے، جو کئی کمزور حدیث وغیرہ میں نہیں آتا نہ ہی اس کو اثر سنت میں سے کسی نے نقل کیا ہے بلکہ بعض شیعہ حضرات نے اس قول کو رد کر دیا ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ میں پاک مردوں کے صلیبوں سے پاک اور توں کے درختوں میں مشکل ہو جا رہا ہوں بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدم اور حوا تک آنحضرت ﷺ کے تمام نسلی باپ اور ماں میں کوئی بھی کافر نہیں تھا اس لئے کہ کافر کو ظاہر اور پاک نہیں کہا جاتا۔ اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ ممکن ہے پاکی سے مراد جاہلیت کے ظالموں کے مقابلے میں (آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد کے شرعی انکار مرد ہوں۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے) آنحضرت ﷺ کے آباء و اجداد کے اسلام کی طرف تھپہ دھڑیہ کے مصنف نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لم یزل فی صفات النکون بعد انک الاحیاء والایاد

ترجمہ :- کائنات کے جگر میں سے رہا آپ ﷺ کے لئے بہترین مائیں اور بہترین باپ اختیار کئے جاتے رہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ بہترین مائیں اور باپ پسند فرما کر رہا اس لئے کہ کافر کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

نبی زہرہ میں شادی پر بدلت :-..... (اس بحث کے بعد آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ کی شادی نبی زہرہ کے خاندان میں حضرت آمنہ سے کئے جانے کے حلقے کہتے ہیں کہ عبد المطلب نے بیٹے کی شادی کے لئے نبی زہرہ کا خاندان منتخب کیا اس کا سبب جو ہے وہ عبد المطلب کے بیٹے حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبد المطلب نے کہا۔

”میں مردی کے موسم میں جانے والے تھوڑی قدر کے ساتھ یمن کے قوم یسویوں کے ایک کاہن کے پاس گئے جو زہرہ کتاب چند ہاتھ لادار سے مراد تھا تو یہ بت ہے جو حضرت سوئی پر اتری تھی اس یسوی نے ہم سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ میں نے کہا کہ ہم قریش میں سے ہیں۔ اس نے پوچھا قریش کے کس خاندان سے۔ میں نے کہا نبی باثم سے۔ پھر اس نے کہا کیا تم مجھے اس کی عبادت دے گے؟ میں تمہارے ہونے کے لئے کہہ دے دیکھوں۔ میں نے کہا کہ ہاں اگرچہ زہرہ صوفی کے سوار رکھنا چاہے ہو تو یہ کچھ سکتے ہو۔ عبد المطلب کہتے ہیں اس کے بعد کاہن نے پہلے میری ناک کا ایک نختہ دیکھا اور اس کے بعد دوسرا دیکھا، پھر اس کے بعد کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت۔ ہاتھ سے مراد اصل میں مختصاری ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں یعنی سلطنت اور نبوت ہمیں نبی زہرہ کے خاندان (کے ساتھ آپ کے رشتہ



کے بعد شہید ہوئے اور انشاء اللہ جنت کے مستحق ہوئے۔

**نعمان کی بزدلی کی نصیحت :-** ..... یہی نعمان ابن اثیرؓ ہیں جنہوں نے بزدلی ابن ابی سفیان کو حضورؐ دیا تھا کہ وہ اہل بیت (یعنی آنحضرت ﷺ) کے گمراہوں اور لولہ والی عزت و احترام کرے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت امام حسینؑ اپنے ساتھیوں، پیچھلے اور شہداءوں کے ساتھ شہید کئے گئے انہوں نے بزدلی سے کماحقہ انکار آنحضرت ﷺ کو (یعنی اپنی لولہ کو) اس حالت میں دیکھتے تو جس طرح آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھے آئے تم بھی ان کی طرح بیٹھے آؤ۔

یہ سن کر بزدلی کے آنسو بہا دی ہو گئے اور اس نے اہل بیت کا دست عزت و احترام کیا اور نعمان کو ان کے ساتھ واپس بھیجا اور ان کو غم دیا کہ وہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ انہیں لے جائیں جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

حضرت نعمانؓ سے جو روایت نقل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

”شیطان کے دست سے پسندے اور چاہا ہیں۔ اس کے پسندے اور چاہا یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرنا اللہ کی روئے پر غر کرنا اللہ کے بندوں پر غبر کرنا اور اللہ کو ناشکر کرنے والی چیزوں میں اپنے نفس کی پیروی کرنا۔“

**شرر نفس کی خصوصیات :-** ..... شرر نفس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ ﷺ کے نواسہ صحابہؓ آئے ہیں ان میں سے سزا دہنے جنہوں نے غرور اور میں شرکت کی قسم حیات میں انہی تکلیف میں ہے کہ نفس میں پھنسا ہوا ہے اور اگر باہر سے کوئی پھنکا کر دیا جائے تو وہ فوراً ہی مر جاتا ہے۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس شرر کے غم اور ہلاکتی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک ضعیف حدیث یہ ہے کہ نفس جنت کے شہداء میں سے ایک شرر ہے۔

(پچھلے جہان ہو چکا ہے کہ انسان کے بدن میں کچھ عاقل اور نکلتا دیکھ کر آدمی کے اگلے اور پچھلے حالات دکھانے والے کو خزاں کہتے ہیں۔ اس کو ہم نے کائنات کہا ہے۔ اسی بارے میں مزید تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر بھی کہا جاتا ہے کہ خزاں کائنات ہی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (خزاں ایسے شخص کو کہتے ہیں) بچوں کے حلقے اٹھانے اور نچنے سے نکلتا ہے۔

**عرب کے قدیم علوم :-** ..... خزاں نجومی کو بھی کہتے ہیں (جو ستاروں کی مدد سے آسمان کے حالات معلوم کرتے ہیں) کیونکہ نجومی بھی ستاروں کے ذریعہ اندازے ہی کی بنیاد پر مستقبل کا حال دکھاتا ہے جس میں اکثر وہ محسوس بھی کیا جاتا ہے۔ (خزاں سے کائنات اس لئے بھی مراد لیتے ہیں کہ عرب کے جو مشہور فن ہیں ان میں کائنات ہے، عیافت ہے (یعنی شگون) بقیافت ہے (یعنی جبر و علو و علو و علو دیکھ کر اندازہ کرنا) جبر ہے یہ بھی کائنات اور شگون کی ایک قسم ہے۔ مثلاً کوئی پرندہ لائی جا رہی ہے تو اچھا شگون لیتے اور یا نہیں جاننے سے تو اچھا شگون لیتے تھے) عیافت یعنی علم رمل ہے (زائچہ اور نقشہ وغیرہ سمجھ کر آدمی کے حلقے چرخیں کوئی کرنا) طب ہے، سیرت افواء ہے (یہ کچھ مخصوص حد سے ہیں جن میں سے جب ایک مغرب میں غروب ہوتا

ہے تو دوسرا مشرق میں اسی وقت طلوع ہوتا ہے۔ نجومیوں کے نزدیک ان ستاروں کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ہر ستارہ ایک مہینہ تھوڑا دن تک رہتا ہے، آخری ستارہ کے غروب کے ساتھ سال پورا ہو جاتا ہے۔ زمانہ پابلیت میں یہ فن بھی مشہور تھا اس کے ماہرین کا دلیل تھا کہ ان میں سے ایک ستارے کے غروب اور دوسرے کے طلوع کے وقت موسم پر اثر پڑتا ہے یا تو اس وقت بارش آتی ہے یا آندھی چلتی ہے اور علم ہوا تھا یعنی علم موسمیات کہ ہوائوں کے رخ اور ہواؤ کی جاوہر موسموں کے معلق چشموں کوئی کرہ۔

نئی ذہرہ میں عبدالمطلب و عبد اللہ کی شادی۔۔۔۔۔ (اس کے بعد اصل واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں کہ یمن میں کاہن سے ملے اور اس کی چشمیں کوئی چاند کے بعد ایوب عبدالمطلب و ایس کے آئے تو انہوں نے ہالہ بنت وہیب ابن عبد مناف سے اپنی شادی کر لی۔ ان سے ان کے یہاں حضرت حمزہ اور حضرت صید پیدا ہوئے (ہالہ بنت وہیب نئی ذہرہ کے خاندان سے تھیں جہاں شادی کرنے کے معلق کاہن نے عبدالمطلب کو منظور دیا تھا۔ یہ ہالہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچا لوبین تھیں) پھر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کی۔ یہ وہب و وہیب کا بھائی تھا اور جیساکہ بیان ہو چکا ہے حضرت عبد اللہ کے یہاں حضرت آمنہ سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ چنانچہ قریش کا کہہ رہے تھے کہ عبد اللہ اپنے باپ سے بھی آگے بڑھ گئے۔ یعنی حضرت عبد اللہ اس تعلیم پنے کی پیدائش سے جو سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے وہ ان کے باپ عبدالمطلب کو حاصل نہیں ہو سکی کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت ایسے عاقل اور برکتی ظاہر ہو گئے جو کبھی کسی کی ولادت کے موقع پر ظاہر نہیں ہوتی تھیں (یعنی کاہن کی چشمیں کوئی کے سبب عبدالمطلب نے نئی ذہرہ میں رشتہ قائم کیا اور اپنی بھی اور بیٹے کی بھی وہیں شادی کی تاکہ کاہن نے جو کہا تھا اس کے مطابق سلطنت اور نبوت ظاہر ہو۔ چنانچہ خود عبدالمطلب کے یہاں تو نئی ذہرہ کی لڑکی ہالہ سے ہی نہیں پیدا ہوئے البتہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ کے یہاں نئی ذہرہ کی لڑکی سے سلطنت اور نبوت ظاہر ہوئی اسی لئے قریش نے کہا کہ حضرت عبد اللہ اپنے باپ سے ہارے لے گئے۔

ان محدث نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنا رشتہ ہالہ بنت وہیب سے یعنی حضرت آمنہ کے چچا کی لڑکی سے اسی مجلس میں کیا جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کا رشتہ حضرت آمنہ سے کیا۔ پھر دونوں نے شادی کی اور ولیدہ کیا اور اس کے بعد دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ ہم بستری کی۔

باب بیٹے کا نکاح ایک مجلس میں۔۔۔۔۔ (مولف کہتے ہیں) پھر میں نے کتاب اسد الغابہ دیکھی تو اس میں بھی اسی کے مطابق تفصیل دیکھی یعنی عبدالمطلب اور حضرت عبد اللہ کی شادی ایک ہی مجلس میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے یہاں یہ صراحت ہے کہ اس وقت حضرت عبد اللہ پیدا ہو چکے تھے وہب یہودی کاہن نے عبدالمطلب سے کہا تھا کہ ان میں نبوت کی علامتیں موجود ہیں۔ اب اشکال یہ ہے کہ پھر عبدالمطلب میں نبوت کی علامت کیوکر موجود تھی جبکہ وہاں حضرت عبد اللہ کی پیدائش کے بعد ان میں عقل ہو چکی تھی۔ (کیونکہ نبوت کے آخر ان میں جیسی تک موجود ہے وہب تک کہ اور نبوت ان کی صلب میں دہا پھر یہ نور عبدالمطلب سے حضرت عبد اللہ میں منتقل ہو گیا تھا اور عبدالمطلب میں سے ختم ہو گیا تھا) اس اشکال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کہاں سے ملے ہو گیا کہ عبدالمطلب کاہن کے پاس جانے سے پہلے ہالہ سے (جو نئی ذہرہ میں سے تھیں) شادی کر چکے تھے کہ (اس کے نتیجہ میں) یہ اشکال پیدا ہو کہ کاہن نے حضرت عبد اللہ کے بعد میں آنے کے بعد یہ بات کہی تھی۔ ہو سکتا ہے

کہ کاغذ نے سہ ماہی حضرت عبداللہ کی پیدائش سے پہلے لکھی ہے۔

کے بعد اللہ کی نافرمانی ذہرہ تھیں :-..... مگر اس میں یہ مشکل ہے کہ یہ جواب بھی درست ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عبداللہ کی والدہ بی بی ذہرہ میں سے ہی ہوں (کیونکہ اس جواب سے طود علویہ ہات ظاہر ہوتی ہے کہ عبدالطلب نے کاحن کی چشمیں کوئی کے مطابق اس کے پاس سے آنے کے بعد بی بی ذہرہ میں اپنی شادی کی ہو گی اور اس کے نتیجے میں حضرت عبداللہ خود میں آئے ہوں گے۔ حضرت عبداللہ کی پیدائش عبدالطلب کے کاحن کے پاس سے آنے کے بعد ہی ضروری ہے ورنہ فوت اور سلطنت کی عداقتیں کاحن کو عبدالطلب میں نفرت آتیں اس لئے کہ یہ عداقتیں اور نور عبدالطلب کی بیوی کے حضرت عبداللہ سے حاصل ہونے کے ساتھ ہی عبدالطلب میں سے لگن لگی تھیں اور یہ نور حضرت عبداللہ کی والدہ کے پاکہ رحم میں منتقل ہو گیا تھا۔) اس دوسرے احتمال کا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ میں کہا جائے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بی بی ذہرہ میں سے ہی ہوں (مگر اسی صورت میں کہ) ممکن ہے عبدالطلب نے ہالہ کے سوا بھی بی بی ذہرہ کی کسی دوسری لڑکی سے شادی کی ہو اور حضرت عبداللہ سے پیدا ہوئے ہوں (کیونکہ جیسا کہ روایات ظاہر کرتی ہیں ہالہ حضرت عبداللہ کی والدہ نہیں تھیں۔)

پھر کاہن کا عہد لفظ ہے یہ کتنا بھی اگلا پیدا کر سکتا ہے کہ میں تسلیم سے ایک ہاتھ میں سلطنت دیکھ رہا ہوں جو نئی ذہرہ سے دار شہید پیدا کرنے کے بعد ملتی ہے۔ کیونکہ عہد لفظ کی اولاد میں سلطنت صرف ان کے ایک بیٹے حضرت عباسؓ کی اولاد میں ہوئی ہے (مروا ہے خلافت عباسیہ جس میں ہارون اور رشید اور مامون رشید جیسے زہرہ سے ہارون پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ یہ لیکن باکالچے کے گا کہ حضرت عباسؓ کے والدہ نئی ذہرہ میں سے تھیں) حالانکہ حضرت عباسؓ کی والدہ نئی ذہرہ میں سے تھیں (پارہ جو حضرت حمزہؓ کی والدہ تھیں نئی ذہرہ میں سے تھیں) بیان کے علاوہ کوئی دوسری عورت رہی ہوں اور حضرت عباسؓ کی والدہ نئی ذہرہ میں سے نہ ہوں۔ اگرچہ اس کے برخلاف بعض مؤرخین نے یہ کہا ہے کہ حضرت عباسؓ کی والدہ بھی پارہ ہی تھیں اور حضرت عباسؓ حضرت حمزہؓ کے بھائی تھے۔ مگر یہ بات مؤرخین کے مشہور قول کے خلاف ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے نبوت اور سلطنت سے کاہن کی سروا آخضر تہذیب کی نبوت اور سلطنت ہو اس لئے کہ آپ ﷺ کو ان دونوں چیزوں میں نبی نبوت کے ساتھ سلطنت بھی دی گئی تھی جو آپ ﷺ کی طرف آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ سے منتقل ہوئی تھیں کیونکہ حضرت عبداللہ کی والدہ بنی زہرہ کے خاندان سے تھیں (اس طرح گویا وہ اشکال اور ہو جائے گا کہ کاہن نے بنی زہرہ سے رشتہ قائم کرنے کی صورت میں جس نبوت اور سلطنت کی پیشین گوئی کی تھی وہ عبدالطلب کی لولاد میں صرف حضرت عباس کی لولاد میں ہوئی حالانکہ حضرت عباس کی ماں بنی زہرہ میں سے تھیں تھی چنانچہ اگر نبوت کے ساتھ سلطنت سے مراد بنی عباس کی سلطنت یعنی خلافت عباسیہ مروی ہو جائے بلکہ خود آنحضرت ﷺ ہی کی سلطنت و بادشاہی بھی مروی جائے تو یہ اعتراض پیدا نہیں ہوتا کہ اس میں خلک تھیں کہ آپ ﷺ دین اور دنیا دونوں کے پادشاہ تھے۔

اس کے بعد غالباً بعض سوڈا نہیں کہایے قول بھی غلط نہیں ہوتا کہ "عبدالطلب نے قاطرہ بنت عمرو سے شادی کی مروی اور سدر علی سوا سمر باہد حا کیا اور اس قاطرہ سے اس کے یہاں ابو طالب اور حضرت عبداللہ یعنی آپ ﷺ کے والد پیدا ہوئے۔

اس قول کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ ناظر بہت عرصہ نئی ذہرہ میں سے ہوں۔ لیکن یہ بات بھی غلط نہیں۔ جتنی کہ کاغذ نے یہ پوچھنے کے بعد کہ کیا تسلی کی بیوی نئی ذہرہ میں سے ہے، عبدالمطلب سے کہا کہ تم حسب ثبوتی کرو تو نئی ذہرہ میں کرو۔

نئی ذہرہ میں آئندہ کا انتخاب کیوں؟ ..... عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عداۃ کے لئے نئی ذہرہ میں حضرت آمنہ کی کوئیں منتخب کیا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی کہ ایک کاہنہ عورت تھی جس کا نام سورہ بہت زمرہ تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے والدہ سب کی پھوپھی تھی، اس عورت کا قصہ یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ نیلگوں سیارہ ہے (یعنی بہت زیادہ نور چمک نور مدد تک کافی تھی) ایسی لڑکیوں کو قریش کے لوگ (نزدہ جاہلیت میں) زکوٰۃ فن کر دیا کرتے تھے اور جو اس قسم کی عورتیں ہوتی تھیں اس کو زکوٰۃ دیتے دیتے تھے مگر بہت ذلیل اور بیخاک کر دیتے تھے۔ اس لئے کہ جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ نزدہ جاہلیت کے لوگ اپنی عورتوں کو زکوٰۃ فن کر دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ باوجود نور شرم کی وجہ سے عیا کرتے تھے اور باطنی طور فقر و غارتگی کی وجہ سے ان کو زکوٰۃ فن کر دیتے تھے۔ ان میں خاص طور پر قبیلہ کنہہ کے لوگ تھے جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا۔ مگر ایسے لوگوں کے درمیان ایک شخص عروہ بن قحیل تھا جو ایسی لڑکیوں کو بچایا کرتا تھا جنہیں لوگ تنگہ سنی کے خوف کی وجہ سے زکوٰۃ فن کر دیتا چاہتے تھے۔ کوئی شخص لڑکی کو زکوٰۃ فن کرنا چاہتا تو اس سے کہتا کہ ایسا مت کرو (تنگہ لڑکی کو گھٹے دے گا) میں اس کی پرورش کر دلاں گا۔ اس کے بعد وہ بچی کو لے جاتا اور اس کو اپنے خرچ پر پالتا (بب وہ بچی ہو جاتی تو عروہ بچی کے باپ کے پاس جا کر کہتا کہ (اب تسلی بچی بڑی ہو گئی ہے مگر تم چاہو تو اس کو دلاں لے سکتے ہو اور اگر (اب بھی لینا) نہیں چاہتے تو میں اس کی پرورش و پرداخت کا ذمہ دار رہوں گا۔ اسی طرح مشہور شاعر فرزدق کا دوا بھی ایسی لڑکیوں کی جان بچایا کرتا تھا۔

آئندہ کے متعلق کاہنہ کا پیشین گوئی :- ..... (بہر حال سورہ بہت زمرہ پیدائش کے وقت چ نکمہ بہت زیادہ سیارہ تک کی تھی اور ایسی لڑکیوں کو عرب زکوٰۃ فن کر دیا کرتے تھے) اس لیے اس کے باپ نے سورہ کو زکوٰۃ فن کر دینے کا حکم دیا اور اس کو بچوں کے مقام پر بھیج دیا تاکہ وہ اس کو بدایا جائے۔ مگر جب کہ کنہہ نے گڑھا کھود کر اس کو زکوٰۃ فن کرنا چاہا تو اسے ایک کوڑا لگا۔

”بچی کو زکوٰۃ فن مت کرو۔ اس کو جنگل میں چھوڑ دو۔“

اس کاہنہ کا واقعہ :- ..... کہ کنہہ نے لوح و لوح نظر کر دیا تو اپنی مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ اس نے پھر اس کو دفن کرنا چاہا تو وہ اس کو کسی شخص کی کھڑائی جو دوسرے لشکروں میں تھی بات کہہ رہا تھا۔ اس نے لڑکی کو دفن کرنے کا ارادہ ہٹا کر دیا اور اس کے باپ کے پاس جا کر اسے سارا سارا اختیار طلبہ باپ نے یہ سب سن کر کہا کہ اس بچی میں کوئی بات ہے۔ (اس لئے اس کو زکوٰۃ دینے دینا چاہئے) چنانچہ اس نے بچی کو کوئلا بڑی ہو کر بھی بچی قریش کی کاہنہ بنی۔

ایک دن اس نے خاندان نئی ذہرہ سے کہا :-

”تم میں کوئی عورت یا تو زہرہ ہے اور یا اس کے بیٹے سے کوئی ذریعہ پیدا ہو گا۔ تم لوگ اپنی لڑکیوں کو میرے سامنے پیش کرو۔“

بنی زہرہ میں نور نبی ﷺ کی جھلک :- ..... (ذہیرہ نور ذہرہ سے مراد ہے ایسی صورتیں یا مرد و عورتوں کو خدا کے خوف سے دارائے دوسرے لشکروں میں گویا ایک کاسوں کی پہنچ کرے اور برے کاسوں کے انجام سے ڈرائے چنانچہ انبیاء کو بھی ذہیرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا تھا :-

وَاتَّقُوا عَشِيرَتَكَ الْأَنْصَارِيْنَ۔ یعنی سب سے پہلے اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو خدا کے خوف سے ڈرائے اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے مصطفیٰ فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ذہیرہ چاہے کد آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ خاندان بنی زہرہ میں سے تھیں۔ اس لئے سورہ ہمت زمرہ یعنی اس کاہنہ نے خاندان کے لوگوں میں اس شرف کی علامتیں دیکھیں اور اپنے علم سے معلوم کر لیا کہ اس خاندان میں باقو کوئی عورت ہی ہے اور یا کسی نبی کو جنم دے گی۔ پھر اس نے چاہا کہ اس خاندان کی تمام لڑکیوں کو ایک ٹکڑہ دیکھے تاکہ معلوم ہو سکے کہ نبوت کی یہ علامتیں کس میں پائی جاتی ہیں) چنانچہ بنی زہرہ کی تمام لڑکیوں سورہ کے سامنے پیش کی گئیں۔ وہ ہر لڑکی کو دیکھ کر اس کے مصطفیٰ کوئی نہ کوئی پیشیں کوئی کرتی رہی جو کچھ عرصے کے بعد پوری ہوئی۔ آخر جب حضرت آمنہ بنت وہب اس کے سامنے پیش ہوئیں تو وہ نور لولہ اٹھی :-

”تمہیں ہے وہ جو باقو ذہیرہ (یعنی نبیہ) ہے۔ اور اس کے حصے سے کوئی ذہیرہ (یعنی نبی) پیدا ہو گا۔ اس کی ایک خاص نشان ہے اور اس میں بڑی صاف علامتیں موجود ہیں۔“

چنانچہ کاہنہ کے اس واقعہ سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ عبدالمطلب نے بنی زہرہ میں سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے لئے حضرت آمنہ کو کیوں انتخاب کیا۔

کیا عبدالمطلب نے بھی بنی زہرہ میں نکاح کیا؟ :- ..... اب خود عبدالمطلب نے اپنی شادی کے لئے جو بنی زہرہ کی لڑکی انتخاب کی۔ اس کا سبب یہ کہ اس کاہنہ کی پیشنگوئی ہے جس کا واقعہ گزر چکا ہے مگر یہ اسی صورت میں کہ حضرت عبداللہ کی والدہ کو بھی بنی زہرہ میں سے ہی تسلیم کیا جائے۔ مگر سیرت طیبہ میں یہ لکھا ہے کہ یعنی کاہنہ کی پیشیں کوئی نہ ہر عبدالمطلب نے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے بنی زہرہ کی لڑکی پسند کی تھی۔ مگر علامہ شافعی کی اس رائے کو قبول کرنے میں بہت واضح اشکال ہے کیونکہ اگر اس کو مان لیا جائے تو پھر کاہنہ کے اس قول کا جو زکا ہے سے لگے گا جو اس نے عبدالمطلب سے کہا تھا کہ تمہیں شادی کرو تو بنی زہرہ میں کرو۔ اور اس سے پہلے وہ عبدالمطلب سے یہ بات چاہے چکا تھا کہ کیا تمہاری بیوی بنی زہرہ میں سے ہے۔ اس کے بعد میں نے کتاب خوب کا مطالعہ کیا جس میں ابنہ دہ نے برائی کا قول نقل کیا ہے کہ :-

دو مناقبوں کا خطاب اور نبوت :-۔۔۔ حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی کا سبب یہ ہوا کہ عبدالمطلب (تمہاری سلسلے میں) بہن چاہا کرتے تھے اور وہاں بہن کے ایک معزز کوئی کے یہاں ٹھہر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں گئے اور اس کے یہاں ٹھہرے تو دیکھا کہ میزبان کے پاس ایک عالم کوئی بیٹھا ہوا ہے (اس عالم نے عبدالمطلب کو دیکھا تو اسے ان میں نبوت کی علامتیں نظر آئیں) اس نے عبدالمطلب سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ (کی ناک) کا تختہ دیکھوں۔ عبدالمطلب نے کہا کوئی حرج نہیں ہے کچھ لکھتے ہیں (یعنی تختہ دیکھ کر کہا کہ میں آپ میں نبوت اور سلطنت دیکھ رہا ہوں اور یہ دونوں چیزیں مجھے دونوں مقاموں (یعنی صفائی آدمیوں) کے خاندانوں میں نظر آ رہی ہیں یعنی عبدالمطلب اس قصی نور عبدالمطلب ابن زہرہ (یعنی یہ نبوت اور



سلطنت دو خانہوں کے آپس میں رہنمائی پیدا کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہو گی۔ ایک عہد منافہ ابن قیس کا خانہ ابن یحییٰ خود عبد المطلب کا خانہ ابن کو تک یہ عہد منافہ ابن قیس کے پوتے ہیں اور دوسرے عہد منافہ ابن زہراء کا خانہ ابن یحییٰ حضرت آمنہ کا گھرانہ۔

عبد المطلب جب یمن سے واپس آئے تو اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنے ساتھ لے کر بنی زہراء میں گئے۔ انہوں نے اپنی شادی تو ہار دیتے وہ بیب سے کی جس سے ان کے یہاں خزانہ پیدا ہوئے۔ اور اپنے بیٹے عبد اللہ کی شادی آمنہ دیتے وہ بیب سے کی جن سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

برقی کی یہ مذکورہ بالا روایت بالکل صاف ہے کیونکہ اس میں اس عالم کا ابن کا یہ قول نہیں ذکر کیا گیا کہ کیا تمہاری کوئی بیوی بنی زہراء میں سے ہے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ عبد المطلب نے اس بارے میں اتنی احتیاط برتی کہ خود بھی بنی زہراء میں چھ شادی کی اور اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کی شادی بھی اسی خانہ ابن میں کی۔ مگر اس کے ساتھ ہی علامہ برقی کے لئے زیادہ مناسب یہ تھا کہ وہ صرف یہ کہنے کے بجائے عبد اللہ کی آمنہ سے شادی کا سبب یہ تھا میں کہتے کہ عبد اللہ سے آمنہ کی شادی ارہارہ سے عبد المطلب کی شادی کا سبب یہ تھا (کیونکہ سبب یہاں کیا جا رہا ہے صرف حضرت عبد اللہ کی حضرت آمنہ سے شادی کا حالانکہ اسی سبب کے تحت روایت میں حضرت عبد اللہ کے ساتھ خود عبد المطلب کے بھی اسی خانہ ابن میں شادی کر لے کا تذکرہ ہے جو ظاہر ہے کہ اسی یہودی عالم کی پیش گوئی کی جاپارہ کی گئی تھی)۔

10

11

12

13

## باب سوم نمبر (۳)

## آنحضرت ﷺ کا اپنی والدہ کے حمل میں ظہور

امام زہری حضرت آمنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا :-

”وہ میرے حمل میں تھے مگر مجھے اس حمل سے پیدائش تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔“

دور ان حمل آمنہ کی کیفیات :-..... حضرت آمنہ سے ہی یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ کئی عرصے تک

”مجھے اس کا احساس ہی نہیں ہوا یعنی ظلم ہی نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ میرے حمل میں ہیں نہ مجھے کوئی بوجھ اور حسرت ہی محسوس ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتیں حمل کے دنوں میں محسوس کیا کرتی ہیں۔ میں مجھے اپنے عیش کے دھوکے جاننے سے گرائی ہوئی۔“

پُر سکون حالت :-..... (اس بارے میں بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہو چاہے کہ حضرت آمنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ان کے بطن میں رہنے سے پورے حمل کے زمانے میں کوئی بوجھ یا حسرت محسوس نہیں ہوئی۔ صرف عیش کی علامت ہی ایسی ہو سکتی تھی جس سے ان کو اپنے حاملہ ہونے کا خیال ہو تا مگر آگے خود حضرت آمنہ کہہ رہی ہیں کہ مجھے اکثر عیش نہ کہ دک کہ ہوا کہ تا قہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی برکت اور ایک انوکھی بات تھی اور اس طرح اس کو پہلے حمل میں بہت زیادہ پریشانی اور تھکان دینی ہے کیونکہ پہلے حمل میں اس کی طبیعت اور جسم کا نظام اس بوجھ کا عادی نہیں ہو جاتا۔)

(اس کے بعد حضرت آمنہ کی مندرجہ بالا روایت کا ترجمہ حصہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرا عیش بھی رک جاتا کہ تا قہ اور پھر شروع ہو جایا کہ تا قہ۔)

اس لئے اس کا رک جانا اس بات کی دلیل نہیں ہوا کہ ان کو حمل ہو گیا تھا (اور یہ روایت میں گزری چکا ہے کہ حضرت آمنہ کو اس کا ظلم ہی نہیں ہوا کہ ان کو حمل ہو گیا ہے۔ اس سے غالباً یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حمل میں آنے سے پہلے ان کو کئی بار عیش آپ کا تھا (مواضع کہتے ہیں کہ) مجھے اس کا ظلم نہیں ہے کہ پہلے تھی بار عیش ہو تھا۔



رحمۃ  
رحمن

قرآن

الْمَنَافِعُ

نو مولود کی شکلی :- ..... اس نو مولود کی شکلی یہ ہو گی کہ اس کے ساتھ ایک نور نکلے گا جس سے ملک شام میں بھرتی کے محلات بھر جائیں گے جب وہ بچہ ابھرا جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا کہ کہہ قرأت میں اس کا نام احمد ﷺ ہے کہ آسمان والے اور زمین والے ان کی حمد کرتے ہیں اور انجیل میں ان کا نام احمد ﷺ ہے کہ آسمان والے اور زمین والے ان کی حمد و تعریف کرتے ہیں اور قرآن میں ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ (حوالہ تفسیر فتح المہدیہ والقبایہ جلد دوم ص ۲۶۳)

اگر یہ ثابت ہے کہ حضرت آمنہ نے یہ شعر آپ ﷺ پر چڑھا تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے جیسا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے نعرہ بد سے تحفہ کیا تھا۔

آمنہ کو اس آواز سے حمل کا علم :- ..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں : اس روایت کے ظاہری الفاظ سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت آمنہ کو اپنے حاملہ ہو جانے کا علم اس فرشتے کے ملانے پر ہی ہوا (اس سے پہلے تک انہیں اس کا علم نہیں تھا) اس لئے کہ ان کو کوئی ایسی علامت محسوس نہیں ہوئی جس سے وہ یہ سمجھ سکیں کہ وہ حمل میں کسی بوجہ نور محسوس کا احساس بھی نہیں ہوا اور محسوس کی یہ بھی علامت تھی کہ ان کا جیٹا کھڑا رک جانا کہ ناقادور متعین دونوں میں غائب ہو جانے کے بعد وہ بارہ خروار ہو جانا کہ ناقادور ہی انہوں نے اس طرف توجہ کی کہ حضرت عبداللہ کے چرے پر جو نور فکوح حمل ہو جانے کے بعد دکھایا سے نکل کر خود ان کے چرے میں منتقل ہو گیا تھا جیسا کہ اس کے متعلق بعض علماء نے بیان کیا ہے۔ ان بعض حضرات نے لکھا ہے کہ جب یہ نور عبداللہ کے چرے سے جا اٹھا تو حضرت آمنہ کے چرے میں منتقل ہو گیا تھا اسی طرح سونے یا پانے کی حالت میں جو نور حضرت آمنہ کے جسم سے نکلا تو اس میں حمل سے نکلا تھا جیسا کہ آگے اس کے متعلق ذکر ہو گا۔ روایت کے الفاظ سے یہ بات صاف طور پر نہیں نکلی (کہ جو نور حضرت آمنہ کے جسم سے نکلا تھا اور جس سے ملک شام کے محلات جگمگا اٹھے تھے وہ نور حمل ہی تھا)۔

نور شایہ آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ نے بھی حضرت آمنہ کو اس عورت کا پیغام نہیں پہنچایا تھا جس نے اپنے آپ کو ہم بستری کے لئے حضرت عبداللہ کے سامنے پیش کیا تھا اور (پھر جب اس کی خواہش پوری نہیں ہو سکی اور اس نے حضرت عبداللہ کی آمنہ سے شادی اور ہمستری کے بعد دیکھا کہ حضرت عبداللہ کے چرے سے وہ نور نکل چکا ہے تو اس نے حضرت عبداللہ سے کہا تھا کہ جلد اور آمنہ کو اطلاع دینا کہ وہ زمین کے رہنے والوں میں بہترین انسان کو حمل کی صورت میں حاصل کر چکی ہے۔ (اس واقعہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت آمنہ کو اپنے حمل کا علم فرشتے کے اطلاع دینے سے پہلے نہیں ہو سکا کہ وہ معلوم ہونے کے بچنے سبب نہ نکلتے تھے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں ہوا۔)

حمل کے ابتدائی زندگی میں جو وہ حضرت آمنہ کو محسوس ہوا جیسا کہ آگے آئے والی بعض روایات سے معلوم ہو گا وہ ہو سکتا ہے کہ فرشتے کے اطلاع دینے کے بعد محسوس ہوا ہو۔ مگر کتاب موطا میں ہے کہ حضرت کعبہ سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ کے پاس فرشتہ اس وقت آیا تھا جب کہ ان کے حمل کو چھ مہینے گزر چکے تھے۔

آمنہ کو خواب میں بشارت :- ..... یہ بات قابلِ غور ہے اس لئے کہ چھ مہینے کے حمل کو حمل کا ابتدائی

زمانہ نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت کعب کی اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

”حضرت آدم بیان کرتی تھی کہ ”جب میرے حمل کو چھ مہینے گزر چکے تھے تو میرے پاس خواب میں ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے آدم! تم سارے جہانوں کے بھڑی شخص کو حمل کی صورت میں حاصل کر چکی ہو جب وہ تمہارے یہاں پیدا ہو تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا اور اپنے آپ کو محمد ﷺ کہو۔“

سلفی شخص اس لئے کی جانوروں کے ذریعے گواہی:-..... اس روایت کے ہوتے ہوئے ممکن طور پر صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ ممکن ہے حضرت آدم کے پاس وہ فرشتہ وہاں آیا ہو اللہ اعلم۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم کے حکم میں آنحضرت ﷺ کے بصورت حمل ظہور کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ تھی کہ اس رات قریش کا ہر جانور بول اٹھا یعنی جس رات میں آنحضرت ﷺ کا بصورت حمل ظہور ہوا اس رات سے پہلے کے دن میں آنحضرت ﷺ کی کرامت کی وجہ سے (قریش کا ہر جانور بول اٹھا) یعنی پیچھے گزرنے والی اس روایت کی بناء پر کہ جب حضرت عبداللہ نے حضرت آدم سے ہم بستری کی تو (حمل کے ساتھ ساتھ) وہ نور عبداللہ میں سے نکل کر حضرت آدم میں منتقل ہو گیا تھا۔ (غرض اس رات قریش کا ہر جانور یہ بول اٹھا کہ)

”رسول اللہ ﷺ بصورت حمل اپنی والدہ کے حکم میں حریف لے آئے ہیں اور کہنے کے رب کی قسم ہے کہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ہر بادشاہ کا تخت الٹا ہو گیا ہے۔“

اس قسم کی بات کہنے کا حلقہ دیکھنے سے نہیں ہو سکتا۔  
اقول۔ مؤلف کہتے ہیں:- اب یہ بات واضح ہے کہ پہلی علامت کا حلقہ تو مطلقاً آنحضرت ﷺ کے بصورت حمل ظہور سے ہے۔ اس میں حضرت آدم کے ذریعہ اس حمل کی کوئی خصوصیت نہیں لیکن دوسری علامت (یعنی بادشاہان عالم کے جنوں یعنی سلفوں کے الٹ جانے) کے حلقہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قدیم کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے بصورت حمل ظہور کی یہ علامت ذکر ہوئی (جیسا کہ اوپر گزرا) اس قسم کی بات کا حلقہ دیکھنے سے نہیں ہو سکتا لیکن یہاں حضرت ابن عباسؓ کا قصود یہ تھا کہ ہے کہ اس حمل میں حضرت آدم کی خصوصیت کو بھی دیکھ لیں ہے کہ روایت کے الفاظ کا مقصد یہ ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کو اپنے حمل کا علم قد اللہ اعلم۔

حمل کے ساتھ بت لئے ہو گئے:-..... (حالانکہ پیچھے یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ حضرت آدم کو اپنے حمل کا کوئی علم نہیں ہوا یہاں تک کہ فرشتے نے انہیں کو اظہار نہ کیا۔)

حضرت کعبؓ اپنی روایت سے روایت ہے کہ:-  
”اس روایت کی مجلس میں قاسم بنیہ کے بت لئے ہو گئے تھے۔“

قول صادق نور احمد علیہ السلام گواہی:-..... غالباً حضرت آدم کے حکم میں آنحضرت ﷺ کے بصورت حمل ظہور کی یہ علامت قدیم کتابوں میں ذکر ہوئی (یعنی آسمانی کتابوں میں) اور قول صادق علیہ السلام (یعنی قدیم آسمانی کتابوں میں) یہ علامت ذکر ہوئی جو خدا کا حکم ہے اور ایسا حکم بلا شک قطعی نہیں ہو سکتا اس لئے اسی بیان و تعبیر و امت کو جو حق تعالیٰ کی طرف سے بیان کی گئی ہو واقعہ کے طور پر ظاہر کر دینا بالکل صحیح ہے کہ اس کے متعلق یقین ہے کہ وہ اسی طرح ظاہر ہوئی ہو گی جس طرح بیان کی گئی ہے اُن کے بیان آنے کا کہ آپ کی ولادت

مبارک کے وقت بھی لازم نہ کیا کہ بتائے کہ آپؐ ایسے واقعہ کے ایک مرتبہ سے زیادہ پیش آنے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے (یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کی مخالفت ہیں۔ اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جن کے الٹ جانے کا یہ واقعہ دوسرے مرتبہ پیش آیا ہو۔ جس خدا کو ایک واقعہ عیا کرنے کی قدرت ہے وہ ایک سے زائد مرتبہ بھی اس مجزے کو دہرا سکتا ہے۔

آنحضرت دعا اور ایسی اور بشارت عیسوی :-..... زہری فرماتے ہیں کہ حاکم نے یہ روایت یحییٰ کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں اپنے منقلب حکم بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا :-

میں اپنے بابِ ابراہیم کی دعاؤں میں اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بھرتے و خوش خبری ہوں، جب میں اپنی والدہ کے غم میں بصورتِ صل کیا تو انہوں نے دیکھا کہ گواہان سے ایک نور نکلا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ گویا ایک چراغ نکلا ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ گویا ایک شعلہ (یعنی آگ کی چمک یا شعلہ) نکلا ہے جس سے ملک شام میں بھری کے علاقہ رونم ہو گئے۔

خواب اور بیداری میں شبانی روشنی :-..... حافظ عراقی فرماتے ہیں جو آگے ذکر ہوا کہ انہوں نے (یعنی آنحضرت ﷺ کی والدہ نے) دیکھا کہ ولادت کے وقت ان سے ایک نور نکلا ہے۔ یہ روایت زیادہ معتبر ہے کیونکہ اس کی شدہ اور لغویوں کا سلسلہ زیادہ مضبوط ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت آنت سے یہ نور دوسرے مرتبہ نکلا ہو۔ پہلے صل کے وقت اور دوسرے ولادت کے وقت اور دونوں مرتبہ بیداری کی حالت میں ہی نکلا ہو۔ اس میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ممکن ہے کہ صل کے وقت جو نور انہوں نے دیکھا، خواب کی حالت میں ہو جیسا کہ آنتہ کی روایت سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے۔ اور یہ دوسری مرتبہ اس کا نظر کھانچنے کی حالت میں ہو۔ اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت باقی نہیں رہتی۔ (یہاں تک حافظ عراقی کا قول ہے)۔

اقول۔ منقلب کہتے ہیں :- آگے آنے والی جس روایت کا (حافظ عراقی نے) حوالہ دیا ہے وہ شدہ اور لغویوں کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

انہوں نے (یعنی آنحضرت ﷺ کی والدہ نے) خواب میں دیکھا کہ جہان کے بیت میں ہے وہ ایک نور کی صورت میں نکلا۔

یہ نور نورِ شریعت تھا :-..... (تشریح) اہدایہ و التلایہ میں عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت آنتہ کہتی ہیں :-

”جس زمانے میں میں ان کو یعنی آنحضرت ﷺ کو بصورتِ صل افحائے حق توحید بھی کوئی راجح اور محکم محسوس نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپ پیدا ہو گئے۔ جب آپ میرے جسم سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق اور مغرب کے درمیان کا سارا حصہ روشن ہو گیا۔ پھر آپ اس طرح زمین پر تشریف لائے کہ اپنے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ٹھنی بھر تیل اپنے ہاتھ میں لٹائی اور اچھیرہ مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ ص ۱۲

(کتاب صواب میں ہے :- آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت نور کے نکلنے سے اس نور کی طرف اشارہ ہے جو آپ ﷺ نے کر آئے یعنی شریعتِ اسلام جس سے ساری دنیا نے جاہلیتِ حاصل کی اور جس نے کفر اور

شرک کے اندھیلوں کو ختم کر دیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِيهِ اللَّهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَتَبَيَّنَ عَنْهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَبِعَبْقَرِيَّتِ الْوَحْيِ وَبِعَبْقَرِيَّتِ الْوَحْيِ (سورہ فاطر ۱۷-۱۸)

ترجمہ: تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح معنی قرآن مجید کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے مخلصوں کو جو رہنمائی حق کے طالب ہوں مسلمانوں کی دلائل بخاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے ہیں اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

مخبرات بصری روشن ہونے کی حکمت :-..... (حاکم کی مذکورہ بالا روایت میں بصری کا ذکر کیا ہے، بصر کی تفصیل یہ ہے کہ بصری ملک شام کا وہ پہلا موقع ہے جہاں نور نبوت پہنچا جہاں تک وہ مرحلہ نور کے اس طرف بھٹکے کا تعلق ہے وہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے ابو طالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ حضرت خدیجہ کے غلام بصرہ کے ساتھ جیسا کہ آگے اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔ ہیں۔ یعنی بصری میں آپ ﷺ کے فوت کے چھٹنے کا نشان ہے جس کے معلق کہا جاتا ہے کہ جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی ٹنٹنی تھی وہاں اس کا نشان چڑھ گیا تھا اس جگہ پر بعد میں مسجد بنائی گئی۔ اس طرح بصری ملک شام کا وہ پہلا شہر ہے جو اسلام کے دور میں فتح ہوا ہے شہر حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے زمانے میں مسیح کے ذریعہ فتح ہوا تھا اس کو فتح کرنے والے حضرت خالد بن ولید تھے۔ لیکن یہ حضرت سعد ابن عبادہ کی قبر ہے اور یہ حوران کا علاقہ ہے۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ کی پیدائش مشتری ستارہ کے دور میں :-..... آنحضرت ﷺ کے حمل میں رہنے کی مدت میں بھی اختلاف ہے۔ ابن عساکر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کے پیٹ میں چارے تو مینے دیے اور حمل کی اس چوری مدت میں حضرت آمنہ کو نہ بھی درد ہوا نہ بے چینی ہوئی اور نہ تکلیف ہوئی۔ نہ ہی کوئی اور ایسی شایعہ ہوئی جو عام طور پر حاملہ عورتوں کو ہوا کرتی ہے اور یہ کہ آپ مشتری ستارہ کے وجود کے زمانے میں پیدا ہوئے یہ ایک نہایت چمکدار اور سدا ستارہ سمجھا جاتا ہے جو خوش بختی کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سب سے زیادہ سدا وقت میں اور سب سے زیادہ روشن ستارہ کے زمانے میں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس سے زیادہ بکا حمل اور اس سے زیادہ خیر و برکت والا حمل نہیں دیکھا۔

نزالی شان کا حمل :-..... ابن عباس حضرت طیبہ سعدیہ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت آمنہ سے روایت بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا :-

”میرے اس بچے کی نزالی شان ہے۔ یہ میرے پیٹ میں تھے تو مجھے کوئی رنج اور صحت محسوس نہیں ہوئی۔ میرے لئے اس حمل میں بالکل رنج نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اس سے زیادہ رکت والا حمل دیکھا۔“

تحدت حمل :-..... بعض روایوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ اس مہینے میں کے پیٹ میں رہے۔ بعض میں ہے کہ چھ مہینے، بعض میں ہے کہ سات مہینے اور بعض میں ہے کہ آٹھ مہینے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ مہینے میں پیدا ہوئے تھے (اگر آنحضرت ﷺ کے معلق بھی آٹھ مہینے والی روایت کو مان لیا جائے) تو یہ بھی ایک آیت اور مجزہ ہو گا کیونکہ عکرام و نجومیوں کا قول یہ ہے کہ جو بچہ آٹھ





روایت ہے کہ جب ان کی والدہ حضرت مریم لوگوں سے الگ تھامی میں ہو تیں تو حضرت عائشہؓ میں سے اپنی والدہ سے باتیں کیا کرتے تھے اور جب لوگوں کے ساتھ ہو تیں تو حضرت عائشہؓ کی حمد و ثناء میں مشغول رہتے اور حضرت مریمؓ کی کوئی مصلحت نہ تھی۔ حضرت شداد ابن اوسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قیلہ بنی عامر کا ایک بڑا شیخ آپ ﷺ کے پاس آیا وہ اپنی قوم کا سردار تھا اور لاشی کے سردارے کا قتل اس نے آپ کے سامنے ایک مثل دے کر بات کی اور آپ ﷺ کے دوا انکے آپ ﷺ کا نسب ذکر کیا اور کہنے لگا۔

دعوائے نبوت اور اس کی حقیقت :-..... اے عبدالمطلب کے بیٹے اچھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے آپ کو لوگوں کے لئے اللہ کا مظہر کہتے ہیں میں نے آپ کو وہی چیز (یعنی شریعت) دے کر بھیجا ہے جو ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرہ جیسے نبیوں کو دے کر بھیجا تھا مگر آپ نے ایک بہت بڑی بات زبان سے نکالی ہے تمام انبیاء اور خلفاء یعنی بڑے بڑے نبی، انی، سرانکل کے دواخانوں میں ہونے میں جب کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو پھر ان لوگوں کو پوجتے والے ہیں اس لئے تمہیں نبوت سے کیا کام آکر چو نکہ ہر بات کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے اس لئے تم اپنے دعوائے نبوت کی حقیقت اور اپنی اصلیت اچھے دکھاؤ۔  
شیخ عرب کا سوال اور نبی ﷺ کا جواب :-..... آنحضرت ﷺ کو اس شخص کے سوالات پہنچ آئے آپ ﷺ نے اس سے فرمایا :-

اے نبی عامر کے بھائی اتم نے جو باتیں مجھ سے پوچھی ہیں ان کے جواب تفصیل اور وقت پا رہے ہیں۔

دعاء ابراہیمؑ اور اس کا ثبوت :-..... اس پر وہ شخص پہلے رازانوں ہو کر اس طرح بڑے گیا جیسے ٹونٹ تا ٹھیں سوز کر بیٹھا کہ تاجہ اور اس نے اپنا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف کر لیا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا :-

اے نبی عامر کے بھائی! میرے قول اور دعوائے نبوت کی حقیقت اور اصلیت یہ ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دوا ہوں۔ یعنی جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے دوا کی تھی کہ :-

وَمَا وَدَّعْتُ إِلَهُهُمْ وَسَوَّلَا مَعَهُمْ يَتَوَلَّوْا عِبَادَتَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَالَمِينَ وَبَعَثْتُهُمْ الْكِتَابَ وَفِيهِ حُكْمُهُ وَبُرْكَتُهُمْ فَكَتَبْتُ الْقُرْآنَ فَفَعَّلْتُكُمْ بِهِ  
[آیت ۱۱۱ سورہ بقرہ ص ۱۲۱]

ترجمہ :- اے خدا ہے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا مظہر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں چنہ چنہ کر سٹاپا کریں اور ان کو آسمانی کتاب کی اور طوطی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دے۔ چنانچہ آپ ہی میں غالب القدرت کامل والا نظام۔

اور اسی وقت ان سے کہا گیا (یعنی حضرت ابراہیمؑ سے) اگر آپ کی دوا دعوت قبول کر لی تھی۔ آخر زمانے میں وہی ہوں گے۔

تفسیر ابن جریر میں اسی طرح ہے۔ کتاب جوارحیات میں اس بات پر علماء کا اجماع و اتفاق ذکر کیا گیا ہے کہ اس جگہ جس رسول کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔

یہ دعاء وحدہ خدائے نبی کے مطابق تھی :-..... اقول مؤلف کہتے ہیں۔ اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت جرہنؓ حضرت ابراہیمؑ کو خطاب کرتے تھے کہ عرب میں آپ کے بیٹے اسماعیلؑ کی اولاد میں ایک

[illegible]

اس انکشاف کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر اہل بیت کی دعاؤ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ جلد حقیقت بن جائے۔ (اس روایت میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس میں کچھ بات حضرت امیر اہل بیت نے حضرت جبرئیل سے کہی وہ بات جیسا کہ وہاں ہو چکا ہے حضرت باقرؑ نے حضرت امیر اہل بیت سے کہی تھی (یعنی جب حضرت امیر اہل بیت حضرت باقرؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو وہاں پھنوس کر جانے لگے تو حضرت باقرؑ نے کہا تھا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس بچے کو اس وحشت ناک جگہ میں پھنوس جائیں، جہاں کوئی حرم نہیں ہے۔ حضرت امیر اہل بیت نے فرمایا کہ ہاں۔ تو حضرت باقرؑ نے کہا کہ تب اللہ تعالیٰ اسکی ضائع نہیں کرے گا کہ اللہ اعظم

آنحضرت ﷺ کی بشارت ہیں :- ..... (پھر اسی نے گورہ حدیث کا جید حصہ ذکر کرتے ہیں جو اس عربی کے سوال کے متعلق تھی کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ پر انجیل کی دعاء ہوں گا۔  
گورہ اپنے بھائی یحییٰ کی بشارت و خوش خبری ہوں :-

ایک روایت میں ہے کہ آخری قصص جس نے میرے تصور کے متعلق بظاہر دی یعنی فیوں میں  
آخری ہی جنسوں نے میرے تصور کے متعلق بظاہر دی اور جی ہیں۔

(یہاں آخری شخص سے مراد یہی لگتی ہے کہ نبیوں میں آخری نبی جنوں نے آپ ﷺ کے حلقہ بشارت دی، مہیا ایک دوسری روایت کی بناء پر مراد لایا گیا کہ میری بشارت دینے والے آخری شخص صحتی ہیں کہ کہ نبی اپنی قوموں کو آنحضرت ﷺ کے طور کے متعلق بشارت دیتے رہے ہیں)۔  
اسی بات کی طرف قصود و حزیب کے مصنف نے اشارہ کیا ہے۔

ما كنت  
أعلم من الرسل إلا  
أعلمت  
أنهم يك  
الأنبياء

ترجمہ: فطیموں کے درمیان کوئی وقت ایسا نہیں گزرے گا کہ اس میں انبیاء نے اپنی قوموں کو آپ ﷺ کے حکمت و نصیحت نہ دی ہو۔

بشامت عیسوی کا ثبوت :-..... حضرت عیسیٰ کی بعثت اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے :-  
وَلَقَدْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ اللَّهُ لِيُكَلِّمَ طَائِفًا مِّنْ بَنِي إِدْرَءِيلَ أَنِ إِنِّي أَخْتَارُكُمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ فَصَلُّوا بَيْنَ يَدَيَّ وَاسْمِعُوا آيَاتِي لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ فَسَمِعُوا وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا إِنَّا صَبَرْنَا عَلَيْكَ فَقَالَ ابْنَ إِدْرَءِيلَ إِنَّ هَٰذَا رَسُولٌ حَقٌّ أَنزِلَنَّا إِلَيْكَ مِنَ الْمَلَأِكِ فَقَالَ ابْنَ إِدْرَءِيلَ إِنَّ هَٰذَا رَسُولٌ حَقٌّ أَنزِلَنَّا إِلَيْكَ مِنَ الْمَلَأِكِ فَقَالَ ابْنَ إِدْرَءِيلَ إِنَّ هَٰذَا رَسُولٌ حَقٌّ أَنزِلَنَّا إِلَيْكَ مِنَ الْمَلَأِكِ

ترجمہ: اور اسی طرح، دو وقت بھی قائل ذکر ہے جب کہ بھٹی ماہی مریم نے فرمایا کہ اسے بنی اسرائیل میں قصہ ہے پاس اٹھ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو قومیت آگئی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایکہ سول آئے اے ہیں، جن کا کام مبارک اللہ تعالیٰ ہوگا، میں ان کی ہر عہد سے دعا کرتا ہوں۔ دوسرے انبیاء کے متعلق بظاہر تقریباً: ..... دوسرے انبیاء میں، ان کے لئے نور، ان کے وجود میں آنے

سے پہلے ان کے حلقہ بھارت دی گئی ہے۔ ایسے انبیاء چار ہیں۔ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت سلیمان اور حضرت یحییٰ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق کی والدہ سارہ کے حق میں فرمایا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مِنْهُنَّ أَزْوَاجَهُنَّ بَعَثْنَا فِي هَذِهِ سُورَةَ الْاٰیٰتِ ۝

ترجمہ: سو ہم نے ان کو گزرت بھارت دی اسحاق کے پیار سے اور اسحاق کے چچے یعقوب کی۔

کہا جاتا ہے کہ سارہ کو بھارت دی گئی تھی کہ وہ اس وقت تک نہ دھو جس کی جب تک کہ ان کے بیٹے حضرت اسحاق کے یہاں حضرت یعقوب نہ پیدا ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت زکریا کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰۤاٰلِہٖٓ اٰسَٰتِہٖٓ اٰلِہٖٓ اٰسَٰتِہٖٓ ۝۱۳۱ سُوْرَةُ اٰلِ اٰمَرِ الْاٰمَرِ ۝

ترجمہ: اچھن کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھارت دیتے ہیں گئی کی۔ اور حضرت مریم کے حق میں اللہ تعالیٰ

نے یہ فرمایا۔

يٰۤاٰلِہٖٓ اٰسَٰتِہٖٓ اٰلِہٖٓ اٰسَٰتِہٖٓ ۝۱۳۲ سُوْرَةُ اٰلِ اٰمَرِ الْاٰمَرِ ۝

ترجمہ: یہ ایک اللہ تعالیٰ تم کو بھارت دیتے ہیں ایک گھر کی جو خطاب اللہ ہو گا اس کا نام عقبہ مکی

یعنی ابن مریم ہو گا۔

آنحضرت ﷺ کے لئے بھارتوں کا حلسلہ :- اس طرح کیا آنحضرت ﷺ کے والد بھی چار

انبیاء ہیں جن کے حلقہ ان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ان کو آدم کی بھارت دی گئی تھی جو بعد میں پوری ہو گئی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے حلقہ حضرت آدم کے وقت سے بھارت تھے

دی چار ہیں اور کچھلی تمام آسمانی کتابوں میں آپ کی تشریف گزری کی بھارت اور آپ کے حلقہ بعض

دوسری اہم عقیدوں کو بیان سمجھ چکے ہیں۔ چنانچہ ہر دور میں لوگ آپ ﷺ کا بے پائی سے انکار کرتے رہے ہیں۔

یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اور نبوت کو جہاں مکمل سے پاک و صوفیوں میں شکل ہو تا تھا اپنے یہاں حاصل

کرنے کے لئے مختلف خانہ دہوں میں کشاکش ہوتی رہی جیسا کہ اس کے حلقہ گذشتہ صلوں میں ایک حدیث

گزر چکی ہے کہ تم لوگ بتا دو اسی اہم حکماء میں حکماء کہ کچھلی اسوں میں بیٹھ میرے نور کو حاصل کرنے کے

لئے کھائیں۔

اس کے بعد (آنحضرت ﷺ نے اسی امرالی سے) فرمایا۔

دوسری چند خصوصیات :- ہمیں اپنے ہی باپ کی بہن اور انکوئی اولاد ہوں۔ میری والدہ پر میرے

عمل میں ہونے کا جو دوسری صورتوں کے عمل کے بعد سے زیادہ تھا یہاں تک کہ جو یہ جوہر محسوس کرتی تھی

اپنی سبیلوں سے وہاں کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ پھر انہوں نے طوابع میں دیکھا کہ جو چیز (یعنی جو عمل ان کے

ہوت میں ہے وہ ایک نور کی صورت میں نکلا (حضرت آدم نے) کہا کہ میں نے اپنی نظریں اس نور کے پیچھے

دوڑائیں کر دیں اور میری نظروں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ چاہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نور سے وہ نے

زمین کا مشرق و مغرب جگمگا اٹھ اٹھ دیا۔

اس حدیث کا آخری اور مکمل حصہ وضاحت کے چاروں میں آئے گا۔ (یہ حدیث گویا ان دونوں کے

مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہیں کہ جب تک آنحضرت ﷺ جناب آدم کے بیٹے میں رہے حضرت آدم کو عمل

کا کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوا۔

اصلیت کی وضاحت :-..... اہل تہذیب و روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ کی اصلیت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا :-

میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوئی، صحتی کی خوش خبری ہوئی اور اپنی والدہ کا خواب ہوا، انہوں نے (یعنی حضرت آمنہؓ نے) کہا کہ مجھ سے ایک نور نکلا تھا جس سے شام کے عکرات چمک اٹھے۔

(اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اپنی والدہ کا خواب بھی دوسرے اس میں صرف نور کے نکلنے کا ذکر ہے جبکہ کچھ روایات کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصل بی نور کی صورت میں نکلا تھا جس کے حلقوں مخالفہ کی صورت میں اپنی دانے ظاہر کر چکے ہیں۔ اس سے کچھ روایات میں حمل کے غیر معمولی بوجھ کا ذکر ہے جو گذشتہ روایات کے مخالف ہے اس اختلاف کو دور کرنے کے سلسلے میں اس اختلاف پر غور کیا جاتا ہے کہ اس روایت میں جس بوجھ کا ذکر کیا ہے وہ حمل کے ابتدائی وقت میں تھا اور کچھ روایتوں میں حمل کے جس غیر معمولی بوجھ کا ذکر کیا ہے اس سے مراد وقت ہے جب حمل مشتق ہو چکا تھا۔

اقول۔ مخالفہ کہتے ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ بوجھ جس کامل حمل کے ابتدائی زمانہ میں ذکر کیا گیا ہے حضرت آمنہؓ کو اس وقت محسوس ہوا ہو جب کہ فرشتہ نے ان کو اس کی خبر دی۔ اس طرح یہ کچھ روایت کے مخالف نہیں ہوگا۔

اس روایت میں وہی الفاظ بھی پڑے ہوئے ہیں جو کچھ بیان ہو اور اس کا جواب بھی جیسے بیان ہو چکا ہے (یعنی حضرت آمنہؓ کی روایت کے جیسے حمل کا علم ہیں نہیں ہو سکتا تھا)

مگر جیسا کہ علامہ ذہبیؒ کی روایت جیسے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت آمنہؓ نے کہا کہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) میرے حمل میں تھے مگر ان کی ولادت تک مجھے کوئی مشقت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن یہ مشقت سے مراد جیسا کہ کچھ (دوسری روایات میں) بیان ہو چکا ہے یہ ہو کہ انہوں نے (حمل کے پورے زمانے میں) درد کی شکایت کی اور نہ مراد اور تکلیف کی اور نہ ہی انہیں ایسی کوئی تکلیف ہوئی جو عام طور پر حاملہ عورتوں کو ہوتی ہے چنانچہ مطلب یہ ہوا کہ بھلائی پن کے باوجود انہیں نہ کوئی مشقتوں میں سے کوئی مشقت محسوس ہوئی۔ اب اس مطلب کے بعد یہ روایت (جس میں ذکر ہے کہ حضرت آمنہؓ نے سبیلوں سے بھلائی پن کی شکایت کی) دوسری روایت کے مخالف نہیں رہی باوجود یہ کہ انہوں نے بھلائی پن محسوس کیا (جو عام طور پر حمل کے زمانے میں عورتوں کو جو تکلیفیں محسوس ہوا کرتی ہیں ان میں سے) حضرت آمنہؓ کو کوئی تکلیف محسوس ہوئی البتہ انہوں نے بوجھ اور بھلائی پن محسوس کیا۔ جس کے حلقوں انہوں نے اپنی سبیلوں سے بھی نہ کر کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## باب چہارم (۴)

## آنحضرت ﷺ کے والد کی وفات

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ تموز اسی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ حضرت آمنہ ابھی حاملہ ہی تھیں۔ اسی پر اکثر علماء کا اتفاق ہے (یعنی حضرت عبداللہ کا انتقال آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا اگرچہ کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد فوت ہوئے جیسا کہ ابن کثیر آگے آ رہا ہے۔ لہذا غور و مبالغہ کی بجائے یہی اسی قول کو درست قرار دیا ہے۔ آگے بعض روایات سے معلوم ہوا کہ قدیم کتابوں میں (جہاں آپ کی آمد کی خبریں ہیں) اس بات کو بھی آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے (کہ آپ کے والد کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی ہو جائے گا) اور اس طرح آنحضرت ﷺ میں ختم ہونے کی شان مکمل طریقے پر پائی جائے گی۔

کیا والد کا انتقال آپ ﷺ کی پیدائش کے بعد ہوا :- ..... ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ آپ ﷺ صرف دو مہینے کے عمل کی صورت میں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے دو مہینے پہلے ہوا ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی عمر اس وقت دو ماہ کی ہو چکی تھی اور آپ ﷺ پانچ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تھے جب آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ علامہ سبکی نے (روض الصفا) میں لکھا ہے کہ اسی قول پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ (مؤلف کہتے ہیں کہ) ابو قول پیچھے گزر چکا ہے اس کی موجودگی میں اب یہ بات کامل غور ہے۔

عبداللہ کا شہر میں انتقال :- کتاب سیرت نویر میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے والد کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جبکہ آپ حضرت آمنہ کے پیٹ میں تھے۔ حضرت عبداللہ کا انتقال نہینے میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ ایک قریشی قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے مکہ تھے مگر وہاں سے چار روز گزر ہو کر وہاں ہوئے۔ جب یہ قافلہ مکہ پہنچا تو حضرت عبداللہ اپنی اہمال یعنی بی بی ہند کے یہاں ٹھہر گئے۔ یہ کہ حضرت عبداللہ کی والدہ بی بی ہند میں سے تھیں۔ یہ یہاں ایک مہینے تک ہند کی حالت میں رہے جب ان کے ساتھیوں کا قافلہ مکہ پہنچا تو عبدالمطلب نے ان سے اپنے بیٹے کے متعلق جو چہاں انہوں نے بتایا کہ ہم نے ان کو ہند کی حالت میں ان

کی ہانہل میں چھوڑ دیا ہے۔ عبدالمطلب نے حضرت عبد اللہ کو کئے لانے کے لئے حادثہ پڑا اور کو جو عبد اللہ کے ہانہل تھے مدینے بھیجا مگر وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کو وہیں دفن کر دیا گیا ہے۔ جب حضرت آت کو پہنچا لگا خبر ملی تو انہوں نے انا ہے محبوب شوہر کا ہے مرثیہ پڑھا

عَلَّمَا حَبِيبَ الطَّاهِرِ مِنْ قَبْلِ هَاجِئِمْ  
وَجَا زَوْجَتَا غَارِجَا فِي الْقَبْرِ

دَعَتْهُ الشَّيْخَا دَعْوَةً  
وَمَا تَرَكَتْ فِي الْقَبْرِ سِوَا نَفْسِ هَاجِئِمْ

عَشِيَّةً رَاحُوا يَحْمِلُونَ نَبِيْرَةً  
مَقْبُورَةً اَصْحَابَةً رَفِئَةً

(اس کے بعد حضرت عبد اللہ کی وفات کے حقائق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال مدینے میں ہوا جہاں وہ گھوڑوں کی تجارت کے سلسلے میں اپنی ہانہل (یعنی اپنے والد عبدالمطلب کی ہانہل وہاں سے) لائے گئے تھے ان کی ہانہل والے نبی مدی انہیں نہاد تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چاہے کے وہاں مقصد ہوں۔ بیماری اور ہانہل میں قیام :- ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ قریش کے قافلوں میں سے ایک پر کبھی قافلے کے ساتھ قرظ کے لئے روانہ ہوئے۔ قرظ سے مراد وہ قافلہ ہے جو تجارتی سامان لے کر جاتا ہے۔ یہ لوگ تجارت کے سلسلے میں روانہ ہوئے تھے۔ جب قرظ میں وہ تجارت سے مدد لے کر ہوئے وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں مدینے سے گزے۔ اس وقت حضرت عبد اللہ نہاد ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے قافلے وہاں سے کما کما شہر پہنچا اپنی ہانہل نبی مدی انہیں نہاد کے پاس ٹھہر جاتا ہوں۔

(دور میان میں نہاد کے حقائق تفصیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ) نہاد کا اصل نام حمیم تھا اس کو نہاد اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کی پشت اس آلہ سے کی گئی تھی جو بڑھتی کا لڑکا ہوتا ہے (اس کو عربی میں قدم کہتے ہیں اور لڑکوں پر سوار کہتے ہیں۔ چونکہ عربی میں بڑھتی کو نہاد کہتے ہیں اس لئے حمیم کو بھی نہاد کہا جانے لگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حمیم نے ایک شخص کا سونہرے سوارہ کرنا لیا کر دیا تھا اور چونکہ قرظ کے معنی دھن سے چھلنے لڑکے کے ہیں اس لئے حمیم کو نہاد کہا جانے لگا۔

کئے لانے کے لئے حادثہ کی روایت :-..... قرظ عبد اللہ نبی نہاد کے پاس ہمدی کی حالت میں ایک صیغہ رہے اور یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ ہر حال قریشی قافلہ (حضرت عبد اللہ کو ان کی ہانہل میں بدل چھوڑ کر) آگے بلا گیا جب یہ کئے پہنچا تو ان لوگوں سے حضرت عبد اللہ کے والد عبدالمطلب نے بیٹے کے حقائق دریافت کیا۔ قافلے وہاں نے طلبا کا ہم نے ان کو ہمدی کی حالت میں ان کی ہانہل نبی مدی انہیں نہاد کے پاس چھوڑا ہے۔

وفات اور شہر میں تدفین :-..... یہ سن کر عبدالمطلب نے حضرت عبد اللہ کے ہانہل حادثہ کو ان کے پاس بھیجا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ حادثہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور اسی لئے عبدالمطلب کا لقب ابو اللہ (یعنی حادثہ کا باپ) تھا۔ یہ حادثہ اسلام سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ قرظ جب حادثہ مدینے پہنچے تو انہوں نے عبد اللہ کو مردہ پایا۔

کتب اسلام الفہام میں یہ روایت ہے کہ عبدالمطلب نے (عبداللہ کی پیدائش کی خبر سن کر) اپنے بیٹے زہیر کو ان کے پاس بھیجا جو حضرت عبداللہ کے گئے بھائی تھے اور یہ کہ حضرت عبداللہ کی وفات (مہینے میں) زہیر کے سامنے ہی ہوئی ان کو وہاں تاجروں والے مکان میں دفن کیا گیا۔ تاجروں نے مدنی میں نہاد میں سے ایک شخص کا نام تھا یاور قتی :-۔۔۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اور آپ ﷺ نے اس مکان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کے حلقے سے دور کرنے کا حکم دیا کہ میں میری والدہ گھسے لے کر آتی تھیں اور اسی گھر میں میرے والد عبداللہ کی قبر ہے اور مجھے بھی مدنی میں نہاد کے پانی میں تیرہ ماہ تک چھوڑ دیا گیا تھا۔

نہاد کے پانی میں تیرہ ماہ کی پسند خاطر :-۔۔۔ (اس طرح اس روایت میں آنحضرت ﷺ کے تیرہ ماہ کا ذکر آیا ہے) اسی طرح ایک اور روایت ہے جسے عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے ساتھی ایک بھوٹے نے تالاب میں تیرہ ماہ کے تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص تیرہ ماہ کے ساتھی کی طرف جائے (یعنی ایک اس کنارے سے تیرہ ماہ کے اور دوسرا اس کنارے سے تیرہ ماہ کے آئے) پانچ ماہ کے ساتھی اپنے اپنے ساتھی کی طرف تیرہ ماہ کے چلا (یعنی سب کو ایک ایک ساتھی مل گیا) صرف آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مل گئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی طرف تیرہ ماہ تک کہ آپ نے (ان کے پاس پہنچ کر) انھیں گئے گا اور فرمایا میں اور میرا ساتھی :-۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ "میں اپنے ساتھی کی طرف چلا اپنے ساتھی کی طرف"۔۔۔

ابن عبداللہ سے بعض علماء کے قول کی تردید ہوتی ہے (کہ آنحضرت ﷺ کبھی تیرہ ماہ کے نہیں) جن سے یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا آنحضرت ﷺ تیرہ ماہ کے ہیں (تالاب میں انھوں نے کہا) کہ بظاہر نہیں کہہ سکتے یہ بھی ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی تیرہ ماہ کے نہیں فرمایا اور لوہو حرمین (یعنی مکہ کے گورہ دینے والے) میں بھی کوئی دیکھا نہیں ہے۔

کیا عبداللہ ابواء میں فوت ہوئے؟ :-۔۔۔ ہر حال میں اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ کا بواء کے مقام پر انتقال ہوا اور وہیں ان کو ان کے والد نے دفن کیا۔ ابواء کے گورہ دینے کے سچ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

اقول۔ متفقہ کہتے ہیں۔ آگے روایت کر دی ہے کہ ابواء کے مقام پر جو قبر ہے وہ آنحضرت ﷺ کی والدہ نے ہے اور زیادہ صحیح یہ بات ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ کہنے والے کو اسی نام پر (والدہ اور والد کے لفظوں میں) اختلاف ہوا ہو۔ ممکن ہے کہ اس نے (یعنی اس روایت کے کہنے والے نے) ابواء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہو کہ یہاں میرے والدین میں سے ایک کی قبر ہے۔

شیعی اور غریب کے فیضان کلی :-۔۔۔ بعض علماء نے وہ شخصیں بھی بیان کی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے پیغمبر بنے اور اس حالت میں آپ کی پرورش میں پلیدہ ہیں مگر ہم یہاں طوالت کی وجہ سے قی کو بیان نہیں کر رہے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جنہوں پر رحم کر اور غریبوں کی عزت کرو اس لئے کہ میں اپنے پیغمبر میں حتم تھا۔ اور بڑے ہو کر غریب تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ غریب کوئی کی طرف دوڑا تو ایک بڑا بڑا دیکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا آپ ﷺ کے والد بن مسلمان ہوئے؟ :-۔۔۔ خطیب نے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ



اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے والد کو (آپ ﷺ کی نبوت کے ظہور کے بعد) پورہ دوزخ و عذاب کے آگے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا اور وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔

مواہب میں یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ ﷺ کے مہربانوں کو زعمہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ مگر ان دونوں کے حلقہ طوارف میں بھی یہ کہتے ہیں کہ ان کی حلقہ میں قبول لوگ ہیں (یعنی جن کے حلقہ کوئی علم نہیں کہ وہ کس جہل کے ہیں اور کیا ان کی روایتیں قابل اعتبار ہو سکتی ہیں کہ حافظ ابن کثیر (اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے) (یعنی قابل اعتبار نہیں ہے) اور ابن دبیہ (ان دونوں سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس روایت کی قرآن پاک اور اعلیٰ علماء دونوں تردید کرتے ہیں) (یعنی علماء کا جو حلقہ قوی ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین دوزخ و عذاب کے لئے پورہ دوزخ و عذاب پر ایمان لائے اور اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو آنحضرت ﷺ کے اس قول کا خلاف ہو جائے گا جو یہ ہے کہ آپ سے ایک شخص نے آپ جہاں اپنے باپ کے حلقہ پر چھا جو مرچا تھا کہ میرا باپ کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ دوزخ میں (اس لئے کہ وہ منکر کی حالت میں مرا تھا) اس کے بعد جب وہ شخص چلے گا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔

اسلام والدین کی روایت پر اشکال :-..... یہاں یہ اشکال بھی ہے کہ یہ دوسری حدیث امام مسلم نے ذکر کی ہے اس لئے پہلی حدیث اس کے خلاف نہیں ہو سکتی (کیونکہ امام مسلم نے جو احادیث بھی بیان کی ہیں وہ سب ایسی ہیں کہ اپنی سند اور دونوں کے الفاظ سے قرابت پانے کی اور معتبر احادیث ہیں)۔

اقول :- مؤلف کہتے ہیں :- یہ حدیث گم شدہ روایت کے خلاف بھی ہوگی جبکہ اس کے آخری الفاظ ثابت ہو جائیں کہ کونکہ مسلم کی اس حدیث میں تمام روایں اس جھڑپ حلقہ میں ہیں کہ "میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔" لیکن الفاظ کو حوالہ ابن سلمہ نے ثابت سے روایت کیا ہے اور ثابت نے حضرت انس سے روایت کیا ہے مگر سلمہ نے اس کی مخالفت کی ہے جو اس حدیث کو ثابت سے نقل کرتے ہیں اور ثابت حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ سلمہ نے ان شخصوں کے بھانے یہ لفظ روایت کئے ہیں (جو گویا آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے فرمائے) کہ جب تو کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اس کو (یعنی قبر والے کی) جہنم کی بھڑت دے۔

تاکہ وہ حدیث (یعنی وہ حضرات جو سند اور دونوں کے حالات کی بنیاد پر ان کی بیان کی ہوئی حدیث کو یہ کہتے ہیں) ان بات پر حلقہ میں کہ دونوں میں حوالہ ابن سلمہ کے مقابلے میں مسند زید و بھروسہ کے قابل ہیں۔

اسلام والدین کی تائید کی وجہ :-..... یعنی مسلم کی یہ حدیث کچھلی حدیث کے مقابلے میں مان قوی چلتے مگر اس حدیث کے قیاسی آخری لفظوں میں اختلاف ہے جن پر یہاں بحث ہے کیونکہ اس کو وہ (عالمک دونوں) نے ایک ہی سند سے ذکر کیا ہے۔ یعنی حوالہ ابن سلمہ نے اور سلمہ نے دونوں ثابت سے اس کو نقل کر دیا ہے جس سے حضرت انس سے روایت کرتے ہیں مگر دونوں کا ان لفظوں میں اختلاف ہے۔ یہ لفظ صرف حوالہ نے ہی نقل کئے ہیں کہ "میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔" جبکہ سلمہ اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں تو وہ یہ الفاظ

نقل نہیں کرتے بلکہ اس کے مقابلے میں ایک عام بات نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ ”تو جب بھی کسی کافر کی قبر پر سے گزرو گے تو اس کو جہنم کی بشارت دے دے۔“

اس اختلاف کی وجہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کافر ہیں۔ اور عرب کے مولود و سحر و دونوں راولوں میں زیادہ قائل امتداد دہلوی سحر ہیں کیونکہ علماء نے مختلف وجوہ سے سحر کے مخالف کو زیادہ مکرور کے قائل قرار دیا ہے جیسا کہ بیان کرتے ہیں اس لئے مولا کے مخالف اور یادداشت میں محدثین نے کلام کہا ہے ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں میں بہت سی تامل و اعتبار ہوتا ہے۔ اسی لئے دیگر نے حدیث کی حدیثیں اپنی کتاب سے مطابقت نہیں۔ مولا کا مخالف بھی اچھا نہیں تھا، چنانچہ یہ روایت انہوں نے بیان کی مگر اس میں انہیں وہم ہو گیا۔ ان کے مقابلے میں سحر کے مخالف میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں میں کوئی ناہم و ناچیز ہے۔

والدین کے جنہمی ہونے کی خبر نہیں دی گئی :- .... اس کے علاوہ سحر کی تائید ہوں بھی جاتی ہے کہ آنحضرت نے جو روایت نقل کی ہے وہی حضرت سعد ابن ابی وقاص کی حدیث میں بھی گدی ہے (یعنی جس طرح حضرت انس کی بیان کی ہوئی روایت ہے جس کو سحر نے ثابت سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح حضرت سعد کی بیان کی ہوئی حدیث بھی ہے جو اسی مضمون اور مطلب کی ہے اس کا سلسلہ اسناد یہ ہے کہ اس کو یزید و طبرانی اور ترمذی نے اور انہیں سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے زبیری سے انہوں نے حافظ ابن سعد سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک حدیثی نے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے (یعنی جو کفر کی حالت میں مر چکا ہے باپ جنت میں ہے یا دوزخ میں) آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں ہے۔ پھر اس حدیثی نے پوچھا کہ آپ کے باپ کہاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

”تو جب بھی کسی کافر کی قبر پر سے گزرو گے اسے جہنم کی بشارت دے دے۔“

سحر کی روایت زیادہ قوی :- .... گویا آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں یہ نہیں فرمایا کہ میرے باپ بھی جہنم میں ہیں بلکہ ایک عام بات فرمائی جو اس شخص کے سوال کا جواب بھی بن گئی اور اس میں آپ نے اپنے والد کے انجام کے حقائق پر اور است کوئی خبر بھی نہیں دی یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی ان شرط کے مطابق ہے جو حدیث کو قبول کرنے کے سلسلے میں لگاتے ہیں اور اس طرح گویا یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کزاد حدیث نہیں ہے بلکہ اپنے کی حدیث ہے اس لئے اس روایت میں جو دوسرے الفاظ ہیں (یعنی جنہیں حدیثی سلسلے نے نقل کیا ہے اور جو یہ ہیں کہ ”میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔“ ترمذی کی طرف سے آئے ہیں جنہیں اس نے معنی کے لحاظ سے استعمال کیا ہے اور جو معنی وہ سمجھا ان کے مطابق الفاظ استعمال کر دیئے اور اس میں اس نے غلطی کی یعنی حدیث نے روایت کے جو اصل الفاظ تھے وہ نقل نہیں کئے بلکہ ان کا مطلب اپنے لفظوں میں نقل کیا ہے اور مطلب سمجھے میں اس نے غلطی کی ہے۔ اصل الفاظ وہی ہیں کہ جب کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اس کو جہنم کی بشارت دے دو چرکہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات اپنے والد کے انجام کے حقائق سوال کے جواب میں فرمائی تھی اس لئے ان لفظوں سے مولا نے یہ مطلب نکالا کہ آپ اپنے والد کو بھی کافر کہہ رہے ہیں لہذا مولا نے آنحضرت ﷺ کے اصل الفاظ نقل کرنے کے بجائے اپنی کجی کے مطابق ان کا مطلب یہ بتلایا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو جس کا مطلب دہلوی

نے اپنے نقول میں لیا کہ ابو روايت با معنی کہتے ہیں اور جس حدیث کو روای نے اس کے اصل نقول میں بیان کیا ہو اس کو روايت بانا خلاف کہتے ہیں۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ بخاری اور مسلم میں دست ی روايتوں میں یہاں ہے (کہ روای نے روايت با معنی کی ہے) ان میں سے ایک مسلم کی حدیث ہے جو حضرت انس سے روايت ہے اور جو کہ امام احمد نے چڑھنے کے حلقے ہے یعنی نماز میں کہم اللہ زور سے یعنی تواتر کے ساتھ نہ پڑھی جائے) جبکہ ایک دوسری روايت میں ثابت ہے صرف یہ ہو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے اس کا زور سے پڑھنا نہیں گیا اس سے روای یہ سمجھا کہ کہم اللہ زور سے پڑھنے کی معافیت ہے چنانچہ روای نے اپنی کلمہ کے مطابق حدیث با معنی بیان کر دی اور اس میں عقلی کی۔ امام شافعی نے اس حدیث کا ہی طرح جواب دیا ہے جس میں کہم اللہ کے زور سے پڑھنے کی معافیت تھی ہے۔

(چونکہ مصنف کتاب شافعی ہے اس لئے وہ اس مسئلے کے ذیل میں امام شافعی کا مسلک جہت کر رہا ہے ہیں امام ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق نماز میں کہم اللہ کہتے سے پڑھنی چاہئے اس بارے میں امام احمد نے جن میں روای بیان کر رہا ہے ہیں کہ انہوں نے نہ آنحضرت ﷺ کو نماز میں زور سے کہم اللہ پڑھتے سنا اور نہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروقؓ کو۔ ہر حال اس مسئلے میں امت سے ایسے ثبوت موجود ہیں جو امام ابو حنیفہ کے مسلک کو ثابت کرتے ہیں مگر ان کا ذکر یہاں موضوع کے بھی خلاف اور طوالت کا سبب ہو گا)۔

کیا باپ سے مراد بیٹا تھا؟ — (حضرت عائشہ کی یہ حدیث چمچے بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو آپ کے سامنے دوبارہ زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے حلقے میں امام سیوطی وغیرہ کا قول نقل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن سلہ اور مسلم کی روايتیں آئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کا فر ہیں۔ چونکہ دونوں روايتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اس لئے ان کا اختلاف اور کرنے کے لئے کہتے ہیں) مناسب یہ ہے کہ یہاں کہا جائے کہ یہ یعنی مسلم کی حدیث (جس میں آپ ﷺ کے والد کا ذکر جہت ہوتا ہے) ممکن ہے اس واقعہ سے پہلے کی ہو جب کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والد کو دوبارہ زندہ کرنے کی دعا کی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اسی جواب کی طرف اصل یعنی بیوان الاثر نے بھی اشارہ کیا ہے۔ باپ بھی ممکن ہے کہ آپ نے یہ جملہ (یعنی میرا باپ اور میرا باپ دونوں جہنم میں ہیں) اس سوال کرنے والے کے ایمان کی مصلحت سے فرمایا ہو (یعنی جب آپ ﷺ نے اس کے باپ کے حلقے پر ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے تو یہ ہی کہ وہ بدل ہوا ہو اور اس سے اس کے ایمان پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہوا ہو۔ اس لئے آپ نے بعد میں اس کی تسلی کے لئے یہ فرمایا کہ میرے ہی باپ نہیں بلکہ میرے باپ بھی جہنم میں ہیں) اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے اس سے مسلسل کلام نہیں فرمایا بلکہ جب دعوت کر جانے لگا تو آپ کو اس کی حالت (یعنی میرے کے اور چہ حال) سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یعنی ممکن ہے اسلام سے ہی بکھر جائے اس لئے اس وقت آپ نے ایسی بات فرمادی جو ظاہر میں بکلی دلی بات تھی (یعنی اس کے باپ کے حلقے کہنے کے بعد اپنے والد کے حلقے بھی فرمایا اور باپ کے حلقے سے آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو مراد لیا اور حضرت عبداللہ کو نہیں کیونکہ (قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کے حلقے ابو طالب سے اس طرح کہا کرتے تھے کہ (شعرا) ہے۔ یا سے کو کہ وہ ہندی معبودوں کو گالیاں زدے یا شعلہ کیا کرتے تھے کہ اپنے بیٹے (یعنی آنحضرت ﷺ) کو زندہ سے حوالے کر دے اور اس کے بدلے میں ہم سے یہ لے لو۔ جس پر ابو طالب نے

جواب دیا تھا کہ کیا میں اپنے بیٹے کو قہر سے حوالے کر دوں تاکہ قہر سے قتل کر دو۔ فرض اس کے علاوہ بھی (اور)  
مثالیں ہیں جن میں بچہ کو باپ اور بچہ کو بیٹا کہا گیا ہے (موجود ہیں جو آکے آئیں گی کیونکہ جیسا کہ بیان ہو چکا  
ہے اہل عرب بچہ کو باپ ہی کہتے تھے۔

کیا بعد مرگ اسلام سفید ہے؟..... حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں جس میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ  
کے والدہ کو بار بار زندہ کر کے سوکنے دیا گیا، ایک اشکال پیدا ہو تا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں  
کہ اس حدیث کو اگر ثابت مان لیا جائے جس کے حلقہ حدیث کے حلقوں میں سے ایک سے زیادہ نے  
مراحت کی ہے اور اس کے جن دواویوں کو ناقابل قبول قرار دیا گیا ہے ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے تو یہ  
اعتراض نہ ہوتا چاہئے کہ مرنے کے بعد ایمان کس طرح سفید ہو گا (کیونکہ انسان کے لئے زندگی تک ہی اس کی  
مجاہدہ ہے کہ وہ حق کو قبول کر لے۔ اگر اس نے زندگی میں حق کو قبول نہیں کیا اور باقی پر موت ہو گئی تو  
دوسرے عالم میں اس کو زندگی کے عمل کی سزا ملے گی۔ کیونکہ دنیا پر عمل ہے اور موت کے بعد کوئی جس عالم  
میں پہنچا ہے وہ دواویا ہے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک کئی  
جائے کی گواہی ہے کہ جو بعض علماء کہتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت  
ہے اس کو اس خصوصیت کی دلیل بھی پیش کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ محض اشکال اور ممکنات کی وجہ سے کوئی  
خصوصیت ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ جب تک اس کی دلیل کے طور پر کوئی حدیث صحیح نہ پیش کی جائے وہ  
خصوصیت ثابت نہیں ہو گی۔ (اس دوسرے اشکال کے جواب کے طور پر ایک اور روایت پیش کی جاتی ہے جس  
کو علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ) قرطبی کے کلام میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
آنحضرت ﷺ کے سامنے مردوں کی ایک جماعت کو زندہ کیا تھا (تاکہ آپ ان کو اسلام پیش کریں) اب اگر یہ  
بات ثابت ہو تو اس بات میں کیا کاشت ہو سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین بھی وہ بار بار زندہ ہو کر ایمان  
لانے تھے یہ بات آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور شرف کو اور زیادہ بڑھاتی ہے۔ اور اگر آپ ﷺ کے والدین کا  
دو بار زندہ ہو کر ایمان لانا فائدہ مند نہ ہو تو تو ان کو زندہ ہی نہ کیا جاتا جیسا کہ سورج کالو ٹاٹا کر لوٹاتے نہیں  
کرنے کے لئے فائدہ مند نہ ہو تا تو وہ لوگ ایمان نہ جانتے اور اللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ تو یقیناً نور اکلوتی (نور الہی) تھے جس کے اندر سے نور الہی علم کے نزدیک مشہور  
بات بھی ہے کہ حضرت آدم اور حضرت عہد اللہ کے یہاں آنحضرت ﷺ کے علاوہ کوئی نور نہیں ہوئی۔ علامہ  
سہاب الدین جزای کہتے ہیں کہ حضرت عہد اللہ کی شادی حضرت آدم کے سوا بھی کسی سے نہیں ہوئی اور اسی طرح  
حضرت آدم کی شادی حضرت آدم کے سوا بھی کسی سے نہیں ہوئی۔ اسی طرح انہوں نے مولدین و علاوہ کا  
اس بات پر اکتفا و التذاع نہیں کیا۔ بلکہ حضرت آدم کے چہلے میں آنحضرت ﷺ کے سوا بھی کوئی بصورت  
محل نہیں کیا۔ حضرت آدم کا جو یہ قول ہے کہ ”جنتے اس سے زیادہ بڑا صلہ بھی نہیں ہوتا۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کے علاوہ اور صلہ بھی ہوتا ہے مگر (اس اشکال کا جواب  
یہ ہے کہ) انہوں نے یہ بات اپنے قول میں چاہیہ بیان کرنے کے لئے کی ہے۔

عہد اللہ آدم کی ایک ہی شادی ہوئی۔..... (قول۔ مختلف کہتے ہیں) حضرت آدم کی کہ جو روایت  
بیان کی گئی ہے جس میں سے واقف نہیں ہوں (مکمل ہے کہ مجھے اس سے زیادہ بڑا صلہ بھی نہیں ہوا) جو روایت

(دوسری اس کتاب میں) گزری ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اس سے زیادہ بکا محل بھی نہیں دیکھا اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ”آپ میرے محل میں آئے مگر میں نے بھی انکا بکا محل نہیں پایا جتنا بکا ہے مجھ پر ہوا ہے۔“ چنانچہ ”تو کچھ سوچا“ کہ ”مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ (محل کے پورا پورا مشقت کے حلیے میں) نہیں دوسری حالت اور قول نے اپنی حالت اور کیفیت دکھائی ہوگی۔ اس لئے اس روایت کا مطلب یہ ہونا ضروری نہیں کہ انہیں آنحضرت کے ساتھ محل بھی ہوا ہے اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ (انکا بکا محل میں نے کوئی نہیں پایا) جتنا بکا مجھ پر یہ ہوا ہے۔ اس بات کے خلاف نہیں ہوتا (کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت آمنہ کو بھی کوئی دوسرا محل نہیں ہوا) اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے (یہاں جہاں تک میں نے اس بارے میں نہ کہا ہے) کائنات اطہر۔

کیا آمنہ کو آنحضرت ﷺ کے سوا بھی محل ہوا؟..... واقعہ یہی کہتے ہیں کہ سہاگن بخاری نے جو علماء کا اتفاق و اتفاق نقل کیا ہے (کہ حضرت آمنہ کو آنحضرت ﷺ کے سوا بھی کوئی محل نہیں ہوا) اس کو حافظ ابن حجر نے مبالغہ سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ سہاگن بخاری نے اپنی عادت کے مطابق جہاں یعنی علماء کا اتفاق نقل کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے (یعنی حافظ ابن حجر اس بات کو علماء کی حنفی رائے میں حلیم کرنے کے حضرت آمنہ کو صرف یہی ایک محل ہوا جس سے آنحضرت ﷺ پیارے ہوئے اس کے سوا بھی کوئی دوسرا محل نہیں ہوا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) یہ بات غیر ممکن نہیں کہ حضرت آمنہ کو حضرت عبداللہ (کے محل) سے بھی استقلال بھی ہو اور اس کی طرف انہوں نے اپنے لئے کورہ قول میں اشارہ کیا ہو۔ مگر حافظ ابن حجر کی اس رائے میں بھی اختلاف ہے چنانچہ مؤلف اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

آمنہ کو دوسرا محل محض عمن و خیال :-..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- (اگر استقلال جائے تو اس صورت میں یہ بات ہے کہ حضرت آمنہ کو اس استقلال کا محل آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ہوا ہو اور اس کی بنیاد یہ ہوگی کہ حضرت عبداللہ کا اس وقت انتقال نہیں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ محل کی صورت میں (حضرت آمنہ کے پیٹ میں) تھے بلکہ ان کا انتقال آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ہوا (جیسا کہ کچھ سطور میں یہ روایتیں بھی گزر چکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی عمر اپنے والد کی ولادت کے وقت سات مہینے یا نو مہینے یا الحمد للہ بیسٹھ یا اٹھائیس مہینے کی تھی) اور یہ کہ حضرت آمنہ کو جو مشقت محسوس ہوئی وہ اسی استقلال والے محل میں ہوئی اور انہوں نے اس مشقت کا ذکر اس استقلال والے محل کے بعد کیا ہو یہ کہ اس استقلال والے محل میں ان کو جو مشقت اور تکلیف ہوئی وہ آنحضرت ﷺ کے محل میں ہونے کے وقت باطل نہیں ہوئی (اس محل کو آنحضرت ﷺ والے محل کے بعد اس لئے ماننا چاہئے کہ) اگر اس استقلال والے محل کو آنحضرت ﷺ والے محل سے پہلے مان لیا جائے تو یہ اس روایت کے خلاف ہو جائے گا جو پہچے گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ حضرت آمنہ کے ایک (یعنی شوہر) بن گئے تو ان کے ساتھ محسوس ہونے اور اسی وقت اور نبوت ان میں سے نکل کر حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا (اس کے علاوہ اس اختلاف یہ ہو گا کہ اس استقلال والے محل کو اگر آنحضرت ﷺ والے محل سے پہلے مان لیا جائے تو آنحضرت ﷺ اپنے والدین کی جمنی ہو اور نہیں رہے)۔

اب جہاں تک (حضرت آمنہ کی) اس ایک دوسری روایت کا تعلق ہے کہ ”مجھے دوسرے محل بھی ہونے مگر آنحضرت ﷺ کے میرے محل میں آنے کے وقت (مجھے کوئی اور جو محسوس نہیں ہوا) تو اس کے

بارے میں واقعہ فی کفایت ہے کہ یہ روایت اہل علم کے نزدیک مشہور نہیں ہے جیسا کہ ہم نے کوکب منیر میں بیان کیا ہے اس لئے کہ اسنادِ دارائے محل کا امکان اس بارے میں علماء کے اتفاق و اتفاق کے خلاف نہیں چڑھا کہ حضرت آمنہ کو آنحضرت ﷺ کے بصورتِ محل آنے کے سوا کوئی دوسرا محل نہیں ہوا کیونکہ ممکن ہے محل سے مردِ مکمل محل ہو (جب کہ مستحکم کا محل مکمل نہیں ہوتا)۔ کتابِ خصائص صفحہ ۱۱ میں علامہ جمال الدین سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے یہاں آپ کے سوا کوئی اور نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

عبداللہ کی باغی بیٹم ایمین :-۔۔۔ اس کے بعد واقعہ فی کفایت ہے کہ حضرت عبداللہ نے اپنی باغی بیٹم ایمین پر کہ حبشہ پہنچا دی۔

یہ آمنہ ایمین (ابن کلام پر کہ حبشہ قحطیہ ان کے بیٹے ایمین دونوں اسلام کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ ایمین ایک حبشی غلام کے بیٹے تھے جس کا نام عبیدہ قرار ہے۔

آمنہ ایمین کے نکاح اور لولہ :-۔۔۔ اقول۔ سائل کہتے ہیں :- ایمین لولہ کے نکاح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت خدیجہ سے نکاح کیا، اس وقت آمنہ ایمین سے ایمین پیدا ہوئے۔ یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں جو اصحاب میں ہے کہ آمنہ ایمین کی شادی کے میں جاہلیت کے زمانے میں عبیدہ حبشی ایمین زید سے ہوئی۔ عبیدہ کے اگرچہ وہ بنے گئے تھے اس کے بعد آمنہ ایمین کو لے کر یثرب پہنچی وہ بیٹے چلے گئے ایمین سے ان کے یہاں ایمین پیدا ہوئے۔ اس کے بعد عبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ آمنہ ایمین انبیاء کے آگے جمال زید ایمین حادثہ نے ان سے شادی کر لی۔ یہ روایت باوجودی نے نقل کی ہے۔ واللہ اعلم۔ انہما آمنہ ایمین کا عبیدہ کے ساتھ یثرب پہنچی دینے جلا آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے تھا۔

آمنہ ایمین کی فضیلت :-۔۔۔ پھر واقعہ فی کفایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آمنہ ایمین کی شادی اپنے مہر پر اس حادثہ سے کر دی، یعنی نبوت کے بعد آمنہ ایمین کی یہ دوسری شادی ہوئی لا طرہ زید ایمین حادثہ آمنہ ایمین سے شادی کرنے کے اس وقت خواہش نہ ہو گئے تھے جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے تھے۔

تیرے شخص اس کا خاں شہد ہو کہ وہ جنت کی عورتوں میں سے کسی عورت سے شادی کرے تو وہ آمنہ ایمین سے نکاح کرے۔

زید کا ایمین سے نکاح اور ولادت اسماء :-۔۔۔ (چنانچہ آمنہ ایمین کے مصلحتی آنحضرت ﷺ کی یہ عظیم بشارت تھی کہ حضرت زید ایمین حادثہ اس کے خواہش نہ ہو گئے کہ آمنہ ایمین سے شادی کریں ایمین کے یہاں آمنہ ایمین سے حضرت اسماء پیدا ہوئے جن کو لوگ حب امین حب (یعنی محبوب کا چاہنا محبوب) کہنے لگے تھے (کہ نہ۔ آنحضرت ﷺ کو حضرت زید ایمین حادثہ بھی بہت عزیز تھے اور حضرت اسماء ایمین زید بھی)۔

عبداللہ کا ترک :-۔۔۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آمنہ ایمین کو حضرت عبداللہ نے ہی اپنی موت سے پہلے ترک کر دیا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی باغی تھیں۔

حضرت عبداللہ نے انکال کے بعد جو ترک چھوڑ دیا وہاں کوئی اور نہ کر سکیں تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے والد کا جو ترک ملا وہ بھی قرار ہے۔

خود نبی کا ترک میراث نہیں :-۔۔۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ولادت ہی لیتے ہیں مگر خود آپ ﷺ کا وہ وقت کے طور پر عظیم نہیں ہو سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا :-

”ہم انبیاء کی جماعت جو کچھ ترک جمہوریوں (مسیحی کی وراثت) میں ملک احمد ہے۔ (کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی پوری وصیت کے لئے باپ کے درجہ میں جاتے ہیں اس لئے ان کا چھوڑا ہوا ترک ساری امت کی ملکیت ہوتا ہے کسی مخصوص فرد کا نہیں) بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ نے اپنی صاحبزادیوں کا ترک بھی نہیں لیا جو آپ کی زندگی میں وفات پاگئی تھیں۔ اس روایت کو صحیح مان لینے کی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے آپ جتنے بڑے اپنی میراث کا لینے کا پھندہ کیا ہو اس لئے چھوڑ دیا ہو۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

آئمہ ائین پر رحمت پاری :- ..... اہی جو ذاتی نقل کرتے ہیں کہ جب آئمہ ائین ہجرت کر کے مکے سے مدینہ کو روانہ ہوئیں تو یہ باطل تھا کہ آپ اور بیوی بچے ہمراہ تھے، راستہ میں ان کو پیاس لگی تو ان کے اوپر بادل کی طرح سے ایک چیز آسمان سے جبکہ آئی جس سے پانی کے سلیڈ چھینٹ کر رہے تھے ماموں نے اس میں سے پانی پیا اور یہ اب ہو گئیں۔ یہ کاکرتی تھیں کہ اس کے بعد سے مجھے بھی پیاس اور خشکی نہیں ہو گئی۔ لہذا اگر بھی روزے کی وصیت میں پیاس لگی تو (وہ خود جذبہ جاتی تھی اور اس خشک نہیں رہتی تھیں۔

آئمہ ائین کا سلام :- ..... حرم اللہ میں داخلہ کی گئی ہیں کہ آئمہ ائین کی ذہان میں یہ کہ کثرت تھی۔ چنانچہ جب وہ کسی مجلس میں جاتیں تو سلام اللہ علیہم کے بجائے ”سلام لا شکم“ کہا کرتی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ہر ان لوگوں کی اجازت سے دی کہ وہ سلام علیہم علیہم السلام علیہم کہہ دیا کریں۔ یہاں تک اہی عزرائلی کا کلام ہے۔

یہ قابل غور ہے کہ اس کا مطلب یہ نکلا ہے کہ سلام کے اصل الفاظ ”سلام اللہ علیہم“ ہیں جبکہ سلام کے اصل الفاظ تو سلام علیہم ہیں اور یہ سلام علیہم ہیں۔ اسی طرح ”سلام اللہ علیہم“ بھی ہیں مگر ہندو ماموں نے یہ عقائد کہ میں کے نزدیک۔

آنحضرت ﷺ پر آئمہ ائین کا ہزار :- ..... حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے پانی پیا۔ وقت آئمہ ائین بھی آپ کے پاس تھیں انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یہ رسول اللہ اچھے بھی پانی پیا کرتے۔ تو میں نے آئمہ ائین سے کہا کہ کیا یہ بات تمہارے رسول اللہ ﷺ سے کہہ رہی ہو؟ (یعنی آنحضرت ﷺ سے خدمت لے رہی ہو) اس پر آئمہ ائین نے کہا کہ کیا میں نے اس سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم نے سچ کہا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو پانی پلا دیا۔ کیا آنحضرت ﷺ بھی ان کا دست ذیل فرماتے تھے اور انہیں بھی آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے آپ ﷺ پر بے حد ذرا تھا۔

اسماء کا نسب اور ہجرت مدینہ :- ..... بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ برک مبینی آئمہ ائین جیسی ہامی تھیں جو مصحاب قبل از مبعیٰ ابراہیم کے تھے۔ ان کی تھیں (ابراہیم کا والد) آگے کے صفحات میں تفصیل سے لکھا ہے۔ یہ باطل بیادہد کی تھیں اور اسی لئے ان کے بیٹے اسماء بھی بیادہد تھے۔ مگر اسماء کے والد حضرت زینہ سفید رنگ کے تھے۔ اسی لئے عائشہ حضرت اسماء کے نسب میں ایک کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ (نور) ہاشم حضرت اسماء حضرت زینہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ مناقبوں کی اس طعنہ زنی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف اور تھوڑی سی ہو کر تھی محمد حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ دست خوش تھے مگر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جو زندگی آیا خدا اس نے اسماء کو زینہ کو دیکھا جو ایک پادہد سر رنگ دیکھے ہوئے اپنے تھے مگر ان دونوں کے یہ کھلے رہے تھے۔ مدینہ میں نے (یہ دونوں کو دیکھا تو فوراً) کہا کہ یہ جو تو ایک ہی خاندان کے ہیں۔ (جو زندگی ایک مشہور قبیلہ تھا) تو یہی کاپرہد اور جسم کی

موضع قطعہ کی کہ تیار ہوا کہ تاحاک یہ کس خانہ کا کا تو ہے اس نے حضرت ذیہ نور حضرت امادہ کے ہر ایک بی چارہ میں سے نکلے ہوئے دیکھے ان بیروں میں سے وہ کارنگ بالکل سیاہ تھا وہ کا سفید قلعہ وہ چکر قیافہ شایاں تھا وہ بیروں کی حالت دیکھ کر گھوچا تھا کہ یہ باپ بیٹے کے بیروں میں گرہوں کے بیروں کے رنگ میں مسخ ہوا وہ فرق قدامت اسے غالباً سے حیرت ہوئی کہ باپ اور بیٹے کے ہر اسے مختلف رنگ کے ہیں چنانچہ اسی حیرت کے انعکاس کے طور پر اس نے فوراً اسی بیروں کو دیکھتے ہی فرود کر دیا کہ یہ بیروں کے بیٹے کے ہیں تو قیافہ شایاں کے قائل تھے اس لئے جب اس نے بیروں کو دیکھتے ہی فرود کر دیا کہ یہ بیروں کے بیٹے کے ہیں تو آنحضرت ﷺ کو بہت خوش اور مطمئن ہوا کیونکہ انھیں حضرت امادہ کے نسب میں ان کے رنگ کی وجہ سے ایک کہا کرتے تھے۔ پھر آپ نے اپنی اس خوشی کا اظہار حضرت جانکنہ سے فرمایا۔

تعمیمیں نسب اور قیافہ شناسی :-..... اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نسب تحقیق کرنے کے سلسلے میں قیافہ شناسی بھی اسلام میں کامل اعتبار سے چلتی رہی کی حدیث کی بنیاد پر نسب تحقیق کرنے کے سلسلے میں قیافہ شناس کے قول پر اجماع کرنا واجب ہے۔

(۲) کہ حبیب کے حلقوں کا لائی کہتے ہیں کہ (آتم انکس کا نام رکھ کر ہے مگر یہ حبیب نہیں تھیں بلکہ ابو حبیب تھی اور دوسری رک رکائی صورت تھی) جو حضرت آتم حبیبہ کی باندی تھیں اور ان کے ساتھ حبش سے آئی تھیں۔ اس کا لقب آتم سب قرار دیا یہ بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ لیکن باندی ہے جس نے آنحضرت ﷺ کو بل (پہنچا) بلایا تھا جس کا آگے بیان ہو گا۔

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے والد کے ذکر میں (اُمّ) یمن باغدی کے علاوہ اشقر ابن ہاشم غلام بھی ملا تھا۔ یہ ایک جھٹی غلام تھا جس کو غزوہ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ نے آزاد کر دیا تھا۔ اشقر ابن کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ سے خرید کر آزاد کیا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس غلام کو حضرت ابن عوفؓ سے خرید لیا تھا۔ لیکن ابن عوفؓ نے یہ غلام کب کو خریدے ہیں وہ معلوم نہیں۔



## باب پنجم (۵)

## آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ

حضرت امی عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کی ناف (جیسے اسطرح میں کھول دی جاتی ہے) کئی ہفتے تک کھلی رہی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ پیدا ہوئے تو حضرت جبریلؑ آئے اور انہوں نے ان کی نال کاٹی، پھر ان کے کان میں حق کی اور اس کے بعد انہیں ایک سفید کپڑا پہنایا۔

اور ہمارے ہی آنحضرت ﷺ ختم شدہ پیدا ہوئے یعنی اس طرح جیسے بچوں کو دی جاتا ہے۔ نیز اس طرح کہ (آپ کی آنکھوں میں گہرا سرمہ لگا ہوا تھا اور پاک صاف پیدا ہوئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی آلودگی نہیں تھی) یعنی آپ اس طرح پیدا ہوئے جس طرح عام بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کے سارے جسم پر گندگی اور خون وغیرہ لگا ہوتا ہے یہاں تک کہ منہ کے اندر بھی آلودگی بھری ہوتی ہے جسے دلیہ صاف کرتی ہے۔

آلودگی سے پاک پیدائش :- ..... اقول۔ منہاف کہتے ہیں :- آپ کے جسم مبارک پر گندگی اور آلودگی ہوتی نہیں تھی۔ چنانچہ اس سے اس بات کا اندازہ نہیں ہوگا کہ آپ کی پیدائش کے بعد یعنی نقاس کے خون (جو عورتوں کو زچگی کے زمانے میں آتا ہے) کے زمانے میں گندگی اور آلودگی نہیں آئی۔ اس لئے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ آپ کی والدہ کو (اس زچگی میں) نقاس کا خون نہیں آیا۔ کیونکہ شافعیوں کے نزدیک نقاس ہی آلودگی ہے جو ولادت کے بعد زچگی کے زمانے میں آتا ہے یہ پیدائش کے بعد چند روزوں کی مدت گزرنے سے پہلے آتا ہے (اور شافعیوں کے نزدیک نقاس یا آلودگی اس کو نہیں کہتے بڑے کے ساتھ آتا ہے۔ واللہ اعلم)

آنحضرت ﷺ پیدائشی تختوں تھے :- ..... علامہ شافعی کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میرا اثر جو گھوڑے پر میرے رب کی طرف سے ہے یہ ہے کہ میں ختم شدہ پیدا ہوا اور میری شرمگاہ کسی نے نہیں دیکھی۔“ یعنی تاکہ کوئی ختم کے وقت میری شرمگاہ دیکھ سکے۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس بارے میں حواحدہ شہین ہیں کہ آپ ختم شدہ پیدا ہوئے۔ مگر علامہ ذہبیؒ نے اس قول کی مخالفت کی ہے۔

کہتے ہیں کہ میں اس قول کی صحت کے بارے میں نہیں جانتا اس لئے یہ متواتر کہے کھائے گا (کیونکہ متواتر حدیث وہ کہلاتی ہے جس کو تمام روای اپنے اپنے طریقوں سے بیان کرتے ہیں) علامہ ذہبی کے اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ قاتر سے مراد عام شریعت ہے نہ لفظ اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث کے مانتوں میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، کچھ وہ ہیں جنہوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے ان کو حدیث حسنہ قرار دیا ہے۔

سال ولادت کی برکتیں :-..... آنحضرت ﷺ کے مثنوی پیدا ہونے کے مصلحتی سیرت نبویہ نے بھی لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ یہ سال جس میں رسول اللہ ﷺ کا حمل ہو اقریش کے لئے بکثرت خوشی، مسرت و کامیابی تھا کیونکہ اس سے پہلے قریش زبردست تنگ سالی اور قحط کا شکار تھے۔ مگر جب یہ سال آیا جس میں آنحضرت ﷺ کا حمل ہوا اتفاقاً چاند دنیای بدل گئی زمین ہزاروں گلیوں اور درخت ہر سے پھلے ہو کر پھلوں کے پودے سے پھل پھلے، ہر طرف بخلی کی کڑک نظر آئی، گھنٹیں گھر گھر آئیں اور ہری کر چل چل کر جاتیں، اس سال کی یہ برکت بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کے لئے حکم فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے اعزاز کی وجہ سے وہ اس سال زینے نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو اس حال میں تشریف لائے کہ آپ فتنہ شدہ تھے یعنی ایسے تھے جیسے کہ مثنوی ہوتا ہے۔ سر نہیں اٹھائیں تھیں اور جسم مہدک بالکل پاک صاف تھا کہ اس پر کوئی آلودگی غیرہ نہیں تھی۔

نرانی شان کا پیر (اشراف) :-..... کتاب البدایہ والنہایہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اس حال میں پیدا ہوئے کہ آپ فتنہ شدہ تھے اور آپ ﷺ کی اتول ہل گئی ہوئی تھی (جس کو بعد میں ولید کا کرتی ہے)۔ عبدالملک یہ دیکھ کر بے حد حیران اور غوش تھے اور کہتے تھے کہ میرا یہ بھائی اور بڑی شان کا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی کتاب میں ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی فتنہ حضرت جبرئیل نے کی تھی اور اس وقت کی تھی جب انہوں نے آپ ﷺ کے قلب مہدک کو صاف کیا تھا، قریہ روایت فرماتا ہے۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی فتنہ آپ کے والد عبدالملک نے کی تھی اور اس موقع پر انہوں نے قریش کی دعوت کی تھی۔ (البدایہ ص ۲۶۵ جلد ۱ عرب)

بہر حال ان مختلف احادیث سے اتنی بات صاف ہو جاتی ہے کہ آپ فتنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ اگرچہ شیخ ابن ہدیل نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کی فتنہ عربوں کے طریقہ پر ہند میں ہوئی ہے۔ دوسرے پیدا ہونے والے مثنوی تھے..... آنحضرت ﷺ کے علاوہ کبھی دوسرے نبیوں میں سولہ کی ایسے ہیں جو مثنوی پیدا ہوئے۔ کسی شاعر نے ان کو اس طرح نظم کیا ہے

۱۔ حدیث کچھ ہے جس کے روای آخر تک تمام کے تمام معتبر صاحب حدیث اور مستطیل ہوں۔  
۲۔ اگر روای صاحب حدیث نہیں ہے یا دوسری کوئی شرط اس میں نہ پائی جاتی ہو تو اس کی بیان کی ہوئی حدیث ضعیف کہلاتے گی۔

۳۔ جس کے نقل کرنے والے سے آنحضرت ﷺ تک دواہوں کے سلسلے میں کسی ایک میں وہ تمام مطابقت نہ پائی جاتی ہو۔ جو طرہ کی ہیں۔

وَبَنِي الْقُرْمَلِ مَخْبُوتُونَ بِمُشْرِكٍ عَقَلَةٍ  
تَنْدَاؤُا تَوْاسِعَ طَهْرُونَ أَكْثَرُ

قسم ہے کہ نبیوں میں پیدا انکی طور پر کچھ دوسرے نبی بھی تھوں ہیں اور یہ سب بڑے بڑے دشمنوں کی  
کہ انکو اور تو بخیر سترہ چہرہ ہم دکھایا بیٹھتا ملاوہی جوسف  
وحفظہ عسی و عوسى و اہم

۱۱ گنا یہ ہے۔ حضرت زکریا، حضرت شیث، حضرت اورش، حضرت ابرہہ، حضرت عتقلہ،  
حضرت یحییٰ، حضرت موسیٰ، حضرت کوم بطیم السلام۔

وَنُوحٌ وَصُفَّیٰ سَالُو لُوطٌ وَ عِیْلُ  
سَلَمَانَ یَحْیٰی عَزُودَ یَسٰ وَ عَزَمَ عَزَمَ

حضرت نوح، حضرت شیبہ، حضرت لوط، حضرت صالح، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ، حضرت  
ہود، حضرت یسٰ، اور حضرت خاتم الانبیاء بطیم السلام۔

عوام میں تھوں پیدا انش ممکن..... تھوں پیدا اور باصرف نبیوں کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ  
عام لوگ بھی تھوں پیدا ہوتے ہیں، عوام میں ایک بے بنیاد بات یہ چلتی ہے کہ جو شخص تھوں پیدا ہوتا ہے اس  
کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کی فتنہ چاند نے کی ہے۔ اس لئے کہ عرب یہ سمجھتے تھے کہ جو شخص برسا قر  
(نجومیوں کی ایک اصطلاح ہے) میں پیدا ہوتا ہے تو اس برسا کے اثر سے عموماً حاصل کے مت پر جو کمال یا جمل  
ہوتی ہے (اور جسے فتنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں) وہ سکر جاتی ہے اور عموماً حاصل مایا ہوتا ہے جیسا فتنہ شدہ  
کوئی کاہر ہے (اپنے بچے کے متعلق) عوام میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی فتنہ فرشتوں نے کر دی ہے۔

(شیخ جمال الدین ابن ہریم کے اس قول سے شیخ جمال الدین سہلانی کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے  
یہ انہوں نے ضد افس سفرئی میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا تھوں پیدا ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے  
(یہ کہ جیسے شیخ ابن ہریم نے لکھا ہے کہ تھوں پیدا ہونا تو آنحضرت ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کہ کہ آپ  
کے علاوہ دوسرے سول نبی بھی تھوں پیدا ہوئے ہیں اور ہی تھوں پیدا اور باصرف انبیاء کی خصوصیت ہے کہ  
نبیوں کے علاوہ عام لوگ بھی تھوں پیدا ہو جاتے ہیں)۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی فتنہ فرشتے نے کی تھی اور وہ فرشتہ حضرت جبرئیل تھے جیسا کہ  
بعض متحققین نے لکھا ہے کہ (آپ کی فتنہ حضرت جبرئیل نے اس دن کی جس دن آپ کا یزد جاگ کیا گیا تھا  
جب کہ آپ اس زمانے میں اپنی دایہ حضرت علیہ سعدیہ کے پاس رہتے تھے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ  
حدیث منکر ہے (یعنی اس پر اجماع نہیں کیا جاسکتا)۔

کیا فتنہ بعد میں ہوئی؟..... ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی فتنہ آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں  
دن آپ ﷺ کے والد ابو مطلب نے کی تھی، مگر حاکم عراقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند غیر صحیح ہے۔ اور  
یہ ساتویں دن فتنہ اسی وقت کی گئی جب کہ ابو مطلب نے آپ کا حقیق کیا تھا اور اس موقع پر ایک دن صدق کیا  
تھا جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہو گا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: وہ لوگ روایتوں کا (یعنی تھوں پیدا ہوئے اور یا بعد میں فتنہ کئے جانے کے  
منکر وہ نہ ہے جس کا وہی ضعیف ہو اور وہ قوی دہلوی کی مخالفت کرے۔

مخلوق (اختلاف دور کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ غصہ شدہ تو پیدا ہوئے ہوں مگر مکمل طور پر غصہ نہ ہوں جیسا کہ اس قسم کے واقعات میں عام طور پر ہوتا ہے (کہ جو بچے غصوں پیدا ہوتے ہیں ان کی غصہ مکمل نہیں ہوتی اور پھر بعد میں اسے چھوڑ کر لاپرواہ ہے) چنانچہ کب غصہ کے دوائے بعد میں آپ کی غصہ مکمل کر گئی ہو (مگر ان دونوں روایات میں موافقت پیدا کرنے کے بعد) آنحضرت ﷺ کے اس قول کی مخالفت ہوتی ہے جو بیچے بیان ہو چکا ہے کہ میرے رب کی طرف سے میرا شرف یہ ہے کہ میں غصوں پیدا ہوں اور کسی نے میری شرم گاہ نہیں دیکھی۔ (یعنی بظاہر غصہ کی وجہ سے) (جو شرمگاہ پر دوسروں کی نظر پڑتی ہے آپ اس سے محفوظ رہے) بشرطیکہ یہ روایت صحیح ہو جیسا کہ بیچے بیان ہو چکا ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت صہبی کی غصہ ایک آلے (یعنی آستر سے وغیرہ) کے ذریعہ کی گئی تھی (حالانکہ بیچے بیان ہوا ہے کہ حضرت صہبی ان غصوں میں سے ہیں جو غصوں پیدا ہوئے لیکن ان دونوں روایات میں بھی اسی طریقہ پر مطابقت اور موافقت پیدا کی جاسکتی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ (یعنی غصوں پیدا ہوئے ہوں مگر غصہ مکمل نہ ہوا اس لئے بعد میں کسی آلے کے ذریعہ غصہ مکمل کی گئی ہو اور وہ آکر جس سے حضرت صہبی اور آنحضرت ﷺ کی غصہ کی گئی جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپ کے دوائے آپ کی غصہ کی تھی اسی مشہور آکر ہے جس کو آستر کہتے ہیں۔ اگر یہ آکر آستر نہ ہوتا تو یقیناً اس کو بیان کیا جاتا کہ یہ کسی مخلوق روایات میں تفصیل ذکر آنے کے اسباب کافی موجود ہیں (یعنی جیسا کہ عام طور پر ہر تفصیل روایات میں مل جاتی ہے اور کوئی خاص بات ہے تو اس کا ذکر ضروری روایات میں ملتا ہے اس لئے اگر آستر کے بجائے جو اس مقصد کے لئے عام طور پر استعمال ہوتا ہے کوئی دوسری چیز استعمال کی جاتی تو اس کے مخلوق روایات میں ذکر ضرور ملتا ہے ورنہ بعض مؤرخین کا قول ہے جو یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی غصہ کی گئی تھی)۔

**تخلیق کامل**..... یہاں یہ اجمال نہ کیا جائے کہ (آنحضرت ﷺ اگر غصوں پیدا ہوئے ہیں تو) مصلحتاً مکمل کی اگلی کمال (جو غصہ میں کافی پہنچتی ہے) موجود نہیں رہی ہو گی اور یہ انسان کا غلیظ اور انہی نقص کئے کے (جنگہ آنحضرت ﷺ کے مخلوق یہ بات نہیں سوچنی چاہی) کیونکہ انسان کے قلب کا وہ سیاہ اور جودان میں شیطان کا حصہ نہ ہو گا (اور ہوتا ہے) (اور جس کو نکالنے کے لئے آنحضرت ﷺ کا سینہ پاک کر کے صاف کیا گیا تھا) آپ اس کے بغیر بھی پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ آپ کے جسم مہدک میں موجود تھا اور اس کے (شیطان کا حصہ ہونے کے باوجود) آپ کے جسم اطہر میں پائے جانے کی سخت گنجائش کی جاتی ہے کہ وہ آپ کی تخلیق کو مکمل کرنے کے لئے ہی آپ میں رکھا گیا تھا (اور بعد میں ملائکہ کے ذریعہ صاف کر دیا گیا۔ تو کیا اجمال کا حاصل یہ ہو کہ جب محل آپ کی تخلیق کو مکمل کرنے کی غرض سے اس سیاہ دانے تک کو جو جسم میں شیطان کا حصہ اور مرکز ہوتا ہے آپ کے جسم اطہر میں رکھا گیا تو مصلحتاً مکمل کی اس کمال کے بغیر آپ کو کیسے پیدا کر دیا گیا ہو کہ اس سیاہ دانے کے مقابلے میں بہت کمزور رہے کی چیز ہے اور وہ شیطان کا مقام بھی نہیں ہے، لہذا آپ کے غصوں ہونے کی صورت میں یہ اجمال پیدا ہو سکتا ہے)۔

بے پردگی سے قدوسی تحفظ..... اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ آپ اس کمال یا جہلی کے بغیر اسی لئے پیدا کئے گئے تھے تاکہ آپ کی انسانی خلقت مکمل ہو کہ وہ یہ مکمل باقی نہیں رہی جاتی اور اس کو نکال کر نکالنے کی صورت میں ہر آدمی کی شرمگاہ کا کھٹا ضروری ہوتا ہے (کیونکہ غصہ دوسرا آدمی کرتا ہے اور اس کے ساتھ

دوسرے لوگوں کی نظر بھی کوئی کی شر نگاہ پر پڑتی ہے (اس لئے یہ تو خود آدمی کی خلقت کا ایک نقصان ہی ہے کہ اس کے جسم میں کوئی حصہ پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی شر نگاہ پر دوسروں کی نظر پڑتی ضروری ہو۔ اسی لئے آپ کے جسم میں ایسی کوئی چیز رکھی ہی نہیں گئی جس کی وجہ سے آپ کی شر نگاہ پر دوسروں کی نظر پڑ سکے) چنانچہ خلقت کا یہ نقصان ہی تو خلقت کا عین کمال ہے برعکس (قلب میں پائے جانے والے ایسے دانے کے (جو اس کے پائے جانے سے انسان کی خلقت مکمل ہوتی ہے اور وہ جسم کا ایسا حصہ نہیں کہ بدن کو شیطان سے پاکیزہ کرنے کے لئے اگر اسے نکالا جائے تو شر نگاہ کی بے پروگی ہوتی ہو۔ اس پیدا دانے کے مصلحتی علماء و محققین کہتے ہیں کہ ہر انسان کے قلب میں اس کے قریب ہو تا ہے اور کیا بدن میں شیطان کا مقام اور مرکز ہو جائے کہ وہ ہمیں سے پورے بدن میں سرایت کر جائے اور کوئی کوئی تاجیہ نکال کر تاجے۔

عرب میں بچے کی خدمت کی عمر۔۔۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس بات کو ثابت کیا کہ بچے کی خدمت ساتویں دن کی جائے کیونکہ اس میں بدویوں سے عہد پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے ساتویں دن ان کی خدمت کی توئی سر اٹکل نے اس کو سنت اور اپنا شعلہ نکالیا اور وہ اپنے بچوں کی خدمت ساتویں دن ہی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بچے حضرت اسماعیلؑ کی خدمت تیرہ سال کی عمر میں ہوتی ہے۔ ابراہیمؑ اس میں عہد کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کی اس عمر میں خدمت کے عہد سے ان کی عمارت یعنی عربوں میں اسی سنت کا رواج ہو گیا۔ اسی بات کی تائید (یعنی تیرہ سال میں خدمت ہونے کی) حضرت ابن عباسؓ کے قول سے بھی ہو رہی ہے کہ لڑکے کی خدمت اس عمر میں کرتے ہیں جب وہ بلوغ کے قریب پہنچ جاتے۔ اس سے تیرہ سال کی تائید اس لئے ہوتی ہے کہ اسی عمر میں لڑکا بلوغ کے قریب پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر کیا تھی تو انہوں نے کہا کہ اس وقت میری خدمت ہو چکی تھی۔ یعنی بلوغ کے ابتدائی حصہ میں عقد وائے اطمینان۔

وقت ولادت شہادت توحید۔۔۔۔۔ آنحضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو زمین پر اس طرح پھریں گئے کہ آپ کی طہنی بعد تھی اور شہادت کی انگلی اس طرح اٹھی ہوئی تھی جس طرح اس سے شیخ (یعنی نبی) میں خدا کی وحدانیت کا اعلان کیا کرتے ہیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں:- ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے بعد جب میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ مجھ میں تھے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اس طرح اٹھا رکھی تھیں جیسے کوئی اعتنائی شہداء و غرضاء کے ساتھ عہدت کرنے والا ہو جائے (چونکہ اس روایت میں لفظ ”انگلیاں“ ہے جبکہ کچھ روایت میں صرف شہادت کی انگلی کا ذکر ہے اس لئے روایتوں کے اس اختلاف کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو گا اس لئے کہ ممکن ہے انگلیوں سے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں مرو لوں اور والدہ اطمینان۔

پیدائش کے وقت صورت مجیدہ۔۔۔۔۔ پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے بعد سے کی حالت میں ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کی ابتدا اسی اللہ تعالیٰ سے قرب کے ساتھ ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ابن سعدؒ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ اپنے ہاتھوں پر نیچے ہوئے تھے اور سر آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

آپ اپنی تخیلیوں اور گھٹنوں کے شے بن گئے ہوئے تھے اور آپ جتنے کی نگاہیں آسمان کی طرف تھی ہوئی تھیں رہے۔  
حیات پاکیزہ کی ٹیکہ ابتدا..... قول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ آپ گھٹنوں کے غلے  
 بن گئے ہوئے تھے۔ یہ حضرت آدم کی اس روایت کے خلاف نہیں جس میں وہ لکھتی ہیں کہ جب میں نے آپ کی  
 طرف دیکھا تو آپ مجھ سے کی حالت میں تھے۔ کیونکہ ممکن ہے آپ آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے پیدا  
 ہوئے ہوں اور آپ جتنے کی نگاہیں آسمان کی طرف تھی ہوئی ہوں اور اس کے بعد آپ جتنے مجھ سے کی حالت میں  
 آگئے ہوں۔ اسی طرح ان دونوں روایتوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے جن میں سے ایک میں یہ ہے کہ آپ  
 اس حالت میں پیدا ہوئے کہ آپ کی منگی بند تھی۔ اور دوسری میں یہ ہے کہ آپ تخیلیوں کے غلے بن گئے ہوئے  
 تھے کیونکہ ممکن ہے (کہ پیدائش کے وقت آپ تخیلیوں کے غلے بنی ہوئی تھیں) تخیلیوں کے ساتھ زمین پر  
 قریب لائے ہوں اور پھر آپ نے سوائے شہادت کی انکی کے باقی انگلیاں مڑا کر منگی بند کر لی ہو (اس  
 روایت کے جس میں ہے کہ آپ پیدائش کے وقت گھٹنوں کے غلے تھے) یہ قول بھی مخالف نہیں ہو تاکہ آپ  
 منگی بند بن گئے ہوئے تھے اس خلود پر کہ زمین پر قریب لانے کے فوراً بعد ایسا ہو اور گا۔ اور جہاں تک (مکمل  
 روایت میں) صرف گھٹنوں کا ذکر کرنے کا سوال ہے (بکہ دوسری روایت میں گھٹنوں سے پہلے تخیلیوں کا بھی  
 ذکر ہے) تو اس سے کہنے اور تخیلیوں کو مڑا لینے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ بعض علماء کے کلام میں میں نے  
 یہ بھی دیکھا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھا اور اقبال دوسرا ہاتھ شرمگاہ  
 پر رکھا اور اقبال روایت قابل خود ہے۔ واللہ اعلم

آنحضرت جتنے کے پیدائش کے وقت آسمان کی جانب سر اور نگاہیں اٹھائے ہوئے ہوئے کے مصنفین  
 تعیدۃً عزیز کے مصنف نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے

وَالْأَعْيُنُ رَاقِبَةٌ فَلَمَّا تَرَفَعَ الْجَبَلُ الْكَافِي تَرَفَعَتْ تَحْتَهُ

ترجمہ: پیدائش کے وقت آپ اپنا سر اور نگاہیں اٹھائے ہوئے تھے اور اس سر کے اٹھانے میں اس طرف  
 اشارہ تھا کہ آپ عظمت اور مرداری والے ہیں۔

وَالْأَعْيُنُ رَاقِبَةٌ فَلَمَّا تَرَفَعَ الْجَبَلُ الْكَافِي تَرَفَعَتْ تَحْتَهُ

ترجمہ: آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں اور آپ کی نگاہوں کا بلند کرنا آپ کی بلند ہوا  
 شان کا اعلان کر رہا تھا۔

کیفیت ولادت میں علو شان کا اشارہ..... یعنی آپ جتنے کی والدہ نسب آپ کو جنم دیا تو آپ اس حالت  
 میں تھے کہ آپ جتنے کا سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا اور اس سر کے اٹھنے میں جس عالم میں قریب لانے کے  
 بعد آپ کا سر سے پہلے اٹھل تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو نہ نہ دوسری عالم حاصل ہو گی۔ اور  
 آپ جتنے کی والدہ نے آپ کو جنم دیا تو آپ اس حالت میں تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف تھی ہوئی تھیں اور  
 اس اشارہ سے میں آپ کی بلند پروری کا اشارہ پر شہدہ تھا کیونکہ آپ کی نگاہوں کا سر کرنا آپ کے بلند ہوا امر ہے اور  
 عظیم الشان مقام کا ہے اور ہوا۔

تفسیر زمین کی قال..... بحر ماحر شانی فرماتے ہیں: ایک روایت ہے کہ پیدائش کے بعد آنحضرت جتنے

نے اپنی منگی میں کچھ منی اٹھائی اور پھر آپ ﷺ کے ہاں گئے۔ یہ بات نبی کریم کے ایک شخص کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر یہ حال سچا ہے تو یہ بچہ تمام روئے زمین پر غالب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے منی کو (یعنی زمین کو) منگی میں لیا اور وہ اس کی منگی میں آگئی۔

فال اس کو کہتے ہیں جس سے نیک شگون لیا جائے اور (اس کے مقابلے میں) ظہیر اس کو کہتے ہیں جس سے برا شگون لیا جائے۔ اس لئے فال، ظہیر کی ضد ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں فال (یعنی نیک شگون) لایتا ہوں ظہیر (یعنی برا شگون) نہیں لیتا۔

فال نیک کی حیثیت۔ ایک وفد آنحضرت ﷺ سے پوچھا کیا کہ فال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص نے (یعنی اچھی بات سن کر اس سے نیک شگون سرا لیا) اس کے مقابلے میں ظہیر اور بد شگون یہ ہے کہ عرب کوئی سفر وغیرہ یا کام کرنے سے پہلے پر عدوں کو ان کے گھوڑوں سے لڑا کر دے۔ اگر وہ ہائیں چاہے گا تو کہ چلا جاتا تھا تو اس کو بد شگون سمجھتے تھے اور سفر وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ اس کو آنحضرت ﷺ نے بجا فرمایا ہے (آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نہ پندی کے متدوی ہونے (یعنی مرض کے نذر نہ گھٹنے) کو ماننا ہوں اور نہ بد شگون کو بلکہ مجھے فال پسند ہے جو اچھی بات اور نیک شگون ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں فال نیک کو پسند کرتا ہوں۔ بعض محققین نے فال اور غزال کے درمیان بھی فرق کیا ہے۔ چنانچہ فال آدمی سے سنی ہوئی (یا چھٹی) بات سے لی جاتی ہے اور غزال کا مطلب ہے پرندوں کے ہاتھوں پر ان کی قواہل اور لڑائیوں سے شگون لینا)۔

مرض میں چھوٹ چھات کی حیثیت۔ (پہلی روایت میں آنحضرت ﷺ کا قول ہے کہ میں پندی کے متدوی ہونے (یعنی نذر نہ گھٹنے) کو نہیں ماننا یہ قول اس روایت کے خلاف چلتا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ قیدہ ثقیف کے وفد میں (جو آنحضرت ﷺ کے پاس گیا تھا) ایک شخص قاضی کو زندہ اور جذام کا مرض قتل (وہ وفد کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا، مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ اس کو جذام کا مرض ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس نہ رکھنے کے لئے اس سے کہا یا کہ ہم نے تمہاری بیعت سے لی اس لئے وہیں موت ہوا یا پھر چچہ وہاں چلا گیا اور آپ ﷺ نے اس سے مصافحہ بھی نہیں کیا۔ یہ بھی روایت آتی ہے کہ جذامیوں کی طرف مستقل مسدود رکھ کر ان کے چہرے کو اپنے جس سے وہ دونوں روایتوں میں مطابقت پیدا ہوتی ممکن ہوگی (یعنی اس روایت میں جس میں آپ نے مرض کے متدوی ہونے کو ماننے سے انکار فرمایا ہے۔ اور ان روایتوں میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جذامی آدمی سے مصافحہ بھی نہیں فرمایا۔ جذام کو زندہ کی وہ قسم ہے جس میں آدمی کا بدن گل جاتا ہے اور سفید داغوں سے مولا نکلتا رہتا ہے، ایسی طرح آئینہ الے بیان سے اس روایت کا بھی ان دونوں سے جو رنگ جانے کا جس میں ذکر ہے کہ آپ نے ایک جذامی آدمی کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ (کھانے کے) پیالے میں اپنا آنسو ڈال کر فرمایا کہ اللہ عزوجل کا نام لے کر وہ اس پر مگر ویر کرے ہوئے نہ ہوگا۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے علیٰ غور پر بھی رجعت کیا کہ آپ ﷺ چھوٹ کی پندی پر یقین نہیں دیکھتے)۔

قدیم عربوں کی شگون پرستی۔..... ذرا سب (جس کی فال نیک کا جھٹل سفر میں ذکر آیا ہے) لیکن بال پر زور اور حد پر ۲۴ م کے ساتھ۔ یہ نبی کریم کی ایک شاخ ہے۔ یہ لوگ پر عدوں کو لڑا کر ان کے زور پر اور اس کے بغیر بھی





فصل سے دہ پر مچل تو مجھے بتلایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے اور آپ کو چار اڑھار آپ کے گھر والے دہاں سے ہٹ گئے ہیں۔ اسی پر بدیل کے یہ شعر ہیں

من القوم  
الذين  
الذين  
الذين

ترجمہ: کیا قوموت اور اس کے خیال سے پریشان ہو گا ہے۔ نہ کہ گھبراہٹ والے کوئی کوئی مصلحت نہیں دیکھتا۔

وَالْمُحِبِّ الْعَبْدَ الْفَتَى  
الْمُحِبِّ كُلَّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُ

ترجمہ: اب سوچا چنے پلے کا دہائی ہے تو میں نے کسی تغیر اور سماج کا کارگر ہوتے نہیں دیکھا۔

والجلدي للمصابين  
في أرواح الطمع

ترجمہ: اٹلی نے بد خواہوں کو رکھنا دیا ہے کہ میں زمانے کے فریب کے سامنے جھکے والا نہیں ہوں۔

والطرس إذا راجع إلى قلبه انضم

ترجمہ: نفس کو اگر تم زیادہ کی طرف راغب کرو تو وہ راغب ہو جائے گا پھر اگر اسے کم (بیل و دولت) کی طرف

پھر وہ تو ہائی پر وقت کر لے گا۔

شگون کا ایک دلچسپ واقعہ..... پر عیسیٰ کی لڑائی سے شگون لینے کے سلسلے میں بعض لوگوں نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک دیرانی (جو قال لینے کے علم سے واقف تھا) قاضی ابو نعیم حری زبانی کے گھر آیا تھا قاضی سے اسی وقت اس گھر میں ایک دوست ہر ایک کو آکر بیٹھا وہ کہہ دیا کہ یہ گھر کا اور حکایت اس دیرانی سے تھی دوسرے لوگوں کی موجودگی میں قاضی ابو نعیم سے انکار کیا یہ کہتے ہیں کہ وہاں ہے کہ اس گھر کا ایک سات دن کے بعد مر جائے گا یہ سن کر لوگ ایک دم بکرا اٹھے اور دیرانی کو ڈانٹتے پھٹکے گئے۔ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور قاضی کا ایک سات دن کے بعد اس قاضی کا انتقال ہو گیا۔

پرنعوں سے شکوے کیا شرک..... شکوے اپنے گھر پر عداوت کو (اس مقصد سے لڑنے کی اس جدت میں ممانعت آئی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پرنعوں کو ان کے گھوٹلوں میں بیٹھے رہنے دو یعنی انہیں اس مقصد سے مت لڑو۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر نبی کی طرف سے ان لوگوں کا اثر ہے۔

ایک حد تک میں ہے کہ جس نے اپنی ضرورت کے لیے جو نے نہ ہونے کے متعلق یہ دعویٰ کیا اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس عقائد کے ساتھ جیسا کیا کہ اس انسان کا طریقہ زندگی ہے۔

ایک مدد سے ہے کہ جس کو ہر عہد کی فلاح سے ہر اشکوں معطوم ہو رہا ہے۔ انھیں لانا نہیں  
بالعسائتِ اِلَّا نَتَّ وَلَا يَطْعَمُ السَّيِّئُ اِلَّا نَتَّ وَلَا تَوَلَّ وَلَا تَوَلَّ اِلَّا نَتَّ یعنی اے اللہ! تو شکوہ چیزیں ظاہر کرنے  
والا تیرے سوا کوئی نہیں اور ناگوار چیزیں دور کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں اور تیرے سوا کسی میں کوئی طاقت اور  
قوت نہیں ہے۔

یعنی اے اللہ سب پر تجھے ہی اور میری بھائی تجھی ہی میں اور تجھے سوا کوئی مہارت کے لائق

نہیں ہے۔ یہ پڑھ کر اپنا کام شروع کرے (اللہ اللہ) اور ابو گابر عدلی کی ازمن سے عقیدہ کا اہتمام معلوم کر رہے اصل اور شرک ہے ایک روایت میں ہے نہ تو بھوت کی پکاری کوئی چیز ہے نہ پر عدلی کی ازمن اور ہام ہام (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اور نہ صغر یعنی ہیبت کے کیزے کوئی چیز ہیں (صغر کی تفصیل آگے دی ہے)۔  
**دعاء تحفظ**۔۔۔ ہام سے مراد یہ کہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جب کوئی شخص قتل ہو جاتا ہے تو جب تک اس کے قاتل سے اس کا بدلہ نہ لیا جائے اس کا ایک پر عہد ظاہر ہو جاتا ہے جو اس مقتول کی قبر کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ میرے قاتل کے خون سے میری پیاس بجھو، میرے قاتل کے خون سے میری پیاس بجھو۔ یہ پر عہد اس وقت تک یہی کہتا جاتا ہے جب تک کہ مقتول کا بدلہ نہ لے لیا جائے اس کو عرب ہام بھی کہتے تھے۔ اور ہاتھ نکروہ کے ساتھ جو ہے وہ صاحب بنو اور ان جیسے دوسرے ذہریہ کینوں کو کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت حسن بنو حضرت حسینؑ اور دعا پڑھتے تو یہ چھا کرتے تھے نہ۔

أَبْعَدُ نَحْمًا يَتَخَيَّلُهَا قُلُوبُ الْمُتَعَذِّبِينَ نَحْمًا يَتَخَيَّلُهَا قُلُوبُ الْمُتَعَذِّبِينَ نَحْمًا يَتَخَيَّلُهَا قُلُوبُ الْمُتَعَذِّبِينَ نَحْمًا يَتَخَيَّلُهَا قُلُوبُ الْمُتَعَذِّبِينَ  
 کلموں کے ساتھ پڑھا تھا ہوں اہم شہداءوں اور کینوں کو کڑوں سے اور یہ نظر ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے کہ حضرت ابو ابراہیم اپنے بھائی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسماعیلؑ پر ایک دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

تک صفر کے بارے میں امام نووی نے کہا ہے کہ اس سے مراد اور اور ایک کا ساتھ یا کیزا ہے جس کے بارے میں عربوں کا خیال تھا کہ یہ کوئی کے دہلے میں ہو جاتا ہے اور جب اس کو بھوک لگتی ہے تو دہلے میں گانا ہے۔ (تک صغر کی یہی تشریح صحیح ہے جیسا کہ امام علاء نے بیان کی ہے۔ امام مسلم نے یہ تفسیر حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے جو اس حدیث سے روایت ہیں جس میں یہ الفاظ قیام کے ہیں اور اس طرح ہی تفسیر صحیحہ سے نقل ہے۔  
**وقت ولادت نور کی شعلہ**۔۔۔ ان حدیث سے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب میری والدہ نے مجھے جنم دیا تو اس سے ایک نور نکلا جس سے شام کے عکاسات جھلکا گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی والدہ نے کہا کہ ان کے (یعنی آنحضرت ﷺ کے) ساتھ ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی پھیل گئی اور اس سے شام کے عکاسات اور اس کے بازار جھلکا گئے یہاں تک کہ مجھے میری میں چلنے والے انسانوں کی گردنیں تک نظر آئیں۔ (یعنی صغر میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا اور ان سے نکلا۔ اس سے شام کے عکاسات جھلکا گئے اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی ہیں۔

**اس نور سے عالم میں جگمگاہٹ**۔۔۔ یہاں غالباً دوسرے نبیوں کی مثال کے لئے کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ نور دیکھتی ہیں اس طرح نہیں کہ ان سے شام کے عکاسات جھلکا گئے۔ جہاں تک شام کے عکاسات کا تعلق ہے تو ان سے مراد تمام لوگ ہیں۔ خاص طور پر میری ہی نہیں اور خاص طور پر میری کو ذکر کرنے سے غالباً مراد یہ ہے کہ وہاں نور سب سے زیادہ نور ای لئے حضرت آدمؑ نے یہ کہا کہ مجھے میری میں انسانوں کی گردنیں نظر آئے تھیں۔ یہ ممکن ہے یہ مراد ہو کہ ایک حد انسانوں نے خاص میری میں نور کا ہنسا دیکھا اور دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ وہاں سے بھی آگے تک پہنچا ہو۔ یہ قابلِ غور ہے۔

**قصیدہ عباس** میں اس نور کا ذکر۔۔۔ اسی نور کی طرف آنحضرت ﷺ کے چچ حضرت عباسؓ نے اپنے اس قصیدے میں اشارہ کیا ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں اس وقت لکھا تھا جب آپ ﷺ غزوہ تبوک



کہ اس بارے میں (یعنی ہر کے دن میں) کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ جو یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ جو کے دن پیدا ہوئے خدا کی قسم اس نے لکھی کی (یعنی ان بعض محققین کو یہی طور پر یہ علم حاصل ہوا کہ آپ ﷺ جو کے دن ہی پیدا ہوئے ہیں) چنانچہ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا۔

وقت ولادت۔۔۔ (آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت کے بارے میں کہ ہر ایسی بکھور حافظہ ابن عباسؓ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت صبح سویرے یعنی طلوع فجر کے وقت تھا اس بات کا ثبوت آپ ﷺ کے دوا عبدالمطلب کا یہ قول ہے کہ میرے پہلے ولادت اور صبح کے گھنٹے کے وقت ایک لڑکا پیدا ہوا۔

تاریخ ولادت۔۔۔ حضرت سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ دن کے وسط یعنی درمیان میں پیدا ہوئے اور اس وقت تاریخ الاول کی تیار ہوا انہیں گزربھی تھیں (یعنی تاریخ الاول کی بدھویں تاریخ تھی)۔ اور آپ ﷺ کی پیدائش تاریخ کی فصل کے زمانے میں ہوئی۔ کسی نے اپنے شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

يَوْمَئِذٍ قَامَ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ  
وَقَوْلُ وَفَقِي يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ

وہاں صلی ہمیں دکھائی ہے

اور یہ بات بتلے دلوں کو چٹھی لکھی ہے

يَوْمَئِذٍ قَامَ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ  
وَقَوْلُ وَفَقِي يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ

میرا چہرہ اور میری پیدائش کا وقت اور میری پیدائش کا مہینہ جو عہد کی چاند کی طرح ہے فصل و تاریخ ہے جس سے اور تاریخ الاول ہے

علامہ شافعی کہتے ہیں کہ اس پر (یعنی تاریخ الاول کی بدھویں تاریخ پر) علماء کا اتفاق ہے اور اسی پر عمل ہے یعنی شہرہاں میں اور خاص طور پر کے دلوں کے آپ کی جائے پیدائش کی نوبت کے سلسلے میں اتفاق ہے یہ بھی روایت ہے کہ (آپ کی پیدائش تاریخ الاول کی دس تاریخ کو ہے اور اس کو درست قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ اس کو درست قرار دینے والے علامہ حافظ دسماقی ہیں۔

(اس دوسری روایت کو صحیح قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی روایت (یعنی بدھویں تاریخ) میں ابن ابی اسحاق نے کہا ہے کہ اس روایت کو ابن اسحاق نے بغیر سند (یعنی سلسلہ روایت کے) منقول کیا اور اس کے راویوں کا سلسلہ اور ان کے ہاں غیرہاں کہ نہیں کے طور پر طریقہ دست میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ابن اسحاق نے اس روایت کا سلسلہ (یعنی روایت کرنے والوں کے نام لاکر بھی لکھے ہوتے تو ان کی روایت کو قبول نہ کیا جاتا کیونکہ علماء نے ابن اسحاق پر شکریں کی ہے (یعنی ان کی نقل کی ہوئی روایتوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھا ہے) چنانچہ ابن ابی اسحاق نے انہیں روایتوں نے کہا ہے کہ ابن اسحاق کی روایت کی ہوئی حدیثیں بہت اور دلیل میں چلی جائیں، نیز امام مالک نے ان کو جمعہ کہا ہے۔ (ابن اسحاق کو جمعہ کہنے کے سلسلے میں امام مالک پر بھی شکریں اور تنقید کی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک تک کسی ذریعہ سے یہ بات پہنچی کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مالک کی روایت کی ہوئی حدیث میرے سامنے پیش کر دو کیونکہ میں ان کی کزور میں کو چاہتا ہوں (جب یہ بات امام مالک کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ خود ابن اسحاق کا کیا معاملہ ہے وہ وہاں میں سے ایک

ہے جسے ہم نے مدینہ سے نکال دیا تھا مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ ابن اسماعیل ان حضرات میں سے ہیں جن سے شیخ ایک حدیثی ابن سعید نے روایتیں نقل کی ہیں بلکہ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ابن اسماعیل ایک مستحقر شخصہ میں مگر وہ نہ نہیں ہیں (۱) جس اس حدیث کو کہتے ہیں جو حدیث چنان کرتے ہوئے اس روایت کا نام نہ کر کے جس سے اس نے خود روایت کیا ہے بلکہ اس سے پہلے بالحدیث کے روایت کا نام نہ لگائے مگر اس طرح کے نقلوں سے ذکر کرے گا اس نے اس روایت سے خود روایت کیا ہے۔

تاریخ پیدائش پر دوسری روایات — ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اٹھویں سال ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت آنھوں نے اٹھویں سال ہجری کی بھی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ روایت (یعنی آنھوں نے پانچ سال کی بھی صحیح ہے دوسری کوئی صحیح نہیں ہے اور تمام سلف و تبع اسی روایت پر متفق ہیں۔ علامہ قطب مصطفائی (اسی روایت کے متعلق) کہتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اسی پر اتفاق کیا ہے۔۔۔ خلافت عہد میں ہمارے ان کے استاد اہل حق تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ربيع الاول کی دوسری تاریخ کو آپ کی پیدائش ہوئی۔ علامہ عبدالمطہر نے اسی روایت کو سب سے زیادہ مستقر قرار دیا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ربيع الاول کی چھارہ تاریخ تھی۔ یہ روایت ابن ابی شیبہ نے ذکر کی ہے مگر یہ حدیث مطول یعنی کثرت پر ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ بارہویں ربيع الاول کے باقی تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان کی بارہ تاریخ تھی اور ایک قول ہے کہ رمضان کی آخری تاریخ تھی۔ اس روایت (یعنی آٹھویں رمضان کو بہت سے علماء نے درست قرار دیا ہے۔ یہ قول اس روایت کے مطابق ہے جو پیچھے گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ چنانچہ آنسہ کے شکم مبارک میں بصورت عمل یوم تشریق (یعنی ذی الحجہ کی نو تاریخ سے تیرہویں تک) ایام عاشوراء (یعنی عرم کی دسویں تاریخ میں تشریف لائے اور آپ پاد سے نو بیسے والدہ کے پیٹ میں رہے۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ روایت بہت زیادہ غریب ہے۔ (حدیث غریب کی تشریف پائی قطعاً میں گزر چکی ہے اس روایت کو اس لئے ڈالے یہ دلیل دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر رمضان کے ہی بیسے میں ذی ہجرت تھی اس لئے آپ کی پیدائش اسی مہینے میں ہونی چاہئے گی۔ نیز اس بنیاد پر کہ حضرت آنسہ کے حمل میں آنحضرت ﷺ یوم تشریق میں ولادہ ہوئے۔ دوسری قاضی احمد بن حنبلہ کثرت پر ہو جاتی ہیں۔

مشہور قول پر ریح الاول میں ولادت..... طہر عثمانی کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ مضر کے مینے میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ ریح الانبیاء میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق عزم میں اور ایک قول کے مطابق دوسری عزم کو ولادت ہوئی۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ دوسری عزم کو پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ عزم کی بجائیں ہرجا کو پیدا ہوئے لہذا..... طہارہ انبیاء نے لکھا ہے کہ یہ قول یعنی دوسری عزم کی پیدائش اس روایت کے مطابق نہیں ہو گا جس میں ہے کہ حضرت آمنہ نے امام عسکریؑ میں آنحضرت ﷺ کو حمل میں لیا اور یہ کہ آپ ﷺ چورے نو مینے اپنی والدہ کے پیٹ میں رہے (کیونکہ امام تشریف لینی ذی الحجہ کی نویں سے تیرہویں ہرجا تک کے دوران حمل ہوا تو عزم کی دوسری ہجرت تک صرف ایک مہینہ بننا ہے اور اگر انکا عزم سر لایا جائے تو تیسرا مہینہ بنتے ہیں جبکہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چورے نو مینے حمل کی صورت میں رہے طہری طرح کا انتقال دوسرے اقوال میں بھی پیدا ہوا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہستان یعنی جھوٹ صرف اسی قول (یعنی دوسری عزم کو پیدائش ملنے لہذا) میں ہی نہیں ج تاہم دوسرے اقوال اور روایتوں کو ملانے کی صورت میں بھی پیدا ہوا

ہے مثلاً مضاف کے سینے میں پیدائش ماننے پر بھی یہی اشکال ہو تا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اصل رجب کے سینے میں ہوا تھا اس کو ماننے کی صورت میں یہ مشہور قول درست ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کی ولادت رجب الاول کے سینے میں ہوئی (کیونکہ اس طرح سے رجب الاول تک تو سینے میں ہوتا ہے)۔

بلکہ رجب الاول اور رجب کا دن ..... جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے دن میں بھی اختلاف ہے اس لئے اس سلسلے میں لکھتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے دن رجب الاول کے سینے میں پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کو رجب الاول کے ہی سینے میں ہی کے دن ہی نبوت ملی اور آپ ﷺ کے ہی دن رجب الاول کے ہی سینے میں روئے کو ہجرت فرمائی اور ہی کے دن رجب الاول کے ہی سینے میں آپ ﷺ پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی اور ہی کے ہی دن رجب الاول کے ہی سینے میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت مستند زیادہ غریب ہے۔

بوقت شب ولادت کا قول مکرر ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش دن کے وقت میں نہیں ہوئی بلکہ رات میں ہوئی۔ چنانچہ حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رات کے وقت جب آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی تو وہاں موجود تھیں اور کئی تھیں کہ میں گھر میں میں بیچ پر بھی نظر ڈالنی تھی تو وہی نور ہو رہا تھا وہی نور تھی اور وہی نور تھی آخر آئی تھیں کہ میں مندرجہ کو دیکھتی تھی کہ وہ قریب آتے ہا ہے ہیں (یعنی نیچے گرتے آتے ہیں) میرا تک کہ میں کئی تھی کہ وہ مجھ پر آگئیں گے۔ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطروح ہے (حدیث مطروح کی تعریف پیچھے کر رہی ہے)۔

علاء میں سے ایک اور کہ کہتے ہیں کہ یہ روایت کہ آپ ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے، میرے نزدیک درست نہیں ہے کیونکہ اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ کا ایک قول ہے جو ثابت ہے اور مستند روایوں کے بارے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ہی کے دن کے روزے کے حلق پر چھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا تھا اس لئے اسی دن کے روزے کی فضیلت ہے اور عوام دن کو کہتے ہیں جیسا کہ (ع) کا لفظ دن کے لئے (آخر کتاب) پاک میں استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ روزہ دن میں ہی ہو تا ہے (اس لئے روزے کے حلق سوال کے جواب میں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمایا کہ میں اسی دن میں پیدا ہوا تھا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش رات کے وقت نہیں بلکہ دن کے وقت ہوئی تھی۔ مگر علامہ بدر دہلوی کہتے ہیں کہ عثمان ابن ابوالعاصؓ کا پیچھے گزرنے والا قول اگر درست مان بھی لیا جائے تو اس میں ایسا کوئی اختلاف نہیں جس سے مطوم ہو کہ آپ ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب نبوت کا زمانہ ہوتا ہے تو اس میں عجیب و غریب واقعات پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ یہ تک ممکن ہے کہ دن کے وقت میں سترے ٹوٹ ٹوٹ کر گر جائیں۔ چہ جائے کہ یہ کہا جائے کہ ٹوٹنے کے قریب ہو گئے تھے خاص طور پر اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی ولادت فجر کے وقت کے قریب ہوئی کیونکہ یہ وقت رات سے ملا ہوا ہوتا ہے مگر نبوت کے زمانے میں عجیب و غریب واقعات ظہور میں آیا کرتے ہیں اور سترہ کا ٹوٹ کر گرتے ہوئے مطوم ہونا تو نبوت کی بات ہے اس زمانے میں یہ تک ممکن ہے کہ سترے دن کے وقت میں ٹوٹ ٹوٹ کر گر جائیں۔ دوسرے یہ کہ اگر فجر یقیناً تر کے وقت میں لیا جائے تو اس میں اشکال کی بات ہی نہیں رہ جاتی کیونکہ یہ وقت بھی ہوتا ہے کہ رات اور صبح ملتی ہوئی ہوتی ہیں۔ سترے موجود ہوتے ہیں

مگر یہ ولادت کا وقت نہیں ہوا، اس لئے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان کی ولادت میں جس میں قصائد کا ذکر نہیں ہے یہ ایک وقت مراد ہو۔

آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت میں جو اختلاف اور تردد ہے کہ کہلات کے وقت ہوئی یا نہ ہونے کے وقت ہوئی اس کی طرف قصیدہ ہزرج کے شاعر نے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے

لَبَنَةً طَلَوْنِ أَهْلِيهِ نَحْنُ يَلْقَيْنَ مَوْرَدًا يَمْوَدُ وَنَزَرَهُ هَلَا

ترجمہ: آپ ﷺ کی پیدائش کی ولادت (یعنی پیدائش) بعد میں اسلام کے لئے خوشی و مسرت تھی اور اس دن میں سرور و شادی تھی۔

لَبَنَةً يَوْمَ بَنِي سَيْدَةِ الْفَضْلِ فَلَيْتَ شَرَفَ يَوْمِ حَوْلِ

یہی مہد کہلاتے حضرت آمنہ کے لئے اس عظیم فضیلت پر جو ان کو آنحضرت ﷺ کی ولادت سے حاصل ہوئی اسکی فضیلت جو حضرت حواء کو بھی حاصل ہوئی (کیونکہ وہ تمام انسانوں کی ماں ہیں اس لئے یہ فضیلت ان کو بھی حاصل ہے اور حضرت آمنہ کو بھی)۔

مِنْ رَضْوَانِ أَهْلِهَا حَقَّتْ أَحْسَدُ أَوَّاهِهَا بِمَنْ عَسَدُ

مگر حضرت حواء کے لئے یہ کون کر سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے حمل میں آنے اور ان کو آپ کی ولادت سے خاص (یعنی ولادت کے بعد) کا خون آپ۔

يَوْمَ نَالَتْ تَوَضُّعًا بَيْنَهُ دَفَّتْ مِنْ فَعْلٍ مَالَمَ تَلَّهُ قِسْمًا

وہ شرف اور اعزاز جو حضرت آمنہ کو آنحضرت ﷺ کی ولادت سے حاصل ہوا یہاں ہے جو دوسری کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔

شب میں ولادت کے دلائل۔۔۔ یعنی ولادت میں آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی اس کا وہاں ہر اسلام کے لئے زبردست خوشی اور مسرت کا وہاں ہے۔ چونکہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولادت دن میں ہوئی یا رات میں اس لئے شاعر نے دن اور رات دونوں کا ذکر کیا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی وجہ سے حضرت آمنہ کو جو اعزاز اور شرف حاصل ہوا اس پر حضرت آمنہ مہد کہلاتی تھیں ہیں۔ اور اس اعزاز اور شرف میں کوئی تکلیف اور مشقت نہیں ہوئی۔ یہ شرف حضرت حواء کو بھی حاصل ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کی ماں کمانے کا) اس لئے کہ وہ تمام انسانوں کی ماں ہیں۔ مگر حضرت حواء کو یہ اعزاز کبھی حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ ان کے پیٹ میں رہے ہوں اور اس ولادت کے بعد انہیں خاص کا خون آیا ہو جیسا کہ حضرت آمنہ کو اس دن یہ فخر و شرف حاصل ہوا جس دن انہوں نے آنحضرت ﷺ کو جنم دیا۔ کیونکہ یہ وہ عظیم خصوصیت اور زبردست اعزاز ہے جو دنیا کی کسی دوسری عورت کو حاصل نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کی رات کی قسم کھائی ہے۔

وَأَنَّهُمُ وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

ترجمہ: قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جبکہ وہ قرآن مجید سے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس رات سے (جس کی قسم کھائی ہے) اللہ تعالیٰ نے شب معراج مراد لی ہے۔ مگر یہ بات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے یہاں تک کہ دونوں باتوں کی قسم کھائی ہو (یعنی قصائد کو دونوں باتوں کے لئے

استعمال کیا گیا ہو۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت ہونے کے ثبوت میں ایک یہودی کا قول بھی ہے (یہ ایک عالم توری تھا) جس نے آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا (جس روایت میں آنحضرت ﷺ پیدا ہونے اس کی صبح میں اس یہودی عالم نے قریش سے بچھا کر کیا آنحضرت تم میں سے کسی کے یہاں پچھیدو اور اسے؟ قریش نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا کہ تو صرف ایک آخری راست کے نبی پیدا ہو گئے ہیں اور آپ روایت کھل طور پر آگے تشریح ہے نیز آگے وہ یہاں بھی آئے گا جس سے اس پیشین گوئی کی تفسیر بھی معلوم ہو گی۔ وہ یہودی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو (عرب کے عام دستور کے مطابق پیدائش کے فوراً بعد ایک برتن سے ڈھک دیا گیا تھا۔ (اس کی تفصیلات آگے صفحوں میں ذکر ہو رہی ہیں)۔

سن پیدائش..... (جہاں تک آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے سال کا تعلق ہے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ) آپ کی پیدائش عام قبل میں ہوئی ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) عام قبل سے مراد وہ سال ہے جس میں ابراہیم نے باقیوں کے فکروں کے ساتھ بیت اللہ شریف پر حملہ کیا تھا۔ عربی میں عام سال کو کہتے ہیں اور قبل یا بعد کو چنانچہ عام قبل یعنی باقیوں والے سال سے مراد یہی ابراہیم تھا ہے۔ اس سے عرب جہاں نوحی کا مطلب کرنے لگے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا حساب بھی اسی سال سے لگا جاتا ہے (ایک روایت یہ کہ ہے کہ) آپ ﷺ کی پیدائش کا خاص باقیوں والے دن میں ہوئی تھی (یعنی اسی روز جس دن کہ ابراہیم باقیوں کا فکروں نے کر لیا تھا) چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ باقیوں والے دن میں پیدا ہوئے تھے۔

ولادت عام قبل میں یا ہجری قبل میں..... حضرت قیس ابن عزمہؓ سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ باقیوں والے دن میں چاشت کے وقت پیدا ہوئے تھے اور ہم دونوں ایک ساتھ کے ہیں۔ علامہ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ فقہاء ان کے چھوٹے فقہاء سال درست ہے (یعنی باقیوں والے دن کے بجائے باقیوں والا سال)۔ لیکن کچھ ان کے الفاظ سے مطلق وقت اور زمانہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ چنانچہ انکی صورت اس کے مستحق سال سے بھی ہوتے ہیں جیسے کہ یوم الحج (یعنی حج کا سال یا زمانہ اور یوم بدر (یعنی فوج بدر کا سال یا زمانہ) لگایا جاتا ہے۔ اسی طرح "ہجری" دونوں ایک ساتھ کے ہیں۔ کے مستحق ہوں گے کہ ہم دونوں عمر میں متساوی ہوں (ب کے ساتھ) ہیں۔ (یعنی قریب قریب عمر کے ہیں) ہاں ایک عمر مراد نہیں ہو گی) لیکن اگر ایک ساتھ کے ہونے کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں (یعنی ہم دونوں ہاں ایک عمر کے ہیں) تو مطلب ہو گا کہ ہم دونوں عمر میں متساوی ہوں (دونوں کے ساتھ) ہیں (یعنی ہاں ایک عمر برابر عمر کے ہیں) مگر جہاں ان بیان میں یہ کہا گیا ہے کہ جب عام قبل میں اس دن پیدا ہوئے جس دن اللہ تعالیٰ نے اصحاب قبل (یعنی ابراہیم کے فکروں) پر اہل قبل پر دعویٰ کو (فکروں کی چابی کے لئے بھجلائے اس بعد کے نزدیک آپ ﷺ کی پیدائش یوم قبل یعنی عام قبل میں ہوئی ہے۔ یوم قبل سے اسی قصہ سے کے تحت عام قبل (یعنی سال) مراد لیا گیا ہے جس کے حقیقی معنی اسی ہجری کا قول پیچھے گزرا ہے۔ چنانچہ اسی بیان پر ابن عباسؓ کا یہ قول یوم قبل (یعنی دن) کے حقیقی گزرا ہے۔ اس کا مطلب دن کے بجائے مطلق وقت اور زمانہ لیا جائے گا جس سے وہ قول بھی (اس دن کے بجائے اس سال) پر صادق آجائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش عام قبل کے چھ سال بعد ہوئی (یعنی وہ سال ختم ہونے کے چھ سال بعد ہوئی)۔ اس پیشین گوشت سے مؤرخین نے تسلیم کیا ہے جن میں علامہ سبکیؒ بھی ہیں۔ بعض علماء نے اس قول کو ملحوظ



قول کیا ہے۔

پھر علامہ شافعی کہتے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ چھپن دن کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ واقعہ قتل کے چار دن بعد ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک ماہ بعد ایک میں ہے کہ دس سال بعد ایک میں ہے کہ تیس سال بعد ایک میں تیس سال بعد ایک میں چالیس سال بعد۔ اور ایک میں ہے کہ ستر سال بعد ولادت ہوئی۔ (مگر یہ سب کمزور قول ہیں)۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت واقعہ قتل کے چھپن دن بعد ہوئی تو اس کو صرف حافظہ دہانتی نے تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے میں کتب مواہب کی عبارت کو علامہ دہلوی نے اپنی کتاب آخری میں نقل کیا ہے جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ آپ واقعہ قتل کے سال میں پیدا ہوئے اس کو علامہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ اکثر علماء کے نزدیک مشہور ہے۔ امام غزالی کے استقلاط اور ایچ ایم مندر نے کہا ہے کہ اس قول کے درست ہونے کے متعلق علماء میں سے کسی کو بھی شک نہیں ہے۔ اس کے علاوہ امت سے حضرات نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔ ان حضرات نے لکھا ہے کہ اس کے خلاف جتنے بھی دوسرے قول ہیں وہ سب دہم ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت واقعہ قتل سے چند روز سال پہلے ہوئی مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ قول غریب اور غیر معتبر ہے۔ نیز بہت کمزور ہے۔

نور نبوت اور شاہ ابراہیم..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ سب سے تمیں قول ہونے کے آنحضرت ﷺ واقعہ قتل کے دن میں پیدا ہوئے یا اسی سال میں پیدا ہوئے یا یہ کہ واقعہ قتل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ ان تینوں اقوال سے حافظ ابو سعید نیشاپوری کی روایت کمزور ہو جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نور آپ کے دوا اور عبد المطلب کی چوٹائی میں چمکا تھا۔ (یہ روایت اس لئے کمزور ہو جاتی ہے کہ نور نبوت عبد المطلب میں سے نکل کر حضرت عبداللہ میں منتقل ہو چکا تھا۔ اس لئے واقعہ قتل کے زمانے میں یا اس کے دس سال بعد اگر آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے تو یقیناً اس سے بہت پہلے آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی پیدائش بلکہ حمل کے وقت نور نبوت عبد المطلب میں سے نکل کر حضرت عبداللہ میں آپ کا نور تھا اور ان کی شادی کے بعد حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا جو آپ کی ولادت تک ان میں رہا۔ چنانچہ اس کے بعد یہ روایت کمزور ہو جاتی ہے جو آگے گئی ہے کہ ابراہیم کے حمل کے وقت نور نبوت عبد المطلب کی چوٹائی میں چمکا تھا اور یہ کہ جب قریش خلیج سائی اور قحط میں مبتلا ہوئے تو عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر قحط پر پلے جاتے اور ان کے واسطے سبائی اور بادش کی دعا مانگتے اور اللہ تعالیٰ اس غوری برکت سے انہیں پانی سے سیراب کر دیتا اسی طرح وہ اللہ کے ابراہیم نے کئے پر چڑھائی کی تاک کیجئے کو احوال سے نور اس کھنسر یعنی عبادت گاہ کو کیجئے کی جگہ دے جس نے جوانی حتیٰ تاکہ لوگ (کعب کے بہانے) اس کھنسر کا جگہ کیا کر دی۔ یہ کھنسر ایک بہت بلند اور عظیم الشان عبادت تھی۔ ابراہیم نے اس کھنسر یعنی عبادت گاہ کو ہانے اور آواز کرنے میں حاصل قویہ کی تھی۔ اس نے اس میں سفید سنگ مرمر اور سونے کے کام والے نقشیں جگر لگوائے تھے۔ ابراہیم نے یہ حجر حضرت سلیمان کی چوٹی بقیس کے محل میں سے حاصل کیے تھے۔ اس کھنسر میں ابراہیم نے سونے چاندی کے ستون لگوائے اور بہترین سالی اور گدوسی لکڑیوں کے جبر ہوائے تھے۔ اس کام کے سلسلے میں ابراہیم نے جو مسزئی، نگارگر اور دوسرے لوگ لگائے ان سے کام

لینے کے لئے میں ہر اس نے بڑی سختیاں اور ظلم کئے (انہیں حکم تھا کہ صبح کو سورج نکلنے سے پہلے سب لوگ اپنا اپنا کام شروع کر دیا کریں) مگر کسی شخص کو کام پر پہنچنے میں اتنی دیر ہو گئی کہ سورج نکل گیا تو ایرہہ فوراً اس شخص کا ہاتھ کوٹ لیا تھا ایک مرتبہ ان کا ٹکڑا اس سے ایک شخص کو کھایا یہاں تک کہ سورج نکل آیا جب آٹھ بج گئی تو وہ شخص سزا کے دار سے سخت گھبرایا اسی وجہ سے (اس شخص کی بڑی سی بھی اس کے ساتھ ایرہہ کے پاس آئی اور بہت گڑبگڑا کر اس نے ایرہہ سے درخواست کی کہ ان کے بیٹے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ مگر ایرہہ نے اس صورت کی بات سنانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہاتھ ضرور کاٹ جائے گا آخر اس نے حیا کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ آج تو قرآن کی کھول سے میرے بیٹے کا ہاتھ کاٹ دے اس لئے کہ آج تو بد شنبہ ہے مگر کل کوئی دوسرا شخص میری جگہ ہو گیا ایرہہ نے یہ سن کر کہا کہ بد فیز کیا کچی ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ ہیں یہ سلطنت میرے ہاتھ سے اسی طرح نکل کر دوسرے کے پاس پہنچ جائے گی جس طرح کسی دوسرے کے پاس سے نکل کر تیرے پاس آئی ہے۔ بڑھیا کی اس بات کا ایرہہ کے دل پر اثر ہو اور اس نے اس کے بیٹے کو معاف کر دیا اور پھر اس سے کوئی قسم کر دیا۔

نور نبوت سے پہنچتی بشارت..... (غرض جب ایرہہ نے کئے پر چڑھائی کی تو عبدالمطلب قریش کو ساتھ لے کر حجرہ پہاڑ پر گئے اس وقت یہ نور نبوت عبدالمطلب کے حجرے میں اتدھائی مہینے کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور اس کی اشخاص بیت اللہ شریف پر مشعل کی روشنی کی طرح پڑی تھیں جب عبدالمطلب نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا۔

”قریش کے لوگ بد امنیوں میں مبتلا ہیں اس سلسلے سے خدا انہیں پھاڑ پھوٹ کر بد امنی کا قسم اٹھائے یہ نور نکل کر اس لئے چکر لگا رہا ہے کہ امدادی رات ہو گی۔“

اس کے بعد یہ سب جیسا تھا وہی ہوا۔

ایرہہ کا قاصد اور اس نور کی ہیبت..... اس کے بعد جب ایرہہ کا قاصد کے میں آیا اور اس کی نظر عبدالمطلب کے حجرے پر پڑی تو اس پر ایک گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اس کی زبان لڑکھڑائی لگی، آخر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے منہ سے اس طرح کی کواہیں نکلنے لگیں جس طرح تلخ زبان ہونے کے وقت بیٹا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب اس کے ہوسان کچھ ٹھیک ہوئے تو وہ فوراً عبدالمطلب کے سامنے ہودے میں گر گیا۔

ایرہہ نے اس قاصد کو حکم دیا تھا کہ وہ قریش سے یہ کہے کہ بد شنبہ ایرہہ بیت اللہ کو اعلانے کے لئے آیا ہے مگر تم لوگ اس کے کام میں رکاوٹ نہیں دلو گے تو وہ صرف بیت اللہ کو اعلانے کا چلا جائے گا (جیسے کچھ نہیں کہے گا) لیکن اگر تم نے بیت اللہ کے اعلانے میں رکاوٹ ڈالی تو ایرہہ تمہیں بھی پھینکے گا۔

ایرہہ کو عبدالمطلب کا ساواہ جواب..... (ایرہہ کا یہ پیغام سن کر) عبدالمطلب نے کہا۔

”اگر یہ پاس تمہیں روکنے کی کوئی طاقت نہیں ہے اس لئے ہم بیت اللہ کا کوئی بیڑا اور وقار نہیں کریں گے۔ بیت اللہ کا رب سورج و چاند اگر چاہے گا تو خود اس کا بیڑا کر لے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب نے کہا۔

”خدا کی قسم اگر ایرہہ سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تو ہی جنگ کرنے کے لئے امداد سے پاس طاقت ہے اب یہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے دست حضرت ابراہیم کا مقدس مگر ہے اگر اللہ تعالیٰ ایرہہ سے اس کا بیڑا کرتا ہے تو یہ اس کا مگر ہے اور اگر وہ ہی بیڑا نہیں کرتا تو خدا کی قسم امداد سے پاس اس کے بیڑا کے لئے کوئی طاقت نہیں ہے۔“

ہے۔

عبدالطلب کے لونٹ ابرہہ کے قبضہ میں..... ابرہہ نے (جو کئے کے باوجود اڑا لے ہوئے تھا) اپنے قاصد کو یہ بھی تمہیداً تھا کہ وہ قوم قریش کے سردار کو اس کے پاس لے کر آئے۔ چنانچہ قاصد نے عبدالطلب سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے یہ تمہیداً ہے کہ میں آپ کو اس کے پاس لے کر جاؤں۔ عبدالطلب نے (جو قریش کے سردار تھے) کہا کہ ہاں۔ اسی وقت عبدالطلب کے پاس ان کے لونٹوں اور گھوڑوں کا چرواہا آیا اور اس نے عبدالطلب کو بتایا کہ آپ کے جو لونٹ گھوڑے سبھی الجاز کے مقام پر چر رہے تھے ان کو ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ کر لے گئے۔

سیرت امین و اشام بلکہ سیرت کی اکثر کتابوں میں (عبدالطلب کے) صرف لونٹوں کا ذکر ہے (گھوڑوں کا ذکر نہیں ہے) یہ لونٹ کل ما کر دو سو تھے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ چار سو تھے۔ فرض عبدالطلب قاصد کے ساتھ سوار ہو کر ابرہہ کے پاس پہنچے ان کے ساتھ ان کا بیٹا عاتکہ بھی تھا (جو ان میں کئی کئی کراں کو ابرہہ کے سامنے پیش کرنے کی اجازت ملی تھی) اور اس سے کہا گیا کہ ”جہاں پہلا قریش کا سردار آپ کے دروازے پر سوجھ رہا ہے اور قبائلی کی اجازت چاہتا ہے۔ اس کے قتلے یعنی ذحرم کا مالک ہے اور پہاڑوں میں رہنے والے چرند پرند کے گوشت سے لوگوں کی قاضی کرتا ہے۔“

ابرہہ نے عبدالطلب کو پیش ہونے کی اجازت دی۔ جب عبدالطلب آئے اور ابرہہ نے ان کو دیکھا تو ان کے ساتھ نہایت عزت اور احترام کے ساتھ پیش آیا۔

سردار قریش کے لئے ابرہہ کا اعزاز..... ابرہہ نے (جو وقت پر بیٹھا ہوا تھا) یہ پوچھ نہیں کیا کہ عبدالطلب کو اپنے سے نیچے بٹھائے۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوا کہ لوگ عبدالطلب کو بادشاہ کے تخت پر بیٹھا ہوا دیکھیں۔ اس لئے وہ خود ہی تخت سے نیچے اتر آیا اور عبدالطلب کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔

عبدالطلب کو اپنے لونٹوں کی فکر..... پھر اس نے ترعان سے کہا کہ ان سے پوچھو ان کا مقصد کیا ہے؟ عبدالطلب نے اپنے لونٹوں اور گھوڑوں کے حلقہ ذکر کیا (جنہیں ابرہہ کے لشکر والے پکڑ لائے تھے) ترعان نے یہ بات بادشاہ کو بتائی۔ ابرہہ نے صحیحی زبان میں ترعان سے کہا:-

”میں نے جب تمہیں دیکھا تو تم مجھے بہت بھلے کوئی معلوم ہوئے مگر اب تمہاری قدر میری نظر میں میں کم ہو گئی کہ تم اپنے لونٹوں اور گھوڑوں کی بات کر رہے ہو اور اس بیت اللہ کا ذکر کرنا نہیں کرتے جو تمہاری عزت و شان ہے۔“

کہہ کا بائیک و محافظ اللہ ہے..... ترعان نے یہ ساری بات عبدالطلب کو بتائی۔ تو عبدالطلب نے جواب دیا:-

”میں لونٹوں اور گھوڑوں کا میں خود مالک ہوں، جن کے حلقہ میں نے بادشاہ سلامت سے ذکر کیا ہے۔ جہاں تک بیت اللہ کا حلقہ ہے تو اس کا پادشاہ اور مالک سوجھ رہا ہے اور اگر چاہے گا تو بادشاہ کو خود ہی اپنے گھر سے دور کر دے گا۔“

ابرہہ نے کہا کہ وہ مجھے اس سے یعنی بیت اللہ سے ہر شے دیکھ سکتا۔  
عبدالطلب نے جواب دیا کہ وہ بیت اللہ کو بھی بے مدد کے نہیں چھوڑے گا۔

نورِ نبوت کو باقیوں کا سلام..... اس کے بعد عبدالمطلب وہاں سے لوٹ آئے، جوشی زبان میں بارہر سفید چرے والے کو کہتے ہیں۔ وہاں جس میں حب باقیوں نے عبدالمطلب کے چرے کی طرف دیکھا (انورِ نبوت کے آثار و کیم کرکھ ایک دم اونٹوں کی طرح چاندوں کا ٹکوں پر چڑھ گئے اور عبدالمطلب کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی قدرت سے ان باقیوں کو پہلے کی قوم و سدی اور انہوں نے کہا۔

”عبدالمطلب اس نور پر سلام ہو جو تمہاری جینہ (یعنی مطلب) میں روشنی ہے۔“

بعض علماء نے لکھا ہے کہ چہا بہرہ کو معظوم ہوا کہ عبدالمطلب اس کے پاس کہہ چے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ عبدالمطلب کو اس کے پاس بلانے سے پہلے باقیوں کی طرف لے جایا جائے تاکہ وہ ان زبردست باقیوں کو دیکھیں جو سب سفید رنگ کے تھے (اور ان پر عرب نہ سہا)۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ یمن کے بادشاہ کے اصحاب میں ایک بزرگ سفید باقی تھے، اسی طرح ابو عبیدان مسعود بھی (جو ایک جنگ میں مسلمانوں کے امیر تھے اور) یمنوں نے حضرت ابہر کو صدیق کی خلافت میں مسلم فوج کی کمان کی ان کے دشمن کی فوج میں گھوڑوں کے علاوہ سب سے باقی بھی تھے جن کے گفتیاں بدھ می ہوتی تھیں۔ دشمن کے ان باقیوں کے چاروں ایک بہت بڑا سفید باقی تھا۔ مسلمان گھوڑے سوار دست جب بھی دشمن پر حملہ کرتا تھا تو گھوڑے، باقیوں کی گتھیوں کے خود سے ٹھہرا کر بڑا جاتے۔ آخر ابو عبید نے مسلمان لشکر کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے باقیوں ہی کو قتل کریں۔ چنانچہ یہاں پر نے باقیوں کا مصیبتا کر دیا۔ ابو عبید خود اس بڑے سفید باقی کی طرف نہ گئے اور تھوڑے اس پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ باقی نے ایک بھانک بنگھڑا کے ساتھ ابو عبید پر حملہ کیا اور ان کو اپنے جیروں سے دوغہ کر شید کر دیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے باقی پر حملہ کیا۔ یہ وہ شخص تھے جن کو ابو عبید ثقیفی نے وصیت کی تھی کہ اگر میں شید ہو جاؤں تو شہر کی کھن تم سنبھال لینا۔ انہوں نے اس باقی پر حملہ کیا تو باقی نے ان کو بھی مار ڈالا یہاں تک کہ اسی طرح اس باقی نے قبیلہ ثقیف کے سات آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ سب وہ لوگ تھے جن کے حلقے ابو عبید پہلے ہی ہسرور اس کی نشان دہی کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ ثقیفی عجیب اتفاقات میں سے ایک واقعہ ہے (کہ جن جن لوگوں کو ابو عبید ثقیفی نے وصیت کی تھی کہ میں قتل ہو جاؤ تو انہیں شخص لشکر کا امیر بنے اور ان کے قتل ہونے کے بعد انہی کمان سنبھالے۔ وہ سب یکے بعد دیگرے اسی ترتیب سے شید ہوئے)۔

باقیوں کی سلامی سے ابہر بہرہ کو بھیرا بہت..... ابہر نے عبدالمطلب کو اپنے باقی اس لئے دکھائے تھے کہ وہ اس کی خلافت سے خوف زدہ اور سرعوب ہو جائیں کیونکہ عرب باقیوں کو نہیں جانتے تھے (اور نہ انہوں نے اس ہمارہ کو دیکھا تھا کیونکہ یہ عرب میں نہیں پایا جاتا یہ پختہ بھی باقی تھے سب کے سب سوائے بڑے باقی کے ابہر بہرہ کو بھیرا کیا کرتے تھے۔ بڑا باقی بڑا قہار صرف تھائی ہوا شاد جوش کو بھیرا کیا کہ تھا (کیونکہ جوش کا بادشاہ تھائی ہی تھا بہرہ اس کا گور ز تھا) عرب عبدالمطلب باقیوں کے پاس پہنچے تو تمام باقیوں نے ان کو (اور نبوت کی وجہ سے) بھیرا کیا۔ یہاں تک کہ اس بڑے باقی نے بھی سجدہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابہر بہرہ جوش صرف بڑے باقی پر ہی سوار ہو کر ٹھکا تھا۔ جب ابہر بہرہ کو معلوم ہوا کہ باقیوں نے عبدالمطلب کو بھیرا کیا ہے تو اسے اس نے اپنے حق میں بد شگونی سمجھو اور حکم دیا کہ عبدالمطلب کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ (یعنی ابہر بہرہ کو یہ بات عبدالمطلب سے ملنے سے پہلے معلوم ہوئی تھی کہ باقیوں نے ان کو کچھ کر بھیرا کیا ہے چنانچہ یہ بات معلوم

ہونے پر ہی اس نے عبدالمطلب سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا (جب ابوہریرہ نے عبدالمطلب کو دیکھا تو اس کے دل میں ان کی بہت چٹھہ لگی اور وہ ان کے احترام میں فوراً اپنے تخت سے اٹھ کر آیا۔

(اس سلسلے میں سوانح نے علامہ حافظ نیشاپوری کا قول نقل کیا تھا کہ جب ابوہریرہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی تو عبدالمطلب قریش کے ساتھ غیر پہلے پہلے گئے تھے اور فوراً نبوت حق کی چوٹائی سے چاند کی طرح چمکے۔ باقداغیرہ اس پر یہ اعتراض تھا کہ جب کہ حضرت عبد اللہ پیدا ہو چکے تھے اور روایت کے مطابق فوراً نبوت عبدالمطلب سے نکل کر ان میں جاچکا تھا تو اس قول کا کیا مطلب ہو گا۔ اس سلسلے میں علامہ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہوئے سوانح لکھتے ہیں کہ یہ روایت جس میں حافظ نیشاپوری نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب کی چوٹائی سے فوراً نبوت چاند کی صورت میں چمکا قداغیرہ اور دوسری روایت یہ کہ عبدالمطلب کو کچھ کرپا تھوں نے کہا کہ عبدالمطلب ٹھوڑی چوٹ میں جو نور روشن ہے اس پر سلام ہو۔ حالانکہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے یہ بات لازم آتی ہے کہ فوراً نبوت عبدالمطلب میں سے نکل کر حضرت عبد اللہ میں منتقل ہو چکا ہو گا اور پھر حضرت عبد اللہ میں سے نکل کر حضرت آدم میں چلا گیا ہو گا۔

اس سلسلے میں میں نے شرح معزیہ میں دیکھا کہ حافظ ابن حجر اس احوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ فوراً عبدالمطلب میں سے منتقل ہونا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو یہ اعزاز دیا کہ یہ نور ان کی چوٹ اور ان کے چہرے میں پھر سورج و چاند کی طرح ہاتھوں کو یہ نظر آتا۔ یہاں تک حافظ ابن حجر کا کلام ہے مگر یہ قابل غور ہے۔

بعض محققین لکھتے ہیں کہ انکا وجود درحقیقت جیم جعفر ہونے کے بعد وجودا تھی کی کو ثابت کرتا ہوتا ہے اور وہی ہے اور جعفر کا گھر اس ہے۔

واقعہ نقل ولادت نبوی کی تمہید تھا..... کتاب موابہ میں یہ لکھا ہے۔ منظور قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ واقعہ نقل کے بعد پیدا ہوئے، کیونکہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی نبوت کی تمہید اور آپ ﷺ کے ظہور (یعنی پیدائش) کی ملامت تھی۔ یہاں تک موابہ کی عبارت ہے (یعنی نبوت کا زمانہ جب قریب ہو جاوے تو اس میں حبیب حبیب واقعات پیش کیا کرتے ہیں جو اس بات کی ملامت ہوتے ہیں کہ کوئی بداد اور خوشگوار انتخاب ہونے والا ہے اور اس طرح پہلے پیش آنے والے حبیب غریب واقعات اس نبوت کی تمہید اور خوش خیر ہوتے ہیں)۔

اس میں یہ احوال ہے کہ کہا جاتا ہے کہ گھوڑے جو ظاہر ہو ا کرتے ہیں وہ نبی کی پیدائش کے بعد اور نبوت کے ظہور سے پہلے ہو ا کرتے ہیں یعنی رسالت اور نبی کے ظہور سے پہلے منہ کی نبی کے وجود اور پیدائش ہی سے پہلے جیسا کہ موابہ کی عبارت میں فقط ظہور سے مراد ہے۔

کیا ولادت واقعہ نقل سے پہلے ہوئی؟..... مگر قاضی بیضاوی کا قول ہے کہ واقعہ نقل ہی حبیب واقعات میں تھا (جو نبوت کے قریب کے زمانے میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک روایت ہے کہ واقعہ نقل اسی سال میں پیش آیا جس میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ یعنی آپ کی پیدائش اور وجود کے بعد اسی لئے کتب مذہبی میں علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے اور عظیم الشان امور سے پہلے حق کے مقدسے اور تمہیدیں ظاہر فرماتا کرے۔ قاضی بیضاوی کا یہ قول کتب موابہ کی عبارت کی تفسیر میں سکتی ہے

جس کا مطلب ہو گا کہ واقعہ فعل آپ کی نبوت کے عہد سے پہلے (اور پیدائش کے بعد) قیث ایک یہاں تک قاضی بینادی کا کام ہے (گویا سواہب کی مہارت سے جیسے یہ ظاہر ہو گا) تاکہ واقعہ فعل آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے قیث ایک اس کی تفسیر قاضی بینادی کے قول سے ہو جاتی ہے کہ مراد آپ ﷺ کی پیدائش میں بلکہ آپ کی نبوت کا عہد ہے۔ آپ ﷺ اسی سال پید ہو چکے تھے اور اہل تعالیٰ کی حادث کے مطابق نبی کے وجود کے بعد اور عہد سے پہلے جو عیب و غریب واقعات قیث کیا کرتے ہیں۔ یہ واقعہ فعل ان ہی میں سے ایک تھا۔

واقعہ فعل اور باقیوں کا پاس لوب..... (اس کے بعد بحر اصل واقعے یعنی ابراہیم کے قہقہے کا ذکر کرتے ہیں) علامہ حاشیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابراہیم نے (اپنے ہاتھ سے) کے کی طرف چلنا شروع کیا (یعنی بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لئے) اور اس کا باقی اہل بیت نے حرم تک پہنچ گیا۔ کتاب سواہب نے ابتدائے حرم کا لفظ چھوڑ دیا کیونکہ اس سے یہ واضح ہو گا ہے کہ ابراہیم کا فکرم کے میں داخل ہو گیا تھا اور یہ کہ باقی (جیسا کہ آگے ذکر آئے گا) نبوت اللہ کے سامنے پہنچ کر چاروں بیٹھا تھا (یعنی باقی کے میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ اس سے باہر ہی تھے) تعالیٰ نے ان کو بخدا یا خدا یا بات قابل غور ہے۔ غرض جب دہول حرم تک پہنچا تو فوراً اس کا باقی چاروں بیٹھ گیا۔ مصلحت اس کے سر پر ہونے لگے اور اس کے بدن میں انکس بچھانے لگے مگر وہ کھڑا نہیں ہو سکا۔ پھر عیب ملاحظہ کرنے لگا (اس کی طرف سے) موز کریمین کی طرف کر دیا تو فوراً کھڑا ہو کر تیزی سے چلے لگا اس کی طرح جب اس کا رخ ملک شام کی طرف کیا جاتا تو وہ کھڑا ہو جاتا اور چلنے کو چاہا۔ ملاحظہ کرنے لگا کہ اس کا تجربہ کیا۔ آخر ابراہیم نے حکم دیا کہ باقی کو شرب پنا کر دے ہوش کر دیا جائے (تاکہ اس کے بعد اسے سوجھ نہ رہے اور جس طرف چاہیں اس کو ہنگامہ نہ ہو) باقی کو شرب پانی لگی مگر اس سے کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اپنی جگہ سے ٹپ سے ٹپ نہ ہوا۔

باقی کو قہقہ کی حسیہ..... کہا جاتا ہے کہ (جب ابراہیم کا قہقہ کے کے قریب پہنچا تو ایک شخص) غصہ بھری نگاہ میں حسیہ لگی اس کے پر اور آکر کھڑا ہو گیا اور باقی کا کان پکا کر بولا کہ بھائی کے ساتھ چاروں کو کر بیٹھ چاروں جس طرف سے گیا ہے اسی طرف سیدھا لوٹ جاؤں گے کہ تو اس وقت اہل تعالیٰ کے حقد میں شرم میں ہے۔ یہ کہ کر انہوں نے باقی کا کان چھوڑ دیا اور فوراً چاروں بیٹھ گیا۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ باقی چاروں نہیں بیٹھا کرتا (بلکہ چاروں کو کر لونت بیٹھا ہے) اس صورت میں ممکن ہے کہ چاروں بیٹھنے سے مراد باقی کا زمین پر تک جا کر اس کو اہل تعالیٰ کا حکم آگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ چاروں بیٹھا ہو جس کا مطلب یہ بھی ہو گا ہے کہ دھرم دے کر بیٹھ چلا اور اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ اور باقی کے اس فعل کو چاروں بیٹھنے سے تفسیر کیا گیا ہو۔ نیز کہتے ہیں کہ میں نے سواہب باقیوں میں ایک قسم ایسا بھی ہوتی ہے جو لونت کی طرح چاروں کو کر چلتی ہے۔

اباہیلوں کا فکرم..... غرض (جبکہ دھرم ابراہیم کے باقی کو اہل تعالیٰ کی کو قہقہ کی پہلی حسیہ) سواہب سند کی سمت سے ان پر اہل تعالیٰ نے اباہیلوں کو بھیج دیا جو قہقہ لگے۔ کے بعد ہی کی طرح آئیں اور پورے فکرم کو چاروں ہلاک کر گئیں (خطا عیب عرب میں ایک پرندہ ہو گا ہے جو اباہیلوں کی طرح لگا ہو گا ہے) لوگوں میں اس پر غمے کا کوئی نام نہیں معلوم ہو سکا اس خطبے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حرم شریف کے کو قہقہ اس پر غمے کے قہقہ سے ہیں۔ مگر بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ غلط حسی ہے کیونکہ جس پر غمے کو اباہیل کی قہقہ سے لگایا گیا ہے وہ ایک دوسرا

پر غم نہ ہو تا ہے نہ حرم کے باپ اور انہم پر پڑا جاتا ہے اور جو زُور پر غم کے مثل ہو تا ہے (زُور وہ چیز ہے کہ جو بڑا ہو تا ہے ان میں بعض سیاد ہوتے ہیں اور بعض سیاد و سلید۔ اور وہ میں اس سیاد پر غم کے کو کالی چیز یا بامعجزی کہتے ہیں اور سیاد مفید پر غم کے جو بہت خوب صورت ہو تا ہے۔ ہادی طرف چیزوں کی و حرمی کہا جاتا ہے۔ یہ چیزیں سردی کے و نول میں نظر آتی ہیں۔ ہر حال جو لوگ حرم شریف کے کچھ توں کو باہر کی نسل سے بتاتے ہیں ان کو قلعہ قبی (ہوئی ہے) کہتے ہیں۔ کیونکہ آگے ذکر آئے گا کہ حرم شریف کے کچھ توں کو تری نسل سے ہیں جس نے اس جگہ کو سوئے پر اٹھ دے دیتے تھے۔ (جس میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہجرت کے وقت کے سے نکل کر عین وہاں قیام کیا تھا)۔ کتاب حیات النبیؐ میں ہے کہ باہر کی ہجرت اور آسمان کے درمیان خط سے دیکھ کر دیکھا ہے۔

فتح عظیم اور قریش کی عظمت..... اور یہ اور اس کے فکر کے پاک ہو جانے کے بعد قریش کی عزت بہت زیادہ بڑھ گئی اور تمام لوگوں پر ان کی سیرت چھا گئی وہ کہتے کہ قریش اللہ والے ہیں کیونکہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ (قریش اللہ والے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے حق دشمن سے جنگ کی (یعنی باہیلوں کے فکر کے ذریعہ اور ان کو اس دشمن کی تباہ کاری سے پہلایا جس سے سارے عرب لی کر بھی نہیں کر سکتے تھے) اور یہ کے فکر کے پاک ہو جانے کے بعد قریش نے اس کے تمام ہل اور سامان پر قبضہ کر لیا اس کے بعد سے ہی جہن کی قوم پر ہند ہو گئی اور اس کیسور یعنی عبادت گاہ کے ہادیوں طرف کا حصر باطل چلا ہو گیا جس کو اہل یہ نے عطا تھا اس کے بعد اس عبادت گاہ کو بھر کسی نے تباہ نہیں کیا بلکہ وہاں در عین و ساب بھتوں اور جنت کی آبادی ہو گئی۔ یہاں تک کہ جو شخص وہاں سے کوئی چیز (یعنی جنتی چیز) دوسرے مسلمان جو وہاں لگا ہوا تھا) لینا چاہتا تو اس پر جنت کا ثواب جاتا۔ خلیفہ مطہر کے زمانے تک یہی کیفیت رہی۔ یہی عباس کا پہلا خلیفہ ہے۔ اس کے زمانے میں کچھ لوگوں نے اس کو صحر کے حلقہ میں سے بھی تار کر کیا خلیفہ مطہر نے اپنے یمن کے گورنر کو یہاں بھیج کر اس عبادت گاہ کو تار کر لیا اور وہ تمام جنتی کھڑی جس پر سونے کا کام ہو رہا تھا۔ یہی طریقہ دوسرے چاندی کے کام کے مسلمان پر قبضہ کر لیا۔ یہ سونا پانچویں صدی ہجری کا تھا۔ اس طرح خلیفہ کو اس کو صحر کے ذریعہ تار کر لیا۔ اس کے بعد سے اس کیسور کا نام دکنستان مت گیا اور اس کے تباہ بھی باقی نہ رہے۔

جیلے وقت قریش کی کئے کو خیر یاد..... (جس وقت اہل یہ کے فکر نے کے پر چڑھائی کی حتیٰ (ق) عہد مطلب نے اس دور سے کہ لوگ قریش کو شکست کھا جانے پر شرم اور حارہ انہیں گے ان کو عہد تھا کہ وہ کئے سے نکل کر بہادری کی چوٹیوں پر چلے جائیں) (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قریش کی تمام عرب لی کر بھی اہل یہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور فکر کے کئے میں داخل ہونے کے وقت قریش کو بھیرو آغوش قیامت کی طرح اپنے شہر اور حرم پر دشمن کی بیلارہ یعنی چوٹی جس پر بعد میں تمام عرب قریش کو شرم دلاتے) قریش کو ساتھ لئے کہ بہادری پر جانے سے پہلے عہد مطلب کچھ سرداروں قریش کے ساتھ حرم شریف میں بکھے اور کچھ کے دروازے کی ذخیرہ بکڑ کر اہل یہ اور اس کے فکر کے خلاف جی کہ عدا مانگی۔ انہوں نے کہا:-

لَا مُمْرِسًا أَلَيْتُمْ يَتِيمِينَ وَرَحْمَةً فَطَنَتْ حَلَاةَ

اے اللہ! یہ بندہ اپنے قاتلے اور اپنی عصمت کی حفاظت کر رہا ہے، پس تو اپنے گھر (یعنی بیت اللہ) کی حفاظت فرما۔

لَا تَقْلِبْ عَلَيْنَا مِلَّةَ رَسُولِكَ وَمَعَالِهِمْ غَدَاةٌ

اس کی صلیب چڑھنا حاصل کر سکے اس کی حفاظت میری حالت کے آگے بڑھ ہے

صلیب کا کہ اس نے کیا کیا ہے کہ میرے لیے اس کا لشکر بیٹائی تھا

ایک روایت یہ بھی ہے کہ (امیر کے لشکر کی آمد پر) عبدالطلب نے اپنی قوم کے لوگوں کو (دعا مانگنے کے لئے) بلایا کہ کے ایک ہفت روزہ ہمارے سب کے ساتھ منی کے میدان میں چلاؤ۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جو پہلے گزری ہے کہ عبدالطلب اپنی قوم کو ساتھ لے کر بیتابوں کی چوٹیوں میں جا بیٹھے تھے۔ مگر ابن حجر نے ان دونوں روایتوں کا اختلاف اس طرح دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ ممکن ہے عبدالطلب نے ہر قوم اور چاہاں کو بیتابوں میں ہارک بھجپ ہانے کا حکم دیا ہو اور ان کی فتنی کے لئے خود بھی ان کے ساتھ وہاں تک گئے ہوں، مگر وہاں سے واپس آکر لڑنے والوں کو جمع کیا ہو (دور لشکر کے گمنامی میں چلاؤ) ہو۔

اس بات کا ثبوت کتاب مواہب کی اس روایت سے بھی ملتا ہے۔ جس میں ہے کہ پھر امیر نے اپنی قوم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کچھ لشکر کے ساتھ جا کر قریش کو شکست دے۔ چنانچہ جب وہ شخص گئے پانچ روز اس کی نظر عبدالطلب کے چہرے پر پڑی تو وہ فوراً غریب اور خوفزدہ ہو گیا۔ اس کے بعد روایت کا وہ حصہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ بات کچھ اچھی نہیں کہ کتاب مواہب نے روایت کا یہ حصہ قوی کر دیا کہ امیر نے ایک شخص کو قریشی لشکر کی سرکوبی کے لئے بھیجا مگر یہ حصہ ذکر نہیں کیا کہ جب امیر کا لشکر آیا تھا تو قریش نے بھی اپنا لشکر چڑھایا تھا۔

امیر کے لشکر کی بھینک چلی..... فرض یہ کہ امیر کے لشکر کو کئے پہنچنے میں دیر ہوئی تو عبدالطلب حالات معلوم کرنے کے لئے گئے آئے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ سارا لشکر ہلاک ہو چکا ہے یعنی اکثر حصہ ہلاک ہو چکا ہے اور جو بچا ہے اس میں کے اکثر لوگ بھاک گئے ہیں۔ چنانچہ عبدالطلب نے (چاہ شدہ لشکر کے چموزے ہونے سزا دہان میں سے) جس قدر چاہا سونا چاندی حاصل کیا۔ اس کے بعد انہوں نے نئے لوگوں کو لشکر کے چموزے کی خریدی۔ یہ سن کر قریش کے لوگ بھی نکل نکل کر آئے اور خوب مال قیمت حاصل کیا۔

یہ شہر مالِ قیمت..... خادمہ سہاگین جو ذاتی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی کی دولت مندی اور دولت کا سبب یہی تھا کہ ان کا باپ عثمان اور عبدالطلب اور ابو مسعود اشجعی تینوں وہ تھے جو امیر اور اس کے لشکر کے چموزے ہونے کے بعد سب سے پہلے امیر کے چموزوں پہنچے اور انہوں نے امیر اور اس کے چاہ شدہ لشکر کا تمام قیمتی سامان پہلے ہی لوٹ لیا اور اس کو قریش سے چمپا کر زمین میں دفن کر دیا چنانچہ یہ لوگ قریش میں سب سے زیادہ مالدار اور دولت مند ہو گئے۔ پھر جب عثمان کا انتقال ہو گیا تو اس کی تمام دولت کے وارث حضرت عثمان بن

امیر کے لشکر میں سے جو لوگ واپس نہیں گئے بلکہ کئے میں رہے اور مسلمان ہوئے ان میں امیر کے باقی کا صلہ اور اس کے آگے آگے چلے والا بھی تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کئے میں (امیر کے بڑے) باقی کے صلہ اور اس کے دیر کو دیکھا کہ وہ دونوں امیر سے اور پہنچ تھے اور لوگوں سے روٹی مانگتے تھے۔



لکھنے کے حوالے آور پر خدا کی بار..... (اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے والے پر چابی نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابراہیم چلہ اور پاک ہوا مگر اس پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ قیام اللین ہم سب نے (جو کوئی کا گورنر تھا) بیت اللہ پر تخلیق کے ذریعہ حجر بن مساک کہنے کو نقصان پہنچایا مگر اس کے نتیجے میں خود قیام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ قیام کہنے کو مسجد کرنے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آیا تھا، یہی اس کی بہ نیت تھی، وہ تو صرف حضرت عبداللہ ابن زبیر کو پریشان کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے آپ اس کے حوالے کر دیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے یہ جواب اس جواب سے باخبر ہے جو کتاب صواعب میں نقل ہے واللہ اعلم۔

یہ واقعہ ۶۳ھ کا ہے جبکہ جزیہ ابن معاویہ کی بد شہرت کا زمانہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے جزیہ کی مخالفت کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ اس کے خلاف کئے والوں سے بیعت لے لی تھی۔ جزیہ نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے خلاف ایک لشکر بھیجے سے کے کو روکا۔ کیا تھا اس کی کمان مسلم ابن عقیل کو رہا تھا۔ مگر راستے میں صحیحہ ہجول کے مقام پر مسلم کا انتقال ہو گیا۔ آخری وقت میں مسلم نے صحیحہ ابن کثیر سکونی کو اپنا جانشین یعنی سپہ سالار بنادیا تھا۔ صحیحہ نے لشکر لے کر کے پہنچا اور چالیس دن تک حضرت عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کیا۔ اس کے دوران کئی لڑائیاں ہوئی۔ اس فوج نے بیت اللہ شریف پر تحقیق کے ذریعہ ہتھیار سائے اور کھبے کو آگ بھی لگائی۔ اس سے بیت اللہ کا چار دیوہ ٹکڑی و ٹکڑی ہو گیا۔ اسی دوران میں مدینے سے یہ اطلاع آئی کہ جزیہ ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ جب صحیحہ کو یہ خبر ملی تو اس نے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے معاہدہ کر لیا یا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر صحیحہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شام چلا گیا۔ مدینے میں بنی امیہ کے جو لوگ تھے وہ بھی صحیحہ کے ساتھ ہی ایک شام کو پہنچے۔ مگر ان دنوں جو حال تھا اس ۱۱۰ھ میں جو حال تھا اس ۱۱۰ھ میں جو حال تھا

## مکان جہاں آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی

آنحضرت ﷺ کی ولادت کے میں اس مکان میں ہوئی جو بعد میں حاجی ابن یوسف کے بھائی محمد ابن یوسف کا مکان بن گیا۔ اس سے پہلے یہ مکان (آنحضرت ﷺ کی مدینے میں ہجرت کے بعد ابو طالب کے بیٹے عقیل کے قبضہ میں تھا۔ پھر یہ عقیل کی والدہ کی بیوی کے قبضہ میں رہا۔ عقیل کی والدہ کی بیوی نے اس کو ایک لاکھ دینار میں محمد ابن یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ قول عامہ کا ہے۔ محمد ابن یوسف نے اس مکان کو خرید کر اپنے مکان میں شامل کر لیا تھا اور اس کا نام ”بیضاء“ لایا یعنی سفید گھر کہ وہ دیکھا کہ یہ گھر نے سے بنایا گیا تھا اور پھر اس پر چرنے سے سفید روشن کر کے اس کو بالکل سفید کر دیا گیا تھا اور یہ مکان یوسف کا مکان کہلاتا تھا۔

مکان کی جہاں نورِ مقدس (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان عقیل کے بعد اس کی ولادت میں دراشت کے طور پر پہنچا کر آنے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خود عقیل ہی نے فروخت کر دیا تھا کیونکہ) گھر کے بیان میں آنے کا کہ (جب آنحضرت ﷺ نے مکہ رخ فرمایا تو وہاں صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مکان میں قیام فرمائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر یا مکان چھوڑا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عقیل نے ہی اس مکان کو فروخت کر دیا تھا اور یہ اس کے پاس کے بعد میں اس کی ولادت کے قبضہ میں نہیں رہا تھا البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عقیل نے اس حصہ کے سوائے جس میں آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی باقی تمام حصے فروخت کر دیئے تھے (جو سب کے سب لے چلے تھے) کیونکہ گھر کے بیان ہی میں یہ روایت بھی آئے گی کہ عقیل نے اپنے باپ ابو طالب کا مکان بیچ دیا تھا۔ کیونکہ ابو طالب کے بیٹا عقیل، طالب، حضرت علی اور حضرت جعفر میں سے ابو طالب کی وفات کے وقت عقیل اور طالب کا خرچہ اور حضرت علی اور حضرت جعفر مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لئے عقیل اور طالب کو ہی باپ کا ورثہ ملا۔ بعد میں عقیل بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ البتہ طالب مسلمان نہیں ہو سکا کیونکہ اس پر جس کا اثر ہو گیا تھا (اور مدینہ میں کچھ عرصہ تک رہا) اس کے بعد اس کا کچھ بچہ نہیں چلا (کہ کہاں گیا اور کیا انجام ہوا) عقیل نے رسول اللہ ﷺ کا ورثہ مکان بھی فروخت کر دیا تھا جو اصل میں اہل انصاریہ حضرت خدیجہ کا تھا۔ جس میں حضرت فاطمہ پید ہوئی تھیں۔ یہ مکان حبشہ (یعنی موصل کے زمانے میں) مسجد بنا دیا گیا ہے جس میں نماز ہوتی ہے۔ اس کو حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مسجد بنوایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ شریف کے بعد کے میں یہ جگہ سب سے زیادہ افضل اور مبارک جگہ ہے۔ اگرچہ اس مکان میں حضرت خدیجہ سے حضرت فاطمہؓ کی دوسری بیٹی بھی پیدا ہوئی مگر حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کی وجہ سے یہ مکان حضرت فاطمہؓ کی جائے ولادت کے ہم سے ہی مشہور ہوا۔ شاید حضرت معاویہؓ نے اس مکان کو اس شخص سے خرید لیا۔ جس کے ہاتھ اس کو عقیل نے بیچ دیا تھا اس سے بعض محققین کے اس قول کا ثبوت ملتا ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے کہ گھر کے وقت یہ مکان یعنی حضرت خدیجہ کا مکان (جو حضرت فاطمہؓ کی جائے پیدائش

ہے مگر یہ عقل کے قبضے میں تھا مگر آنحضرت ﷺ نے اس سے کوئی سروکار نہیں رکھا حالانکہ آپ ہجرت سے پہلے اس میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کے بعد عقل کے قبضے میں آگیا۔

عقل نے آپ کو کچھ نہیں دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فرمایا تو آپ نے جنوں کے مقام پر اچھا خیر لگایا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ شعب ابوطالب میں اپنے مکان میں نہیں ٹھہریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا عقل نے ارادے لئے کوئی مکان بھروسا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ اور عقل کے بھائیوں نے (یعنی حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما) ان کے سے ہجرت فرمائی تو عقل نے ان کے مکانات فروخت کر دیئے تھے بلکہ بنی ہاشم میں سے جس شخص نے بھی ہجرت کی عقل نے اس کا مکان بچا دیا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم میں عقل سب سے بعد میں مسلمان ہوئے اور سب کے بعد ہی انہوں نے ہجرت کی۔ یہ معاہدہ حدیبیہ کے سال یعنی ۶ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے بنی ہاشم کے سب مکانات بچا دیئے اور آنحضرت ﷺ کو ان کی قیمت میں سے کوئی چیز نہیں دی۔

مکان کی مسجد میں تبدیلی۔ یہ مکان جس میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے صفا پہاڑی کے قریب ہے۔ ہرونہ رشید کی بیوہ زبیدہ نے جو ان کی بیوی تھیں حبشہ گیا تو اس مکان کی جگہ مسجد بنوا دی تھی۔ مگر انی دوسرے نے لکھا ہے کہ ہرونہ رشید کی بیوی خیرہ بنی حبشہ آ کر نے کے لئے کہ آئی تو اس نے اس مکان کو گھر اپنی عسف کے مکان سے منگوا کر اس کی جگہ مسجد بنوا دی تھی۔ وہ منگوا ہے کہ اس کو خیرہ بنی نے مسجد بنوا دیا اور اس کے بعد زبیدہ نے اس کو بکھڑے بنایا۔ اس طرح اس سلسلے میں دونوں کا کام آئے لگا کر آگے روایت آئے گی کہ خیرہ بنی نے دارِ رقم (یعنی دارِ رقم بنی ہاشم کے مکان) کو مسجد بنوا دیا بھی صفا پہاڑی کے قریب ہے وہ مکان ہے کہ بعض روایت کرتے ہیں انہوں کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہو گی کہ وہ ان مکان صفا پہاڑی کے قریب ہیں (دارِ رقم وہی مشہور مکان ہے جو اسلام کی سب سے پہلی پناہ گاہ تھی کیونکہ کئے میں مسلمان اور آنحضرت ﷺ اسی مکان میں پناہ مانگتے تھے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی)

یہ مکان شعب بنی ہاشم میں تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔

(اقول) مخالف کہتے ہیں اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس روایت سے کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ مکان شعب بنی ہاشم میں ہی ہو۔ پھر اس کی تفصیل بھی میری نظر سے گزری (شعب بنی ہاشم کے متعلق جو روایت گزری ہے اس سے شعب ابوطالب بھی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ ابوطالب بھی بنی ہاشم میں سے ہیں۔ یہ شعب جنوں کے مقام پر تھیں۔ ممکن ہے ابوطالب سب سے منگوا وہی شعب بنی کھالی میں رہنے لگے ہوں۔ واللہ اعلم۔

کیا ولادتِ دردم تھیں بھی ہوئی ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ دردم کے مقام پر پیدا ہوئے۔ یہ دردم (یعنی یہ مقام) ابی رجا دردم کہلاتا تھا (دردم عربی میں پائے اور گڑھا کہلاتے کہتے ہیں) ابی رجا قبیلہ قریش کی ہی ایک شاخ کے لوگ تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں بنی رجا عربی حرت کے درمیان ایک وادہ جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں بنی رجا کو کامیابی ہوئی انہوں نے بنی حرت کے بے شک توئی قتل کر دیئے اور قاتل سب کو اسی جگہ دبا دیا۔ (عرض روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش جس مکان میں ہوئی وہ اسی جگہ تھا ایک قول

یہ بھی ہے کہ آپ مصطفیٰ میں پیدا ہوئے۔

**پیدائش و وفات کے بارے میں**۔۔۔ اقول مکتب کہتے ہیں۔ یہ روایت کہ آنحضرت ﷺ مصطفیٰ میں پیدا ہوئے بعض فقہاء کے اس قول سے خلاف ثابت ہو جاتی ہے جس میں مسئلہ اٹھایا گیا ہے کہ (مسلمین) اپنے کے سر پر ست کے لئے عورتیں ضروری ہیں لہذا تم سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو (قبیضہ اسلام کے حلقے) تم سے کم یا کم ضرور نکالے کہ آپ کے میں پیدا ہوئے لہذا یہ میں آپ کا انتقال ہو گا کہ مسلمان یا آپ کا یہ فرض ہے کہ اگر زیادہ نہیں تو آنحضرت ﷺ کے حلقے اپنے بچوں کو اکثر ضرور نکالیں کہ آپ کی پیدائش کمال ہوئی اور وفات کمال۔ اس بارے میں فقہاء نے صاف طور پر پیدائش کی جگہ کہ بتائی ہے۔ جبکہ اس روایت کے مطابق آپ کی پیدائش مصطفیٰ میں بتائی گئی ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی روشنی میں یہ بتا دیتے ہیں کہ اگر مصطفیٰ کے حلقے روایت صحیح نہیں ہے بلکہ بھی اگر اس روایت کو قویٰ نظر رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ فقہاء کا یہ قول ہے وہ زیادہ صحیح روایت کی بنا پر ہے (اور مصطفیٰ کے حلقے روایت ہے وہ کمزور ہے اسی لئے فقہاء نے اس کو اختیار نہیں کیا)

**مقامِ نزوم**۔۔۔ دوم کا مقام (کہ) سے باہر کہ وہ جگہ ہے جہاں سے آپ سے مسرت پہلے وصالہ نظر آتا تھا یعنی اس وقت نظر آتا تھا جبکہ وہ جہاں میں مسکنات اور لوگ جی دل نہیں تھیں تبھی آپ اس جگہ کو مدنی یعنی دعا کرنے کی جگہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں سچا کردار مانجی ہوتی ہے جو بیت اللہ شریف کے دیکھنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ میں اس کی کوئی روایت نہیں دیکھ سکا کہ آنحضرت ﷺ اس جگہ (دعا مانگنے کے لئے) کے ہیں۔ شاید آپ کے زمانہ میں یہ جگہ زبانِ مدنی تھی۔ (کہ وہاں سے اس وقت بھی کعب شریف نظر آتا تھا)

**مقامِ نزوم میں تعمیرِ قادی**۔۔۔ اصل میں اس جگہ کو حضرت عمر فاروق نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس وقت تعمیر کیا کہ ابورخیرہ کو لیا جبکہ وہ عظیم سیلاب آیا جو ستم مہمل کا طوفان کے نام سے مشہور ہو گا اس نام سے یہ سیلاب اس لئے مشہور ہوا کہ آتم مہمل جو عید ماہ میں سعید ابن عامر کی بیٹی تھی یہ اس پہاڑی میں گھر گئی تھی اور سیلاب اس کو کئے کے نیچے مارتے میں بہا کر لے گیا تھا جس سے وہ مر جاتی تھی۔ اس سیلاب نے حرم میں سے مقام ابراہیم کو بھی بہا کر کے کے آگے میں طاق میں لے جاتا تھا (مقام ابراہیم اس حجر کا نام ہے جس پر حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشانات ہیں) سیلاب تر جانے کے بعد اس مقام ابراہیم کو باہر کے میں لایا گیا اور کعبہ کے قریب نصب کیا گیا۔

**سیلابِ آتم مہمل کے بعد تعمیر**۔۔۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تو حضرت عمر (جو مدینہ میں تھے) اس کے حلقے اطلاع دی گئی۔ حضرت عمر (مقام ابراہیم کے سر جانے سے) انھوں نے جست زدہ ہوئے اور گہرے فکر و دل کے دماغ ہوئے۔ وہ عمر سے کہہ ابراہیم کہ کہ شہر داخل ہونے انھوں نے دیکھا کہ مقام ابراہیم کی جگہ (سیلاب کی وجہ سے) است گئی ہے اور اس کی کج جگہ کو معلوم کیا مشکل ہے اس بہت سے حضرت عمر نسبت پریشان اور غمزدہ ہو گئے اور انھوں نے (ان کو اس سے) اگلا۔

**سیلاب اور مقام ابراہیم**۔۔۔ جس شخص کو بھی مقام ابراہیم کی کج جگہ کا پتہ ہو میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ ایسی طاقت۔ حضرت مطلب ابن رافع (جو ایک صحابی تھے انھوں نے یہ سن کر کہا کہ امیر المومنین وہ شخص میں ہوں مجھے اس جگہ کا کج پتہ ہے۔ مجھے مقام ابراہیم کے حلقے اس قسم کا خطرہ ہوتا تھا اس لئے میں نے مقام

ابو انجم سے خبر اسود کی سمت والے دروازے تک اور دوسری طرف اس جگہ سے حرم کے کنوئیں تک تاب کر اس کی پیدائش کو حالت سے روکا۔ چھوڑا اقل حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ تم میرے پاس چھوڑو اور پیدائش کسی کے ذریعہ فوراً منکفہ نہ ہو۔ حضرت مطلبؓ نے۔۔۔ اسی وقت وہ پیدائش منکفی اور اس کے مطابق پیدائش کر کے مقام ابو انجم کو اس کی جگہ نصب کر دیا گیا۔ چنانچہ آج کل نصب ہے اور اس کو اس دفعہ ٹیپ مضبوط طریقہ سے نصب کیا گیا۔ اسی وقت حضرت عمرؓ نے یہ جگہ بھی بڑی بڑی مضبوط چٹانوں سے قیصر کرائی جس کو زور کم کہا جاتا ہے۔ اس کو حضرت عمرؓ نے انتظام کیا کہ وہاں تک سیلاب کا پانی اس سے گزر کر حرم میں نہ داخل ہو سکے۔ اور اس جگہ کے اونچا ہو جانے کی وجہ سے یہاں کھڑے ہو کر کعبہ شریف بھی نظر آنے لگے۔ مگر اب وہ یہاں میں اونچے اونچے مکانات بن گئے ہیں اس لئے وہاں سے بہت اٹھ نظر نہیں آتا۔ اب بھی یہاں قصر کو دیا جاتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تحرک کی نسبت سے یہاں وہ عاجز رہنے کو مجبوری ہو گئی ہے۔

مقام ابو انجم کی جگہ۔۔۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ مقام ابو انجم کو اس جگہ منتقل کرنے والے پہلے کوئی حضرت عمرؓ نہیں۔ اس سے پہلے یہ کعبہ سے بائیں ملا ہوا اقل تھا۔ ابن مسعودؓ نے اسی روایت کی تیار پر یہ بات کہی ہے۔ آگے روایت آئے گی کہ اس کو منتقل کرنے والے آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس طرح ابن اقول میں اختلاف نہیں پیدا ہوا۔ مگر میں نے ابن کثیرؒ میں دیکھا ہے کہ یہ حجر جس کو مقام ابو انجم کہا جاتا ہے پرانے زمانہ سے حضرت عمرؓ کے زمانہ تک کعبہ کے دروازے سے بائیں ملا ہوا اقل تھا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس کو وہاں سے ہٹا کر نصب کر لیا تاکہ اس کے قریب نماز پڑھنے والے اور کعبہ کا طواف کرنے والے ایک دوسرے کے لئے مشکلات نہ پیش آئیں۔ یہاں تک ابن کثیرؒ کا کام ہے۔

ابن کے قول میں پرانے زمانے سے مراد حضرت ابو انجم کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔ ہر حال روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔ (کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا مقام ابو انجم کے دوسری جگہ نصب کرانے کی وجہ وہ سیلاب عظیم تھا جبکہ اس روایت میں اس کا سبب دوسرا بیان کیا گیا ہے)

ولادت کی قورأت میں خبر۔۔۔ (اس کے بعد ابھر آنحضرت ﷺ کی جائے پیدائش کے حلقہ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) حضرت کعب ابن ابیہ سے روایت ہے کہ میں نے قورأت میں پڑھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش مکہ میں ہوئی (قورأت میں پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کعبؓ مسلمان ہونے سے پہلے یہودی تھے۔

(حال) حضرت عبد الرحمن ابن عوفؓ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں جن کا نام شفاء تھا۔ فقہ بعض لوگوں نے ابن کا نام شفاء لکھا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہؓ کے یہاں پیدائش ہوئی تو آنحضرت ﷺ پیدائش کے بعد میرے ہاتھوں پر گرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت آمنہؓ کی دایہ تھیں۔ مگر ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ آپ کی دایہ آئیں تھیں۔ اس بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آئیں کو دایہ اس بنا پر کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے (بچپن میں) آنحضرت ﷺ کی خدمت کی ہے مگر اس طرح ابن کو آنحضرت ﷺ کی کھائی کھانا مناسب ہے۔

سعاد قول کا خزینہ۔۔۔ اس سلسلہ میں ایک نکتہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ اور دایہ کے ناموں میں فقہ "اسم" (یعنی ساداتی اور حالت) اور فقہ "لقب" (سمت) آتا ہے (کہ کعبہ آپ کی والدہ کا نام



اس بات کی طرف چپکے گزرنے والی اس روایت سے بھی اشدہ ملتا ہے جس میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ کے چہرے سے باہر تشریف لائے تو آپ نے الحمد للہ کثیرا فرمایا۔ مگر قصیدہ ہمزہ کی راج کرنے والوں میں سے ایک عالم نے اس سلسلے میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ کی عظمت اور بلند رہنے کی وجہ سے آپ کے چپکنے پر الحمد للہ کہنے کے باوجود آپ کو ہر حمد باللہ کی دعا دی گئی ہو۔ اگرچہ حدیث میں آتا ہے کہ چپکنے والا اگر الحمد للہ کے جواب میں ہر حمد اللہ کہ کر اسے دعا دے اور اگر وہ الحمد للہ کے جواب میں ہر حمد اللہ کہے تو دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو چپک آئی ہو اس نے الحمد للہ کا تو ہر حمد اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کو ہر حمد اللہ کہ کر دے۔

**چپک پر دعا دینا چاہئے۔۔۔** بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو چپک آئی اور اس نے الحمد للہ کا تو آپ نے اس کو ہر حمد اللہ کہہ کر دوسرے کو چپک آئی تو اس نے الحمد للہ میں کہا تو آپ ﷺ نے اس کو ہر حمد اللہ نہیں کہہ کر دیکھ کر حدیث میں یہ ہے۔

آگر تم میں سے کسی کو چپک آئے تو اس کے پاس بیٹھ ہوا شخص جواب میں ہر حمد اللہ کہ کر اس کو دعا دے لیکن اگر اسے تم سے زیادہ چپکیں آجائیں تو کہو کہ وہ شخص زکام میں مبتلا ہے اس لئے تم چپکیں گے بعد ہر حمد اللہ کہنا ہے۔

اس قول میں آنحضرت ﷺ نے حمیہ (یعنی امر کے) بیٹے سے ہر حمد اللہ کہنے کا حکم فرمایا ہے اور حمیہ بیٹے سے اس مسئلے کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے (تقریباً چھٹی حدیث جس میں ہے کہ ہر شے والے حق ہے کہ ہر حمد اللہ کے پانچ دنوں یا قول سے (یعنی امر کے) بیٹے اور حق کے عطا سے الیٰ ظاہر ہے (جو حدیث کے ظاہر یا اتفاق اور صحت پر حکم لگاتے ہیں) کہ ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر شے والے ہر حمد اللہ کہنا مسئلہ کے لحاظ سے واجب ہے۔ مگر فقہ کے بعض ماموں کا مذہب یہ ہے کہ ہر حمد اللہ کہنا فرض کتابیہ ہے (یعنی ایک کردارے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا) حضرت امام مالک کا مشہور قول بھی ہے۔

**یہ دعا شیطان پر بھاری۔۔۔** (کی) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ چپکنے والے کو ہر حمد اللہ کہنا شیطان کو۔۔۔ سب سے زیادہ سخت شمسوں ہوتا ہے۔

حضرت سالم الدین عیسیٰؑ صاحب رحمہ اللہ میں سے تھے ان کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔۔۔ جب تم میں سے کسی کو چپک آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ عزوجل کی حمد کرنے (یعنی الحمد للہ کے باوجود اس کے پاس ہو وہ سن کر کہے ہر حمد اللہ اور پھر چپکنے والا اس کے جواب میں کہے بخیر اللہ بنی و نعمتم (یعنی اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے)

اس ذیل میں ایک لطیفہ۔۔۔ اس سلسلے میں ایک لطیفہ ہے کہ خلیفہ منصور کے پاس کسی نے اس کے کسی گورنر کی (بہ عنوانوں کے حلقوں خلافت کی) (جس پر خلیفہ نے اسے اپنے پاس طلب کر لیا) جب وہ خلیفہ منصور کے

۱۔ حدیث میں جو حدیث کی حیثیت کے لحاظ سے ایک قسم ہے اس کی قرینہ پہلے ملاحظہ میں گزر چکی ہے  
۲۔ صاحب مآثر میں ان کی دعا کا جماعت تھی جو اسلام کے نام پر اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر آپ کے قدموں میں اپنے سے تھے ان حضرات کے پاس نہ کھانے کو روٹی تھی نہ پہنے کو پیرا تھا نہ رہنے کو گھر تھا  
آنحضرت ﷺ نے ان حضرات کے لئے مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ تعمیر کر دی تھی جہاں یہ رہتے تھے۔ صاحب کرامۃ میں بیان ہے کہ یہ حدیث گہری کرتے تھے ان کی تحصیل لہذا احادیث آئے انہیں صریح

پاس پہنچا تو خلیفہ کو چھینک اٹئی مگر اس گور نے خلیفہ کو برعکس اندھ نہیں کہا۔ خلیفہ نے پوچھا تم نے برعکس اندھ کیوں نہیں کہا اس مال نے کہا اس لئے کہ آپ نے چھینکنے پر الحمد للہ نہیں کہا تھا خلیفہ نے کہا کہ میں نے دل میں کہ لیا تھا کہ گور نے کہا کہ میں نے بھی دل ہی میں برعکس اندھ کہ لیا تھا۔ (خلیفہ شریعت کی پابندی کے سلسلے میں اس گور کی صاف گوئی سے مت متاثر ہوا اور اس نے کہا۔)

”مجھے کام پر دیکھیں کتنی جادو جب تم نے میری ہی کوئی بے جا حمایت نہیں کی تو دوسروں کی بھی پتھر نہیں کرتے ہو گے۔“

چھینکنے پر دعا کی حکمت۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کی حکمت یہ ہے کہ آخر چھینک کر ان کے لئے جادو ہمارے کام میں نہ پائی ہے اس لئے چھینکنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرے کہ اس نے اس کو اس مصیبت سے محفوظ رکھا۔

چھینک ایک نعمت۔ بعض دوسرے محققین کہتے ہیں کہ (چھینکنے پر الحمد للہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ) چھینک کے ساتھ یہ دہریہ جتنی دماغ میں رک جائے والے عقائدات نکل کر رہ جاتے ہیں (جبکہ انسان کے جسم میں دماغ ہی اصل ہے) تاکہ اس میں پاداشت اور سوچنے کی قوت ہوتی ہے۔ اس طرح عقائدات کا باہر جانا دماغ کا کرنا ہوتا ہے (جو چھینکنے سے نکالا جاتا ہے) جیسے ہڈ کے ہڈان سے ہڈ نکالنا ہڈان کے مکران کی دلیل ہے۔ چنانچہ یہ ایک بڑا دست ختم اور عظیم الشان فائدہ ہے اس لئے کہ وہی بر ضرورتی ہے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ چنانچہ علماء کے یہاں جیسا کہ ان میں سے بعض کا خیال ہے یہ بات حقوق ہے کہ چھینک مری کی یہ دہریہ کی ایک قسم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس موعی مرض سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ یہ بات اس بیان کے خلاف ہے جو چھینک کر رہا ہے اور جس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ چھینک دماغ کے لئے ایسی ہی ہے جیسے بھیروئے کے لئے کمانی ہے۔

چھینک کے فائدے۔ (قل دماغ کو پاک کرنے کے لئے چھینک سب سے زیادہ بھری چیز ہے۔ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو دماغ میں بھر جائے والے سولہ کو کم کرتی ہے اور سر کے بھاری پن کو کراہم پہنچاتی ہے جس سے طبیعت میں پاکیزگی اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔)

عظیم ترمذی نے کتاب نوادر الاصول میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ ”یہ جراثیم ہیں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرما رہے ہیں کہ ہر سو میں جب بھی مسلسل تیرا دل چھینکے تو اس کا ایمان اس کے دل میں پختہ ہو جاتا ہے۔“

چھینک محبوب جہاں کی محبوب۔ کتاب جانا صبر میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھینک پختہ دماغ ہے اور عظام پختہ دماغ ہے۔ لیکن بہت دور سے ہوئے نبی چھینک شیطان کے اثر سے ہوتی ہے۔

چھینک ایمان کی گولو۔ حدیث میں آتا ہے کہ چھینک (کوئی کے ایمان کا ایک حمایت سنا گواہ ہے۔ ایک دوسری حدیث حسن میں ہے کہ بہترین کام وہ ہے جو چھینکے والے کی چھینک میں کر کہا جائے (یعنی برعکس اندھ یعنی یہ کہ بہترین کام بھی ہے اور اس سے اس کے کہنے والے کے ایمان کی گواہی بھی مل جاتی ہے)۔

چھینک اور الحمد للہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدمؑ میں روح پھوگی مگر وہ ان کی ناک کی نواں میں بیگی تو حضرت آدمؑ کو چھینک اٹئی اس کے بعد جب روح ان کے منہ اور زبان تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ



نے ان سے فرمایا کہ کون ائمتہ قیوربہ قعدہ بن یعنی تمام قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے جہاں کپائے  
الا ہے۔ حضرت آدم نے ایسا ہی کیا (یعنی انہوں نے ائمتہ قیوربہ قعدہ بن کیا) تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں  
فرمایا۔

”تم جگہ اللہ اے آدم! میں نے تجھے اسی لئے پیدا کیا ہے۔“

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ رحمت کے لئے ہی میں نے تجھے پیدا کیا ہے یعنی موت کے لئے (کیونکہ  
مومن کے واسطے یہ ایک نعمت ہے جو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کے فضائل اور فضول کا دروازہ کھول دیتا ہے)  
لام ترقی نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کی سند قضعیف ہے مگر روایت مرفوعہ ہے کہ اللہ میں  
ہر ایک کا آئنا لگائی یا جہاں کا آئینہ طہاں کی طرف سے ہوتا ہے۔

نماز میں چھ بیٹک۔ ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ ایک موقوف حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
نماز میں جہاں لینے کو ناپند فرماتا ہے اور چھینکے کو ناپند فرماتا ہے۔ یعنی اگرچہ نماز کے دوران چھینکنا اور جہاں لینا  
دونوں شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں مگر ان دونوں میں چھینکنا (جہاں لینے کے مقابلے میں) اللہ تعالیٰ کو ناپند  
ہے (یعنی تم ناپند نہ ہو) اور اسی طرح اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ نماز میں چھینکے کے مقابلے میں  
جہاں لینا اللہ تعالیٰ کو زیادہ ناپند نہ ہے (یعنی یہ فرق اس لئے کیا گیا کہ کھینکنا روایت کی موجودگی میں جس میں  
چھینک کو پندرہ چیز بتایا گیا ہے اس کو کم از کم ناپند نہ ہو کہ جگہ سے غلط بات نہیں دیتی) (چونکہ چھینکے کو ناپند نہ  
میں پندرہ اور قابل شکر چیز بتایا گیا ہے اور یہاں نماز میں جہاں کے ساتھ چھینک کو بھی شیطان کا کام بتایا گیا ہے  
اس لئے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جیسا کہ پہلے بھی بیان میں ہے ظاہر کیا جاسکتا ہے اگر  
چھینک میں آواز بہت زیادہ بلند ہو جائے اور دوسرے جو تو یہ شیطان چیز ہوگی۔ یہ بات کھینکنا روایت میں بھی  
ظاہر کر دی گئی ہے اسی لئے ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے۔ یعنی چھینکے کا دروازہ  
برے قوت دہنے یا تو اپنے من پر دھکے لے کر اپنی آواز کو بھی بھگا کرے۔

زچلی میں مقدس خواتین کی آمد۔۔۔ (اس کے بعد پھر اصل بات نکلا کر کرتے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کی  
الذات کے وقت کون اور میں حضرت آدم کے پاس موجود تھیں جو دایہ کا فرض انجام دے رہی تھیں۔ اس  
پر سے میں دورانِ احتیاج گزری ہیں جن میں سے ایک میں دایہ کے طور پر شفاء کا موجود ہونا معلوم ہوتا ہے اور ایک  
میں محتاجانِ عاص کی والدہ کے دایہ ہونے نکلا کر ہے) آگے آئے والی روایت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ  
سے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت ان دونوں عورتوں کا موجود ہونا غلط ثابت نہیں ہو سکتا روایت یہ ہے  
۔۔۔ حضرت آدم کئی ہیں جب میں اس تکلیف میں مبتلا ہوئی جو ایسے وقت میں عورتوں کو ہوتی ہے۔ یعنی زچلی  
کے وقت کی تکلیف تو اس وقت میں گھر میں بائیں کھڑی ہو کر بائیں سے بلکہ عورتوں کو دیکھنا جو گھبراہٹ کے وقت کی  
طرف بھی اور ذلیل و ذلت کی تھیں بالکل ایسی جیسے عبد مناف کے خاندان کی عورتیں ہوں اور یہ سب عورتیں

حدیث مرفوعہ کی تخریج پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راویوں کا سلسلہ برو  
است آنحضرت ﷺ تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔

حدیث موقوف کی تخریج بھی گزر چکی ہے۔ یعنی وہ حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ کسی جہتی تک پہنچ کر ختم  
ہو جائے اور چالیس میں نے آنحضرت ﷺ کو میں دیکھا ہوا کسی واسطے کے برو اور است آنحضرت ﷺ سے روایت  
تمام

میر سے چاروں طرف جمع ہو گئیں۔ امین عودت نے (حضرت آمنہ کی) اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ با  
میر سے پاس کو کسی لمبی لمبی عورتیں آئیں جیسے عہد مطلب کی روٹیاں ہوں۔ ان عورتوں کے چہرے ایسے چمک  
دار اور روشنی تھے کہ میں نے اس سے پہلے بھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر ان عورتوں میں سے ایک جڑ کر میر  
قریب آئی اور میں اس کا سدا لے کر چلنے لگی۔ اس کے بعد مجھے روزہ یعنی بچے کی پیدائش کے وقت کا درد ہو۔  
لگا اور تکلیف جڑ گئی۔ پھر یہ معلوم ہوا جیسے ان عورتوں میں سے ایک میر سے پاس تھوڑا سا پانی لے کر آئی:  
دودھ سے زیادہ سفید تھا اور برف سے زیادہ گھٹا اور شہ سے زیادہ مٹھا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اسے پا  
لو، میں نے وہ شربت پی لیا۔ پھر تیسری عودت نے کہا کہ وہ میر نے تھوڑا اور پی لیا۔ اس کے بعد اس نے  
میر سے جوتے پر ہاتھ بیکھر اور کہا۔

”بسم اللہ اللہ کے حکم سے باہر آجائے۔“

مریم و آسیہ کی موجودگی۔۔۔ اس کے بعد ان عورتوں نے مجھے بتایا کہ ہم میں سے ایک فرعون کی بیوا  
آسیہ ہے اور ایک صحیحی کی والدہ مریم بنت عمران ہے۔  
یہ تینوں خواتین جنت کی حوروں میں سے ہیں۔

(اب اس روایت کے بعد یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ولادت کے وقت جب آسیہ اور حضرت مریم تھیں  
تو شفاء اور حضرت عبدالرحمن کی والدہ نے کیسے کہا کہ اس وقت ہم موجود تھے (اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے  
شفاء اور حضرت عبدالرحمن کی والدہ ان دونوں کے یعنی آسیہ اور حضرت مریم کے چلنے کے بعد آئی ہوں) (کو  
آپ ﷺ کی پیدائش آسیہ و مریم کی موجودگی میں نہ ہوئی ہو کیونکہ اسی قول سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے  
کہ آپ ﷺ کی ولادت میں دیر لگی یہاں تک کہ آپ (حضرت مریم اور آسیہ کے چلنے کے بعد) شفاء کے  
ہاتھوں پر باہر تشریف لائے جیسا کہ پیچھے گزرنے والی روایت میں شفاء کا قول ہے کہ (ولادت کے وقت چھوٹا  
سے نکلتے تھے) آنحضرت ﷺ میر سے ہاتھوں پر آ رہے۔

جنت میں یہ دونوں آپ کی ازواج۔۔۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت مہد کے وقت آسیہ اور حضرت مریم  
کے وہاں موجود ہونے میں شاید یہ حکمت رہی ہوگی کہ یہ دونوں محترم عورتیں (جیسا کہ روایات سے ظاہر  
ہے) جنت میں آنحضرت ﷺ کی بیویاں ہوں گی۔ ان کے علاوہ وہاں حضرت موسیٰ کی بہن کلثوم بھی  
آنحضرت ﷺ کی بیوی ہوں گی۔

موسیٰ کی بہن بھی ازواج میں۔۔۔ چنانچہ کتاب جامع صغیر میں یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں  
مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی اور موسیٰ کی بہن سے میری شادی کی ہے۔ نیز آگے حضرت خدیجہ کی ولادت  
کے بیان میں یہ حدیث بھی آئے گی کہ آپ ﷺ نے آمنہ کو میں حضرت خدیجہ سے فرمایا۔

”کیا تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے کہ ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ  
”کیا تمہیں نہیں معلوم اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے علاوہ مریم بنت عمران (یعنی حضرت صحیحی کی  
والدہ اور موسیٰ کی بہن کلثوم اور فرعون کی بیوی آسیہ سے بھی میری شادی کر دی ہے۔“

حضرت خدیجہ نے پوچھا کہ کیا یہ بات آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں  
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت اور برکت عطا فرماتے۔

آسیہ فرعون سے محفوظ رہیں۔۔۔ (جو کہ یہ تینوں خواتین یعنی حضرت مریمت، حضرت عمران، آسیہ اور کلثوم بنت جحش اس آخضر شجرہ کی بیویاں بنے والی ہیں اس لئے) اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو اس بات سے محفوظ رکھا کہ کوئی شخص ان کے ساتھ جھوٹی کر سکے (یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ان تینوں میں آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں ان کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیوی ہونے کے باوجود فرعون کے ساتھ ہم بستری نہیں ہوئیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں) سزا نہیں لگتی ہے کہ جب فرعون سے آسیہ (کی پاکبازی اور خوبصورتی) کا ذکر کیا گیا تو اس کو ان کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ہوئی۔ مگر جب آسیہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود چار ہوئیں اور ان کے باپ، رضی ہوئے فرعون نے ان کو طوطی کرنے کے لئے بہت دولت خرچ کی مگر پھر بھی وہ رضی نہ ہوئیں۔ آخر فرعون نے (خود بدشاہ قتلہ بردستی) ان سے شادی کر لی، دولت کو جب فرعون آسیہ کے پاس پہنچا تو ان سے جھوٹی کر لیا اور وہ کیا توکل نے اس کو آسیہ کے پاس سے دور کر دیا اس کے بعد جب بھی اس نے آسیہ کے ساتھ ہم بستری کرنی چاہی تو یہی صورت پیش آئی (مگر چونکہ فرعون آسیہ کو بے حد چاہتا تھا اس لئے اس کے باوجود اس نے ان کو علیحدہ نہیں کیا بلکہ) آخر اسی پر رضی ہو گیا کہ صرف آسیہ کو دیکھ لیا کرے (اور اس طرح انی محبت کو تسکین دیتا ہے)۔

مریم یوسف سے محفوظ رہیں۔۔۔ جہاں تک حضرت مریم (یعنی حضرت عیسیٰ کی والدہ) کا تعلق ہے کہا جاتا ہے کہ ان کی شادی ان کے چچا کے بیٹے یوسف نبی سے ہوئی تھی مگر یوسف ان کے ساتھ جھوٹی نہیں کر سکے۔ حضرت مریم نے یوسف سے اس لئے شادی کی تھی کہ وہ ان کے ساتھ مسر جاسکے جہاں وہ اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ کے ساتھ جانا چاہتی تھیں۔ یہ وہاں بارہ سال تک رہے ان کے بعد حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ واپس شام آ گئے اور مصرہ کے مقام پر آ کر قیام کیا۔

موسیٰ کی بہن گھوڑی پر ہیں۔۔۔ جہاں تک حضرت موسیٰ کی بہن کلثوم کا تعلق ہے ان کے تعلق ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ ان کی شادی ہوئی تھی۔

نبی عبد مناف کے ذیل ذول۔۔۔ (پہلے حضرت انس کی روایت گزری ہے کہ میں نے اپنے پاس کچھ عورتوں کو دیکھا انہی میں گھوڑی پر ہیں) جس سے عبدالمطلب کی یا عبد مناف کی بیویاں ہیں اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہی دولت گزری اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد مناف کی یا عبدالمطلب کی بیویاں دوسری عورتوں کے مقابلے میں اپنے تہہ چلان اور ذیل ذول میں ممتاز تھیں (عبدالمطلب کے پورے خاندان کے متعلق مشہور ہے کہ سب بہت لمبے قد تھے اور تھے اپنا نچ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بیٹے علیؓ کے متعلق میں نے (ایک کتاب میں لکھا کہ وہ غیر معمولی طور پر لمبے قد کے تھے جب طواف کرتے تو لوگوں کے سر وہاں ایسے لگتے تھے جیسے ٹھونڈے پر سوار ہوں یہ علیؓ ابن عبداللہ خاندان نبی عباسؓ کے پہلے دو خلفاء یعنی علیؓ علیؓ اور علیؓ منصور کے دو تھے۔ یہ دونوں خلفاء علیؓ کے بیٹے تھے کے لڑکے تھے۔ یہ علیؓ اس لئے قد کے ہونے کے باوجود اپنے باپ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے سوا کسی کے برابر نہ تھے۔ پھر یہ کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بھی اپنے لمبے ہونے کے اپنے والد حضرت عباسؓ کے سوا کسی کے برابر تھے اور اسی طرح خود حضرت عباسؓ اپنے والد عبدالمطلب کے سوا کسی کے برابر تھے (یہ روایت غیر معمولی طور پر لمبے قد ظاہر کرتی ہے جو بظاہر کچھ میں نہیں آتے) چنانچہ عباسؓ ابن جعفرؓ نے لمبے قد کے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان میں علیؓ ابن عبداللہ کے ساتھ

حضرت عبداللہ، حضرت عباسؓ اور عبدالملک کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف حضرت عمرؓ ابن خطابؓ، حضرت زبیرؓ ابن عوفؓ، قیسؓ ابن سعدؓ اور حبیبؓ ابن سہلؓ کا ذکر ہے۔

نبیؐ عباسؓ میں حسن و قنوتی... کتاب موابہ میں ہے کہ حضرت عباسؓ اور عباسؓ قہ کے تھے اور ایک روایت کے مطابق لے قہ کے تھے۔ میں نے ابن علیؓ ابن عبداللہ کے مطلق رجوع مہای خلفاء کے وراثت کے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ یہ حدود و عبادت گز اور پورے روزگار عالم ہا مل تھے، اس کے ساتھ ہی غایت حسینؓ اور خوبصورت تھے۔ یہاں تک کہ ان کے مطلق کیا جاتا ہے کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ خوبصورت اور ایک شریف انسان تھے۔ اس قہ و عبادت گز تھے کہ روزانہ رات کو ایک ہزار رکعت تھیں پڑھا کرتے تھے اسی وجہ سے ان کو عبود یعنی بہت زیادہ سجدہ کرنے والا کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کرم اللہ وجہہ نے ابن عباسؓ کا نام علیؓ رکھا تھا۔

چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ کی نماز میں حضرت علیؓ کو حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نظر نہیں آئے حضرت علیؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے ابو العباسؓ یعنی حضرت عبداللہؓ مسجد میں نظر نہیں کر رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے یہاں لڑکا بیٹا ہوا ہے چنانچہ نماز پڑھنے کے بعد حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ ابو العباسؓ (یہ حضرت عبداللہؓ کی کنیت ہے) کے گھر چلے ہیں۔ ان کے گھر پہنچ کر حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہؓ کو بچے کی مبارک باد دی اور فرمایا۔

”کہنے والی کا فکر ہے خدا تمہیں اس بچے میں برکتیں عطا فرمائے۔ بعض روایوں نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ۔ خدا اس میں تمہارے لئے خیر ظاہر فرمائے۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔“  
حضرت عبداللہؓ ﷺ نے فرمایا۔

”آپ کے ہوتے ہوئے کیا میرے لئے یہ مناسب ہے کہ میں اس کا نام رکھوں۔“  
حضرت علیؓ نے بچے کو لے کر حکم دیا چنانچہ حبیبؓ کے پاس لایا گیا۔ حضرت علیؓ نے (سنت کے مطابق) گھر چلا کر بچے کے منہ میں دالی (میں کو عربی میں خنیک کہتے ہیں) لٹکھنے کے لئے دعا کی اور اس کو حضرت عبداللہؓ کو دے دیے ہوئے فرمایا۔

ابو العباسؓ کو لوگوں نے اس کا نام علیؓ رکھا ہے اور اس کا لقب ابو الحسنؓ رکھا ہے۔

سیاسی اختلاف کے اثرات... اس طرح ان کا نام حضرت علیؓ نے اپنے نام پر رکھا اور لقب بھی پانچواں رکھا یعنی ابو الحسنؓ جس کے معنی ہیں حسن کا باپ کیونکہ حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادے حضرت امام حسنؓ تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ سیاسی طور پر چونکہ حضرت علیؓ کے مخالف تھے اس لئے جب حضرت معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ سے کہا کہ تم اس کا نام لقب دو نہ رکھو جو ان کا یعنی حضرت علیؓ کا ہے۔ امیر معاویہؓ نے علیاؓ اپنی بیوی کی وجہ سے کیا (امیر امیر معاویہؓ نے کہا کہ میں نے ابن کا لقب ابو محمد رکھ دیا ہے اس کے بعد لوگوں میں ان کا یہی لقب مشہور ہو گیا۔

مگر بعض علماء نے یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ جب یہ علیؓ ابن عبداللہؓ، عبدالملکؓ ابن مروانؓ کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا۔

علیؓ نام لقب پر ناپسندیدگی۔ اپنا نام یا لقب بدلواں لے کر میں تمہارے نام کو برداشت نہیں کر سکتا

کیونکہ وہ نام علی ہے، اسی طرح عبداللقب بھی میں برداشت نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ ابوالحسن ہے۔  
 علی ابن ابی عبد اللہ نے جو اب دیکھا کہ جہاں تک میرے نام (یعنی علی) کا تعلق ہے تو اسے میں نہیں بدلوں گا۔ پس میرا لقب بدل کر ابی محمد رکھ دیتے ہیں۔ (کیونکہ محمد ان کے بیٹے کا نام ہے اور ابی محمد کا مطلب ہے محمد کا باپ۔) یہ وہ محمد ہیں جو پہلے وہ عباسی خلفاء خلیفہ سفاح اور حفصہ منصور کے باپ ہیں۔

عبدالملک نے یہ بات (یعنی نام اور لقب بدلنے کی بات) حضرت علی ابن ابی طالب کے نام اور لقب سے بائیں کی کی ہے کسی شخص۔

علی عباسی کی پیشینگوئی اور سزا۔ ایک دفعہ یہ علی ابن عبد اللہ اپنے دونوں بھائیوں سفاح اور منصور کے ساتھ خلیفہ ہشام ابن عبدالملک ابن مروان کے پاس پہنچے اس وقت ہشام ابن عبدالملک (جو بنی امیہ میں سے تھا) خلیفہ قاضی سفاح اور منصور دونوں بچے تھے (جنہوں نے بڑے ہو کر بنی امیہ سے سلطنت چھینی اور اپنے خاندان یعنی بنی عباس میں بادشاہی قائم کی) خلیفہ ہشام، علی کے ساتھ بہت عزت سے پیش آیا مگر علی خلیفہ کو اپنے بھائیوں کے متعلق طبیعت کرنے لگے تو کہا کہ یہ دونوں اس خلافت اور سلطنت کے مالک نہیں (علی خلیفہ ہشام نے ان کی اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ ان کی سزا کی پر حیران ہوئے گا اور اس بات کو ان کی بے وقوفی سمجھ کر ہل گیا مگر کہا جاتا ہے کہ جب اس کا بھائی ولید ابن عبدالملک خلیفہ ہشام نے سزا کی علی ایسی بات کہتے ہیں (کہ میرے پاس ہے) کہ ہشام نے خاندان سے خلافت و سلطنت چھین لیں گے (تو اس نے علی کو اس کی سزا میں کوڑوں سے چڑایا پھر اس نے انھیں ایک لونٹ پر اس طرح سوار کر لیا کہ ان کا منہ لونٹ کی دم کی طرف کر دیا اور اس طرح انھیں شرم میں گھمایا کہ لونٹ کے پیچھے پیچھے ایک شخص چلتا چلتا تھا کہ یہ جموعہ علی ابن عبد اللہ ابن عباس ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں علی کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے لوگ تم پر جموعہ کا اہرام لگ رہے ہیں، علی نے کہا۔

”میں میرے متعلق معلوم ہوا ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ خلافت و سلطنت میرے بیٹوں کے ہاتھوں میں پہنچنے والی ہے اور خدا کی قسم ایسا ضرور ہو گا“

پیشینگوئی کی تکمیل۔ چنانچہ (ان کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور یہ بات اسی طرح ظاہر ہوئی جیسے علی نے کہا تھا کہ بنی امیہ میں سے خلافت اُٹھ کر بنی عباس میں پہنچ گئی) چنانچہ (بنی عباس میں پہلا) خلیفہ سفاح اور ابی عباس کے بعد (اس کا بھائی) منصور خلیفہ بن۔

ابن عباس کی پیشینگوئی۔۔۔ تیسری کی کتاب دلائل النبوة میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے (اس وقت حضرت امیر معاویہ خلیفہ تھے) امیر معاویہ نے ان کے ساتھ بہت عزت کا معاملہ کیا اور ان کو انعام دیا پھر امیر معاویہ نے کہا کہ اے ابی عباس کیا یہ سلطنت تمہارے خاندان میں بھی پہنچے گی۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ امیر المؤمنین مجھے معاف فرمائیے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا کبھی اتنا ہو گا۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ امیر معاویہ نے پوچھا کہ (جب تم لوگ یعنی بنی عباس بنی امیہ سے خلافت چھینو گے تو) تمہارے دو بھائیوں کو لوگ ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ فرما ان کے لوگ (کی) یعنی ابی مسلم قرطابی جو اپنے لشکر کے ساتھ آئے گا اور ان کے ساتھ سیدہ گنگ کے بھٹے ہوں گے جو بنی امیہ کے ہاتھوں سے سلطنت چھین کر اس کو بنی عباس میں پہنچا دیں گے۔

ابو مسلم اور بنی امیہ کا زوال... کہا جاتا ہے کہ اس ابو مسلم خراسانی نے ستر چڑھ آدمیوں کو قتل کیا جو ابن کے حواء میں بیٹھیں اس نے مختلف جنگوں میں قتل کیا۔ (اس ابو مسلم خراسانی کے فکر کے ساتھ سیادنگ کے جھنڈ تھے یہ وہ جھنڈے تھے جن میں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیادنگ کے جھنڈے (یعنی فکر کے ساتھ) آئے ہیں تو ان جھنڈوں کے پیچھے کتنے جانا اس لئے کہ ان جھنڈوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مدعی ہوں گے۔

(ابو مسلم کے فکر کے ساتھ دالے یہاں جھنڈے اس لئے وہ جھنڈے تھے جن سے یہ کہتے ہیں کہ متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہاں قیامت کے قریب قتل آئے گا۔

بنی عباس کا اقتدار... اس کے بعد بحر اوقیانوس کا کرتے ہیں کہ علی ابن عبداللہ کی قیادت کوئی کے مطابق بنی امیہ سے خلافت نہیں گئی بلکہ بنی عباس میں چلی گئی تھی۔ سب سے پہلے خلیفہ علی کا یہ تسلط ہو اور اس کے بعد اس کا بیٹا مینصور ہو اور پھر یہ خلافت مینصور علی اور اس کے بیٹے (علی نے کچھ روایت میں جو یہ کہتا ہے کہ خلافت میرے ذوال کے ہاتھوں میں پہنچے گی اس سے مراد ہے کہ میں نہیں بلکہ اٹھارہ چارے مراد ہیں کہ وہ چارے کو بھی چٹایا کہا جاتا ہے۔

کتاب مرآۃ العیون میں ہے کہ خلیفہ مامون سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے باپ خلیفہ ہارون ارشد نے روایت کیا کہ اپنے باپ خلیفہ مدعی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ خلیفہ مینصور سے وہ اپنے باپ محمد ابن علی سے وہ اپنے باپ علی سے وہ اپنے باپ مینصور سے وہ اپنے باپ علی سے وہ اپنے باپ علی سے وہ اپنے باپ علی سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کا سردار مہم کا ختم ہوتا ہے۔

مامون عباسی کے اقوال... کہا جاتا ہے کہ مامون کے جو قول نقل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔  
"کوئی کا اپنے صانع سے مدد مت لینا جو خلق کی بات ہے۔"

خلیفہ مامون یہ بھی کہا کرتا تھا۔

اگر لوگوں کو میری وہ کڑ کر دینے اور (میروں کی) معاف کر دینے کی عادت کے متعلق پتہ چل جائے تو وہ جرم کو کر کے میرے پاس آکر شروع کر دیں اور مجھے ڈر ہے کہ میں انہیں معافی دینے کے بدلے میں ان سے کوئی نافرمانی نہیں ہوں گا۔ اس لئے کہ یہ (معاف کر دینا) میری عادت اور حجاج بن یوسف کا ہے۔

مشرق و مغرب میں اسلام... (اس کے بعد بحر اوقیانوس کی ولایت کے وقت کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) آنحضرت ﷺ کی ولادت نے کیا۔

"میں نے (آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت) تین جھنڈے دیکھے جن میں سے ایک جھنڈا مشرق کا تھا (جس سے مشرق میں آپ ﷺ کا کھڑا کھل جانے کی طرف اشارہ تھا) اور دوسرا جھنڈا مغرب کا تھا (جس سے مغرب میں آپ کا کھڑا کھلنے کی طرف اشارہ تھا) اور تیسرا جھنڈا کعبہ کی چھت پر لگا ہوا تھا (جس سے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کے مرکزی طرف اشارہ تھا) اللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ اور عرب کا دستور... جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کو (عرب کے قاعدے کے مطابق) ایک بڑے برتن سے ڈھانپ دیا گیا مگر اس برتن کے پھٹ کر وہ نکلے ہوئے تھے۔

مولود نبی اور مجلہ... (تال ایہ روایت بھی ان میں سے ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ولادت کے

وقت پیدا ہوئے کہ مکہ حضرت امی عباس سے روایت ہے کہ ہابلیت کے زمانے میں (قریش میں) حبیب کوئی بچہ رات کے وقت پیدا ہوا تو اس کو ایک برتن کے نیچے رکھ دیا گیا اور لوگ صبح ہوئے تک (عالم شگن کی وجہ سے) اس کو نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ حبیب آنحضرت ﷺ (رات کے وقت) پیدا ہوئے تو آپ کو ایک برتن کے نیچے رکھ دیا گیا اور ایک بیاتہ قند ایک روایت کے مطابق یہ ایک بیاتہ قند حبیب صبح ہوئی تو لوگ اس بیاتہ کے پاس (آپ ﷺ کو دیکھنے کے لئے) آئے مگر انہوں نے دیکھا کہ وہ بیاتہ بیٹنی برتن چھٹ کر وہ نکلے ہو چکا تھا اور آنحضرت ﷺ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئی ہوئی تھیں۔ لوگوں کو یہ دیکھ کر سخت عجب ہوا۔

انگوٹھے سے دو درود... آپ کی والدہ (حضرت آمنہ) سے روایت ہے کہ میں نے (آپ کی پیدائش کے بعد) آپ کے لوہے پر ایک برتن (صاحب دیا مگر (صبح کو) میں نے دیکھا کہ وہ برتن چھٹ کر آپ ﷺ کے لوہے سے ہٹ چکا ہے اور آپ ﷺ (اس حال میں تھے کہ) پانچ گھنٹہ گھر سے تھے جس سے وہ نکل رہا تھا۔

بچوں کے انگوٹھے میں روزی... عرائس میں ہے کہ فرعون نے (حبیب حضرت موسیٰ کی پیدائش کے فوراً بعد) علم دیا کہ نبی سرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر دیا جائے تو عورتیں یہ کرنے لگیں کہ حبیب کوئی بچہ پیدا ہوا تو اسے لے کر بچے سے کہی ہوئی یادگار میں لے جاتیں اور اس میں بچے کو چھپا دیتی تھیں۔ اسی طرح کے لڑکے لے کر فرشتوں میں سے کسی کو متعین فرمواتے اور اس کو کھانا پانا دیا کرتے تھے کہ (بڑے ہو کر وہ بچے) انگوٹھوں میں آتے (سامری چاہ کر جو اسی زمانے میں پیدا ہوا تھا) اس کی ماں نے اسے بھی اسی طرح ایک عمار میں چھپا دیا تھا اس کے پاس جو فرشتہ (اس کو کھانے پانے کے لئے) آیا وہ حضرت جبرئیل تھے۔ یہ سامری اس عمار میں (انگوٹھ پر سا کر) تھا اور اس کے ایک ہاتھ کے انگوٹھے میں سے مسکے لٹکا تھا اور دوسرے سے شمشیر لٹکا تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ وہ پختہ والا بچہ بمو کا ہوا تب تو وہ پانچ گھنٹہ گھر سے تھے۔ چنانچہ انگوٹھ چھٹنے کے متعلق روایت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ ان کے لئے رزق رکھ دیا ہے۔ یہ سامری ایک منافق تھا جو ظاہر میں حضرت موسیٰ پر ایمان لائے آئے کار ہوئی کہ وہ قادراً اپنے گھر کو چھپا دیا تھا۔

عبدالطلب کو ولادت کی خبر... (آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے بعد آپ ﷺ پر برتن (صاحب دے دیے جانے کے متعلق ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں) ایک روایت میں ہے کہ یہ عبدالطلب تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو عورتوں کے پرہیز کیا کہ وہ آپ ﷺ پر برتن (صاحب دیں۔

(اقول) مؤلف کہتے ہیں: یہ بات آگے آنے والی ابن اسحاق کی اس روایت کے مطابق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے بعد آپ کی والدہ نے آنحضرت ﷺ کے والد عبدالطلب کو جانے کے لئے آدمی بھیجا عبدالطلب اس رات کچھ کا طرف کر رہے تھے۔ عبدالطلب حضرت آمنہ کے پاس آئے۔ تو حضرت آمنہ نے کہا:

”اے ابوالمہدی! آپ کے پرہیزچی پیدا ہوا ہے جو عجب ہے۔“

ولادت کے عجائبات... عبدالطلب اسی بات سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو مکمل انسان نہیں ہے؟ حضرت آمنہ نے جواب دیا:

”ہاں (مکمل انسان ہے) مگر وہ اسی طرح پیدا ہوا کہ وہ مجھے کی حالت میں قند بھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں۔“

نو مولود کو طوائف کعبہ۔ اس کے بعد حضرت آمنہ نے بچے کو پکڑے سے نکال کر عبدالمطلب کو دیدیا۔ عبدالمطلب نے آپ کو دیکھا اور اس کے بعد آپ ﷺ کو لے کر گئے میں گئے پھر (طوائف کرنے کے بعد) آپ ﷺ کو دیکھا جس حضرت آمنہ کو لے کر دیا (اس کے بعد قاتل عبدالمطلب نے آپ کو برہنہ سے اٹھانے کے لئے کہا ہوگا)

مگر اس میں ابن ابی الدرداء کی اس روایت سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ (آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد) حضرت آمنہ نے آپ کو ایک بلا سے برتن سے اٹھایا دیا تاکہ عبدالمطلب سے پہلے آپ کو کوئی دیکھنے نہ پاسے چنانچہ آپ کے دلو آئے تو دیکھا کہ وہ برتن ٹوٹ چکا تھا۔ بچے پر برتن ڈھکنے کی کوشش۔ (یہ شبہ اور کرنے کے لئے) لکھا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ کے دلو (عبدالمطلب) نے آپ کو برتن کے ٹوٹنے کے بعد ہی گود میں لیا ہو اور پھر آپ کو کنبے میں لے کر گئے ہوں۔ پھر کنبے سے واپس لانے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت آمنہ اور دوسری عورتوں کے سپرد کیا ہو تاکہ صبح ہونے تک آپ پر دوسرا برتن اٹھایا جائے اور اس کے بعد یہ دوسرا برتن بھی ٹوٹ کر ٹکڑے ہو گیا ہو۔ اس طرح یہ روایت حضرت آمنہ کے اس قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ وہ برتن چھٹ کر آپ کے اوپر سے ہٹ چکا ہے اور آپ (اس حال میں تھے کہ) اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے (اس آیت میں ایک حکایت نقل کرتے ہیں کہ)۔

اس میں کی اہانت اور منافقت ضرب المثل ہے اس سے روایت ہے کہ مجھے اپنی پیدائش کی بات یاد ہے (میری پیدائش کے بعد میری ماں نے میرے اوپر ایک برتن رکھ دیا تھا اس نے ایک مرتبہ اپنی ماں سے پوچھا کہ میری پیدائش کے قریب تم نے کوئی آواز سنی تھی۔ میں نے کہا کہ ہاں، میں نے مجھے ایسا لگا تھا جیسے کوئی عہقی اوپر سے نیچے گر رہا ہو۔ میں اس آواز سے اتنی گھبرا گئی کہ اسی وقت تم پیدا ہو گئے۔

بعض محققین (اس کی خبر معمولی بات نہ انکسرت کے مطلق) کہتے ہیں کہ ہر سو سال کے بعد ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جس کی عقل باطل مکمل ہوتی ہے اس کی ہی لوگوں میں سے تھا شاید یہی مراد ہے اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال میں ایک ایسے شخص (یعنی مجتہد کو پیدا فرماتا ہے جو اس امت کے دین کو زندہ کرتا ہے۔ سو سال سے مراد ہے صدی کے آخر میں تاکہ اسے اس کے بعد آنے والی صدی کا ابتدائی حصہ زندہ کی میں ملے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس بھی تھوڑا سا ہے جسے یا نہیں۔ واللہ اعلم

نبی کی ولادت اور شیطان کی بیخ۔ فقیر ابن علقمہ جس کے ہمارے میں ابن حزم نے کہا ہے کہ اس بھی کتاب دوسری میں لکھی گئی اس میں ہے کہ شیطان صرف چار مرتبہ عیسیٰ اور عیسیٰ کے ساتھ چٹا ہے۔ ایک اللہ اس وقت چٹا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے طوں اور رائدہ کو دیکھا، دوسری بدوہ اس وقت چٹا ہے اس کو آہلوں سے زمین پر اتار دیا گیا۔ تیسری بدوہ اس وقت چٹا ہے آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق یہاں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے مراد آپ کی ہمت یعنی نبوت ملنے کا دن ہے (کہ تیسری بدوہ اس وقت چٹا ہو چکی بدوہ اس وقت چٹا ہے آنحضرت ﷺ پر سورۃ فاتحہ پڑھائی ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت شیطان کے چہرے کی طرف کتب میوں لائے کے مصنف نے اس فقر میں اشارہ کیا ہے۔



بہرہ و ہرہ  
فہرہ و ہرہ  
بہرہ و ہرہ  
فہرہ و ہرہ

ترجمہ: آپ کی پیدائش کے وقت شیطان بہت غم و افسوس کے ساتھ چہکا، جس باک سے وہ اس کے پیٹنے سے کیا فائدہ حاصل ہو گا۔

شیطان کی آواز کا کہنے کے موقع پر۔ عطاء غرامانی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی اس وقت بھی شیطان نے ایک بار دست دھو بیٹھا (یعنی یہ ہے)۔

وَمِنْ مَّعْمَلَاتِهِمْ سَوَاءً أَنْ يَنْصَلُوا اللَّهَ تَعَالَى أَوْ لَا يَنْصَلُوا (سورہ نساء ص ۶۶) ترجمہ

ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے یا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو واللہ تعالیٰ کو بڑی معافیت دلا دیتی اور معاف فرماتا ہے۔

استغفار اور شیطان کی چٹھیں۔ اس آیت پاک کے نازل ہونے کے وقت شیطان سخت زبردست طریقے سے چہکا اس کے فکرم کے دوسرے تمام شیطان دنیا کے کونے کونے سے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ قاتل ہم پر کھڑے ہوئے ہیں چہکا ہم سب گھر آگئے۔ شیطان نے کہا کہ ایک ایسا حکم نازل ہوا ہے کہ اس سے زیادہ سخت بات میرے لئے بھی نازل نہیں ہوئی۔ اس شیطان نے کہنے پر چہکا وہ کیا ہے تو شیطان نے (اور گزرنے والی آیت انہیں چہکا کر سنائی) جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے کہ میری نافرمانی کرنے والے شخص کو گھر کرنے کے بعد اللہ سے استغفار کر لے تو میں اسے معاف کر دوں گا۔ کہ اس طرح شیطان نے اس کے دل پر سے پر ہائی ہٹا دیا۔ کیونکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ لوگوں کو اور خدا کرنا سے گھبرا کر اسے اور اس طرح ان کا انجام خراب کر دے۔ چہکا زیادہ آواز میں انہیں میں (چہکا جانے کا شیطان کو اس سے قہر ہو گیا کہ اس کی کوششیں کامیاب ہو گئیں۔ مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نسخہ اور تدبیر بخدا دی کہ اس کے ذریعہ اللہ کی رحمت کے وسیع دور ہو سکتے ہیں اور وہ نسخہ استغفار ہے کہ ایک شخص استغفار کر لے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ شیطان پر یہ استغفار ہی بہت شاق گزرتی اور اسے اس سے اتنا صدمہ ہوا کہ وہ چہکا اللہ تعالیٰ سے چہکا میرا تک کہ دوسری سب شیطان جمع ہو گئے۔ شیطان نے استغفار کے معنی یہ آیت سن کر کہ اسے کیا فرمایا۔ کیا تم نے اس کا (یعنی استغفار کا) بھی کوئی قور ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں اس کا کوئی قور نہیں ہے (یعنی ایسی کوئی تدبیر اللہ سے نہیں جس سے ہم آدمی کے استغفار کرنے کے بعد بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہ رہے وہیں شیطان نے کہا کہ کوئی اس کا قور تلاش کر میں بھی تلاش کر دیں گا۔

شیطان اور استغفار کا قور۔ بحر مادی غرامانی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک مذہب گزر گیا تو پھر شیطان ایک بار اسے دہرے سے چہکا میرا تک کہ دوسرے سب شیطان پھر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ کہ قور اسے دہرے سے چہکا جتنا کچھ دہرے کے سوا کچھ نہیں چہکا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ (کیا سوچ چلا کے ہو) ہمیں استغفار کا کوئی قور اللہ تعالیٰ نے چہکا میں نہیں کوئی تدبیر نہیں سوچیں۔ اللہ تعالیٰ نے (خوش ہو کر) کہا کہ میں نے اس کا قور سوچ لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔

بدعات سے استغفار کا مقابلہ۔ ہمیں بدعات کو بڑے خوبصورت انداز میں مسلمانوں کے سامنے پیش

کروں گا جنہیں وہ دیکھ کر اختیار کر لیں گے (وہ انکو وہ گناہوں کی مگرچہ نیک لوگ اپنی جماعت اور شیطان کے درمیان کی وجہ سے ان کو دیکھ سکتے ہوئے ہوں گے اس لئے وہ ان گناہوں پر استغفار نہیں کریں گے۔ کیونکہ بدعت پر عمل کرنا تو ہی اپنی جماعت کی بدعت ہے اس بدعت کو حق اور راستہ سمجھتے گناہ نہیں سمجھتا کہ اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے (اور اس طرح تو ہی گناہ کرنے کے بعد اس کو معاف کرنے کا شوق ہوتے ہوئے بھی اسے استعمال نہیں کرتا جس کے نتیجے میں شیطان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے)۔

بدعتی کے احوال نامقبول۔ (بدعت کے سلسلے میں) حدیث میں آیا ہے کہ بدعت کرنے والا جب تک کہ اس بدعت کو چھوڑ دے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا یعنی وہ تک تو ہی اس بدعت میں جہاد جتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل پر اس کو ثواب نہیں دیتا۔

بدعت گناہوں کا راستہ۔ حسن بصری کہتے ہیں۔ میں نے سنا کہ شیطان نے کہا میں نے حضرت محمد ﷺ کی بدعت کے لئے کہاں کی بدعت بھول کر اس نے استغفار کے ذریعہ میری مگر قزاقی مگر بھر میں نے ان کے لئے ایسے گناہوں کا راستہ بھول کر دیا جن پر وہ اللہ سے استغفار ہی نہیں کرتے اور وہ خواہشات یعنی بدعتیں ہیں۔

بدعت نفسانی خواہشوں کا نام۔ ایک حدیث میں آیا ہے

میں اپنے بعد اپنی امت پر عین باتوں کی وجہ سے ذرا ہوں۔ نفسانی خواہشات کی مگر لائق (آخر حدیث تک) یہاں نفس کی خواہشات پر عمل کرنے والوں سے مراد بدعت پر چلنے والے لوگ ہیں۔

مستردوں کا گرفتار علامت پیدا کرنا۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اور شیطان نے مستردوں کو کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے لشکر سے کہا اس رات میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے کاموں کو برباد کرے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستردوں کا تو غاشیطان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی پیدا کرنا کی علامت تھا۔ شیطان کے لشکر نے کہا کہ بلکہ تو جانتا ہے کہ اس بچے کو چاہیوں نہیں کرویتا ہے میں کہ شیطان آنحضرت ﷺ کی طرف چلا آیا جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا جنہوں نے شیطان کے ایک ٹھکانہ کو جہاں سے وہ نکل رہا تھا میں جا کر مارا۔

شیطان کو آسمان سے دھنچکا۔ مستردوں کا تو غاشیطان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ولادت کی علامت ہونا چاہیے نہیں معلوم ہوتا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ جب شیطان نے آسمانوں میں پہنچنے اور وہاں کی باتیں سن لینے سے روک دیا کیلئے انہیں روک کر اس سے بھگدیا گیا تو شیطانوں نے انہیں سے انکرا اس بات کی تردید کی۔ شیطان نے کہا معلوم ہوتا ہے دنیا میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے۔ بھراں نے شیطانوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے پاس زمین کے ہر مذہب سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر لائیں (جب شیطان مٹی لے کر آئے تو انہیں ہر ہر مٹی کو سونگھ کر دیکھنے لگا یہاں تک کہ اس نے ہندو مٹی کے کی مٹی سونگھیں اسے سونگھ کر اس نے کہا یہاں (یعنی اس علاقہ میں) کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ بعض حضرات نے اس طرح اس بات کو آپ کی ولادت کے وقت کی بات بتلایا ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ اس نے شیطانوں کی شکایت پر مختلف علاقوں کی غیباں سنا کر سونگھیں اور اس سے آپ کی ولادت کے متعلق معلوم ہوا کہ کچھ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے مستردوں کو نوٹس ہوئے دیکھا تو چونکہ اسے معلوم تھا کہ

یہ علامت تھی آخر انہی کی پیدائش کی ہے اس لئے اس نے دوسرے شیطانوں کو خردی کر دینی پیدا ہو گئے ہیں۔ آخر اس مشکل کو دور کرنے اور وہ لوگوں کو ایمان میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ صحابہ کا ٹوٹنا آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی علامت تھا مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ ولادت کس عہد میں اور کس مقام پر ہوئی (اور شیطان نے اس روایت کے مطابق) غلطی سوچ کر آپ ﷺ کی جائے پیدائش کا یہ چاہا۔ بعض علماء نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ جو واقعہ گزرا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت کا ہے۔ بلکہ جیسا کہ بیان ہو چکا بعض دوسرے علماء کے خیال میں یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت (یعنی نبوت ملنے) کے وقت کا ہے (کہ شیطان کو آسمانوں میں چڑھنے سے روک دیا گیا) جیسا کہ یہ بحث آگے آئے گی۔ شاید یہ غلط فہمی دونوں کے آپس میں گڈمڈ ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔

ولادت عسکری اور شیطان کو روک۔ بعض علماء نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شیاطین پہلے زمانے میں آسمان پر چلا کرتے تھے۔ پھر دنیا کے اس آسمان سے اوپر دوسرے آسمان تک پہنچ جاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی تو شیطانوں کو آسمان دنیا سے اوپر جانے سے روک دیا گیا۔ اب وہ صرف آسمان دنیا ہی میں پہنچ کر وہاں کی مکہ باتیں سن لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی تو شیاطین کو آسمان دنیا میں چڑھنے سے بھی گھنٹی ہوئی۔ اب وہ مکہ یا مکہ یا مکہ صرف کبھی کبھی اس کا موقع ملتا تھا کہ آسمان دنیا میں پہنچ کر وہاں کی باتیں سن سکیں۔ اور ان کو وہ آسمان دنیا کے نیچے ہی سنا آتے رہتے اور باتیں سننے کی کوشش کرتے۔ آخر جب آنحضرت ﷺ کی ہجرت ہوئی (یعنی آپ کو نبوت ملی) تو شیاطین کو آسمان دنیا میں جانے سے بالکل روک دیا گیا۔ اب وہ کبھی کبھی سن پاتے وہ آسمان دنیا کے نیچے روک دی جاتے تھے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں نے (اپنی کتاب) ”انتم کب المیر فی مولد النبی“ میں مولد النبی پر میں حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ (پہلے زمانے میں شیطانوں کو آسمانوں میں جانے کی ممانعت نہیں تھی۔ چنانچہ وہ آسمانوں کے اندر پہنچ جاتے اور وہاں وہ باتیں سن لیتے جو دنیا میں فتنے آتے دلتی ہیں۔ پھر یہ شیاطین وہ باتیں کانٹوں کو تھاپتے (یعنی ان کے متعلق عام لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ٹیپ کی باتیں جانتے ہیں) پھر جب حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی تو انہیں (اوپر کے) آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا۔ حضرت وہاں تک کہ ان کی روایت کے مطابق انہیں چار آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا تھا اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو شیاطین کو تمام آسمانوں میں جانے سے روک دیا گیا اور فرشتے ان (آسمانوں) کی حفاظت سدا رہے کرتے گئے۔ چنانچہ شیاطین میں سے اب جب بھی کوئی وہاں کی باتیں سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے شائبہ و شبہ یعنی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو ضروری تفصیل اور تقریباً ہے وہ اس باب میں ذکر ہو گی جس میں آپ ﷺ کی ہجرت کا بیان ہے۔

ظہور ستارہ احمدی۔ پادریوں اور راتوں کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر محمد چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ جنت سے روایت کے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت (اس سال آٹھ سال کا) کا قہار ہو چکا اور مستحقان کو کھانا تھا اسی زمانے میں میں نے ایک دن صبح کے وقت شرب (یعنی نہ پینا) میں ایک یہودی کو دیکھا جو ایک اونٹنی کے پر چڑھ کر چار با قہار یہودیوں کو پکار رہا تھا۔ لوگ (اس کی کلامی کرکس کے پاس پہنچ جاتے اور یہ چہنچہ گئے کہ کیا بات ہو گی) لیکن ان کو یہاں سے اس یہودی نے نکال دیا۔

امام کا ستارہ طلوع ہو گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ آنحضرت پر ابھریں گی۔ (ی) کیونکہ بعض قدیم کتابوں میں اس روایت میں اس ستارے کا طلوع ہو کر رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کی علامت کے طور پر ذکر تھا۔  
 ان حضرات حسان ابن ثابتؓ کے متعلق آگے چلے آئے گا کہ (اسلام قبول کرنے سے پہلے) باطلیت کے دور میں انہوں نے ساتھ ساتھ سال گھر سے باہر مسلمان ہونے کے بعد اپنی اسٹیجی سال (یعنی ساتھ ساتھ سال زندہ رہے) اس طرح ان کی کل عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی تھی اس طرح ان کے باپ کا وفات چودہواں عمر میں بھی گئی تھی (ی) یعنی ایک سو بیس سال کی عمر تک۔

شاعر اسلام کی عمر و جسمانی خصوصیات۔۔۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت حسان اور ان کے باپ و لوا کے سوا (چار سال) پہلے دوسرے کسی آدمی کا ذکر نہیں ہے جن کی ولادت اور ولادت بالکل برابر عمر میں ہوئی ہوگی (حضرت حسان ابن ثابتؓ مشہور صحابہ میں سے ہیں اور انکو شاعر اسلام کہا جاتا ہے جن کی فتیں اور آنحضرت ﷺ کی شان میں قصیدے مشہور ہیں)۔ حضرت حسانؓ (کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی زبان بہت لکھی تھی یہاں تک کہ وہ اپنی زبان سے اپنی ناک کا بانس بھولیا کرتے تھے (جبکہ عام طور پر کوئی کے لئے یہ ناکھن ہے) اسی طرح ان کے بیٹے باپ اور دار (بھی اپنی زبان سے ناک کا بانس بھولیا کرتے تھے)۔  
 ستارہ احمد اور موسیٰ۔۔ حضرت کعب ابن احمر سے روایت ہے کہ میں نے قورعہ میں جنازہ کے لئے حضرت موسیٰ کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت کی خبر دے دی تھی اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو اس کی اطلاع دے دی تھی کہ:-

یہ سود اور ولادت نبوی کی نشانی۔۔۔ تمہارے نزدیک جو مشہور جنگ دار ملتا ہے اور جس کا حال نام ہے جب وہ حرکت میں آئے گا اور اپنی جگہ سے سرکنا شروع ہو گا تو وہی وقت رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا ہو گا۔ (ی) یہ خبر بنی اسرائیل کے علماء ایک دوسرے کو دیتے آئے تھے (اور اس طرح بنی اسرائیل کو بھی آنحضرت ﷺ کی ولادت کا وقت یقینی اس کی علامت معلوم تھی)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی (عالم) نے میں روایت کیا جب وہ روایت آئی جس میں آنحضرت ﷺ پر ابھریں تو وہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا۔  
 "کیا تمہارے یہاں آج کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟"

حضور ﷺ کا ولادت دھند بیٹا بھی علامت۔۔۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ یہودی نے کہا۔  
 "میں جانتا ہوں کہ تمہاری طرف سے آج اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ (ی) اور قریش کے لوگو وہ تم میں سے ہے (یعنی قریشی ہے) اس کے سوا ہرے (ی) یعنی سوا ہرے کے ہاں ایک علامت (یعنی مرنیوت) ہے جس میں بہت زیادہ ہل ہوں گے یعنی اسے مسلسل اور کھینچے ہل جس جیسے گھوڑے کے بال میں ہوتے ہیں۔ (ی) اور یہ نشان مرنیوت ہے (ی) جو نبوت کی علامت اور دلیل ہے (دوسری علامت اس بچے کی یہ ہے کہ وہ دردت تک دودھ نہیں پئے گا۔ یہ باتیں اس کی نبوت کی علامتوں کے طور پر قدیم کتابوں میں ذکر ہیں۔

(ی) کہ وہ ان تک دودھ نہ پئے گا کسی بیماری یا غیرہ کے سبب ہو گا (اس بارے میں احادیث میں خبر نے آپ ﷺ کے دوران تک دودھ نہ پئے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نہایت میں سے کسی غریب نے آپ کے سر پر اپنا

باتھو رکھو دھاتھو

مصر نبوت کی یہودی عالم پر ہیبت۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ جب یہودی نے یہ بات اٹھائی تو قریش کے لوگ فوراً جنگی حالت میں نکلے۔ وہ سب یہودی کی بات میں کراہت میں تھے۔ یہودی لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے قوف میں سے ہر ایک نے اس بات کا ذکر اپنے گھروں سے کیا (غیر وہابیوں کو بڑے بڑے حضرت عبداللہ کے یہاں بیٹا ہونے کی خبر ہو چکی تھی اس لئے انہوں نے اپنے سروں کو اٹھایا کہ آنحضرت تو عبداللہ ابن عبدالمطلب کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام انہوں نے محمد رکھا ہے۔ آپ یہ قریشی بھڑے اور سب یہودی کے پاس پہنچے اور اس کو یہ بات بتائی (یہی) انہوں نے اس یہودی سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے یہاں (یعنی قریش میں) ایک لڑکا پیدا ہوا ہے (یہودی پہلے ہی جانتا تھا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ اپنی بات کی تصدیق کرنے کے لئے یہ قرار تھا اس لئے اس نے کہا کہ میرے ساتھ تم لوگ چلو تاکہ میں ایک نظر اس بچے کو دیکھ لوں۔ قریشی اسے لے کر چلے اور آنحضرت ﷺ کی والدہ (حضرت آمنہ) کے پاس لائے۔ یہودی نے کہا کہ اگر اپنے بچے کو ہمیں دکھائیے۔ حضرت آمنہ نے اپنے کو کپڑے سے لٹکھا تو ان لوگوں نے آپ کی کمر کھول کر دیکھی۔ یہودی کو جیسے ہی مرثیہ نظر آیا وہ (غم و ہیبت کی وجہ سے) ڈر اٹھا ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے بچہ ہوش آیا اور وہ سنبھلا تو ان لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا اس نے جواب دیا۔

(میں اس قسم میں بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا کہ نئی سرائیل میں سے (یعنی یہودی قوم میں سے) نبوت قسم ہو گئی، کیا تم اس بات پر خوش ہو۔ قریشیو! قسم ہے خدا کی کہ یہ شخص تم پر زبردست غلبہ حاصل کر لے گا اور اس کی شہرت مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔

قریش میں ولادت پیغمبر کا اعلان۔۔۔ (یہ) اعلان اللہ کی عطا کردہ نبوت ہے کہ جس میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام یوسف تھا اس دن یعنی اس وقت جبکہ رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو اس سے پہلے کہ قریشیوں کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر ہوئی کہ یہودی نے قریشیوں سے کہا۔

اے قریش کے لوگو! ان ولادت تمہارے اس علاقے میں اس امت کا نبی پیدا ہو گیا ہے۔

اس کے بعد وہ قریش کے گھروں میں (بچے کے حلقہ معلوم کرنے کے لئے) بکھرنے لگا مگر اسے کچھ پتہ نہ چل سکا۔ آخر (گھومتے گھومتے کہو عبدالطلب کی مجلس میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی اس نے (بچے کے حلقہ) تحقیق کی تو اس کو بتایا گیا کہ ابن عبدالمطلب یعنی حضرت عبداللہ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس یہودی نے (یہ سننے ہی) کہا کہ تو یہ امت کی قسم وہ اس امت کا نبی ہے۔

شرابی یہودی کی خوشبینی گئی۔۔۔ (اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ) آخر عمر ان کے مقام پر ملک شام کا ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام عبس تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے زبردست عطا ہوا تھا۔ وہ وقت ایک عہد کے گاہ میں رہتا تھا کہ اس کی خدمت میں وہ بچہ بھی گئے آتا تو ان کوں سے ملتا رہتا۔

تیس قریب زمانے میں قہدے سے درمیان ایک بچہ پیدا ہوا گا اور سارا عرب اس کے واسطے (یعنی دینی باپ چلے گا) اور اس کے واسطے (یعنی اور پست ہو جائے گا۔ وہ شہم کا بھی یعنی اس کے شہر میں اور علاقوں کا بھی مالک ہو جائے گا۔ یہی اس کا زمانہ ہے جس کو کہتے ہیں اس کی نبوت کے زمانے کو پانے گا اور اس کی جڑی کرے گا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ (یہ) اس خبر اور بھائی کی ہامیہ کہنا ہے (وہ اس کو حاصل ہو گی گا اور جو شخص

اس کی نوبت کا زمانہ پانے کا مگر اس کی مخالفت کرے گا وہ اپنے مقصد اور گروہوں میں حکام ہو گا۔

چنانچہ کئے میں (اس زمانے میں) جو بھی بچہ پیدا ہو گا وہ اس کے بارے میں تحقیق کر جائے گا کہ ابھی وہ بچہ نہیں پیدا ہوا۔ آخر جب وہ بچہ ہوئی یعنی وہ وقت آیا جس میں کہ آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب (اپنے گھر سے) نکلے اور عیسیٰ کے پاس آئے اور اس کی عہدت گاہ کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے اس کو کوا دی۔ عیسیٰ نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں عبدالمطلب ہوں۔ پھر انہوں نے اس کو دایب سے پوچھا کہ اس بچے کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا۔

عیسیٰ یہودی کی تصدیق و اداوت۔ تم اس کے باپ ہی ہو سکتے ہو۔ یہ لکھ دو کہ پیدا ہو گیا جس کے بارے میں تم سے کہا کہ قاتل اور دہشت گرد (ی) جس کا طریقہ ہو جس بچے کی پیدائش کی علامت ہے کہ وہ وقت نکل گیا ہے اور اس کی علامت یہ بھی ہے کہ اس وقت اس بچے کو درد ہو رہا ہے۔ یہ تکلیف اسے تین دن رہے گی اور اس کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ (جس کی تفصیل آگے کر دی ہے)۔

بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ یہودی کے پاس آنے والے کوئی (عبدالمطلب کے بھائی) آنحضرت ﷺ کے والد عبدالمطلب تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات اس وقت نہیں ہوئی تھی بلکہ آنحضرت ﷺ میں کے بعد میں تھے (بلکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ان کا انتقال ہو گیا) اس سلسلے کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ (ی) مثلاً یہ بات سامنے والے لوگ اس بناء پر مبنی کہتے ہیں کہ دایب سے جب پوچھا گیا کہ تم اس بچے کے حقیقی کیا کہتے ہو تو اس نے پہلا جملہ یہ کہا کہ تم اس کے باپ ہی ہو سکتے ہو۔

اقول۔ منافق کہتے ہیں۔ (دایب نے جو یہ بات کہی کہ وہ بچہ تین دن تک تکلیف میں رہے گا اس کی تفصیل یہ ہے کہ (ی) آپ نے تین دن تک درد و غم میں رہا اس بارے میں ایک قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ پیدائش کے بعد آپ نے دو دن تک درد و غم میں رہا۔ اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ یہ روایت اس قول کے خلاف نہیں ہوتی (جس سے یہ دیکھنے کے حقائق معلوم ہو رہے ہیں)۔

عیسیٰ سے عبدالمطلب کی ملاقات۔ (جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ دایب کے پاس جا کے والے حضرت عبدالمطلب تھے اور دلیل یہ ہے کہ دایب نے کہا تھا کہ تم اس کے باپ ہی ہو سکتے ہو اس پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دایب کے اس قول سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ وہاں جانے والے آنحضرت ﷺ کے والد یعنی عبدالمطلب ہی تھے کیونکہ (عربوں کے قاعدے کے مطابق) عبدالمطلب کو بھی آنحضرت ﷺ کا باپ ہی کہا جاتا تھا اسی طرح آنحضرت ﷺ کو عبدالمطلب کا بیٹا کہا جاتا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آنحضرت ﷺ نے خود ایک موقع پر فرمایا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں (کیونکہ عرب میں اکثر دلوں کو بھی باپ اور بچے کو چا کا کہا جاتا ہے) والد المطلب

ولادت کو راز رکھنے کی بدایت۔ (اس کے بعد پھر عیسیٰ یہودی کے والد کا بقیہ قصہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) پھر اس نے عبدالمطلب سے کہا کہ (اس بارے میں) اپنی زبان بند کر رکھنا (ی) یعنی جو کچھ میں نے تم سے (اس بچے کے حقیقی ہونا) اس کا کسی سے ذکر مت کرنا اس لئے کہ لوگ اس بچے سے (تجارت پر دست بردار کریں گے کہ کچھ تک کسی سے نہیں کیا) اور اس کی اپنی خست و خافت ہوگی کہ کبھی کسی کی نہیں ہوگی ہوگی (ہوتے کے حقیقی یہ تھیں جس کو) عبدالمطلب نے عیسیٰ سے پوچھا کہ اس بچے کی مرضی ہوگی۔ اس نے کہا۔

عمر مبارک کی پیشین گوئی..... مگر اس کی عمر لمبی ہوئی تو بھی ستر سال تک کی نہیں ہوئی بلکہ اس سے پہلے ہی اس کو (۶۱) سال یا تریخہ (۶۳) سال کی عمر تک اس کی وفات ہو جائے گی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ... یہ عمر (یعنی آٹھ سال یا تریخہ سال) اس کی امت کی زیادہ سے زیادہ عمر ہوگی (یعنی عمر طبعی بھی ہوگی) اور اس کی پیدائش کے وقت دنیا کے بہت فوٹ کر گئے ہیں۔

اس بارے میں ایک روایت پچھلے صفحوں میں گزر چکی ہے کہ دنیا کے بہت آنحضرت ﷺ کے محل کے وقت فوٹ کر گئے ہیں (جیسا کہ قدیم کتابوں میں آپ ﷺ کی پیدائش کی علامت کے طور پر لکھا ہوا تھا) نیز اسی سلسلے میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ جن کے وہ مرتبہ فوٹ کر گئے کو ان لینے میں بھی کوئی اذیت نہیں ہے (کیونکہ اس طریقہ و فوٹ روایتی و درست ہو جاتی ہے کہ دنیا کے بہت آپ ﷺ کے محل کے وقت بھی فوٹ کر گئے اور پھر دوسری مرتبہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت فوٹ کر گئے)

ولادت پر بتوں کا زوال... حدیث میں آتا ہے کہ حضرت محمدی کی پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی دوسری چیز میں جو مسجد کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں اس طرح گرہ پی نہیں کہ ان کے سر اٹھیں پڑے اور وہ مسجد کی حالت میں نہ تھیں اور اس کیفیت کو کچھ کریشان گھر افغانا۔

شیاطین کی حیرت... چنانچہ حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ جب وہ اسے اتنی اُٹھیں میں حضرت محمدی پیدا ہونے کو دنیا کے سارے بہت سر کے ٹی لوندھے ہو کر زمین پر گر پڑے (یعنی جیسے مسجد کی حالت میں انسان اپنا سر زمین پر رکھ دیتا ہے لوگ یہ دیکھ کر ان کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے) مگر جب بھی وہ اٹھا کر بیدار کئے جاتے تو وہ پھر گر پڑتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام شیاطین حیران ہو پڑے تھے مگر انہیں اس کی وجہ (یعنی حضرت محمدی کی پیدائش کی خبر) نہیں تھی۔ وہ سب انہیں کے پاس لڑوائے کر گئے (مگر اس وقت تک اسے بھی اس بات کی وجہ معلوم نہیں تھی اس لئے کہ دوسری دنیا میں تو انہیں پھر اس کا سبب معلوم کرنے کے بعد ان شیطانی کے پاس انہیں آکر بولا کہ۔

میں نے ایک بچہ (یعنی حضرت محمدی کو) دکھا جسے فرشتے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں اس لئے میں اس کے پاس نہیں آ سکتا۔ میرے اور تم سب کے اوپر کوئی نیا انکاہ لڑی نہیں ہو اچھا یہ ہے۔ میری آمد ہے کہ جتنے کو میلوں کو وہ ہدایت پر اور بیدار رہتے پر لگائے میں ان سے زیادہ کو میلوں کو گمراہ کر دوں۔

(جیسا کہ انجیل روایت میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت دنیا کے جن کے فوٹ کر گئے کے حلق معلوم ہو اس کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ) آنحضرت ﷺ کی خصوصیت... (اقول) مؤلف کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے بہت آنحضرت ﷺ کے لئے دوسرے مرتبہ آپ کے محل کے وقت اور دوسری مرتبہ آپ کی ولادت کے وقت اس کا مطلب ہے کہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیت جن کا آپ کے محل کے وقت کرنا تھا یہ کہ ولادت کے وقت تو حضرت محمدی کے لئے بھی دنیا کے بہت کر گئے تھے۔ مگر علامہ سید حق نے اپنی کتاب "خصائص صلی" میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ کی پیدائش کے وقت دنیا کے بہت کر گئے تھے (مگر جیسا کہ بیان کیا گیا دنیا کے بہت حضرت محمدی کی پیدائش کے وقت بھی کر گئے تھے) اس لئے اس کی روشنی میں علامہ سید حق کے اس قول کو درست نہیں کہا جاسکتا۔ (ہاں اگر آپ کے محل کے وقت

جوں کے کرنے کو آپ کی خصوصیت کہا جائے تو صحیح ہے گا کیونکہ اصل کے وقت صرف آپ ہی کے لئے بت کرتے تھے۔ حضرت محسنی کے اصل کے وقت ایسا نہیں ہوا تھا۔

دیو لڑکھب کا اعلان ولادت۔ عبدالمطلب سے روایت ہے کہ میں کعبے میں تھا پاک میں نے دیکھا کہ کعبہ کے بت اپنی ہاتھوں سے گرجتے اور حمد کی سی حالت میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ساتھ قہر میں نے کعبے کی دیوار میں سے آنے والی ایک تھوڑی سی بو کہ وہی تھی کہ وہ محبوبِ خدا پیدا ہو گئے جن کے ہاتھوں کھد پاک ہوں گے اور جو کہ کو جوں کی پوجا سے پاک کر دیں گے اور جو لوگوں کو اس خدا کی عبادت کا علم دیں گے جو سب کچھ جانتے والا ہے۔

(بچے دورِ بچگی گزری ہیں۔ ایک میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت انہیں جب حقیق کے لئے کہ میں پہنچا تو وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گیا کراہی وقت لڑھکائی۔ نے ہر کھل کو بچا جنہوں نے ٹھوکر مارا اسے آپ کے پاس سے دور کر دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت محسنی کے حقائق ہے کہ جب انہیں حقیق کے لئے وہاں پہنچا تو حضرت محسنی کے چادروں طرف فرشتوں کے ٹھہرے کی وجہ سے وہ ان کے قریب نہیں جاسکا۔)

شیطان کی بے چینی۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت محسنی کے حقائق تو شیطان نے یہ کہا کہ میں ان کے قریب نہیں پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کے حقائق اس نے یہ کہا کہ جب میں ان کے قریب پہنچا تو ہر کھل نے ٹھوکر مارا کہ مجھے وہاں سے دور کر دیا۔ تو حضرت محسنی کے مقابلے میں وہ آنحضرت ﷺ کے قریب کیسے پہنچ سکا کیونکہ اگرچہ ٹھوکر مارا اسے وہاں سے ہٹا دیا مگر قریب پہنچا تو کیا بلکہ محسنی کے قریب پہنچا ہی نہیں سکا تھا۔)

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ جانے سے مراد اس جگہ کے قریب پہنچنا ہے جہاں آپ تھے نہ کہ آپ کے جسمِ طہر کے قریب پہنچنا۔ اور حضرت محسنی کے قریب نہ پہنچ سکنے سے مراد یہ ہو کہ ان کے جسم کے قریب نہیں پہنچ سکا (اس طرح وہ لوہاروں سے مطلب ایک ہی نکتہ کا کہ انہیں نہ حضرت محسنی کے جسم کے قریب پہنچ سکا اور نہ آنحضرت ﷺ کے جسمِ مبارک کے قریب پہنچ سکا۔)

ہر فرقہ آدم کو شیطان کے کچھو کے ... اسی سلسلے میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سوائے مریم اور ان کے بیٹے (محسنی) کے کوئی بچہ ایسا نہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو چھو جائے ہو جس سے کہ وہ چھین رہا کہ وہ اثر دیا کرتا ہے۔ اس روایت کو شیخین نے نقل کیا ہے (یعنی پیدائش کے فوراً بعد بچہ جو رو تا ہے وہ شیطان کے چھوئے کی وجہ سے ہی رو تا ہے اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت محسنی کے علاوہ دوسرے تمام نبیوں کو بھی پیدائش کے وقت شیطان کا چھونا ثابت ہو تا ہے جن میں آنحضرت ﷺ بھی شامل ہو جاتے ہیں حالانکہ آپ کو سارے نبیوں پر نصیحت حاصل ہے۔ اور حضرت مریم کا شیطان کے چھوئے سے محفوظ رہنا۔ حضرت مریم کی والدہ کے اس قول کی وجہ سے قلائد انہوں نے دعا کے طور پر حضرت مریم پر دعا تھا کہ انہیں مریم اور اس کی والدہ کے لئے شیطان نصیب نہ (بچاؤ کے واسطے) پھر یہی پتا لگتی ہوں۔

حضرت محسنی کا استثناء۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ سوائے محسنی انی مریم کے ہر ان کو تم (یعنی



آئی) کے پہلو میں اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنی انگلیوں سے بچہ کے گھاتے دو جب (صحنی کے) بچہ کے ہونے کے لئے گیا تو وہ بچہ اس پر دے میں آگئی جو اس سے حفاظت کے لئے ان کے لوہے (حک) کا کیا تھا۔ اسی سے مراد وہ جگہ ہے جس میں بچہ پیدا ہوا ہے۔ غالباً اس حدیث میں پہلو سے مراد پاؤں پہلو ہے (جس طرف دل ہوتا ہے اور جس میں وہ پہلو یعنی شیطان کا حصہ اور حفاظت ہوتا ہے جس کا بیان کر چکا ہے۔)

(اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسانوں میں شیطان کے قریب آنے اور بچہ کے لگانے سے صرف حضرت صحنی بچے ہیں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ بھی نہیں بچے)

اسی طرح حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ سوائے حضرت صحنی اور حضرت مریم کے ہر بچے کے پہلو میں شیطان اپنی انگلیوں سے بچہ کے گھاتے ہیں جس سے وہ بچہ قتل کی آگ کر دے لگتا ہے۔ ان دونوں کے لوہے (یعنی حضرت صحنی اور حضرت مریم پر اللہ تعالیٰ نے ایک پردہ تان دیا تھا اس لئے شیطان کے بچہ کے اس پردے پر لگے ان دونوں تک اس کا کوئی اثر نہیں پہنچا۔) اس حدیث سے بھی یہ خصوصیت صرف صحنی اور مریم کی ہی معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی بھی نہیں تھی (یہاں بھی غالباً پردے سے مراد وہی جگہ ہے لیکن ہو سکتا ہے جگہ کے علاوہ کوئی اور پردہ مراد ہو۔) جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔

تمام انبیاء کا استثناء۔ (اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے) کہتے ہیں کہ مجاہد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ پیدائش کے وقت صحنی جس طرح شیطان کے بچہ کو اس سے محفوظ ہے اسی طرح سارے انبیاء علیہم السلام محفوظ رہے (جس سے وہ اشکال ختم ہو گیا کہ یہ دوسرے تمام انبیاء کے مقابلے میں نہ صرف حضرت صحنی کی خصوصیت تھی بلکہ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پیلا دینا چاہا۔) اشکال ختم ہو جاتا ہے کہ اس خصوصیت اور حفاظت میں حضرت صحنی آنحضرت ﷺ سے بڑے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں میں افضل ہیں (مگر یہ بات ایسی ہے جس کا حقیقہ دیکھنے سے نہیں ہے) البتہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ مجاہد کی اس حدیث کو مان لینے کے بعد ان حدیثوں کے متعلق کیا کہا جائے گا جن میں یہ خصوصیت صرف حضرت صحنی کی بیان کی گئی ہے اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجاہد کی اس روایت کو مان لینے کے بعد ان احادیث کے متعلق جن میں صرف حضرت صحنی اور ان کی والدہ کا ذکر ہے یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ اس وقت فرمایا جب آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی تھی کہ تمام انبیاء حضرت صحنی اور ان کی والدہ کی طرح ہیں (اور شیطان کے بچہ کو اس سے محفوظ رہے ہیں۔) یعنی اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعد میں دی۔

بچے کی شیطان سے حفاظت کی دعا۔ گذشتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا کوئی بھی بچہ پیدائش کے وقت شیطان کے بچہ کو اس سے محفوظ نہیں رہتا (مگر ان والدوں سے قاضی بخاری کے بیان کی ترویج ہوتی ہے جس میں انہوں نے ایک حدیث کی بنیاد پر (بچے کے شیطان سے محفوظ رہنے کے متعلق کھلے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔)

”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس ہم بستری کے لئے جائے اور یہ دعا پڑھے“

اَللّٰهُمَّ جَنِّ الشَّيْطَانَ وَجَنِّ الشَّيْطَانَ مَرْوَفًا

”یعنی اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنے اور جو بچہ تو ہمیں ملے فرمائے اس سے شیطان کو دور رکھنے“

اگر اس ہم بستری کے نتیجے میں ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا تو شیطان کبھی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا

نکلتے گا۔

(اس حدیث سے ایک طرف تو معلوم ہوا کہ ہم بستر کی کدوئی سے دعا پڑھنی چاہئے۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح پھر شیطان کے کچھ کون اور قصاص پانچاٹھ سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ جبکہ کچھ اہل ایمان سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی بھی پھر شیطان سے محفوظ نہیں رہتا اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ صرف وہی (جس کے محل کے وقت یہ دعا پڑھی گئی تھی) محفوظ رہے گا اس کے علاوہ دوسرے بچے محفوظ نہیں رہیں گے) (مگر باوجود کلامی توہینا ہے کہ ہر بچے کو شیطان پریشان کر دے مگر اٹھ تھائی نے اس سے بچاؤ کی تدبیر اور علاج بھی بتا دیا ہے جو یہی دعا ہے۔ جس کا لوہڑا ذکر کیا گیا ہے۔)

پچھلے صلوات میں گزرنے والی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ شیطان آنحضرت ﷺ کے قریب نہیں پہنچ سکتا (لیکن حضرت جبرائیل نے اس کو ٹھوک کر دیا کہ اور گروہا تھا) لہذا انکے پچھلے صلوات میں ہی حفاظت الہیہ برتر کی ایک روایت گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو رات تک دعا نہیں پڑھا کیونکہ جنت میں سے ایک طرف سے آپ کے مد پر ہاتھ دھکا دیا تھا۔ روایت کو مان لینے کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے خاص طور پر انہیں کو ہی آنحضرت ﷺ کے قریب آنے سے روکا گیا ہو (جبکہ آپ ﷺ کے مد پر ہاتھ دھکے دینا انہیں نہیں بلکہ جنت میں سے ایک طرف تھا)

پھر نو مولود کو دروغ غلامی کی تمنا۔۔۔ کتاب کشاف کے مصنف نے (بچے کو شیطان کے) ہانسنے اور بچوں کے ہانسنے کے حلقے کہا ہے کہ اس سے اس کے اصل معنی مرو نہیں ہیں (کہ شیطان بچے کی بچے پر ہاتھ بھیرتا اور بچہ کے لگا ہوا ہے) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان کو اس بات کا لالچ ہو کہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ اس کو دروغ لگائے۔ لہذا رانے کا ضیعیہ لائی کی بھی ہے۔ اس سلسلے میں جو تفصیلی بحث ہے وہ اگلے صفحات میں آنے کی جہاں آنحضرت ﷺ کے شیعہ صدر (یعنی سید مہدک چاک کے جانے وغیرہ) کی تفصیل آئے گی۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ افش کے نور اللہ وہاں سے نہیں ہوا تاکہ شیطان اس کو بچوں کے لگا رہے)

نو مولود کے روئے کا سبب۔۔۔ (بچے کے اسی روئے کے سبب کے حلقے) شیخ ابی یوسف ابن عربی لکھتے ہیں کہ دراصل ہر انسان کو جنس میں پہنچنے تک بہت کچھ تکلیف اور غمی سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً سونے کے بعد براؤں میں پہنچنے سے بھی اسے مشقت و غمی پیش آتی ہے۔ اس مشقت اور غمی کا کم سے کم درجہ (قریش) منکر کثیر کے سوا ہوتے ہیں (جو ایک امتحان اور آزمائش ہوتی ہے اور ہر امتحان اور آزمائش میں انسان کو مشقت اور غمی محسوس ہوتی ہے) پھر جب وہ حساب و کتاب کے لئے وہ بارہ زعمہ کیا جائے گا تو اس میں بھی اسے اپنے پاؤں دوسرے کے خوف کی غمی تکلیف اور مشقت ہوگی۔ چنانچہ دنیا میں آنے کے بعد بچے کو جو سب سے پہلا صدمہ اور تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ پہنچ کر رہتا ہے اس کو اس کی (کہ وہ صدمہ و تکلیف سے ہوائی کا صدمہ ہوتا ہے کیونکہ درم سے باہر آنے کے بعد اس کو ہوائی ہے جس سے اسے تکلیف و لہذا محسوس ہوتی ہے اور وہ روئے لگتا ہے۔ اب اگر وہ (اسی وقت اس لہذا کی تکلیف سے اس کو لگا رہتا ہے) تو اسے دانت کے لئے دنیا میں آنے کے بعد جو اس کو دنیا کی ہوائ اور مصیبتوں میں سے اس کا صدمہ مل گیا۔

واللہ اعلم بالصواب۔۔۔ اس کے بعد علامہ ابن عربی حضرت محمدی کے حلقے میں آئے کے بارے میں کہتے ہیں (جس میں حضرت محمدی نے اپنے حلقے کہا ہے)



یعنی پکڑنے والوں کی (مروا میں) شخص جس کی اولاد سائی دے مگر بولے وہاں غرض کہ اسے یہ خوش خبری اس مسلسل ہیں کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے ہیں جو دنیا کی ساری حقوق میں پہنچے وہاں منتخب ترین انسان ہیں اور اس خوشخبری یعنی آپ کی ولادت کے نتیجے میں ساری حقوق کے لئے خوشی اور مسرت ظاہر ہوئی۔

وقت والہت ذکر لعل۔ (اسی طرح آنحضرت علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جو حبیب و اخصت فیض آئے اس میں سے ایک یہ ہے کہ) آنحضرت علیہ السلام کی پیدائش کی ولادت میں کچھ شہزادے لڑکے آیا اور وہ عین وہی اور عین ولادت تک رہا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کچھ بھی مقدس جگہ جس کو کھڑے ہوں گا اہل کائنات کا حق اس کو دیاں سے پاک کرے اور اس کا حرام کرنے کا وقت آیا) آنحضرت علیہ السلام کی پیدائش کی علامتوں میں یہ پہلی علامت تھی جس کو قریش نے دیکھا (اس کے ساتھ ساتھ آپ کی پیدائش کے وقت اسرائیلی نو شیر وہی (یعنی ایرانی سلطنت کے شہنشاہ کا محل ملے لگا اور اس میں عکاف چمکے۔

نو شیر وہی کے محل میں لڑوش نو شیر وہی کے معنی ہیں مجدد ملک یعنی نئے سرے سے سلطنت بنانے والا۔ نو شیر وہی کا یہ محل ایک نہایت مضبوط و مستحکم عمارت تھی جو بڑے بڑے جہازوں اور چاروں طرف سے پھائی گئی تھی اور اس میں کہیں بھی کوئی کمرہ دروازہ استعمال نہیں کی گئی تھی (مگر اس کے باوجود آنحضرت علیہ السلام کی ولادت کے وقت آگ کے پیدائی کا یہ محل تنگ کی طرح لڑکے بہت گیا جس سے چوری سلطنت میں اہل بیت کیل گئی) نو شیر وہی اس محل میں تقریباً بیس سال تک رہا اس محل کے پختے کی بڑی ذمہ داری اور خزانہ کو دہرائی اور اس کے بعد اس کے چارہ لکھوے فوت کر گئے۔ یہ عمارت عمارت کی کئی کمرہ دروازے اور خالی کی وجہ سے نہیں پیدا ہونے لگے (کیونکہ یہ پتلا پتلا تھا کہ یہ ایک نہایت مضبوط اور چمکی عمارت تھی) بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ یہ عمارت کی بھن اس کے نی کی ایک کشتی بن کر دنیا میں (ایک طویل عرصہ تک باقی رہے۔

قصر نو شیر وہی کا انضمام (بعد میں اس محل کا جو انجام ہوا اس کے متعلق کہتے ہیں) لکھا جاتا ہے کہ عقیقہ ہلدان و شید نے بنی امیہ خالد بن ولید کو جو جعفر بن فضل بن علی کا باپ تھا عظیم دیا کہ کسری کے اس محل کو احمادیا جائے۔ لیکن اس نے اس پر کہا کہ آپ اس عمارت کو مت گرائیے جو اپنے جانے والے (یعنی کسری نو شیر وہی) کی عمارت کا نشان ہے (یعنی امیہ خالد بن ولید اصل میں ایرانی تھا اس لئے اس نے اپنے ملک کے ایک چھپلے بادشاہ کی کشتی کو احمادیا سے عقیقہ کو کہنا چاہا۔ ہلدان و شید نے اس بات کو سمجھ لیا اس لئے اس نے طریقہ انداز میں) کہا کہ کیوں نہیں اسے بخوبی (یعنی آگ کو یہ چننے والے اس کے بعد عقیقہ نے عظیم دیا کہ اس کے فرمان کی تعمیل کی جائے۔ آخر بنی امیہ خالد بن ولید نے اس محل کو احمادیا میں جو لڑچہ آقا خاں عقیقہ کو پیش کیا۔ عقیقہ ہلدان و شید کو یہ لڑچہ دیا، معلوم ہوا (اور اس نے اس کا انکار کیا تو بنی امیہ نے عقیقہ پر طر کرتے ہوئے) کہا کہ آپ کو یہ بات زیب نہیں آتی کہ آپ اس عمارت کو احمادیا سے بھی جائز ہوں جس کو آپ ہی جیسے ایک بادشاہ نے بنوایا تھا (یہاں تک عقیقہ ہلدان و شید سے عقیقہ ہلدان ہے)۔

مگر (اب اللہ کے برخلاف نہیں) بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ عقیقہ منصور نے جب ہلدان و شیری خیمہ کی قدامت سے چاہا کہ کسری کے اس محل کو احمادیا کہ وہاں شہر بنائے کہ کنگ ہلدان و شیری کے اس محل کے درمیان ایک دن کا فاصلہ تھا (یعنی مسافر ایک دن میں جتنا فاصلہ چلتا ہے) چنانچہ اس بد سے میں اس نے خالد بن ولید سے مشورہ کیا جو اس کا بڑا بہن تھا۔ خالد نے عقیقہ کو اس بارہ سے روکا اور کہا۔

”یہ اسلام کی ایک دشمنی ہے (کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس میں فساد پڑ گیا تھا) برا دیکھنے والا اسے دیکھ کر جان لے گا کہ جس کا یہ نکل ہے اس کا معاملہ (عبرت کی چیز بن کر دنیا کے سامنے) موجود ہے۔ پھر یہ کہ یہاں حضرت علیؑ نے لہر پڑ گئی ہے۔ اس کی اوجھلے پر جو خرچہ آئے گا وہ اس کی خیر سے نکلے گا۔“

یہ سن کر کہ طیفہ منصور اور اس کے چوتھے خلیفہ بدوان رشید دونوں نے (اپنے اپنے زمانے میں) اس نکل کو اوجھلے کا لہر دیا تھا۔

انہما بعد اس کو اٹانے کی ہر آنکھ کی سستی۔۔۔ (جب خلیفہ بدوان رشید نے اس نکل کو اوجھلے کا لہر دیا کیا تھا اور اس کے ذریعے سنی انہما خاندان برکاتی نے اسکو اس سے روکا تو خلیفہ نے سنی کو بھڑکی یعنی آتش پرست کہہ کر پھینکا تھا حالانکہ وہ مسلمان تھا اس کے حلقہ و خواصت کرتے ہوئے کہتے ہیں (خلیفہ بدوان رشید نے سنی کو بھڑکی اس لئے کہا تھا کہ اس کا لہر ابھرنے والا ہو گا پھر برکاتی کا پاپ برکات اصل میں طرمان کا ہے وہاں تھا اور شروع میں وہ بھڑکی یعنی آتش کو بھڑکاتا تھا پھر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ ایک حمایت پر مشتمل اور عقائد، لکھنے والا (یعنی فرمان اور تحریریں عرب کرنے والا) تھا اور بہت سے علم جانتا تھا۔ یہ برکاتی امیہ کی مملکت کے زمانے میں حکم شام میں آیا تھا اور عبدالملک ابن مروان کے خاص اور مشرب لوگوں میں شامل ہو گیا تھا یہاں اس کو ترقی کے بہت اچھے مواقع ملے اور اس کی حیثیت وہاں شاہی میں بہت بڑھ گئی۔

اس کے بعد جب بنی امیہ کی مملکت ختم ہو گئی اور بنی عباس کی خلافت کا زمانہ آیا تو یہ برکاتی (بنی عباس کے پہلے خلیفہ) سلطان کا وزیر بن گیا۔ پھر سلطان کے بعد اس کے بھائی یعنی بنی عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کا وزیر بن گیا۔

خالد برکاتی کا چہرہ میں عجیب تجربہ۔۔۔ اسی برکات کے حلقہ میں نے ایک بڑی جیب دکھائی پڑ گئی ہے کہ وہ ایک مرتبہ بغداد شام کے بادشاہ یعنی مہادیب سے ملنے کے لئے گیا۔ مہادیب نے اس کی بڑی عزت کی اور اس کے ساتھ محبت اور اپنائیت کے ساتھ پیش کیا اس کے بعد مہادیب نے برکات کے لئے کہا کہ تم لوگو اور کہا کہ (برکات کہتا ہے کہ) میں نے کھانا یہاں کھا۔ کہ (بیت جبرائیل کے بعد) میں نے ہاتھ روک لیا۔ مہادیب نے مجھ سے اور کھانے کے لئے کہا مگر (چونکہ میرا بیٹہ مہر کا تھا اس لئے) میں نے کہا کہ جہاں پتہ لب اور کھانے کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ مہادیب نے یہ سن کر تمام سے ایک اور خدمت کی فہمی لائے کہ کہا اور اس کے بعد وہ فہمی لے کر اس نے میرے بیٹے پر چھڑی اس کے تکتے ہی مجھے ایسا لگا گیا میں نے کچھ کھایا نہیں۔ یہاں تک کہ میں نے پھر پورا کھانا کھا اور بیٹہ جبرائیل نے کہا کہ اب تم روک لیا۔ مہادیب نے پھر مجھ سے اور کھانے کے لئے کہا مگر میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (وہ سلامت لب اور گنجائش نہیں ہے۔ مہادیب نے پھر وہ فہمی میرے بیٹے پر لگائی اور مجھے پھر ایسا محسوس ہوا گیا میں نے بھی کچھ کھایا نہیں۔ میں نے پھر بیٹہ جبرائیل کو کہا کہ کھانا کھا اور اس کے بعد مہادیب نے کہا کہ اب تم کھاؤ مگر میں نے کہا کہ اب مجھ میں اس کی بہت نہیں ہے۔ مہادیب نے تیسری دفعہ پھر وہی فہمی میرے بیٹے پر چھڑی تو میں نے فوراً کہا کہ جہاں پتہ لب کچھ بیٹہ میں اتنی پاک ہے وہ اب لکھنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہیکہ کہتے ہو اس کے بعد اس نے وہ فہمی میرے بیٹے پر نہیں چھڑی۔ لب میں نے مہادیب سے اس فہمی کے حلقہ پڑھا تو اس نے حکایا کہ میرے پاس یہ ایک بادشاہ کا تھا ہے۔

یعنی برائی کے متحمل۔ یعنی اس کا دل برائی کے جو متحمل ہو خاص قول پیچھے گزر چکا ہے اس کے علاوہ اس کا ایک قول یہ بھی مشہور ہے کہ۔

”جب تم کسی شخص سے عداوت کر لے لو تو اس سے بڑائی اور خیر کی امید رکھو اور جب تم کسی شخص سے عداوت نہ کرنا چاہو تو اس کی برائی سے بچتے رہنا چاہئے۔“

برائی کا ایک مقام کا انجام۔ اسی کا ایک قول یہ بھی مشہور ہے جو اس زمانے کا ہے جب وہ اپنے بیٹے کے ساتھ (تھک کر) گئے۔ ہم میں (خلیفہ بادشاہ راجہ کی قدیم میں قتلہ خلیفہ اس کے بیٹے جعفر برائی کو (اس جرم میں) قتل کر کے اس کی لاش کو سر پار لٹکوا کر ظاہر قائم برائی کا خدا ان کے مال و دولت کو چاہ کر اپنا قتلہ اس وقت قتلہ خانے میں پہنچا برائی کے دوسرے بیٹے نے جو عاقبت قتل ہی ہو گا اپنے باپ سے کہا کہ آجا جان اور بدست اور قتلہ حاضر ام اور مقرر کی کے بعد ہم اس حال کو بخشتے گئے۔ اس کے جواب میں ”کی برائی سے کما۔“

”بیٹے اسفلو میں کی آجیں اور بد عا میں رات کے اندھیروں میں (آہلوں کی طرف چارہی قصص ہم ان سے قائل ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ تو ان بد عا میں سے قائل نہیں قتلہ (یعنی بد عا میں جو ان اور ظلم کے نتیجے میں مظلوموں کے دلوں سے جو بد عا میں راتوں کو چھپ چھپ کر نکلتی تھیں وہ کن رنگ لادتی ہیں۔ ہم ان سے قائل ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ ان آہلوں کو سن رہا تھا)

ظلم و مظلومیت۔ (ی۔ مظلوم کی بد عا کے سلسلے میں) حضرت ابو الدرداء کا قول ہے کہ :-  
”پیغمبر کے آسمان اور مظلوم کی بد عا سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ راتوں کو اس وقت چلتی ہے جب کہ لوگ قائل سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔“

(ی۔ مظلوم کی بد عا کا یہ اثر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے کہ ”اگر میں ظالم کوئی کے ظلم سے قائل ہو جاؤ تو میں سب سے بڑا ظالم ہوں گا۔“  
اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے :

”مظلوم کی بد عا سے ڈرتے رہو۔“ اس لئے کہ وہ بد عا اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کا حق نہیں دکتا۔“

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کو بد عا سے ڈرو اس لئے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہو گا (یعنی مظلوم کی بد عا اللہ تعالیٰ فوراً سمجھتا ہے)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کی بد عا سے بچتے رہو اس لئے کہ وہ بد عا لوں پر سوار ہو کر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ میری عزت اور میرے جلال کی قسم ایش تیری بد عا ضرور کروں گا چاہے کچھ دیر کے بعد ہی کروں۔

یہاں بدل سے مراد وہ طریقہ بدل ہے جو ساتویں آیتوں کے لوہے پر ہے اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے۔

وَيَوْمَ نَبْلُقُ الشَّجَرَةَ وَنَقْصُرُ الْوُجُوهَ ۚ

ترجمہ: اور جس روز آسمان ایک بدل پر سے پھٹ جائے گا۔

(ی۔ یعنی اگر وہ گر جائے تو کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو اٹھا سکے۔

یہاں مظلوم کی بددعا کی بددعا کرنے سے مراد اس کی قبولیت ہے چاہے وہ ایک لمبی مدت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم کو چھوڑ دے سکتا ہے مگر چھوڑتا نہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے حج اس لئے کہ وہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے جیسے آگ کا شعلہ بلند ہو رہا ہے۔ (روی) یعنی ساتویں آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور اس کے بعد اس بخیر کی طرف جو اس سے لوہے ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچے چاہے وہ مظلوم کوئی کافر ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس بددعا کے آگے کوئی پردہ نہیں ہو سکتا اسی سلسلے میں ایک شاعر کا قول ہے۔

تَقَامُ خَوْفَاتُكَ وَ تَقَامُ خَوْفَاتُكَ  
تَقَامُ خَوْفَاتُكَ وَ تَقَامُ خَوْفَاتُكَ

ترجمہ: تجھ کی آنکھیں سو جاتی ہیں مگر مظلوم ہانک رہتا ہے (اور راتوں کو) تجھ سے لئے بددعا کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ بھی نہیں سوتی۔

پرفکرہ کی فیاضی۔ اسی گنجی خالد ابن خالد کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا گیا ہے جس میں اس کی زیر دست سر نہیں کی گئی ہیں۔ اس میں کے دو شعر یہ ہیں۔

سَلَّتْ الْهَدْيُ مِنْ يَدِهَا سَرْجًا فَهَلْ لَهَا  
وَلَكِنَّهَا خَلَّتْ لِمَنْحَرٍ بَيْنَ عَيْنَيْهَا

ترجمہ: میں نے سلامت اور خیر سے بچھا کر کیا تو آؤ لو ہے تو اس نے کہا کہ میں اس میں آؤ لو کہیں ہوں میں تو سچی ابن خالد کی غلام ہو لی۔

فَقُلْتُ جَوَارَتْ فَهَلْ لَهَا رَأْيٌ وَرَأْيَةٌ  
نَوَا وَنَحْنُ بَيْنَ زَالِمٍ وَبَيْنَ زَالِمَةٍ

پھر میں نے اس سے بچھا کر کیا لیکن نے تجھے خریدا ہے (یعنی کیا یہ بھلائی اور سلامت سچی کی باپنی ہی عادت ہے) تو اس نے کہا کہ میں (اس کے) قوسدے خالد بن خالد کو باپ دلاؤ اسے یہ شرافت ملنی آ رہی ہے اور اس نے مجھے وراثت میں اپنے باپ دلاؤ اسے حاصل کیا ہے۔

گنجی کے باپ خالد کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں دن کے بعد (کسی بچے کی) مہر کہہ دوں جس بچے کی تو میں ہے (یعنی مہر کہہ دو وقت اور فوراً ہو تو مہر کہہ دو تو میں ہے۔

گنجی ہر کی کے بچے کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ :-  
”بدترین مل وہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے جس گناہ کو پہنچے اور اس کو (ایک کاموں میں) ترجیح کرنے سے قوسدے دے۔“

اسی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ :-  
”برا آدمی وہ مردوں کے متعلق بھی برا نہیں ہی رہتا ہے اس لئے کہ وہ ان کو اپنے حرائج اور طبیعت کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔“

پھر ایں گنجی ہر کی کے متعلق ایک شاعر نے قصیدہ لکھا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔

وَلَا تَحْزَنْهُ  
بِغَيْرِهِ  
وَلَا تَحْزَنْهُ  
بِغَيْرِهِ

ترجمہ :- ہنقر کی حکومت و فاضل بادشاہوں سے بڑھی ہوئی ہے کہ ایسی حکومت بادشاہوں کے یہاں  
بھی نہیں دیکھنے میں آتی۔

وَلَكِنْ يَا وَفَّيْهِمْ رَحْمَةً  
وَلَكِنْ

اور اہل بیت میں بادشاہوں سے بدعا اور انہیں ہے مگر اس کی حکومت اور ہمایوں ضرورت سے بڑھی ہوئی ہے  
ولادت پر آتش فارس سرد ۔ (اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت جو حالت ظاہر ہوئے  
ان کا ذکر کرتے ہوئے طے لگتے ہیں کہ آپ کی پیدائش کے وقت (فارس کی آگ) جو مستحق جلتی رہتی  
تھی (پاک) نہ گئی۔ (ی) لہذا آگ (کوئی عہدہ گاہوں کے اندام اس کو برہنہ ہونے کی کوشش کرتے رہے  
(مگر وہ نہیں مل سکی)

(ی) اس کے حلقہ فارس کے بادشاہ کو کھایا تھا کہ اس رات میں یعنی جس میں آنحضرت ﷺ کی  
ولادت ہوئی (تم) آتش کدوں کی آگ لٹھڑی ہو گئی جبکہ اس سے پہلے ایک ہزار سال سے یہ آگ (جس کو  
مکوی پوجتے ہیں اور جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس چیز ہے) ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔ اور  
(اسی رات میں اور بڑے سادہ کا (خ) فارس کا مشہور دریا ہے) اپنی قوم ہو گیا۔ (ی) یعنی اس طرح سو کہ کیا جیسے اس  
میں بھی پانی رہا ہی نہیں تھا حالانکہ یہ دریا بڑا دست اور نہایت لمبا چڑا تھا۔ فارس کے بادشاہ کو یہ بات اس کے  
بھائی کے ہونے کے نہ سمجھ کر سمجھتی تھی۔ اسی واقعہ کی طرف صاحب مصل (یعنی کتاب عیون الاثر کے مصنف) نے  
ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

بِقَوْلِهِمْ قَوْلُ آبٍ بَحْسَوْنِ نَشَقَّتْ  
مَنْبَهٌ وَهَجَّتْ عَقِيرٌ شَوْكًا

ترجمہ :- آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی برکت سے کرائی شاہ فارس کے محل کی بنیادیں پخت ہونے لگیں اور  
ان پر اس کی دیواریں گر گئیں۔

بِقَوْلِهِم رَمَتْ عِلَاَ ضَرْفَةً  
فَلَا عُرْفَ

آپ ﷺ کی پیدائش سے اس کی بنیادیں جھک گئیں۔ اب فارس والوں کا کوئی ایسا امر نہیں رہا جس  
سے ان کی عظمت ہاتی رہے۔

لَمَوْلِدِهِ وَفِيهِ فَارِسَ فَتَحَتْ حَتَّات

فَتَوَلَّوْهُمُ اِخْمَادًا كَانَ تَحْصِيْنُهُ

یہ حضرت علیؑ نے علیہ وسلم کی پیدائش کی برکت سے فارس کے آتش کدوں کی آگ بجھ گئی

بِقَوْلِهِ جَاءَتْ بِخَرَّةٍ سَاوَةً  
وَأَعْلَبَ فَالَهُ فَتَحَتْ حَتَّاتُ حُورٍ وَشَيْخَانَا

آپ کی پیدائش سے دریا بڑے سادہ کا پانی خشک ہو گیا اور پانی کے اس سحر کے بعد اس میں اور غلام پیدا  
ہو گئی۔

كَانَ تَمَّ يَكُنْ بِأَوَّلِ نَبِيٍّ رَمَا لَهَا هِلَ  
وَرَوَّاهُ الْفَقْنُ فَتَسْتَهْمُ تَعْنَنُ

کہا کہ اس پرشہ پر کوئی تری نہیں تھی اور نہ ایک پیاسے کے لئے وہاں آنے میں کوئی دل چاہی تھی۔  
اسی واقعے کی طرف قصیدہ امزیہ کے شاعر نے بھی اشارہ کیا۔



وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ  
وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ

مکرم کی کا محل ٹوٹ گیا، اگر یہ بات آپ کی پیدائش کی نشانی نہ ہوتی تو اس کی بنیادیں ہر گز نہ کرتیں۔

وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ  
وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ

آگ کے بجھ جانے کی وجہ سے ہر آتش کو اسے میں صاف ماتم بچ گئی۔

وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ  
وَلَمَّا هَمَّ بِالسَّيْرِ  
لَيْلَةً وَنَهْلًا  
فَوَضَعَهُ فِي الْمَدِينَةِ

خداوندوں کے پانی کے تمام چشمے سوک گئے تو یہاں پہلی نے آتش کو دلوں کی آگ کو بجھایا (جس کی

وجہ سے وہاں کے سارے چشمے اور دریا سوک گئے)۔

ولادت اور قیامت کا ظہور ۔۔۔ (قصیدہ ہجر یہ کے ان شعروں کا مطلب بتاتے ہوئے کہتے ہیں) یعنی آنحضرت ﷺ کی ولادت کی ولایت میں (یعنی ولادت کے وقت) نیاں بنی اور قیامت ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مکرم کی نو شیریں کاہل محل اہلک کر گیا جس میں وہ اپنی حکومت کے ذمہ داروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا (خاص طور پر خدس کے بادشاہ کا محل کرنے کا سبب یہاں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اس سلسلے میں آپ نے بادشاہوں کے نام فرما کر اپنی خط بھیجے تو جس نے آپ کے فرمان کی سب سے زیادہ توجہ کی وہ مکرم کی خدس ہی تھا اگرچہ وہ مکرم کی نو شیریں نہیں تھا بلکہ دوسرا بادشاہ تھا جس کا ذکر آئے گا۔ اس نے قاصد سے وہ خط لے کر اس کو پہنچا دیا اور اپنے حکم کے گورڈ کو لکھا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لاؤ اس کے بعد اس بادشاہ کا جو کچھ انجام ہوا اس کی تفصیل قرآن کے آئے کی ابتدا جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ مکرم نے آپ کے فرمان کو ٹھوٹے ٹھوٹے کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ اس کی سلطنت بھی اسی طرح بادشاہ ہو گئی۔ چنانچہ آئے والے چھ ہی سال میں آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مکرم کی کی عظیم سلطنت ٹھوٹے ٹھوٹے ہو کر اسلام کے قدموں میں آگری۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت کے ساتھ سب سے زیادہ بربادی کی حد میں جس سلطنت میں ظاہر ہو سکتا وہ مکرم کی خدس کی سلطنت تھی۔ ہزاروں سال سے مسلسل جلتی ہوئی قدیم اور مقدس آگ بجھ گئی اور وہاں کا پانی سوک گیا اور اس عظیم محل کی بنیادیں ٹل کر اس میں شکاف پڑ گئے اور اس کے چودہ ہجرہ کے اہلک ٹوٹ کر گر گئے حالانکہ پہلی کشادگی، بھلائی اور مغربی کے لحاظ سے یہ محل دنیا کے کائنات میں سے سمجھا جاتا تھا (چنانچہ شاعر کہتے ہیں کہ) اگر وہاں میں ظاہر نہ ہوتی جو آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کی وجہ سے ظاہر ہو گئی تو یہ عظیم الشان اور عظیم متکرم عمارت نہ کرتی۔ بحرانی ملاحوں میں سے ایک علامت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ اس ولایت خدس کے تمام آتش کو دلوں کی وہ آگ بجھ گئی جس کو وہ لوگ پوجتے تھے۔ ایک ہی وقت میں ان تمام آتش کو دلوں کی آگ بجھ جانے کے وجہ سے ان میں زبردست صاف ماتم بچ گئی۔ بحر آنحضرت ﷺ کے وجود میں آنے کی ان ہی ملاحوں میں سے ایک علامت یہ ظاہر ہوئی کہ خدس کی سر زمین میں تمام چشموں کا پانی سوک گیا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک نفرہ بھی باقی نہیں رہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ملاحیں خدس کے دلوں کو (ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے) کمزور کیے جانے کا اشارہ تھیں اسی لئے کہا



”وہ کیا بات ہو سکتی ہے (جس کی وجہ سے یہ مٹائے فٹن کر رہے ہیں)؟“  
موندھان نے کہا

”یہ کوئی ایسا واقعہ ہے جو عرب کے مٹانے میں فٹن کیا ہے۔ حیرت میں جو آپ کا گورنر ہے آپ اس کے پاس پیغام بھیجئے کہ وہ اپنے مٹانے سے (یعنی عربوں میں سے) کسی عالم کو آپ کے پاس جیسے یہ لوگ لائے فٹن آئے والے مادوں کے حلقہ مست طہر کئے ہیں۔“

(آسری کو یہ مشورہ پہنچا آیا اور اس نے اسی وقت حیرہ کے گورنر کو یہ خط لکھ دیا)  
”اے فرمان ہے) مشورہ کرنی کی طرف سے (حیرہ کے گورنر نے اعلان این سحر کے ہم۔ تم میرے پاس اپنے کسی عالم کو بھیج کر کہ میں اس سے کہو باتیں جو چھتا چاہتا ہوں۔“

موندھان سے چاہیے تک مندی۔ (جب فرمان این مٹا کر اس نے (ایک زبردست عالم اور کاہن) عبد اسحاق کشانی کو سسری کے پاس بھیجا (کی)۔ عبد اسحاق کشانی چند لوگوں میں سے ہے جس کی مدت زیادہ عمر ہوئی۔ یہ فریخہ سوسالہ عمر پر جب عبد اسحاق سسری کے پاس پہنچا تو سسری نے (اس کے علم کا امتحان لینے کے لئے اس سے پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے میں تھو سے کس چیز کے حلقہ پوچھتا چاہتا ہے۔ مگر عبد اسحاق نے یہ جواب دیا کہ جہاں ہندو تھو سے جو ہا میں معلوم کریں گے اگر میں ان کو جانتا ہوں گا تو جہاں میں گورنر اگر میں جانتا ہوں گا تو ایسے کوئی کام تھو میں ان کا جواب دے سکتا ہوں۔ اب سسری نے عبد اسحاق کو واقعہ بتا دیا جس کے حلقہ معلوم کرنے کے لئے عبد اسحاق کو پہنچا تھا عبد اسحاق نے واقعہ سن کر کہا کہ اس بات کا جواب میرا ماموں دے سکتا ہے جو شام کے بازار میں مٹانے میں رہتا ہے۔ یعنی مشورہ ضرر جلیہ شہ۔ اس عالم کا نام کنگ ہے۔ بدشاہ نے کہا کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے وہ سب باتیں پوچھو جو میں نے تم سے پوچھی ہیں۔ مگر اس سب کا جواب تمہیں میرے پاس آگاہ دینے پڑے گا۔“

چاہیے کا کاہن مندی۔ عبد اسحاق اسی وقت شام کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ (بہار میں بعد دو) پہلے کے پاس پہنچا۔ جب عبد اسحاق پہلے کے پاس پہنچا (تو کنگ کا آخری وقت قرب آپ کا واقعہ وہاں پہلی آخری ساتیس پوری کر رہا تھا کہ پہنچا ہے کہ اس وقت پہلے کی مرنے سوسال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت وہ سات سوسال کا تھا۔ (اگرچہ پہلے کی عمر کے حلقہ یہ روایتیں ہیں مگر شاید یہ زیادہ قابل اطمینان نہیں ہیں کیونکہ اسکا زمانہ ان جوی نے (ان واقعہ کے بعد جو پہلے کوئی لوگوں میں شہ نہیں کیا جن کی مدت زیادہ عمر ہوئی ہیں۔

یہ عجیب الغفلت پورچھا۔ یہ کنگ کاہن صرف ایک گوشت کے لو حلقہ طریق کا تھا۔ یعنی اس کے ہاتھ تھے نہ انیس اور ہی دیر۔ جسے اسی وجہ سے موندھان نے کہا کہ چاہتا تھا کہ اس کا چہرہ اس کے سینے میں تھا (یعنی گردن بالکل ہی نہیں تھی بلکہ چہرے کی شکل اس کے سینے پر پڑی ہوئی تھی اسی طرح اس کے سر بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہیں لگتے ہیں کہ سوائے سر کی ہڈی کے اس کے پورے بدن میں کہیں کوئی ہڈی نہیں تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ سوائے کھوپڑی اور ہاتھوں کی ہڈی کے اس کے پورے بدن میں نہ تو کہیں ہڈی تھی نہ ہاتھ نہ پتے نہ اور اعضاء تھے۔ خلقت میں زن و مرد کے نطفے کا مکمل۔ انسان کے بدن میں ہڈی اور پتھوں کی جڑت کا ہے۔ ہوتی

ہے اس کے مصلحتی مفسرین نے حضرت عیسیٰ کی ایک حدیث آگے آگے کی کہ (انسان کے بدن میں ہمارے کے نطفے یعنی مجھ سے تو بنی اور پتھے اور اعصاب بنتے ہیں اور عورت کے نطفے یعنی تھی سے گوشت اور خون بنتا ہے۔

یہ بات آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے سوال کے جواب میں فرمائی تھی۔ یہودیوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ بچہ کن چیزوں سے بنتا ہے۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ بات ظنی طور پر ذکر کی مگر یہ سن کر ان یہودیوں نے کہا۔

”آپ سے پہلے بزرگ یعنی انبیاء بھی یہی کہتے تھے۔“

**خلقت عیسیٰ** یہاں یہ اعلان پیدا ہوتا ہے کہ اگر بدن میں پانی اور پتھے مرد کے نطفے سے بنتے ہیں تو حضرت عیسیٰ جو صرف ایک نطفے سے پیدا ہوئے تھے یعنی ابلی الدہ حضرت مریم کے نطفے سے تو ان کے بدن میں پانی اور پتھے کیسے بنے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم کے سامنے فرشتہ ایک نوجوان آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا تھا جس سے حضرت مریم کی شہوت یعنی خلقت ان کے جسم کے اندر اتر گیا تھا۔

**خلقت عیسیٰ بطور نطفے کے** حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور تخلیق کے مصلحتی ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی پیدائش اور تخلیق میں کسی بھی نطفے کا دخل نہیں تھا (یعنی وہ مرد یا عورت کسی کے بھی نطفے سے نہیں بنے ہیں) مابقی بات کے مصلحتی (کہ حضرت عیسیٰ صرف اپنی والدہ کے نطفے سے بنے ہیں) یا ان کی والدین انہی عربی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اس بات کو نہیں مانتے کہ مرد یا عورت میں سے کسی ایک کے نطفے سے بچہ بن سکتا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ کی تخلیق سے ان علماء کا قول غلط ہو جاتا ہے کیونکہ وہ صرف اپنی والدہ کے نطفے (یعنی علی) سے بنے ہیں اور یہ اسی طرح ہو اگر جب حضرت مریم کے سامنے فرشتہ ایک حسین و جمیل انسان کی صورت میں آیا تو ان کو دیکھنے سے حضرت مریم کو ایک شدید لذت کا احساس ہوا اور اس کے ساتھ ہی ان کا نطفہ (یعنی مادہ علی) ان کے رحم میں اتر گیا چنانچہ اسی مادہ سے حضرت عیسیٰ کی تخلیق ہوئی جو حضرت مریم نے ایک بیجان انکیز لذت کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا اور اسی طرح حضرت عیسیٰ صرف اپنی والدہ کے نطفے سے بنے۔ یہاں تک شیطان مرتبی کا کام ہے۔

(اس تفصیل کے بعد بطور اصل دیتے ہیں شیخ کاہن کے مصلحتی بیان کرتے ہیں جس کے بارے میں کہ کیا خاک اس کا چہرہ اس کے سینے پر تھا اس جرت پاک بات کے مصلحتی کہتے ہیں شیخ کے بارے میں جو یہ بات کہی گئی کہ اس کا چہرہ اس کے سینے پر تھا یہ صرف شیخ کی ہی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ نے ایک کتب میں دیکھا ہے کہ عمرہ زویٰ ازاد مابلی ایک شخص قادیانی ازاد عمرہ کا لقب تھا جس کے معنی ہیں غوغا کا چیزوں والا) اس پر تب اس لئے ہذا کہ اس نے ایک ایسی قوم کو پکڑ کر اپنا قیدی بنالیا تھا جس کے چہرے ان کے سینوں پر تھے لوگ ان قیدیوں کو دیکھ کر بے حد غور و خوض ہوئے یہ عمرہ حضرت سلیمان ابن داؤد کے زمانے میں تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے تمہارے زمانے پہلے تھا حضرت سلیمان کے بعد ان کی بیوی انھیں نے نکاح مت منہل۔ اور وقت عمرہ ان قیدیوں کو (لوگوں کے دہانے کی وجہ سے) قتل کر چکا تھا۔

**سچ سے پوچھنے کا طریقہ** (غرض جتنے چہرہ ہونے لگے یہ ہر ایک خصوصیت صرف شیخ کی ہی نہیں تھی بلکہ تمہارے زمانے میں ایک باری قوم ہی ایسی تھی ہر حال چہ نکاح کے ہاتھ چرہ اور گردن وغیرہ نہیں تھے اور

سرف گوشت کا ایک اور تھا تو نہ چل سکتا تھا نہ حرکت کر سکتا تھا اس لئے کہ اسے واسطے ایک گجرو کی فسیوں اور تلوں کا ایک پنگ تیار کیا گیا تھا۔ جب اس کو کسی ضرورت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تو اس کے پیروں سے لے کر (یعنی پیروں کی جگہ سے لے کر) پھل تک اس کو اس طرح لپیٹ دیا جاتا جس طرح کپڑے کو لپیٹ دیا جاتا ہے (کیونکہ کچ کے بدن میں ہڈیاں نہیں تھیں اس لئے اسے اس طرح لپیٹ دیا جاتا تھا اور پھر اسے اس پنگ پر اٹھائی کر جہاں لے جایا جاتا وہاں پہنچا دیا جاتا تھا۔ جب اس سے انکی گھٹلی اور گھجی ہوتی تھیں معلوم کرتی تھیں تو کچ کو اس طرح بلایا جاتا جیسے کہ کھن کے لئے دھوا کو برتن میں ڈال کر بلایا جاتا ہے۔ اس طرح بلانے سے کچ کے اندر ایک بھلاں پیدا ہوا تھا اور اس کا سانس بخیر سے چلنے لگتا اس وقت اس سے جو کچھ پوچھا جاتا وہ سچا چھایا ہوا ہوتا تھا اس کا جواب دے گا کچ کی کوہڑی اس قدر نرم اور عالم تھی کہ اگر اس کو (ہاتھ یا کسی چیز سے) گھوما جاتا تو اس پر گڑھا سا پڑ جاتا تھا۔

کچ مشہور کاہن کا چاشنی لکھا جاتا ہے کہ کچ عرب کا پہلا کاہن تھا (یعنی جس نے اتنی شہرت حاصل کی کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچ کاہن اپنے ساتھی خن نامی کاہن سے بڑھا ہوا تھا جس کا ذکر چار و حرم کی کہانی کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ عبدالمطلب اور قریش کے دوسرے لوگ جس کاہن کی عورت کے پاس اپنے بھترے کا فیصلہ کرانے گئے اس نے (مرتے وقت اپنے دونوں بیٹوں یعنی شاکرہ و س) کچ اور خن کے منہ میں تھوکا تھا اور کہا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد کچ اس کا چاشنی ہو گا۔ (یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ سیرت مطہرہ کی قسط دوم میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ جب عبدالمطلب نے زحرم کا کھانا کھو دیا، اس کے حلقہ انہیں خواب میں بشارت ہوئی تھی تو قریش کے لوگ زحرم پر اپنا حق بھی جتانے لگے مگر عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے تم لوگوں کی مدد کے بغیر یہ کھانا کھو دیا ہے اس لئے اس پر میرے سوا کسی کا حق نہیں ہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ دونوں قریش اپنا بھترائی سعد ابن خثعم کی ایک کاہنہ عورت سے ملے کر انہیں جس کی بہت شہرت تھی۔ یہ کاہنہ شام کے بادلی ملانے میں رہتی تھی کچ اور خن اسی کاہنہ کے شاکرہ اور چیلے تھے۔ اس کاہنہ کے یہ دونوں بیٹے جب غریب اور دیوتہ بن گئے تھے کہ کچ تو ایک گوشت کے لوہے کی شکل میں تھا جس کے بدن میں نہ ہڈیاں تھیں اور نہ گردن اور نہ ہاتھ اور غیرہ تھے اور سر انڈیلے خن تھا جس کا بدن سر سے لے کر ہر جگہ آٹھا تھا یعنی آٹھا پھرا ہوا اس کے پیٹے تو مٹی گردن ایک ہاتھ اور ایک ٹانگہ اور بچہ۔ عبدالمطلب وغیرہ اس کاہنہ کے پاس اس وقت پہنچے تھے جب وہ موت کے کنبہ سے اٹھتی تھی۔ اس نے کچ اور خن کے منہ میں تھوکا اور کچ کے ہارے میں امان کیا کہ وہ اس کے بعد اس کا چاشنی ہو گا۔

کچ فن کی کثرت کا پایہ۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ کثرت کے فن میں کچ سے زیادہ عالم اور مہر کوئی دوسرا شخص نہیں تھا۔ یہ کچ ملک میں تھا ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ کچ (آخضر) حنظلہ کے زمانے میں نہیں تھا بلکہ یہ زہل ابن سعد ابن عدنان کے زمانے میں تھا (یہ عدنان وہی ہیں جن تک آخضر حنظلہ کے نسب کا سلسلہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے) مگر حال جو مؤرخ کچ کو زہل ابن سعد ابن عدنان کے زمانے میں مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کچ نے ہی زہل کی اولاد یعنی سحر اور اس کے بیٹوں میں اس کے باپ کی میراث تقسیم کی تھی (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زہل کی اولاد میں باپ کے ترکہ کی تقسیم پر جھگڑا ہوا تھا)۔

سُجَّح کی طویل عمر... (پچھلی سطور میں ذکر ہوا ہے کہ سُجَّح کا کہن کی عمر سات سال ہوئی ہے۔ اب اس روایت سے کہ سُجَّح نزار کے زمانے میں تھا اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ سُجَّح کی عمر سات سو سال ہوئی ہوگی (کیونکہ آنحضرت ﷺ اور نزار کے درمیان تقریباً ستر ہی سال کا عرصہ ہوگا)

یہ لوگ کاجہوں میں بست ہوئے اور سب کے فکھ اور مگر اور غویس طہر کئے والے لوگ تھے۔ (یہاں سرور میں نبی سدا میں مذکور کی کاہن، سُجَّح اور قحی) کہہ کر یوں تو (دوسرے بھی کا کہن تھے مثلاً) نبی حنیف میں سیدہ کلاب تھا (جس نے آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں خود بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کا یہاں آگے آنے کا یہی طریق قبیلہ بنی قحیم میں ایک عورت تھا جو کاہن تھی (اس نے بھی آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کے حلق میں بھی عصیات آگے آئیں گے) اسکا نام کی سی ایک دوسری عورت بھی کاہن تھی جو قبیلہ بنی سدا میں سے تھی۔

کیا بات کی حقیقت..... کہات کا مطلب بھی ہوئی باتوں کے حلق ہونا اور ان کی پہلے ہی خبر دینا ہے۔ کہات کا حلق انسانی کے قص سے ہوتا ہے قص میں اس کی صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کو تعسایت (اور بعضی سے ارواحیت اور پندہ کی طرف سزا دیا سکتا ہے اور ارواحیت، قص کے مقابلے میں بلند ہوتی ہے۔) قاصد کسری سُجَّح کے پاس.... (اس تفصیل کے بعد پھر اصل قصے کا ذکر کرتے ہیں جو عباد کا سُجَّح کے پاس جانے کا واقعہ ہے چنانچہ شلہ کسری کی طرف سے عباد کا سُجَّح تک شام میں سُجَّح کے پاس پہنچا اور اس وقت اپنے آخری سانس پر رہے کہ باخدا) عباد کا سُجَّح نے وہاں سُجَّح کو سُجَّح کو سلام کیا اور اس سے باتیں کیں مگر سُجَّح نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر عباد کا سُجَّح نے سُجَّح کے سامنے ہاتھ شمرنا شروع کیا جس سے ایک مصرعہ یہ ہے :-

أَتَمَّ تَمَّ بَسَّعَ عَطَرُكَ أَمَّ

یعنی یمن کا سرور اور میرا کہ گیا ہے یا میری بات سن رہا ہے

جب سُجَّح نے عباد کا سُجَّح کے یہ شعر سنے تو اس نے اپنا سر اٹھایا (یہاں سر اٹھانے کا ذکر ہے جبکہ پچھلی سطور میں گورہ پکا ہے کہ سُجَّح کے سر قحی نہیں۔ اس احوال کو صاف کرتے ہیں)

اقول۔ مخالف کہتے ہیں :- یہاں سُجَّح کے سر کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے اس کے سر نہ ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اس بارے میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ سر کا ذکر ہونے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے سر سے سرور چرہ ہو۔ پچھلے صفحات میں یہ بھی گورہ پکا ہے کہ سُجَّح کے بدن میں سوائے اس کی کھوپڑی کے کسی کوئی ڈھکی نہیں تھی۔ اس بات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سر قحی اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ وہ سرور کے سرور کے مقابلے میں نہ تھک اس کی کھوپڑی اور سر اعلا نام تھا کہ اس میں ہاتھ لگانے سے گڑھا نہ پاتا تھا اس لئے (اس کے سر ہونے سے انکار کیا گیا مگر یہ سر موجود تھا نہ ہونے کے برابر خود کہا جاسکتا ہے کہ اس کے سر قحی اور نہیں تھا وہ انعام۔

بغیر پوچھے سُجَّح کا جواب :- فرض (سُجَّح نے عباد کا سُجَّح کے شعر میں کہ سر اٹھایا اور (عباد کا سُجَّح کے بتانے سے پہلے اس کے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے) کہا

عباد کا سُجَّح ایک حیرت انگیز قد لاٹ پتہ سولہ کہ سُجَّح کے پاس آیا جبکہ سُجَّح قبر کے کندے پہنچ چکا ہے۔ تجھے شہرہ سامان نے بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اس کا گل لڑا تھا اور آتش کدوں کی آگ بجھ گئی اور موبدان



والمس اولاد علوت فمن علما

ان فلما قتل لمحمود مہجورا

ترجمہ: تمام انسان علوتی اولاد ہیں (یعنی جن کا باپ ایک ہے اور انہیں مختلف ہیں) اب ان میں جس کو بہ عزت کر دیا گیا وہ کل طور علما ہو گیا۔

وہم بنو الام عدا ان راواشا

فلما بالغہ محفوظ منصور

اور سب انسان ایک ہی کی اولاد ہیں قرآن میں سے جو شخص بہت کر کے آگے بڑھتا ہے اس کی لمبائی سے حفاظت اور مدد کی جاتی ہے۔

والشیر والشیر مفروان لی فون

فالشیر صعب والشیر مہجور

ملازم اور برائی دونوں اس بدنامی پائی جاتی ہیں مگر پہلی کو اختیار کیا جاتا ہے اور برائی سے بچا جاتا ہے۔  
کسری تک چلو کن پیشینگو نیلی اس کے بعد عہد اسکا ایسی کرنی کے پاس آیا جو کچھ سنانے لگا وہ بدشاہ کو بتا (یعنی ایک عہد اس نے پیشینگو ظاہر ہوں گے جو عرب و شام پر چھائیگیں گے اور تملہ سے لوم ہوں گے۔۔۔ اور یہ کہ جو حکم ہونے والا ہے وہ کر رہے گا۔ کسری نے غالباً دوسرے گاہنوں سے بھی معلوم کی تھیں چنانچہ اس نے عہد اسکا کی بات سن کر کہا۔

”اگر آپ کے نبی کا عہد اس پر اس وقت تک جھڑ نہیں ہوگا جب تک کہ ہم میں سے چاروں (اور سب) میں سے اچھو شخص بدشاہ نہیں بن جاتے۔“

پیشینگو کی مخالفت حکمان میں پوری۔۔۔ (یعنی اگرچہ یہ سلطنت ہار سیوں اور لگھو سیوں کے ہاتھوں سے کراس نبی کی امت میں کھٹک جاتے کی گرا اچھی ایسا ہونے میں بہت مدد پاتی ہے کیونکہ اچھی عہد اس کے ہی آوی اور بدشاہت کریں گے۔ کسری اس سے یہ کچھ کہ مطمئن ہو گیا تھا کہ چاروں بدشاہوں کے لئے بہت مدت و کار ہوتی ہے کوئی بدشاہ دس سال حکومت کر سکتا ہے کسی کی حکومت تیس سال چالیس سال، و ممکن اور کسی کی حکومت پچاس ساٹھ سال بھی ہو سکتی ہے اس طرح چاروں بدشاہوں کے لئے بہت لمبی مدت اور صدیاں درکار ہیں۔ اس طرح فوری پر چینی کی کوئی بات نہیں ہے (مگر یہ تو ہو کہ اس کے بعد چاروں دوسرے بدشاہ ہوں گے) لیکن ان میں سے دس کا زمانہ تو صرف چار سال میں پورا ہو گیا اور پانچ بدشاہ حضرت حکمان کی خلافت کے زمانے میں حکومت کر کے اپنا وقت پورا کر گئے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے آخری (کسری) تو شیر ہاں کے بعد سے چاروں ہاں (بادشاہ حضرت حکمان) کی خلافت کے شروع ہی میں ہلاک ہو گیا اس طرح آتی مدت میں چاروں بدشاہوں کو دس جتنی مدت صرف ایک بدشاہ ہوں کی حکومت ہو سکتی ہے (ای) عہد اس میں لگھو سیوں کی حکومت تین ہزار ایک سو چھالیس سال رہی۔

نہی کے خوف سے کسری کی کارروائیوں پر ظلم۔۔۔ عہد اس کے ساتھیوں بدشاہوں میں ایک بدشاہ ساہو ہوا جس کا لقب لہا کا کٹھ یعنی موڑ موڑ والا تھا اس کا یہ لقب اس لئے ہوا کہ عہدوں میں سے جس کی پر بھی ۱۸ غلبہ اور کامیابی حاصل ہوئی تو شاہ ساہو اس شخص کے موڑ سے اثر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ جب اس نے عرب حملہ کیا اور وہ قبیلہ بنی قحیم کے علاقے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سب لوگ اس سے اور اس کے لشکر سے ڈ



ہاگ کے ہیں صرف ایک شخص میرا ہی تھیں وہاں موجود ملا جس کی عمر تھی سو سال جو بھی تھی (اور اسی وجہ سے وہاں سے ہاگ بھی نہیں نکال دیا کہ وہ وہاں کی وجہ سے جڑ بھی نہیں نکال سکتا تھا کہ مجبور کی توکری کے ایک جھوٹے رکن کا رہتا تھا شاہ شاہور کے سپاہی اس بوڑھے کو پکڑ کر ہلاک کے سامنے لائے۔ شاہور نے اس بوڑھے یعنی جو سے نہ کوڑے کئے نہ کھلی جب میر نے ہات کی تو شاہ شاہور کو معلوم ہوا کہ بوڑھا میر لہنا سے شانتہ نور مذہب گشتو کرتا ہے اور بہت عالم آدمی ہے۔ میر نے شاہور سے کہا۔

”میرے بادشاہ اتنے عربوں کے ساتھ یہ معاملہ کیوں کیا؟“

ایک عرب کی کسریٰ کو فضا کشی۔ کسریٰ شاہور نے جواب دیا۔

”اس لئے کہ عرب سمجھتے ہیں کہ ہماری سلطنت (یعنی عجم کی سلطنت) ایک ایسے نبی کے ہاتھوں میں کے قبضے میں چلی جائے گی جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔“

اس پر میر نے جواب دیا۔

بادشاہوں بھی بددعویٰ اور عقلمندی تم میں کیوں نہیں ہے (تم نے عربوں کو مٹانے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا کہ) اگر یہ دشمن کوئی غلط ہے تو تمہیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اگر سچ ہے تو (تمہارے اچھے ماننے کی وجہ سے) اپنے دور میں وہ تمہارے ساتھ بھڑکی کریں گے۔ تم ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں نہیں کرتے کہ اپنے دور میں وہ تمہیں اس کا چھابہ دیں اور اپنا تمدنی حکومت میں تمدنی عزت اور احترام کریں؟“ (شاہور کسریٰ کے یہ بات سمجھ میں آئی اور وہ بدیہی لوٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے عربوں سے لہنا نور دیا کہ اس ہاتھ کے بعد وہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے لگا۔

(گذاشتہ مسئلے میں سچ کا معنی کا یہ قول گمراہ ہے کہ عاصیوں میں مرد اور عورتیں ہلاک ہوں گے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ) اس اس وقت نہیں کہ ان میں کوئی عورت بھی ہلاک ہوئی۔ ہاں ایک عورت ہلاک ہوئی اس کا نام ”ہورہ“ تھا۔ جب آخرت میں جنت کے یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اس مسئلے میں فرمایا۔

”وہ قوم بھی ظالم نہیں پائے گی جس نے ایک عورت کے ہاتھ میں ملک کی ہاک ڈال دے دی۔“

یہ عورت ہورہ ایک سال تک ہلاک ہوئی اس کے بعد یہ مر گئی۔

تے کو لے کر دلاؤ کی حرم میں دے گا۔ ان ضمنی واقعات کے بعد پھر آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت حال یہاں کرتے ہیں کہ ملائیں اسحاق سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی پیدائش ہوئی تو آپ ﷺ کی مدد حضرت آمنہ نے عبدالمطلب کو خبر بھیجی کہ آپ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے اس کو اگر دیکھ لیجئے۔ عبدالمطلب آئے اور اگر بچے کو دیکھ کر حضرت آمنہ نے جو بکھ (آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت دیکھا تھا وہ ان سے بیان کیا۔ عبدالمطلب آپ کو گود میں لے کر کہہ میں آئے۔ (ی) جوں وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مانجھتے رہے۔ ناگواران کے گمراہ آلہن کہتے رہے۔ عبدالمطلب نے اللہ کی اس دین اور نعمت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس نے بعد عبدالمطلب آپ کو لے کر وہاں حضرت آمنہ کے پاس آئے اور بچہ کو ان کے حوالے کیا۔

پچھلے صفحات میں ہم نے اس کے بیان کرنے کے متعلق وعدہ کیا تھا کہ یہ روایت آگے آئے گی۔ نیز پہلے میں جو اختلاف ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔

پانچویں میں تکبیر و حمد۔۔۔ (قال) آنحضرت ﷺ نے ولادت کے بعد شروع کے دنوں میں ہی

جھوٹے میں کلام فرمایا آپ نے جو پہلا کلمہ بولا وہ یہ تھا۔

اللّٰهُ اَكْبَرُ تَجِيْزًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَجِيْزًا (یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور بزرگ ہے اور اس کی تعریفیں  
بے شمار ہیں۔)

اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ پہلے صفات میں یہ روایت گزری ہے جس کو سنی نے واقعہ نبی سے نقل  
کیا ہے کہ اہلِ بدعت کے بیٹے سے باہر آنے کے بعد آپ نے یہ کلمہ فرمایا تھا۔ جلال دہی طریق یعنی مصر سے باند  
برتر پروردگار کے جلال کی قسم ہے۔ غریب بھی گزرا ہے کہ ماں کے بیٹے سے باہر نکلنے والے کے بعد آپ۔  
جو کلمہ فرمایا وہ یہ تھا۔

اللّٰهُ اَكْبَرُ تَجِيْزًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَجِيْزًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَجِيْزًا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ہر محبوب  
پاک ہے صبح اور شام۔ ان تینوں روایتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ) ممکن ہے آپ نے یہ کلام کئی مرتبہ یعنی بار  
کے بیٹے سے باہر آنے کے وقت، ولادت کے وقت (یعنی فوراً بعد از ولادت) میں لگائے جانے کے وقت فرما  
ہو۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ (کے کلام) میں وسبحان اللہ بکروا صلا بھی فرمایا اور  
گویا یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہوئی کہ ماں کے بیٹے سے نکلنے کے وقت بھی آپ نے کلام فرمایا اور  
خصوصیت میں سوائے حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے دوسرے کوئی نبی آپ کے شریک نہیں ہیں اس کا  
تحصیل آگے آئے گی۔

یہاں تک جھوٹے میں آپ کے کلام فرمانے کا سوال ہے تو اس کے متعلق آگے بیان آئے گا کہ منکر  
ہے جھوٹے میں گفتگو کرنے سے مراد (یہ نہ ہو کہ آپ ﷺ نے جھوٹے میں لینے ہوئے یہی کلام فرمایا بلکہ یہ مراد  
ہو کہ) آپ نے اس عمر اور لانے میں کلام فرمایا جس میں عام طور پر بچے گفتگو اور بات نہیں کر سکتے۔ یہ بھی کہا  
جاتا ہے کہ یہ کلام (یعنی اللّٰهُ اَكْبَرُ تَجِيْزًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَجِيْزًا) جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ نے جھوٹے میں  
فرمایا تھا یہ کلام آپ ﷺ نے دودھ پھونکنے کے وقت فرمایا تھا۔

(اسی سلسلے میں) یہ بھی گزرا چکا ہے کہ آپ نے پیدائش کے وقت الحمد للہ کا قاضی کے حلقہ یعنی  
محققین کا ذیل ہے کہ آپ کو چونکہ چھبیک آئی تھی اس لئے آپ نے یہ کلمہ فرمایا اس میں جو اشکال تھا، اب  
بیان ہو چکا ہے۔

یہ بھی مانا جا سکتا ہے کہ آپ نے ولادت کے وقت یہ تینوں کلمے فرمائے ہوں یعنی جلال دہی طریق کو  
اللّٰهُ اَكْبَرُ تَجِيْزًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَجِيْزًا۔ یہاں تک اس کا حلق ہے کہ ان میں سے کون سا پہلے پہلے فرمایا اور کون  
بعد میں فرمایا اس کا جائزہ انہوں پر سو قلم ہے چنانچہ ان کے پوسٹے میں ولایت یعنی یہ کہ پہلے کون سا کلمہ فرمایا۔  
تو حجتی ہوئی اور اضافی ہوئی (یعنی تینوں میں سے ایک کے مقابلے میں پہلے اور دوسرے کے مقابلے میں بعد  
میں) یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ کے جلال دہی طریق فرمانے کو اللّٰهُ اَكْبَرُ تَجِيْزًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَجِيْزًا کے  
مقابلے میں جو ولایت اور پہل ہے وہ اضافی ہے (یعنی ایک کے مقابلے میں پہلے اور دوسرے کے مقابلے میں بعد  
میں)۔

پالنے میں پوسٹے والے بچے (قال) جن لوگوں نے جھوٹے میں جھوننے کی عمر میں کلام کیا وہ سب سے  
حضرت ہیں جن کے ماموں کو طارہ جلال الدین سیوطی نے چند شعروں میں جمع کیا ہے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

تَكَلَّمَ قِيْلَ لِيَهْدِنَا سَبِيْلَ  
الرَّحْمٰنِ وَرَحْمَتِهِ وَرَحْمَتِ الْمَرْحُومِ

ترجمہ: تمہارا میں آنحضرت ﷺ نے کلام فرمایا

اور حضرت علیؓ نے اس خطبی پر اجماع اور سر ہم نے

وَمَوْىٰى جَوْبِىْ ثُمَّ شَهِدَ يُوْسُفُ

وَعَلَىٰ يَدَيِ الْاِخْلَافِ يَرْوِيهِ مُسْلِمٌ

اور اس بچے نے جس نے کہ برأت کی قسمی ترجمان کی اور اس نے کہ جس نے گواہی دی تھی حضرت

یوسفؑ کی اور اس نے کہ جس نے کلام کیا تھا کھائی کے پاس جیسا کہ امام مسلمؒ کی روایت ہے۔

وَعَلَىٰ عِلْمِهِ مَرْوِيًّا بِالْاِسْمِ

بِقَوْلِ الْهَاشِمِيِّ وَلَا تَنْكَلِمُ

اور اس بچے نے جس نے اس کی ماں کے کہ گزری تھی جس کے بارے میں سب کہتے تھے کہ یہ بھگہ ہے

مگر وہ خود نہ کہتا تھا تھی۔

وَمَا شَطَطَ لِيْ عَهْدَ طَرْعُونِ مَطْلَعًا

وَلِيْ زَمَنِ الْهَيْدَى الْعَبَاكُ بِخَمْسٍ

اور طرغون کے زمانے میں ایک عورت باطلہ کے بچے نے کلام کیا اور امیر المومنین ہادیؑ کے دور میں

بھی ایک بچے نے کلام کیا۔

ایک نو مولود اور ماں کی برأت..... (اس طرح یہ کلی کیدہ بچے ہیں جنہوں نے مولا جوعیؑ کی عمر میں

کلام کیا۔ ان کی تفصیل اگلی سطر میں آ رہی ہے) لیکن اس سطر میں ایک حدیث ہے اس میں رسول اللہ ﷺ

نے (جنہیں میں کلام کرنے والوں میں) صرف تین نام گمانے تھے اس میں آنحضرت ﷺ نے خود اپنے آپ کو نہیں فرمایا

وہ حدیث یہ ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے۔

”میں نے اس میں جن بچوں نے کلام کیا وہ صرف تین ہیں ایک حضرت علیؓ دوسرے حضرت ترجمان

(ان کے حلق کی تفصیل آ رہی ہے مگر تیسرا اس عورت کا لڑکا جس کے پاس سے ایک عورت گزری جس کے

بارے میں لوگ الزام لگاتے تھے کہ اس نے زنا کیا مگر حقیقت میں وہ عورت پاکدامن اور پاکباز تھی۔ چنانچہ اللہ

تعالیٰ نے اس کی پاکبازی اس طرح ظاہر فرمائی کہ ایک مصوم بچے نے اس عورت کی پاکدامنی کی گواہی دی۔

امام بخاریؒ نے اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ کئی سر ائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا

رہی تھی اس کے سامنے سے ایک سولہ گز لڑکی شان کا لور اکن ہاں کا سولہ قد عورت نے اس کو دیکھا تو دعا کی

کہ خداوند! اس بچے کو اس جیسا کرو۔ بچے نے فوراً دودھ چھوڑ دیا اور کہا۔

”خداوند! مجھے اس جیسا نہ کر۔“

پھر دیر بعد وہاں سے ایک ہانسی گزری۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہاں سے ایک ہانسی اس حالت میں

گزری کہ لوگ اس کو کھینچتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ ماں کی زبان سے نکلا، خداوند! امیرؑ نے بچے کو اس جیسا نہ کرنا

بچے نے اس دعا کے جواب میں فوراً امیرؑ کا دودھ چھوڑ دیا اور دعا کی۔

”خداوند! مجھے اس جیسا نہ کر۔“

ماں نے بچے سے حیران ہو کر کہا کہ یہ الٹی دعا کبھی؟

بچے نے جب آپ دیکھا کہ ابھی تو سورگوار تھا (اور ظاہر میں تو بڑی تکیا ہاں کا تھا مگر) یہ داخلہ ہو، سرکش پارشل ہے جس کا انجام بہت زیادہ خراب ہو گا۔ اور یہ باندی جو گزری وہ (بظاہر تو بہت بری حالت میں ہے مگر آپ قصور کو پا کر اس میں ہے۔ لوگ اس پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے چوری کی بدعا کیا مگر یہ باندی کوئی جواب نہیں دیتی بلکہ صرف یہ کہتی رہتی ہے کہ

”سبحان اللہ مجھے جس اللہ تعالیٰ کی کافی ہے۔“

حضرت عطاء نے یہاں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ اہل حقیقت کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے اور اہل ظاہر صرف دیواری ہلک اور قہر و تپ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، جیسا کہ جب امام لوگوں نے ہارون کو دیکھا تو اس کی دولت سے ان کی آنکھیں پکا چرچہ ہو گئیں اور وہ کہنے لگے کاش یہ دولت جو ہارون کو میسر ہے ہمیں بھی ملی ہوتی۔ مگر ان کی نگاہیں حقیقت پر نہیں انہوں نے ان جلد بازوں کو دیکھ کر دلوں سے کہہ دیا ”تمہارا برا ہو یہ دنیا چند روزہ ہے تمنا ثواب کی کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب بیٹھ رہے ہیں“ ہے۔“

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے خود اپنے طور پر اس کا ذکر نہیں کیا اس کا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ صرف عین کو میسر کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نئی اس شکل میں کے تھیں بچے جنہوں نے جھوٹے میں میں کام کیا یا بھری وہ ہو سکتی ہے کہ بعد میں آپ نے اپنے لوگوں میں جن کا شانہ فرمایا ان کے حلق آپ کو اس وقت تک (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) خیر نہیں دی گئی تھی۔

بولنے کے وقت بیٹنی کی عمر۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جس وقت کام کیا اس وقت وہ صرف ایک رات کے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت وہ پانچ دن کے تھے انہوں نے جب کام کیا تو شدت کی انتہی سے اٹھارہ کرتے ہوئے کوئی کھوکھ کے ساتھ فرمایا۔

”میں اللہ کا بندہ ہوں۔“

واقعہ مریم و عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ نے یہ کام اس وقت کیا تھا جب کہ ایک روز بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کا حضرت مریم کے پاس گذر ہوا اس وقت حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو گود میں لے ہوئے تھیں۔ بنی اسرائیلوں کو یہ خبر تھی کہ حضرت مریم کو گود میں بیٹنی کی گود میں چھوٹے کر انہیں بہت تعجب ہوا اور انہیں یہ بات بہت بری لگی۔ (جب انہوں نے حضرت مریم سے اس کے حلق پر چھوٹے گود کی تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس سے ہی پوچھ لو۔ اسرائیلی جرات اور تعجب میں چھوٹے گود انہوں نے اپنے من پہنچے ہوئے کہا کہ کیا ہم جو لے میں چھوٹے ہوئے ایک بچے سے بات کر سکتے ہیں اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ نے جو کچھ کہا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

میں نے اس واقعے کو صحرا کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی بیٹنی ان کے دین جہاں کی اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ان کی والدہ حضرت مریم کے ماموں (بہت نژاد) کو جب ایک روز حضرت مریم نہیں تھیں تو وہ ان کی حالت میں نکلا۔ حضرت مریم اس وقت زچگی کی تکلیف میں جھکا ہو رہی تھیں اور اس کی وجہ سے بیت المقدس سے باہر ایک سوکھے ہوئے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔ ان کی برکت سے وہ درخت اسی وقت ہوا گیا اور اسی کے سر پر شاخیں اٹھنے لگیں اور اس کے پتے سے ایک پانی کا بندھ بھٹ نکلا۔ حضرت مریم نے



طرح یہ ہے اور جب چلا۔ ایک مرتبہ اس وقت جبکہ یہ مہلی کے پیٹ میں تھا اور دوسری مرتبہ اس وقت جبکہ یہ بالکل بچہ قند کتاب لٹھی معلوم میں اسی طرح پھان کیا گیا ہے لیکن میں اس سے واقف نہیں کہ یہ بچہ کس وقت بولنا شروع کیا۔

ابن جریر کا واقعہ..... (جرّج کا واقعہ نہایت عجیبہ طریقہ اور حیرت انگیز ہے جس کو امام بخاری نے بھی چھوڑ دیا تھا۔) حضرت عقیقہ نے ان کا واقعہ بیان فرمایا کہ یہ جرّج بنی اسرائیل کے ایک نیک اور بزرگ کوئی تھے۔ ان کی مہلی اور بزرگی کی وجہ شہرت تھی۔ ان کی تو کچھ برابری کے لوگ ان کے دشمن بن گئے اور وہ ان کی شہرت اور نیک نامی سے چلنے لگے۔ آخر انہوں نے جرّج کو بدنام کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک بدکار عورت کو اس پر چڑھایا کہ وہ تمہاری بیٹی جرّج کے پاس جائے اور ان کو بدکاری اور لذت کی طرف متوجہ کرے تاکہ اس کے بہانے ان کو بدنام کیا جاسکے۔ یہ عورت جرّج کے پاس پہنچی اور انہیں اپنے ساتھ بدکاری کے لئے درخشا کر جرّج کو بدکاری کے لئے چھوڑ دیا۔ آخر یہاں سے واپس ہو کر یہ عورت ان کے پاس سے نکلی اور پھر ایک چرواہے سے اس نے مذاکرہ کیا۔ جب اس کو معلوم ہو گیا تو اس نے لوگوں کے پوچھنے پر ہلایا کہ یہ جرّج کا مصل ہے۔ وہ لوگ جو سو قند کی طاقت میں تھے فوراً جرّج پر چڑھ دوڑے اور ان کو مارنے لگے۔ جرّج نے ان سے پوچھا کہ آخر تم لوگ مجھے کیوں مارتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری بیٹی جرّج کے پردے میں فحش عورت سے مذاکرہ کیا۔ انہوں نے اس کا اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس بچے سے پوچھو کہ وہ کس کا بیٹا ہے۔ آخر لوگوں نے اس بچے سے پوچھا تو اس نے سو قند خدا کی قدرت سے وہ بچہ فوراً بول اٹھا اور اس نے ہلایا کہ میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں جو فلاں قوم کا قادی ہے۔ لوگوں کو اس پر بڑی حیرت ہوئی اور انہیں جرّج کی بے گناہی کا یقین آیا۔ پھر انہوں نے جرّج سے پوچھا کہ اتنے بزرگ ہونے کے باوجود تم یہ یہ گناہ اترام کیوں لکھو تو انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں غلطی سے چھوٹے کھڑا اور اتھویری مہلی کی کام سے مجھے پھلنی ہوئی آئی مگر میں اس کو جواب دینے کے بجائے یہ سوچا کہ مہلی کی بات سننے کے لئے غلط سمجھو وہاں یا مسجد میں یہ سوچنا بدکار مہلی غصہ میں ابھری چلی گئی۔ میری مہلی نے غصہ میں مجھے بد دعا دی کہ خدا کرے تو اس وقت ۴۰۰ مرتبہ جب تک کہ تجھ پر زنا کا اترام نہ لگ جائے۔ چنانچہ مہلی کی یہ بد دعا قبول ہوئی اور جرّج بڑے بہتان لگا۔ (بخاری ص ۳۸۹)

(علاء سیوطی کے ان ہی مذکورہ مسئلہ میں حضرت عقیقہ کے متعلق بھی ذکر ہے کہ انہوں نے بھیجن میں کرم کیا) انہوں نے تین سال کی عمر میں کرم کیا تھا انہوں نے حضرت عقیقہ سے کہا تھا۔  
”میں کو کھلی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔“

(ابن ماجہ میں حضرت عقیقہ یعنی ابراہیم کے متعلق بھی ذکر ہے کہ انہوں نے بھیجن میں کرم کیا ہے انہوں نے عین اپنی پیدائش کے وقت کرم کیا تھا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔)

یہاں یہ اشکال ہے کہ ولادت کے وقت بولنے سے مراد جمولاً بھولنے کی عمر میں بولنا ہے جبکہ حضرت عقیقہ کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں بولے (حالانکہ یہ مرجمولاً بھولنے کی عین بالکل بھیجن کی نہیں ہے۔ بلکہ یہ جواب ہو سکتا ہے کہ بھولنے میں بولنے سے مراد اس عمر میں بولنا ہے جس میں بچے عام طور پر بولنے کے قابل نہیں ہوتے۔

آگ کے پاس بچے کا کلام۔ بچپن میں بولنے والے ان بچوں میں جن کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ کسی

بولنے والے کی عمر کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہے ہاں ایک اس بچے کے متعلق واقف ہوں جو آگ کے شعلوں کے قریب ہوا تھا اس کو طاقتوروں نے کہ اس بچے کی ہڈی کو آگ میں ڈالنے کے لئے ڈیا گیا کہ دیا تو کھڑکا کھڑا کر دے ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت یعنی آگ کے پاس تکی کر رہا تھا کئی اس وقت یہ بچہ جو ہڈی کے ساتھ تھا ہوا تھا۔

”اما امیر کر اس لئے کہ تو حق اور سچائی پر ہے۔“

امین قیہہ کہتے ہیں کہ اس وقت اس بچے کی عمر سات مہینے تھی۔

ان ہی شعوہ میں شاہد یوسف یعنی حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دیتے والے بچے کا بھی ذکر ہے اس کے متعلق کتاب نفی مضموم میں ہے کہ (جب اس بچے نے کلام کیا اور حضرت یوسفؑ کے حق میں گواہی دی تو اس کی عمر صرف دو مہینے کی تھی اور وہ لڑکا تھا یہ کار کا تھا۔

شیر خوار نے بچے اور نبوت کی گواہی۔۔۔ کتاب خصائص مغربی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے حق میں دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی۔ اس بات کو بدرالہما یقیناً ذکر کیا ہے۔ یہاں تک خصائص مغربی کا حوالہ ہے۔

عیسیٰ کے بولنے کی حکمت۔۔۔ اس بات میں اشکال ہے کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے جہاں میں سے سوائے ایک بچے مبارک عیسا کے کسی اور نے (دودھ پینے کے زمانے میں) آپ کی نبوت کی گواہی نہیں دی (مبارک عیسا کا اللہ آگے کر رہا ہے)۔

علامہ ابن ہونؒ کی کتاب مہجوز الفہمہ میں ہے کہ ایک مرتبہ یسوعؑ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ عیسیٰ ہی نہیں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے پوچھا پھر آپ نے دودھ پینے کی عمر میں کلام کیوں نہیں کیا جیسا کہ اس عمر میں حضرت عیسیٰؑ بولے تھے آپ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو البیاب کے پیدا کیا تھا اس لئے اگر دودھ پینے کی عمر میں نہ بولتے تو حضرت مریم کے لئے (اپنی صفائی اور برائت کا) کوئی حذر نہ ہوتا اور ان پر اسی طرح حسرت لگتی جیسی کہ ایسے معاملے میں ایک عورت پر لگ سکتی ہے جبکہ میں ہاں نور باپ دونوں سے پیدا ہوا ہوں۔“ یہاں تک علامہ ابن ہون کا کلام ہے۔

مجمعی روایت میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی دودھ پینے کی عمر میں بولے ہیں جب کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس عمر میں کلام نہیں کیا اس بات کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یسوعؑ نے جو آپ سے سوال کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ نے بچپن کی عمر میں ہی کلام کیوں نہیں فرمایا جو عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں وغیرہ وغیرہ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بات کا جواب دینے میں آنحضرت ﷺ نے اوائل دہائی (کیونکہ حقیقت میں آپ نے بھی بچپن میں کلام فرمایا تھا) بحال رہا تو ان کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

شیر خوارؒ کی میں کلام ابراہیم۔۔۔ (پچھلے شعروہ میں گزرا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن میں کلام فرمایا اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ) میں نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق پڑھا ہے کہ جب وہاں کے چوٹ سے باہر زمین پر آئے تو وہاں تھ سول پر بندھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔۔۔

وَمَا يَذَّكَّرُ لَهُ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوا الْحِكْمَ وَاللَّهُ يَخْتَارُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ بَنِي آدَمَ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود اور نہ ہدایت کے لائق نہیں ہے اور وہ کیا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی حکومت کے لائق ہے اور وہی ہر شے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اور قرین ہے اس بات پر کہ اس نے اس (سید) سے رائے جو سوچائی، انکی طرف ہمیں راستہ دکھایا۔

کتاب نفی مضموم میں ہے کہ حضرت ابراہیم ایک عمار میں پیدا ہوئے تھے اور یہ وہی عمار تھا جس میں حضرت نوح اور حضرت نوح نہیں پیدا ہوئے تھے۔ تو یہ عمار میں اس عمار کو کارنور کہا گیا ہے۔

بیت ابن عربی کا کلام :- (.....) (.....) میں رہنے والے جن بچوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے دو واقعہ بھی شامل کیا جا سکتا ہے جس کو شیخ ابوالدین ابن عربی نے ذکر کیا ہے کہ میری ایک بیٹی جو ابھی دو سال تھی میری عمار میں کی مگر پانچ سال تھی میں نے ایک (.....) سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تو یہ کہتی ہیں کہ اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو مگر اسے انزال نہ ہوا تو اس پر حمل واجب ہو گیا نہیں؟ (.....) نے کہا کہ اس پر حمل واجب ہے (اس بارے میں مسئلہ یہی ہے کہ ہم بستری میں اگر عضو حاصل نہ ہوا اصل ہو گیا کہ حمل یعنی اس کا بیج ضرور نظر نہ آئے تو یہ ہے انزال سے پہلے ہی دونوں لنگ ہو جائیں مگر حمل واجب ہو جائے گا) غرض بیٹی کے جواب دینے پر تمام لوگ جو وہاں موجود تھے حیران رہ گئے (اسی بیٹی کی ذہانت کا دور رس واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد میں مکہ معظمہ چلا گیا اور وہاں ایک سال تک اس بیٹی سے دور رہا سال بھر بعد میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ وہ بھی رنج کرنے کے لئے گئے آجائے۔ چنانچہ وہ ثانی حاضرین کے قافلے کے ساتھ آگئی (مجھے جب معلوم ہوا کہ وہ تھک کر رہا ہے جس کے ساتھ میرے گھر والے ہیں تو) میں ان کی پیشانی پر احتیال کے لئے نکلا۔ وہ بیٹی اس وقت تک دو سال تھی جس نے اسے گھٹا دیکھا اور اتنی پھوٹی مگر ایک سال تک دور رہنے کے بعد وہ اس نے مجھے پہچان لیا اور اپنی ماں سے بہت صاف گواہی دیا کہ یہ میرے باپ ہیں۔ اس کے بعد وہ بیٹھے گئے اور لنگ کر میری گود میں آگئی۔

ایک اور واقعہ :- علامہ ابن عربی ہی کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے بچے کے بارے میں سنی تھی ہے جس کی ماں کو جب ایک بار چھینک آئی تو بچے نے بیٹھ ہی میں سے وہی کو (اللہ تعالیٰ کے جواب میں) یہ شک اللہ کہ اس وقت بچے کو گھر بھی موجود تھے ان سب نے بیٹھ میں سے آنے والی بچے کی یہ گواہی سنی اس کے حلقی معجزہ گواہوں نے مجھے بتایا جنہوں نے یہ واقعہ دیکھا ہے۔ علامہ ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ عمار واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس بچے کو ان کے بیٹھ میں ہی اس بات کا (یعنی یہ شک اللہ کہنے کا) علم عطا فرمایا۔

(اس بارے میں قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ بچہ نہیں چاہتا اس آیت کی روشنی میں علامہ ابن عربی کی اس روایت پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ بچہ ماں کے بیٹھ ہی میں اس بات کو کیسے جان سکتا ہے اس کے بارے میں جواب دینے والے علامہ کہتے ہیں) (.....) (.....) کو اس واقعہ کے خلاف دلیل نہ تھی (وہ آیت یہ ہے)

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَكْتُمُونَ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِهِ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ بَنِي آدَمَ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری باتوں کے چھپنے سے اس حالت میں نکالا کہ تم کہہ بھی نہ جانتے

تھے۔



اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک عالم کو ہی کے ساتھ اس کا علم ہر وقت ہی ہو۔ پیدا ہونے والا مشق کے لحاظ سے عالم ہو سکتا ہے لیکن اس وقت وہ عالم نہیں ہو تا جبکہ پیدا ہوا ہے۔ اس آیت پاک سے یہی مراد ہے۔

حضرت یوسف کا کلام : کتابِ نطق مضموم میں ہے کہ حضرت یوسفؑ بھی وہاں کے بچہ میں سے ہی ہوئے تھے اور (اپنے مطلق) اکابر۔

”میں ایک لمبی مدت کے لئے کم اور اپنے والد کی نظروں سے نامعلوم ہونے والا ہوں۔“

حضرت یوسفؑ کا یہ کلام ان کی والدہ نے سنا تو انہوں نے یہ بات اپنے شوہر (حضرت یعقوبؑ) سے بتائی۔ انہوں نے سن کر کہا کہ اس بات کو بچہ نہ کہو۔

اسی طرح ایک روایت ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنی پیدائش کے فوراً بعد روئے تھے۔ ان کی والدہ اپنی اور اپنے ہونے والے بچے کی جان کے خوف سے دشمنوں سے چھپ کر ایک غار میں آئیں اور وہیں ان کے یہاں حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے۔ چنانچہ جب وہ یوسفؑ کی سرکھٹ سے غار سے باہر آئے تو بچے کو وہیں غار میں چھوڑ کر جانے لگیں اور (بچے کو وقت بچے کو حسرت سے نہ کہہ سکیں۔ کہہ اسے یوسفؑ)۔

یوسفؑ کو موی کی گویائی : یہ سن کر حضرت یوسفؑ بول اٹھے۔

”ہاں امیر کی جان کے مطلق کسی کی دشمنی سے مستند۔ اس لئے کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی میری حفاظت فرمائے گا۔“

اسی طرح روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ان کو جنم دیا تو حضرت موسیٰؑ دودھ سے باہر آنے کے بعد سیدھے چڑھ گئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ (مومن کے خوف سے بچے کو چھوڑ دی نہیں کہو کہ فرعون کو یہ بتائیں کوئی پہلی بچی تھی کہ نئی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جسے فرعون سلطنت کو چھوڑ کر دے گا اس لئے فرعون نے یہ سمجھ کر باخاک بنی اسرائیل میں جو بچہ بھی پیدا ہوا اس کو ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ کتنے ہی مضموم بچے اس حکم کی بھینٹ چڑھ گئے اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بچے کی جان کا خوف تھا کہ پیدا ہوتے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنی والدہ کو قتل ہیے ہوئے فرمایا۔

”ہاں افرعون کا خوف مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“

شرِ خوار کی حضور ﷺ کے لئے شہادت : (اس تفصیل کے بعد پھر ان جان کا ذکر کرتے ہیں جن کے مطلق گدھے شہرہاں میں ڈاکر ہوا ہے اور جن میں مبارک عمامہ کا بھی نہ کر ہے کہ مبارک عمامہ کے واسطے کے مطلق صاحب میں سے کہا نے روایت کیا ہے کہ میں ایک روز ایک گھر میں گیا ہوں اور رسول اللہ ﷺ قریب فرما تھے اور وہاں میں نے ایک حبیب واقعہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص ایک بچے کو لئے ہوئے آیا جسے اس نے ایک کپڑے میں لپیٹ کر کھانقا یہ بچہ اسی وہی پیدا ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس بچے سے پوچھا کہ اس لڑکے میں کون ہوں۔ اس (ایک دن کے بچے) نے فوراً امت صاف لپٹے میں جواب دیا۔

”کپ خدا کے پیغمبر ہیں۔“

آپ نے فرمایا تو نے کج کہا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد پوچھا کہ میں ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سے (میں میں آنحضرت ﷺ نے اس کو برکت کی دعا دی) ہم اس بچے کو مبارک عمامہ کئے گئے یہ واقعہ

جنت الوداع میں پیش آیا (یعنی سابع میں جس میں آپ ﷺ نے آخری رُجُا فرمایا اسی وجہ سے اس کو جنت الوداع یعنی رُجُا کہنا ہوتا ہے)

آنحضرت ﷺ ۱۱۱ھ پہنچنے کی عمر میں چاند سے ہاتھیں فرمایا کرتے تھے (مرو ہے پھر کاغذوں میں کرنا) کہا جاتا ہے کہ عورت نے سچے کے ساتھ قول میں کر کے بات کی یعنی سچے سے اس طرح بولی جس سے پھر خوش ہوتا ہے۔ چاند کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا باتیں کرنا آپ کی خصوصیات میں گنا جاتا ہے۔ کہ نہ حضرت مہمان سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ آپ کے پاس حضرت مہمان نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے فرمایا۔

یا رسول اللہ! میں نے آپ کی نبوت کی ایک علامت دیکھی تھی جس کی وجہ سے میں آپ کے دین میں شامل ہوا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ جموں میں لیٹے ہوئے چاند سے ہاتھیں فرماتے تھے اور آپ اپنی اُٹلی سے چاند کو جس طرف بھی اشارہ فرماتے وہ اسی طرف سرک جاتا تھا۔

ایک عجیب خصوصیت۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

”میں اس سے ہاتھیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے ہاتھیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہانے دیکھتا تھا جب وہ یعنی چاند عرش کے نیچے مجھ کو جوتا تھا تو میں اس کے گرنے کی کوتاہنا کرتا تھا (یعنی جب چاند ایک دھماکے کے ساتھ عرش کے نیچے کرتا تھا اور حقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا مجھ کو ہوتا ہے تو آنحضرت ﷺ اس کے مجھ کو گرنے یعنی گرنے کی کوتاہنا کرتے تھے)

اس حدیث کے روایات میں بعض بحول لوگ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث فریب طعن ہے (یعنی اس کے روایات میں بعض ایسے نامعلوم لوگ ہیں جن کے پورے حالات کا پتہ نہیں ہے اور ان کے مستتر ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا)

حافظ ابوالفتح تہذیبیوں الاثر کے مصنف کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر کتنی تھی (جب آپ جموں میں لیٹے ہوئے چاند سے ہاتھیں فرمایا کرتے تھے)

آنحضرت ﷺ کا یہ جموں یعنی ہالہا تھا کہ وہ کچھ یعنی فرشتے بلایا کرتے تھے اور اسی سے وہ بلند بنا تھا۔ اسی لئے علامہ ابن کثیر نے اس کو بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ (چاند سے آیا چاند کے ہاتھیں کرنے سے یہ مرو ہے کہ آپ اس کو نیچے کر قول میں کیا کرتے تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاند کو آپ کے دل میں رکھنے کے ذریعہ بتلایا تھا)

## باب ششم (۶)

## آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی محمد اور احمد کھنے کا بیان

یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پسنے بھی اسامہ گرامی اور نام جزوہ تمام کے تمام اہل منات اور خودی سے بنے ہیں نہ تو آپ ﷺ کو اپنی جانیں اور جن منات کی وجہ سے آپ کی تہذیب بھی ضروری ہوتی ہے اور آپ کا مکمل ترین انسان ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر وصف اور خوبی سے آپ کا ایک نام بنتا ہیں۔ (قول) جس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک جزوہ نام ہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بھی ایک جزوہ نام ہیں۔ ابو جعفر محمد بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ایک اتھاہ مسعود پیدا ہوا۔

جب حضرت امیر کے ہوتے میں آنحضرت ﷺ حمل کی صورت میں تھے تو ان کو خطاب میں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کا نام بانی احمد نہ رکھیں (جس کے معنی ہیں سب سے زیادہ قریب کرنے والا) مگر ابن اسحاق سے جو روایت ہے اس میں ہے کہ آپ کا نام محمد نہ رکھیں (جس کے معنی ہیں وہ جس کی بہت زیادہ قریب کی جائے)۔ یہ روایت جیسے گزر چکی ہے۔ (قول) دوسری روایت (یعنی محمد نام رکھنے کی روایت) دوسری روایات کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے۔ (ی) پہلی (یعنی احمد نام رکھنے کی روایت) حافظہ و میثاقی نے نقل کی ہے۔

محمد نام عرب میں پہلی بار... آپ کا نام محمد نہ رکھنے والے آپ کے دوا عبدالمطلب ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو ولادت کے ساتویں دن آپ کے دوا عبدالمطلب نے ایک بھیڑواں کر کے آپ کا حقیقہ کیا اور آپ کا نام بانی محمد نہ رکھا (یہ نام اس وقت تک عربوں میں نہیں رکھا جاتا تھا جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے اسی لئے قریش کو یہ نام لوہا لگا، چنانچہ عبدالمطلب سے کہا گیا۔

اسے ابوالمحراث کہا دہ ہے کہ تم نے اس بچے کا نام اس کے باپ دوا کے نام پر نہیں رکھا بلکہ محمد رکھا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ حالانکہ یہ نام نہ تمہارے باپ دوا میں سے کسی کا ہے نہ تمہارے قوم ہی میں کسی کا ہے؟

عبدالمطلب نے جواب دیا۔

اس سے میری تمنا یہ ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اس بچے کی تعریف فرمائیں اور زمین پر لوگ اس کی تعریف کریں۔ مقالہ۔ مزارف کتب میں

یہ نام منجانب اللہ۔ یہ بات اس مشہور قول کے مطابق ہے کہ آپ کے دوانے آپ کا نام محمد بن عبد اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل میں ڈالے جانے کی بنا پر رکھا جس میں یہ فعل ایک بھی تھی کہ آپ کی ان عمدہ صفات اور خوبیوں کی وجہ سے جن کی تعریف کی جاتی ہے ساری مخلوق آپ کی بہت زیادہ تعریف کر سکا ہے۔ وجہ سے یہ نام زیادہ عمدہ اور اعلیٰ کے لحاظ سے صحیح ہے (یعنی) تو محمود کے معنی بھی یہی ہیں جو محمد کے ہیں یعنی وہ جس کی تعریف کی جائے مگر محمد کے معنی ہیں وہ جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے اسی بات کی طرف حضرت صالحؑ ایمان ثابت لے کر آگئے ہیں اور شاعر اسلام کہلاتے ہیں کہ اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

فَنَبِيٍّ لَّهُ نُصْرَةٌ  
لَقَوْلِهِمْ نَعْتَمِدُ

ترجمہ: آنحضرتؐ کی نصرت کی وجہ سے آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے چلا گیا ہیں اللہ تعالیٰ محمود ہیں اور آپ محمد ہیں۔

خواب میں اس نام کا اشارہ۔ جیسا کہ بیان ہوا عبدالمطلب کے دل میں بات ڈالی گئی تھی کہ وہ آنحضرتؐ کا نام محمد رکھیں۔ یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں جاتی کہ آنحضرتؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ نے عبدالمطلب سے کہا ہو کہ مجھے خواب میں اپنے بچے کا نام محمد رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (یہ کہہ کر سکتا ہے کہ عبدالمطلب کے دل میں بھی یہ بات ڈالی گئی ہو اور پھر حضرت آمنہؓ نے بھی ان سے یہی کہا ہو کہ آپ کا نام محمد رکھیں۔ عبدالمطلب نے تو یہ کہہ کر کہ آسمان اور زمین میں سب سب کی تعریف کریں اپنا بچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کی اور آنحضرتؐ کی تمام خوبیاں اور بلند ترین صفات جمع کر دیں جن کی وجہ سے لوگ کسی کو پسند کرتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ ﷺ کو مافی الارض و السماوات سب کی مکمل محبت حاصل ہوئی اور آپ کے نام ہی (یعنی محمد جس کے معنی ہیں وہ جس کی تعریف کریں) کے معنی حقیقت بن کر ظاہر ہوئے۔

اس کے معنی کتاب فصائل صغریٰ میں ہے کہ آنحضرتؐ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے پاکہ نام سے نکلا ہے۔ نیز یہ بھی آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نام احمد ﷺ رکھا گیا جبکہ آپ سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا تھا۔ اس خطا یعنی محمد کے معنی میں کثرت اور زیادتی ہے یعنی محمد صرف اسی کو کہا جاسکتا ہے جس کی بار بار تعریف کی جائے۔ یہ تعریف ان طریقوں اور لوگوں کو صاف کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس ذات میں پائی جاتی ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ خطا یعنی محمد مبالغہ کے میوے میں ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کے معنی میں کثرت اور زیادتی ہے مگر یہ کثرت اور مبالغہ (اس خطا کو اس طرح استعمال کرنے کے لحاظ سے ہے اور نہ یہ خطا حقیقت کے لحاظ سے مبالغہ کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ مبالغہ کے معنی اپنے ذلے پر پہنچنے ہیں ان کے دوران صرف پہنچ جانا اور خطا محمدیہ دونوں میں سے نہیں ہے۔

نام و اذیت کے ساتھ تو میں دینا۔ حضرت ابن عباسؓ کی جد اوت چچے گزری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ نام آپ کے حقیقہ کے دوسرے رکھا گیا ہے اور آپ کا حقیقہ یہ انش کے ساتھ تو میں دینا ہوا ہے لیکن

ایک روایت چنانچہ بیان ہوئی ہے کہ عبد اللہ ابن عبد المطلب کے یہاں دراست میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے محمد رکھا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کی پیدائش کی دراست یا پیدائش کے دن میں ہی رکھ دیا گیا تھا۔

اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ انہیں وہاں کی روایت میں جو یہ قضا ہیں کہ عبد المطلب نے بیٹے ذرا کر کے آپ کا حقیقہ کیا اور آپ کا نام بنی محمد رکھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ (اگرچہ نام تو پیدائش کے وقت ہی رکھ دیا گیا تھا مگر) نام لوگوں کے سامنے آپ کا نام حقیقہ کے دیا گیا تھا۔

اسم کا اثر جسمانی پر ۔۔۔ آنحضرت ﷺ کا نام بنی محمد رکھنے کی وجہ اور بیان کی گئی ہے کہ ذہین و آسمان میں آپ کی شریف کی جائے اس سے یہ متاثر ہوتا ہے کہ عسکرت کا خطاب یہ ہے کہ اسم اور معنی یعنی نام اور اور نام والے میں اچھلائی ہوئی اور پاکیزگی اور مدد پاکیزگی کے لحاظ سے معاصیت اور موافقت ہوتی چاہئے (یعنی جو نام کے معنی ہیں وہ سنات نام والے میں بھی ہوتی ضروری ہیں کہ اگر کسی کا نام فاضل ہے تو اس شخص کو بھی عالم و فاضل ہو چاہئے۔ یا اگر نام شریف ہے تو اس نام والے شخص کو بھی شریف اور نیک ہو چاہئے تاکہ یہ نام اس کو سچا نامی وجہ سے اکثر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے قدام اور برے نام بدل کر (اس نام والے کی خوبیوں کے مطابق) اچھے نام رکھ دیے اور کیا بھی ہوا ہے کہ (کنفہ کے لفظ ناموں کو بدل کر برے نام رکھ دیے جیسا کہ آپ نے محمد بنی ہاشم یعنی ابو القحکم کا نام بدل کر ابو جہل رکھ دیا تھا) یہاں تک کہ یہ نام بڑا مشہور ہوا کہ لوگ اب شخص کا اصل نام بھول گئے اور اب وہ صرف اسی نام سے مشہور ہے اسی طرح ایک اور شخص اسلام ابو عامر کو ابو محمد و سب کہ جاتا تھا مگر آپ نے اس کا نام ابو عامر فاضل رکھ دیا تھا۔

اچھے معنی کا نام پسند ہے ۔۔۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ ایک صحابی سے فرمایا کہ کسی شخص کو بلاؤ میری دوستی کا وہ دوسرا ہے۔ صحابی ایک شخص کو لائے آپ ﷺ نے اس سے یہ جوا تہرا دیا کہ نام ہے اس نے کہا عرب (یعنی دنگ یعنی قتل و قتل اور موت) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم جانتے اس کے بعد وہ صحابی ایک دوسرے شخص کو لائے آپ ﷺ نے اس سے بھی یہ جوا تہرا دیا کہ نام ہے اس نے کہا اٹھٹھٹھ (یعنی زونکی) آپ نے اس سے کہا کہ تم دو نئی کا وہ دوسرا (اس طرح گویا آپ نے اس سے نام والے کے مقابلے میں ایک اچھے نام والے کو لی کو پسند فرمایا۔)

اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے کسی شخص کو کتوں کو مارنے کے لئے بلایا چنانچہ ایک شخص آپ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا "مترہ" (یعنی کڑا اور بخل) آپ ﷺ نے فرمایا تم جاؤ (یعنی آپ ﷺ نے اس شخص سے کام لیا پھر نہیں فرمایا)

اسلام میں بد شکوئی نہیں (یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بد شکوئی کو پسند فرمایا ہے جبکہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بد شکوئی کی وجہ سے ان برے نام والے لوگوں سے کام نہیں لیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ وہ بد شکوئی نہیں ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے پسند فرمایا ہے اور جس سے آپ ﷺ نے رد کیا ہے بلکہ یہ برے ناموں سے آپ کی پسندیدگی کا اعلان ہے (یعنی یہ اس بات کا اعلان تھا کہ آپ ایسے ناموں کو پسند نہیں فرماتے جن کے معنی برے ہوں۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ ایسے نام والے لوگوں سے

کام لینے میں بد شکلی اور ناگاہی ہوتی ہے)

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے ماحولوں (یعنی ملاقاتی گورنروں) کو نگہ کرتے تھے کہ تم جب بھی میرے پاس کوئی آؤ گے اور قصہ بھیجو تو ایسا بھیجو کہ جس کام میں آج ہوا اور غامضیہ جاہت بھی رکھتا ہو۔

(چونکہ آنحضرت ﷺ نے شگون وغیرہ لینے کو چاہندہ فرمایا اور اس سے روکا ہے اس لئے اس پر واقعہ خوش کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک برس ہمارے قوی کو کوٹھلی کا روڑہ دوئے ہو اسی طرح ایک شخص کو انھوں نے کھانے سے منع فرمایا تو حضرت قرآن کے ذہن میں بھی یہی افکار ہوئے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں جو حق ہوں کہ اس بارے میں کوئی بات نہیں ہونا سزاوارت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت قرآن نے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں بد شکلی کو ماننے سے روکا ہے (بلکہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شگون لیتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا۔

میں نے کسی شگون کے خیال سے یہاں نہیں کیا بلکہ میں اچھے کام کو (برے کام کے مقابلے میں) دیکھ رہا ہوں۔

آنحضرت قرآن کے نام بدل دیتے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ اور غیر صحابہ میں جن لوگوں کے نام بدلے ہیں ان سب کے متعلق سورہ جہل جہنم سورۃ تہی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے مگر میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں۔

میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ حرمین اور وہب شجر کے دن سلطان ہوئے۔ یہ حضرت سعید ابن مسیب کے دوا ہیں (جو کہ ان کا نام حرمین تھا جس کے متعلق میں راجع و فہم جو ایک برا نام ہے اور لئے) آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ ان کا نام بدل دیں اور اس کے بجائے سلمہ کو دیں مگر حرمین نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں وہاب نہیں بدلوں گا اور میرے پاس وہاب نے ان کا کھانا چاہا۔ چنانچہ ان کے پاس حضرت سعید گئے جو کہ ان سے کھانے میں بیٹھ کر نام خود سے دے دے۔ واقعہ اہم۔

شمال و جنوب لکھا لیکن پر شکر۔ (ای) ایک حدیث میں ہے کہ نبوت ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی جانب سے خود حقیقہ فرمایا۔ مگر نام خود فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ حدیث منکر حدیث کی ایک کڑی قسم ہے لیکن ایسی حدیث باطل نہیں ہوتی جیسا کہ اس خط سے دہم ہو تا ہے مگر حافظ سیوطی نے اس حدیث کے منکر ہونے پر تو یہ نہیں دی بلکہ انھوں نے اس کو میاں کے لئے منکر کیا ہے اس سلسلے میں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ اصل میں حقیقہ تو وہ بد کیا نہیں تھا (صرف ایک بد پیدائش کے ساتوں دن ہونا چاہئے) اس لئے اس مطلب ہے کہ یہ حقیقہ جو آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا (اور اصل حقیقہ نہیں بلکہ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر تھا کہ اس نے آپ کو سدا کی دینا کے لئے رحمت بجا بھیجی کہ اس طرح آپ ﷺ نے اپنی رحمت کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام و اسمان پر شکر کا اعلان کیا جانا چاہئے جیسا کہ آپ ﷺ اسی انکار شکر کے لئے اپنے لوہے و روئے صبح کرتے تھے چنانچہ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ ان کے لئے مستحب ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ولادت کے دن

شکر کا اعلان کریں۔ یہاں تک حافظہ سے کئی کلام ہے۔

میلاد النبی ملتا بدعت... (میلاد النبی کا ملتا حقیقت میں ایک بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے کہ نہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر کا اعلان کرنا ہے اس کے لئے کوئی خاص دن مقرر نہیں کرنا کچھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور نعمات انسان پر روزہ روز ہر وقت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس دنیا میں رحمت کے گنجینہ حق تعالیٰ کا فی ثوم پر سب سے بڑا انعام ہے اس لئے اسے عظیم انعام پر اعلان شکر ہر وقت اور ہر گھڑی ہونا چاہئے جب بھی شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا چاہے کہ اسے زبردست انعام ہر سال میں صرف ایک بار اعلان شکر کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ خود اپنی ذاتِ باہر کات پر روزہ بچھا کرتے تھے مگر اس کے لئے آپ نے اپنی ملاوت مبارکہ کو ان مہینوں میں طریقا قنود بھرا کر میلاد النبی میں طرح مطلقا جاتا ہے کہ اس میں گناہا جاتا ہے اس کو کسی حالت میں بھی بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

عید المطلب کا خواب اور یہ نام... (اس کے بعد پھر آنحضرت ﷺ کے نام ہی کے متعلق کہتے ہیں) ایک روایت ہے کہ عید المطلب نے آپ کا عید ﷺ نام ایک خواب کی وجہ سے رکھا انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی کمر سے ایک (قود کا) سلسلہ نکل رہا ہے جس کا ایک سر قدامین میں ہے اور دوسرا آسمان میں۔ اسی طرح ایک سر ا مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ پھر اس نے ایک درخت کی صورت اختیار کی جس کے ہر پتے پر قود چمک رہا تھا اور مشرق اور مغرب کے لوگ اس درخت سے لگے ہوئے تھے۔

عید المطلب نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا تو اس کی یہ تفسیر دی گئی کہ ان کی طلب یعنی نیکی سے ایک بچہ پیدا ہو گا جس کی مشرق اور مغرب کے لوگ پیروی کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی تعریف کریں گے۔ اسی لئے عید المطلب نے آپ کا نام محمد رکھا۔ (ی) یعنی اس کے علاوہ (یہ نام رکھنے کا) ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے ان کو اپنا قود خواب ملا تھا اور انہوں نے دیکھا تھا جس کا چہل گزور چکا ہے۔

خواب میں شجر طیب... ابو نعیم عید المطلب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عید المطلب نے کہا

ایک روز میں حجر اسود کے پاس سو رہا تھا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس سے میں نے حد خود فرما دی اور یہ یقین ہو گیا۔ چنانچہ میں (تفسیر) پچھنے کے لئے قریش کی کاہن کے پاس آیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ میرے ہر سے کارنگ لڑا ہوا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ سردار قریش کو کیا ہو گیا۔ آپ کے ہر سے کارنگ کیوں لڑا ہوا ہے، کیا کوئی جلاوت پیش آیا ہے؟ میں نے کہہ دیا اس کے بعد میں نے اس سے کہہ دیا

ترتیب جب کہ میں حجر اسود کے پاس سو رہا تھا میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک درخت آگ کی مانند ہو گیا۔ چوٹی آسمان کو چھوئے گی اور شاخیں مشرق اور مغرب تک پھیل گئیں اس درخت سے جو درختیں اور درختیں باقی تھیں ان میں سے زیادہ چمک دار نور بھی نہیں دیکھا میں نے دیکھا کہ عرب اور غم کے لوگ اس درخت کو بہرہ گردہ ہیں۔ یہ درخت ہر گھڑی پھینکا جا رہا تھا اور ہر گھڑی زیادہ روشن اور زیادہ نورانی ہو جا رہا تھا۔ اعلان میں نے قریش کی ایک جماعت کو دیکھا جو اس درخت شاخوں سے لگی ہوئی ہے۔ ساتھ ہی میں نے قریش کی ایک دوسری جماعت کو دیکھا جو اس درخت کو کاٹنے کی کوشش میں ہے مگر یہ لوگ جب بھی اس کے قریب پہنچتے تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت لڑکی ان میں سے ایک میں نے بھی نہیں دیکھا ان لوگوں کو اس درخت سے بچے جاتا ہے اس لڑکی ان میں سے خوشبو کی لہریں پھرتی تھیں۔ یہ لڑکی ان قریبیوں کی

(جو اس وقت کو کاٹنا چاہتے تھے مگر قزوین اور ان کی آنکھیں کھل چکی تھیں نے اس وقت کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اس میں سے میں بھی اپنے حصہ حاصل کروں مگر اس تک نہیں پہنچ سکے اسی کے ساتھ اٹھائی گھبراہٹ اور پستی میں میری آنکھ کھل گئی۔)

کاہنہ کی زبانی تعبیر خواب..... (یہ خواب سنانے کے بعد) میں نے کاہنہ کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر رنگ بد نہاد رہا ہے۔ آخر وہ بولی۔

”مگر تمہارا خواب یہاں تو یقیناً تمہاری طلب یعنی غننے سے ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو مشرق اور مغرب کا ملک میں جائے گا اور لوگ اس کے واسطے تھیں دیں پر چلیں گے۔“

یہ سن کر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابو طالب سے کہا کہ شاید وہ بچہ تم ہی ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ابو طالب اس واقعہ کا ذکر کیا کرتے اور کہتے کہ وہ وقت وہ ان کے والد عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا (تمہارا بیٹا)۔

کیا دلوانے نام رسم رکھا۔ کتاب احسن میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونے سے پہلے عبدالمطلب کے ایک بیٹے تم کا تین سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تو عبدالمطلب کو اس کا بے حد رنج اور صدمہ ہوا اسی لئے جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا نام محمد رکھا مگر پھر حضرت آمنہ نے ان کو اٹلار کا مجھے خواب میں کہا گیا ہے کہ اس بچے کا نام محمد (ﷺ) رکھیں۔ چنانچہ پھر عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

(ی) اگر اختلاف کی اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو بھی یہی سب کا خبر ہے اس میں اور کچھ روایتوں میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو گا اسی لئے کہ ممکن ہے (آنحضرت ﷺ کا نام محمد رکھتے وقت) عبدالمطلب اپنے اس خواب کو بھول گئے ہوں (جو انہوں نے قریش کاہنہ سے سنا کیا تھا اور پھر بعد میں انہیں یاد آ گیا ہو۔

(اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عبدالمطلب نے آپ کا نام پہلے محمد رکھا تھا تو قریش کو اس کی خبر ہو گئی تھی تو انہوں نے عبدالمطلب سے یہ سوال کیوں کیا کہ تم نے کس بنا پر اس بچے کا نام محمد رکھا انہیں اس کے بجائے یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ تم نے کس وجہ سے اس بچے کا نام بول دیا اس بارے میں کہتے ہیں کہ قریش کا عبدالمطلب سے یہ پوچھنا کہ تم نے اپنے باپ و دادا قوم کے نام پھوڑ کر اس بچے کا نام محمد کیوں رکھا اس کے معنی اب یہ ہوں گے کہ (یہ نام پھوڑ کر) تم اس نام یعنی محمد ﷺ پر اگر کیسے فہم رہے۔

کیا پہلے بھی یہ نام رکھا گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے عرب میں جنہیں تو میوں کے سوا کسی کا یہ نام نہ تھے میں نہیں تپا۔ (ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ ان تینوں کی پیدائش سے پہلے ان کے باپ (کسی ضرورت سے) ایک بادشاہ کے پاس گئے۔ یہ بادشاہ قزاقانہ طور کا عالم تھا اس نے ان عروں کو کتابا کہ جلد ہی ملک جہاد میں ایک ایسی طاقت ہوں گے جن کا نام محمد (ﷺ) ہو گا اتفاق سے یہ تینوں کوئی اپنے گھروں سے جب چلے گئے تو اپنی بیویوں کو اس حالت میں پھوڑ کر آئے تھے کہ وہ حاملہ تھیں اس لئے اب بادشاہ کی یہ بات سن کر ان تینوں نے طے کیا کہ اگر ان کے یہاں لڑکا پیدا ہو گا تو اس کا نام محمد رکھیں گے (چنانچہ ان کے یہاں لڑکے ہی پیدا ہوئے اور انہوں نے ان کے نام محمد رکھ دیے) (یہ تین تو ہی ہیں جن کے نام آنحضرت ﷺ سے پہلے محمد رکھے گئے) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پرانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا نام محمد لکھا ہوا تھا (تمہ



میں تھا)

محمد و احمد دونوں تولدین عام۔۔۔ مگر کتاب شفا میں یہ لکھا ہے کہ ان دونوں یعنی محمد اور احمد میں آنحضرت ﷺ کی زبردست تقابلاً اور عظیم خصوصیات عجیبی ہوئی ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس سے محفوظ رکھا کہ یہ عام آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی دوسرے کے دیکھے جائیں۔ ان دونوں ناموں میں سے ہر ایک نام کا تعلق ہے یہ برائی کنایوں (یعنی آسمانی کنایوں) میں کیا ہے اور انبیاء کو (آنحضرت ﷺ کے دور کے مطلق نامی عام سے خوش خبری دی گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی عسکرت اور قدرت سے اس نام کی اس روح حفاظت فرمائی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جب سے کہ دنیا پیدا کی گئی اور آنحضرت ﷺ کی زندگی میں یہ نام یعنی احمد کسی دوسرے شخص کا نہ رکھا جائے اور نہ کوئی شخص اس لفظ سے بکار لے جائے۔ علامہ ذہبی عراقی نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کے زمانہ میں بھی کسی شخص کا یہ نام نہ رکھا جائے تاکہ کفر و منکدار لوگوں کے دلوں میں شک نہ پید ہو (یعنی بدعتی کنایوں میں اگر یہ نام آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی کا دیا تو کفر و اعتقاد کے لوگ اس شک میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کس زمانے کے ہیں)

یہ عام انبیاء میں آپ کی خصوصیت۔۔۔ (ی) چنانچہ یہ نام رکھا جاتا بھی ان نام لوگوں پر آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں۔ مگر حافظ سیوطی نے کتاب فضائل حضرت میں اس کے مطلق و کھا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نام یعنی احمد رکھے جانے کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت صرف انبیاء پر ہے (یعنی انبیاء میں آپ کے سوا کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا البتہ عام لوگوں کا یہ نام رکھا جاتا)

محمد و احمد میں معنوی فرق۔۔۔ اسی بناء پر بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ناموں میں احمد نام کو محمد پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ علامہ صلاح صفدی کہتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے احمد نام محمد سے زیادہ اونچا ہے (اس کی فضیلت عربی زبان کے اس قاعدے کے تحت ہے جس کے مطابق لفظ اخر (امت سربراہ) اور لفظ سفر (مستیز) محمد اور صفیر کے مقابلے میں معنی کے لحاظ سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔ چنانچہ احمد نام کی فضیلت اس لئے ہے کہ یہ افضل (مستیز) کا سینہ ہے (افضل (مستیز) عربی کا ایک وزن ہے یعنی افضل ہے۔ وہ وزن لفظ کے معنی میں شدت اور زیادتی پیدا کرنے کے لئے ہے جو لفظ بھی اس وزن پر لایا جائے گا اس کے معنی میں زیادتی ہو جائے گی۔ مثلاً لفظ حامد ہے جس کے معنی ہیں قریب کرنے والا اس کو جب افضل کے وزن پر لائیں گے تو یہ احمد ہو

ئے گا۔ اور جب اس کے معنی میں زیادتی ہو جائے گی یعنی سب سے زیادہ قریب کرنے والا۔ اسی لئے علامہ صلاح صفدی کہتے ہیں کہ احمد نام محمد کے مقابلے میں معنی کے لحاظ سے زیادہ اونچا ہے۔ (یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ یا محمد و قریب کرنے والوں میں سب سے زیادہ قریب کرنے والے ہیں اور آپ کی ان ہی خوبیوں اور حمد و ثناء کی وجہ سے آپ کے لئے مقام محمود میں وہ مقام عطا ہوا کہ آپ سے پہلے بھی کسی کے لئے نہیں کھولا گیا۔)

محمد و احمد اور حماد کے معنی۔۔۔ مگر کتاب ہدیٰ میں یہ لکھا ہے کہ اگر آپ کا نام ہی احمد اس لحاظ سے ہے کہ پہلے آپ کی بہت حمد و ثناء قریب کرنے والے ہیں تو زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ آپ کا نام "حماد" ہو (یہ کہہ کر ان کے معنی میں اور بھی زیادہ شدت ہے یعنی بہت ہی زیادہ قریب کرنے والا) جیسا کہ آپ کی امت کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نام یعنی احمد کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جس کی آسمان والے اور زمین

والے اور زیادہ والے اور آخرت والے سب قریف کریں یہ قریف آپ کی ان خوبیوں اور عمدہ صفات کی وجہ سے ہے جن کا شمار باور جن کا اندازہ کسی شخص کی طاقت میں نہیں ہے۔ یعنی آپ ﷺ اس کے تمام مخلوقات سے زیادہ مقدور و مستحق ہیں کہ آپ کی قریف کی جائے چنانچہ احمد نام محمد کے معنی میں ہے (محمد یعنی جس کی قریف کی جائے) اب گویا فقط احمد میں یہ فعل یعنی قریفہ محمد کرنا فعل نہیں ہے جو عامل یعنی آنحضرت ﷺ سے واقع ہو رہا ہے بلکہ یہ محمد اور قریف کرنے کا فعل ایک عینا فعل ہے جو دوسروں سے سرزد ہو رہا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ذات پاکت اس فعل کا وہ مفعول ہے جس پر یہ فعل بدیع ہو رہا ہے (دوسرے اشخاص میں یوں کہنا چاہئے کہ آپ کے ہم نامی احمد کا مطلب یہی نہیں ہے کہ آپ سب سے زیادہ قریف کرنے والے ہیں بلکہ یہ محمد کے معنی میں ہے کہ وہ ذات جس کی زمین و آسمان والے مست زیادہ قریف کرتے ہیں۔ مگر اس طرح محمد اور احمد کے معنی ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کا باریک اور لطیف فرق نکالتے ہیں کہ اب محمد اور احمد کے معنی میں یہ فرق ہو گا کہ محمد تو وہ جس کی لوگ مست زیادہ قریف کریں۔ اور احمد وہ کہ لوگ جن کی قریف کرتے ہیں ان میں اس کی قریف سب سے زیادہ فضیلت والی ہو۔

سب سے زیادہ لائق قریف شخصیت۔ چنانچہ آگے خطا کے حوالے سے یہ بیان آئے گا کہ آنحضرت ﷺ أَمَدُ الْمَحْسُودِ اور أَمَدُ الْمَغْلُوبِ ہیں یعنی جن کی قریف کی جاتی ہے ان میں سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی قریف کی گئی اور جو اللہ تعالیٰ کی قریف کرنے والے ہیں ان میں سب سے زیادہ قریف کرنے والے بھی آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقط احمد میں قریفہ محمد کا فعل وہ فعل ہے جو آنحضرت ﷺ کے ہمارے دوسروں سے آپ کی ذات کے لئے واقع ہو رہا ہے اور ساتھ ہی محمد قریف کرنے کا فعل وہ فعل بھی ہے جو عامل یعنی آنحضرت ﷺ سے ہی سرزد ہو رہا ہے (چنانچہ مطلب یہ ہو گا کہ آپ ہی وہ ہیں جو اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ حمد و ثناء فرمانے والے ہیں اور آپ ہی وہ ذات ہیں جن کی حمد و قریف تمام مخلوق نے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ افضل اور اعلیٰ پایہ میں کی)

سب سے زیادہ حمد کرنے والے۔ مگر علامہ سبکی نے کھلمبے کہ آپ احمد ﷺ پہلے ہیں اور محمد ﷺ بعد میں ہیں (یعنی آپ کی قریفہ دوسروں نے بعد میں کی اس سے پہلے آپ کی شان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد و ثناء بیان کرنے والے ہیں۔ گویا کتاب شفا کے مصنف قاضی عیاض کی ہدایت کے برعکس علامہ سبکی احمد کے معنی نکالیتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ قریف کرے۔ اسی لئے علامہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی یہ شان پہلے ہے کہ آپ احمد یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ قریف اور حمد و ثناء بیان کرنے والے ہیں اسی لئے آپ کا ذکر احمد نام کے مقابلے میں احمد نام کے درجہ پہلے کیا گیا (اس بات کی تفصیل آگے آ رہی ہے تاکہ دوسروں کے درجہ آپ کی قریف ہونے کی شان آپ میں بعد میں ہے اس سے پہلے آپ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کی مست زیادہ قریف بیان فرماتے ہیں۔ علامہ سبکی نے اس پر مست مفضل کلام کیا ہے۔

حمد نام میں زیادہ تعظیم۔ شافعی علماء میں سے کسی نے کھلمبے کہ احمد نام میں وہ تعظیم اور احترام نہیں ہے جو محمد نام میں ہے اس لئے کہ محمد نام یعنی محمد ﷺ آپ کے ناموں میں سب سے زیادہ مشہور اور افضل ہے۔ اسی لئے (نور کے درجہ) تھوڑی سی تعظیم میں محمد کے بجائے احمد کہنا کافی نہیں ہے۔

دیکر پسندیدہ نام۔۔ (اسی سلسلے میں انصافیت کے لحاظ سے ان ناموں کی ترتیب بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں تاکہ بیٹ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان دونوں میں عبد الرحمن کے مقابلے میں عبد اللہ نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس میں عبدیت یعنی غلامی اور بندگی کی اضافت نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو تمام علماء کے نزدیک مختلف طور پر حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جبکہ علماء حنفی کے حق تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہونے پر سب کا اتفاق نہیں ہے اگرچہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کو عبد اللہ نام سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَقَدْ لَمَسْنَا لَعْنَةَ اللَّهِ يَوْمَ فَاتِيكَ بِمَكَّةَ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

ترجمہ: سو جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کے واسطے گزرا تو تپا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگائے کہ ہو جاتے ہیں۔

(مجمعی سطروں میں ذکر ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ذکر محمد نام کے مقابلے میں احمد نام کے ساتھ قرآن پاک میں پہلے کیا گیا اب پسندیدہ ناموں کی جو ترتیب ہے اس کے مطابق محمد نام کے مقابلے میں احمد کے ساتھ آپ کا ذکر پہلے کیے جانے کا مطلب ہے کہ عبد الرحمن نام کے بعد احمد نام ذکر کیا گیا (اور اس کے بعد محمد نام ذکر ہوا) جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَيَذَرُكَ الرُّسُلَ الَّذِينَ يَنْتَوُونَ بَعْدَ الْآيَةِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ

ترجمہ: سو (حضرت) محمدؐ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عبادت کی کے ساتھ پہلے ہیں۔ (یہاں عبد الرحمن (عبد الرحمن عبد الرحمن کی طرح ہے یعنی زمین کے بندے) کا ذکر ہوا اور احمد نام سے زیادہ محبوب نام عبد اللہ، پھر عبد الرحمن، پھر احمد اور پھر محمد ہے۔ یہ اور اس کے بعد ابراہیم نام پسندیدہ ہے۔ اگرچہ اس کے برخلاف بعض نے ابراہیم نام کو ترتیب میں عبد الرحمن کے بعد قرار دیا ہے۔ حضور کے بعد پہلا احمد نامی شخص۔۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے جس شخص کا نام احمد رکھا گیا وہ حضرت جعفر ابن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ (اس سے پہلے زین العرقی کا قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نام کی اس طرح مخالفت فرمائی کہ کب کے صحابہ کے ناموں کے لئے بھی کسی شخص کا یہ نام نہیں رکھا گیا) یہاں جو قول ذکر کیا گیا ہے وہ زین العرقی کے قول کے خلاف ہو چکا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ (آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے جس کا نام احمد رکھا گیا) طفیل کے والد ہیں۔ ثابا بن طفیل سے مراد طفیل ابن احمد ہیں جو علم عروض یعنی شعروں کے وزن کے مشہور عالم ہیں۔ میں نے اس کی تصدیق کے لئے زین العرقی کی کتاب دیکھی جنہوں نے (طفیل کی وضاحت کرتے ہوئے) کہا ہے کہ اسلام میں پہلا کوئی جس کا نام احمد رکھا گیا وہ علم عروض کے ماہر طفیل ابن احمد کے والد (احمد) ہیں۔

صحیحاً اور محمد نام۔۔ عرقی کے اس قول میں اور اس قول میں مخالفت ہے کہ صحابہ کے ناموں میں بھی کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا بلکہ خود اس قول میں بھی اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے احمد نام طفیل ابن احمد کے والد کا رکھا گیا۔ کیونکہ ایک قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب کے بیٹے کا نام احمد رکھا گیا۔ اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ عرقی کے نزدیک یہ

قول صحیح نہیں ہے گا (کہ سب سے پہلے حضرت جعفر کے بیٹے کا نام احمد رکھا گیا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ سے مروی عراقی کے نزدیک صحابہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد زعمور ہے اس طرح حضرت جعفر کے بیٹے کا نام احمد رکھا جائے گا قابل اعتراض نہیں ہو تا کہ حضرت جعفر آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں شہید ہو گئے تھے (اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے صحابہ کے زمانے میں بھی کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد زعمور ہے ہوں)

یہ ظلیل ابن ابی حمزہ ہیں (جن کے والد کا نام سب سے پہلے احمد رکھا گیا) اپنے باپ کے پانچ بیٹوں میں سے ایک ہیں یا چہ قولنا سے ایک ہیں اور ان میں سے ہر ایک ظلیل ابن ابی احمد کہلا تا تھا۔

ابو ہام کی طرح ہی عمر نام بھی وہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد زعمور ہیں ان سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا سوائے اس کے کہ جب یہ بات مشہور ہو گئی (جو کسی عالم پر مشاورے کی تھی) اگر بہت جلد ایک نئی خبر ہو نہ والے ہیں جن کا نام محمد ہو گا اور وہ ملک نجد میں ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ اس اظہار کے بعد چند لوگوں نے (یعنی تین آدمیوں نے) جبراکہ گزر چکا ہے (جو عرب تھے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھ کر اترافہ تعالیٰ کی مخالفت و قدرت سے حق تعالیٰ میں سے کسی نے بھی نہ قبول کیا اور ہی ان میں سے کسی کوئی نہیں کیا نہ ہی ان میں سے کسی پر ایسی کوئی طاعت ظاہر ہوئی جس سے لوگ ان کو نبی سمجھنے سے منع ہوئے (کہ ہم سے لوگوں میں) صرف آنحضرت ﷺ کے لئے ہی نبوت ثابت ہوئی (اور ایسی کوئی بات نہیں تھی) ان کی کزور اعتقاد کے لوگوں کو شک شبہ یا محال ہو سکے)

کتاب قدیم میں آپ کا نام۔ جہاں تک (بعض محدثین کی) اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ قدیم آسمانی کتابوں میں آپ کا نام احمد ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ دعویٰ اس روایت کے خلاف ہے جو پیچھے بیان ہو چکی ہے (کہ ایک بار شہاب جو قدیم کتابوں کا عالم تھا اس نے تین عربوں سے کہا تھا کہ تم جتنے نام کے ایک نئی جلد ہی ظاہر ہونے والے ہیں اس کے علاوہ ان قبل اور قورات کا حوالہ جو آگے آ رہا ہے اس کے بھی یہ بات خلاف ہے (کہ قدیم کتابوں میں آپ کا نام محمد کے بجائے احمد ذکر کیا گیا ہے) ثابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ قدیم کتابوں سے مروی (کلام) کتابیں نہیں بلکہ اکثر کتابیں ہیں۔ اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی کتاب میں آپ کا نام محمد ذکر کیا گیا ہے کسی میں احمد ہے اور کسی میں احمد اور محمد دونوں نام ذکر ہیں۔

راہب اور حضور کے لئے پیشینگوئی۔ علماء میں سے کسی نے لکھا ہے کہ میں نے محمد ابن ہدی سے سنا کہ اس سے کسی نے پوچھا جاہلیت کے زمانے میں میرے باپ نے میرا نام محمد کیسے رکھا۔ محمد ابن ہدی نے جواب دیا کہ میں نے بھی اپنے باپ سے اسی کے متعلق سوال کیا تھا تو اس نے جواب دیا۔

ایک دفعہ نبی کریم کے چار گوی جن میں سے ایک میں بھی تھا تک شام جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ہم نے ایک طالب کے کنارے پرانے گھر میں ایک خاتون بھی تھی (جب ہم وہیں ٹھہرے تو خاتون کا محافظہ (ہندی کننگٹن) کرنا بند ہے پاس آیا اور بولا کہ جو زبان تم لوگ بول رہے ہو یہ اس علاقے کے لوگوں کی زبان تو ہے نہیں یہ تو کسی دوسری قوم کی زبان ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم مصر کی لولہ میں سے ہیں (یعنی قریش ہیں) اس نے پوچھا مصر کی لولہ میں کس شاخ سے ہو؟ ہم نے کہا قذف کی لولہ میں سے ہیں۔ جب اس نے کلمہ اللہ تعالیٰ بہت جلد تم میں ایک ہی ظاہر فرمائے گا اس لئے تم لوگ فوراً اس کی پیروی کرنا اور اس کی

زات سے اپنا حصہ حاصل کر کے دھیری چاہی اس لئے کہ وہ خاتم الخلق یعنی آخری پیغمبر ہوں گے۔

مخلی ولادت آپ کے چچے سے ہوئی کہ ہم نے اس سے پوچھا کہ اس نبی کا نام کیا ہو گا اس نے کہا۔ محمد ﷺ۔ ان کا کہہ کر وہ اپنی خانقاہ میں رہیں چاہ گیا۔ خدا کی قسم اس کی یہ بات سننے کے بعد ہم میں سے ہر ایک نے خاموشی سے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر میرے یہاں اللہ تعالیٰ نے کوئی لڑکا یا تو اس کا نام محمد رکھوں گا۔ کیونکہ جو کہ اس کا خانقاہ والے راہب نے بتایا تھا ہمیں اس کا لالچ تھا۔ (ی) یعنی ہم میں سے ہر ایک نے منت مانائی۔ یہ بات کھجلی روایت کے مطابق اسی ہے۔ فرض اس کے بعد جب ہمہ علم وہاں آئے تو ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور ہم میں سے ہر ایک نے اس کو محمد میں اپنے بچے کا نام محمد رکھا کہ اس میں سے کوئی وہ پیغمبر ہو جائے۔ مگر اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ رسالت اور پیغمبری سے کس کو فائز دلایا ہے۔

(اس سے پہلے اسی قسم کی ایک روایت تین آدمیوں کے حلقہ گزرنے لگی ہے جن سے یہی بات ایک بادشاہ نے کہی تھی اس لئے)

مختلف لوگ لوہے کیساں چیشنگوئی اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ چاروں آدمیوں میں سے یہ وہ تینوں بھی ہوں جو کہ بادشاہ کے پاس گئے تھے اور اس طرح تین (میں سے تینوں) کو یہی بات دوسرے معلوم ہوئی ایک دفعہ بادشاہ سے اور دوسری مرتبہ خانقاہ کے راہب سے (کھجلی روایت میں گزرا ہے کہ بادشاہ سے یہ بات سننے کے بعد تینوں نے یہ منت مان لی کہ اپنے ہونے والے لڑکے کا نام محمد رکھیں گے۔ لیکن اس روایت میں ہے کہ چاروں نے خاموشی سے دل میں یہ فیصلہ کیا) لیکن خاموشی سے دل میں فیصلہ کرنا منت ماننے کے خلاف نہیں ہے (کیونکہ ممکن ہے منت بھی خاموشی سے دل میں بھلائیے اور اس طرح دل میں فیصلہ کرنے کا مطلب یہی ہو کہ چپکے ذکر کیا گیا منت ماننا ہی ہے۔

یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ چار آدمی جن کو راہب نے آنحضرت ﷺ کے حلقہ ملاپان تین عربوں کے علاوہ ہوں جنہیں بادشاہ نے اس بات کی خبر دی تھی۔ اس طرح یہ کل نہ کہ سات آدمی ہوں۔

کاہنہ کی زبان سے حق بات۔ ابن عسکری نے ذکر کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ کا قیلہ بنی قیم کی ایک بیٹی

میں سے گزرا اس نے دیکھا کہ سب لوگ ایک کاہنہ عورت کے پاس جمع ہیں اور وہ کہہ رہی ہے۔

”عزیز اللہ ہے جو اس کا ساتھ ہو گیا اور اس کا ملکہ وہ ہے جو اس سے دور رہا۔“

یہاں دوسرے سب اس بات کا نتیجہ۔ سفیان نے یہ جملہ سن کر اس کاہنہ سے پوچھا کہ خدا کے لئے یہ تو بڑا بڑا

تم کس کا ذکر کر رہی ہو؟ کاہنہ نے جواب دیا

”اسی کا جو بدامند اللہ ہے، ظلم والا یعنی عالم ہے جو جنگ کا بھی ماہر ہے اور امن و سلامتی والا بھی ہے۔“

سفیان نے پوچھا۔ ”خدا تجھے خوش رکھے وہ کون ہے جو کاہنہ نے کہا

”ایک نبی جو آئے والا ہے، جس کے ظاہر ہونے کا وقت آپکا ہے اور جس کی پیدائش قریب ہے۔ جو

میں اور سب انسانوں کے لئے آئے گا اور جس کا نام محمد ﷺ ہو گا۔“

سفیان نے پھر پوچھا کہ یہ نبی عربی ہو گا یا نبی یعنی غیر عرب ہو گا۔ کاہنہ نے جواب دیا

”آسمان کی بلندیوں کی قسم اور زمین کے چٹانوں والے درختوں کی قسم وہ نبی صدیق و جان کی فعل سے

ہو گا۔ بس اتنا کافی ہے۔ تم نے بہت کچھ پوچھ لیا ہے سفیان۔“

چنانچہ اس کے بعد سفیان نے اس کا ہند سے مل کر کچھ زمین پر چھوڑ اپنے گھر واپس آ گیا۔ اس کی بیوی کو اس زمانے میں مکمل قحط رہا۔ جب (بہتر عرصہ بعد) اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو سفیان نے بچے کا نام اس قحط میں عہد رکھا کہ وہ نبی کی ہو جائے جس کے کو صاف اس کا ہند نے یہاں لگے تھے۔ وہ اعلیٰ علم۔

عہد نامی افراد کی تعداد محققین میں سے کسی نے اپنے لوگوں کی تعداد سولہ بتلائی ہے جن کا نام (آنحضرت ﷺ) سے پہلے عہد رکھا گیا ہے۔ سب کو ان شعروں میں ذکر کیا ہے

ابن قین ستر  
بن قن غنر الخلق جنت لکانہ

ترجمہ :- خلق میں سب سے بہترین انسان (یعنی آنحضرت ﷺ) سے پہلے جن لوگوں کا نام عہد رکھا گیا وہ آئندہ کے وہ گئے یعنی سولہ ہیں۔

ابن قین ستر  
بن قن غنر ستر  
بن قن غنر ستر

ابن قین ستر  
بن قن غنر ستر  
بن قن غنر ستر

ابن قین ستر  
بن قن غنر ستر  
بن قن غنر ستر

ایک مورخ نے لکھا ہے کہ ان میں دو آدمی (جن کے نام عہد تھے) لو کر نہیں ہیں۔ وہ وہ عہد ابن قین عہد اور عہد ابن قین عہد ہیں۔ (مقابل اسی طرح چاہا جائے جس طرح لکھا گیا ہے) اس بارے میں مورخین کا زبردست اختلاف ہے کہ ان (سولہ افراد) لوگوں میں سب سے پہلا کون ہے جس کا نام آنحضرت ﷺ سے پہلے عہد رکھا گیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ ابن بائم کی کتاب "شرح کتب" میں ہے کہ وہ چار یا سات آدمی (جن کا ذکر جیسے کر رہا ہے کہ انہوں نے ایک بار ٹھوکا کا ہند سے آنحضرت ﷺ کی فحشیں کوئی سن کر اپنے بیٹوں کے نام عہد رکھے تھے) ان کے علاوہ جن دو سرے لوگوں نے اپنے بیٹوں کے یہ نام رکھے انہوں نے بھی (آنحضرت ﷺ) کے حلقہ دو فحشیں کوئی سن ہی چار یا سات آدمیوں سے سن کر اپنے بیٹوں کے نام عہد رکھ دیئے۔ دول اور اسی ترجمہ کے ہوں کہ وہ نبی بن کر دنیا ہو جائے (کیونکہ کچھ روایتوں میں صرف چار یا سات آدمیوں کا ذکر ہے جب کہ ان شعروں میں سولہ افراد یا سب کو میں لکھا کر کیا گیا ہے جن کا نام عہد رکھا گیا۔

یوسفؑ کی زبانی موسیٰؑ کی بشارت۔۔۔ اسی طرح کا ایک واقعہ نبی اسرائیل کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ حضرت یوسفؑ جو نبی اسرائیل کے پہلے نبی ہیں جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نبی اسرائیل کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے یہ خبر سن کر حضرت یوسفؑ سے عرض کیا۔

"اے خدا کے پیغمبر! ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کے ہمارے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد ہمارے دین کے معاملات کا کیا ہے؟"

حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔

”تقدیر میں ایسی طرح باتی اور قائم ہے گا یہاں تک کہ تم میں ایک قبیلہ (یعنی غزوان) پیدا ہوگا جو بے حد عالم اور سرکش ہوگا۔ یہ قبیلہ خدا کی راہ کو اپنی کرے گا، تقدیر سے بچوں کو ناسخ کرے گا اور تقدیر کو مٹا دیں گے۔ جو حق اور بے مروتی کرے گا۔ آخر تم ہی اسرائیل میں سے ایک قبیلہ ظاہر ہوگا جس کا نام موسیٰ ابن عمران ہوگا اللہ اسی قبیلہ کے ذریعہ تمہیں قبیلوں سے نجات دلائے گا۔“

یہ ستنے کے بعد نئی سمرائیل میں ہے جس شخص کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا تو وہ اس کا نام عمران (یعنی موسیٰ) کے والد کا نام لڑکا دیا تو اس کو زندہ میں رکھنا کہ کاش وہ نئی دینی اس بیٹے کی تولد میں ہو جائے (کیونکہ اپنے بیٹوں کا نام موسیٰ تو اس لئے نہیں رکھ سکتے تھے کہ حضرت یحییٰؑ نے حضرت موسیٰؑ کے والد کا نام عمران قرار دیا تھا) جبکہ ان لوگوں میں کسی کا نام عمران نہیں تھا اسی وجہ سے وہ لوگ اپنے بیٹوں کا نام عمران رکھتے تاکہ موسیٰ ان کے بیٹے عمران کے یہاں پیدا ہو جائیں اور یہ امر ان کو مل جائے)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت سوئی کے والد عمران اور حضرت صفی کی والدہ حضرت مریم کے والد عمران (ایک نہیں ہیں بلکہ ان کے درمیان ایک بڑا فرق سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور حضرت صفی بی بی امراکل کے آخری بی بی والدہ اعظم (تذریعہ بھی واضح رہے کہ حضرت يوسف کو بی بی امراکل کا پہلا بی بی بننے کا کیا کہ ہمارا اکل اللہ کا لقب ان کے والد ماجد حضرت یعقوب کا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

آپ کے زمانے میں محمد بنی لوگ..... جن لوگوں کا ہم آنحضرت ﷺ سے پہلے خمر کا یہاں میں سے  
 قن لوگوں نے اسلام کا تہیلا، محمد بنی وہی، محمد بنی حرث اور محمد بنی مسلم۔ اگرچہ ان میں سے محمد بنی مسلم  
 کے بارے میں بعض لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ (یہ آنحضرت ﷺ سے پہلے نہیں ہیں بلکہ یہ آپ آنحضرت ﷺ کی  
 ملاقات کے چند سال سے بھی زیادہ عرصے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے لکھا ہے کہ مسئلوں میں جس کا نام سب سے پہلے محمدؐ رکھا گیا وہ محمد ابن حاطب

محمد نام کے سلسلے میں حضرت امین عباسؑ سے قطعاً بیان کرتے ہیں کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا)  
 "قرآن پاک میں میرا نام (ی) یعنی قرأت کی طرح۔ محمد ﷺ کا کہ ہے اور انجیل میں امام محمد ﷺ۔"  
 محمد نام رکھنے کی فضیلت۔۔۔ اس نام یعنی محمد نام رکھنے کی فضیلت کے حقائق سے علماءِ اہل بیت اور مشہور روایات  
 ہیں۔ (ی) نام میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔  
 "مکہ قتالی کا فرمان ہے کہ میری عزت اور جلال کی قسم۔ میں کسی ایسے شخص کو جہنم کا عذاب نہیں  
 دوں گا جس کا نام آپ کے نام پر ہو۔"

(۱) لیکن آپ کے مشہور نام محمد ﷺ باوجود شیخ پر جس کا نام ہے۔

محمد نام سے روزی میں برکت۔۔۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا  
 ”ہر ایسا ستر ٹھکان جس کو بچانے کے بعد اس پر (کھانا کھانے کے لئے) کوئی ایسا شخص آئے جس کا نام  
 احمد یا محمد ہو۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس پر میرے نام کا کوئی شخص کھانا کھائے۔ اللہ تعالیٰ اس مکان کو  
 (جس میں یہ ستر افغانیاں بچا رہے) ہر روز دس مرتبہ بارگاہِ کبریا پاک کرے گا۔“  
 (جس میں یہ لوگ بچتی تھیں) میں سے ایک حدیث ہے۔

(سمیعان حشر میں اور بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔) ان میں سے ایک کا نام احمد ہو گا اور دوسرے کا نام محمد ہو گا۔ ان کے مطلق حکم ہو گا کہ ان کو جنت میں پہنچا دیا جائے اور دونوں عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے کس بنا پر ہمارے لئے جنت کو آسمان فرمایا جب کہ ہم نے کیا کوئی نیک عمل نہیں کیا جس کے بدلے میں تو ہمیں جنت عطا فرماتا؟ حق تعالیٰ کا ارشاد ہو گا تو دونوں جنت میں پہنچے ہو گا اس لئے کہ میں نے اپنی قسم کھائی ہے کہ ایسے کسی شخص کو جہنم میں نہیں بھیجوں گا جس کا نام احمد یا محمد ہو گا۔

بچے کا نام محمد تو باپ جنت میں۔ مگر بعض حدیثیں کہتے ہیں کہ محمد نام کی فضیلت میں جو حدیث ہیں وہ صحیح نہیں ہیں بلکہ اس سلسلے میں جتنی روایتیں بھی آتی ہیں وہ سب موضوع یعنی من گھڑت ہیں۔ بعض حدیثیں نے کہا ہے کہ ان احادیث میں جو سب سے زیادہ صحیح ہونے کے قریب ہے وہ صرف یہ ہے کہ:-

”جس شخص کے یہاں لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس بچے کا نام محمد کے قریب شخص اور اس کا چچا دونوں جتنی ہوں گے۔“

محمد نامی شخص کا اعتراف چاہیئے۔ اور اسی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں جنہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ

”اگر تم اپنے بچے کا نام محمد رکھو تو اس کو اور دوسرا اس سے پرہیز کرو۔“

ایک دوسری روایت میں ہے جس کے بعض روایوں کے مطلق یہ الزام ہے کہ وہ حدیث گھڑت ہے۔ کہ (جس بچے کا نام محمد رکھ دیا جائے اس کو جلی موت ذلیل کر دے اور اس سے نفرت کر دے بلکہ اس کی عزت و احترام اور اعزاز کر دے اس کی قسم کھائے کہ وہ (جب وہ تمہارے مجلس میں آئے تو اس کے لئے مجلس میں جگہ خالی کر دے) اس کو کوست و داندہ تعالیٰ نے محمد نام میں برکت رکھی ہے اور اس گھر میں بھی برکت رکھی ہے جس میں محمد نام کا تولد ہو اور اس مجلس میں بھی برکت رکھی ہے جس میں محمد نامی شخص ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ ”یہ بات بہت بڑی ہے کہ تم بچے کا نام محمد رکھو اور میرا سے گالی دو۔“

ایک روایت ہے جس کے بعض روایوں کو غیر معتبر کہا گیا ہے کہ:-

”کیا تمہیں اس بات سے حیا نہیں آتی کہ (اپنے محمد نام کے بچے کو) اے محمد کہہ کر اسے مارو۔“

محمد نام لولاد میں نہ رکھنا جہالت۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا)

”جس شخص کے یہاں تین لڑکے ہو گئے اور اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہیں رکھا اس نے جہالت کا ثبوت دیا۔ (ی) ایک روایت میں ہے کہ اس نے بُرا کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے میرے ساتھ برائی کی۔“

محمد نام تجویز تو لڑکا پیدا ہو گا۔ ایک محدث نے ایک اور حدیث نقل کی ہے اگرچہ دوسرا قول اہل حدیث میں سے کسی سے وہ حدیث یہ ہے

جو شخص چاہے کہ اس کی بیوی کے حمل سے لڑکا پیدا ہو تو وہ اپنا نام محمد حاملہ بیوی کے پیٹ پر رکھے کہے کہ۔ اگر اس حمل سے میرے یہاں لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا۔ تو اس (نیت کے اثر سے) اس کے یہاں لڑکا پیدا ہو گا۔



ایک حدیث ہے جس کو جہان نے نقل کیا ہے کہ :-

”جس بچے کا نام (اس کی پیدائش سے پہلے ملائکہ کے پیٹ میں رہتے ہوئے محمد رکھ دیا جائے تو وہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔“

ابن الجوزی نے موضوعات کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں کا سلسلہ ایضاً محدثین نے حضور ﷺ تک پہنچا ہے۔

مشورہ میں محمد نامی شخص سے پرکت (ی) ایک روایت ہے کہ ”جو لوگ بھی کسی مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو ان میں محمد یا محمد نام کا بھی کوئی شخص ہو اور انہوں نے اس شخص کو بھی مشورہ میں شریک کیا تو ان کے لئے ضرر اس معاملہ میں خیر اور بھلائی ظاہر ہوگی۔“ اس کے لئے انہوں نے مشورہ کیا ہے اور جس گھر میں بھی محمد نام (کا کوئی شخص ہو) اس گھر میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے۔“

یہ نام اور کھانے میں پرکت . اس روایت کے راوی پر اجماع ہے کہ وہ مجرد ہے (یعنی اس کی چٹائی ہر است پائی اور حافظہ پر عطاء نے نیک کا اکلید کیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ ”جو لوگ بھی کوئی حلال کھانا کھائے جنہیں اور ان لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جس کا نام سر سے نام پر ہو تو اس میں ان کے لئے وہ اتنی برکت ظاہر ہوگی۔“ یہاں نام سے آنحضرت ﷺ کے مشورہ نام احمد یا محمد مراد ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اس نام پر گھر کی حفاظت . کتاب فقہ میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ (یعنی فرشتے) ایسے ہیں جن کا نام ایسے مردوں کی حفاظت کرتا ہے جس میں محمد نام ہو۔“

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

حضرت امام حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

”جس شخص کی بیوی کے صل ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس (جو نے اسے اپنے کا نام محمد رکھے گا تو چاہے وہ بچہ لڑکی کی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا ہی دے گا۔“

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اپنے یہاں ساتھ مرتبہ یہ نیت کی اور سب کا نام محمد ہی رکھا یعنی ہر مرتبہ اس حدیث کی چٹائی کا تجربہ ہوا کہ لڑکا پیدا ہو اور میں نے نیت کے مطابق ہر ایک کا نام محمد رکھا۔

نیز آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

”جس شخص کی بیوی حاملہ ہو اور وہ شخص یہ فیصلہ کرے کہ اس بچے کا نام محمد رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا عطا فرماتا ہے۔“

آپ کے نام کی خیر و برکت . ایک مرتبہ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اس کا کوئی لڑکا نہ ہو، نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ کے نام پر یہ فیصلہ کر لو کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرمائے اس کا نام محمد رکھو گی۔“

چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور اس کے نتیجہ میں اس کا وہ لڑکا نمودار ہوا۔

جنت میں آدم کا لقب ابو محمد . . . عربوں کا یہ دستور تھا کہ وہ جب کسی شخص کی عظمت اور احترام کرتے تھے

تو اس کی کنیت یعنی لقب رکھتے تھے اور اس کی اولاد میں جو سب سے زیادہ قابلِ تکرار تھی سو جتنا اس کے نام پر کنیت یعنی لقب رکھتے تھے چنانچہ حضرت علیؓ سے ایک مرتبہ روایت ہے کہ :-

”جنت میں ہر شخص کو اسی کے نام سے پکارا جائے گا مگر حضرت آدمؑ کو ابو محمد ﷺ کے (محمد ﷺ کے) باپ) کہہ کر پکارا جائے گا جس سے حضرت آدمؑ کی تعظیم اور آنحضرت ﷺ کی توقیر اور احترام قصور نہ ہو گا۔“

یہ حوالہ صحیح اہلِ کتب کا قول ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ

”کوئی شخص جتنی جنت والوں میں سے کوئی شخص سوائے کوئم کے ایسا نہیں ہو گا جس کو کوئی لقب دیا جائے گا۔“

قیامت میں محمدؐ نام کی پکار :- ایک حدیث میں ہے جو مضمحل ہے کہ :-

جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک پکارے والا پکار کرے گا۔ اے محمدؐ! تم لو اور بغیر صلبِ کتاب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس قول پر بروہ شخص ہاتھ کر دے گا جس کا نام محمدؐ ہو گا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے ان میں سے کسی کو نہیں دیا جائے گا۔

محمدؐ نام کے احترام میں مغفرت :- کتاب طیبہ الاولیاء میں ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ :-

نبی سر ائیل کا ایک شخص قاضی نے سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی (اور مٹا کر تباہی اس کے بعد جب وہ مر گیا تو قوموں نے اس کی اڑش کو اٹھا کر اس سے غرت کی وجہ سے) کوئٹے کے صحر پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر یہی نازل فرمائی کہ اس شخص کو وہاں سے نکالو اور اس کی لٹاؤ پر سورہ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا :-

”اے پروردگار! نبی سر ائیل نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس نے سورہ میں تک تیری نافرمانی کی۔“ مگر اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ہاں وہ ایسا ہی تھا مگر اس کی ایک عادت تھی کہ وہ جب کسی (اللہ تعالیٰ کی کتاب) تورات کو نکھڑا تو اس میں محمد ﷺ کے نام پر اس کی نظر پڑی تھی تو وہ اس کو چوستا تھا اور آنکھوں سے نگہا کرتا تھا میں نے اس کی اس بلا کو قبول کر لیا اور اس کے گناہ معاف کر کے مقرر حوروں کے ساتھ اس کو دیا۔“

لوگوں میں یہ عادت پھیل گئی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ کا حال سننے میں تو آپ ﷺ کی تعظیم میں گڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قیام یعنی کھڑا ہونا بالکل ایک بدعت ہے جس کی (شریعت میں) کوئی اصل نہیں ہے۔

## باب ہفتم (۷)

## رضاعت یعنی شیر خوارگی اور اس سے متعلق واقعات

آپ کو دودھ پلانے والیوں کا کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر عمر قبل کا دودھ پیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس عمر قبل کا دودھ پیا ہے جن میں خولہ بنت مہذہ بھی شامل ہیں۔ ام ایمن عزیہ کہتی ہیں کہ سب سے پہلے جس عورت نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا (بی) یعنی آپ کی والدہ کے بعد جیسا کہ آگے کہا ہے۔ وہ ثویہ ہیں۔ (قول ابو ثویہ) آنحضرت ﷺ کے چچا ابو سب کی باندی تھیں۔ اس عورت کو ابو سب نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے ابو سب کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشخبری آکر دی تھی (آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد ثویہ نے ابو سب سے آکر کہا۔

”کیا آپ کو معلوم ہے کہ تمہارے بھائی عبداللہ کی بی بی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔“

آپ کی برکت اور ابو سب۔ یہ سنتے ہی ابو سب نے (خوش ہو کر) کہا کہ تو آزاد ہے۔ (آنحضرت ﷺ کی ولادت سے خوش ہونے کی وجہ سے ابو سب کو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بدل دیا گیا ہے کہ حج کے دن (جو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا دن ہے) اس کے خطاب میں کہی کی جاتی ہے اور اس کو اس وقت میں جنم میں پائی پلائی جاتا ہے۔ یہ پائی اس کو اتنی مقدار میں دیا جاتا ہے جتنا انہی نے خود شہادت کی انہی کے درمیان قاطع میں آسکتا ہے (یعنی ایک گھونٹ پانی) یعنی اس کے خطاب میں حج کی ولادت میں جو کی ہوتی ہے وہ بھی ہے کہ اس کو اتنی مقدار میں پلایا دیا جاتا ہے۔

باندی آزاد کرنے کا انعام۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ ابو سب کے درشت دلوں میں سے کسی نے (بی) یعنی اس کے بھائی حضرت عباسؓ نے اس کو ایک رات خواب میں (اس کے مرنے کے بعد) بہت بڑی حالت میں دیکھا۔ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ ابو سب کی موت کے بعد ایک سال تک میں نے اس کو خواب میں نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ایک رات اسے دیکھا تو بہت بڑے حال میں پلا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو یہاں کیں حالات سے وہ چار ہوا۔ ابو سب نے جواب دیا کہ تمہارے سے چار ہونے کے بعد مجھے ہانگ سکون نہیں ملا۔ ایک روایت کے مطابق یہ ہیں کہ بہت بڑے حالات سے وہ چار ہوا۔ مگر اس نے اپنے انہی نے اور انہی سے اسی مقدار کے حلق شمار کرتے ہوئے کہا۔

”جس ثویہ کو (آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سن کر) آزاد کرنے کے بدلے میں مجھے دیا پلایا جاتا ہے۔“

اس روایت کو حافظہ دہیاتی نے یہاں کیا ہے۔ کتاب موجب میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ابو اسب کی موت کے بعد اس کو خواب میں دیکھا گیا۔ دیکھنے والے نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں جہنم میں ہوں جس پر رعایت ہے کہ ہر روز کی رات میں میرے خواب میں کی کر دی جاتی ہے اور مجھے ان دو انگلیوں کے درمیان قاصص کے برابر پانی پانا دیا جاتا ہے۔ (ابو اسب نے اپنے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا کہ رعایت مجھے اس لئے ملی ہے کہ میں قریہ کو اس وقت آؤں کہ وہ یا تھا جب اس نے مجھے یہی کریم چٹکے کی پودائش کی خوش خبری سنائی اور اس کے بعد اس نے آپ کو دودھ پلایا۔

قریبہ ہاشمی کی آؤلوں کی گب۔۔۔ وہ ان لوگوں کا یہ اختلاف قائل خود ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو اسب نے قریہ کو اس وقت کھلو کیا تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کو ہجرت فرمائی۔ (ی) یعنی حضرت خدیجہ قریہ کی ہمت عزت کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے قریہ کو ابو اسب سے لڑے یا چاہا تا کہ ان کو آؤں کر دیں مگر ابو اسب نے انکار کر دیا اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے لگے تو ابو اسب نے قریہ کو آؤں کر دیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں (روایت) کے اس اختلاف کے حلق اگر بھی کہا جاتا ہے یہ دونوں روایت ہو سکتی ہیں کیونکہ ممکن ہے ابو اسب نے قریہ کو (آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت ہی) آؤں کر دیا ہو مگر ان کی اس آؤلوں کو ظاہر کیا ہو اور حضرت خدیجہ کے ہاتھ قریہ کو اس نے پیٹے سے بھی اسی لئے انکار کیا ہو کہ وہ آؤں تھیں (یعنی کو بچا نہیں جاسکتا تھا) مگر آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے وقت اس نے قریہ کی آؤلوں کو ظاہر کر دیا ہو۔ اللہ اعلم۔

قریبہ بھی حضور کی دودھ پلادی۔۔۔ قریہ نے آنحضرت ﷺ کو عید سعید کے آنے سے پہلے صرف چند دن دودھ پلایا ہے اس زمانے میں یہ اپنے بچے شروع کے دودھ سے تھیں (شروع نام کو۔) م کے بچے کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ نور میں اسی طرح لکھا ہے لیکن سیرت ثانی نے اس کو م کے زور کے ساتھ شروع لکھا ہے (قریبہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے بچاؤ کے بچے ابو سفیان کو بھی دودھ پلایا تھا۔

ابو سفیان بچپن کے دوست۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابو سفیان بچپن سے آنحضرت ﷺ کے گھر سے دوست تھے، ان میں آپ کی شہادت بھی تھی اور وہ آپ کی نبوت سے پہلے آپ سے بہت محبت کرتے تھے مگر جب آپ ﷺ کو نبوت ملی تو ابو سفیان آپ کے دشمن ہو گئے اور وہ اپنی محمودی آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی شان میں توہین آمیز شعر کہنے لگے اس لئے کہ یہ ایک حدیث بصری شاعر تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ آئے آئے لگے یہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کے لئے پہلے تھے۔

ابو سفیان و حمزہ آپ کے رضاعی بھائی۔۔۔ حضرت قریہ نے آنحضرت ﷺ اور ابو سفیان کو دودھ پلانے سے پہلے آنحضرت ﷺ کے بچاؤ حضرت حمزہ ابن عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا تھا حضرت حمزہ آنحضرت ﷺ سے دو سال بڑے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چار سال بڑے تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ یہ بات (کہ حضرت حمزہ آنحضرت ﷺ سے دو سال یا چار سال بڑے تھے) اس روایت کے خلاف ہے جو پیچھے گزری ہے کہ عبد المطلب نے بنی زہرہ کے خاندان میں ہالہ بنت وہب سے شادی کی اور حضرت عبد اللہ کی شادی اسی خاندان میں حضرت آمنہ سے ہوئی اور عبد المطلب کے یہاں ہالہ

سے حضرت عزہؓ پیدائے ہوئے اور یہ دونوں شادیوں ایک ہی وقت میں ہو گئیں۔ نیز اس روایت میں یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت آمدؓ آنحضرت ﷺ کے محل سے اسی وقت حاملہ ہو گئی تھیں جب کہ حضرت عبداللہؓ نے ان سے (یعنی پاپ) بصورتی کی اور حضرت عبداللہؓ نے حضرت آمدؓ کا دلک بننے کے بعد ان سے محسوری کی تھی ظاہر ہے کہ اس روایت کی روشنی میں یہ کہے گا جاسکتا ہے کہ حضرت عزہؓ آنحضرت ﷺ سے ۱۱ سال بڑے تھے (جبکہ دونوں کے ماں باپ کی ایک ہی وقت میں شادی ہوئی اور اسی محل ٹھہر گئے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ اور حضرت عزہؓ کی ایک ہی عمر ہوئی چاہئے اس اختلاف کو یہ کہ کہ وہ کیا جاسکتا ہے کہ گھٹیلی روایت میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضرت عبداللہؓ اور عبداللہؓ نے ایک ہی وقت میں اپنی بیویوں سے محسوری کی تھی۔

پاپ بیٹے کی شادی ایک ساتھی۔ علامہ سبکی نے یہ تصانیف کے آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمدؓ بات وہب کی بھوپلی ہالہ بنت وہب ابن عبد مناف ابن ذہرہ سے عبداللہؓ نے اپنی شادی اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کی آمد کی ساتھ شادی ایک ہی وقت میں کی چنانچہ اس کے نتیجہ میں عبداللہؓ کے یہاں ہالہ سے حضرت عزہؓ پیدا ہوئے اور عبداللہؓ کے یہاں آمدؓ سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ پھر ان دونوں کو فویہ نے ۱۱۰ سال پہلے یہاں تک سبیل کا کام ہے۔

بیچے کتاب آمد انقلاب کی عہدیت گزرتی ہے کہ عبداللہؓ نے اپنی اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کی شادی ایک ہی مجلس میں کی۔ اس عہدیت کی طرح سبکی کی عہدیت سے یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ عبداللہؓ اور حضرت عبداللہؓ نے ایک ہی وقت میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کی اور اس طرح یہ امکان باقی رہتا ہے کہ شادی سے مراد صرف وہ شادی ہے جو جیسا کہ پہلے صفحات میں یہ تصریح گزری ہے کہ (شادی سے مراد یہ ہے کہ) عبداللہؓ نے اسی مجلس میں پاپ سے اپنا شادی کیا جس مجلس میں عبداللہؓ کا شادی آمدؓ سے ہوا۔ اس طرح یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ان دونوں رشتوں کے بعد عبداللہؓ اور حضرت عبداللہؓ کی جو شادی ہو گئی وہ ایک ہی وقت میں نہ ہوئی ہو۔ اس کے بعد یہ بھی لایا جاسکتا ہے کہ حضرت عزہؓ آنحضرت ﷺ سے ۱۱ سال بڑے ہوں لہذا اطمینان

حضور اور عزہؓ کی عمر کا فرق۔۔۔ پھر میں نے اس سلسلے میں کتاب استیعاب دیکھی جس میں تصانیف کے حضرت عزہؓ آنحضرت ﷺ سے چار سال بڑے تھے لیکن یہ بات میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عزہؓ کو فویہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ۱۱۰ سال پایا ہے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ فویہ نے (حضرت عزہؓ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کو ۱۱۰ مختلف دنوں میں ۱۱۰ سال پایا ہو۔ یہاں تک استیعاب کی عہدیت ہے۔

اس قول میں ایک قوی احتمال ہے جو گزر چکا اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ دونوں کو ۱۱۰۔۔۔ مختلف دنوں میں ۱۱۰ سال پایا تو آگے ایک روایت آنے کی کہ فویہ دونوں کو ۱۱۰ سال چلانے کے زمانے میں اپنے بیٹے شروع کے ۱۱۰ سال سے انھیں لایا اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عزہؓ آنحضرت ﷺ سے چار سال بڑے تھے تو پاپ کہے ہو سکتا ہے کہ فویہ کے ایک ہی بیٹے کا ۱۱۰ سال تک باقی رہا یہاں تک کہ انھوں نے کیا ۱۱۰ آنحضرت ﷺ کو پایا کیونکہ ایک بیٹے سے عورت کی پچاس سال میں جو ۱۱۰ احزاب ۱۱۰ زیادہ سے زیادہ زمانی سال تک چل سکتا ہے اس کے بعد پاپ کا ۱۱۰ پھر لایا تا ۱۱۰ ہے اور پچاس سال میں سے فک ۱۱۰ سال ہے اس احتمال کا جواب یہ ہے کہ فویہ نے اس طرح ابن عبدالمعزیٰ کو ۱۱۰ پایا۔

ابو سلمہ بھی رضائی بھائی۔۔۔ آنحضرت ﷺ کے بعد فویہ نے اس طرح ابن عبدالمعزیٰ کو ۱۱۰ پایا۔

(ی) یعنی آپ کی بھوئی کے لڑکے اور تمام مومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے پہلے شوہر تھے۔  
اس طرح کیا حضرت ثویبؓ نے پہلے حضرت حمزہؓ کو دودھ پلایا۔ پھر ابوسفیان کو پھر رسول اللہ ﷺ کو اور  
پھر ابو سلمہؓ کو دودھ پلایا۔ مگر یہ روایت بظاہر اس بات کے خلاف ہے جو علامہ نجف طبرسی نے لکھی ہے کہ :-  
ابو سب کی باندی ثویبؓ نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا اور آپ کے ساتھ حضرت حمزہؓ اور ابو سلمہؓ  
ابن عبد اللہ سدا بن عبد العزیٰ کو بھی پلایا اور ثویبؓ کے یہ دودھ ان کے بچے سرور کا تھا۔ یہاں تک محبت  
طبری کا کام ہے۔

اس میں جو اشکال ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے (کہ اگر آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی حضرت حمزہؓ کو دودھ  
پلایا گیا ہے اور دونوں کو سرور کا ہی دودھ پلایا گیا ہے تو دونوں کی عمر ان میں پندرہ سال کا فرق کیسے ہو سکتا ہے؟ اس  
کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے (ثویبؓ نے دونوں کو دودھ دیا اپنے بچے سرور کا ہی پلایا ہے لیکن ایک ایک  
زمانوں میں پلایا ہو اور) ہمیں اس وقت میں دوسرا حمل نہ ہوا ہو۔ جس کی وجہ سے ان کا یہی دودھ بچہ سرور  
کی پیدائش سے اتفاق نہ ہو۔ ثویبؓ نے حضرت حمزہؓ اور آنحضرت ﷺ کے دو مہان حضرت ابوسفیان کو بھی یہی  
دودھ پلایا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

ابو سلمہؓ کی روایت حدیث :- حضرت ابو سلمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے صرف ایک حدیث بیان کی ہے جو  
یہ ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ابو سلمہ میر سپاس آئے اور  
کہنے لگے :-

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے کبھی ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔  
آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان پر کوئی بھی مصیبت آئے اگر وہ پابانِ حق سے اور پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ  
اَسْرِ بِنِيَّ تَبِيْعِيْنَ وَ اَخْلَفْ عَلَيَّ خَيْرَ نَجِيْعٍ (اے اللہ! اسے اپنے لیے اس مصیبت کا نیک بدلہ عطا فرما اور اس میں سے  
میرے لئے خیر اور بھلائی ظاہر فرما) تو اس دعا کا نتیجہ ضرور ایسا ہی نکلتا ہے۔“  
ترجمہ: اے اس حدیث کو حسنِ ثریب کہتا ہے۔ (حدیث حسن اور غریب کا مطلب گزشتہ صفحات میں  
بیان ہو چکا ہے)

حضرت ام حبیبہؓ کی ایک روایت سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ آنحضرت ﷺ کے دودھ  
شریک بھائی تھے۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے  
آپ سے عرض کیا۔ کیا آپ میری بہن یعنی ابوسفیان کی بیٹی حمزہؓ کو (پیر کی دعا) دینا فرمائیں گے؟ ایک روایت  
میں اس طرح ہے کہ کیا آپ میری بہن حمزہؓ ابوسفیان کو (پیر کی دعا) دینا فرمائیں گے؟ مسلم شریف میں  
یہ قول اس طرح ہے کہ میری بہن حمزہؓ سے لڑا کر لکھتے۔ (ی) اور بخاری میں ہے کہ میری بہن یعنی ابوسفیان  
کی بیٹی سے لڑا کر لکھتے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر بڑھ چکا کہ کیا تم ایسا پاتھو؟ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا  
کہ ہاں میں نہیں جانتی کہ آپ اس کو نکاح میں نہ لائیں۔ (ی) میں جانتی ہوں کہ اس نکل اور بھائی میں شریک  
ہو نے والی میری بہن ہی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”میرے لئے ایسا کرنا جائز اور حلال نہیں ہے (یعنی میری بہن سے نکاح کرنا)“



سُنی بہنوں سے جبکہ وقت نکاح حرام۔ گزشتہ روایت میں حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بہن کی پیشکش کی تھی مگر آنحضرت ﷺ نے جواب میں ان سے فرمایا کہ تم اپنی بیویوں اور بہنوں کو مجھ سے نکاح کے لئے نہ پیش کرو۔ حالانکہ اگر صرف بہن کا نکاح کے متعلق کہتے ہیں (پہلا یہ کہا جا سکتا ہے کہ بظاہر جواب میں صرف بہنوں کا ذکر ہونا چاہئے تھا کیونکہ حضرت ام حبیبہؓ نے صرف اپنی بہن کی پیشکش کی تھی اپنی بیوی ذرا کی پیشکش نہیں کی تھی) تو کہ جس روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ جواب ہے اس میں صرف بہن کی پیشکش کی گئی تھی جبکہ آپ کے جواب میں بہن اور بیٹی یعنی بیٹی بہن اور سہیلی بیٹی دونوں کو شامل کرنے سے روکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا جامع جواب ..... اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معرفتِ اُمِّ مِیْب کو جو جواب دیا ہے اس کو آپ ﷺ نے ایک ایسا عام جواب دیا ہے جو آپ ﷺ کی تمام قواعد و سطرات یعنی بیویوں کے لئے عام ہے کیونکہ یہ حکم کسی ایک بیوی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام بیویوں کے لئے ہے (تاکہ تمام قواعد و سطرات کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ بیوی کے پہلے شوہر سے جو بیٹی ہے وہ دوسری بیوی کی سگی بہن یا بہنوں میں سے ایک ہے)۔

اقوال۔ خوف کتنے ہیں۔ اس جواب پر یہ اطفال بھی پوچھ رہے ہیں کہ آپ کی بیویوں میں سے کئی نے اپنی بیٹی کو آپ کی مشکوک کی ہے تو آنحضرت ﷺ کا یہ جواب صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے جواب میں جو یہ لفظ ہیں کہ اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو مجھ پر پیش نہ کیا کرو اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو مجھ پر (تکلیف کے لئے) پیش کرو۔ اس کے بعد پھر آنحضرت ﷺ کے جواب میں یہ لازم نہیں آتا کہ جواب دینے کے وقت پاس سے پہلے آپ کی سرکلی پیش کی پیش کش ہو چکی ہو۔

میں نے اس مسئلے میں مجموعی کی کتاب دیکھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت اُم حبیبہؓ کی طرف سے آنحضرت ﷺ سے نکاح کے لئے اپنی بہن کی بیٹیوں میں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ (لام است کی طرح) آنحضرت ﷺ کے لئے بھی ایسی دو عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جو آپس میں سگی بیٹھیں ہوں۔ اس کے بعد امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اسی طرح جس نے حضرت اُم حبیبہؓ کی (پہلے شوہر سے) بیٹی کے آنحضرت ﷺ سے نکاح کی بیٹی کی وہ بھی یہ نہیں جانتی تھیں کہ سو کیلی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔ یہاں تک امام نووی کا کلام ہے۔

اس سے معلوم ہو گا ہے کہ کسی نے (یعنی ازواج مطہرات میں سے کسی نے) حضرت اہم سلمہ کی بیٹی (یعنی آنحضرت ﷺ کی سوتیلی بیٹی کی پیش کش کی تھی اور جب کہ یہ پیشکش آنحضرت ﷺ کی بیویوں سے کسی کی طرف سے تھی تو آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان۔

ہاں اگر دور ست ہو گیا کہ مجھ پر اپنی بیویاں مت پیش کر، (کیونکہ بچوں کو علاج کے لئے پیش نہ کرے گا) حکم چند خصوصیات بشمول کہ صرف بچوں کے لئے ہی ہو سکتا ہے، عام آدمیوں کے لئے نہیں ہو سکتا) پھر بھی یہ بات قابل غور ہے۔

اس حدیث سے من علماء کے لئے دلیل ملتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (عام امت کی طرح) آنحضرت ﷺ کے لئے بھی ایسی ۱۰ عہدہ تواریخ سے تلامذہ حاضر نہیں تھا جو آپس میں کسی نہیں سمجھیں ہوں۔ دونوں میں ایک قول زیادہ



منفرد اور قوی ہے۔ لیکن کچھ دوسرے علماء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس بارے میں (عام امت کے مقابلے میں خصوصیت حاصل تھی) یعنی عام امت کے مقابلے میں آپ ﷺ کو اس کی اجابت تھی کہ ایک عورت اور اس کی بیٹی سے نکاح فرمایا جاتا ہے۔

یہاں جی کو نکاح میں لینا حرام۔۔۔ اسی طرح کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کو نکاح میں منع کرنا بھی (عام امت کی طرح) آپ ﷺ کے لئے جائز نہیں تھا لیکن علماء رافضی اس قول کے خلاف کہے ہیں۔ حالانکہ وہ حدیث اس پہلو کو بھی غلط قرار دیتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں نے تم سے نکاح نہ بھی کیا ہو تاہم بھی وہ یعنی ان کی بیٹی میرے لئے حلال نہیں تھی۔

اس بارے میں کتب خاصہ میں منفردی میں یہ لکھا ہے کہ دونوں باتوں میں (یعنی ایک یہ کہ ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں حق کرنا جائز ہے اور دوسرا یہ کہ ناجائز ہے) ان میں سے ایک کے مطابق آپ کے لئے عورت اور اس کی بیٹی، عورت اور کچھ بیٹی اور عورت اور اس کی خالہ کو اپنے نکاح میں منع کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ علماء رافضی کے قول کے مطابق آپ کے لئے عورت اور اس کی بیٹی کو بھی نکاح میں منع کرنا جائز ہے۔ وہ مذکور کتاب کے مصنف نے بھی علماء رافضی کے اسی قول کو قبول کیا ہے حالانکہ عام علماء علماء رافضی کی رائے کو غلط قرار دیتے ہیں۔

بابت حمزہ۔۔۔ ایسے ہی ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ آنحضرت ﷺ کے دوست شریک بھائی تھے چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ آپ کو (نکاح کے لئے لڑکی پسند کرنے کے سلسلے میں) قریش کی طرف رغبت نہیں ہے؟ (ی) یعنی آپ قریش میں سے کسی کو پسند کر کے اس سے نکاح کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ذہن میں کوئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حمزہ کی بیٹی جن کا نام لیسہ ہے وہ قریش میں سب سے خوبصورت و شیریں مزاج۔ آپ نے فرمایا۔ وہ میرے دوست شریک بھائی کی بیٹی ہے (یعنی میرے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ بیٹی ہے)۔

(ی) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضرت علی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ شریک بھائی کی بیٹی آنحضرت ﷺ کے لئے (عام امت کی طرح) حرام ہے۔ یا ممکن ہے کہ ان کو یہ معلوم نہ ہو کہ حضرت حمزہ آنحضرت ﷺ کے دوست شریک بھائی ہیں۔

مگر ایک روایت ہے جس سے یہ مسئلے میں اشکال ہوتا ہے (کہ حضرت علی کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے رضائی بیٹن ہیں اور وہ شریک بھائی ہیں اور وہ شریک بھائی کی بیٹی حرام ہوتی ہے) چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کا جواب اس طرح مذکور ہے کہ:-

”کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہو چکی ہے کہ وہ یعنی حمزہ میرے دوست شریک بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وہ کے رشتے میں بھی حق سب رشتوں کو حرام فرمایا ہے جو نسب کے رشتے میں حرام ہوتے ہیں (یعنی بیٹی بھائی وغیرہ وغیرہ)۔“

آنحضرت ﷺ کے اس طرز پر چمنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی (ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نکتے سے آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہو کہ یہ بات چنانچہ کہ حمزہ میرے دوست

شریک بھائی ہیں)

گزشتہ دو حصوں کی وضاحت۔۔۔ (مکمل روایت میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کو اپنی زوجہ حبیبہؓ سے دُعا کے حلقے فرمایا تھا کہ وہ تو میرے والدہ شریک بھائی اور سہیلی ہیں ہے اس کو اور مجھے تو یہ ہے۔ وہ چاہا ہے مگر اس روایت میں امام ربیعؒ کے حلقے جواب دیتے ہوئے) ماکاناً کہہ دینے پر نہیں فرمایا کہ حمزہؓ کو اور مجھے تو یہ ہے۔ والدہ کو چاہا ہے۔ حالانکہ تو یہ ہے حضرت حمزہؓ کو تو یہ کے علاوہ بھی ایک عورت سے آنحضرت ﷺ کے والدہ شریک بھائی ہیں۔ یہ عورت قبیلہ بنی سہیل کی تھی مگر حضرت علیؓ سے یہ کے علاوہ تھی (اس کا ہاتھ اس طرح ہے کہ آنحضرت حمزہؓ بنی سہیل کی عورت کے پاس والدہ چیتے تھے) اور آنحضرت ﷺ بھی اس زمانے میں بنی سہیل کی عورتوں سے حضرت علیؓ سے ملے۔ (اس طرح حضرت حمزہؓ اور ان سے حضرت حمزہؓ کو والدہ چاہا ہے) (اس طرح حضرت حمزہؓ اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے والدہ شریک بھائی تھے ایک تو تو یہ سے اور دوسرے بنی سہیل کی عورت سے جس کا نام میں نہیں جانتا چنانچہ اگر آنحضرت ﷺ (حضرت علیؓ کو حضرت حمزہؓ کے حلقے جواب دیتے ہوئے) صرف تو یہ کا ذکر فرماتے تو اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ حضرت حمزہؓ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی دوسری عورت سے والدہ کا رشتہ حاصل نہیں ہے۔

کیا خولہؓ بھی آپؐ کی والدہ ہیں۔۔۔ اصل یعنی کتب میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے کہ بھئی عوام نے آنحضرت ﷺ کو والدہ چاہنے والی عورتوں میں خولہؓ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

اقول۔ موقوف کہتے ہیں۔۔۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے مگر جس حلقے کا یہ قول ہے اس کے حلقے کا کیا ہے کہ اسے وہم ہو اسے کہ خولہؓ بہت مقدور آدمی تھے کھلائی ہیں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں بلکہ آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کو والدہ چاہا۔ اس کا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے خولہؓ بہت مقدور آدمی کی والدہ تھیں ہوں اور ایک نے آنحضرت ﷺ کو والدہ چاہا ہو اور دوسری نے آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کو والدہ چاہا ہو۔ اور یہ کہ وہ خولہؓ جس نے آنحضرت ﷺ کو والدہ چاہا ہے وہ خولہؓ بنی سہیل ہیں جنہوں نے حضرت حمزہؓ کو والدہ چاہا ہے اور جن کے بارے میں علامہ شمس ثنائیؒ کا یہ قول گزرا ہے کہ میں ان کا نام نہیں جانتا۔ واللہ اعلم۔

تو یہ کے مسلمان ہونے کے حلقے سوال ہے انہی مندہ کے کسی نے نہیں کھلا حافظہ ابن ہر فرماتے ہیں۔ کتاب طبقات ابن سعد میں جو کہ ان کے حلقے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں مگر اس بات سے انہی مندہ کا قول کچھ نہیں ہو گا۔

کتاب خلاص مغربی میں یہ لکھا ہے کہ میں والدہ چاہنے والی تھیں والدہ نے بھی آنحضرت ﷺ کو والدہ چاہا (انہی پر کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گئی تھیں تو یہ کے بیٹے سرور کے اسلام قبول کرنے کے حلقے نہیں جانتا۔

کافر سرور بھی رضائی بھائی۔۔۔ اقول۔ موقوف کہتے ہیں۔ ایک کفرہ روایت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

وہ یہ روایت ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا) جب قیامت آئے گا تو میں اپنے ایک جاہلیت کے

بھائی کے لئے شفاعت اور سہار ش کریں گا اس کے حلق طار سے ملی کہتے ہیں کہ اس بھائی سے مراد آپ کا دورہ شریک بھائی ہے کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ طار سے ملی کی اس وضاحت کے باوجود یہ کیسے معلوم ہو اگر وہ دورہ شریک بھائی سرورجی ہے کیونکہ اس وضاحت میں بھی سرورجی کا نام نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس دورہ شریک بھائی سے مراد حضرت علیہ کے بیٹے عبداللہ ہوں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی اپنی والدہ علیہ کا دورہ کیا کرتے تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ بھی نہیں پایا اور ان کا مسلمان ہونا معلوم بھی نہیں ہے۔

اس احتمال کا جواب یہ ہے کہ آگے اسی خبر کی ایک روایت آئے گی کہ علیہ کے بیٹے عبداللہ مسلمان ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم

دو دھیرا کی خبر گیری۔۔۔ (ای) ایک روایت اور بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثویہ اور ان کے بیٹے سرورجی دونوں مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ثویہ کے لئے (مدینہ منورہ سے) کوچہ وغیرہ بھیجا کرتے تھے ثویہ کے میں تھیں۔ یہاں تک کہ یکے جو میں جب آنحضرت ﷺ خیر خواہی فرماتے کے بعد واپس ہو رہے تھے تو آپ ﷺ کو ثویہ کی وفات کی خبر ملی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا سرورجی کیا کرتا ہے جو برباد کیا کہ وہ ثویہ سے بھی پہلے مر گیا ہے۔

(بی) یعنی اگر یہ دونوں مسلمان ہو گئے ہوتے تو (کے میں نہ ہوتے بلکہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جاتے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورجی نے اسلام کا زمانہ پایا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کی موت سے پہلے ان کا انتقال نہیں ہوا تھا اس بارے میں طار سے منقول کیلئے جو وہ لکھا ہے اس روایت کے خلاف ہے کہ ثویہ اور سرورجی کی موت کی خبر آنحضرت ﷺ کو قلعہ خیر سے واپس میں ملی (اور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں رہے ہوئے ثویہ کی خبر گیری کی فرمایا کرتے تھے۔ جب کہ گئے ہوا تو وہاں آنحضرت ﷺ نے ثویہ اور ان کے بیٹے سرورجی کے حلق فرمایا۔ آپ کو ظاہر کیا کہ ان دونوں کا احتمال ہو چکا ہے (گویا کچھ روایت کے مطابق آپ ﷺ کو ان دونوں کے مرنے کی خبر بھی ہوئی اور اس روایت کے مطابق اس کی خبر بھی ہوئی کہ یکے جو میں کہ گئے ہوا ہے اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ میں ان دونوں کے گھر پہنچ کر آپ نے اس خبر کی تصدیق فرماتے کے لئے مدینہ واپس چھا ہوا۔

کچھ سطور میں یہ بات گزری ہے کہ آنحضرت ﷺ ثویہ کی خبر گیری فرماتے تھے جو کے میں تھیں اور اگر وہ مسلمان ہو گئی ہوتی تو مدینہ کو ہجرت کرتی اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثویہ اور سرورجی دونوں مسلمان نہیں ہوئے تھے اس بارے میں کہتے ہیں کہ ایہ کہنا کہ اگر وہ دونوں مسلمان ہوتے تو ہجرت کر کے مدینہ جاتے اس کے حلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے ان دونوں کو کوئی ایسی بھوری بیٹی آگئی ہو کہ یہاں بیٹے ہجرت نہ کر سکے۔ واللہ اعلم

آمنہ کا دورہ کتنے دن پہلے۔۔۔ (قل) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت آمنہ نے آپ کو صرف دو دن پہلے دورہ پایا ہے

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- علامہ قضاوی کی کتاب میون العارف میں ہے کہ حضرت آمنہ نے آپ کو سات دان روہ چلایا ہے مگر کتاب احسن میں ہے کہ حضرت آمنہ نے ساتھ ہیئے اپنا روہ چلایا ہے اس کے بعد چند دان ثوبہ نے روہ چلایا۔ یہاں تک احسن کی روایت ہے۔

ہاں کی بعد پہلا روہ ثوبہ کا ۔ اس روایت میں یہ کہنا کہ ثوبہ نے حضرت آمنہ کے بعد آپ کو روہ چلایا یہ اس قول کے خلاف ہے جو صحیح گز چکا ہے کہ سب سے پہلے انس عورت نے آنحضرت ﷺ کو روہ چلایا۔ ثوبہ ہیں۔ اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت میں سب سے پہلے روہ چلانے والی عورت سے مراد یہ ہے کہ انس نے آپ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے آپ کو روہ چلایا اس کے بعد دونوں مردانوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا مگر علامہ ابن محدث نے کتاب میون الارث کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ سب سے پہلا روہ جو آنحضرت ﷺ کے بیت میں پہنچا، ثوبہ کا روہ ہے کتاب میون الارث میں یہ ہے کہ سب سے پہلے جس عورت نے آنحضرت ﷺ کو اپنا روہ چلایا وہ ثوبہ ہیں۔ علامہ ابن محدث اس سے یہ کہتے ہیں کہ پہلا روہ جو آنحضرت ﷺ کے بیت میں پہنچا، ثوبہ کا ہے حالانکہ جیسا کہ بیان کیا گیا روہ چلانے کے سلسلے میں ثوبہ کو جو اولیت حاصل ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے بعد سب سے پہلے انہوں نے ہی آنحضرت ﷺ کو روہ چلایا۔ مگر خود علامہ ابن محدث نے اس طرح نہیں لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کے بعد سب سے پہلا روہ آنحضرت ﷺ نے چلایا، ثوبہ کا ہے۔ واضحاً ظہر۔

بچپن میں مجزوہ... (قال) آنحضرت ﷺ کو قبیلہ بنی سلیم کی تین کنواری لڑکیوں نے بھی روہ چلایا ہے۔ انہوں نے اپنی چھاتیاں کھول کر آنحضرت ﷺ کے منہ میں دیں اور (خدا کی قدرت سے ایک دم ان سے روہ کی واحدیں نکل کر آنحضرت ﷺ کے منہ میں آگئیں۔ ان تینوں عورتوں کا نام جانکہ قرآن ہی کے حعلق آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا میں بنی سلیم کی جانکہ یعنی ماٹاؤں کا بیٹا ہوں۔ جیسا کہ یہ بات کچھ صفحات میں گزر چکی ہے۔

کیا نام انہیں بھی روہ حیدری۔۔۔ یہ روایت نہ گزری ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تمام انہوں نے بھی روہ چلایا ہے اس کا کتاب صناعی صغریٰ میں اظہر کیا گیا ہے۔ بلکہ کہ ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی (پیدائش کے وقت لڑائی تھیں آپ کی دلیہ یعنی روہ چلانے والی نہیں ہیں۔ انہوں نے روہ چلانے کو کچھ مان لیا جائے تو یہ دیکھتا ہے کہ ان کے ان وقت کو ان سبچہ قہار جس کی وجہ سے ان کی چھاتیوں میں روہ تھا، کہ ان کے صرف دوی بنے مشہور ہیں ایک انہیں گور دوسرے اسامہ گور یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے بہت عرصے بعد پیدا ہوئے ہیں لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ام ایمن کی چھاتیوں میں بننے کے بغیر ہی روہ پیدا ہو گیا تھا جیسا کہ بنی سلیم کی تین کنواری لڑکیوں کے ساتھ ہوا تھا یہاں ہو چکا ہے۔

دوایہ حلیمہ سعدیہ۔۔۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کو حضرت حلیمہ بنت ابیوسف نے بھی روہ چلایا۔ ان کا لقب ام کنوہ یعنی کنوہ کی ماں تھا جو ان کی بیٹی کنوہ کے نام پر خدا حضرت حلیمہ کے شوہر یعنی کنوہ کے والد کا لقب بھی اسی بیٹی کے نام پر یعنی ابو کنوہ تھا (حضرت حلیمہ سعدیہ قبیلہ بنی ہوازن سے تھیں یعنی بنی سعد ان کے انہیں تھا) ان کی والدہ میں تھیں۔ ان کے مسلمان ہونے کے حعلق تفصیل آگے آئے گی۔

حلیمہ کے شوہر مسلمان ہوئے۔ حضرت حلیمہ سے ہی روایت ہے کہ وہ اپنی بہن سے روانہ ہوئیں ان

کے ساتھ ان کا دودھ پینا پھر بھی خاص کام مہداؤہ خوارق کے شوہر بھی تھے۔ (قول) شوہر کا کام حرت ابن عبد العزیٰ تھی اور لقب ابو ذؤب تھا (ی) جیسے کہ ابو کثیرؓ بھی ان کا لقب تھا انہوں نے اسلام کا زینہ پلا اور مسلمان ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں امام ابو داؤد نے مرد ابن سائب سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے رضائی باپ یعنی دودھ کے رشتے کے باپ مجلس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ خوارق کے اعزاز میں کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حرت یعنی آپ کے رضائی باپ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے بعض علماء کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اکثر علماء جنوں نے صحابہ کرام کے ہم جمع کئے ہیں انہوں نے ان میں حرت کا نام شامل نہیں کیا کیونکہ صحابی وہ کہتا ہے جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی ولادت کی ہو۔

رضائی باپ کا واقعہ اسلام۔۔۔ (قول)۔۔۔ مخالف کہتے ہیں :-۔۔۔ پہلی روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرت صحابہ میں داخل ہیں اس کی تائید بظاہر اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ :-

”یہ حرت کے میں ایک مرد رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لئے اس زمانے میں کے آئے جبکہ قرآن پاک نازل ہوا شروع ہو چکا تھا، ان کے میں ان سے قریش کے لوگوں نے کہا۔  
”اے حرت آپ کیا تمہیں معلوم ہے تمہارا بیٹا کیا کرتا ہے۔“

حرت نے پوچھا کیا کرتا ہے انہوں نے جواب دیا۔

اس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو مردانہ انداز کے قبروں میں سے اٹھائے گا۔ اور یہ کہ اللہ کے یہاں دو گھر ہیں جن میں سے ایک میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور دوسرے میں ان لوگوں کو ایک جگہ دیتا ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ (ی) یعنی بڑا دل کو دوزخ میں عذاب دیتا ہے اور نیکوں کو انعام میں جنت دیتا ہے۔ ان باتوں سے اس نے ہم لوگوں میں پھوٹ اور تفرق پیدا کر دیا ہے۔“  
حرت یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

”اے بیٹے (کیا بات ہے جس کی قوم کے لوگ حسد کی شکایت کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ تم ایسا ایسا کہتے ہو (ای) یعنی لوگ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے اور اس کے بعد جنت اور جہنم میں جائیں گے۔“  
”آپ نے فرمایا۔“ ”ہاں میں ایسا کہتا ہوں۔“ ”کیک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔“ ”ہاں میرا دعویٰ یہی ہے اور آپاں (اگر کچھ دہریہ ہوں تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اس بات کا ثبوت دیتا۔“

یہ سن کر حرت مسلمان ہو گئے اور شریعت کے مست پابند ہوئے (ی) (ابوب) مسلمان ہو گئے تو یہ کہا کرتے تھے۔

”اگر میرا اپنی بات کا ثبوت دینے کے لئے میرا ہاتھ پکڑ لیتا تو مجھے جنت میں داخل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔“

(مخالف نے اس روایت کے شروع میں کہا ہے کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرت صحابہ میں داخل تھے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ) ہم نے بظاہر کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ اس روایت میں (جس) حرت کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ لفظ ہے کہ اس کے بعد حرت مسلمان ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مسلمان ہوئے، لیکن اگر اس روایت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں (ایسی وقت) مسلمان ہو گئے تھے۔

علیہ السلام سے موجود تھیں۔ اہل نجر کی کتاب شرح خنزیر میں اس سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ علیہ السلام کے ساتھ اور خوش قسمتی تھی کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے، لیکن ان کے شوہر بھی اور ان کے بچے بھی مسلمان ہوئے یعنی عبداللہ، قیس اور حبیب۔ یہاں تک ان کو کلام ہے۔

رضائی ماں باپ کی تکریم۔ کتاب اصحاب میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک کپڑا بچائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ کے رضائی باپ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے لئے کپڑے کا کچھ حصہ چھوڑ دیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ کی رضائی ماں یعنی علیہ السلام حاضر ہو گئی تو آپ نے ان کے لئے چادر کا دوسرا کنارہ چھوڑ دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد آپ کے رضائی بھائی چچے تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

دودھ شریک بھائی کا اعزاز۔ اس روایت کے بیان کرنے والے معتبر ہیں۔ یہاں آپ کے سامنے بیٹھے سے مراد چاکا ہے کہ آپ کے مقابل بیٹھ گئے اس طرح کہ آپ آنحضرت ﷺ اپنے بھائی کے مقابل یعنی سامنے بیٹھ گئے۔ مطلب یہ ہوا کہ بھائی کو اتنا کہہ کر کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہو گئے اور چادر پر اپنی جگہ بھائی کو بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے آپ نے میرا اس لئے کیا تاکہ آپ کے رضائی ماں باپ اور بھائی سب آپ کی چادر پر بیٹھیں۔ اللہ اعلم۔

دایہ علیہ السلام اور برکات کا خلیفہ۔ (اس تفصیل کے بعد حضرت علیہ السلام کی روایت بطور شریک کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے کئے آنے اور دودھ پلانے کے لئے آنحضرت ﷺ کو حاصل کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے) وہ کہتی ہیں کہ میں سعد بنی نجر ایسی بیوی تھی کہ اس اور توں یعنی دایوں کے ساتھ روانہ ہوئی۔ ہم سب دودھ پلانے کے لئے اپنے حاصل کرنے بیٹھے تھے۔ یہ سال بہت تنگ سالی اور قحط کا تھا اور ہمارا سولہوی کا ٹکڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ ۱۲ سے پاس یعنی دایہ علیہ السلام کے پاس ایک بوڑھی لونگنی تھی جس کے خنوں میں ایک قطرہ دودھ بھی نہیں رہا تھا۔ دایہ علیہ السلام کہتی ہیں کہ ہم بھی بوڑھی رات آرام سے سو تھیں لیکن تھے کہ چونکہ ہمارا بچہ بھوک سے رو رہا تھا ہلکا رہنا تھا۔ میری چھانچوں میں انکا دودھ نہیں تھا جو اس کو کافی ہو سکتا تھا۔ ہمارے لونگنی کے خنوں میں ہی دودھ تھا جس سے بچے کا پیٹ بھر سکتا۔ یعنی انکا دودھ نہیں تھا جسے پی کر بچہ سرفراہ ہو سکتا تھا۔ میرا بچہ ہر آرام سے نہ سکتا۔ دایہ علیہ السلام کہتی ہیں کہ اس کے باوجود ہمیں امید تھی کہ اطعمین اور فراغت حاصل ہوگی۔ چنانچہ میں اپنے اسی کھڑے ٹکڑے کو سولہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس کھڑے ٹکڑے کی لونگنی کو دچ سے قافے سے بہت پیچھے رہ جاتی تھی جس سے سب لوگ پریشان ہوتے تھے آخر ہم لوگ کے بیٹھے گئے اور دودھ پینے والے بچے تلاش کرنے لگے۔

عرب میں دودھ حیار پول کا دستور۔ اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- عربوں کا یہ دستور اور طریقہ تھا کہ جب ان کے یہاں بچہ ہو جاتا تھا تو اس کے لئے دوسرے قبیلے کی دایہ تلاش کیا کرتے تھے تاکہ (ان میں وہ کہ) بچہ فصیح زبان بکھ جائے اور شائستہ بن سکے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرب اپنے بچے کو کسی دایہ کے حوالے اس لئے کرتے تھے کہ ان کے نزدیک عورت کا پنے بچے کو خود دودھ پلانا عار اور شرم کی بات تھی۔ (اسی) یعنی ماں کا اپنے بچے کو

مستقل اور باخترم کی بات سمجھی جاتی تھی (دایہ کے آنے سے پہلے چند دن تک اس اپنے بچے کو روکھ چاہتی تھی)

دایہ قرینہ کی بھی ذمہ دار۔۔۔ مگر اس بارے میں پس منہ قول جو ہے کہ بچے کو فصیح اور شائستہ بنانے کے لئے دوسرے قبیلے کی دایہ کے حوالہ کیا جاتا تھا اس کا ثبوت ایک حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں عربی بولنے کے لحاظ سے تم لوگوں میں زیادہ فصیح و بلیغ ہوں کیونکہ میں قریشی ہوں اور بنی سعد میں میں نے روکھ پایا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے حلق ایک روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا:۔۔۔  
”کیسے نہیں ہوں گا۔ میں قبیلے کے لحاظ سے قریشی ہوں اور بنی سعد میں میں نے روکھ پایا ہے۔“

زبان کی فصاحت و دیانت میں ... چنانچہ اسی وجہ سے قریش اپنے بچوں کو روکھ کے لانے میں دیرماتی عورتوں کے حوالے کیا کرتے تھے (کیونکہ عرب کی دیرماتی آبادی بہت زیادہ فصیح و بلیغ عربی بولتی تھی اور ان کا کام نہایت شائستہ ہوتا تھا) اسی وجہ سے عبدالملک بن مروان کے حلق روایت ہے کہ وہ کاکر تھا اور اسے لئے ولید (یعنی اس کے بیٹے) کی محبت و ملاکت میں مٹی کیونکہ اس نے بیٹے سے بہت زیادہ محبت کی وجہ سے اس کو دیانت میں روکھ پینے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس کی ماں کے پاس شرعی میں یعنی اپنے پاس ہی رکھا اس لئے صحیح عربی نہیں بولتا تھا بلکہ اس کا بھائی سلیمان نہایت فصیح و بلیغ عربی بولتا تھا کیونکہ اس نے دیانت میں دایہ کے پاس روکھ پایا تھا۔

دایہ عتیم بچہ نہ لیتی۔۔۔ (اس کے بعد دایہ حلیمہ کی روایت کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں کہ جب ہمدانیہ بنی ہاشم کا قاتل نے چنانچہ اور بچوں کو تلاش کرنے کا قہر تمام میں سے ہر ایک دایہ کو رسول اللہ ﷺ پیش کئے (یعنی عبدالطلب نے ہر ہر دایہ سے آنحضرت ﷺ کو لینے کے لئے کہا) مگر یہ کہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ بچہ عتیم ہے تو ہم آپ ﷺ کو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ کیونکہ بچہ لینے سے ہمدانیہ یہ ہوتا تھا کہ بچے کا باپ ہمیں کوئی انعام و فیر دے (جبکہ آنحضرت ﷺ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا) اس لئے ہم کما کرتے تھے کہ اس بچے کی ماں اور دو لڑکیاں انعام دیں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم کب کو لینا نہیں چاہتے تھے۔

دایاؤں میں حلیمہ بچے سے محروم۔۔۔ میری ساتھی عورتوں میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا صرف میں بغیر بچے کے باقی رہ گئی۔ آخر (یعنی ہر کر) جب ہم نے وہاں پہلے کا فیصلہ کیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا۔

”خدا کی قسم انھیں یہ بات بہت بُری معلوم ہو رہی ہے کہ میں اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ بغیر بچے کے واپس جاؤں اب میں خدا کی قسم اسی بچے کے پاس جاؤں گی (یعنی عبدالطلب کے پاس) کہ اس نے اپنے شوہر سے لے لیں گی۔“

عتیم عبداللہ اور حلیمہ کی سعادت۔۔۔ میرے شوہر نے کہا کوئی حرج نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ خدا اہل سے لئے اسی بچے کے دادیہ خیر و برکت کا خیر فرمائے چنانچہ میں جا کر اسی بچے کو لے آئی۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: اس تفصیل سے بعض علماء کے اس قول کی مخالفت ہوتی ہے جس میں کہا گیا

ہے کہ عبدالمطلب خود آنحضرت ﷺ کے لئے دودھ پانے والی تلاش کرنے کے لئے نکلے اور انیس دایہ طبرہ لی گئیں۔ روایتوں کے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے عبدالمطلب نے دایہ طبرہ کے سوا دوسری دایہاں میں سے کسی کو حاصل کرنے کے لئے خود تلاش کی ہو اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو لینے سے انکار کر دیا ہو۔ اس کے بعد جب دایہ طبرہ کو بھی کوئی بچہ نہیں ملا اس وقت عبدالمطلب نے ان سے آنحضرت ﷺ کو لینے کے لئے کہا ہو۔ اس بار سے میں کتاب شفاء المصروع میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ہے کہ دایہ طبرہ نے کبک بچہ سے عبدالمطلب نے خود کہنے لگے تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں قبیلہ بنی سعد کی ایک عورت ہوں۔ انہوں نے بچہ چھو لیا اور اس کا نام کیا ہے؟ حضور کے لئے حلیمہ کا منظور۔۔۔۔۔ میں نے کہا حلیمہ دایہ بن کر عبدالمطلب مسکرائے اور بولے۔

”وہو وہو سعادت اور علم (یعنی خوش خلقی اور بڑبڑاری و شرافت) بچہوں کی خوبیاں ہیں جن میں زمانے کی بھلائی اور بھلائی بیٹ۔۔۔ کی عزت ہوتی ہے، اسے طبرہ۔۔۔ سر ہے اس ایک قیمتی ترکہ ہے جسے میں نے دودھ پانے کے لئے قبیلہ بنی سعد کی عورتوں سے بات کی مگر انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ قیمتی بچے کو لے کر ہمیں کیا مل جائے گا۔ ہم بچوں کے باپ سے انعام اور اکرام حاصل کرنے کے لئے اپنے بچے لیتے ہیں اس لئے تم بچہ لے کر کیا تم اس بچے کو دودھ پانے کے لئے لے سکتی ہو۔ ممکن ہے وہ بچہ تمہارے لئے خیر و برکت کا سبب بن جائے۔“

میں نے کبک بچھے اتنی صلیبت اور کہ میں اپنے شوہر سے بھی مشورہ کر لوں۔“

حلیمہ کی رضامندی اور خوش خلقی۔۔۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے شوہر کے پاس، البکیرہ انی اور اس کو یہ بات بتائی۔ اس بات کو سن کر البکیرہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کا دل خوشی اور مسرت سے بھر دیا۔ چنانچہ اس نے فوراً کہہ کر طبرہ اس بچے کو لے لو۔ میں اسی وقت عبدالمطلب کے پاس واپس پہنچی تو دیکھا کہ وہ میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا اپنے بچے کو دے دیجئے۔ یہ سن کر عبدالمطلب کا چہرہ طوخی سے چمکنے لگا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آمد کے مکان میں لے گئے۔ آمد نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا اور مجھے اس گھر کیلئے جبر سے میں نے گئیں جن میں حضرت محمد ﷺ تھے۔ یہاں میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ایک لوز پکڑے میں لینے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آپ ﷺ کے بچے بزرگ کا ایک۔ یعنی پکڑا تھا۔ آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور آپ کے سامنے کی کھال کے ساتھ خشک کی سی خوشبو نکل کر پھیل رہی تھی۔ آپ کے من و جہاں کی وجہ سے میں نے آپ ﷺ کو دیکھا جیسے نہیں کیا اور بار سے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا دیا آپ فوراً مسکرائے اور آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پہنچی گیا جبکہ میں اس کو دیکھ رہی تھی (یعنی جبرہ کے اندر ہونے کے باوجود انہوں نے، دیکھا)

جبین اقدس پر حلیمہ کا بوسہ۔۔۔ میں نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں چڑھ کر دیکھا کہ آپ کو گود میں لے لیا آپ کو لینے کا سبب میرے لئے یہی تھا کہ مجھے آپ کے سوا کوئی دوسرا بچہ نہیں ملا تھا۔ وہ آپ کے نوحاص میں سے نہ کر کے چلے وہ خود اس کا کھانا کرتے ہیں کہ آپ کو حاصل کیا جائے۔“

حجرات کا آغاز۔۔۔ (ی) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دایہ طبرہ نے اس سے پہلے آپ کو نہیں دیکھا



بلکہ آپ کو دیکھے بغیر ہی انہوں نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام کبھی نہیں۔

”آپ کو لے لینے کے بعد میں آپ کو اپنے قاتلے میں لائی جب میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لئے گودہ میں لٹایا۔ آپ میری چھاتیوں سے (سی) لٹکتی دانتی چھاتی سے دودھ پینے لگے اور خدا کے عزم سے میرے ہو گئے۔“

آپ ایک چھاتی سے دودھ پیتے تھے۔ (ی) کیونکہ انہوں نے دوسری چھاتی آپ کے منہ میں دینی چاہی تو آپ نے اس کو نہیں پکڑا بلکہ دایہ علیہ السلام کبھی نہیں۔

اس کے بعد آپ کی یہی حالت رہی۔ (ی) کہ آپ صرف ایک دانتی چھاتی پکڑتے تھے۔ ہوائی کی کتاب صحاح میں ہے کہ علیہ السلام کی ایک چھاتی میں دودھ نہیں ہوتا تھا مگر جب انہوں نے اس کو آنحضرت ﷺ کے منہ کو لٹکایا تو اس میں سے دودھ کی دھاری بہنے لگیں۔ ”مگر آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے ہوائی (یعنی دایہ علیہ السلام) نے اپنے عہدائے نے بھی دودھ پلا کر میرے ہو کر سونگے۔ حالانکہ اس سے پہلے اس (کے) ہونکا رہا ہے۔ (کی) وہ سے خود ہم بھی نہیں سونگتے تھے۔ یعنی اس کا نہ سونا بھوکے رہنے کی وجہ سے ہوتا تھا اس کے بعد میرے شوہر اٹھ کر دھاری اسی کزور دانتی کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے قفس دودھ سے بھرے ہوئے ہیں انہوں نے اس کا دودھ نکالا اور ہم دونوں نے میرے ہو کر پلا کر پلا کر کھانا کھاتے اور کھاتے۔ میں کو میرے شوہر مجھ سے کہنے لگے۔

”علیہ السلام کیا تمہیں معلوم ہے خدا کی قسم تم بڑا مہذب بچہ لائی ہو۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میری آرزو یہی ہے۔“

برکت اور سواری کی تیز رفتاری۔ اس کے بعد ہم دایہ علیہ السلام کو اپنے پیچھے سوار ہوئی اور اسی پر اپنے ساتھ میں نے آنحضرت ﷺ کو بھی بٹھالیا۔ اب یہ پلڑا تیار تھا کہ سارے قاتلے کو چھپے چھوڑ گیا۔ یہاں تک کہ ساتھیوں میں سے کسی کا گودہ بھی چلنے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا آخر میری سامگی دایہ علیہ السلام مجھ سے کہنے لگیں۔

”اے بھائی! تو ڈوب! تمہیں کیا ہو گیا؟ تاجیز مت چلو ڈوبنا ابھی خلیل رکھو۔ کیا یہ وہی پلڑا نہیں ہے جس پر تم آئی تھیں اور جسے ایک ایک قدم چھانٹنا مشکل ہو جاتا تھا۔“

میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ خدا کی قسم اس کا معاملہ تو عجیب ہے۔  
پلڑے کی گویائی۔ دایہ علیہ السلام کبھی ہیں کہ اس وقت میں نے خاک میں اٹھ کر پلڑا اور اس نے یہ کہہ

”خدا کی قسم میرا معاملہ تو عجیب سے عجیب اور خاص سے عجیب اور خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد اپنی امتحانی کزوری کے بعد بار بار زندہ کیا اور کزوری کے بعد مجھے طاقت و قوت عطا فرمائی۔ اسے اپنی مسد کی مور توں اعتماد اے کہ تم بڑی عظمت اور بے ثمری میں ہو۔ کیا تم جانتی ہو کہ میری کمر پر کون ہے؟ میری کمر پر وہ ہیں جو بہترین بی ہیں، پیغمبروں کے سردار ہیں، انگوں اور پانچلوں سب میں بہترین انسان ہیں اور ہر دور کا عالم کے محبوب ہیں۔“ یہ قول کتاب شریف مضمون میں نقل کیا گیا ہے

جانور کا مجددہ۔ ”اسی پلڑے کے متعلق حضرت علیہ السلام کبھی ہیں کہ جب انہوں نے مکہ سے روانگی کا ارادہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس پلڑے نے تین مرتبہ کوب کی طرف مجددہ کیا۔ یعنی اپنا سر جھکا بلکہ اس نے اپنا سر اٹھان کی

طرف اٹھتا اور محل پر اس کے بعد وہی طبرہ نکلتی ہیں۔

حضرت علیؓ میں ہر پہلی .... آخر عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں تھی جس وقت میرے خیال میں وہ نے زمین پر سب سے زیادہ خشک اور گندہ علاقہ میں تھا مگر (آنحضرت ﷺ کی برکت سے) جس وقت سے اہل بیت اپنے قہر میں بکریاں اس محل میں شام کو ابلیس کمر آتی تھیں کہ ان کے پیٹ بھرے جاتے تھے اور قہر وہ وہ سے لگے جاتے تھے۔ چنانچہ ہم ان کا وہ وہ جاتے اور بتاواں چاہتا ہے۔ حالانکہ خدا کی قسم دوسروں کو (ان کی وجہ سے اپنے جانوروں میں) ایک ہزار ہزار بھی نہیں ملتا تھا اور ان کے قہر سوکھے جاتے تھے یہاں تک کہ گھروں میں رہتے والے لوگ ہادی قوم کے کو میں سے کہتے کہ آخر تمہیں کیا ہو گیا کہ تم لوگ اپنی کمر میں کوڑیوں کیوں نہیں جاتے جہاں بہت اور ذوقی یعنی طبرہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ مگر ان کی بکریاں اس حال میں چرتی تھیں کہ وہ بھوکے رہتے اور وہ وہ سے جاتی ہو قہر وہ کہ میری بکریاں بہت بھر کر چرتی اور وہ وہ جاتی۔ .... اس کے لیے اور لڑائی کے فضل سے بھی خبر دے کہ وہی کہ آنحضرت ﷺ کی عمر کے دوسال گزر گئے۔ آپ اپنی بیوی کے ساتھ ۶۰ برس تھے کہ عام پہلے اس طرح نہیں دیتے۔ چنانچہ وہی سال کی عمر میں آپ ایک حدیث سے اور مضبوطی کے معلوم ہوتے تھے۔

نوماد کی عمر میں صاف گفتگو .... حضرت علیؓ سے ہی روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ وہ مینے کے ہوئے تو آپ ہر طرف بگرتے تھے۔ اس روایت سے کتاب حدیث کی وہ روایت کثرت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سات ماہ کی عمر تک اپنی والدہ حضرت آمنہ کا وہ چاہر حضرت علیؓ میں نکلتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ آٹھ مینے کے ہوئے تو آپ اس طرح بولنے لگے تھے کہ آپ کی بات سنی اور لکھی جانے لگی تھی۔ اور جب آپ نو مینے کے ہوئے تو آپ بہت صاف گفتگو فرماتے لگے تھے۔ ہر جب آپ دس مینے کے ہوئے تو آپ بچوں کے ساتھ چہ چاہتے تھے۔ .... دایہ علیؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ میری گود میں تھے کہ ساتھی سے میری بکریاں گزریں۔ ان میں سے ایک قریب آئی اور اس نے آپ کو بھونک کر آپ کے سر مہاک کو چہ بھونک دوسری بکریوں میں چالی۔

اقول۔ متفق کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بکریوں نے بھی بھونک دیا ہے اور اسی طرح آپ کی نبوت اور ہجرت کے بعد لوگوں نے بھی بھونک دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اٹھنا چاہتے تھے کہ ان کے ہاتھ میں خرباب لے گئے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ اور ایک انصاری صحابہ بھی تھے۔ اس ہاتھ میں اس وقت ایک بکری بھر رہی تھی اس نے آپ کو بھونک دیا یہ دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! ہمیں اس بکری کے متعلق اس کے زیادہ خدا دے کہ آپ کو بھونک کرے۔

”آپ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ کوئی کوئی دوسرے کو بھونک کرے۔ لیکن اگر انسان کو انسان کا بھونک کر چاہو تو میں اورت کو علم دیتا کہ وہ اپنے ظہور کو بھونک کرے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ اگر مرد اپنی بیوی کو یہ حکم دے کہ وہ ایک چھوٹے دوسرے بھونک جائے تو اورت کا یہ فرض اور حق ہے کہ وہ اس کو بھونک کرے۔

جانور کی تکفیر .... (آنحضرت ﷺ کو ان کے بھونک کرے کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ ایک لونٹ

غضبناک یعنی پاگل ہو گیا کسی شخص میں اتنی بے نہیں تھی کہ اس کے پاس جانے (اور اسے قابو میں کر سکے) صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کو کھول دو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسے کھول دینے کی صورت میں ہمیں اس سے آپ کے حلق خنجر ہے مگر آپ نے پھر بھی فرمایا کہ تم لوگ اس کو کھول دو چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر لوگوں نے اسے کھول دیا۔ لوٹ لے جیسے ہی آنحضرت ﷺ کو سامنے دیکھا وہ ایک دم بھروسہ کر گیا۔ (ی) آپ نے اس کو چوٹائی پر سے بڑا اور اس کے بالک کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے کام لو مگر اس کو چاروں غیر داہجی طرفں سے دھک دے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس دشمنی جانور کے مقابلے میں ہم اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ آپ کو بھروسہ کرتے۔ آپ نے جواب میں وہی فرمایا جو پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودی پر شوہر کے کتنے زبردست حقوق ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک حدیث اور بھی ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔

”یا رسول اللہ ﷺ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف نیجا کر بھیجا ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی مگر ہم اور تمس پابند اور پردہ نشین ہیں، گھر والے کے اندر رہتی ہیں، مردوں کی شہوت کی تحکیمیں کا رویہ ہیں اور ان کی اولاد کا پوجہ اٹھاتی ہیں، جبکہ مردوں کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں، ہتھوڑے کی فداوار کرتے ہیں، جہاد میں شریک ہوتے ہیں، جب وہ لوگ جہاد میں جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے بال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرتی ہیں۔ تو اب یا رسول اللہ! کیا اس پر اور ثواب میں ہم عورتوں کو بھی حصہ ملے گا جو مردوں کو حاصل ہوتا ہے؟“

حضرت اسماء کا یہ سوال سننے کے بعد آنحضرت ﷺ صحابہ کی طرف مڑے اور ان سے پوچھا۔ کیا تم نے اس عورت کی بات سنی جس کے ذریعہ اس نے اپنے دین کے حلق ایک بہت اچھا سوال کیا ہے؟“

صحابہ نے عرض کیا۔ ”ہاں یا رسول اللہ! ہم نے اس کی بات سنی ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا۔  
 ”جاؤ اسماء اور اس بات کو جان لو کہ تم میں سے (یعنی عورتوں میں سے) جس نے اپنے شوہر کی جہاد و دینی کی اس کی مدد و معاونت کا قبول کیا اور اس کی خوشنودی کے لئے اس کی فرمانبرداری کی تو اس عورت کا ایسا کرنا مردوں کی ان تمام فضیلتوں کے برابر ہو گا جن کا تم نے ذکر کیا۔ (ی) یعنی مردوں کو جماعت میں شریک ہونے، ہتھوڑے کی فداوار دینے اور جہاد کی جو فضیلت حاصل ہے اس کے برابر ہی اس کو بھی ثواب حاصل ہو گا (انکر وہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری اور اس کی خوشنودی کے لئے کوشش کرے۔)“

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان سن کر حضرت اسماء غوثی کی وجہ سے کہہ پڑ گئی ہوئی اور تعبیر کہتی ہوئی وہاں سے واپس گئیں۔ واللہ اعلم  
روزانہ نور کا نزول۔۔۔ اس تفصیل کے بعد پھر حضرت علیہ السلام کی روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ پر روزانہ ایک ایسی روشنی اور نور اترا تھا جیسا کہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور پھر وہ تجل و جلالت ہے۔

آنحضرت ﷺ کے وجود پیتے کے واقعہ کے حلق قصہ آملیہ کے شاعر نے ان شعروں میں لکھا۔

کیا ہے۔

وحدت فی رضاء معجزات  
نس قہا عن العیون عطاء

اذا نشہ لیسمو من جمعات  
فلس مائی الیم عا عا

فانتہ من لں سبت فدا  
فداہا لفرحا لفرصا

اوجعہ لں نہا فلسفہا  
وہہا لں انہن الشاء

اصحت شولا عیالہ وامنت  
عابہا شالی ولا عطاء

احسب العیش عینا بعد محل  
اذا بد القس مہا عطاء

بالہا مہ تعد صو علف الاہر  
علہا مں جہا و الحراء

والا سحرا لا لہ انما  
لسعد فانہم معادہ

(مطلب) یعنی آنحضرت ﷺ کے دور میں پینے کے لذت میں اور خود دور میں پینے میں بڑے بڑے ٹیپ و غریب و اوجہت پیش آئے جو سب نے کھلی آنکھوں دیکھے۔ ان ہی میں سے ایک یہ تھا کہ دور پانے والی عورتوں نے رسول اللہ کے حیم ہونے کی وجہ سے آپ کو لینے سے انکار کر دیا مگر نبی سعد کی ایک زوجہ ان عورت جیسے اس کی حریت کی وجہ سے بچوں کے ماں باپ نے اپنا بچہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور خود جس نے اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کو لینے سے انکار کر دیا تھا وہ بارہ آپ کو لینے آئی۔ اس نے آپ ﷺ کو اپنا دور پانی۔ آنحضرت ﷺ کو دور پانے کی برکت فوراً ہی یہ ظاہر ہوئی کہ اس دور پانے والی کی بکر پانہ جو بہت کمزور دور ہے دور کی قسم اپنا تک دور دے گئیں اور انہوں نے دایہ علیہ لہو ان کے سینے کو دور سے میرا آپ کیا اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ ذرا دست فلک مائی اور قہ کے بعد ان کو زندگی کا تمام ہمیش حاصل ہوا۔ یہ صرف اس کی برکت تھی کہ دایہ علیہ کو آنحضرت ﷺ کے لئے خدا اور خدا کا حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ حضرت علیہ کی یہ سعادت اتنی ذرا دست تھی کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنا دور پانی کہ ان کو اس نعمت کے بدلے میں وہ ہری نعمت سعادت ہوئی اور جو نعمت انہوں نے آنحضرت ﷺ پیش کی تھی اسی قسم کی نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ کوئی جس قسم کی نیکی کرے اسے اسی قسم کی اس کو جزا دی جاتی ہے (یعنی مثلاً کوئی اپنے بی

میں سے زیادہ سے زیادہ صدق اور خیریت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدل میں برکت عطا فرمائے ہیں اور جو اس نے خرچ کیا وہی چیز اس کو دو گنی اور تین گنی ہو کر مل جاتی ہے (چنانچہ جب حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دودھ سے سیراب کیا تو وہ ان کو بھی دودھ دے کر اسے سیراب کیا کیا کہ اس میں کوئی آفت کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایک اور شریف انسان کی موت کے لئے کچھ لوگوں کو انتخاب فرماتا ہے تو خود لوگ بھی اس شریف انسان کی وجہ سے شریف اور خوش قسمت ہو جاتے ہیں۔

اقول۔ مذاہب کہتے ہیں کہ یہ روایت جو علم میں بیان کی گئی ہے کہ حلیہ سعدیہ کو لوگوں نے ان کے فریب ہونے کی وجہ سے اپنے بچے دینے سے انکار کر دیا تھا یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ شاعر نے جو یہ بات لکھی ہے وہ حضرت حلیہ کے اس قول کی وجہ سے لکھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ میرے ساتھ آنے والی دایاں میں میرے سوا کوئی صورت ایسی نہیں رہی کہ اس کو کوئی نہ کوئی بچہ نہ مل گیا ہو اور میں آنحضرت ﷺ کو صرف اسی وجہ سے لینے پر تیار ہوئی کہ مجھے آپ کے سوا کوئی بچہ نہیں مل سکا (یعنی حضرت حلیہ کے اس قول سے شاعر نے یہ سمجھا ہے کہ بچے انہوں نے حلیہ سعدیہ کو ان کے فریب ہونے کی وجہ سے اپنے بچے دینے سے انکار کر دیا تھا) تاکہ ان کے اس قول سے یہ مطلب ظاہر ہو رہی نہیں ہے (کیونکہ ممکن ہے دوسری دایاں میں حلیہ سعدیہ سے پہلے بچے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوں اور وہی حلیہ کو یہ جانے کی وجہ سے بچہ نہ مل سکا ہو۔) اس سلسلے میں بعض دھمکوں نے علامہ حافظ ابن کثیرؒ سے یہ چٹاکر آٹھ روایت ﷺ کی پیدائش سے متعلق واقعات جب دعواءِ نصیحت کے جلسوں میں بیان کئے جاتے ہیں تو وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو سن کر دلوں میں آنحضرت ﷺ کی عظمت کا احساس ہونے کے بجائے شے دلوں کے دلوں میں رنج و غم پیدا ہوتا ہے اس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک ایسی بن کر سامنے آتی ہے جس پر وہم اور ترس آتا ہے۔ ایسی بن کر سامنے نہیں آتی جس سے عظمت اور بلندی کا احساس ہو۔ دھمکوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ دودھ پلانے والیاں بچے لینے کے لئے کئے گئیں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو لینے سے انکار کر دیا کیونکہ آپ کے پاس بل و دولت نہیں تھا اور آپ حتمی تھے اس لئے ایسے واقعات بیان کرنے کے حلق آپ کیا کہتے ہیں؟

علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کا جواب یہ دیا جس کو قبول کیا گیا ہے کہ۔

”بیان کرنے والے کو چاہئے کہ وہ خبر یعنی حدیث میں سے وہ قصہ بیان نہ کرے جس سے اس (ذات) کی ایسی حد عظمت کم ہوتی ہو جس کے حلق و خبر ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہو چکا۔ بعض روایات ایسا کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ہم حضرت شافعیؒ کے ساتھ واقعہ پیش کیا کہ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسی صورت کا ہاتھ (چوری کی سزا میں) لٹکوا دیا جو بڑے سرجہ والی صورت تھی۔ اس پر لوگوں میں چہ بگوئیاں ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”اگر فلاں صوفی صورت بھی چوری کرتی تو میں بھی فلاں کے ہاتھ لٹکوا دیتا۔“

یہاں قال صورت کا لفظ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے متعلق استعمال کیا گیا۔

(یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نام لے کر یہ بات فرمائی لیکن کلام شافعیؒ نے جب یہ حدیث نقل کی اس میں حضرت فاطمہؓ کا نام نہیں لیا۔ کلام شافعیؒ نے انہی آپ کی وجہ سے ایسا کیا تاکہ ایسے معاملے میں اور اسی موقع پر آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی کا نام نہ آئے۔ خود آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا تو آنحضرت ﷺ

زبردست حکمت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک شریعت کے معاملے میں مدنی حقوق یعنی تمام انسان برابر ہیں۔ دوسری طرف اس بات سے اہم شائق کے اعمالی آپ کا تسلیم بھی ہوتا ہے یعنی اگر کوئی حدیث ایسی ہے کہ جس سے آنحضرت ﷺ کے گمراہوں میں سے کسی کے احترام و عظمت میں کمی آتی ہو تو حدیث کے ایسے حصہ کو بیان نہ کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ ایسی بات جو خود آنحضرت ﷺ کی شان کے مناسب نہ ہو اس کی بیان نہ کرنا تو یقیناً جائز ہو گا۔ شمار حافظہ ابن جریر کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۰۰ ہجری کے بعد اہل عراق نے آنحضرت ﷺ کو اپنے سے انکار کیا ہے۔ وائے اطمینان۔

۱۱۰۰ ہجری چھڑانے کے وقت تکبیر۔ (قال) حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ میں وقت دلیہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کا ۱۱۰۰ ہجری پڑھایا تو آپ ﷺ نے اس وقت پہلا کلام یہ فرمایا اللہ اکثر کبیر اور فضیلتہ اللہ کبیر اور نہ نون اللہ کبیر اور نہ نون اللہ تعالیٰ سب بدوں سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ہمارا قریب ہے اور اس کے لئے ہے ہمارا شام پائی ہے۔ لیکن پیچھے ایک روایت گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ کلام پڑھا ہے اے فرمایا

ایک روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دلیہ علیہ کے یہاں تھے تو ایک رات میں سب سے پہلا کلام یہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ قد لا الہ الا اللہ قد و ضاقت وما خلقت الجن والانس لآخذنہن لآخذنہن لآخذنہن لآخذنہن۔ ترجمہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو پاک ہے پاک ہے۔ تمام آنکھوں سے چمکی ہیں محمد تعالیٰ کو جو خدایت مریاں سے نہ انحراف دیکھتی ہے اور نہ خند۔

یعنی مسجد کے گمراہوں میں خوشبو۔ آنحضرت ﷺ کیا چیز کو بھی بغیر ہمہ اللہ کے ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ دلیہ علیہ سے روایت ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے مکان میں داخل ہوئی تو قبیلہ بنی سعد کے گمراہوں میں کوئی گمراہ ایسا نہیں تھا جس میں سے ہمیں شک کی خوشبو نہ آئے گی ہو۔ اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور آپ کی برکت کا اعتقاد جم گیا یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے بدن پر کوئی (چھوڑا) پھنسی یا ہم یا دوسری کوئی تکلیف ہو جاتی تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ ﷺ کا ہاتھ تکلیف کی جگہ رکھ دیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تکلیف اسی وقت دور ہو جاتی۔ اسی طرح اگر کسی کا لونٹ یا بکری یا دھار ہو جاتی (تو لوگ اسے آنحضرت ﷺ کے پاس لا کر آپ کا دست مبارک اس پر چھو لو گے اور چھو فوراً ستر ہو جاتا)

## شق صدر

یعنی فرشتوں کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کا سینہ چاک کیا جانا

دایہ طبرہ کتنی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ۱۰ سال کے ہو گئے تو ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ کی والدہ حضرت آمنہ کے پاس آئے (کیونکہ اس عمر تک بچے کو دایہیں ملیں باپ کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا) مگر ہم رسول اللہ ﷺ کی رگتیں دیکھ چکے تھے اس لئے ہماری قنات تھی کہ ابھی آنحضرت ﷺ کو کچھ عرصہ اور اپنے پاس رکھیں۔ چنانچہ ہم نے اس بارے میں آپ کی والدہ سے بات کی۔ میں نے ان سے کہا۔

”یہ اچھا ہو اگر آپ بچے کو ذرا اور ہونے تک اور میرے پاس رکھو؟“

طاہراتِ باختر نے کھلبے کے دایہ طبرہ نے حضرت آمنہ سے یوں کہا تھا۔

”اے ماہزادہ! جیسے کہ ہم بچے کو ایک سال اور اپنے پاس رکھیں کیونکہ میں ذاتی ہوں کہ کہیں اس پر بے کی بیماریاں اور آپد ہو کر اثر نہ پڑ جائے۔“

حضرت طبرہ کتنی ہیں کہ ہم اسی طرح حضرت آمنہ پر امر کر دے وہ آخر وہاں گئیں اور ہم آنحضرت ﷺ کو لے کر واپس ہوئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آمنہ نے دایہ طبرہ سے خود یہ کہا

”میرے بچے کو دایہیں اپنے ساتھ لے جانا مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس پر بے کی بیماریاں کا اثر نہ پڑ جائے، کیونکہ خدا کی قسم یہ بچہ جراثیم والا ہو گا۔“

ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے جب دایہ طبرہ نے حضرت آمنہ سے کہا کہ بچے کو ایک سال اور میرے پاس رکھ دینے دیجئے تو حضرت آمنہ نے جواب میں ان سے کہا کہ میرے بچے کو ابھی واپس لے جاؤ اس لئے کہ قسمی طرح میں بھی ذاتی ہوں کہ اس پر بے کی بیماریاں کا اثر نہ ہو جائے۔“

حضرت طبرہ کتنی ہیں کہ اس کے بعد ہم آنحضرت ﷺ کو لے کر واپس اپنے گھر آئے آپ کو ۱۰ بار دالانے کے چند مہینے بعد (جزئی کہتے ہیں ۱۰ ملا یا تین یا چار) ایک دن آپ اپنے ۱۰۰۰ شریک بھائی کے ساتھ مومنین کے گئے میں تھے جو حد سے مکان کے پیچھے تھا کہ اچانک آپ کا ۱۰۰۰ شریک بھائی پریشان طور بھاگتا ہوا آیا اور مجھ سے ہمارے اپنے باپ سے کہنے لگا۔

”میرا ۱۰ قریبی بھائی ہے اس کو وہ تو میں نے بچا لیا ہے جو سلیہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں اس کو انہوں نے زمین پر لٹا کر اس کا سینہ چاک کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ اس کے پیٹ میں ڈالے ہوئے ہیں۔“

دایہ طبرہ کتنی ہیں کہ یہ سن کر میں اور میرے شوہر فوراً اس طرف دوڑنے ہوئے وہاں پہنچ کر ہم نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے چہرہ مہدک کا رنگ لڑا ہوا ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ کا چہرہ ہندو ہوا ہے (کی) یعنی چہرہ مہدک کا رنگ چٹا ہو رہا ہے جیسے کہ مراد کا رنگ ہوا اگر تا ہے۔

آپ کے چہرہ مبارک کارنگ فرشتوں کو دیکھنے کی وجہ سے بدلا ہوا اور فرما ہوا تھا اس لئے نہیں کہ آپ کو اس سید  
چرنے کے عمل سے کوئی مشقت اور تھکن ہوئی تھی کیونکہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ مجھے شیخ سعد، یعنی  
سید کو ملے جانے کا کوئی احساس اور تکلیف نہیں ہوئی اس لئے اہل بیت جو انہی کہتے ہیں کہ اس سے (یعنی ملائکہ کے  
دیدار سے) آپ پر گھبراہٹ طاری ہوئی اور یہ گھبراہٹ۔۔۔ اور بعض حضرات کے الفاظ میں۔ آپ کے چہرے  
کے رنگ کا اس طرح بدلا کہ صرف اسی پہلی مرتبہ میں ہوا جبکہ آپ نبی محمد میں (دلیہ علیہ کے ہیں) تھے اور آپ  
کی عمر تھوڑی تھی۔

فرض اس کے بعد دلیہ علیہ کہتے ہیں کہ بحر میں اور میرا شوہر مستقل آنحضرت ﷺ کے پاس رہے  
اور ہم نے آپ ﷺ سے بچ چھا بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟  
آپ نے فرمایا۔

میرے پاس وہ کوئی آئے تھے جو سفید پگڑے پہنے ہوئے تھے (ی) یعنی وہ ان حضرات جبرئیل اور  
حضرت میکائیل تھے (ی) انہی دونوں میں دوسری روایت میں بھی ملتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میرے  
پاس وہ سفید رنگ کے پرندے آئے جو عقاب کی طرح تھے (فرض ان دونوں کو میدان میں سے ایک نے  
دوسرے سے کہا کہ وہاں ہیں دوسرے نے کہا ہاں۔ مگر وہ دونوں میرے قریب آئے اور انہوں نے مجھے پناہ کے  
لہو پناہ کے بعد انہوں نے میرا بچہ کھولا اس میں کوئی چیز تلاش کرنے لگے آخر انہیں دو چیز ملی گئی اور انہوں  
نے اسے باہر نکال کر پھینک دیا، مگر میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھیں۔

آگے روایت آئے گی کہ جس چیز کے بارے میں آپ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا  
چیز تھیں۔ وہ ایک سیاہ دانہ تھا جسے انہوں نے آپ کے قلب میں سے نکال کر پھینک دیا تھا (اس سیاہ دانے کے  
معلق چھپے وہاں گڑہ نکالے کہ یہ انسان کے جسم میں شیطان کا گھر ہوتا ہے اور شیطان انسان کے بدن میں نہیں  
سے اپنے اثرات ڈالتا ہے) اس حال میں روایت میں یہ بیان تفصیل سے نہیں ملتا کیا ہے اس کا ذکر بعض دوسری  
روایتوں میں آئے گا۔

ایک غریب روایت میں ہے کہ:-

”آپ ﷺ پر دو سارے پرندے آئے ان میں سے ایک نے اپنی چوٹی سے آنحضرت ﷺ کا بچہ  
کھولا اور دوسرے نے اپنی چوٹی سے اس میں برف اور لہو کا ڈال۔“

کہا جاتا ہے کہ یہ پرندے عقاب جیسے تھے انہی ہوتے ہیں اور سارے جیسے تھے۔ حضرت جبرئیل اور  
حضرت میکائیل کا عقاب کی صورت میں آنا ایک لطیفہ ہے کیونکہ عقاب پرندوں کا سردار کہلاتا ہے چنانچہ حدیث  
میں ہے کہ:-

”میرے پاس جبرئیل آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! ہر چیز کا ایک سردار ہوتا ہے انسانوں کے  
سردار تو تم ہیں، آپ ﷺ کو تمام کے سردار ہیں، تمام کے سردار صوبہ ہیں، تمام کے سردار سلطان عاری  
ہیں، صحابیوں کے سردار بلال رضی اللہ عنہ ہیں، درختوں کا سردار ”سود“ یعنی بوری کا درخت ہے۔ (سود کا لفظ لغتی جو  
ساقوں، آستان پر عرش، اعظم کی دانیں، جانب ہر کا درخت ہے جو انسانوں کے اعمال کی آخری حد ہے اور ملائکہ کے  
علم کی انتہا ہیں تک ہے اور ہر عدول کا سردار عقاب ہے۔“



بحر العلوم میں ہے :

اے گمراہ یعنی فرشتوں کے سردار حضرت سرافیل ہیں (جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے) (شہیدوں کے سردار ہابیل ہیں) (جو آدم کے بیٹے ہیں اور دنیا میں سب سے پہلے قتل کئے گئے جن کو ان کے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا) پہلے ان کا سردار جنیل موسیٰ ہے (یعنی طور پہنچی جہاں حضرت موسیٰ نے حق تعالیٰ کی تعظیم کی تھی) (جو انجیل کا سردار تھیں) اور قابیل ہے (یعنی جانوروں کا سردار) ہابیل ہے (اور درختوں کا سردار) شیر ہے۔ بعض حضرات نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے۔ سمجھوں گا سردار رمضان ہے دونوں کا سردار جہو ہے، دھماکوں کی سردار عریلی ہے، عربیت کا سردار قرآن پاک ہے اور قرآن کی سردار سورۃ بقرہ ہے۔

## ہابیل اور قابیل کا واقعہ

(ہابیل اور قابیل کا واقعہ قرآن پاک میں بھی ذکر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آدم کے ہاں ہر مرتبہ دو بیٹے پیدا ہوتے تھے جن میں سے ایک لڑکا ہو جاتا اور ایک لڑکی نہ لڑکی کی شادی اس طرح ہو آگرتی تھیں کہ ایک دفعہ کا لڑکا اور دوسری دفعہ کی لڑکی کو بیاہ دیا جاتا تاکہ اس وقت ضرورت کی بناء پر روپیٹ کی لڑائی نہ ہو مختلف نسب کے برابر قرآن دے دی گئی تھیں۔ فرض حضرت آدم کے ہاں دو بیٹے جن کے نام ہابیل اور قابیل رکھے گئے دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی چنانچہ قاعدہ کے مطابق ہابیل کی شادی قابیل کی بہن سے طے پائی اور قابیل کی ہابیل کی بہن سے ان میں قابیل کی بہن زیادہ حسین تھیں۔ اس لئے قابیل نے خدا کی کو اپنی بہن سے وہ ہابیل کی شادی نہیں ہونے دے گا بلکہ خود اس سے شادی کرے گا۔ قابیل کو حضرت آدم نے بہت سنبھالیا مگر وہ نہیں مانا۔ آخر حضرت آدم نے یہ فیصلہ دیا کہ تم دونوں یعنی ہابیل اور قابیل اللہ تعالیٰ کے نام کی بات کرو یہ کہ جس کی بات اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے وہ لڑکی اسی سے چاہو یہی چاہئے گی حضرت آدم جانتے تھے کہ ہابیل حق پر ہے اللہ تعالیٰ اسی کی بات قبول فرمائیں گے۔ فرض ہابیل اور قابیل دونوں نے اپنی اپنی بات مان لی تھوڑی دیر میں وہاں آسمانی فیصلے میں بھی ہد تھیں اس پر قابیل بہانے شروع ہونے کے بہت بعد تک وہ اور ہابیل کی جان بچاؤ میں ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا تاکہ تو میری بہن سے شادی نہ کر سکے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ اگرچہ ہابیل زیادہ طاقتور تھا مگر خدا کے خوف سے اس نے ہابیل پر ہاتھ اٹھایا نہ نہیں کیا۔

ابو جعفر باقر نے لکھا ہے کہ تو تم ان دونوں کے بیچ حاضر کرنے سے اور ہابیل کی بات قبول ہونے سے خوش تھے اس پر قابیل نے تو تم سے کہا۔

میں کی بات اس لئے قبول ہو گئی ہے کہ آپ نے اس کے لئے دعا کی تھی جبکہ میرے لئے آپ نے دعا نہیں کی۔

قاتل نے اپنے بھائی ہاتل کو ڈیرا دو سنا کیا۔ چنانچہ ایک رات جبکہ ہاتل کو چڑھا کر آگے میں دیر ہوئی تو آٹھ نے قاتل کو مال معلوم کرنے کے لئے بھیجا، قاتل وہاں پہنچا تو اس نے ہاتل کو وہاں موجود پایہ قاتل نے وہاں بھی ہاتل سے کہا کہ تیری نیا قول ہو گئی اور میری نہیں ہوئی، ہاتل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کی نیا قول کرنا ہے جو اس سے دیتے ہیں۔ یہ سن کر قاتل غضبناک ہو گیا اور اس نے بھائی پر پھر سے حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ قاتل نے ہاتل کے سر پر اس وقت چھریاں ڈالیں کہ ہاتل سوا ہوا تھا اور اس سے ہاتل ہلاک ہو گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاتل نے اس کا سر سے زور سے گھاٹو ٹھکرا کر خون کی طرح اس کو داغوں سے گناہا جس سے ہاتل ہلاک ہو گیا۔

جب قاتل نے ہاتل کو قتل کرنے کی ہمت کی تو ہاتل نے جواب میں جو کچھ کہا وہ قرآن پاک میں ذکر ہے۔

فَإِنْ سَأَلْتَهُ بِأَيِّ دِيْنٍ قَاتَلْتَنِیْ فَقَالَ یَیُّدِیْ قَاتَلْتَنِیْ فِیْہِکَ وَفِیْہِکَ اِیَّتِیْ اَعْتَابَ الْخَوَارِیْتَ فَهَاتَنِیْنِ۔

آپؑ نے فرمایا کہ

ترجمہ: اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں ہوں۔ میں تو خدا سے پروردگار، عالم سے ذرا تاہم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتل ایک نیک املاک کا آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے دل میں برا ہوا تھا اس لئے اس نے اسی بری نیت کے ساتھ بھائی کے مقابلے میں آنے کی کوشش نہیں کی جس نیت سے قاتل اس پر حملہ کرنے کی ہمت کیا اور یہ واقعہ اسی سے یہ حدیث ثابت ہو چکی ہے جس کو بخاری اور مسلم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”جبکہ وہ مسلمان تھو اس لئے کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ ﷺ کا قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے مگر مقتول کیوں جہنم میں جائے گا۔“

آپؑ نے فرمایا۔

”میں نے کہ وہ یعنی مقتول بھی مقابلے کو قتل کرنے کی فکر میں تھا۔“

یہ دوسری بات ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہو اور نہ اس کا اس جمل جاتا تو وہ بھی قتل کر دیتا۔

مگر ہاتل کا معاملہ ہاتل مختلف ہاکہ قاتل اس کو قتل کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ وہ اپنے اور ہاتل کے پاس قاتل کو قتل کرنے کا سبب بھی ہے کہ وہ اس کو مار ڈالنا چاہتا ہے مگر وہ صرف اس لئے حملہ نہیں کرنا کہ اس کے پاس کوئی ایسی کھلی ہوئی چیز ہے جس سے معلوم ہو کہ اسے ہم مذہب بھائی کو قتل کر دینا چاہئے ہے یا نہیں۔ اس لئے وہ ہاتھ روکے رکھتا ہے اور صرف خدا کے خوف کی وجہ سے چارہ دے دیتا ہے۔

عرض قاتل نے ہاتل کو مار ڈالنا چاہا مگر اب حیران پریشان کنز تھا کہ اس لاش کو کیا کرے کہ یہ تو کھلتے نہ پائے۔ بعض تحقیق لکھتے ہیں کہ ہاتل کو قتل کرنے کے بعد قاتل اس کی لاش کو ایک سال تک اپنی کمر پر اٹھائے پھر کبھی نے کھسکا ہے کہ وہ سال تک اسی طرح حیران پریشان اس لاش کو کمر پر لادے پھر تہلہ آفرانہ تعالیٰ نے وہاں دو کتے بھیجے جو انہیں میں سے ایک اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ کتوں پر تیار چڑھ گئے

اور مٹی کو دے گا اور پھر اس مرد کو لے کر اس گڑھے میں ڈال کر اسے دفن کر دے گا قاتل یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ کتنے لگے۔

یہاں آحضرتؑ ان آنکھوں پر ہاتھ ڈال کر فرمایا: **مَوَدَّ اَمْرِي مَوَدَّ اَمْرِي فَاصْبِرْ بَيْنَ التَّوْبَتَيْنِ** آپؑ سورہ مائدہ ص ۳۱  
ترجمہ: افسوس میری حالت پر، کیا میں اس سے بھی گناہگار ہوں کہ اس کو تے ہی کے برابر ہو چلا اور اپنے بھائی کی  
لاش کو چھپا دیتا سو بڑا شرمندہ ہوا۔

فرض اس طرح کو تے کے دو ہیہ قاتل کو دفن کرنے کا طریقہ بتلایا۔ قاتل کے وقت ہاتھ کی سر  
پس سال تھی آنحضرتؑ کا قاتل کے متعلق یہ لکھا ہے۔

جو مظلوم بھی قتل کیا جائے گا تو اس کے قتل کا ٹھکانہ قاتل کے ہی برابر تو م کے بنے (قاتل) پر بھی  
ہو گا کیونکہ پہلا تو یہ ہے جس نے قتل کی ابتدا کی۔ (تفسیر بیان مقرر کتب الحدیث جلد ۱ ص ۷۷۳ مرطب)  
(اس کے بعد پنجاب طبرہ کی روایت کا لکھا حصہ بیان کرتے ہیں)

اس کے بعد ہم آنحضرتؑ کو لے کر اپنے مکان پر واپس آگئے۔ وہاں میرے شوہر نے مجھ سے کہا  
کہ طبرہ اچھے دار ہے کہ کہیں اس لڑکے کو کچھ قصص نہ پہنچ جائے۔ اس لئے اس سے پہلے کہ اس طرح کی کوئی  
بات فیل آئے اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچاؤ۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ لوگوں نے کہا۔  
”اس بچے کو اس کے دوا لے کر آنا پہنچاؤ اور اس لڑکے کی ذمہ داری سے نکل جاؤ۔“

اس روایت میں یہ لکھا ہے کہ میرے شوہر نے مجھ سے کہا۔  
”میرا خیال ہے کہ تم اس بچے کو اس کی والدہ کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کا علاج وغیرہ کرانیں۔ خدا کی  
قسم اگر اس بچے کو کچھ ہوا تو وہ صرف خدا کا علاج والدوں کی طرف سے نہ ہو گا اور جلی کی وجہ سے ہو گا کیونکہ وہ  
لوگ اس بچے کی بد دوستی بہت کد کد سے جھٹکتے گئے ہیں۔“

چنانچہ دایہ طبرہ کہتی ہیں کہ ہم آنحضرتؑ کو لے کر روانہ ہوئے اور کے میں آپ کی والدہ کے  
پاس پہنچے۔

والدہ کی کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ اپنی والدہ کے پاس واپس تشریف لائے تو آپ پانچ  
سال کے تھے۔ کتاب احتیاج میں ہے کہ آپ پانچ سال ۵ سال کے تھے ابن عباسؓ کے ۵ سال ۵ سال کے تھے  
ہیں کہ آپ چار سال کی عمر میں اپنی والدہ کے پاس واپس تشریف لائے۔ اموی کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر  
چھ سال تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ بحوالہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دایہ طبرہ آنحضرتؑ کو اس والدہ  
سے پہلے حضرت آمنہؓ کے پاس لے کر گئی تھیں۔ نیز یہ کہ اس وقت آپ کی عمر دو سال چھ مہینے تھی۔ اس  
بار سے میں جو نقل کیا ہے وہ آگے ذکر ہو گا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دایہ طبرہ کہا کرتی تھیں۔  
جب آنحضرتؑ کچھ بڑے ہو گئے تو آپ ہر گھل کر بچوں کو دیکھتے ہو کھینچتے ہوتے تھے، مگر آپ

ان سے دور رہتے تھے۔ ایک روز آپ نے مجھ سے کہا۔

”توکل جان! کیا بات ہے؟ ان میں میرے بھائی، بہن نظر نہیں آتے۔“

آپ کی سرگواہی پر دودھ شریک بھائی بہنوں سے بھی جن کے ہم عداوت و حسد اور شہادت تھے اور جو حرث کی لولہ تھے (وایہ طبرہ کنتی ہیں کہ) انہوں نے تمہیں دید۔

”تم پر میری جان قرآن و حدیث بکریاں چراتے ہیں اور رات کو جا کر رات ہی کو آتے ہیں (یعنی منہ اندر میرے پٹے جاتے ہیں اور وہاں مجھے تنگ کر رہی لے کر وہیں آتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا دیا کیجئے۔

وایہ طبرہ کنتی ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ جانے لگے اور خوش خوش پہلے اور خوش خوش واپس آئے۔

(ای) اس بار سے میں وایہ طبرہ کی ایک روایت یہ گزری ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اپنے بھائیوں کے ساتھ مدینے سونپھوں کے گٹے میں تھے جو اہلے مکان کے پیچھے تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک لڑکا ہے کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ تھا جوں ہم سوئٹی چکر رہے تھے۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز میں اپنے گمراہوں سے ملنے دھوئی میں تھے اور میرے بھائی کے ساتھ میرے ساتھ تھے۔ ان تمام روایتوں میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وایہ طبرہ کنتی ہیں کہ اسی طرح ایک دن سب اپنے مقام ہی بکریوں کو لے کر چلے گئے۔ وہ ہر کلافت تھا کہ اچانک آنحضرت ﷺ کا بھائی، یعنی، میرا چنا ضرور پریشان اور بھانسا ہوا کیا اس کی خوشامی سے پیسے کے قطرے پلنگہ ہے تھے اس نے دوتے ہوئے پلنگہ کر لیا۔

توکل جان! توکل جان! جلدی سے میرے بھائی محمد کے پاس پہنچو۔ تم وہاں نہیں پہنچو گے تو وہ قسم ہو جائیگی گے۔“

میں نے پوچھا کیا بات ہو گئی اس نے جواب دیا۔  
ہم وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا وہ محمد کو اہل مدینہ وہاں میں سے بھیت کر لے گیا اور انہیں پہاڑ کی چوٹی پر لے کر چڑھا دیا۔ اسی نظر میں ان ہی پر لگی ہوئی تھیں کہ اس شخص نے محمد کا سیدہ بھیت تک چاک کر دیا۔ اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ اس کوئی نے کیا کیا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ میرا ضرور سے شاید آپ کے وہی دودھ شریک بھائی سرور ہیں جن کا نام مدینہ ہے جو مدینہ سے مدینے پہلے تھے اس نے شاید ان کو ضرور کہتے تھے۔ (حسرت کے ساتھ کہنے کے ہیں)

اس واقعہ کے بعد میں آنحضرت ﷺ کا قول ہے کہ (جب وہ شخص مجھے آکر وہاں سے لے گیا اور اس نے میرا سیدہ چاک کیا تو) میرے جو بھائی ساتھ میں تھے وہ بھاگتے ہوئے بہت سی پٹھانوں کی فوجی کریم واقعہ بتانے لگے۔ جو سکتا ہے کہ ان بھائیوں کے جانے والوں میں سب سے پہلے ضرور بہت سی پٹھانوں کا نام اٹھا۔

غرض وایہ طبرہ کنتی ہیں کہ (یعنی سے) آنحضرت ﷺ کے حلقہ میں یہ خبر سننے ہی) محمد ﷺ کے بہن اور میں روزتے ہوئے وہاں گئے مگر وہاں پہنچ کر ہم نے یہ سطر دیکھا کہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں انہوں کی طرف ہیں اور لوگوں پر جسم ہے۔ میں جلدی سے بھی اور آپ کی خوشامی کو بوسہ دید۔ پھر میں نے آپ

سے گد

”تم پر میری جان قربان ہو۔ تمہیں کیا پریشانی ہو گئی تھی؟“

کپ نے فرمایا

”میں جان آخری ہے! ابھی جبکہ میں کھڑا ہوا تھا تو میرے پاس تین کوئی آئے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک چاندنی کارہ تن تھا، یہاں اصل عبادت میں لگا رہتی ہے جس کے سنی ہیں لوگو۔ عربی میں اربعی اس پر تن کو کہتے ہیں جس میں کوئی گلی ہو گئی ہو دوسرے کے ہاتھ میں سبز زرد کا ایک مہلق تھا، تینوں مجھے ہٹا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ پھر انہوں نے کہتے سے مجھے وہاں لٹایا، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ۔ پھر وہ مجھے دوا کی کے نوپری صے میں لے گئے وہاں پہنچا کر ان میں سے ایک نے جادو کر مجھے دھن پر لٹا دیا، میرا سینہ چن تک چاک کر دیا۔ (روایتوں کے اس اختلاف کے حلق آگے تفصیل آئے گی۔ غرض آپ نے فرمایا کہ جب انہوں نے میرا سینہ چاک کیا تو اس میں انہیں دیکھ رہا تھا مجھے کوئی تکلیف ہوا اس میں نہیں ہوا۔ اس روایت میں قلب ہوا اس کے چاک کئے جانے کی تفصیل ذکر نہیں ہے۔

مکمل روایت میں دایہ علیہ کہتی ہیں کہ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے آپ کو کھڑے ہوئے دیکھا اس روایت میں ہے کہ ہم نے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے دیکھا ان دونوں باتوں میں اختلاف دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ ممکن ہے کھڑے ہونے سے دایہ علیہ کی سرواہ ہو کہ ہم نے آپ کو زانوہ سلامت پایا اور بیٹھے ہوئے سے سرواہ ہو کہ آپ اسی جگہ موجود تھے۔ ایسے ہی مکمل روایت میں ہے کہ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ کارنگ لڑا ہوا ہے۔ جبکہ اس روایت میں ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو بیٹھے مسکراتے دیکھا، کیونکہ مسکراتے سے یہ ضروری نہیں ہو تا کہ آپ گھبراہٹ ہوئے نہیں تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ نے اپنے درخانی باپ اور ماں کو پریشان طورِ قہر کی حالت میں دیکھا تو اس پر کپ مسکرا دیے ہوں۔ واللہ اعلم۔

## آنحضرت ﷺ کی گم شدگی اور بازیابی

ان اسحاق کہتے ہیں۔ فتح صدر (یعنی سینہ چاک کئے جانے کے اس واقعہ کے بعد جبکہ آنحضرت ﷺ ہجرتِ مدینہ کے چار سال کے ہو چکے تھے جب دایہ علیہ آنحضرت ﷺ کو لے کر رہی تھیں تاکہ آپ کو حضرت آمنہ کے سپرد کر دیں تو اس کے بالائی علاقے میں آپ ﷺ ایک جگہ دایہ علیہ سے کھو گئے (دایہ علیہ سخت پریشانی کی حالت میں گئے انہیں اور آپ کے دروہیدہ مطلب سے کہنے لگیں۔

”میں کچھ بات تم کو لے کر کر رہی تھی جب میں کے بالائی علاقے میں پہنچی تو وہ کہیں کم ہو گئے۔ اب خدا کی قسم میں نہیں جانتی وہ کہاں ہیں؟“

عبدالطلب یہ سن کر فوراً لپکے کے پاس کھڑے ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کے مل جانے کی دعا کرنے لگے۔ کتاب مرآۃ الدن میں ہے کہ عبدالطلب نے اس وقت یہ شعر چاہ کر دیا کہ

وَدَعَا رَبِّي وَصَلَّى  
وَدَعَا رَبِّي وَصَلَّى  
وَدَعَا رَبِّي وَصَلَّى  
وَدَعَا رَبِّي وَصَلَّى

قرآن: یہ وہ ملک میرے بیٹے کو دلائی بھیج دے۔ اس کو میرے پاس بھیج دے اور اسے میرا دست و بازو لگا دے۔

آگے ایک واقعہ آئے گا جس میں ہے کہ یہ شعر عبدالمطلب نے اس وقت چڑھا تھا جب ان کا ایک بیٹا تم ہو گیا تھا اور اسے تلاش کرنے کے لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بھیجا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سکا ہے عبدالمطلب نے یہ شعر دونوں موقعوں پر چڑھا ہو۔

(غرض جب عبدالمطلب نے دایہ عیار سے یہ ہشت تک خبر سن کر کہنے کے پاس نہ ملایا تو یہ شعر چڑھا تو انہیں آسمان سے کوثر اتاری کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے۔

تو کوہِ پین من مست ہو، لہ کاہِ دردگار موجود ہے وہ اس کوہِ سوار کے گاہوں نہ ضائع ہونے دے گا۔

عبدالمطلب نے کہا کہ ان کو ہمارے پاس کون پہنچائے گا۔ کوثر اتاری

تو تبار کی دہلی میں ٹھہری یعنی کے پاس ہیں۔

عبدالمطلب اسی وقت سوار ہو کر اس طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے درق ابن نوفل بھی گئے۔

درق ابن نوفل کے متعلق تفصیل تو یہی ہے۔ غرض جب یہ دونوں اس جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ درخت بہت زیادہ گھٹا اور شاخوں والا تھا۔ عبدالمطلب نے آپ سے پوچھا

”لا کے تم کون ہو۔“

آپ نے فرمایا کہ میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبدالمطلب ہوں۔ اس پر عبدالمطلب نے کہا

”تم میری بہان قرآن ہو۔ میں ہی تمہارا والد عبدالمطلب ہوں۔“

اس کے بعد عبدالمطلب نے آپ کو انھار سینے سے لگایا اور رہنے لگے، پھر عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو

اپنے گھوڑے پر آگے بٹھایا اور آنحضرت ﷺ کو لے کر گئے آئے۔ یہاں انہوں نے بکریاں اور گائیکیں داغ کیں اور گے والوں کی دعوت کی۔“

اتالی۔ منجبت کہتے ہیں:۔ عبدالمطلب کا آنحضرت ﷺ سے یہ پوچھنا کہ تم کون ہو، شاید اس لئے تھا

کہ آپ اس عمر میں چھتے بڑے ہو گئے تھے اس لئے عام طور پر اس عمر کے بچے نہیں ہوتے جیسا کہ اس بار سے سنا دایہ عیار کا قول بھی گواہ ہے کہ آپ اس طرح لڑکی سے بڑا رہے تھے کہ عام طور پر بچے نہیں بڑھتے (اسی لئے عبدالمطلب کو جنوں نے ایک عرصہ کے بعد آپ کو دیکھا تھا پتے کو پہچاننے میں دشواری ہوئی کیونکہ وہ نہیں پہچانتے تھے کہ آپ محمد بنی کی وجہ سے اس عرصے میں اسے بڑے ہو گئے ہوں گے)

اس واقعہ کے متعلق سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ آپ کو اپنے والد (عبدالمطلب کے بھائی) اور

ابن نوفل اور ایک دوسرا قریبی قاصد پھر ایک دونوں آپ کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے۔

کہا جاتا ہے کہ محمد ابن قلیل (یہ غامد بنی دوسرا شخص ہے جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے) آپ کو پہچانا

نہیں تھا اس نے جب آپ کو دیکھا تو بولا کہ لا کے تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا میں محمد ابن عبد اللہ ابن

عبدالمطلب ابن ہاشم ہوں عمرو نے فوراً آپ کو انھار کاپلی سولاری پر آگے بٹھایا اور عبدالمطلب کے پاس لایا۔

قرآن کریم کی اس آیت۔

وَرَوَيْتُكَ حَالًا قَهْقَرًا لَا يَشُوبُ ۳۰ سورۃ النبی ص ۱

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خیر یا سوسہ ست نکال دیا۔

کی قصیدہ میں بعض مفسرین نے آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہوئے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔  
”میں اپنے دل اور عہدِ مطلب کے پاس سے گم ہو گیا تھا اس وقت میں پھر خدا اس وقت وہ صیغہ  
عہدِ مطلب کہے گا پر وہ بکا کر یہ شعر چھٹے گئے۔

باز رہ: وہ دلی مصداق

ترجمہ: پروردگار میرے بیٹے کو اپنی بھیج دے۔

اسی وقت سامنے سے ابو جہل ایک لوتھی پر سوار آیا اور میرے دل سے اسے کہنے لگا۔

”تمہیں معلوم نہیں تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟“

انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا ابو جہل نے جواب دیا۔

میں نے اپنی لوتھی کو بٹھایا اور محمد ﷺ کو پیچھے بٹھالیا۔ اب لوتھی کو اٹھایا ہاتھ بالکل نہیں اٹھی۔ پھر میں  
نے محمد ﷺ کے آگے بٹھایا تو لوتھی فوراً کھٹ گئی۔

اگر ان سب روایتوں کو سمجھنا چاہئے تو ان میں آپس میں مطابقت پیدا کرنی ضروری ہے۔ یہ بھی کہنا چاہتا  
ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ ایک سے زیادہ مرتبہ پیش کیا ہو اس واقعہ کے کئی بار پیش آنے کا اشارہ بعض مفسرین کے  
اس قول سے بھی ملتا ہے جو انہوں نے وَرَوَيْتُكَ حَالًا قَهْقَرًا (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خیر یا سوسہ ست  
نکال دیا) کی قصیدہ میں لکھا ہے کہ جب آپ بھولے تھے تو ایک قول کے مطابق آپ اپنی دلیہ حضرت حیدرؑ کے  
پاس سے گم ہو گئے اور ایک قول کے مطابق اپنے دل کے پاس سے کھٹ گئے تھے۔

(اس کے بعد دلیہ حیدرؑ کی دلی روایت بیان کرتے ہیں۔ جس میں وہ کہتی ہیں کہ جب میں اس واقعہ کے  
بعد آنحضرت ﷺ کو اپنی حضرت آمنہؑ کے پاس لے کر پہنچی تو انہوں نے مجھ سے کہا۔  
”تو ایہ احمق! تو کس وجہ سے خود ہی لے آئیں حالانکہ تسلی تو خواہش تھی کہ یہ ابھی اور تمہارے  
پاس رہیں؟“

میں نے جواب دیا۔

”کب یہ بڑے ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم میں اپنی ذمہ داری چوری کر چکی ہوں۔ مجھے یہ زور تھا کہ کہیں  
ان کو کوئی علامت پیش نہ آجائے اسلئے اب میں آپ کی خواہش کے مطابق ان کو آپ کے سپرد کرتی ہوں۔“

حضرت آمنہؑ (کو اس پر حرمت ہوئی اور انہوں نے) کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے مجھے آج کل حضرت  
حیدرؑ کہتی ہیں کہ جب تک میں نے ان کو ساری بات نہیں بتادی اس وقت تک انہوں نے مجھ کو نہیں پھوڑا  
(پوری تفصیل سن لینے کے بعد حضرت آمنہؑ نے کہا کہ کیا تمہیں ان کے حقیقی شیطان سے خوف ہوتا تھا  
میں نے کہا ہاں اللہ کہنے لگیں۔

ہرگز نہیں! ان کی قسم شیطان ان کے پاس بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میرے بچے کی تو شان ہی نرالی  
ہے، کیا میں تمہیں ان کے حقیقی خداؤں میں نے کہا ضرور بتا دے کہ حضرت آمنہؑ نے کہا۔

”میں کے محل کے وقت مجھ میں سے ایک نور نکلا تھا جس سے ملک شام کے علاقے میں بھرتی کے

حالات تک وہ قن ہو گئے تھے۔ مگر جب میں ان سے حاملہ ہو گئی تو حمل میں قدر چکا اور آسمان تھا کہ اس سے بچا حمل میں نے بھی نہیں پایا۔ مگر جب یہ پیدا ہونے کو اس طرح باہر آئے کہ ہاتھ اٹکیں پر گئے ہوئے تھے اور سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا۔

نئی آخر اتریں کی طرف سے یہود کا خوف۔ (قال لولای علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت کان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ یہودی آسمانی کتاب اور شریعت کے سامنے والے تھے اور ان میں جسے بڑے عالم اور نبی تھے اس لئے لولای علیہ نے ان سے کہا۔

”کیا آپ لوگ میرے اس سینے کے حقیقی بچہ نکالیں گے، میں ایسے ایسے اس سے حاملہ ہوئی ماہیہ ایسے اس کو جاننا اور ایسے ایسے میں گوروں کا۔“

ولایہ علیہ نے یہ باتیں حضرت آدم سے سنی تھیں، وہ سب اس طرح بیان کیں جیسے خود ان پر گزری ہوں۔ کیا کہ حضرت آدم نے یہ سب باتیں ان سے دوسرے بیان کی تھیں ایک دفعہ اس وقت جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ولایہ علیہ کے پروردگار اور ایک دفعہ اس وقت جب ولایہ علیہ سے آپ کو ولایہ علیہ فرض جب حضرت علیہ نے یہودیوں کو وہ سب باتیں نکالیں جو انہوں نے حضرت آدم سے سنی تھیں تو وہ یہودی ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس بچے کو قتل کر دو۔ مگر انہوں نے ولایہ علیہ سے پوچھا کہ کیا یہ بچہ جہنم ہے۔ ولایہ علیہ نے کہا میں اس کے باب موجود ہیں اور میں اس کی ماں ہوں۔ یہ سن کر ان یہودیوں نے کہا کہ اگر یہ بچہ جہنم ہو تو ہم اس کو قتل کر دیں گے (کیونکہ انہوں نے قدیم آسمانی کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ ایک نئی آخر اتریں آئے والے ہیں جن کا دین سارے عالم میں پھیل جائے گا اور جن کا ہر طرف بول پانا ہو گا ان کی پیروی ائمہ وغیرہ کی ہے یہ باتیں ہوں گی اور یہ کہ وہ جہنم ہوں گے۔ ولایہ علیہ نے ان کو آپ کی پیروی ائمہ وغیرہ کی جو نصیحتات نکالیں ان کو سن کر تو یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ یہ بچہ حق ہے وہ عقیم ہستی ہے جس کی خبر امدی کتابوں میں موجود ہے۔ اسی لئے انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر جب انہوں نے حواریہ اطمینان کے لئے ولایہ علیہ سے یہ پوچھا کہ یہ بچہ جہنم ہے یا نہیں اور ولایہ علیہ نے کہا کہ میں تو ان کا شک شکم ہو گیا اور انہوں نے قتل کرنے کا ارادہ ملوثی کر دیا)

(مکمل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم نے ولایہ علیہ کو رسول اللہ ﷺ کے حمل اور پیدائش کے حالات اس وقت انہوں نے بیان کیے ہیں جب وہ آنحضرت ﷺ کو ولایہ علیہ پانچا نے آئی تھیں کیونکہ یہ حالات اتھانے سے پہلے حضرت آدم نے ولایہ علیہ سے پوچھا کہ کیا میں جس سے اپنے بچے کے حالات نکالوں اس پر ولایہ علیہ نے کہا کہ ضرور نکالیں گے۔ ان مطالب سے پتہ چلتا ہے کہ ولایہ علیہ کو ان حالات کی اس زمانے میں خبر نہیں تھی جب آنحضرت ﷺ ان کے پاس پہنچے تھے۔ اب ظاہر یہ ہے کہ مگر انہوں نے یہودیوں کو آنحضرت ﷺ کے حقیقی بچے نکالیں اس کا جو لہجہ ہے ہیں)

اقول۔ مخالف کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا یہ پوچھا کہ کیا میں جس میں ان کے حالات نکالوں اور ولایہ علیہ کا یہ جواب کہ ضرور نکالیں گے اس دوسری روایت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے حضرت آدم کو یہ یاد نہ رہا ہو کہ وہ یہ باتیں پہلے نکال چکی ہیں اور یا انہیں یہ خیال ہوا ہے کہ شاید حضرت آدم اس دفعہ کچھ اور زیادہ





یہاں ہونے کے بارے میں آتے اور یہاں ذیقعدہ کے مہینے کے میں ہر چھٹی گزرتے، پھر یہاں سے ذی الحجہ کے بارے میں پہنچتے اور یہاں حج کے دنوں تک قہر کرتے تھے اس ذی الحجہ کے بارے میں ایک نبوی قاضی کے پاس لوگ اپنے بچے لے کر آتے اور وہ ان کو دیکھ کر ان کی قسمت کی حامل نکلتا تھا (جب دایہ علیہ کا آپ جھٹکے کے ساتھ یہاں سے گزر رہا تھا اس نبوی کی آپ فطری (بی) یعنی مہربانیت اس کی نظر سے گزری اور ساتھ ہی آپ کی آنکھوں میں جو ایک (خاص قسم کی) سرفروشی تھی اس پر فطری (بی) وہ یہ دیکھتے ہی ایک دم چلتے آگے۔  
اسے کہہ دیا کہ وہاں لوگوں کے کوٹھل کر دوسرے یقیناً قہر سے دینا کے ہاتھ والوں کو قتل کرے گا، تمہارے جن کو قہر سے گاہ یہ تم لوگوں پر غالب ہو گا، یہ آسمان کی طرف سے ظاہر ہو سنے والے معاملات کو واضح رہا ہے۔“

پھر وہ آنحضرت ﷺ کی طرف چھٹا جس کے نتیجہ میں وہ اسی وقت پاگل ہو گیا اور اسی دیوانگی میں مر گیا۔

سیرت ابن دہشام میں ہے کہ بعض کے یہاں نبیوں کی ایک جماعت کا آنحضرت ﷺ کے پاس سے گزر ہوا اس وقت آپ اپنی مرضی والدہ علیہ سعدیہ کے ساتھ تھے جو آپ جھٹکے کو حضرت آدم کے پاس پہنچانے لائے تھے اور آپ کا دورہ ۱۰۰۰ ہجری ہاں کا قہر ان لوگوں نے آپ کو دیکھا اور پھر آپ کے دونوں سوطوں کے درمیان مہربانیت اور آپ کی آنکھوں کی سرفروشی کو دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے دایہ علیہ سے پوچھا کہ کیا اس بچے کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہے؟

حضرت علیہ نے کہا کہ نہیں (تکلیف تو کوئی نہیں ہے) مگر یہ سرفروشی کسی وقت بھی آنکھوں سے نکلے نہیں۔ تب ان یہاں نبیوں نے کہا۔

”ہم اس بچے کو لے رہے ہیں، ہم اس کو اپنے ساتھ اپنے ملک اور وطن میں لے جائیں گے۔ یہ بچہ فقیر اور بڑی شان والا ہے ہم اس کے متعلق سب باتھ جانتے ہیں۔“

حضرت علیہ فوراً ان لوگوں سے حج کر گئے اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس پہنچا دیا۔  
آنحضرت ﷺ کے قلب اور باطن کی صفائی۔۔۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ میں تہذیبی سعدیہ (دایہ علیہ کے پاس) کہ وہ حج تھا ایک روز جبکہ میں اپنے بھائی کے ساتھ مکان کے پیچھے بکریاں چارہ باقہا میرے پاس رکھ کر آئی تھیں جو سلیہ پکڑنے پہنچے تھے انہوں نے ایک کے ہاتھ میں ایک سونے کا طبقہ تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا۔ پھر ان دونوں نے میرا ہاتھ چاک کیا اور میرا دل باہر نکال لیا۔ پھر انہوں نے اس قلب کو بھی چاک کیا اور اس میں سے ایک سیاہ دانہ نکالا اور اس کو پیچھا دیا۔ (ی) کہہ کر کہا کہ اسے اللہ کے صیغہ یہ شیطان کا حصہ تھا (اس سیاہ دانے کے متعلق جس کو عربی میں لفظ سودا کہتے ہیں بحث کو ختم کرتا ہوں) گزر چکی ہے۔ مزید کچھ تفصیل آگے کی سطروں میں کر دی ہے۔

ایک روایت کے لحاظ اس طرح ہیں کہ (ان دونوں تو میوں نے قلب کو چاک کر کے اس میں سے سیاہ سیاہ دانے نکالے اور انہوں نے اس فرق سے کوئی انکال نہیں پیدا کیا تو کچھ ممکن ہے کہ یہ دوسرے پتہ کر دو نکلوں سے ہو گیا ہو۔

ایک روایت کے لحاظ اس طرح ہیں کہ ان دونوں نے قلب میں سے شیطان کی جگہ نکالی اس سے وہی

شیطان کا حصہ مراد ہے جیسا کہ پہلی روایت میں ذکر ہوا۔

پہلی روایت میں (جس میں آنحضرت ﷺ نے اہل عیہ کو یہ واقعہ بتایا ہے اس میں ہے کہ ان دونوں آدمیوں نے میرا چہیت پاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز تلاش کر کے نکالی اور اسے پھینک دیا یہ بتا کر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا چیز تھی۔ روایتوں کے اس اختلاف کا جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے (اس وقت تک آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر نہ دی ہو اور پھر ایسا آپ اس کا علم ہو گیا تو آپ نے دوسروں کو یہ بات بتلائی۔

گزشتہ روایت میں شیطان کی جگہ سے مراد شیطان کا مرکز ہے لیکن وہ جگہ جہاں شیطان کی طرف سے نافرمانی زائل ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے قلب میں یہ عقد سودا یعنی سیوا پیدا کیا ہے جو شیطان دوسلوں کا گھر ہوتا ہے اس کو آنحضرت ﷺ کے قلب سے نکال دیا گیا اور اس طرح آپ کے جسم مہدک میں ایسی کوئی جگہ نہیں رہی جہاں شیطان کوئی دوسرا ذل سکے (یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ اس سیوا دانی کے ساتھ آپ کو پیدائش کی عفت یہ تھی کہ آپ کی تخلیق مکمل ہو اس میں کوئی کمی اور نقص نہ ہو)

بعض معجزات کی عبادتوں سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ پیدائش کے وقت (جبکہ یہ سیوا دانی آپ میں موجود تھا اس وقت یہ شیطان کا مقام تھا، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مطلب ہے اس شیطان کی جگہ کے نکالے جانے سے پہلے آپ ﷺ کے جسم اطہر میں شیطان کی تھی تھی۔

لام نکلی نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ شیطان دوسلوں کو سونے والی جگہ کے موجود ہونے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اسی وقت اس میں شیطان اس سے نکل جائے۔

لام نکلی سے سوال کیا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے صحیح شریف و عظیم ذات میں ایسی چیز کو پیدا کیا کیوں کہ (و شیطان دوسلوں کا مرکز بن گئی ہے۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اس شیطان کی جگہ کو پیدا ہی نہ فرماتے۔

لام نکلی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ عقد سودا یعنی شیطان کا حصہ انسان کے بدن کا ایک لازمی جز ہے اس واسطے اس کو آنحضرت ﷺ کے جسم مہدک میں پیدا کرنا اس لئے کیا گیا کہ آپ کی تخلیق اور جسمانی عفت مکمل ہو اور اس کو بعد میں نکال اس لئے دیا گیا تاکہ آنحضرت ﷺ کی عفت و کرامت ظاہر ہو۔ (ی) یعنی تاکہ اس طرح مخلوق کے سامنے آپ کی عظمت و مصومیت اور بلند پای ظاہر ہو اور جس طرح آپ کے باطن کا کمال لوگوں کے سامنے ظاہری طرح آپ کے ظاہر کا کمال بھی سامنے دے۔ (ی) نیز یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ کو اس سیوا دانی کے بغیر پیدا کیا جاتا تو آپ کا یہ اعزاز اور کرامت سامنے نہ آتی جواب آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر برگ فرشتوں کو آپ کے پاس بھیجا جنہوں نے آپ کا سید چاک کر کے اس سیوا دانی کو جسم مہدک سے نکال دیا اور اس کے نتیجے میں اس نعرے کو کہتے اور سننے والوں کے دل آنحضرت ﷺ کی عظمت سے اٹھ گئے۔

(یہ بحث پیچھے بھی گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تخلیق کو علم رکھنے کے لئے اگر جسم مہدک میں یہ سیوا دانی نہ کیا جاتا تو اعتراض ہوتا ہے کہ آپ عتد شدہ پیدا ہوئے جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ اس جسمی کے بغیر پیدا ہوئے جو عتد کے وقت کافی ہوتی ہے اور جس کے ساتھ ہر انسان پیدا ہوتا ہے تو یہی بھی

تکلفی اور ہسانی بیعت کے مکمل یا مکمل ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں فرق ہے کہ حضور کامل کی اس بیعت کو بعد میں غتہ کے وقت کاٹا جاتا ہے اور اس وقت اس کی وجہ سے عروہ کے جسم کے پھٹیدے جیسے دو سرخوں کے سامنے آتے ہیں جس سے اس کی بیعت پر دیکھی جاتی ہے۔ اب دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کی ہسانی بیعت میں اگر یہ کوئی قصور اور کمی تھی تو یہی آپ ﷺ کی تکلفی میں زبردست کمال قرار کہ اس شخص کو یہ کی وجہ سے آپ اس بیعت پر دیکھی سے محفوظ رہے جس کا تقریباً ہر شخص کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے اس جملی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ ایسے تھے جیسے ایک غتہ شدہ کوئی ہوتا ہے اور اسی لئے آپ کی غتہ کرانے کا ضرورت نہیں پیش تھی۔ اس بارے میں تعلیمی بحث کو غتہ و غلبہ میں گزر چکی ہے کہ آپ کی غتہ کرانی کئی یا نہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد عبدالمطلب نے آپ کی غتہ کرانی تھیں۔ ان روایتوں کے مصلحتی تحصیل جدول میں ذکر کیا جاسکتی ہے)

علامہ سبکیؒ نے اس بارے میں جو یہ کہہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کے قلب میں یہاں تو خدا انہوں نے لکھا ہے :-

”چونکہ صحتی انسان کی مٹی سے پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ حضرت جبرئیلؑ کے ہاتھ مبارک سے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ شیطان کی اس جگہ سے محفوظ رہے (یعنی انسان کے قلب میں جو یہاں تو ہوتا ہے وہ حضرت صحتیؑ میں نہیں تھا کیونکہ وہ انسانی مادہ سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے پیدا ہوئے اس لئے ان کے قلب میں شیطان کی یہ جگہ نہیں تھی) بلکہ حریف کہتے ہیں کہ اس سے آنحضرت ﷺ پر حضرت صحتیؑ کی نصیبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ شیطان کی یہ جگہ آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر میں سے نکال دی گئی تھی۔ یہاں تک علامہ سبکیؒ کا کلام ہے۔

یہ اٹکایا جا چکا ہے کہ یہ یہاں تو ہوتا ہے جس میں شیطان ایسی باتیں ڈالتا ہے جو مناسب نہیں ہوتیں اور یہ یہاں تو ہر انسان میں پیدا کیا جاتا ہے جن میں صحتیؑ کے بھی خالقوں کے ساتھ ہر ایک کے ہوتا ہے لیکن سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی کے قلب میں سے اس کو نہیں نکالا گیا۔

(اس بارے میں جو اٹکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ یہاں تو آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک میں جب پیدائش کے وقت موجود تھا تو اس کا مطلب ہے کہ اس وقت جسم مبارک میں شیطان کے لئے راستہ اور جگہ موجود تھی۔ اس کا جواب لام سبکیؒ کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے کہ کسی ایسی جگہ کے موجود ہونے سے جس میں شیطان کو سوسے ڈالے جاسکتے ہوں یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں ای وقت یہ وسوسے موجود ہو چکے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آنحضرت ﷺ کی حفاظت مقصود تھی تو شیطان کو قلب مبارک میں جس وسوسے ڈالنے کی کیا پہل ہو سکتی تھی۔ اگر حق تعالیٰ - اس یہاں تو قلب مبارک سے نہ نکالتے تب بھی اس حفاظت کے سامنے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک میں شیطان کو سوسے ڈالنے کی طاقت نہیں تھی لیکن جیسا کہ بیان ہوا اس واقعہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ کی عظمت ظاہر فرمائی مقصود تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس یہاں تو کے بغیر بھی پیدا فرما سکتا تھا لیکن اگر آپ اس کے بغیر پیدا ہوئے ہوتے تو کرامت و عظمت کا یہ اظہار نہ ہوتا)

(اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے اس بارے کا بغیر حصہ بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ

ان دونوں آدمیوں نے پھر میرے قلب سے وہ سیارہ نکال کر ٹھیکہ یا پھر انہوں نے اس برف سے میرا قلب دھوپا (دی) اور کہ ایک روایت میں اس کے ساتھ قند غرض انہوں نے میرے قلب کو حمر کا رنگ پاکیزہ صاف کر دیا۔ (ی) (ایک روایت میں ہے کہ اور اس کو عسکت اور ایمان سے بھر دیا۔

(ی) (ایک روایت میں ہے کہ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مجھے سختی (یعنی وہ قند و طعینان کہو) اور پھر اس نے وہ سختی میرے قلب میں ڈال دی۔ جس سختی یعنی وہ قند و طعینان کا یہاں ذکر ہے ممکن ہے یہ وہی عسکت و ایمان ہو جس کے متعلق دوسری روایت میں گزرا ہے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سختی یعنی وہ قند و طعینان دوسری ہی چیز رہی ہو۔

اس گزشت روایت میں اور آنے والی روایت میں کہا گیا ہے کہ وہ عسکت یا طعینان (جو ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کے ہاتھ میں تھا) وہ سونے کا تھا جسکے اس سے کچھلی روایت میں ہے کہ وہ سبز تر کا تھا اس بارے میں ضرورت ہے کہ وہ دونوں میں موافقت پیدا کی جائے اس کا آگے ذکر کیا جا رہا ہے۔

ایسے ہی آنے والے روایت میں ہے کہ برف ایک طشت یعنی طعینان میں تھا اور اس سے کچھلی روایت میں گزرا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا ایک برتن تھا یعنی برتنی جو ٹوٹی ہوئی برتن کو کہا جاتا ہے) یہاں انہی دونوں روایتوں میں مطابقت پیدا کرنی ضروری ہے کہ وہ دایہ طیر کے پاس رہتے ہوئے قیام آئے والا واحد ایک ہی ہے۔

آپ کے قلب مبارک کو برف سے دھونے میں عسکت ہے کہ دل میں یقین اور ایمان کی عسکت پیدا کر دی گئی یہ علامہ سبکی نے لکھا ہے۔ اسی طرح انہوں نے سونے کا طشت ہونے میں جو عسکت ہے اس پر بحث تفصیل سے لکھا ہے۔

(اس کے بعد اسی روایت کا بیڑہ صراحت کرتے ہیں کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہوں نے میرے دونوں موٹے حوں کے درمیان سر نہایت دکھائی جیسے کہ وہ لب بھی موجود ہے (کچھلی روایتوں میں سر نہایت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے)

(سیرت حلبیہ نمبر ۲۰۵) کے گزشتہ صفحہ ۱۷ میں ایک حدیث ذکر ہوئی ہے کہ قبیلہ بنی عامر کے ایک بڑے شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ سوالات کئے اور پوچھا کہ آپ نے ظہری کا جو دعویٰ کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اس کے سوالات پسند آنے اور آپ نے تفصیل سے اس کو جواب دیا۔

اذن صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں کہا گیا ہے کہ اس کا آخری دور مکمل صراحت و فصاحت (یعنی رد و دہش کے بیان میں آئے گا) یہ آنحضرت ﷺ کے اسی جواب کا بیڑہ صراحت ہے جو آپ نے بنی عامر کے بھائی کو دیا ہے۔

جب میں قبیلہ بنی سعد میں (دایہ طیر کے پاس) کہو وہاں تھا تو ایک دن میں گھر والوں سے ملے اور اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ دہلی میں بیٹھا اور اتفاقاً کہ میرے پاس تین ٹوٹی آنے کے ساتھ سونے کا ایک طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا وہ لوگ مجھے میرے ساتھیوں کے چاق میں سے پکا کر لے گئے۔ میرے ساتھی (یہ دیکھ کر) بھاگے ہوئے دہلی کے کنارے چ آئے اس کے بعد وہاں تینوں آدمیوں کے سامنے آئے اور بولے۔

آپ اس لڑکے سے کیا چاہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں ہے بلکہ یہ سردار قریش کا بیٹا ہے۔ یہ ہمارے

قبیلہ میں دودھ پیتا ہے یہ حتمی ہے اس کے باپ نہیں ہیں اس لئے اس کو قتل کرنے سے آپ لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا لیکن اگر آپ کی نہ کسی کو قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو ہم میں سے جسے چاہے انتخاب کر لیجئے وہ اس قریبی کے بدلے آپ کے سامنے آجائے گا آپ اسے قتل کر دیں مگر اس لڑکے کو چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ حتمی ہے۔

مگر چوں کہ وہ بیکار ہو، لوگ کوئی جواب ہی نہیں دیتے تو وہ بھاگتے ہوئے ہستی میں گئے اور پھر پکار کر انہیں ہاتھ دھانسنے لگے اور چلنے لگے۔

لو عربان تینوں کو یہاں میں سے ایک میری طرف بلاؤ اور اس نے مجھے آہستہ سے زمین پر اتار دیا۔ پھر اس نے میرا سیدھیٹ تک چاک کید میں یہ سب بکھو دیا۔ رہا تھا مگر مجھے معمولی سا بھی احساس اور تکلیف نہیں ہوئی۔ پھر اس نے میرے پیٹ کے اندر کی چیزیں نکالیں (حدیث میں اس کا قصہ بھی لکھا ہے جس کے معنی ہیں پیٹ کے اندر کی چیزیں اس کا مشاعرہ عربی میں ہڈیوں کے باہر کے اندر کی چیزیں کو اور انہوں نے فریاد کیا کہ ہاتھ ہے جنہیں اس شخص نے نکالے اور ان کو اس طرف سے خوب، ابھی طرف دھویا (جو وہ سونے کے عطشت میں لے کر آئے تھے) پھر انہوں نے ان کو انہی ہاتھ کی جگہ پر رکھ دیا۔

مکمل روایتوں میں پیٹ کے اندر کی چیزیں نکالنے اور ان کو دھوئے جانے کی تحصیل ذکر نہیں کی گئی ہے۔ یہ بات مکمل ہوئی ہے کہ پیٹ اور پیٹ کے اندر کی چیزیں قلب بھی شامل ہے (یعنی اس حدیث میں قلب بکھرا کر خاص طور سے نہیں کیا گیا پیٹ اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بکھرا کر ہے جس میں قلب بھی شامل ہے) (پھر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ان میں سے دوسرے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کے پاس سے بہت حدیث روایت کیا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈالا اور میرا دل باہر نکالا جبکہ میں یہ سب بکھو دیتا رہا تھا پھر اس نے دل کو پھر اٹھائی کہ وہ دل اس میں سے ایک سیاہو توڑا نکالا جس کو مکمل طور پر سیاہی میں گھسا گیا ہے اور اس کو پیچک دیا، پھر اس نے اپنے ہاتھ سے اس طرح مشاعرہ کیا جیسے کوئی چیز بکھرا رہا ہے اچانک اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر نظر آئی جو ایسی چمک دیتی تھی کہ اس پر نظریں نہیں ٹھہرتی تھیں پھر اس نے اس سے میرے دل پر مہر لگائی۔ (یہ ساتھی دل کو وہاں جو ڈوبنے کے بعد اس مہر کے گھٹے سے دل نور سے بھر گیا۔ یہ نور نبوت اور نعمت کا نور تھا۔ پھر اس نے دل کو اس کی جگہ پر انہی ہاتھ دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مہر کی لعنت کا پہنچنا دل میں محسوس کر رہا ہوں۔“

## مہر نبوت

### نیز قلب مبارک کا مہر زد کیا جاتا؟

مکمل روایت میں لفظ نور نبوت اور نعمت کے بجائے یہ ہے کہ پھر اس نے دل کو نعمت اور ایمان سے بھر دیا اور حدیث طبعیہ میں اس میں دل دیا (اسی طرح دل میں مہر کی لعنت کا محسوس کرنے کے بجائے ایک روایت میں ہے کہ میں اب تک کہ کوئی نور جو دل میں اس مہر کی لعنت کا محسوس کر چاہوں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: شیخ محمد الدین غنی نے مولانا ابنی مائتہ سے اس حدیث کے تحت جو غنی

عامر کے بیٹے کے متعلق ہے یہ بھی لکھا ہے کہ :-

پھر وہ فرشتہ سامنے آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سر تھی جس سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، پھر اس فرشتے نے وہ سر آنحضرت ﷺ کے دونوں موڑوں میں اور دونوں چھاتیوں کے بیچ میں لگا دی۔ تو راتوں کا یہ اختلاف قائل خود ہے۔

گجلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس فرشتے نے ہمارے دل کو چیرا (یعنی کھولا۔ بظاہر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کے قلب کو فرشتے نے ہاتھ سے چیرا کسی آنے یعنی لور کی مدد سے چاک نہیں کیا۔ قلب گویا چاک کرنے سے مرویہ ہو گئی کہ آپ کا قلب بغیر کسی آنے کے چر گیا یعنی کھولا گیا۔ اس روایت میں دل کو حکمت خود ایمان سے بھر دیتے ہیں اس میں مطمئن ہو اور ہمارے دل دینے کی تفصیل ذکر میں کی گئی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ سر آپ کے قلب مہدک میں تھی۔ اس سے گجلی روایت میں ہے کہ دونوں موڑوں کے بیچ میں تھی۔ لور ایسی حالت کی روایت میں ہے کہ دونوں موڑوں میں اور دونوں چھاتیوں کے بیچ میں تھی۔ ان میں مطابقت کی ضرورت ہے۔ نیز بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر لگانے والے حضرت جبرئیل ہیں۔ قصیدہ مزنیہ کے شاعر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

نَحْنُ بَعَثْنَا الْأَمِينِ

اس سلسلے میں ضروری تفصیل آگے آئے گی مگر اس واقعہ میں میں بلکہ دوسرے واقعہ کے تحت میں آئے گی اللہ اعلم۔

(اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے اسی ارشاد کا جزیہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”پھر تیسرے نے اپنے ساتھ آگئی سے کہا کہ تم بہت جلد۔ بہت گیا تو اس نے میرے سینے سے ہونٹ نکال لیا ہاتھ پھر اس کے سینے میں اندھ خالی کے غم سے وہ چاک لار پھینا براہ ہو گئی اور پھر اس نے اس پر سر لگائی۔“

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اسے ہی دو۔ چنانچہ اس نے ہی دیا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ سی دینے کا مطلب ہے کہ گوشت سے بھر دینا چنانچہ دوسرے نے اسے ہی دیا یعنی گوشت سے بھر دیا۔ یعنی اس چاک پر اپنا ہاتھ پھر اس سے وہ جگہ گوشت سے بھر کر براہ ہو گئی۔ اب یہ بات گجلی روایت کے خلاف نہیں رہی۔ (جس میں سی دینے کے بجائے چاک کو براہ کر دینے کا ذکر ہے۔ اسی طرح ایک حدیث صحیح میں اس کے متعلق جو قضا ہیں وہ بھی اس روایت کے بعد صاف ہو جاتے ہیں) (وہ لفظ یہ ہیں کہ)

”آنحضرت ﷺ کے سینہ مہدک پر سوائی (یعنی ناکوں) کا نشان نظر آتا تھا۔“

کیونکہ ممکن ہے اس سے مرویہ ہو کہ اگرچہ نشان نظر کیا کرتے تھے جیسے سوائی کے نشان ہوتے ہیں۔ یہ حضرت جبرئیل کے ہاتھ پھر نے کا اثر تھا وہ آنحضرت ﷺ کے سینہ مہدک پر نظر آتا تھا۔ یہ تفصیل گجلی

روایتوں میں بیان نہیں کی گئی ہے۔

(مکمل روایت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس چاک کو برادہ کر دینے کے بعد کھانوں نے اس پر سر لگائی۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سر آپ کے سینہ پر تھی۔ لیکر بات اہل عاقلانہ نے بھی کی ہے کہ سر آپ کی دونوں چھاتیوں کے درمیان میں تھی۔ مگر اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں سوط حوں اور دونوں چھاتیوں کے بیچ میں سر تھی۔ لہٰذا یہ بھی ایک دوسری گزری ہے کہ سر آپ کے قلب مبارک میں تھی۔

لیکن سب روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے سر میں سب جگہوں پر ہی ہو یعنی آپ کے قلب مبارک میں بھی ہو، سینہ پر بھی رہی ہو اور دونوں سوط حوں کے درمیان میں بھی ہو۔ تو کوہا دل میں اس لئے سر لگائی گئی کہ اس میں جو جگہ حکمت و ایمان ہے اس کی حفاظت ہو۔ پھر سینے اور سوط حوں پر بھی اسی کی اور زیادہ حفاظت کے لئے سر لگائی گئی ہوں کیونکہ تمام جسم کے مقابلہ میں سینہ دل کا زیادہ قریبی طرف اور غائب ہے (یعنی جس میں دل رکھا ہوا ہے) پھر اس کے لئے دونوں سوط حوں کے بیچ کی جگہ اس لئے بھی لگائی کہ باقی جسم کے مقابلہ میں یہ حصہ دل سے زیادہ قریب ہے (جس کی حفاظت کر لی ہے)۔

اس روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے ایک بات کتاب فقہاء میں بھی لکھی ہے۔ وہ یہ کہ اصل سر آپ ﷺ کے سینہ پر تھی، اب رہی سوط حوں کے درمیان کی سر تو وہاں ہی تھیں کہ سر کا زور و نشان قلم مگر پہلی بات جو اوپر ذکر ہوئی وہ اس سے زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ ”پھر اس نے میرے دونوں سوط حوں کے بیچ میں سر لگائی۔“

اس روایت میں دل میں سر رکھے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات بھی ٹھیک نہیں ہے کہ سینے سے دل حرا لیا جائے (یعنی یہ کہا جائے کہ سینہ کے سے آپ کا مقصود دل ہے) کیونکہ اس صورت میں اس روایت میں سینے کی سر کا معاملہ ختم ہو جائے گا (بند صاف انگوٹھوں میں اسی کا کر ہے)۔

اسی بات کا ایک جواب علامہ حافظ ابن جریر نے بھی دیا ہے کہ ممکن ہے سر قلب پر ہی ہو مگر اس کا نشان اور اثر آپ ﷺ کی کمرے یا نہیں سوط سے کے پاس ظاہر ہو گیا ہے اس لئے کہ دل یا نہیں طرف ہی ہو جاتا ہے مگر اس جواب سے بھی وہی پہلی بات زیادہ واضح اور دل تھی ہے کیونکہ ان دونوں جوابوں میں یہ اٹھل ہے کہ آپ کے یا نہیں سوط سے کے قریب جو سر تھی وہ تو وہ سر نبوت تھی جو پیدا انکی تھی اور جو آپ ﷺ کی نبوت کی ایک علامت اور نشانی تھی (لیکن سر نبوت کے ساتھ تو آپ پیدا ہوئے تھے جو آپ کے یا نہیں سوط سے کے قریب تھی اور جو آپ کی نبوت کی ایک پیدا انکی علامت تھی۔ اور جو سر آپ کا سینہ چاک کے چلنے کے وقت لگائی گئی وہ سر نبوت نہیں تھی بلکہ وہ اس حکمت اور ایمان کی حفاظت کے لئے بعد میں لگائی تھی اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ بعد ازاں ہر دل پر لگائی گئی اور اس کا نشان آپ کے یا نہیں سوط سے پر ظاہر ہو گیا تو یہ بات غلط ہو جائے گی کیونکہ جو سر یا نہیں سوط سے پر تھی وہ کسی اندرونی سر کا نشان نہیں تھی بلکہ وہ تو پیدا انکی تھی اور سر نبوت تھی ایسا بات صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔

کتاب فضائل صغریٰ میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کی کمرے پر سر نبوت ٹھیک دل کے مقابلے میں لگائی گئی جہاں سے شیطان آنحضرت ﷺ کے سوا ہر دلوں کے بدن میں گھسٹتا ہے (یعنی یا نہیں طرف تھی) جبکہ دوسرے تمام خطیروں کی سر نبوت قلم کی کمرے یا نہیں طرف تھی۔ چنانچہ کتاب



مصدق کہ میں وہی ہیں جس کی روایت ہے۔

مصدق تعالیٰ نے پہلے ہی بھی یہ فرماتے ہیں سب کی نبوت کی علامت ان کے دائیں ہاتھ میں تھی (یعنی دائیں ہاتھ کے موطا کے قریب تھی) لیکن رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشانی آپ کے دونوں موطا حوں کے بیچ میں تھی۔ ”یہاں تک وہی ہیں جس کی روایت ہے۔“

لیکن میں نہیں جانتا کہ دوسرے مؤرخوں کی نبوت کی یہ نشانیاں کیا تھیں۔

علامہ شہاب قسطلانی نے کتاب فضائل کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

”یہ قول کہ مر نبوت آپ کی کمر (تھیک دل کے مقابلے میں نکائی تھی جہاں سے شیطان آپ ﷺ کے سوا دوسروں کے بدن میں گھسٹتا، اما غافل ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا دوسرے نبیوں کے جسموں میں شیطان کے داخل ہونے کا راستہ مر بند نہیں کیا گیا تھا اس قول کو ماننے سے جو ناگاہ مطلب نکلتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس سے زیادہ ظاہر ہے سر وہایت اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں تک قسطلانی کا کام ہے۔“

(مواضع اس اعتراض کا جواب اسچے ہوئے کہتے ہیں) یہ جو قول ہے کہ ”جہاں سے شیطان آنحضرت ﷺ کے سوا دوسروں کے بدن میں گھسٹتا ہے۔“ اس سے یہ ماری جا سکتی ہے کہ جہاں سے شیطان آنحضرت ﷺ کے سوا دوسرے نبیوں کو بھڑا کر کوئی کے بدن میں گھسٹتا ہے۔ کیونکہ سب لوگ ان بات کو جانتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ظہیر شیطان سے پوری طرح محفوظ ہیں اور مصوم ہیں اور ان تمام انبیاء جسم اسلام میں آنحضرت ﷺ کو یہ خصوصیت بخشی گئی ہے کہ شیطان کے داخل ہونے کے اس راستے کو مر بند بھی کر دیا گیا تاکہ شیطان سے اور زیادہ حفاظت ہو اور آپ کے جسم مبارک کی طرف وہ لالچ بھی نہ کر سکے۔ سحر حال یہ بات قابل غور ہے۔

(اور یہ کی سطور میں شیخ صدوق کے وقت کی مر کے بارے میں وہ قول بیان کئے گئے ہیں کہ یہ مراحل میں بدل پر لگائی گئی تھی اور اسی کا نشان کمر پر دونوں موطا حوں کے بیچ میں ظاہر ہو گیا تھا اس پر یہ اعتراض تھا کہ دونوں موطا حوں کے بیچ میں جو مر تھی وہ خود مر نبوت تھی جو آپ کے بدن مبارک پر پیدا ہوئی تھی) مگر اس پر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض علماء قریبی مانتے ہیں کہ مر نبوت پیدا ہوئی نہیں تھی بلکہ بعد میں لگائی گئی تھی۔ اس سے ممکن ہے کہ حافظ ابن حجر اور قاضی عیاض کے جو قول اوپر بیان ہوئے وہ اسی جذبہ پر ہیں کہ مر نبوت (پیدا ہوئی نہیں بلکہ بعد میں بدل پر لگائی گئی اور اس کا نشان کمر پر ظاہر ہو گیا) اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مر نبوت پیدا ہوئی نہیں تھی بلکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد لگائی گئی (تو بھی یہ شیخ صدوق کی مر سے پہلے کی ہے کیونکہ ابو حمیم سے ان کی کتاب دلائل النبوة میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو (ایک) فرشتے نے آپ کو نچو ہد پانی میں نہایا اس کے بعد اس نے ایک سفید رنگی چھیلی نکالی اس میں ایک مر تھی جسے اس نے ایک صاف خمرے قطرے کی طرح آپ کے موطا سے پر لگادیا۔

اس روایت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مر نبوت اس شیخ صدوق کی مر کا نشان نہیں تھی (کیونکہ اول تو اس روایت میں صاف بیان ہے کہ مر نبوت دونوں موطا حوں کے بیچ میں لگائی گئی اور دوسرے یہ کہ شیخ صدوق کا

واقعہ اور اس وقت لکائی جانے والی ہر آپ کی ولادت کے سمت بعد کا واقعہ ہے جبکہ آپ دایہ طبرہ کے پاس تھے اور پاؤں پٹنے لگے تھے)

علامہ سبکی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مریض مرنوت تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جو آنحضرت ﷺ کے دور میں پینے کے نہانے کی ہے اور حق صدور (سینہ چاک کے جانے) کے واقعہ کے حلقے ہے اس سے واقعہ زیادہ مکمل کر سامنے آتا ہے یعنی مرنوت کے حلقے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ آپ کے جسم مبارک پر پیدا ہوئی ہے یا آپ کی پیدائش کے فوراً بعد لکائی گئی یا آپ کو نبوت ملنے کے وقت لکائی گئی۔ چنانچہ اس حدیث سے یہ بات مکمل جانی ہے کہ وہ کب لکائی گئی، کیسے لکائی گئی اور کس نے لکائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علم میں رکھ سکے۔

حافظ فرماتے۔ یہاں تک علامہ سبکی کا کلام ہے۔ (یعنی ابو نعیم کی اس روایت میں مرنوت کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے علامہ سبکی کے نزدیک یہ آنحضرت کی پیدائش کے وقت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ آپ دایہ طبرہ کے یہاں رہتے تھے اور وہاں حق صدور یعنی سینہ چاک کے جانے کا واقعہ پیش آیا۔)

اس بارے میں علامہ حافظ ابن حجرؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ :-

وہ تمام حدیثیں جن میں سینہ چاک کے جانے اور مرنوت کے جانے کا ذکر ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنوت آپ کے جسم مبارک پر آپ کی ولادت کے وقت موجود نہیں تھی بلکہ یہ پہلی بار اسی وقت رکھی گئی جبکہ دایہ طبرہ کے پاس رہنے کے نہانے میں آپ کا سینہ چاک کیا گیا اور اسی وقت مرنوت لکائی گئی یہی بات ابن عساکر کے قول کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مرنوت آپ کے جسم میں پیدا ہوئی تھی یا یہ کہ اس وقت رکھی گئی جب آپ پیدا ہوئے۔ یہاں تک حافظ ابن حجرؒ کا کلام ہے۔

مگر اس سلسلے میں ہم نے یہ بات کہی ہے کہ مرنوت اور چیز ہے اور سینہ چاک کے جانے کے وقت جو مرنوت لکائی گئی اور دوسری چیز ہے (یعنی مرنوت نہیں تھی یا یہ بات زیادہ بہتر ہے کہ نہ لکھنا تھی۔ دونوں قول مان لئے جاتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے خلاف نہیں رہتے) کیونکہ اس طرح یہ قول کہ مرنوت اپنی تھی یا اس صحیح ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد مرنوت ہے اور یہ قول کہ مرنوت اپنی نہیں تھی بلکہ حق صدور کے وقت لکائی گئی ہو اور مست ہو جاتا ہے کہ یہ مرنوت نہیں تھی بلکہ یہ مر اس سخت اور ایمان کی حفاظت کے لئے لکائی گئی تھی۔ جو آپ کے قلب مبارک میں ڈالا گیا تھا اس طرح دونوں قول صحیح ہو جاتے ہیں یعنی درست قرار پاتے ہیں اور دونوں قول صحیح کو زیادہ بہتر ہے۔ نسبت اس کے کہ مرنوت کے پیدا ہونے کے قول کو کثرت کہا جائے۔ بلکہ اگر یہ لکھا جائے کہ حق صدور کے وقت لکائی جانے والی مریض مرنوت ہے تو یہ بھی ناجائز ہے تاکہ مرنوت کی جگہ مرنوتوں میں سے ایک کے لکھنے میں بھی جہت ہو۔

اس کے جواب میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس اعتراض کو پہلے ہی صاف کیا جا چکا ہے کہ آپ کے مرنوتوں کے درمیان جو مرنوتیں آپ کے دل اور سینے کی سرکاری نشان قرار دی گئیں ان میں سے یہ بات ملاحظہ ہو جاتی ہے (اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ کے دونوں مرنوتوں کے لکھنے میں مراد بھی لکھی گئی (یعنی وہ کسی دوسری چیز کا نشان نہیں تھی بلکہ خاص اسی جگہ مراد بھی لکھی گئی تھی) اس کے علاوہ بعض ایسی روایتیں بھی گزر چکی ہیں جن میں صاف ذکر ہے کہ (حق صدور کے وقت) ان وقت کیا اس کے ہاتھ میں مرنوتیں تھیں اس لئے آپ کے دونوں مرنوتوں اور دونوں چھاتیوں کے لکھنے میں دیکھا گیا۔

پھر یہ کہ اگر شق صدر کی سر کوئی سر نبوت بنا جائے تو ایسے بھی بنا سکتے ہیں تاکہ یہ سر آپ کی نبوت کے وقت بھی لائی گئی ہو۔ پھر سمران کے وقت بھی لائی گئی۔ کیونکہ نبوت کے واقعہ میں بھی ذکر ہے کہ (فرشتے نے انکو) مجھے اس طرح لٹکا کر دیا جیسے برتن کو انکا کر دیا جاتا ہے اور پھر میری کمر میں سر رکھ دی۔ ان دونوں واقعوں سے بھی یہ قول غلط ہو جاتے ہیں کہ آپ کی کمر دونوں دونوں کے بیچ میں جو سر تھی وہ اس سر کا نشان تھی جو آپ کے سینے اور قلب میں موجود تھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبوت اور سمران کے واقعہ میں جس سر کا ذکر ہے وہ سر نبوت نہیں ہے بلکہ وہ نبوت قرآنی سر کا نشان اور اثر ہے جو آپ کے وجود پہنچنے کے زمانے میں آپ کے سینے اور قلب میں لٹائی گئی تھی۔ پھر نبوت اور سمران دونوں کے موقعوں پر اسی نشان پر دوبارہ سر لٹائی گئی۔

مگر اس میں یہ اشکال ہو گا ہے کہ ایک ہی جگہ پر بد بار سر لٹائے جانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا مقصد حفاظت میں زیادتی ہے کیونکہ یہ زیادتی تو اس طرح ہوتی کہ کئی جگہ سر لٹائی جاتی جہاں ایک بار سر کے ذریعہ حفاظت کی جاسکتی ہے وہاں دوبارہ سر بار لگانے کا کیا مطلب!

پھر یہ بات (کہ سر نبوت صرف اس سر کا عکس اور نشان تھی جو دوسرے طریقے کے پران آپ کے وجود پہنچنے کے زمانے میں لٹائی تھی) خود ہی لوگوں کے اس قول کے خلاف ہو جاتی ہے کہ تینوں جگہوں پر سر نبوت لٹائی گئی تھی (جس کا مطلب ہے کہ فرشتے کے پاس جو سر تھی اس سے انہوں نے تینوں جگہوں پر ٹپتہ لگایا) حالانکہ سمران کے واقعہ میں جو قول ذکر ہے کہ پھر اس فرشتے نے سر نبوت کی سر آپ کے دونوں موطوں کے درمیان میں لٹا دی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سر نبوت کو آپ کے دونوں موطوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا اور نہ سر نبوت سے ٹپتہ لگانے کے کوئی معنی نہیں ہوتا۔

یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر سر نبوت اور دوسری سروں کو ٹپتہ ٹپتہ چلیں بنا جائے تو حدیث کے اس الفاظ کا کیا مطلب ہو گا کہ پھر سر نبوت سے سر لٹائی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ خود آنحضرت ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ روایت بیان کرنے والے کے الفاظ ہیں پھر یہ کہ عکس ہے کہ اس الفاظ سے روایت کی مرویہ ہو کہ ”پھر سر نبوت کے ساتھ سر لٹائی گئی۔“ (کیونکہ عربی میں دونوں باتیں ایک ہی طرح کی جاتی ہیں صرف کہنے والے کی مرویہ کا فرق ہو سکتا ہے)

اس بحث کے بعد پھر اسی حدیث کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ اپنے شق صدر یعنی بیز چاک کئے جانے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ان تینوں فرشتوں میں سے تیسرے نے میرے قلب میں سے سیاہی نکالنے کے بعد سینے کے چاک پر ہاتھ بھرا اس سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ چاک برابر ہو گیا اور پھر اس نے اس پر سر لٹائی لہذا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بہت آہستگی کے ساتھ اس جگہ سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس تیسرے نے اسی پہلے فرشتے سے کہا میں نے میرا سینہ چاک کیا تھا کہ لب ہی کو ان کے ہیں بیچوں کے مقابلے میں تو انہیں چنانچہ اس نے مجھے وزن کیا تو میں ان میں سے پہلی پہلے پھر اس نے کہا کہ لب سو انہوں نے مقابلے میں وزن کرو اس نے پھر وزن کیا تو میں ان سو پر بھی پہلی پہلے پھر اس نے کہا کہ لب ایک ہزار تین کے مقابلے میں تو اس نے اب ایک ہزار کے مقابلے میں میرا وزن کیا تو میں ان ایک ہزار پر بھی پہلی پہلے اس نے کہا کہ لب اب پچھوڑا اس لئے کہ اگر تم ان کو ان کی پوری مسرت کے مقابلے میں بھی وزن کرو

کے تو یہ سن سب پر بھاری ہیں۔ مگر اس کے بعد ان تینوں فرشتوں نے مجھے اپنے اپنے سینوں سے لگایا اور میری آنکھوں کے نکالنے میری پیشانی کو برسوا دیا۔ ہمارا منوں نے کہا۔

”مے خدا کے حبیب انگریز اپنے نہیں۔ اگر آپ یہ جان لیں کہ آپ سے کتنی بڑی غیر ظاہر ہونے والی ہے تو آپ کی آنکھیں کھلی ہو جائیں گی۔“

اقول۔ مختلف کہتے ہیں: بعض روایتوں میں یہ ہے کہ (سب سے پہلے اس فرشتے نے میں آنتوں کے ہائے کس آنتوں کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کا وزن کئے جانے کے لئے کہا تھا اور اس کے بعد سو کے مقابلے میں) گویا یہ روایت میں شمس کا کہ چھوڑ دیا گیا اور اس روایت میں دس کا کہ چھوڑ دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(نیل) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم (یعنی آپ ﷺ اور وہ تینوں فرشتوں) کی حالت میں تھے کہ اچانک ہستی کے لوگوں کا مجمع وہاں پہنچ گیا۔ ان میں آگے آگے میری دایہ یعنی حضرت علیؓ تھیں جو دستِ زور زور سے پتھر پھینک رہے تھے۔

”ہائے بے چارہ.....“

یہ سن کر وہ تینوں فرشتے مجھ پر پھٹے اور انہوں نے مجھے اپنے سینوں سے لگایا اور انہوں نے میرا سر اور میری پیشانی چوم لی اور بولے۔

”مے خوشاک! آپ بے چاروں میں سے ہیں۔“

پھر میری دایہ نے کہا۔

”ہائے (میرا دل) گریباں لگا دیا گیا۔“

ان فرشتوں نے پھر مجھے اپنے سینوں سے لگایا اور میرا سر اور میری پیشانی چوم کر کہا۔

اے خوشاک! آپ انہوں میں سے ہیں آپ اکیلے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہیں اور اس کے فرشتے اور زمین والوں میں سوشین آپ کے ساتھ ہیں۔“

پھر میری دایہ نے کہا۔

”ہائے یہ عظیم اور بے کس چیز..... اپنے ساتھیوں میں تو ہی سب سے کمزور تھا اور اپنی کمزوری کے سبب ہی تو قتل کر دیا گیا۔“

یہ سن کر ان فرشتوں نے پھر مجھے اپنے سینوں سے لگایا اور میرا سر اور میری پیشانی چوم کر کہنے لگے۔

”مے خوشاک! آپ انہوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا کتنا کرم اور اعلیٰ ہے۔ اگر آپ جان لیں کہ آپ کے ذریعہ کتنی بڑی غیر ظاہر ہونے والی ہے تو آپ کی آنکھیں کھلی ہو جائیں گی۔“

کاہن کا خوف۔۔۔ اب ہستی کے لوگ دہلی کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ جب میری دایہ یعنی میری دایہ نے مجھے (قریب پہنچ کر) دیکھا تو (خوش ہو کر) بولیں کہ میں تو حسین، زکوٰۃ دہی دیکھ رہی ہوں۔ پھر وہ میرے پاس آکر مجھ پر جھک پڑیں اور مجھے اپنے سینے سے لگالیا۔ یہی قسم ہے اس دولت کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ان کی (یعنی دایہ علیہ کی) گود میں تھا جنہوں نے مجھے پلٹا رکھا تھا کہ میرے ہاتھ ان فرشتوں کے ہاتھوں میں تھے لیکن وہ سرول کو اس کی خبر نہیں تھی یعنی ان کو نظر نہیں آتا تھا کہ میرے ہاتھ فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک شخص آگے آیا اور کہنے لگا۔

اس لڑکے پر اثر ہو گیا ہے یعنی دونوں کا اثر ہو گیا ہے یا کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے اسے کسی کا ہنسنے کے پاس لے چلا تاکہ وہ اسے دیکھ لے اور اس کا علاج کر لے۔  
میں نے (یہ سن کر) کہا۔

”تم جو کہہ رہے ہو ان میں سے مجھ پر کوئی اثر نہیں ہے۔ میرے (بدن کے) تمام اعضاء بالکل صحیح سالم ہیں اور میرا دل بھی بالکل ٹھیک ہے مجھے کوئی بیماری نہیں ہے کہ کسی کو اس کے لیے کی ضرورت ہو۔“  
میرے والد یعنی میری والدہ کے شوہر نے (یہ سن کر) کہا۔

”کیا تم لوگ نہیں دیکھ رہے ہو کہ اس کی بات جیت بالکل ٹھیک ہے مجھے یقین ہے کہ میرے بچے کو کوئی بیماری نہیں ہے۔“

مگر سب لوگوں کا فیصلہ یہی ہوا کہ مجھے کاہن کے پاس لے جائیں چنانچہ جب وہ لوگ مجھے لے کر وہاں پہنچے اور میرا واقعہ اس کو بتایا تو اس نے کہا۔

”تم لوگ چہرہ ہو تاکہ میں خود اس لڑکے سے سنوں اس لئے کہ وہ اپنا معاملہ تم سے زیادہ خود جاننا ہے۔“

پھر اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک ساری بات بتائی (والہ تعالیٰ اعلم) کہ وہ ایک دم کھڑا ہوا اور جلدی سے مجھے اپنے سینے سے چٹخا لیا اس کے بعد وہ بلند گودار کے ساتھ چلنے لگا۔

”اے عرب! اے عرب! اے عرب! اس آفت سے بچ جو سر پر آگئی ہے اس لڑکے کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کر دو، کیونکہ انا تہ اور غوثی کی قسم اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو یہ مجھ اور دانی کی عمر کو چٹخا لیا تو یہ لڑکا تمہارے دین کو بدل دالے گا، تمہیں اور تمہارے باپ کو بے عقل بنائے گا، تمہاری باتوں کی مخالفت کرے گا اور تمہارے پاس ایک ایسا دین لے کر آئے گا کہ اس جیسے دین کے حلقہ تم نے کبھی سنا بھی نہ ہو گا۔“

ایک دعا بت سکے یہ لفظ ہیں کہ۔

”یہ تمہاری عقلوں کو غراب بنائے گا، تمہارے جن کو بھٹائے گا اور تمہیں ایک ایسے پروردگار کی طرف جانے گا جسے تم پہنچتے بھی نہیں اور ایسے دین کی طرف جانے گا جس کا تم انکار کرتے ہو۔“

(یہ سن کر) میری والدہ آگے بڑھیں اور مجھے اس کی گود میں سے چٹخا کر اس سے بولیں  
”خود ہی بخون اور ہانگ ہو گیا ہے۔ اگر مجھے خبر ہوتی کہ تو یہ کے کا تو میں اس بچے کو لے کر میرے پاس نہ آتی جسے جاننا خود اپنے آپ کو قتل کرانے کے پہلے چاہوں میں اس لڑکے کو قتل کرنے والی نہیں ہوں۔“

پھر وہ (یعنی بھتی کے لوگ) مجھے اپنے یہاں لے آئے۔ میرے ساتھ ان فرشتوں نے جو معاملہ کیا تھا میں اس سے گھبرا ہوا تھا۔ (یہ) یعنی مجھے میرے بھائیوں کے چاقو میں سے اٹھا کر لے گئے اور زمین پر لٹا۔ یعنی خاص طور پر اس بات سے گھبرا ائے ہوئے نہیں تھے کہ تپ کا سینہ چاک کیا گیا تھا جیسا کہ مگر ہوا ہے۔

اس چاک کا نشان میرے سینے سے لے کر پیٹ کے آخر تک تھک یعنی اس چاک کے پھرے جانے کا نشان جو فرشتے کے اس عمل کی وجہ سے پیدا ہوا تھا یہ نشان ایک تہ کی طرح کا تھا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: قسم سے مراد جو اس کے بدلہ میں سے ایک بندہ ہے۔ شاید اس نشان کے باقی رکھے جانے کی حکمت اور سبب یہ تھا کہ یہ شق صدر یعنی سینہ پاک کئے جانے کی علامت کے طور پر ہے۔ واضح رہے کہ ہر تک ولیہ علیہ کے پاس رہنے یعنی وہاں پہنچنے کے زمانے میں شق صدر کا واقعہ ایک ہی ہے اس لئے ان سب روایتوں سے مراد ایک ہی ہوگی۔ اس فرق یہ ہے کہ بعض روایتوں میں واقعہ کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے اور بعض میں وہ سب تفصیلات ذکر کی گئی ہیں جتنی آئیں۔

اسی طرح بعض روایتوں میں آنحضرت ﷺ نے دو فرشتوں کے آنے کی خبر دی ہے اور بعض میں تین کے آنے کی اس سے بھی کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا نیز (ان تین کاموں یعنی) آپ کو پکڑ کر لے جانے اور مہر مٹانے اور اس کے بعد سینہ یا سینہ پاک کرنے کا کام دو فرشتوں کی موجودگی میں ہوا ہو یا تین کی اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس فرشتوں میں یہ عمل کرنے والا ایک ہی تھا جیسا کہ اس بار سے میں آپ کے بھائی نے بھی خبر دی ہے اور بعض روایتوں میں اس کی صراحت بھی ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض روایتوں میں بیٹے پاک کئے جانے کا ذکر ہے مگر جیسا کہ بعض دوسری روایتوں میں کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بیٹے کے آخر تک سینہ پاک کیا گیا تھا نیز یہ کہ بیٹے پاک کئے جانے یا سینہ پاک کئے جانے سے بدل کا پاک کیا جاتا مراد نہیں ہے جیسا کہ اس روایت میں گزرا ہے۔

”پھر اس نے میرے بیٹے کے کندہ کی چیزیں نکالیں، پھر انھیں دھوا پور پھر ان کو دھواں ان کی جگہ پر رکھ دیا پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کے پاس سے ہٹ جاؤ اس کو بتانے کے بعد اس فرشتے نے اپنا ہاتھ میرے سینے میں ڈالا اور میرا دل باہر نکالا اور پھر اس کو پھینکا۔“ (حدیث)۔  
(واضح رہے کہ دل کو پھرنے سے مراد اس میں ٹھکانہ دینا ہے پاک کرنا اور شیعہ و طہیہ کروانا مراد نہیں ہے)

(جو غلط یا باطل وہ فرشتے نے کر آئے تھے اس کے حلقوں پہلی دواہوں میں سے ایک میں یہ ہے کہ وہ ہزار ہزار تین ہزار کا تعداد ایک میں ہے کہ وہ سولے کا تعداد اس اختلاف کے حلقوں کہتے ہیں) ممکن ہے کہ غلط ایک سے زیادہ ہوں۔ ایک ہزار ہزار کا ہر دوسرا سولے کا ہر دواہوں میں سے پہلا خلیہ رہا ہو کہ اس میں چاندی کے ٹوٹے کا دھواں بھی کیا جاتا ہے جس سے آپ ﷺ کے جسم مبارک کا اندرونی حصہ یعنی اندرونی اعضاء جن میں دل کا نول بھی شامل ہے دھوا پور ہوا دوسرا غلط برف سے پھر اندر رہا ہو تاکہ اس سے آپ کا دل یعنی اس کا اندرونی حصہ دھوا جائے اب مطلب یہ ہوا کہ بعض روایتوں میں صرف قلب کا ذکر کیا گیا اور بعض میں قلب اور جسم کے دوسرے اندرونی اعضاء دونوں کا اس سلسلے میں ذکر کیا گیا۔

پھر شق صدر کے واقعہ میں ایک روایت تو یہ ہے کہ واقعہ پہاڑ کی چوٹی پر ہوا (یعنی فرشتے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ دہلی کے کنارے پر ہوا) یعنی آپ کو دہلی کے ایک کنارے پر لے جایا گیا اور وہاں سینہ پاک کیا گیا اس فرق کو یہاں دور کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ پہاڑ کی چوٹی دہلی کے کنارے کی طرف ہو (اور اس لئے ایک روایت میں دہلی کا کنارہ کہا گیا اور دوسری میں پہاڑ کی چوٹی کہا گیا جبکہ مراد دونوں سے ایک ہی بات ہے)

پھر وہ چیز جو آپ کے قلب میں سے نکال کر چھٹکی لگی اس کو ایک روایت میں غلطہ سودا کہہ لیا (جس کو



ہو گئیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اس عرصہ میں کے ساتھ رہے مگر آپ سے کبھی ان کا دل نہیں بکرا اور میر (دوہیں یہ واقعہ پیش کیا کہ) آپ کے دل کو چاک کیا گیا اور اس کو صاف کرنے کے وقت اس میں سے ایک سیالو تھرا نکال کر پھینک دیا۔ پھر پھر کئی ایسے اس نے اس دل پر ایسے دانیں باجھ سے مر لگائی کہ نکالنے والی نے اس پاک دل میں اپنے ایسے دانہ اپنے سر بہت عبادت فرمائے تھے جو کبھی کسی نے نہیں کئے اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سر کے درجہ میں ہی یہ شہداء و شہداء کی حفاظت کی گئی تھی۔ چنانچہ نہ تو اس مر کا ٹوٹا کبھی ممکن تھا اور نہ ان دنوں کا حکم ہو رہا تھا۔

شق صدر کے مزید واقعات..... اقول۔ سائل کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کا جسد اس کے علاوہ اور کبھی بھی چاک کیا گیا تھا ایک مرتبہ اس وقت جب آپ ہدی ہوا تو میری ہوا اس وقت جب آپ کو صراج ہوئی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ (جو حق مرتبہ اس وقت بھی آپ کا جسد چاک کیا گیا تھا جب آپ کی عمر دس برس لی ہوئی تھی جیسا کہ مسلم میں ہے۔ اسی طرح پانچویں بار ان ہی علماء کے نزدیک اس وقت شق صدر ہوا جب آپ کی عمر تیس سال کو پہنچی۔ کتاب مہاسب نے پانچویں بار شق صدر ہونے کے حلقہ جو لکھا ہے شاید وہ اسی قول کی تفسیر ہے۔ مگر یہ پانچویں بار جسد چاک نہ جانے کا قول ثابت نہیں ہے۔ یہ پانچویں بار شق صدر کا قول کتاب روضہ مشہور کے حوالے سے آگے چلا ہوا ہے اور اس میں جو اشکال ہے وہ بھی بیان کیا جائے گا۔ اللہ اعلم۔

(تالی) جب آنحضرت ﷺ کی عمر دس سال اور کچھ سینے کی ہوئی (اس وقت جو جسد چاک کئے جانے کا واقعہ پیش آیا) اس کے حلقہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میر سے پاس دو آدمی آئے پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہہ دیا کہ لکھو۔ چنانچہ اس نے مجھے چٹ لکھ دیا۔ پھر انہوں نے میرا جسد چاک کیا۔ ان میں سے ایک شخص ایک سونے کے ٹکٹے میں پانی لے کر چھپکے کمرہ تھا اور دوسرا میر سے بیٹے کو اور باقاعدہ پھر اس نے میرا دل چاک کیا۔ پھر اس نے دوسرے سے کہا کہ اس میں سے کتنی دل میں سے جسد اور برائی نکال دلو۔ چنانچہ اس نے دل میں سے وہ دانہ (یا تھرا) نکالا اس سے مراد وہی سیالو دانہ ہے جس کے بارے میں پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ دل میں شیطان کا حصہ اور اس کے بچہ کے مارنے کی جگہ ہوتا ہے (گویا انسان کے بدن میں شیطان کا سر کر ہوتا ہے اس لئے یہی جسد اور برائی کا سر بھی ہوتا ہے۔“

اب اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ سیالو دانہ تو اس سے پہلے نکال کر پھینکا جائیگا تو پھر اب اس کا دوبارہ پیدا ہو جانا ممکن نہیں ہے یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ یہاں یہاں سے مراد اس کا کوئی نیا حصہ یا کھو چکا حصہ ہو جو اس سیالو دانے کے پھٹ جانے یا ٹوٹ جانے کی وجہ سے پانی رو گیا ہو کیونکہ ایک روایت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ وہ سیالو دانہ نکالنے لگے تھے۔

اس کے جواب میں صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دانہ یا تھرا نکالنے کے لئے کہنے سے فرشتے کی مراد یہ تھی کہ وہ چیز نکال دلو جو لو تھرا سے دانے جیسی ہے (یعنی یہاں وہ تھرا یا سیالو دانہ مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو حقیقت میں اسی وقت نکالا جائیگا کہ جب پہلی بار آنحضرت ﷺ کا جسد چاک کیا گیا یہاں دوسری مراد یہ ہے جو اس سیالو دانے جیسی تھی)

اس کے بعد پھر اسی حدیث کا ترجمہ صحیح بیان کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ اس وقت کے شق



صدور کا واقعہ بیان فرمادے ہیں جب کہ آپ کی عمر دس سال کی تھی۔ چنانچہ جب فرشتے نے آپ کے دل میں سے وہ دانہ نکال دیا جو برائی اور حسد کا گھر ہو تا ہے تو اس کے بعد اس نے دل میں چاندی کے ٹھسی کوئی چیز ڈال دی۔ پھر اس نے ایک سفوف نکال جو اس کے ساتھ تھا اور اسے اس چاک پر چھٹی دل کے چاک پر چھڑکا تاکہ یہ چاک برابر ہو کر پھر گوشت سے بھر جائے۔ اس کے بعد اس نے میراگوٹھا باندھا اور کہا۔ "جائے آپ کی ہر جگہ سلاحتی ہوگی۔"

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: اس روایت میں امر لکھنے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہو تا ہے کہ سینہ کے چاک پر صرف اس سفوف کے چھڑکنے سے گوشت پیدا ہو گیا اور وہ چڑ گیا۔ جبکہ رضاعت کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ چاک جو برابر ہو افتقاد فرشتے کے اس ہاتھ پھرنے کی وجہ سے ہو افتقاد اس چاک کے برابر ہوئے گا لیکن ایک قسم کی طرح پائی رہا تھا۔

کتب قد مشہود میں مسند امام احمد کی روایت ہے جسے ابوالحسن کہہ حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! نبوت کے حلقے میں سب سے پہلے آپ نے جو چیز دیکھی وہ کیا تھی؟"

آنحضرت ﷺ اس سوال پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔

"تم نے خوب سوال کیا ابوہریرہ! اب میری عمر تیس سال اور کچھ مہینے کی تھی تو میں ایک روز صحرا میں تھا کہ مجھے اچانک اپنے سر کے اوپر کسی کے ہونے کی گواہی آئی اور پھر میں نے سنا کہ ایک گویا دوسرے سے کہہ رہا ہے۔

"کیا وہی ہیں؟"

اس کے بعد وہ دونوں میرے سامنے آگئے، ان کے چہرے ایسے تھے کہ میں نے کوئی ایک کسی مخلوق کے ایسے چہرے نہیں دیکھے، ان کے کپڑے بھی ایسے تھے کہ میں نے ان جیسے کپڑے پہنے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر وہ جگہ کر میرے قریب آگئے اور دونوں نے میرے دونوں بازو پکڑ لئے تو مجھے ان کے پکڑنے کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھ تھی سے کہا کہ ان کو لٹاؤ چنانچہ انہوں نے مجھے بڑی آہستگی سے لٹا دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، ان کا سینہ چاک کرو۔ چنانچہ میرے سینہ دیکھتے دیکھتے میرا سینہ چاک کر دیا مگر نہ خون نکلا اور نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی، پھر اسی نے کہا کہ کینہ اور حسد نکال ڈالو۔ چنانچہ اس نے کوئی چیز نکالی جو ایک نو قمرے (یعنی دانے) جیسی تھی اس نے اسے لے کر پیچک دیا۔ پھر اسی نے دوسرے سے کہا کہ اس میں نرمی اور رحمت ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے انکی ہی ایک چیز (کی اس میں ڈالنے کے لئے نکالی جو چاندی جیسی تھی۔ پھر اس نے میرے دائیں ہاتھ کا گوتھا باندھا اور کہا کہ جائے آپ کی ہر جگہ سلاحتی ہوگی۔ چنانچہ میں وہاں سے لوٹ آیا اور پھر میری ہر جگہ اس طرح ہوتی ہے کہ میرے دل میں بھوتوں کے لئے محبت اور بدوں کے لئے نفرت ہے۔"

اس مرتبہ کے واقعہ میں جن کے اصحاب کے دھوئے جانے کا یہ ذکر نہیں ہے چہ جائے کہ اس کا ذکر ہو کہ کسی چیز سے دھوئے گئے۔ اسی طرح امر کا بھی ذکر نہیں ہے مگر اس میں یہ دونوں تو میں کا آپ کے متعلق یہ پوچھنا کہ کیا یہ وہ شخص ہیں اس بات کو ظاہر ہو کر ہے کہ یہ دونوں فرشتے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نہیں تھے کیونکہ وہ دونوں فرشتے تو آپ کو پہچانتے تھے اس لئے کہ شیر خوار کی کھانے میں انہوں نے

فی آنحضرت ﷺ کا سید چاک کیا تھا۔

یہ نگاہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ روایت اور روایت جو اس سے پہلے بیان کی گئی (جو اس وقت کی ہے جب کہ آپ کی عمر دس سال کی تھی) دونوں ایک ہی ہیں۔ اس میں (دس کے بجائے) تیس سال کا تقارر دہائی کی غلطی کی وجہ سے آیا ہے۔ دہائی میں اس سال کا تقارر ہی ہے۔ اس سلسلے میں میں نے مزید تحقیق کی تو اس دعویٰ کی تصدیق بھی ہوئی کہ ایک جگہ ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر دس بج (یعنی دس سال تھی) اسی مرتبہ کے واقعہ کو یعنی جو بیس سال کی عمر کا ہے خواب کا واقعہ بھی کہا جاتا ہے اگرچہ یہ بات حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔

نبوت کے وقت شق صدور کا واقعہ..... (دہائی کے بدل ہونے کی ابتداء میں بھی آنحضرت ﷺ کا سید چاک کیا گیا تھا اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کے شق صدور کے بدلے میں فرمایا جو دہائی کی ابتداء یعنی نبوت ہونے کے وقت ہوا کرتا۔

”میرے پاس جبرئیل اور میکائیل آئے پھر جبرئیل نے مجھے پکار کر چٹا کر دیا، پھر انہوں نے میرا دل چاک کیا اور اسے باہر نکال لیا۔ پھر اس میں سے انہوں نے وہ چیز نکال لی جس کو لہ اکالنا چاہتا تھا۔ یہاں آپ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا چیز تھی۔ غرض پھر انہوں نے اس دل کو ایک طشت میں دھرم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو اس کی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر انہوں نے اس چاک کو برابر کر دیا۔ یعنی اس سلف کے ذریعہ سے یا ہاتھ پیر کر یا دونوں طریقوں سے اس چاک کو برابر کر دیا۔ پھر انہوں نے مجھے اس طرح اٹھا لیا جیسے برتن کو کوئلہ حاکر دیتے ہیں اور اس کے بعد میری کمر بھر لگائی۔“

یہاں ممکن ہے مر لگانے کی وہ جگہ مر لوند ہو جہاں شیر خوار کی کے دہانے میں مر لگائی گئی تھی یعنی دونوں سلفوں کے درمیان میں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہی جگہ مر لوند ہو جہاں شیر خوار کی کے واقعہ میں بھی مر لگ چکی تھی۔ مگر اس میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی جگہ پر دوبارہ مر لگانے کے کوئی سبب نہیں ہوتا۔

ممکن ہے شق صدور کے سلسلے میں حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل کے ایسے ہانے میں یہ سخت رہی ہو کہ حضرت میکائیل رزاق کے فرشتے ہیں جس سے بدن اور جسم کی ذمہ داری باقی رہتی ہے اور حضرت جبرئیل دہائی کے فرشتے ہیں جس سے دل اور روح کو ذمہ کی ملتی ہے (اور اس طرح گویا حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی جسمانی اور روحانی تکمیل فرمادی۔

(سحران کے موقع پر بھی آپ کا سید چاک کیا گیا اس بدلے میں آگے تفصیل آنے کی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ مر دونوں سلفوں کے درمیان میں گئی حالانکہ ایسا کہنے میں وہی اعتراض پیدا ہوتا ہے جو پہلے گزرا۔ چکا ہے کہ آپ کے دونوں سلفوں کے درمیان جو مر تھی وہ مر نبوت تھی اور آپ کے جسم مبارک پر پیدا گئی تھی۔ یہ بات بھی گزرا چکی ہے کہ جہاں آپ کا سید اور نبوت چاک کئے جانے کا ذکر ہے وہاں اس سے دل کا چاک کیا جانا مر نہیں ہے (یعنی دل جو کھولا گیا وہ بغیر کسی آنے کے فرشتے نے ہاتھ سے کھولا اور اس کو وہ کھولے نہیں کیا کیا کہ اس کو چیر کر اس میں سے سیاہی نکالا گیا ہو تو ہی کے بدن میں شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ یہی دل چاک کیا جانا ہے اور سیاہی نکالا جانا دوسرے نبیوں کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی ہی خصوصیت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(یہاں ایک دوسری بات بیان کرتے ہیں۔ نئی امرائیل میں ایک جاہلوت تھا جس کو قرآن پاک نے جاہلوت کیجندہ کہا ہے اس جاہلوت میں نئی امرائیل کے نبیوں کے تحریکات اور اہم خطوط تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس میں نئی امرائیل کے کچھ نبیوں کے کپڑے اور جوڑے اور دوسری نکلیاں اور تحریکات تھی تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس میں وہ طشت تھی محفوظ تھا جس میں نبیوں کے دل و حوئے اور صاف کئے گئے۔ اس سے خیال ہو تا ہے کہ دل کا صاف کیا جانا آنحضرت ﷺ کی ہی خصوصیت تھیں تھی بلکہ دوسرے نبیوں کے بھی دل صاف کئے گئے اس کے متعلق کہتے ہیں) باطل، روایات سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نئی امرائیل کے جاہلوت کیجندہ میں وہ طشت محفوظ تھا جس میں نبیوں کے دل و حوئے کئے گئے تھے تو اس سے مراد دل کا باہری طور پر ہی صاف ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کے (حقیقی کہا گیا ہے کہ ان کے بدن کے باہر وہی اعضا دھوئے گئے چنانچہ دل بھی بدن کے اندر وہی اعضا میں شامل ہے) لیکن ان کے دل کو دل کران کو اندر سے نہیں دھو گیا کیونکہ ان میں سے زیادہ ان کا کیا اس طرح یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ خصوصیت صرف آنحضرت ﷺ کی ہی ہے دوسرے نبیوں کی نہیں ہے) مگر اس وجہ کے نزدیک یہ قول باطل اور غلط ہے (جاہلوت کیجندہ اور جاہلوت کا لفظ معترض مترجم نے تفسیر بیان مقرر کیا اور الیدلہ والتمنا سے لیا ہے۔)

[illegible]

ترجمہ۔ اور ان لوگوں سے ان کے ذخیرے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حالات کو بدستور مقرر فرمایا ہے جسے تم نے اس کی تعمیل حاصل ہو سکا ہے حالانکہ یہ نسبت ان کے ہم سفری کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو چھوٹی وسعت بھی نہیں دی گئی ان ذخیرے جو اب میں فرمایا کہ بول قائلہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور دوسرے علم اور جسامت میں ان کو زیادتی دی ہے اور تیسرے اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں وہیں اور جو حقے اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جانتے والے ہیں۔ اور ان سے ان کے ذخیرے فرمایا کہ ان کے خطاب اللہ یاد شاہد ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں سکین اور برکت کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ پٹنی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حرث بدواؤں کا ہوز لگے ہیں اس صندوق کو فرشتے نے کوئیں گے اس میں تم لوگوں کے واسطے پوری نیکائی ہے اگر فریقین لانے والے ہو۔

(نئی امریکہ میں یہ واقعہ حضرت موسیٰ کے بعد ہوا اس سے پہلے علاقہ کی قوم نے جو کافر تھے نبی امریکہ کی طاقت کی وجہ سے چاہیں چاہے ہوا کہ یہاں علاقہ نے نبی امریکہ میں بے شمار قتل و مارت کیا اور وہی طاقت ایسا ہی کہ اگر قتل کیا تمام مال و دولت لوٹ لیا یہی ملک کہ کفار علاقہ ان کے پاس سے جوت تھیں انہیں بھیجیں نے گئے۔ اس طاقت یعنی صندوق میں نبی امریکہ کے پچھلے نبیوں کے تمکات اور کتابیں محفوظ تھیں جس نبی امریکہ نے اس احترام سے دیکھتے تھے اور اس سے ان کو شک نہیں اور یہ کہ حاصل ہوتی تھیں اور اسی کی یہ کہ

ہے یہ اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے اسی طاقت میں سونے کا وہ طاقت بھی مخلوق خدا جس میں پہلے  
تیرہ ہزار کے سینے دھوئے اور صاف کئے جاتے تھے۔ فرض کفار مخالفہ کی اس طوائفی بلند کے بعد بنی اسرائیل  
میں ایک حالت صورت پائی رہ گئی۔ یہ صورت اللہ تعالیٰ سے دانا بنا کر ملی کہ اس کے یہاں لڑکا پیدا ہو۔ چنانچہ اس  
کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے شموئیل رکھا۔ بنی اسرائیل میں اس کے سنی ۱۲۰ سال ہوئے یعنی میری  
دعا قبول ہوئی۔ جب یہ بڑا ہوئے تو اس نے ان کو ایک بزرگ کے سپرد کر دیا جو سب میں رہے تھے۔ ان  
کو وہاں بھیج دیا تاکہ یہ اس بزرگ کی تربیت میں رہ کر ان میں بھی وہی طوایف پیدا ہو جائیں۔ جب شموئیل جوان  
ہو گئے تو ایک رات وہ سو رہے تھے کہ انہیں مسجد سے ایک کوا آئی اس کو سن کر یہ گھبرا گئے انہوں نے سمجھا کہ  
شاہد ان کے پاس نہیں ہمارے ہیں۔ انہوں نے ان کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے مجھے یاد کیا ان بزرگ کو خلیل  
ہو کہ رات گئے یہ فوج روانہ نہ جانے کیا سن کر پوچھنے آئے ہیں مگر میں نے اللہ کر دیا تو یہ اور خوف زدہ ہو جائیں  
گئے اس لئے انہوں نے کہا کہ میں نے ہی دیا تھا میں اب ہمارا سو رہا ہوں۔ یہ انکار سونے کے گھر دوسری بار پھر  
وہی ہی کوا آئی اور اسی طرح تیسری مرتبہ کسی کے پکارنے کی صدا آئی۔ پھر اپنا کد دیکھا کہ جبرئیل ان کو پکار  
رہے ہیں۔ حضرت شموئیل ان کے پاس آئے تو حضرت جبرئیل نے فرمایا۔

”تمہارے پروردگار نے تمہیں تمہاری قوم کی طرف نبی بنا دیا ہے۔“

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت شموئیل کو بنی اسرائیل کی اصلاح اور بھڑکی کے لئے مقرر فرمایا جنہیں  
کچھ عرصہ پہلے کفار مخالفہ کے پاتھوں میں سوائی اور بڑی نصیب ہو چکی تھی۔

ایک دن قوم کے لوگ حضرت شموئیل کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کو  
آپ اہل بادشاہ مقرر فرما دیجئے تاکہ ہم سب اس کے بھڑکے تلے جمع ہو جائیں اور پھر اللہ کی راہ میں اپنے  
دشمنوں سے جہاد کریں۔ اس پر حضرت شموئیل نے یہ فرمایا جو قرآن پاک میں مذکور ہے۔

”میلنا ہو کہ تمہیں جہاد کا علم دیا جائے اور تم جہاد کرو۔“

انہوں نے کہا

”کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کریں گے حالانکہ ہمیں ہماری بہنوں سے اہل دینا گیا اور  
ہمارے بچوں کو ہم سے جدا کر دیا گیا۔“

چنانچہ ان کی درخواست منظور ہو گئی اور ان کے پیغمبر یعنی حضرت شموئیل نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے تم پر طاقت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔“

یہ طاقت حضرت یعقوب کی اولاد میں سے تھی یعنی حضرت یوسف کے بھائی بن یاسین کی ساتویں پشت  
میں پونے ہوئے تھے۔ مگر طاقت ایک غریب گھر کے لڑکے تھی بنی اسرائیل نے حالانکہ خود بادشاہ مقرر کرنے  
کے لئے حضرت شموئیل سے درخواست کی تھی مگر اب انہیں یہ گوارا نہیں تھا کہ ایک غریب آدمی ان پر  
حکومت کرے چنانچہ انہوں نے کہا۔

”میں کو ہم پر حکمرانی کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے ان کی بہ نسبت حکمرانی کی ہم زیادہ مستحق ہیں ان کی تو  
بہی حیثیت بھی کچھ نہیں ہے۔“

شموئیل نے فرمایا۔

مکملہ قبائی نے قہدے سے متعلقے میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور علم (یعنی جنگی معاملات یا عام علم) اور جسم (یا عیال و جاہات) میں ان کو زیادتی دی ہے اللہ تعالیٰ اپنے ملک جسے چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ دوست دینے والے ہیں (جسے چاہیں بل و دوست دے دیں) جائے ازلے ہیں (کہ کس میں لیاقت اور صلاحیت ہے)۔

پھر جب ان لوگوں نے کہا کہ خلافت کے ہار شاہ بننے کی کوئی غامبری و کل غور ان کی صلاحیت بھی معلوم ہو جائے تو ہمیں ان کو ہار شاہان لینے میں کوئی تنگی نہ ہو۔ فقید ہے کہ چنانچہ ان کو کھایا گیا کہ

”میں کے ہار شاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ قہدے سے آپ کی طرف سے قہدے سے پاس و جاہات یعنی صندوق آجائے گا۔ میں (قہدے لئے) تنگیوں کی چیز ہے اور اس میں کچھ بٹکا ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان کی نگاہوں اور تحریکات اس میں محفوظ ہیں) اس صندوق کو فرشتے لے آئیں گے (یعنی اس جاہات کو فرشتے قہدے سے پاس لے کر آئیں گے اور تم کھلی آنکھوں اس کو دیکھو گے اور یہ واقعہ میری اس بات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نشانی اور دلیل بھی ہو گی اور اس ایک اور صلاح انسانی کی پرہیزی کی علامت ہو گی اس میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔

اور عرب جاہات نے نبی امیر اہل بیتؑ کا حاصل کی تھی تو وہ اپنے ساتھ یہ جاہات یکے بعد دیگرے لے گیا تھا جس میں کچھ نہیں لے کر حرکات اور نشانیوں سمجھ کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں قہدے کا نسخہ بھی قہدہ کھرا تھا تو اس جاہات کو اپنے ملک میں لے گئے اور وہاں انہوں نے اس کو اپنے ہوت کے لیے زمین پر رکھ دیا مگر کجاک کو جب وہ لوگ وہاں آئے تو انہوں نے یہ مقرر کیا کہ یہ جاہات اس کے سر پر رکھا ہو اسے انہوں نے پھر اس کو ہوت کے لیے رکھ دیا مگر انہوں نے پھر انہوں نے دیکھا کہ جاہات ان کے ہوت کے سر پر رکھا ہو اسے جب بددعا بھیجا ہوا تو انہیں یقین کرنا پڑا کہ یہ معاملہ تو خدا کی طرف سے ہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس جاہات کو اپنے گھر سے ہٹا کر اپنے ہی علاقے کے ایک گاؤں میں رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جاہات کا کھانا بھی اس میں پہنچا حضور خدا

چنانچہ ..... ان میں چند ہی اور دیکھی گئی جو طول پزیری انہوں نے گھبرا کر جاہات کو ایک گاڑی میں لاد کر اس میں دو گائیں بٹرت کر انہیں ہلک دیا۔ چنانچہ خدا بھیجے ہیں کہ ان گاڑیوں کو دو فرشتے اٹھائے گئے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو لے کر نبی امیر اہل بیتؑ کے کعبہ میں پہنچ گئے اور جیسا کہ ان کے نبی نے ان کو خبر دی تھی وہ یہ مقرر دیکھ رہے تھے۔

(تفسیر میں مقرر ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے اہل بیتؑ کو ہار شاہات و ہار شاہات دے دیں ۱۵۷۵)

(اصل بیان فتح صدر یعنی آنحضرت ﷺ کا سینہ چاک کئے جانے کے ہارے اور مرہوت کے حصول میں رہا ہے اس بارے میں لوہے کا کیا گیا ہے کہ سینہ اور ہوت چاک کئے جانے سے دل کا چاک کیا جاتا ہو نہیں ہے بلکہ دونوں فیصدہ فیصدہ اور مستقل چیزیں ہیں۔ لیکن اس سے شبہ پیدا ہو تا ہے کہ بہت سے اقوال اور روایات میں آنحضرت ﷺ کا صرف سینہ چاک کئے جانے کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا قلب چاک نہیں کیا گیا تھا اس بارے میں کہتے ہیں مگر کبھی ایسا بھی ہو تا ہے کہ مکان بول کر کہیں یعنی مکان میں رہنے والا مسافر لیا جاتا ہے (دوسرے لشکروں میں یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بول کر مر رہا ہے) چنانچہ یہ تو سن کر بھی ہوئی یا پھر یہ ہوئی ہو۔ جیسے اکثر کہتے ہیں کہ فلاں کوئی نے ایک گھاس پی ایلا۔ یہاں گھاس بول کر مر لیا گیا ہے۔ چنانچہ سمران

کے واقعہ میں رداہیت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ پھر۔۔۔ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا ایک طاقت لایا گیا اور اسے آنحضرت ﷺ کے سینے میں داخل کیا گیا (تو یہاں سینہ بول کر دل مراد لیا گیا ہے یعنی سینہ مکان ہے اور اس کے اندر پایا جانے والا دل نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا دل چاک نہیں کیا گیا تھا بلکہ صرف سینہ چاک کیا گیا تھا۔)

اسی طرح علامہ سید علی کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سینہ چاک کیا جانا آپ کی خصوصیات میں سے ہے (یہاں بھی سینہ سے مراد دل ہے کیونکہ اگر دل مراد نہ ہو بلکہ سینے کے قطع سے سینہ ہی مراد ہو تو پھر یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت نہیں رہتی کیونکہ دوسرے بیان ہو چکا ہے کہ دوسرے نبیوں کے بھی سینے چاک کئے گئے اور دھوئے گئے ہیں۔ مقصد یہی ثابت کرنا ہے کہ سینے کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا دل بھی چاک کر کے دھویا گیا اس میں سے سیاہی نکل گئی شیطان کا کھڑکھانا کیا اور پھر اس میں حکمت اور ایمان اور تسکین بھری گئی پھر حق صدر کے واقعہ کا یہ حصہ سارے نبیوں میں صرف رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت ہے اس سلسلے میں تفصیلی بحث مزارع کے واقع میں آئے گی۔)

آنحضرت ﷺ پر بار دل کا سایہ ٹھکن رہتا۔۔۔ ولی علیہ بیان کرتی ہیں کہ وہ کس سے آنحضرت ﷺ کو (حضرت آمنہ سے کہا ذات لے کر) آپ دو بار اپنی کشتی میں آئیں تو بھی آنحضرت ﷺ کو خدا نہیں دلا، نہیں جانے دیتی تھیں۔ مگر ایک روز وہاں ہر کے وقت وہ آپ کی طرف سے قائل ہو گئیں (اور آپ کے ساتھ نہیں جاسکیں جب خیال آیا کہ آپ نہیں ملے) تو وہ آپ کی تلاش میں گئیں۔ آخر ایک جگہ انہوں نے آپ ﷺ کو شہدائے کے ساتھ دیکھا (جو آنحضرت ﷺ کی روح شریک بن گئی تھیں اور جو اپنی والدہ ولی علیہ کے ساتھ ساتھ خود بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش میں حصہ لیتی تھیں) وہی وجہ ہے کہ ان کو بھی آم نہ ملتی تھی یعنی آپ کی ماں کا جانا تھا وہ اکثر آپ ﷺ کو کھلاتے ہوئے آجپل آجپل کر یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

هَذَا أَحَدُ رُلَى قَوْمٍ بَلَدَةٍ أُمِّي  
وَأَمْسَ رَمَتْ تَسْلِي بَيْنِي وَجَعَتِ

ترجمہ: یہ میرے لیے بھائی ہیں جن کو میری ماں نے نہیں بلکہ اور ہی یہ میرے باپ چاہا کی لہذا

میں سے ہیں۔

(یعنی عربی کا کوئی رشتہ نہیں ہے)

قَبِيْلَةُ الْعَرَبِ قَبِيْلَةُ قَبِيْلَتِي

میں نے اللہ ادا کیا کو لشکر لدا ہے

(غرض ولی علیہ نے آنحضرت ﷺ کو جب وہاں شہداء کے ساتھ دھوپ میں کھڑے دیکھا

تو انہوں نے کہا۔

آئی گئی اور دھوپ میں (تم کو انہیں یہاں نہیں رکھنا چاہئے تھا)۔

شہداء نے کہا

تو میرے بھائی کو کمری میں منتقلی میں نے دیکھا ہے کہ ایک بولی میں ہر سایہ نگار آتی ہے۔ جب

بائیں ٹھیس سے قزوہ بھی ٹھیس کی اور جب یہ چلنے لگے قزوہ بھی ان کے نوہ نوہ چلنے لگی یہاں تک کہ یہ اس جگہ تک آگئے۔

والیہ طبر نے (یہ سن کر تعجب سے) کہا چھا

”تجلی کیا تو کا کہہ رہی ہے؟“

شیخہ نے جواب دیا کہ باہر خدائی قسم (ایسا ہی ہے) حضرت طبر یہ سن کر کہنے لگیں۔

”اے اللہ! میں یہ اس پرانی اور شر سے تیرے پناہ خدائی ہوں جو میرے بیٹے پر آئے۔“

(ی) ایک روایت میں خود والیہ طبر کے حلقے ہے کہ انہوں نے ایک بدلی ٹھیکر جو آنحضرت ﷺ

بہاؤتھ کے ہونے میں جب آپ کے قزوہ بھی کہ ٹجلی اور جب آپ چلے قزوہ بھی ساتھ ساتھ چلی۔

روایتوں کے اس اختلاف کے حلقے کہا جاتا ہے کہ والیہ طبر کا بدلی کو ٹھیکر اس معنی میں ہے کہ انہوں

نے اس مجزے کے حلقے ساتھ لاگو کیا یہاں دیکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ مجزہ

دیکھا تھا بلکہ اس معنی میں ہے کہ انہوں نے اس کے حلقے ساتھ لاگو کیا تھا جو یہ ہے وہ حلقے ہے کہ اپنی

آنکھوں سے انہوں نے یہ واقعہ بعد اس طرح روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

باہر ممکن ہے والیہ طبر نے اس مجزے کے حلقے سننے کے بعد خود اسے دیکھا ہو جیسا کہ اس بات کی

طرف اس قول سے اشارہ ہوا تھا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کے حلقے اس خبر نے ان کو گھبرا دیا۔“ (ی) یعنی شیعہ

کے بتانے کے بعد وہ اس سے گھبرا گئے اور آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئیں (یعنی خود کچھ

کہ نہیں بلکہ اس مجزہ کے حلقے خبر سننے کو گھبرا دیا۔ بلکہ یہ سن سکتا ہے کہ انہوں نے خود بھی دیکھا ہو)

اقول۔ مذاہب کہتے ہیں یہ حلقے سے روایت ہے کہ جب حضرت طبر آنحضرت ﷺ کو لے کر

(درمیان میں آئیں تاکہ آنحضرت ﷺ کو وہاں آپ کی والدہ کے سپرد کر دیں تو انہوں نے راستے میں

دیکھا کہ ایک بدلی ہے جو آنحضرت ﷺ پر سایہ کے ہونے ہے۔ جب آپ چلے قزوہ بھی چلے ٹجلی اور جب آپ

رہتے قزوہ بھی کہ جاتی۔

اس روایت کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہاں وقت ہوا ایک دفعہ وہ آپ کو کئے لے

جا کر وہاں باقی ٹھیں اور یہ واقعہ فتح مدور سے پہلے ہوا اس طرح یہ آنحضرت ﷺ کو دوسری مرتبہ لے کر

جائے میں یہ گویا پہلی مرتبہ جب وہ آپ کو لے کر گئیں تو آپ کی عمر دو سال کی تھی۔ اور اس واقعہ آپ کی عمر دو

سال اور چند مہینے کی تھی۔ اب گویا اس دوسری مرتبہ کے بعد ہی فتح مدور کا واقعہ پیش آیا جیسا کہ فتح مدور کے

جہاں کے شروع میں چلیے والیہ طبر کا یہ قول ذکر ہوا ہے کہ بلکہ خدائی قسم اللہ سے کہنے سے (آنحضرت ﷺ کو

وہاں لے کر) آنے کے بعد (یہ اسی روایت کا شروع کا حصہ ہے جس میں فتح مدور کا بیان ہوا ہے اور جو پہلے

صفحوں میں گزر چکی ہے۔

اس کے بعد تیسری مرتبہ جب والیہ طبر آنحضرت ﷺ کو لے کر گئے تھیں اور آپ کو حضرت آمنہ

کے سپرد کر کے آئیں اس وقت آپ کی عمر چار سال کی رہی ہو گی۔ اسی سال میں حضرت آمنہ کا انتقال ہو گیا جیسا

کہ آگے بیان آئے گا۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت (یعنی جب آپ کو حضرت آمنہ کے سپرد

کیا گیا) آپ کی عمر پانچ سال کی تھی اور ایک قول ہے کہ چھ سال کی تھی۔ یہاں ہو سکتا ہے کہ دعویٰ کو لانا بھی

ہو گئی اور دوسری مرتبہ کے لئے جانے کو جو کہ اصل میں شوقِ معبود سے پہلے کی بات ہے اس کو ۹ تیسری مرتبہ کا لایا جاتا ہے۔ یہ حال اس سے شبہ پیدا ہو ہی گیا جس پر فوراً کہنا ضروری ہے۔

(دلیہ طیبہ) جب آنحضرت ﷺ کو حضرت اُمّہ کے سپرد کر کے گئیں اس کے بعد وہ آپ ﷺ کے پاس اس وقت آئیں جبکہ حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ انہوں نے اگر آنحضرت ﷺ سے اپنی بیوی بچنی اور غریب کا کر کیا آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق حضرت خدیجہؓ سے بات کی۔ انہوں نے اور کو کے طور پر دلیہ طیبہ کو بھی بکریاں اور جو جن کو لٹا دینے ایک روایت میں ہے کہ چالیس بکریاں اور لٹا دیئے۔

اس کے بعد دلیہ طیبہ آنحضرت ﷺ کے پاس فرود آئیں کہ وقت آئیں جبکہ آپ ﷺ نے ان کے احترام میں اپنی چادر بچھائی تھی اور ان کو اس پر غلیا تھا۔ (ی) بعض حضرات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت اُمّہ کے سپرد کر دینے کے بعد دلیہ طیبہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنی زندگی میں دوسرے دیکھا ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی کے بعد (ی) یہی وہ سوتہ ہو سکتا ہے جس میں وہ اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ آگے تھیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی اسی چادر پر غلیا تھا جس پر آپ خود بیٹھے ہوئے تھے جیسا

کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور دوسری مرتبہ فرود آئیں کے وقت آئیں۔

قاضی میاں کہتے ہیں۔ اس کے بعد دلیہ طیبہ (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں آئیں اور انہوں نے بھی اس کے ساتھ ہیں احترام کا معاملہ کیا کہ ان کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں آئیں اور انہوں نے بھی ان کا یہاں احترام کیا۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ فرود آئیں کے وقت دلیہ طیبہ کے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی روایت بہت غریب ہے کیونکہ اس طرح دلیہ طیبہ کی عمر بہت زیادہ ماضی پڑے گی اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو ۱۱ھ پانے کے وقت سے لے کر فرود آئیں سے وہابی کے وقت تک ساٹھ سال سے زیادہ کی مدت ہوتی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو ۱۱ھ پانے کے وقت دلیہ طیبہ کی کم سے کم عمر تیس سال ملانی چاہی ہے (اس طرح تو ۷۰ سال تو کی ہو گئے اور پھر حضرت ابو بکرؓ کو ان کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کا کتنا اس مدت کو سو سال سے بھی زیادہ ظاہر کر سکتے۔

ابو فضیلؒ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ فرود آئیں سے وہابی میں جبرائیل کے مقام پر گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ میں اس وقت موجود تھا اس وقت ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی جب آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو بتایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں جنہوں نے آپ کو ۱۱ھ پالیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے جس نے آنحضرت ﷺ کو ۱۱ھ پالیا تھا آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی جب وہ اندر آئی تو آپ فوراً اپنی (یعنی سیری میں ... سیری میں) نکال آئے اور فوراً اپنی چادر لے کر ان کے لئے بچھائی اور انہیں اس پر غلیا۔

شرح معزیہ کے حوالے سے علامہ ابن حجرؒ کا یہ قول گمراہ چکا ہے کہ یہ بات حضرت طیبہؓ کی سعادت اور



غوثِ عظمیٰ کی دلیل ہے کہ انھیں ان کے شہر کو اور ان کی ولایت کو مسلمان ہونے کی تلقین ہوئی۔

مگر کتاب میں ان اثر میں ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دایہ طبرہ کے اسلام قبول کرنے کا انکار کرتے ہیں۔ اس مسئلے میں انھوں نے اپنے شیخ حافظ دسمالٹی کا نام لیا ہے کیونکہ وہ بھی ان لوگوں میں ہیں جو دایہ طبرہ کے اسلام سے انکار کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے۔

”طبرہ کو نہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں آئی اور نہ وہ مسلمان ہوئیں۔ ان کے حلقہ سے وہ لوگ کوہم ہو گیا اور انھوں نے طبرہ کو صحابہ کرام سے شکر کیا ہے حالانکہ انکی بات نہیں ہے۔“

مگر یہاں حافظ دسمالٹی کو کتنا یہ چاہئے تھا کہ ۔ ”کچھ لوگوں نے ان کے مسلمان ہونے کے حلقہ ذکر کیا ہے مگر انکی بات نہیں ہے۔“ کہنے قول کے اثر میں حافظ دسمالٹی نے صرف دایہ طبرہ کے صحابہ کرام سے انکار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان تو ہو گئی ہوں مگر اسلام کے بعد آنحضرت ﷺ کی زیارت نہ کر سکیں اس لئے صحابہ میں ان کا شکر نہیں کیا گیا۔

ابن کثیر کی تحقیق بھی اسی کے مطابق ہے کہ دایہ طبرہ نے نبوت کا فائدہ نہیں پایا (یعنی آنحضرت ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی)۔

مگر بعض علماء نے اس قول کو فائدہ طلبا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کے نزدیک طبرہ کے اسلام میں کوئی شک نہیں ہے اس لئے بعد کے علماء کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ ابن عباس نے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جو دایہ طبرہ کے مسلمان ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔

(مبطلی سطور میں بیان ہوا ہے کہ دایہ طبرہ غزوہ خنین کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تھیں) مگر حافظ دسمالٹی نے اس سے انکار کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں غزوہ خنین میں آنحضرت ﷺ کے پاس آنے والی عورت آپ کی زوجہ شریکہ بنت شیماء تھیں۔

اقول۔ خلاف کہتے ہیں مگر چہ اس وقت آنے والی عورت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ ایک دم آتی ہوئی (یعنی میری ماں میری ماں) پکار اٹھے تھے مگر اس سے حافظ دسمالٹی کی بات غلط نہیں ہوتی (کہ آنے والی عورت آپ کی زوجہ شریکہ بنت شیماء کو بھی ”ہم آجی“ یعنی آنحضرت ﷺ کی ماں کہا جاتا تھا) اس لئے کہ اپنی والدہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش میں شریک تھیں۔

(اسی مبطلی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب اس عورت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی تو کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ہیں جنھوں نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ اس کے حلقہ کہتے ہیں کہ آنے والی عورت کو آپ کی زوجہ شریکہ بنت شیماء کے اس قول سے بھی کوئی فرق نہیں پیدا ہوا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی رضاعی ماں ہیں کیونکہ جب اس عورت کو آنحضرت ﷺ کی ماں کہا گیا تو ممکن ہے سننے والے نے رضاعی ماں سمجھ لیا ہو اس لئے کہ آپ کی حقیقی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔

مگر غزوہ خنین کے وقت اس آنے والی عورت کو (دایہ طبرہ کے بھائی) شیماء کہنے والے صرف حافظ دسمالٹی ہی ہیں۔

(قال) حافظ ابن جریر نے جب مختلف روایتیں لکھی ہیں جن میں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آنے

اولی عورت آپ کی رضائی والدہ تھیں اور مختلف عورتوں کی اس بات سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ بات یہی ٹھیک رہے تب انہوں نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آنے والی آپ کی دوسری شریک ہیں۔

اقول۔ مختلف کہتے ہیں ان مختلف واقعوں سے آنے والی عورت کے آپ کی بہن ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے شیواہ کو بھی آنحضرت ﷺ کی ماں کہا جاتا تھا اس لئے پتہ صحابہ نے اس کو جب آنحضرت ﷺ کی ماں کہا تو اپنے اس لئے اپنی کچھ کے مطابق ان کو جیسے کچھ لپٹا اس کا ثبوت اس آنے والی واقعہ سے بھی ملتا ہے جس میں ہے کہ نہ

غزوہ خنین میں نبی ﷺ کے جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں شیواہ بھی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے گرفتار کرنے والوں سے کہا کہ میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔ چنانچہ صحابہ ان کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے تو شیواہ نے آپ سے عرض کیا۔

”پر رسول اللہ! میں آپ کی بہن ہوں۔“

(پھر کچھ ایک مدت بعد آپ کے درجہ سے آپ ﷺ ان کو پہچان نہیں سکے تھے اس لئے) آپ نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔

”سیری کرے آپ کے داخل کا وہ مکان ہے جبکہ آپ نے میرے کانٹ لیا تھا اور میں نے آپ کو پرے بنادیا تھا۔“

”آنحضرت ﷺ ان سے ان کو پہچان سکے اور بحران کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ ان کیلئے اپنی چادر بچہ کرانیں اس پر اٹھایا اور (بہن کے اس حال پر) آپ کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ یہ پورا واقعہ آگے آئے گا۔ اس واقعہ میں کتاب موصیٰ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ ایک ایک واقعے پرند ایک میں تو آپ کی دوسری شریک بہن آئی ہیں اور دوسرے میں آپ کی دوسری شریک والدہ آئی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ واقعہ کیا جاتا ہے کہ نہ

”آنحضرت ﷺ کے ایک کھڑے سے ملو رہتے نبی ﷺ کے جوتوں پر چڑھ کر ان میں انہوں نے آپ کی دوسری شریک بہن کو بھی گرفتار کر لیا جس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے نبی کے بہن ہوں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی چادر بچہ کران پر اٹھایا اور شیواہ مسلمان ہو گئیں۔“

(اور دوسرے واقعہ کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ) آپ کی دوسری شریک والدہ غزوہ خنین کے وقت آئی تھیں جن کے احترام میں آپ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنی چادر پر اٹھایا۔

(مختلف کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ایک ہی ہے اگرچہ لوہر کے اس قول سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جس وقت نے نبی ﷺ پر طلحہ کی حملہ آور میں میں آپ کی بہن نہ مل سکی تھیں وغیرہ خنین کے وقت کا واقعہ نہیں ہے اور یہ کہ آپ کی رضائی والدہ نبی ﷺ کے قیدیوں میں شامل نہیں تھیں۔ حالانکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور نبی ﷺ غزوہ خنین کے دوران ہی گرفتار ہوئے تھے اس لئے ضروری ہے کہ غزوہ خنین کے وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آپ کی رضائی والدہ اور بہن دونوں آئی ہوں مگر بہن تو قیدی کی حیثیت سے آئیں اور والدہ خود سے آئیں۔ نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں کے احترام میں اپنی چادر بچہ کران (یہ کتاب موصیٰ میں ہے کہ یہ وہ ایک ایک واقعے ہیں)۔

علامہ ابن عبد البر نے بھی یوں اسے ظاہر کیا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں کہ غزوہ خنین میں آنحضرت ﷺ کے پاس دایہ طبرہ آئیں جن کے لئے آپ نے اپنی چادر بچائی۔ اس واقعہ کو دایہ طبرہ نے آنحضرت ﷺ سے اور دایہ طبرہ سے عہد اٹھانے حضرت نے روایت کیا ہے اس کے بعد علامہ ابن عبد البر نے (ایک خطبہ واقعہ کے طور پر) شہداء کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ نبی ہونے کے قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے پاس لائی گئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب صحابہ نے علامہ ابن عبد البر کی بات قبول کر کے خود بھی یہی بات کہی ہے۔

مگر ابن جریر کہتے ہیں کہ عہد اٹھانے حضرت کا دایہ طبرہ سے یہ واقعہ سنا کچھ میں نہیں آتا کیونکہ یہ عہد اٹھانے والے حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کے چند سال بعد غزوہ خیبر کے وقت ملک حبش سے آئے ہیں اور اس وقت تک دایہ طبرہ کا تذکرہ ہوا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہ غزوہ خنین غزوہ خیبر کے بعد ہوا اور پھر (جیسا کہ پہلے گزرا ہے) دایہ طبرہ کا حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس جانا تو وہ بھی زیادہ قابلِ یقین ہو جاتا ہے جیسا کہ اس بارے میں ابن جریر کی رائے یہاں ہوتی ہے۔ اس لئے یہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ غزوہ خنین میں آنحضرت ﷺ کے پاس آپ کی ۱۱۰۰ شریک، ابن عباسؓ آئیں جیسا کہ حافظہ سیوطی نے کہا ہے۔ واقعہ اطمینان۔

(قال ابن جریر کہتے ہیں کہ پھر طبرہ آنحضرت ﷺ کے پاس آپ کی نبوت کے بعد حاضر ہوئیں اور مسلمان ہوئیں۔ اور آنحضرت ﷺ سے نبوت کی اس لئے اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دایہ طبرہ کا آنحضرت ﷺ کے پاس کا قیام ہوتا ہے مگر مسلمان ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اگر انہوں نے اپنی ہجرت کے اس دعویٰ کو دایہ طبرہ کے مسلمان ہونے کی دلیل دیا ہے۔)

اقول۔ مطلب کہتے ہیں کہ (یہ تو اپنی ہجرت کا اپنا قول اور دعویٰ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے پاس آنکر دایہ طبرہ مسلمان بھی ہوئیں اس لئے اس کو تو ان کے مسلمان ہونے کی دلیل نہیں دیا جاسکتا) اس کو اسی طرح بیان کرنا چاہئے کہ ابن جریر نے جہاں دایہ طبرہ کے آنحضرت ﷺ کے پاس نبوت کے بعد آنے کو لکھا ہے وہاں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھیں کیونکہ ان کے آنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان بھی ہو گئی تھیں (جبکہ روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ان لئے ابن جریر کا یہ کہہنا کہ وہ مسلمان ہو گئی تھیں کوئی دلیل نہیں دیا جاسکتا کہ یہ تو خود ایک دعویٰ ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے سوائے اس کے کہ کہنے والا یہ کہے کہ ابن جریر کا قول ہی حدیث ہے اور دلیل کی حیثیت نہ رکھتا ہے واقعہ اطمینان۔

علامہ ذہبی یہ کہتے ہیں کہ غزوہ خنین سے انہی میں ہجرت کے مقام پر جو عورت آپ کے پاس آئی وہ تو یہ تھیں (جو آنحضرت ﷺ کی ایک دوسری رضاعی بیٹی تھیں) مگر اس قول میں بھی شبہ ہے کیونکہ تو یہ تو ۷۰ میں ہی اس وقت وفات پائی تھیں جب آنحضرت ﷺ غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تھے (جبکہ غزوہ خنین غزوہ خیبر کے بعد ہوا ہے)

اقول۔ مطلب کہتے ہیں۔ کتاب خود میں ہے کہ حافظہ سیوطی نے دایہ طبرہ کو مسلمان ثابت کرنے کے حلقہ ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "تذکرۃ النساء فی اسلام علیہم" ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ (یہ آنحضرت ﷺ کی برکت ہے کہ) میں دایہ نے بھی آنحضرت

جنگلہ کو درود پڑھا وہ بعد میں مسلمان ہو گئی۔ یہی حضرات کہتے ہیں کہ آپ کو درود پڑھانے والی چار عورتیں ہیں ایک تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ دوسری علیہ سعدیہ، تیسری ثویبہ اور چوتھی آمنہ بنت نبی۔  
 اس سے علاوہ ان منہج کی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ثویبہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ البتہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کے اسلام کے متعلق ہم آگے بحث کریں گے۔  
 آمنہ بنت نبی کو آنحضرت جنگلہ کی دایہ بازے میں جو افکار ہے وہ مکرر چکا ہے۔

## باب ہفتم (۸)

## آنحضرت ﷺ کی والدہ کی وفات، اُمّ ایمن کی نگرانی اور عبدالمطلب کی کفالت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر چھ سال کی تھی ایک روایت ہے چار سال کی عمر تھی جیسا کہ کتاب مصائب میں ہے۔ اس چار سال کی روایت کو ماننے سے وہ قول غلط ہو جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ کی والدہ کے پرہیزگیا تو اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔

(اس بارے میں بحث سے قول ہیں) کسی میں ہے کہ اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ یہ بھی ہے کہ آٹھ سال تھی۔ ایک قول ہے کہ نو سال تھی اور یہ بھی کہا گیا کہ بارہ سال ایک صیغہ بارہ سال دس دن کی عمر تھی۔ حضرت آمنہ کی وفات ابواء کے مقام پر ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے مگر مدینہ سے زیادہ قریب ہے اس جگہ کو ابواء اسلئے کہتے ہیں کہ یہ مکہ کے سنی ٹھکانہ بنارے کے ہیں چونکہ یہاں شیبہ ہونے کی وجہ سے سیلاب کا پانی نکلا ہو جاتا تھا یعنی ٹھکانہ چاہتا تھا اس لئے اس جگہ کو ابواء کہا جانے لگا۔ حضرت آمنہ کو یہیں دفن کیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ عمر فاروق کے وقت جب آنحضرت ﷺ ابواء کے مقام سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ وہاں ہی میری قبر رکھنے جا سکتا ہے۔“

پانچ آپ ﷺ حضرت آمنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں بیٹھ کر آپ (اپنی والدہ کو یاد کر کے کہہ دیئے) آنحضرت ﷺ کو یہ دعا کہ سب مسلمان دے گئے۔

جب آنحضرت ﷺ سے آپ کے والد کی دعا بھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

”مجھے دلی محبت اور شفقت و آگاہی جس سے مل رہا ہے۔“

اس بارے میں علامہ ابن کثیر نے فتاویٰ کی بروایت نقل کی ہے کہ :-

آنحضرت ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو لے کر رہے تھیں۔ ان کے ساتھ اُمّ ایمن بھی تھیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر چھ سال تھی۔ حضرت آمنہؓ آنحضرت ﷺ کی نانی (یعنی عبدالمطلب کی نانی) کو انہوں کے ساتھ رہیں۔ اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ ایک دن وہ اپنے کے بعد یا انہیں سے دو آوازیں میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ”تم کو ذرا دیر سے سامنے لانا ہمیں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔“

(بیبو! آنحضرت ﷺ کو انہیں تو کہانوں نے آپ کو اچھی طرح یاد رکھا اس کے بعد ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ”یہ اسرا امت کا نبی ہے اور یہ شہر ان کی ہجرت کا گاہ ہے۔ یہاں زبردست جنگ ہو چکی اور قوی پکڑے جا رہے ہیں۔“

نبی آنحضرت ﷺ کی والدہ کو یہودیوں کی اس بات کی خبر ہوئی تو وہ زار کشیں اور آنحضرت ﷺ کو لے کر مدینہ پہنچے۔ وہاں رہنے لگے۔ مگر وہاں بھی ان کے مقام پر ان کا استقبال ہو گیا۔ (ابوہدایہ و انصاریہ ص ۱۷۱) (۱۷۱)

حضرت احمد کا انتقال اس وقت ہوا تھا جبکہ وہ اپنے میں آنحضرت ﷺ کی باتوں کی باتوں کے انداز کے انداز میں سے مل کر وہ ایک نئے آری تھیں۔ یہ بیان ہونا چاہیے کہ عبدالمطلب کی باتوں کے انداز میں سے مل کر وہ ایک نئے آری تھیں۔ اس سطر میں ان کے ساتھ اُمّ اکملین برکت صلیبی تھیں (جو حضرت عبداللہ کی باندی تھیں) اور آنحضرت ﷺ کو اپنے والد کے ورثے میں ملی تھیں اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو کھلایا بھی تھا۔

غرض حضرت احمد کے انتقال کے پانچ دن بعد یہ اُمّ اکملین آنحضرت ﷺ کو لے کر گئے تھے انہیں ہمارے آپ کو عبدالمطلب کے سپرد کیا (آنحضرت ﷺ کے سر سے بھیجی غی میں باپ کے بعد وہاں کا سایہ بھی اٹھ جانے سے) آپ کے لئے عبدالمطلب کا انتقال دیکھ کر انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کا بھی اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا۔

بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ ابواء کے مقام پر اپنی والدہ کے انتقال کے بعد آپ ہاٹل خوار ہو گئے تھے، یہاں تک کہ سبے خبر پہنچی اور وہاں سے حضرت عبداللہ کی ہادی اُمّ ایمن آکر آنحضرت ﷺ کو سبے لے گئیں جبکہ حضرت آمنہ کے انتقال کو ہاٹل دن گذر چکے تھے وہ دنوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت آمنہ کا انتقال عبدالطلب کی زندگی میں ہوا تھا یہی مشہور قول ہے اس کے خلاف کوئی قول نہیں ہے (گویا یہاں بعض مؤرخین کی اس تحقیق سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ عبدالطلب کا انتقال حضرت آمنہ کی وفات سے دو سال پہلے ہو گیا تھا۔

(مصر کے آئینہ کے اقبال کے بعد) آنحضرت ﷺ تمام یمن سے فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے بعد تم ہی میرے ماں (دوسروں سے بھی) آپ کی فرماتے کہ میری والدہ کے بعد تمام یمن ہی میری ماں ہیں۔ کتاب کا موس میں یہ ہے کہ مکے میں ایک مکان ہے جس کو دواہد کہا جاتا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی والدہ کی قبر ہے۔ مگر میں نے اس نام کے کسی مکان سے واقف نہیں ہوں۔

حضرت آئمہ کے اسلام کی روایت۔۔ (قولِ بابہ) بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت آمد بن جہل کے حکام پر شغب ہو کر وہ آپ میں دشمنی ہوئی جس کو یہ قول بخلا ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ سے ساتھ بنے اور اس (یعنی آخری نبی) کو تشریف لے گئے اور جنوں کے پاس سے وہ آپ کو رتے تو آپ بہت تمکین اور اس سے بچے اور رونے لگے، آپ کو رتے دیکھ کر مجھے بھی درد آیا آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرا نور اللہ! (پھر آپ کہیں تشریف لے گئے) اسی وقت سے چٹا لگا کر چٹھائی پر بیٹھ کر آپ کو گنگے ہوئے کافی دیر ہو گئی اس کے بعد جب آپ واپس آئے تو آپ بہت خوش تھے اور مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ چلے

تو رسول اللہ آپ ﷺ پر میرے ہاں باپ قربان ہوا۔ جب آپ میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے تو آپ بہت دواں تھے اور وہ ہے جسے یہاں تک کہ آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی تھی مگر اب آپ واپس آئے تو بہت خوش و خوش ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ اسی کی بابت قولِ آئی ہے؟  
آپ نے فرمایا۔

”میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا تھا وہاں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہاں کو زید کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زید زید فرمایا۔ پھر وہاں لائیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ہار و صولت دی۔“  
(لوگ کیا آنحضرت ﷺ کی یہ خوشی اس بنا پر تھی کہ آپ کی والدہ کو بھی اسلام کی سعادت اور عزت میسر آئی) مگر بہت سے محدثین نے اس حدیث کو کثرت و تکرار قرار دیا ہے۔ (یعنی زیادہ قابلِ اعتقاد نہیں ہے) ان محدثین میں ماہذا ابو الفضل ابن ناصر اللہ بن احمد زرقانی ابن جریری اور علاء الدین شافعی ہیں۔ مگر ابن شافعی اور ان کے ساتھ ملکر دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ اس حدیث سے وہ حدیثیں منسوخ ہو چکی ہیں جن میں حضرت آئمہ کی منقرت کے لئے منقرت کی دعا کرنے سے روکا گیا ہے۔

(اسی حدیثیں جن سے ان کے لئے منقرت مانگنے کی ممانعت آئی ہے) ان میں سے ایک یہ ہے کہ :-  
جب رسول اللہ ﷺ کے تشریف لائے گا تاہم اہلِ حق کی والدہ میں یہ کہہ اس کے سوا آنحضرت ﷺ صحابہ کے ساتھ بنے اور اس سے پہلے ان کے وقت کے تشریف نہیں لائے تھے۔

غرض اس وقت جب آنحضرت ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر پہنچے تو آپ وہاں بیٹھ گئے اور آپ نے مصدومہ عمارہ مناجات کی۔ اس کے بعد آپ رونے لگے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو رونے دیکھ کر ہم بھی رونے لگے پھر آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھ گئے اور ہمیں آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تم لوگ کس لئے رو رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کو روہو کیے کر رونے لگے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

”یہ قبر جس کے پاس جا کر میں بیٹھا تھا وہ آئمہ کی قبر ہے۔ (عبداللہ ابن عباس کی اسی حدیث کو کتاب سیرت طیبہ و تاجدار اللہ نے حاکم کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا چنانچہ ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ کر ان میں سے ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے بہت دیر تک مناجات اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ رونے لگے تو ہم بھی آپ کو رونے دیکھ کر رونے لگے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے تو حضرت عمر فاروقؓ بھی اٹھ کر آپ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور ہمیں بھی بلایا اور فرمایا کہ تم کس لئے رو رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ

کو روئے دیکھ کر روئے لگے ہیں آپ نے فرمایا۔

”یہ قبر جس کے پاس جا کر میں بیٹھا تھا موت کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قبر پر جانے کی اجازت مانگی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دے دی۔ پھر میں نے ان کے لئے دعا کرنے اور ایک روایت میں ہے کہ منظر مانتے کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی۔  
 مَا كُنْ بِمُسِيءٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا إِذْ تَخْضَعُونَ بِالْأُذُنِ قَوْلَ كَذَبُوا قَوْلَ قَوْلٍ لَّيْلٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ  
 ترجمہ۔ دفعہ کو گوروں سے مجھے صدمہ ہوا اور خود کوئی طور پر ایک بیٹے کو اپنے باپ (یہاں) سے نصیب کی نہ ہو یہ ہونا کیوں نہ ہوں اسی بات سے مجھے صدمہ ہوا اور خود کوئی طور پر ایک بیٹے کو اپنے باپ (یہاں) سے نصیب کی نہ ہو یہ ہونا چاہئے۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپ اس سے خطاب کرنے لگے۔ اس کے بعد وہاں سے بہت دُشمن لوگوں اس پر کراٹھ گئے۔ کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کی حالت دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

”میں نے اپنی والدہ کی قبر پر جانے کے لئے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تو مجھے اجازت مل گئی پھر میں نے ان کی منظر مانتے کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔“

ایک روایت میں ہے کہ جب تکل نے میرے بیٹے پر ہاتھ مارا اور کہا۔

”ایسے شخص کے لئے مغفرت مستحکم ہے جو مشرک کی حیثیت سے مرا ہو۔“

(روایت کیسے ہیں کہ) آنحضرت ﷺ جتنا اس وقت دئے انکاردتے ہوئے آپ بھی نہیں دیکھے گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ان کی منظر کی دعا کرنے کے لئے جب اجازت مانگی تو اجازت نہیں دی گئی اور یہ آیت نازل ہوئی (جو پیچھے ذکر ہو چکی ہے)۔

اس بارے میں قاضی عیاض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا وہاں المومنین کی وجہ سے تھا کہ حضرت آمد کو آپ کی نبوت کا زندہ حاصل نہیں ہو سکا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں جس سے انھیں آخرت میں فائدہ پہنچے۔ اسی بات پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اس حدیث سے وہ دوسری حدیثیں منسوخ ہو جاتی ہیں جن میں ان کے لئے منظر مانتے کی ممانعت آئی ہے یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ ان حدیثوں کی بعض حدیثیں بالکل صحیح ہیں جن کو امام مسلم اور ابن حبان نے اپنی حدیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کے لئے منظر کی دعا مانگوں مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی پھر میں نے اس کی اجازت مانگی کہ ان کی قبر پر جاؤں تو مجھے اجازت دے دی گئی۔ اس لئے قبروں پر چلا کر دیکھو کہ اس سے آخرت کی بدلتا ہوئی ہے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ :-

”قبر میں جنھیں موت کی بدلتا گئی ہے۔“

اب یہ کہا جائے گا کہ حضرت عائشہ کی حدیث (جس میں ہے کہ حضرت آمد وہ بارہ بار دُعا ہو کر ایمان لائیں وہ حدیث) کن کنزت تو نہیں مگر کثر وہ ہے اور اسی لئے اس سے وہ صحیح حدیثیں منسوخ نہیں ہو سکتیں



(جن میں اس کے لئے مغفرت چاہنے کی ممانعت آئی ہے)۔

اقول۔ سوال کہتے ہیں: خداوندی نے اپنی کتاب اسباب الخوارق میں (جس میں انہوں نے قرآن پاک کی آیتوں کے ذیل ہونے کے سبب بیان کی ہیں کہ وہ کس موقع پر اور کس سلسلے میں نازل ہو گئیں) لکھا ہے کہ یہ آیتیں

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّاتِ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّاتِ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

ترجمہ: اور انہیں کہ اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا صرف اہل بیت کے سب سے بڑا انہوں نے اس سے وہ کر لیا تھا، بلکہ جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے (یعنی کافر ہو کر مرنا تو وہ اس سے محض ہے قطعاً ہو گئے)۔

اس وقت نازل ہوئی میں جب آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد ان کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگی۔ جب آپ ﷺ نے اپنے چچا کے لئے دعا مانگی تو مسلمانوں نے کہا: کب ہمارے لئے کیا دعا ہے کہ ہم اپنے باپ اور والدین اور رشتہ داروں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں کیونکہ لوہر تو رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کے لئے (جو کافر تھے) مغفرت مانگ رہے ہیں اور لوہر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے بخشش کی دعا مانگی تھی (چنانچہ اس پر یہ آیتیں نازل ہو گئیں اور مسلمانوں کو اس سے روکا گیا کہ وہ ان باپوں کے لئے مغفرت کی دعا نہ مانگیں جو کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیتیں ابو طالب کے انتقال کے بعد نازل ہوئی ہیں (دعا مانگ رہے کہ ان آیتوں میں سے پہلی آیت وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ذَالِ ہُوئے کا سبب انہی مسودہ کی حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی والدہ کی مغفرت مانگنے کی اجازت چاہی۔ جس پر آپ ﷺ کو روکا گیا)۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے یہ آیت مانگا نہ ہو بلکہ ”ترجہ نازل ہوئی ہو ایک دفعہ اس وقت جب آپ نے اپنے چچا کے لئے مغفرت چاہی اور دوسرے اس وقت جب والدہ کے لئے چاہی۔  
”ترجہ“ نہ سمجھ سکیں ہو گا کہ نہ ان کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے روکا آپ نے خود یا خدا اس کو بلکہ کیا جو ایک نبی اور خاص طور پر آپ کی شان کے باطن خلاف ہے۔

پھر حضرت عائشہؓ کی حدیث کے خلاف ہے جن میں مغفرت مانگنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے مغفرت کی ممانعت دلی حدیثوں کے متضاد ہونے کے کوئی سبب ہی نہیں ہیں کیونکہ حضرت مانگنے کی ممانعت قوی وقت تک تھی جب تک کہ وہ مسلمان نہیں تھی لیکن اگر اس حدیث کی روایت میں یہ بیان لیا جائے کہ حضرت آمنہؓ اور زینبؓ اور کریمؓ مسلمان ہو گئی تھیں تو پھر مغفرت مانگنے کی ممانعت ہی ٹھیک رہتی۔

حضرت آمنہؓ کے دفن ہونے کی جگہ۔۔۔ (اس کے بعد حضرت آمنہؓ کی قبر کے حلقہ بیان کرتے ہیں جس کا تعلق حضرت عائشہؓ کی اسی حدیث سے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کو مان لینے کی صورت میں یہ ان لوگوں کے لئے دلیل بن جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی قبر کے میں ہے۔ جہاں تک یہ

قول ہے کہ ان کی قبر اہل اللہ کے مقام پر ہے (جو تہ لہو دینے کے جگہ میں ہے لہو دینے سے زیادہ قریب ہے) اور صرف حافظہ مہاشی اور انہیں انعام کی تحقیق ہے۔ اس بارے میں دعائیں یہ ہے کہ حضرات ائمہ کی قبر کو ٹھٹھنا غلط ہے بلکہ حقیقت میں ان کی قبر اہل اللہ کے مقام پر ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں حدیثوں کو سمجھنا لینے کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلے ان کو اہل اللہ کے مقام پر دفن کیا گیا تھا اور ان کے بعد ان دونوں کی خواہش پر لہو دینے سے ان کی لاش کو تہ لہو دینے پر ترجیح دی گئی۔

بہر حال یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا رد ان سے پہلے تھا کہ انہی حضرات نے حضرت آمد کو کب کے ساتھ وہ بارہ زائدہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں۔ (جو کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمد کی قبر کے میں تھی۔ اس لئے حافظہ مہاشی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے حقائق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منیٰ حضرت ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آمد کا ایمان لانا صحیح نہیں ہے) مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس کو موشوع یعنی منیٰ کمرزات قبر میں کہا جاسکتا ہے اس حدیث کے خلاف ہے کہ وہ یہاں تک صحیح نبی کا مقام ہے۔

بہر ایک حدیث ہے جس کے حقائق حاکم نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ تو یہاں سے منیٰ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میری ماں اور تم دونوں کی ماں جنم میں ہیں (اس کو ماننے کی صورت میں حضرت عائشہؓ کی حدیث بھڑکلا ہو جاتی ہے مگر اس احتمال کو دور کرنے کے حیلے میں کہتے ہیں کہ ہاں حاکم کے قول کے مطابق اس کو صحیح بھی مینا جاسکتا ہے تو بھی حضرت عائشہؓ والی حدیث غلط نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی ہو جبکہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت آمد کو کب کے ساتھ وہ بارہ زائدہ نہیں کیا تھا یہ کہ اسی قسم کی تفسیر آپ کے والد حضرت عبداللہ کے حقائق بھی گوارہ ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ یہ شرط کافی ہے کہ اگر حاکم کے دعویٰ کے مطابق اس حدیث کو درست مان لیا جائے، اس شرط کی ضرورت اس لئے ہے کہ جو شخص کا ان بات پر اتفاق ہے کہ حاکم کی حدیث کو صحیح ماننے سے پہلے پوری تحقیق نہیں کرتے بلکہ اس میں سستی کرتے ہیں اس لئے اگر کسی حدیث کو حاکم کی صحیح قرار دینا یہ قول میں کی جاسکتا۔

اس مسئلے میں یہ بات ظاہر اس کو جواب بھی گوارہ ہے کہ (اگر حضرت آمد کا وہ بارہ زائدہ نہ کر مسلمان ہو جاتا تو بھی لیا جاسکتا تھا اس میں یہ احتمال ہے کہ مرنے کے بعد ایمان لانا کیجئے قائمہ منہ ہو گا۔

(جو حدیث اور گزری ہے کہ میری ماں اور تم دونوں کی ماں جنم میں ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت حرم نے کتاب سیرت میں یہ بھی لکھا کہ اس حدیث کی سند کزور ہونے کے بعد وہ اگر اس کو مانا جائے تو بھی اس سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ حضرت آمد جنم میں ہیں کیونکہ ممکن ہے یہاں ان دونوں تو یہاں کی ماں کے ساتھ ہی کے ہونے سے مراد ہے کہ وہ علم پرورش میں ہوئی جو جنت اور دوزخ کے درمیان کا مقام ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ان دونوں تو یہاں کی خاطر یہ حکم استعمل فرمایا، مگر کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ بھتر جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس لہو دینے کے بعد آپ پر وہی آئی ہو کہ وہ جنتی ہیں جیسا کہ صحیح نبی کے حقائق ہو کہ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ ملعون ہے یا نہیں۔ مگر اس کے بعد جب ان کے حقائق کب پر وہی بدل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حق کو راستہ اس لئے کہ وہ مسلمان ہو

گیا تھا اس لئے ممکن ہے پہلے آپ کے پاس حضرت آدم کے بارے میں کوئی نہ آئی ہو چنانچہ آپ نے ان دونوں آدمیوں سے یہ فرمایا کہ میری ماں اور تمہاری ماں دونوں جہنم میں ہیں۔ لیکن اس کے بعد حضرت آدم کے بارے میں آپ کو کوئی کے ذریعہ خبر دی گئی ہو۔

پھر حضرت عاقلہ کی حدیث کو ماننے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ قوم پرست تھی خدا کو ایک مانتی تھیں لیکن مشرک و شر سے وقت نہیں تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا یہاں تک کہ وہ مشرک و شر اور آنحضرت ﷺ کی پوری شریعت پر ایمان لائیں کیونکہ خدا کی وحدانیت کو تو وہ پہلے ہی مانتی تھیں جو سب سے اہم بنیاد ہے۔ اب ان کو آنحضرت ﷺ کی پوری شریعت پر ایمان لانے کی وجہ سے ہی اسلام کے شروع کے زمانے میں دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا بلکہ جب اللہ تعالیٰ کے وقت زندہ کر کے انہیں اسلام کی توفیق دی تھی جب کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا زمانہ قریب آگیا تھا اور دین اسلام مکمل ہو چکا تھا جس کی آپ نے جو امور میں خیر بھی دی تھی۔ تو کہا حضرت آدم کو ان کے دوبارہ خیر سے اسی لئے زندہ کیا گیا تاکہ شریعت اسلامی مکمل ہو جائے اور وہ پوری شریعت پر ایمان لائیں۔

اہل فطرت کا انجام..... حصار دہائی سن اس حدیث کو کزور قرار دینا ہے اور اس کے صحیح نہ ہونے پر قسم کھائی ہے کہ جہاں تک حضرت آدم کے لئے سفرت مائتے کی محنت کا تعلق ہے اس کی بنیاد یہ قول میں سکتا ہے کہ :-  
”کہنہ جاہلیت کے لوگوں میں سے جس نے (پچھلے ہی کی) شریعت میں تجدیل یا تحریف کیا یا جس کی پوجا کی وہ عذاب میں ڈالا جائے گا۔“

اور یہ ایک کزور قول ہے جو اس بنیاد پر ہے کہ ایمان اور قوم پرست تھی خدا کو ایک جانتا تھا ان کے لئے عقل کے لحاظ سے واجب ہے (یعنی اس قول کے مطابق خدا کو ایک جاننے کے لئے عقلی مغزات اور عقل اس کی رہنمائی کرتی ہے جس کے لئے کوئی کوئی اختیار اور جاننے والے کی ضرورت نہیں ہے اگر اہل صفہ و اہل امت میں اکثر حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ یعنی قوم پرست کا کمال ہو جائے تو ان کے آئے اخیر واجب نہیں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ عربوں میں حضرت اسماعیل کے بعد (آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی کی نہیں آیا اور اسماعیل کی شریعت دوسرے اختیاروں کی طرف اس کے وفات کے ساتھ ختم ہو گئی تھی۔ کیونکہ ظہر کی موت کے بعد بھی اس کی شریعت کا قائم رہنا صرف آنحضرت ﷺ کی ہی خصوصیت ہے۔ اب اس بنیاد پر وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ اور اسماعیل کے درمیانی زمانے میں ہوئے ان پر کوئی عذاب نہیں چاہیے انہوں نے دین میں تجدیل یا تحریف کیا ہو یا جس کی پوجا کی ہو۔ اب وہ کہیں وہ حد نہیں جن میں ایسے لوگوں کو عذاب دینے جہانے کی خبر ہے جنہوں نے (اپنے دین میں تجدیل یا تحریف کیا یا جس کی پوجا کی وہ عذاب میں ڈالے جائیں گے تو ان حدیثوں کی جھولی کی گئی ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ بعض علماء نے اس مسئلہ کو اچھلایا ہے کہ ایک شخص کے لئے بت پرستی کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کو ایک چھٹا کھن کی صورت میں دے دی ضروری ہو جاتا ہے۔ جس نے لوگوں کو قوم پرست اور اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی ہو چاہے وہ سولہ شخص کے لئے یعنی اس کے دور پاس کی قوم کے لئے نہ بھیج دیا ہو اور اس نے اس کی کائنات بھی تیار نہ کی ہو اس کو یہ خبر پہنچی ہو کہ اس کی نے قوم پرست اور ایمان کی طرف لوگوں کو بلایا تھا (مگر یہ خبر نہ بھی پہنچی ہو تو اس کے لئے یہ معلومات حاصل کر لینا ممکن رہا ہو (تو اس

صورت میں بھی اس کے لئے توحید کا قائل ہو جاؤ اور اللہ پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔) لیکن اس (توحید اور ایمان) کے سوا اس شریعت کی تعلیمات (یعنی احکام و عبادات) کا جاننا اس کے لئے بھی ضروری ہو گا جبکہ وہ نبی اس شخص یعنی اس کی قوم کے لئے بھی بھیجا ہو اور اس شخص تک اس نبی کی کہ موت پہنچی ہو۔

اس کی بنیاد پر یہاں شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا زندہ دلیلا ہو (یعنی آپ کی نبوت سے پہلے گزرا ہو اور نہ ہی اس کو پہچانے نبیوں میں سے کسی کا زندہ دلیلا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے اور بت پرستی کرنے پر مذہب دیا جائے گا کیونکہ اگرچہ اس کو توحید اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے حقائق پہچانے نبیوں میں سے کسی کی کہ موت نہیں پہنچی لیکن وہ اس پر گوارہ تھا کہ اس کا علم حاصل کرے اس لئے اس کو مذہب دیا جائے گا مگر اس مذہب کے حقائق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نبی کے جیسے پیرو دیا گیا بلکہ یہ مذہب نبی کے آنے کے بعد بھی شرک اور بت پرستی کرنے کا نتیجہ ہو گا کیونکہ اس کائنات کے خالق اور پیدا کرنے والے کی جستجو کر جاؤ اس کو ایک سمجھنا انسان کی فطرت کا عارف ہے چنانچہ جو شخص اس عارف کو پورا نہیں کرتا تو یہ اس کی کو جی اور قصور ہے جس پر وہ سزا کا مستحق ہے۔

اب یہ حدیث ہائیکل درست ہو جاتی ہے جو طبرانی نے صحیح حد کے ساتھ نقل کی ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں:-

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی نبی بھیجتا ہے تو اس کے انتقال کے بعد جو فرشتہ کاہن ہو جاتا ہے (یعنی وہ زندہ جس میں کوئی نبی نہ ہو اس زمانے) کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جہنم کو بھرتا ہے۔“

(یعنی اس دور کے لوگ اپنی کوتاہی کی وجہ سے اس گمراہی نبی کی اس تخیل کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس پر ایمان لانے کی تعلیم دی تھی اور ان کو اس تخیل کے حقائق ظہور نہ پا رہے تو اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ شرک اور بت پرستی میں جھکا رہے ہیں۔ اسی بنا پر یہ فرشتے کے زمانے کے لوگ جہنم کا درد محسوس نہیں کرتے ہیں مگر شاید یہی جہنم کو ان لوگوں کے ذریعہ بھرنے سے مراد اس میں مباحثہ کرنا قصور ہے (کیونکہ فرشتے کے دور میں سب ہی لوگ وہ نہیں ہوتے تھے جو پہچانے نبی کی تعلیمات کو بھلا کر شرک اور بت پرستی میں جھکا تھا بلکہ ان میں وہ لوگ بھی ہوتے تھے جو توحید کو ماننے والے ہوتے تھے اور بت پرستی نہیں کرتے تھے جیسے کہ حضرت اسماعیلؑ اور آنحضرت ﷺ کے دور نہایت زمانے میں عہد مطلق اور کچھ دوسرے لوگ تھے۔ لیکن چونکہ ایسے زمانوں میں اکثر لوگ توحید کو بھلا کر بت پرستی اور شرک کرتے تھے اس لئے اس حدیث میں مباحثہ کے طور پر کہا گیا ہے کہ ایسے فرشتے کے زمانوں کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جہنم کو بھرتا ہے جانتا کہ اس دور کے مردوں سے لوگ مرد نہیں ہیں (کیونکہ لام حلالی اور حضرت امام مسلم نے حضرت انسؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”جہنم کو بھرتا (گوارہ گروں سے) ابھرا جاتا رہتا ہے لیکن اس کا بھرتہ نہیں ابھرتا اور وہ کبھی خالی ہے کہ اور ہوں تو دیکھتے یہاں تک کہ آخر میں رب تعالیٰ اس پر اپنا تھوہر کھادے گا جس سے وہ (اننگھ ہو گی کہ پاپوں اٹھے گی جس میں جنتی حق سے عزت اور حق سے کرم کے صلے میں گھٹے کا پی ہو گیا۔) غرض ان علماء کا یہ مسلک قابل فرزت یعنی اس زمانے کے لوگوں کے لئے ہے جس میں کوئی نبی نہ ہو یہ علم توحید اور حق تعالیٰ پر

ایمان لانے کے متعلق ہے جو بنیادی چیز ہے۔ اب جہاں تک اس کے علاوہ شریعت کی جزئیات اور تفصیلات کا تعلق ہے۔ ان پر (اگر ان لوگوں نے عمل نہیں کیا تو) وہ مذہب کے مستحق نہیں ہوں گے کیونکہ ان تفصیلات کو اٹھانے کے لئے ان کے پاس کوئی نیا نہیں آیا۔

مختصر یہ کہ اگر اہل فطرت حق تعالیٰ کو مانتے ہیں لیکن یہ کہہ کر بہت پرستی اور شرک میں مبتلا ہوں کہ ان جہوں کو ہم صرف میلہ اور زیارہ بنا کر خدا تک پہنچانا چاہتے ہیں تو وہ مذہب کے مستحق ہوں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا یہ جواب قرآن پاک میں نقل فرمایا ہے (کہ وہ لوگ اپنی بہت پرستی کے لئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ۔

مَلْعُونَةٌ فَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ فَلْيُحْمَلْ بِهِ عَمَلًا ۚ وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ يَكُنْ مِنْ الْغَاظِينَ ۚ وَالْعِزَّةُ لِلَّهِ الْوَحِيدِ ۖ

ترجمہ: ہم تو ان کی ہر شے صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مستحق بنادیں۔

جب کہ اس شرک اور جہوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے زیارہ بنانے کی کچھلے تمام نبیوں نے ممانعت کی ہے (اور اہل فطرت یعنی ان نبیوں کے بعد کے لوگ بھی اس کو جانتے تھے اور اگر نہ بھی جانتے ہوں تو ان کے لئے اس کا جان لینا ممکن تھا)۔

اب جہاں تک ایمان اور توحید اور اس کے متعلقہ میں شریعت کی جزئیات اور دوسرے احکام کے درمیان فرق کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور توحید کے لحاظ سے تمام شریعتیں ایک ہی شریعت کی طرح ہیں کیونکہ یہ اصولی بات تمام شریعتوں میں مشترک ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت پاک سے بھی لگتا سروسے۔

فَوَرَبِّكَ لَآتَيْنَاكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَتَبَيَّنَّا الْإِسْلَامَ لَكَ ۚ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وحی دین مقرر کیا جس کا اس نے نورا کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔

یعنی حق تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس پر ایمان لانے کی حد تک سارے پیغمبروں کی شریعتیں ایک ہی ہیں کہ یہ بنیادی حکم جس پر سارے دین کی عبادت کھڑی ہوتی ہے سب شریعتوں میں مشترک ہے (چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت سے (جو پیچھے نقل ہوئی) بھی سروسے کہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا اقرار کرنا سب شریعتوں کی چیز ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے آیت کے اس فقرے میں فرمایا ہے کہ :-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُدْعَىٰ لِلدِّينِ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُو حَتَّىٰ نُلَاقَ ۚ

ترجمہ: اور اس میں اقرار حق نہ تھا۔

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہوا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِآيَاتِنَا قَالًا ۚ يَا قَوْمِ اسْمَعُوا كَلِمَاتِي ثُمَّ انصتُوا لِحُكْمِي ۚ

ترجمہ: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا ہوا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کہ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے لائق نہیں۔

آیت جگہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا فَاتَّبَعُوا أَهْلَهُمْ كَانُوا لَهُمْ أَوْلِيَآءَ ۚ وَالْيَاثَمُ ۚ سُوْرَةُ مَعٰوِدِ ۙ ۱۰

ترجمہ۔ اور ہم نے قوم ثمود پر ان کے بھائی صالح کو قاضی بنا کر بھیجا جنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہ ہے کہ قاتل نہیں۔

(قوانین سب آیات پاک سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جہاں تک تمام نبیوں کی لائی ہوئی شریعتوں کی اصل اور بنیاد کا تعلق ہے وہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور اس پر ایمان لانا ہے یہی وجہ سے بعض انبیاء نے اپنی قوم کے علاوہ مردوں سے بھی اس بنا پر جنگ کی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور جنوں کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اب اگر ایمان ہائے اور توحید کا اقرار (ہر شریعت میں) ضروری نہ ہو تا تو نبی شریعتیں سے جنگ نہ کرتے۔

سب جہاں تک فروغ اور تنصیبات کا تعلق ہے ان میں سب شریعتوں میں فرق ہے۔ بعض علماء نے شریعتوں کے اس فرق کا سبب یہ لکھا ہے کہ مختلف احوال اور قوموں کی قابلیت اور صلاحیت مختلف تھی (اور کبھی شریعتیں قوی حران کے مطابق) کام لے کر آتی تھیں اس لئے وہ ان کام ہر قوم کے موافق نہیں ہو سکتے تھے لیکن اسلامی شریعت پر محمد ساری دنیا کے لئے بھیجی گئی اس لئے اس کے تمام احکام کو غلو صوفی حرائج کے بھانے منافی حرائج کے مطابق چلایا گیا تاکہ ہر قوم اور ہر انسان اس پر عمل کر سکے اسی لئے اس کو دینِ فطرت کہا گیا اور فطرت ہر انسان کی ایک ہوتی ہے جبکہ حرائج ان میں فرق ہو سکتے اور ہوتا ہے۔

جہاں تک اس احوال کا تعلق ہے کہ ایمان اور توحید کے معاملے میں سارے نبی اور ساری شریعتیں ایک ہیں تو اس نے اس آیت سے تفسیر کی ہے کہ :-

الْاَنْبِيَاءُ اَوَّلًا فَكُلٌّ مِنْهُمْ لِيُخْبِرَ (احدیت)۔

ترجمہ۔ تمام نبی عطا کی گئی ہاپ شریک بھائی ہیں۔

(۱) لیکن ان کے دینوں کی اصل اور بنیاد ایک ہے اور وہ ہے توحید۔ ہاں شریعتوں اور احکام میں اختلاف ہو سکتا ہے اس لئے کہ حالات کے متغی ہیں سو کہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام قاضی ایک ہی ہاپ کی اولاد ہیں لیکن ان کی ماںیں مختلف ہیں (اور سو کنوں میں اختلاف فطری ہے)۔

اس حدیث کی یہ تفسیر خود بعض محدثوں سے ہی ثابت ہے مثلاً

الْاَنْبِيَاءُ اَوَّلًا فَكُلٌّ مِنْهُمْ لِيُخْبِرَ عَنْهُمَا اَقْوَمَ شَيْءٍ وَجِهَتُهُمْ وَاجِدٌ (احدیت)۔

ترجمہ۔ تمام قاضی ان میں ہاپ شریک بھائی ہیں جن کی ماںیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔

(اس سے معلوم ہوا ہے کہ توحید اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی حد تک سب نبیوں کا دین ایک ہے ہاں مسائل اور احکام مختلف قاضیوں کی شریعتوں میں مختلف ہیں)۔

(خاصہ یہ تھا کہ اہل فطرت لیکن وہ لوگ جن کے پاس کوئی نبی نہیں آتا کہ اس پر تدار تھے کہ پچھلے نبیوں کی بنیادی تعلیم کو معلوم کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور پھر وہ بت پرستی نہ کرتے ہوئے صرف اس بنیادی حقیقت کا اقرار کرتے ہیں تو ان پر مذہب نہیں ہو گا لیکن امام احمد ابن حنبلہ کہتے ہیں کہ باطل صاف حقیقت جس میں کوئی وحدانیت نہیں ہے نہ کہ ان تمام اہل فطرت کی نہایت ہو گی جن کے پاس کوئی نبی نہیں آیا اور ان کو اللہ عزوجل پر ایمان لانے کی تعلیم نہ تھی۔ ان سے عرب کے لوگ یہاں

تک کہ نئی اسرائیل کے نبیوں کے زمانے کے عرب بھی اہل فطرت میں سے ہیں اس لئے کہ نئی اسرائیل کے خاتمہ میں بھی (صرف اپنی قوم نئی اسرائیل کو تو حید اور ایمان کی تبلیغ کی) عربوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ ایمان کو اس پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا۔ پھر کہتے ہیں کہ اہل فطرت یعنی بغیر نبی کے زمانے والے لوگوں میں سے جن کے حقائق کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہ جنسی اور دوزخی ہیں تو ان کے حقائق کوئی جاہل کی جا سکتی ہے (مثلاً حدیث کزہ، جو یاہو سری حدیث سے مستور ہو چکی ہو جیسا کہ شیخ کے حوالے میں ہو اس کا بیان کزہ چکا ہے) تو غریب ہے۔ دوسرے لئے ضروری ہے کہ اس شخص میں افراد کے حقائق کی عقیدہ رکھیں کہ وہ جنسی ہے۔

اب یہاں ایک سوال ہے کہ علامہ غزالی کا قول ہے کہ تمام خطیروں کی یہ تعلیم بیٹ سب کو معلوم رہی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی (اس لئے عربوں کو بھی یہ تعلیم معلوم رہی ہو گی) پھر وہ یہ کہ اس دور میں ان کے لئے کوئی نئی نہیں آیا۔ لہذا یہ بات ہمارے کے پھر وہ جب انہوں نے توحید کا اقرار نہیں کیا تو ان کو لہجہ یا تو کیسے کہا جا سکتا ہے۔

ان خرافاتی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ گزشتہ زمانوں میں ہر نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا تھا (ساری دنیا کے لئے ان میں کوئی نبی نہیں تھا) اس لئے وہ قوم جس کے پاس کوئی نبی نہیں بھیجا گیا (جیسے کہ حضرت اسماعیل اور آصفرت علیہ السلام کے دور میں) زمانے کے عرب ہیں ان پر کوئی خطاب نہیں ہو گا۔

پھر دوسرا سوال یہ بھی ہو گا ہے کہ اہل فطرت یعنی بغیر نبی کے زمانے والے لوگوں کو خطاب دینے کے حقائق امداد سے موجود ہیں۔ اس لئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان پر کوئی خطاب نہیں ہو گا۔ علامہ کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اہل فطرت کو خطاب دینے کے حقائق جو حدیثیں ہیں وہ خبر واحد کے دور کی ہیں (خبر واحد حدیث کی سب سے کزہ قسم کو کہتے ہیں) اس لئے قطعی طور مضبوطی سے کی حدیثوں کے مقابلے میں خبر واحد کے اور بے کی حدیثوں کو نہیں ملتا جائے گا۔ پھر اگر اس میں کوئی جاہل نہیں ہو سکتی تو پھر خطاب دینے کے زمانے کو صرف اسی حدیث کی حد تک مختصر اور محدود کرنا چاہئے گا۔ یہاں تک علامہ غزالی کا کام ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اہل فطرت یعنی بغیر نبی کے زمانے والے لوگوں کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا چنانچہ اس کے حقائق بڑھانے میں ان سے حدیث نقل کی ہے کہ وہ سوال اٹھ چکے ہیں۔

جب قیامت کا دن ہو گا تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے دلوں کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے اور ان کا پروردگار سے بہت پرستی کے حقائق سوال فرمائے گا، تو وہ عرض کریں گے۔

”اے اللہ سے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا کوئی رسول اور خطیر نہیں بھیجا تھا جو ہمیں تیرے احکام پہنچاتا کہ تو ہمارے پاس کوئی خطیر بھیجے تو ہم تیرے سب سے زیادہ فرمان بردار بنے ہوتے۔“

اس پر ان کا پروردگار ان سے ارشاد فرمائے گا۔

”میں ان شخصوں کو تم میں سے لے کر آؤں گا۔“

(لوگ جب اقرار کریں گے تو حق تعالیٰ ان سے اس پر وعدہ چاہ لیں گے۔ اس کے بعد ان کو حکم رہائیں گے کہ تم جہنم میں داخل ہو چکے۔ اور ان کو (جہنم کی طرف) بھیج دیں گے۔ وہ اس طرف چلیں گے۔ وہاں تک کہ جب جہنم کو دیکھیں گے تو ایک دم ٹھہر جائیں گے اور وہیں سے واپس لوٹ آئیں گے اور عرض

کر رہے تھے۔

”مگر ہمارے پروردگار! ہمیں اس سے دور رکھو کہ ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔“

(اس کی اس دعا پر ان پر حق تعالیٰ عظمیٰ کے

عقب پیٹ پیٹ کے لئے اس میں داخل ہو چلا۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”مگر وہ لوگ پہلی مرتبہ میں اس میں داخل ہو جاتے تو وہ آگ میں کے لئے مگر ہرگز نہ جاتی۔“

(اس حدیث کی روشنی میں) مہاجرین ہجرت فرماتے ہیں کہ خیال یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اہل و

عیال (کی بات) آپ کی نبوت سے پہلے فوت ہو گئے وہ اس امتحان میں حق تعالیٰ کے عزم کی قریب تر رہی کریں گے

جو آنحضرت ﷺ کے اعزاز و اکرام کے طور پر ہو گا تاکہ اس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

عبدالمطلب اور آنحضرت ﷺ کے والدین کی نہایت ہو گی یا نہیں۔ اس بارے میں علامہ ابن کثیر لکھتے

ہیں کہ۔

”مقصود یہ ہے کہ عبدالمطلب جاہلیت کے دین پر ہی مرے ہیں۔ اس بارے میں صرف شیعوں کا فرقہ

عبدالمطلب اور ان کے بیٹے ابوطالب کے متعلق اختلاف کرتا ہے۔ تاہم نے اپنی کتاب دلائل ابنہ میں ان

حدیثوں کا ذکر کرنے کے بعد جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کی نہایت نہیں ہو گی (انکھا

ہے۔

”آپ کے والدین اور دلو کا آخرت میں یہ انتہام کیوں نہیں ہو گا جبکہ وہ جن کو پوجتے تھے اور مرنے

تک انہوں نے مصیقت کا دین قبول نہیں کیا (جو اس وقت سچا آدمی مذہب تھا) مگر ان کے کافر ہونے سے

آنحضرت ﷺ کے نسب میں کوئی برائی پیدا نہیں ہوئی اس لئے کہ کفار کے نکاح صحیح ہوتے ہیں کیا آپ نے

نہیں دیکھا کہ وہ لوگ اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوتے تھے تو ان پر نکاح کی تجویز کرنا یا ان اور توں کو چھوڑ دینا

ضروری نہیں ہو چکا اس لئے کہ یہ اسلام میں جائز ہے۔“ یہاں تک ابن کثیر کا حکم ہے۔

پھر علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ

”آنحضرت ﷺ کا اپنے والدین اور دلو کے متعلق یہ خبر دے دینا کہ وہ جہنم والوں میں سے ہیں۔ اس

حدیث کے خلاف نہیں جو مختلف سندوں سے ملتی ہے کہ اہل فطرت یعنی جاہلیت کے زمانے کے لوگ اور بچے اور

پاگل اور گنگے تو میں ان کا قیامت کے دن حق تعالیٰ امتحان نہیں کرے۔ اب ان میں سے کچھ لوگ کا یہاں ہو جائیں

گے (تو وہ جنت میں جائیں گے اور کچھ لوگ ناکام ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ (یعنی آپ کے والدین اور

عبدالمطلب) ان لوگوں میں سے ہوں گے جو ناکام ہو جائیں گے اس لئے وہ ان میں سے کوئی اختلاف نہیں

رجل البدایہ والنہایہ ص ۲۸۱

مگر اس سلسلے میں میں مناسب اور معروضی یہ ہے کہ سکوت اور خاموشی امتداد کی جانے کی صورت کے

مقابلے میں ایسی حد نہیں بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہو تا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کو حق تعالیٰ نے

آپ کے اعزاز میں وہ بارہا دعا کی مطلقاً فرمائی اور انہیں اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ حق تعالیٰ کی قدرت سے

یہ بات کچھ بعید بھی نہیں کہ اس نے اپنے محبوب کی تسلی کی خاطر آپ کے واسطے یہ خصوصیت رکھی ہو۔ جیسا



کہ اس طرف علامہ حافظ ابن حجر اور علامہ حافظ سیوطی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ تاہم مختصر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین اور عبدالمطلب کے حقیقی سکت اور خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب ہے۔

لہذا یہ اسی لئے نہیں کہ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے مہل باپ اور دواغھے کیونکہ آخرت کی نجات کے لئے اسلام میں نسبت کی فضیلت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ عبدالمطلب کے حقیقی قہودہ والوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی قوی اور بلند جاہلیت کی دوسری برائیاں میں جتنا نہیں تھے جیسا اگر گزشتہ باب میں نسب نامے کے تحت اس کی تفصیل گزری ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے والدین کے ہلے میں بہت ہی سختی ثابت نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی برکت سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ جن کے عہد سے آپ تھے اور وہ جن کے عہد میں آپ نے فوج گزاری ان کی حق تعالیٰ نے ان برائیاں سے حفاظت فرمائی ہو اور آپ کی برکت سے وہ آخرت کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں میں سے ہوں۔ البتہ ابو طالب کے حقیقی علقہ صحیح مدح و ثناء سے یہ ثابت ہے کہ ان کو اسلام کا زندہ علامہ اسلام پیش کیا گیا مگر انہوں نے قویہ کا اقرار نہیں کیا بلکہ کفر و شرک پر ہی سہے جس کے نتیجے میں وہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی پلا ہوئے اور آپ سے بے اندازہ محبت کرنے کے باوجود آلرت کی باز پرس اور حق تعالیٰ کے خطاب سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ عجب کہ۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امید یہ ہے کہ عبدالمطلب بھی اس جماعت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے والوں میں ہوں گے جو فرستادہ والوں کی جماعت ہوگی۔ لیکن ابو طالب ان میں سے نہیں ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زندہ پلا کر آنحضرت ﷺ کی طواغیث کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے۔

(ابو طالب جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی پرورش کی وہ چونکہ رسول اللہ ﷺ سے بہت قریب تھے اور آپ سے انہیں بے حد محبت تھی اس لئے ان کے حقیقی مدعیوں میں ہے کہ ان کو مشرکوں میں سب سے کم خطاب دیا جائے گا اس سے حافظ سیوطی نے دلیل پیدا کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مہل باپ جنم میں نہیں ہوں گے اس لئے کہ اگر وہ جنم میں ہوتے تو سب سے کم خطاب ان کو دیا جائے کیونکہ ابو طالب کے مطالبے میں وہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ قریب تھے اور ان کا ذکر بھی مضبوط ہے کہ انہیں نہ تو نبوت کا زندہ ملاہوت ہی یہ ہوا کہ ان کو اسلام پیش کیا گیا ہو اور انہوں نے انکار کر دیا ہو لیکن آنحضرت ﷺ کا فرمان ابو طالب کے حقیقی ہے کہ ان کو سب سے کم خطاب دیا جائے گا (حالانکہ ان کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زندہ ملاہوت ہی ملا اور اسلام بھی پیش کیا گیا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اس لئے آپ کے والدین جنم میں نہیں ہیں۔ حافظ سیوطی کہتے ہیں کہ اہل اصول کے نزدیک اس طرح کی دلیل کو دلالت اشارہ کہتے ہیں (یعنی ایک روایت کے مفہوم اور مطلب سے کوئی دوسرا نتیجہ خود بخود نکل آتا۔

آنحضرت ﷺ پر عبدالمطلب کی شفقت و محبت۔ چنانچہ اس کا مہل رہا ہے کہ حضرت آمنہ کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے دواغ عبدالمطلب کی محرمی اور پرورش میں آگئے تھے۔ عبدالمطلب کو آپ سے جو سبب انتہا محبت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہیں کے سامنے میں عبدالمطلب کے لئے ایک فرش بچایا جاتا تھا جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے اور ان کے اجسام میں ان کے گمراہوں یا قریش میں سے کوئی شخص اس پر نہیں بیٹھا کرتا تھا چنانچہ ان کے بیٹے اور سرداران (قریش اس فرش کے چاروں طرف بیٹھا کرتے تھے مگر رسول

اللہ ﷻ جو اس وقت ایک قوم کو مکر و تدبیر سے لڑ کے تھے وہی تشریف لاتے تو یہ دے اس فرشتے پر جا کر بیٹھ جاتے (آپ کے چہرے دیکھتے تو عبدالمطلب کے لب کی دھب سے) آپ کو بڑا کر وہاں سے ہٹانا چاہتے تاکہ اس فرشتے سے ٹکرا کر آپ کو بھائی نہیں مگر عبدالمطلب وہ یہ دیکھتے تو فوراً کہتے۔

”میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم یہ بڑی شان والا ہے۔“

اس کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس اس فرشتے پر بٹھاتے اور آپ کی کمر پر عمت سے ہاتھ بکھر دیتے اور آپ کی ہاتھیں دیکھ کر خوش ہوتے رہتے۔

(قال۔ اے روایت میں عبدالمطلب کا جو جملہ نقل ہوا اس کو حضرت امی عباس نے اس طرح بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب کہتے۔

”میرے بیٹے کو نہیں چھینے وہ اس لئے کہ اس کو خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ اس کی شان بڑی ہے۔ میری کورہ ہے کہ یہ ایسا ملکہ مرتبہ ہائے جو کبھی عرب کو نہ اس سے پہلے حاصل ہوا ہو اور نہ بعد میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ ”میرے بیٹے کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے حلق میں طبعی طور پر بندی ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ ”میرے بیٹے کو میرے اس فرشتے پر ہی دیا جائے کیونکہ اس کے اس کی طبیعت اسے خود یہ احساس دلاتی ہے کہ وہ ایک عظیم بادشاہی کرے گا اس کی شان بڑی ترانی ہوگی۔“

حضرت امی عباس نے روایت ہے کہ میرے والد (یعنی حضرت عباس) فرمایا کرتے تھے۔

”میرے امیر کے پاس کبھی میں عبدالمطلب کے لئے ایک فرشتے بچا ہوا تھا جس پر من کے سوا کوئی نہیں جھنڈا تھا عرب میں امیر اور دوسرے بڑے بڑے فرشتے سر و مل تھے اس سے ہٹ کر اس کے چلوں طرف جھٹکا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت تک آپ جہاں نہیں ہوئے تھے اور قوم لڑا کرتے تھے۔ آپ اگر یہ دے اس فرشتے پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے (عبدالمطلب کے لب کی دھب سے) آپ کو بڑا کر کھینچا اور وہاں سے ہٹا دیا۔ آپ ایک دم روئے۔ اس وقت عبدالمطلب کی آنکھیں پانی دہی تھیں۔ انہوں نے (آپ ﷺ کے رونے کی کولائی تو) پوچھا۔

”میرا بیٹا کیوں روتا ہے؟“

لوگوں نے اٹھیا کہ یہ فرشتے پر جھنڈا چاہتے تھے اس سے انہیں دک دیا گیا۔ عبدالمطلب نے کہا

”میرے بیٹے کو اس فرشتے پر ہی بیٹھو اور کیونکہ وہ خود اپنا مرتبہ پہچانتا ہے۔“ یعنی انہیں خود یقین ہے کہ وہ بڑی شان والے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اس کو وہ مرتبہ حاصل ہو جو نہ اس سے پہلے کسی عرب کا ہو اور نہ اس کے بعد ملے۔“

(ی) چنانچہ اس کے بعد لوگ آپ کو اس فرشتے پر بیٹھنے سے بالکل منع نہیں کرتے تھے چاہے عبدالمطلب وہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

(ان روایات میں عبدالمطلب کا کہنا ہوا جملہ کی تائید لاکا ہے جس کا مطلب ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ نے اس فرشتے پر جھنڈا چاہا اور وہ لوگوں نے آپ کو وہاں سے ہٹا دیا جس پر عبدالمطلب ان کو روکنے سے منع کر دیا کرتے۔ مگر اس آخری روایت میں یہ ہے کہ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد ہر آپ کو کبھی کسی نے اس فرشتے پر بیٹھنے سے نہیں روکا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ شاید یہ آخری واقعہ تھا جب قریش نے آپ

کو روکا اس کے بعد انہوں نے روکا چھوڑ دیا یا پھر یہ ممکن ہے کہ واقعہ تو ایک ہی واقعہ کا ہو مگر مختلف دعووں نے عبدالمطلب کا ہر مختلف انداز میں بیان کیا ہو۔

نبوت کی نشانیوں اور گواہیوں۔۔۔ نئی دُنْیَا کے ہر لوگوں نے جو قیافہ شناس تھے اور پھر ہر مردیکہ کرکٹوں کے مستقبل کے متعلق جھگڑا کرتے تھے ایک وفد عبدالمطلب سے نکلا۔

اس بچے کی حفاظت کرواں گے کہ مقام ابراہیم پر (حضرت ابراہیم کے) قدم کا جو نشان ہے اس سے شہادت رکھتے والا قدم ہم نے اس بچے کے سوا کسی کا نہیں دیکھا۔ لہٰذا یہ بچہ قوم کی اس شہادت کی وجہ سے ہم خاص ہی شان والا ہے اس لئے اس کی پوری حفاظت کرو۔ مہدواتے کوئی گزند اور نقصان پہنچ جائے گا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: (ی) مقام ابراہیم وہ حجر ہے جس پر حضرت ابراہیم کیسے کی تعریف کے وقت کھڑے ہو کرتے تھے۔ اس حجر پر بطور مجزوءان کے عربوں کے نشان بڑھ گئے تھے۔ یہ ہی حجر ہے جس کی لوگ زیدت کرتے ہیں اور جو مقام ابراہیم کہلاتا ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اسی کی طرف آنحضرت ﷺ کے چلنے اپنے قہیدے میں اشارہ کیا ہے۔

وَالْحَجَرُ الْمَشْكُورُ  
وَالْحَجَرُ الْمَشْكُورُ  
وَالْحَجَرُ الْمَشْكُورُ

ترجمہ: قسم ہے اس نر اسود کی جس کو لوگ چرتے ہیں اور جبکہ اس کو گندہ شام پہن گھر سے ملنے لے لیتے ہیں۔

وَتَوَطَّئُ بِهِ عَصَمَ بَنِي  
عَصَمَ بَنِي عَصَمَ بَنِي  
عَصَمَ بَنِي عَصَمَ بَنِي

ترجمہ: اور قسم ہے حضرت ابراہیم کے قدموں کی اس جگہ کی جو حجر میں آج بھی تازہ ہے جو ان کے قدموں کے برابر پھیر جوتے کے نیچے ہو کا نشان ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے قدم مبارک اس حجر میں دھنسی کر اپنا نشان چھوڑ گئے اور یہ پھیر جوتے کے نیچے پاؤں کا نشان ہے۔

حضرت ابن تہیمہ سے روایت ہے کہ میں نے مقام ابراہیم یعنی اس حجر پر حضرت ابراہیم (کے پاؤں) کی انگلیوں اور انہیں کے نشان دیکھے نیز کسی قدم کو اس کا نشان بھی ہے مگر لوگوں کے اس کو (برکت کے لئے) چھوڑنے نے اس نشان کو ختم کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک کے حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان سے مشابہ ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ ایک ہی نسل اور خاندان کے آدمیوں کے ہیں (یعنی اس سے ثابت ہو اگر آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ روایت کتب کے فقہاء سب کا اجماع اُفق ہے کیونکہ اگرچہ بعض ایک واقعہ ذکر ہو رہے کہ حضرت اسماعیل زیدؑ جن سے رسول اللہ ﷺ کو برکت تفصیل قدم کا لے رنگ کے تھے کیونکہ ان کی ماں تمیم بن برکہ حبشہ یہ کام تمیم مکر اسماءؑ کے والد حضرت زیدؑ مگرے پتے تھے اس لئے منافقین حضرت اسماءؑ کے نسب میں شہہ اور طعن کیا کرتے تھے کہ وہ حضرت زیدؑ کے بیٹے نہیں ہیں۔ اس سے آنحضرت ﷺ کو رنج و غم تو کٹا لیکن حقی کہ اپنا ایک قہیدہ دُنْیَا کے ایک مشہور قیافہ شناس جو دُنْیَا نے دیکھا کہ وہ کوئی ایک چادر لوز سے پائے سو رہے ہیں جن کے ہر قطر کہے تھے اگرچہ ان میں سے وہ ہر پہ تھے اور وہ سفید مگر جوڑنے علم

قیاذ سے دیکھتے ہی حیرت سے کہا کہ یہ ہی زہر رنگ کے لٹلا سے بہت مختلف لگتے ہیں مگر میں ایک ہی نسل کے۔ اس خبر سے آنحضرت ﷺ کو بہت اطمینان ہوا اور منافقوں کی زبانیں بھی بند ہو گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے چونکہ مدینہ کی اس خبر پر اطمینان فرمایا اس لئے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ علم قیاذ کے درپہ نسب کا معاملہ طے ہو سکتا ہے۔

پانچویں اور برہنہ کی اس روایت سے جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قدموں کو حضرت ابراہیم کے نشان قدم کے مشابہ دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ہی نسل کے آدمیوں کے یہ معلوم ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا حضرت ابراہیم کی نسل سے ہونا علم قیاذ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو شرعی دلیل بھی ہوئی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نشان بھی حجر میں نقش ہو جاتے تھے۔ پانچویں سرائی کی روایت میں جب آپ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے حجر پر آپ کا نشان قدم نقش ہو گیا جو آج تک موجود ہے۔

مگر علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ میں ایسی کئی روایات سے واقف نہیں ہوں آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نشان بھی حجر پر جم جاتے تھے۔ مگر کہتے ہیں کہ میں کئی دوسرے ایسے محدث سے بھی واقف نہیں جس نے ایسی کوئی حدیث پیش کی ہو۔ اسی طرح جیسا کہ ایک روایت لوگوں میں مشہور ہے کہ جب ایک وفد آپ کی کنی دیوڑ سے رگڑی گئی تو اس کا نشان اس حجر پر نقش ہو گیا اور اسی وجہ سے کہ میں یہ جگہ آنحضرت ﷺ کی کنی کے نشان سے مشہور ہو گئی۔ مگر علامہ سیوطی نے اس کے حلق میں بھی اپنی ناظمی اور بے خبری کا اعتراف کیا ہے۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قول کے باوجود علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ”تعاہل مغربی“ میں لکھا ہے کہ :-

”کوئی حجر یہاں نہیں جس پر آنحضرت ﷺ کا قدم مبارک پڑا ہو اور اس پر اس قدم کا نشان نقش نہ ہو گیا ہو۔“

یہاں تک علامہ سیوطی کا کلام ہے۔

اس بارے میں یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کی اس تاثیر کے حلقہ اثر کرنے کے بعد علامہ سیوطی کو کوئی مستر روایت ملی ہو۔

جہاں تک اس دعویٰ کا حقیق ہے کہ جس حجر پر بھی آنحضرت ﷺ نے قدم رکھا اس پر نشان قدم جم گیا۔ یہ قابل غور ہے۔ مگر میں نہ لکھا کہ تمام نکلے آپ ﷺ کے قدم مبارک کی اس تاثیر کے حلقہ اثر اپنے قہیدے میں یہ لکھا ہے :-

بُخَرِي فِي الْأَصْنَافِ مُتَبَيَّنٌ لَمْ يَم  
يُؤَلِّهِ يَوْمَ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ لَوْ

ترجمہ: آپ کے قدموں کے نشان حجروں میں چٹکے مگر دیت اور نرم مٹی میں نہیں چڑے۔

اس قہیدے کی شرار کرنے والے نے اس سلسلے میں لکھا کہ شاید روایت میں آپ کے قدموں کے نشان نہ چڑنے سے مراد یہ ہے کہ جب آپ نے دلت کے وقت کے سے حیرت فرمائی اور پہلے عذر قدمیں ہا کر چھپے اس وقت (دلتے میں لکھتے پر آپ کے قدموں کے نشان نہیں چڑے) (ناک قرینہ) مگر میں ان نشانوں کو

دیکھتے ہوئے آپ تک نہ پہنچ جائیں گا کی بات کو گواہی دے آپ کی یہ شان نہیں تھی کہ ریت میں بیروں کے نشان نہ پڑتے ہوں۔ چنانچہ (اس وقت کے سے خارجہ کو جانتے ہوئے آپ جب قدم اٹھاتے تو حضرت ابو بکر سے فرماتے تھے کہ اپنے بیروں کے قدموں کے نشانوں پر دیکھتے چلو تاکہ ریت میں نشان نہ ہیں۔

اس سے آپ اپنے قدموں کے نشانوں کو چھپا پا جاتے تھے تاکہ قریش جو آپ کی عیال میں انھیں کے بھگ جائیں۔

مگر اس روایت سے یہ مطلب نکلا ہے کہ آپ کے قدموں کے نشان پڑتے تھے یہ مطلب نہیں ہو تا کہ نشان نہیں پڑتے تھے۔ بلکہ اسی بات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو آگے کہہ رہے کہ قریش دشمن پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی عیال میں چلے یہاں تک کہ ایک خار کے پاس جا کر وہ نشان قائم ہو گئے۔ اس وقت پاؤں کے نشانوں کو پہنچنے والے ماہر نے ان لوگوں سے کہا۔

یہ نشان ابھی ابھی قائم ہوئے یعنی ابو بکر کے بیروں کے چرے۔ جہاں تک دوسرے بیروں کے نشان کا معاملہ ہے تو ان کو میں نہیں پہچانتا۔ وہ نشان اس قدم کے نشان جیسے ہیں جو مقام یعنی مقام ابراہیم پر ہیں۔ اس پر قریش نے کہا کہ اس کے آگے تو کوئی نشان نہیں ہے۔ اس کی تحصیل آگے ہجرت کے بیان میں آئے گی۔

اس میں یہ اشکال ہو تا ہے کہ اگر حضرت ابو بکر کے بیروں کے نشان کے ساتھ دوسرے قدم کا نشان بھی چھپا جا رہا تھا تو پھر آنحضرت ﷺ کے ابو بکر سے یہ فرمانے کا کیا مطلب ہو گا کہ اپنے بیروں کے قدموں کے نشانوں پر دیکھتے چلو تاکہ ریت میں نشان نہ ہیں۔

اس کے جواب میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے حضرت ابو بکر کا جو آنحضرت ﷺ کے قدم کے برابر نہ ہو (یعنی چھوٹا ہو) آپ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا عجیب ہو جاتا ہے تاکہ ریت میں نشان نہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے سرخوہ ہو کہ ریت میں (بہرے بیروں کا) صاف اور واضح نشان نہ ہے۔ چنانچہ آپ نشان قدم کے ماہر کا یہ کہنا بھی عجیب ہو گیا کہ یہ تو ابو بکر کے بیروں کے نشان ہیں اور دوسرے قدم کے نشان کو میں نہیں پہچانتا۔ (اس لئے کہ وہ صاف اور واضح نہیں تھا)۔

(امام نسائی کے قصیدے کی اس شرح کرنے والے نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ آپ ﷺ کے قدم کے نشان چھروں میں نقش ہو جاتے تھے بلکہ اس کو جس بیادوں پر قول کیا ہے وہ بھی کثرت نہیں ہیں۔ (اس قصیدے میں آپ کے نشان قدم پڑنے کے متعلق ہجر کے بجائے) "چھروں کا قطع استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ کے قدم کے نشان (کسی خاص موقع پر ہی نہیں بلکہ) ہر بار چھروں پر پڑے ہیں۔ مگر طحاوی سے ملنے کے قول سے معلوم ہو تا ہے کہ بیعت آپ کی یہ شان نہیں تھی کہ جس حجر پر بھی آپ چلے اس پر نشان قدم ہو گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

(قال) ایک دن عبدالمطلب بیت اللہ میں حجر اسود کے قریب پہنچے ہوئے تھے ان کے پاس اس وقت بحران کے حیاتیوں کا استفادہ معصوم یعنی بڑا چھوٹا بھی بیٹا ہوا تھا استفادہ حیاتیوں کے لئے ان بیٹوں کو کہتے ہیں جس کے معنی ہیں بہت زیادہ مہارت کرنے اور خدا سے ڈرنے والا۔ غرض یہ بڑی عبدالمطلب سے باتیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ نہ

”بہاری کتابوں میں ایک ایسے نبی کی علامتیں ہیں جو اسامیٰ کی ولادت میں ہو جاتی ہیں۔ یہ خبر اس کی جائے پیدائش نہ گا اور اس کی یہ یہ نشانیاں ہوں گی۔ اسی وقت کوئی، رسول اللہ ﷺ کو لے کر وہاں آگیا۔ پوری کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے فوراً آپ کی آنکھوں اور پیچھے (جہاں سر نبوت تھی) اور پیروں کو دیکھ (یعنی جن جگہوں پر علامتیں پائی جانے کی تھیں) وہ جانتا تھا اور پھر ایک دم بول اٹھا۔

”وہ کیسی ہے۔ یہ تمہارے کیا ہوتے ہیں؟“

عبدالطلب نے کہا کہ میرا بیٹا ہے۔

استفہ اعظم نے کہا۔

”مگر ہم اپنی کتابوں میں تو یہ لکھواتے ہیں کہ اس نبی کا باپ ذعدہ نہیں ہوگا؟“

اب عبدالطلب نے کہا

”یہ سیراج ہے۔ اس کے والد کا اس وقت ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اب یہ بچہ ماں کے پیٹ میں تھا۔“

استفہ نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔

پھر عبدالطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا۔

”اپنے بیٹے کی پوری طرح حفاظت کرو کیونکہ تم نے سن ہی لیا ہے کہ اس کے حلقے کیا کہا جا رہا

ہے۔“

اسامیٰ سے روایت ہے کہ۔۔

”میں نہانے میں نبی کریم ﷺ کی میں پردہ اور دیکھ بھل کر گئی تھی تو ایک دن آپ کی طرف سے غافل ہو گئی۔ مجھے اس وقت پتہ نہیں تھا کہ آپ کہاں ہیں کہ اسباب عبدالطلب وہاں پہنچا مجھے اور کہنے لگے۔

اے بڑا کلام! میں نے کہا حاضر ہوں۔ پھر وہ بولے

”تمہیں معلوم ہے مجھے میرا بیٹا کہاں ملے گا۔“

میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ کہنے لگے۔

میں نے اس کو بچوں کے ساتھ اس درخت کے پاس لے آیا۔ تم میرے بیٹے کی طرف سے اس طرح غافل مت ہو کرو۔ اس نے کہا کہ اہل کتاب کہتے ہیں یعنی یہودی اور عیسائی جن میں سے ایک سیف ابن ذی یزن بھی تھا جیسا آگے اس کھاتہ آئے گا اگر یہ اس امت کا نبی ہو گا۔ اب مجھے ان کی طرف سے اس کے حلقے اندیشہ پید ہو گیا ہے۔“

(اسی طرح عبدالطلب کی آنحضرت ﷺ سے محبت کا یہ حال تھا کہ اگر وہ جب بھی کہاں کہاں بیٹھتے تو کہتے کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ جب بھی کہاں آج تو عبدالطلب آنحضرت ﷺ کو پیش اپنے برابر سٹایا اکثر اپنی گود میں بٹھایا کرتے اور سب سے اچھا کہاں آنحضرت ﷺ کو دیتے تھے۔

اسی طرح ایک شخص سے روایت ہے یہ شخص حیدر ابن سحابہ عامری ہے۔ یہ بہت زیادہ عروالہ لوگوں میں سے ہے جس اور آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہونے تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ”اچھی عروالہ تھے کہ اسب ابن کی وفات ہوئی تو یہ ایک بڑا مردوں اور عورتوں کے پچا تھے۔ غرض ان سے روایت ہے کہ۔۔“

ایک مرتبہ چالیس کے زمانے میں شیخ کے لئے کچھ دہائی میں بیت اللہ کا طواف کروا تھا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسے بڑے آدمی کو دیکھا تو بہت لمبے قد کا تھا۔ بیت اللہ کا طواف کروا تھا اور کہہ رہا تھا۔

بَرَزْتُ دُفْرًا كَسِيَّ مَحْضًا  
لَوْحًا دَمِيَّ وَاصْطَبَحْتُ عَدِيَّ بِنَا

ترجمہ: اے میرے پروردگار میری سواری کو گھونٹنے لگا۔ میرے دے اور اسے میرا دوست و ہار دینا

۱۔

تھوڑے فرق سے یہی شعر اس واقعہ میں بھی گزرا ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ دایہ طبر کے پاس سے اس وقت روانہ ہو گئے تھے جبکہ وہ آپ کو لے کر نئے آدھی فیس پھر رہے انہوں نے آپ کو عبدالمطلب کو آپ کی گمشدگی کے حقائق بتلایا تو انہوں نے وہ قرآن فاضل کو آپ کی تلاش میں بھیجا اور خود بیت اللہ میں آکر یہ شعر پڑھنے لگے۔ اس ہجرت میں تھوڑا سا فرق ہے جو سلفہ کے مطابق ہے یہ واقعہ گزرا ہوا ہے کہ

(غرض جیسا کہ ملاحضہ کیجئے ہیں کہ جب میں نے اس بڑے شخص کو یہ شعر پڑھتے دیکھا تو اس میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کیا۔" یہ عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں۔ انہوں نے اپنے پاس لے کر اپنے ایک لونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے جو تم کو کیا ہے (اور ان کا وہ پانا میا ہے کہ جب بھی اسے کسی چیز کے لئے بھیجا جاتا ہے تو وہ اسے لے کر ہی آتا ہے۔"

(قول) ایک روایت میں اس طرح ہے کہ "یہ قریشی سردار عبدالمطلب ہیں۔ ان کے پاس بہت سے لونٹ ہیں مگر ان میں سے کوئی تم ہو جاتا ہے تو اس کی تلاش میں یہ اپنے بیٹوں کو بھیجتے ہیں۔ اگر ان کو نہ ملے تو پھر یہ اپنے چچا کو بھیجتے ہیں۔ چچا اس سے کہیں تم کو کیا ہے جس کام اور مقصد کے لئے بھی بھیجتے ہیں۔ اس میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ اب انہوں نے اس کو ایک ایسے کام کے لئے بھیجا ہے جس میں ان کے بیٹے کام نہ کر سکتے ہیں۔ اب اس کو لگے ہو نہ ہو گئی ہے۔" (اس لئے عبدالمطلب پریشان ہو کر یہ دعا مانگا ہے ہیں)۔

روای کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ لونٹ کو لئے تھریٹ لا رہے ہیں۔ عبدالمطلب نے آپ کو دیکھ کر کہا۔

"میرے بیٹے! میں تمہارے طرف سے اتنا فکر مند اور قلقین ہم کیا تھا کہ شاید اس کا اثر میرے دل سے نکلتا جائے۔"

اس سلسلے میں بعض مفسرین کی جواز دے گزرتی ہے اس کو یہاں دہراؤ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(یعنی پہلے صلوات میں گزرا ہے کہ بعض مفسرین نے اہمیت و اہمیت سے اہمیت و اہمیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ مراد ہے آنحضرت ﷺ کا دایہ طبر کے پاس سے تم ہو جانا اور یہ شعر بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس واقعہ میں گزرا ہے کہ

قیط سالی کے وقت آنحضرت ﷺ کی برکات..... وقت ہفت ابوبکر عبدالمطلب کی پوری فیس۔





عمل کیا جاتا ہو وہ اپنے مثال اور پرتوں سب کے ساتھ نکلے اور ہر خانہ ان کا ایک ایک کوئی اس کے ساتھ آئے وہ سب غسل کریں اور خوشبو لگائیں پھر سب دکن کو پورے دیں اور بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کریں۔ اس کے بعد ابو قیس ہی پہاڑ پر چڑھیں۔ وہاں وہ شخص اپنی کے لئے دعا مانگے اور سب لوگ آمین کہیں جیسا کہ صاف ہوں۔ اسی قسمی جیسا کہ تم چاہتے ہو دعا کی جائے گی۔

دیکھ کئی ہیں کہ کچھ لوگ اسی قبرت گھر لائی ہوئی تھی میرا بدن کا پیر ہا تھا اور میرے حواس بہت تھے، میں نے یہ خواب دیکھا کیا تو ایک دم سارے کئے کی گمانوں میں اس کا چرچا ہو گیا اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ وہ شخص شیعہ المذنبین عبد المطلب ہیں۔ قریش کے لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور ہر خانہ ان کا ایک ایک کوئی ان کے پاس پہنچ گیا پھر ان لوگوں نے غسل کیا، خوشبو لگائی اور دکن کو پورے کر طواف کیا، پھر سب لوگ ابو قیس پہاڑ پر چڑھے جہاں قوم کے لوگ ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتے ہوئے عبد المطلب کے قریب چاروں طرف سے جمع ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ تھے۔ جب عبد المطلب نے کہہ شروع کیا کہ آئے اللہ! تو مصیبتوں کو دور کرنے والا اور پریشانوں کو ہلانے والا ہے، تو سب کچھ جاننے والا ہے اور تجھے کسی اٹھانے والے کی ضرورت نہیں ہے، تو اخیر اجل کے تکلیف کو سنبھال ہے۔ یہ تمہارے حرم کے غلام اور باندہ ہیں جو تم سے اس قلم سالی کی فریاد کرتے ہیں جس نے ان کے اونٹوں اور گایوں کو شنگ کر دیا۔ جیسا کہ اللہ ان کو جلد ہمارے رحمت عطا فرمائے۔

لوگ یہ دیکھا کہ قدر غنی ہوئے تھے کہ اچانک آسمان سے پانی پھٹ پڑا اور وہاں پھر گھسیں۔ پھر میں نے قریشی ہر گوں کو عبد المطلب سے یہ کہنے ملے کہ آئے ابو المطلب! یعنی وہی بھلاہ کے سردار اسدک ہو تمہارے ذریعہ بھلاہ کے لوگوں نے زندگی پائی۔

(یہ بیان یہ واقعہ ایک ہی ہے لیکن روایتوں میں تھوڑا سا فرق ہے اس لئے ان دونوں روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے اور کم ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روایت کا یہ اختلاف دونوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان میں سے کسی نے روایت کے اصل الفاظ نقل کرنے کے بجائے اس کے مفہوم اور مقصد کو اپنے لفظوں میں بیان کر دیا (جبکہ دوسرے روای نے اصل الفاظ کے ساتھ روایت کی جس کی وجہ سے دونوں میں فرق پیدا ہو گیا۔ اب یہ کتاب نقل ہے کہ کون سی روایت اصل الفاظ کے ساتھ ہے۔)

عبد المطلب کے ذریعہ لوگوں کی سیرانی اور حقیقت آنحضرت ﷺ کی برکت سے حاصل ہوئی اس کا دیکھنے ان شعروں میں ذکر کیا ہے۔

بَشِيرًا قَبِيْلًا  
وَقَدْ عَلِمْنَا  
مَنْ لَمْ يَلِدْ  
وَمَنْ لَمْ يُولَدْ  
اللَّهُ يَلْقَا  
الْعَالَمَ  
وَأَمَّا لَوْلَا لَمْ يُولَدْ

ترجمہ: حیدر المذنب یعنی عبد المطلب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شر کو سیرانی عطا فرمائی جبکہ ہم ہر قول سے ہار گئے اور سر ہیزی کو توڑ دیا ہے۔

فَصَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا  
وَعَلَىٰ آلِهِ  
وَعَلَىٰ مَنْ لَمْ يَلِدْ  
وَعَلَىٰ مَنْ لَمْ يُولَدْ  
وَعَلَىٰ مُحَمَّدٍ  
وَعَلَىٰ هَارُونَ  
وَعَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَىٰ إسماعِيلَ  
وَعَلَىٰ عِيسَى  
وَعَلَىٰ يَحْيَىٰ  
وَعَلَىٰ سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ

ترجمہ: ایسا اس نے اپنے غرضوں سے الگ کر دیا، دست برداشٹ عطا فرمائی کہ اس سے جانور دل اور درشتوں کو بھی زندگی مل گئی۔

بَشَّارًا مِّنَ الْمُنِيعَاتِ  
وَمِنْ بَشَرَاتِ يَوْمَئِذٍ مَّغْفِرَةٌ

ترجمہ: ان کی خوش خبری خدا کی طرف سے اس پر ایک ایسا ہے اور اسی بہترین انسان کے ساتھ قیامت کی صبح کو خوشخبری دی گئی (جس کا صلہ آگے آ رہا ہے)

بَشَرَاتِ الْآلَمِ بِسُقَى الْعَمَمِ  
نَفْعِي الْآلَمِ لَمْ يَنْفَعِ وَلَا يَنْفَعُ

اس کے مہدک ہم کے ساتھ ہماروں سے پہلی نکال دیا۔۔۔۔۔ اور چوڑی نکالتا میں جس کا کوئی شخص اور مشابہ نہیں ہے۔

(ی) قریش کو یہ سیرابی حاصل ہو گئی کہ یہ ہاشم قبیلہ قیس اور قبیلہ مضر کی قرچی بہنوں میں نہیں ہوئی (چنانچہ باپ ان کو لے کے اس واقعے اور خوب کاچہ چلا تو ان قبیلوں کے سب سردار جمع ہوئے اور کہنے لگے۔

”ہم اس ذرہ دست قلم اور خشک سالی کا صلہ ہیں مگر اللہ نے قریش کو عبدالمطلب کے ذریعہ سیرابی عطا فرمادی ہے ان لئے سب ہی کے پاس چلو شاید اللہ تعالیٰ تمہارے پاس سے شے بھی دعا کریں۔“

چنانچہ وہ لوگ نے آخر عبدالمطلب کے پاس پہنچے اور سلام کیا عبدالمطلب نے ان کو دعا دی کہ یہ چہرے ہمیشہ خوش رہیں۔ اس پر ان کا مقررہ کمرہ اور گئے لگا۔

”ہم کی سہل سے قلم اور خشک سالی کا صلہ ہیں آپ کی برکت کے حلق میں معلوم ہوا ہے اور ہاتھ صحت معلوم ہوا ان لئے آپ اللہ سے لئے بھی ہی سے مرہاں مانگئے جس نے آپ کو دعا قبول کی تھی اور ہماروں کو آپ کے لئے رہا دیا تھا۔“

عبدالمطلب نے کہا۔

”میں کل عرقات کے میدان میں آپ کے لئے دعا کر رہا تھا۔“

صبح کو عبدالمطلب مقررہ جگہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کے علاوہ ان کے چچے اور رسول اللہ بھی تھے (عرقات میں) عبدالمطلب کے لئے ایک کرسی بچائی گئی جس پر وہ بیٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ کو انہوں نے اپنی گود میں بٹھال دیا۔ پھر عبدالمطلب کمرے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر پل دوا کرنے لگے۔

”اے اللہ! چٹکے والی بھلی کے پرہیزگار اور کڑے دلی گرج کے مالک ہمارے دلوں کے پالنے والے اور مشکلات کو آسان کرنے والے! یہ قبیلہ قیس اور قبیلہ مضر کے توہی ہیں جو بہترین لوگ ہیں ان کے دماغ پر اللہ وہ کہے اور کمریں چمک گئیں یہ تھو سے اپنی لاپرواہی اور بے کسی کی فدا کرتے ہیں اور جان و مال کی بربادی کی شہادت کرتے ہیں۔ پس اے اللہ! ان کے لئے خوب برسنے والے پانی بھیج دے اور آسمان سے ان کے لئے رحمت عطا فرما کہ ان کی ذہنی سرسبز ہو جائیں اور ان کی تکلیفیں دور ہو جائیں۔“

عبدالمطلب نے ابھی اپنی دعا پوری نہیں کی تھی کہ ایک سیلاب اور پانی سے بھری ہوئی بدلی اٹھی اور

عبد المطلب کی طرف آئی اور اس کے بعد قبیلہ قیس اور قبیلہ بنی معصر کی بیٹیوں کی طرف اس کا رخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عبد المطلب نے کہا۔

”اے گروہ قیس، معصر اہلاد تمہیں سیرت بنی حاصل ہو گئی۔“

پانچ روز تک اسی وقت وہاں رہ گئے اور اس طرح سیرت ہوئے۔

زمانہ جاہلیت میں بادشہ مانگنے کا طریقہ تھا۔۔۔ اہل سوز و غم نے کلمہ کہ جاہلیت کے زمانے میں پانی کی دعا مانگنے کا عربوں میں عام طریقہ یہ تھا کہ اگر قند سالی ہوئی تو وہ غنیمت تصور کر غنیمت کی ٹکڑیاں لینے اور اس سے ایک درخت کا کام بناتے (جو ایک گڑھا درخت ہو تا ہے) اور اسے گڑھا درخت تیرے کا شہر ہے وہاں کی ٹکڑیاں کا ایک ٹکڑی دیتے اور اس کو ایک مضبوط تل کی کمر باندھ دیتے پھر اس ٹکڑی میں آگ کا ٹکڑی کو چھوڑ دیتے جب تل کو گرمی پہنچتی تو وہ ٹکڑیاں تیرے تک کہ وہ ٹکڑیاں جل کر ختم ہو جاتیں اور ساتھ ہی تل بھی ہلاک ہو جاتا اس طرح وہ سیرت بناتے تھے۔

کتاب حیات النبی ص ۱۱۱ ہے کہ :-

جب عرب اپنے لئے پانی کی دعا مانگتے تو کھوپڑی کی دھول میں آگ کا ٹکڑی چھوڑ دیتے اور اس سے بادشہ ہو جاتی کہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے حق پر حق فرمادے گا (اس طرح یہ بات صحیح نہیں کہ حق کے اس عالم سے طریقے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں جو مختلف رسوم طریقے تھے یہ بھی ان ہی میں سے ایک تھا جن کی کوئی جائزہ نہیں جس تک بادشہ کو اپنے وقت پر ہی ہوتی تھی لیکن اگر اس رسم کے بعد اتفاقاً شہر آتی تو وہ یہ سمجھتے کہ یہ اسی فعل کی برکت ہے۔

آشوب چشم کا واقعہ :- (قال ابن جریر) نے نقل کیا ہے کہ :-

آنحضرت ﷺ جب سات سال کے ہوئے آپ کو بہت سخت قسم کا آشوب چشم ہو اسکی آنکھیں دیکھنے آئیں۔ کہ میں آپ کا علاج کیا کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عبد المطلب سے کہی گئی کہ اس کا علاج کے لئے میں ایک دوا ہے جو آنکھوں کی تکلیف کا علاج کرتا ہے۔ عبد المطلب آنحضرت ﷺ کو لے کر وہاں گئے۔ اس کی عہدت گاہ گاہ دار و دار دھواں اٹھانے عبد المطلب نے اس دوا کو توڑ دی مگر دوا بہت سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک عہدت گاہوں میں شہر دار خزانہ آیا اور دوا بہت کو یہ دوا جو کہ کبھی عہدت میں پر ہی نہ کر جائے۔ اس لئے ایک دم باہر نکل آیا اور اس نے عبد المطلب سے کہا (جس میں مایہ و پچھتاہ تھا)

”اے عبد المطلب! یہ لڑکا اس امت کا نبی ہے۔ اگر میں پھر نہ نکل آتا تو یہ عہدت گاہ بقیع میرے اوپر کر پڑتی اس لئے کہ اسے کہہ کر فوراً عہدت چھوڑ اور اس کی حفاظت کر کہ کہ کبھی اس کا آپ (یعنی رسولوں اور پیغمبروں) میں سے کوئی اسے قتل نہ کر دے۔“

اس کے بعد اس نے آپ کی آنکھوں کا علاج کیا اور پچھتاہ دوا ساتھ کر دی۔

مگر ایک کتاب ہے جس کا نام خبر منہ النبلاء و کتبہ انکرونا ہے جس نے اس میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا

ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ چھوٹے ہی تھے کہ آپ کو آشوب چشم کی تکلیف ہوئی اور کئی دن تک آپ کو تکلیف رہی۔ کہی نے عبد المطلب سے کہا کہ اسے کہہ کر فوراً اپنے کے علاج میں ایک دوا ہے جو آشوب چشم کا علاج کرتا

ہے اس کے ہاتھوں ایک مخلوق شفاء حاصل کر چکی ہے۔"

عبدالطلب یہ سن کر آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اس دراہب کے پاس گئے جیسے کہ دراہب نے آپ کو یکملہ غور اہدات خانے میں کیا اور فراموش کر پڑے بدلے اور پھر ایک مجید یعنی کتاب نکال کر لایا۔ پھر کبھی وہ اس کتاب میں کچھ دیکھتا اور پھر آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھتا آخر اس نے کہا:-  
 "یہ خدا کی قسم خاتم النبیین ہیں۔"

پھر اس نے عبدالطلب سے کہا  
 "مے عبدالطلب اکیلا نہیں آشوب جنم ہو گیا ہے؟"  
 "عبدالطلب نے کہا۔ "ہاں۔"

اس نے کہا

"اس کی دوا تو خود اس کے پاس ہی موجود ہے۔ اے عبدالطلب ان کا علاج دین لو اور انکی آنکھوں پر لگا

و۔"

عبدالطلب نے ایسا ہی کیا کہ آپ کا علاج دین لے کر آپ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ آپ کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں۔ پھر دراہب نے کہا

"مے عبدالطلب! خدا کی قسم میں وہ انسان ہے کہ جس کے نام پر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا سکتا ہوں تو زندوں کو شفاء ہو جاتی ہے اور آشوب جنم ٹھیک ہو جاتا ہے۔

روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے کہ ان کے واقعہ کا حقیق ہونا سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے واللہ

اعظم۔

## باب نہم (۹)

## عبدالطلب کی وفات اور ابو طالب کی کفالت

جب آنحضرت ﷺ کی عمر مہرک آٹھ سال کی ہوئی تو عبدالطلب کا انتقال ہو گیا (اور ابی بپ کے بعد چاہئے والے دوا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا) لہذا کے انتقال کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں بہت سے قول ہیں مگر مشہور قول یہی ہے کہ آپ اس وقت آٹھ سال کے تھے۔ آگے آنے والی ایک روایت سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

الکحل کے وقت عبدالطلب کی عمر پچانوے (۹۵) سال کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک سو چالیس سال کی تھی مگر ایک سو چالیس سال کی عمر کا قول کمزور ہے اور شاید اسی وجہ سے علامہ ابن جریر نے عبدالطلب کو ان لوگوں میں شمار نہیں کیا جن کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عبدالطلب کی عمر پانوے (۹۲) سال ہوئی۔ مگر یہ صرف حافظہ میاں کا قول ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک سو پچالیس سال ہوئی۔ ایک دفعہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ ”یارسول اللہ! کیا آپ کو عبدالطلب کی وفات پوچھ ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”ہاں۔ اس وقت میں آٹھ سال کا تھا۔“

اُم ایمن بیان کرتی ہیں کہ (جب عبدالطلب کا الکحل ہوا تو) آنحضرت ﷺ ان کے پیچھے کمزورے ہوئے دروہے تھے اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ عبدالطلب کو تجون کے مقام پر ان کے دوا لھنی کے پاس دفن کیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”میرے دو اہل عہدِ مطلب کو پادشاہوں اور معزز لوگوں کی مجلسِ شاک میں اقبالیہ جانے کا۔“

جب عہدِ مطلب کا وقت آخر ہو گیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو آپ کے نئے چچ ابو طالب کے سپرد کیا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہو طالب بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنے باپ عہدِ مطلب کی طرح پالیٹ کے ڈھانے میں بھی شراب کو اپنے نو پر حرام کر رکھا تھا۔ (ابو طالب ان کا لقب تھا۔ جہاں تک ان کے نام کا تعلق ہے اس بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ اس نام کا نام عہدِ مصطفیٰ تھا۔

شیخہ حضرت ایت کا ایک غلط دعوٰی ہے۔ شیخوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ”ابو طالب کا نام عمران تھا اور قرآن پاک کی اس آیت میں :-

وَلَقَدْ نَصَحَ اٰدَمُ زَوْجَهُ وَابْنُ مَرْيَمَ وَابْنُ مَرْيَمَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ لَآ يَلْبِسْ

ترجمہ۔۔۔ ہے شکِ خدا تعالیٰ نے (آدم کے لئے) منتخب فرمایا ہے حضرت آدم کو اور حضرت ابراہیم کو اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے انہوں کو اور عمران کی اولاد میں سے انہوں کو تمام جہان پر۔

عمران سے مراد ابو طالب ہی ہیں (کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے والد ہیں)۔“

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہاں شیخوں نے ایک بہت بڑی غلطی بردستِ عقلی کی ہے۔ انہوں نے اس قسم کا بہتان اٹھانے سے پہلے اس آیتِ پاک پر غور ہی نہیں کیا۔ کیونکہ اس آیت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

اِنَّكَ لَمِنْ الْمَرْسُوْلِيْنَ جِئْنَاكَ بِآيٰتٍ مُّخْتَلِفٍ اَلَمْ يَلْبِسْ

ترجمہ۔۔۔ جبکہ عمران (پدر مریم) کی بی بی نے (حالتِ حمل میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے خدا تعالیٰ سے آپ کے لئے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے کہ وہ آلودہ رکھا جائے گا۔

(ادھر کی آیت میں عمران سے مراد موسیٰ کے والد ہیں ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بنی کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا ان میں ہوا تو وہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ ہیں اور پھر انکی نسلیں میں جا کر حضرت مریمؑ کی نسبت سے حضرت عیسیٰؑ ہیں اس لئے اس آیت میں یا تو حضرت موسیٰ مرہو ہیں اور یا حضرت عیسیٰ مرہو ہیں۔ ابو طالب اور ان کی اولاد کے مرہو ہونے کا دعویٰ بالکل غلط ہے جیسا کہ اگلی آیت سے صاف ظاہر ہے جس میں عمران کی بی بی حضرت مریمؑ کی والدہ کے خدا ہونے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل بیان القرآن میں ان ہی آیتوں کے تحت دیکھی جا سکتی ہے)

جب عہدِ مطلب نے اپنے آخر وقت میں آنحضرت ﷺ کو ابو طالب کے سپرد کر دیا تو وہ آپ ﷺ سے اتنی محبت کرنے لگے کہ اپنے بیٹوں میں سے بھی کسی سے نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ سوتے تھے تب بھی آنحضرت ﷺ کو اپنے برابر لٹا کرتے تھے جو بہترین رکنا ہوتا تھا وہ آنحضرت ﷺ کو کھانا کرتے تھے۔

(ی) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (عہدِ مطلب نے آنحضرت ﷺ کو ابو طالب کے سپرد نہیں کیا تھا بلکہ ان کے انتقال کے بعد ابو طالب اور زبیر نے جو دونوں آنحضرت ﷺ کے نئے چچا تھے آپس میں قرعہ ڈالا کہ آنحضرت ﷺ کی کھانا کا دونوں میں سے کون ذمہ دار ہو گا۔ چنانچہ قرعہ ابو طالب کے نام پر نکلا (اور وہ آنحضرت ﷺ کے کھیل ہوئے۔)

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا تھا کہ جو کہ آنحضرت ﷺ اپنے لئے ابو طالب کی غیر معمولی شفقت اور محبت

دیکھتے تھے اس لئے عبدالمطلب کی وفات سے پہلے خود آپ ﷺ نے ہی ابو طالب کے پاس رہنا پسند فرمایا تھا مگر آگے بیان آئے گا کہ ابو طالب کے ساتھ ذہیر بھی آپ کی مگرانی اور کائنات میں شریک تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ذہیر ہی آپ ﷺ کے کفیل ہوئے تھے۔ پھر ان کے انتقال کے بعد آپ کو ابو طالب نے اپنی تربیت مگرانی میں لے لیا۔

کتب اسد الغابہ میں ہے کہ اس قرعہ اندازی کے سلسلے میں جس کا لوہہ ذکر ہوا یہ کہنا کہ ذہیر مطلق فضول کا وقت زندہ تھے جبکہ آنحضرت ﷺ کی عمر مہدک میں سال سے کچھ ڈاکو ہو چکی تھی۔ یہ غلط قول ہے۔

خود یہ قول بھی قابل غور ہے کہ مطلق فضول کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مہدک میں سال سے ڈاکو تھی کیونکہ آگے بیان ہو گا کہ اس وقت آپ کی عمر چھ دو سال تھی۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ :-

”جب عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اپنے دونوں بچے چچا ذہیر اور ابو طالب کی سرپرستی میں آگئے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ کی عمر چھ دو سال کی ہوئی تو ذہیر کا انتقال ہو گیا اور ابو طالب آپ کے کفیل ہو گئے۔“

”جہاں تک آنحضرت ﷺ کے والدہ اور والدہ کے انتقال کے بعد عبدالمطلب اور ان کے بعد ابو طالب کے آنحضرت ﷺ کی کفالت کرنے کا تعلق ہے اس کے متعلق قدیم کتابوں میں ذکر ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشاندہی میں سے ایک نشانی ہو گی (کہ بچپن میں آپ کے والدہ والدہ کا انتقال ہو جائے گا اور پہلے آپ کے دوا آپ کے کفیل ہوں گے اور پھر ان کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا کفیل ہوں گے جیسا کہ پہلے صفحات میں بعض ایسی روایتیں بھی گذری ہیں)۔

چنانچہ سیف ابن ذی یزن، جس کا واقعہ آگے کہہ رہے ہیں اس کی پیشین گوئی میں ہے (جو قدیم اسلامی کتابوں کی بنیاد پر ہے کہ اس کی آخر اہل ان کے والدہ اور والدہ کا اس کے بچپن میں ہی انتقال ہو چکا ہو گا اور پہلے اس نبی کی کفالت اس کے دوا کریں گے اور پھر ان کے انتقال کے بعد اس کے چچا کفیل بنیں گے۔

عبدالمطلب کی اپنے مرچنے سننے کی فرمائش۔ (۱) سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کی روایت ہے کہ :-

”جب عبدالمطلب کا وقت آ کر ہو اور انہوں نے کچھ لیا کہ لب موت سر پر لٹکی ہے تو انہوں نے اپنی تمام چیزیں کو بیچ کر سب مال کر کے چھ سو تین تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) مہینہ۔ جو حضرت ذہیر انہیں انعام کی والدہ تھیں۔ (۲) خیرہ۔ (۳) ماکہ۔ (۴) نام حکیم بیضاء جو حضرت عثمان غنی کی دہلی تھیں۔ (۵) امیرہ اور (۶) لہوئی۔“

جب یہ سب بھی جمع ہو گئیں تو عبدالمطلب نے ان سے کہا

”تم سب مجھ پر رو تاکہ میں مرنے سے پہلے بن سکوں کہ تم کس طرح میرا نام کر دو گی۔“

۱۔ مطلق فضول قریش کا مہادہ ہے جو عرب فطرت کے بعد ہوا یہ مہادہ ابو طالب انہیں جدعان بھی کے مکان میں ہوا تھا۔ عرب آباد اور مطلق فضول کی تہذیب تھانگے صفحات میں آ رہی ہیں۔ عرب

چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے عبد المطلب کی تعریف میں شعر پڑھے۔ یہ شعر سیرت ابن ہشام میں ذکر ہیں۔

جب عبد المطلب یہ سب شعر سن چکے تو انہوں نے (اپنی پسندیدگی کے اظہار کے لئے) ہر کے اشعار سے کہا کہ ہاں ای طرح میرا نام کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جب اسیر کے شعر سنے جب یہ اشعار کیا خدا اسیر کے شعروں میں سے کچھ یہ ہیں۔

عَلِيٍّ مَبِيتٍ جَوْفًا بَيْتٌ نَبِيٍّ وَشُعْبَةٍ خُزَيْمٍ

ترجمہ: میری آنکھیں سوچوں کے جیسے آنسو برساتی ہیں اس بہترین شخص پر جو بہترین صفات اور بلند

مرتبہ والا تھا۔

عَلِيٍّ مَبِيتٍ الْعَدُوِّ زُلُمِي الْقِيَامِ  
عَبْدُ اللَّهِ مَبِيتٍ الْعَدُوِّ زُلُمِي الْقِيَامِ

ترجمہ: اور جو بیشک کامیاب و کامرانیوں پر اور جو لوگوں پر انہماک تھا۔

عَلِيٍّ مَبِيتٍ الْعَدُوِّ زُلُمِي الْقِيَامِ  
وَذِي الْمَجْدِ وَالْجَلَالِ الْمَعْتَرِ

ترجمہ: اس شہید اللہ پر جو بڑی شہرت اور بڑی کبریائی کا نشان تھا۔

وَذِي الْمَجْدِ وَالْجَلَالِ الْمَعْتَرِ  
وَذِي الْمَجْدِ وَالْجَلَالِ الْمَعْتَرِ

جو بڑا باہرہ و اور بہت لوگوں کی عیادت کا مالک تھا اور بے شمار قابل فخر نعمتوں کا نشان تھا۔

لَا فَتْنٌ يَخْرُجُ مَحْجَبٌ عَلَى قَوْمٍ  
لَا فَتْنٌ يَخْرُجُ مَحْجَبٌ عَلَى قَوْمٍ

جو اپنی قوم میں بڑے زور و است مرتبہ اور عزت والا تھا اور جس کی عظمت کا ستارہ ہانڈی کی طرح

دھنکا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے شعر جانے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں پایا جو ان شعروں کو جانتا ہو ہاں ابن اسحاق نے جب ابن سبیب کی روایت میں یہ شعر دیکھے تو ان کو لکھ لیا۔

بعض سوادہ بھی کہتے ہیں کہ جیسا عبد المطلب کی وفات کے بعد ان کا نام کیا گیا کسی شخص کا نام نہیں کیا گیا۔ عبد المطلب کے انتقال پر کے میں کئی دن تک بڑا رند رہا۔ (اور اس طرح قریش اپنے سردار کی موت پر ماتم کرتے رہے)۔

سیف ابن ذی یزن کی پیشین گوئی۔۔۔ ابو نعیم اور کئی روایت کہتے ہیں کہ ۔

جب سیف ابن ذی یزن میری صفوں پر غالب ہوا۔ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد کا ہے۔ قحط کے سال عرب کے بہت سے وفد مہد کہو سینہ کے لئے پہنچے جن میں عرب کے معزز لوگ اور شاعر بھی شامل تھے۔ (یہ لوگ حبشہ کے بادشاہوں کی ہکست اور سیف کی عمر لڑی قائم ہونے پر مہد کہو کے لئے پہنچے تھے۔ حیران کن کا قریب تھا اور سیف ابن ذی یزن کے باپ دواہن ملک پر حکومت کرتے تھے۔ اس پر حبشہ نے حملہ کر کے قتل کر لیا تھا اور صفوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ لیکن ستر سال تک صفوں کے



قبضے میں رہا اس کے بعد سیف ابن ذی یزن (کافرانہ) کیا تو یہ کامیاب تھا اور اس نے (حالات کے اور بعد) اپنے وطن کو  
 صحنوں کے قبضے سے نکال لیا اور اپنے باپ کی طرح وہاں کی حکومت حاصل کر لی۔ (جو تک کہ یمن عرب کا  
 عائد تھا اس لئے اس پر صحنوں کے قبضے سے قدرتی طور پر عربوں کو افسوس تھا اور جب سیف نے اپنے ملک کو  
 نئی سے نکال لیا تو قدرتی طور پر عربوں کو خوشی ہوئی) چنانچہ یہاں طرف سے عربوں کی وفد سیف کو مہدک  
 بار دینے کے لئے یمن پہنچ گئے۔

ان وفدوں میں سے ایک کے کے قبیلہ قریش کا وفد بھی تھا اس وفد میں عبد المطلب، امیہ بن عبد  
 شمس اور دوسرے بہت سے معزز سردار تھے۔ (ی) جیسے عبد اللہ ابن عبد مناف جو حضرت عائشہ کا چچا زاد بھائی  
 تھا جیسے عیسیٰ ابن عبد الغوثی، وہب ابن عبد مناف، قحطانی ابن عبد الدار بھی اس وفد میں شامل تھے۔

(سیف ابن ذی یزن کے کہنا وہاں میں یمن کا آخری حکمران ذوالجندہ بن جہری تھا اس کے زمانے  
 میں صحنوں نے یمن پر حملہ کیا اور حیر کی حکومت ختم کر کے یمن پر قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت قائم کر دی۔  
 صحنوں میں سے یمن پر پہلا حکمران ہلا تھا اس کے بعد تین حکمران ہوئے جو صحنوں میں سے تھے اور جہش  
 کی حکومت کی طرف سے گورنری حیثیت سے یمن پر حکومت کرتے تھے۔

ان جہش گورنروں میں دوسرا گورنر یہ تھا جس نے عبد المطلب کے زمانے میں مکے پر چڑھائی کر کے  
 بیت اللہ کو اٹھانے کا ارادہ کیا تھا اس لئے قدرتی طور پر عربوں کو یمن کے جہشی حکمرانوں سے نفرت اور دشمنی  
 تھی۔

آخر سیف ابن ذی یزن کا وفاتہ ایک اس نے فارس کے بادشاہ کسریٰ نو شیر و اس سے مدد مانگی کہ وہ  
 صحنوں کو یمن سے نکال کر حیر کو ان کا ملک واپس دلانے میں اس کی مدد کرے۔ نو شیر و اس نے سیف کی  
 درخواست منظور کر لی اور اپنے ایک سالار کو انجیوں کی فوج کے ساتھ سیف کی مدد کے لئے ان کے ساتھ بھیجا۔  
 اس فوج نے یمن پر چڑھائی کی اور صحنوں کو شکست دے کر یمن کی حکومت حیر کو واپس دلائی اور سیف ابن ذی  
 یزن کو کسریٰ نو شیر کے گورنری حیثیت سے یمن کا حکمران بنادیا۔ (تاریخ نو فدادہ ص ۱۶۸)

عرب اپنے چڑی عرب ملک کے اس انقلاب سے بہت خوش تھے چنانچہ ان کے وفد سیف ابن ذی  
 یزن کو مہدک بار دینے کے لئے اس کے پاس پہنچ گئے جن میں قبیلہ قریش کی طرف سے عبد المطلب وغیرہ بھی  
 ایک وفد لے کر مہدک بار دینے کے لئے یمن گئے۔

جب قریش وفد وہاں پہنچا تو سیف شرم منہا میں اپنے محل میں تھا وہ خوشیوں سے مغلغلا تھا وہ  
 چادریں لٹا دے ہوئے تھا اور سر پر تاج پہنے ہوئے تھا، نکو سامنے رکھی ہوئی تھی اور حیر کی سردار اس کے  
 دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے (سیف کو قریش وفد کی اطلاع دی گئی اور وفد کے آدمیوں کے سرچے کے متعلق  
 غلام ایک سیف نے قریشی سرداروں کو آنے کی اجازت دی۔ پھر یہ وفد وہاں میں پہنچا اور عبد المطلب آگے بڑھ  
 کر سیف کے قریب پہنچ گئے۔ کلبہ فادہ میں اس طرح ہے کہ :-

(قریش وفد جب وہاں داخل ہوا تو اس نے سیف کو ایک سونے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا اور اس  
 کے لہرہ گرد یمن کے معزز لوگ بھی سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب قریشی سردار وہاں پہنچے تو ان  
 کے لئے بھی کرسیاں بچھوائی گئیں۔ پھر عبد المطلب کے سوا سب لوگ بیٹھ گئے۔ عبد المطلب سیف کے سامنے

جا کر کھڑے ہوئے اور بولنے کی اجازت چاہی۔ سیف نے کہا:

”مگر تم بادشاہوں کے سامنے بولنے کے جواب سے واقف ہو تو ہمدانی طرف سے تمہیں اجازت ہے۔“

اب عبدالمطلب نے کہا:

”اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بلند، عظیم الشان اور با عزت مرتبہ عطا فرمایا ہے اور آپ کے لئے عزت و عظمت کا ایک ایسا درخت لگایا ہے جس کی شاخیں بہت گہری اور مستوی ہیں اور جس کی شاخیں بہترین پھوسوں اور مہارک و مہلات تک پہنچ چکی ہیں۔ آپ ایسے کاموں سے بالکل محفوظ ہیں جن پر عرب کے سوا کوئی شخص ہرگز قادر و قادر ہو نہ سکے گا۔ آپ کو طاقت اور امن ملے گا۔ آپ کے پچھلے بزرگ گذشتہ دور کے بہترین لوگوں میں سے تھے اور آپ اللہ سے لئے ان کے بہترین چاہنے والے ہیں۔ اس لئے ان کے تذکرے بھی بھیجی گئی ہیں۔ ان کے جن کا چاہتے ہیں آپ جیسا انسان ہے اور ان کے تذکرے بھی بھیجی گئے ہیں۔ ان کے جو آپ جیسے شخص کے چاہتے ہیں ان کے (یعنی آپ کے کارناموں سے آپ کے بزرگوں کو بھی عزت ملے گی اور آپ کی آنے والی نسلوں کو بھی سر بلندی حاصل ہوگی)۔

”ہم اللہ تعالیٰ کے حرم کے خدام اور اس کے گھر کے محافظ ہیں۔ ہم آپ کے پاس اپنی سرت کی سوغات لے کر حاضر ہوتے ہیں کہ اس برائی کا لڑکھو قہم ہو گیا جو ہم سب پر موجود ہے۔ ہم (یعنی یمن پر چھٹی سلطنت اور عرب کی خدائی اس لئے ہم لوگ مہارک اور تحنیت کا پیغام لے کر آئے ہیں) آپ کے بزرگوں کی تعزیت کرتے نہیں آئے۔“

سیف اللہ ذی یمن عبدالمطلب کی یہ فصیح اور دہلیز تقریر سن کر حیران ہو رہا تھا۔ ایک دم کھڑا ہو گیا اور ان سے پوچھنے لگا:

”تمہارے واسے ام کون ہو؟“

انہوں نے کہا کہ میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔

عبدالمطلب کہہ کر دھڑک دھڑک پڑنے کے قریب تخریج کی تھیں اور غزنی قبیلہ اصل میں یمن کا قحاس لئے سیف نے ہاشم کا نام سن کر کہا:

”جب تو آپ ہمدانی یمن کے لڑکے ہوئے؟“

عبدالمطلب نے کہا: ”ہاں“

سیف نے کہا کہ ان کو میرے قریب لے آؤ اس کے بعد وہ عبدالمطلب اور وفد کے دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر روانہ ہوئے۔

”آپ سب کو ہم خوش آمدید اور آپ کی سوغاتیں اور قاپٹے کو ہم مرحبا کہتے ہیں جو کو ہم وہ ٹھکانے میں آئے ہیں۔ آپ فاضل اور کھیلے دل کے لوگوں کے پاس آئے ہیں جو بڑی دھوم دھن لے آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ کی گفتگو سن لی اور آپ سے عزیز و دلدار تعلق کو چاہا اور آپ کے جذبات کو قبول کر لیا۔ کہہ دیجئے کہ آپ اللہ سے دیئے ہوئے دولت کے ہدم ہیں۔ آپ جب تک بھی یہاں ٹھہریں آپ کے اعزاء و اقارب میں کسی نقص کی جائے گی اور جب آپ ہم سے رخصت ہوں گے تو آپ کو انعام ہمارا ہم سے نوازا جائے گا۔“

اسکے بعد اس قریشی وفد کو سرکاری مسلمان خانے میں پہنچایا گیا اور حق پر دلوں میں ہوش کی بادشہ ہونے لگی۔ ان لوگوں کو یہاں ٹھہرے ہوئے ایک عینہ گزر گیا مگر نہ تو اس کو پھر بارشہ کے سامنے پیش کیا گیا اور نہ وہاں ہی جانے کی اجازت ملی۔ آخر ایک مہینے بعد سیف ابن ذی یزن کو ان کا اہلک خیال ایک چنانچہ اس نے فوراً عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ جب وہ آگے تو سیف نے ان کو بالکل اپنے پاس بٹھا کر اس سے کہل۔

”اے عبدالمطلب! میں اپنے علم کے پو شدہ رتوں میں سے ایک ایسا راقحہیں بٹھا رہا ہوں کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ہو جا تو میں ہرگز اس کو نہ بٹھاتا۔ مگر حق میں اس راقحہ کیلئے مجھ کو ذرا کھٹا ہوں اور اس کی اطلاع سے رہا ہوں۔ تم بھی اس وقت تک اس راقحہ کو نہ بٹھانا کہ کہ اللہ تعالیٰ عیاس کو نہ بھول دے۔

میں نے پو شدہ کتاب اور علم کے اس سر بہت ذخیرے میں جس کو ہم صرف اپنے غور سے سمجھتے ہیں اور دوسروں سے اس کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ اس میں میں نے ایک بہت عظیم الشان خبر اور ایک بڑے خطرے کے حقائق چھپائے۔ جس میں تمام لوگوں کے لئے عام طور پر اور آپ کے خاصہ ان کے لئے خاص طور پر مذہبی کا بھی عرق شرف ہے اور موت کی بھی نفیست ہے۔“

یہ سن کر عبدالمطلب نے کہل۔

”خدا کرے جہاں پتا ہو گی ایسی ہی بھلائی اور خوش قسمتی نصیب ہو اور آپ پر بیٹھ اہل دولت قربان ہوں اور خبر کیا ہے؟“

سیف نے کہا

”جب تمہاری دہوی بیٹی کے میں ایسا بچہ پیدا ہو جس کے دونوں موٹھ حوں کے دو مہان میں پاؤں کا کچھ لائی ہو تو اس کو امامت اور سرور حاصل ہو گی اور اس کی وجہ سے تم لوگوں کو قیامت تک کے لئے اعزاز اور عظمت حاصل ہو گی۔“

عبدالمطلب نے کہل۔

”اے ہاشم! نہ کرے آپ کو بھی ایسی خوش ختی میر آئے۔ اگر ہاشم کا وہب اور ذور بیٹ میری زبان نہ روکتی تو میں دریافت کر چکا کہ اس بچے کا نام کب ہو گا تاکہ اس کے بعد میری سرت اور خوشی اور زیادہ بڑھ جاتی۔“

ہاشم نے جواب دیا۔

”کیا اس کا نام ہے جس میں وہ پیدا ہو گا یا پیرا ہو چکا ہے۔ اس کا نام ”محمد“ (نیک) ہو گا اس کے والد اور والدہ کا انتقال ہو جائے گا اور اس کے دل اور چہرے اس کی پرورش کریں گے۔ ہم بھی اس کے آواز مند رہے کہ وہ بچہ ہمارے یہاں پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو کھلے عام ظاہر فرمائے گا اور اس کے لئے ہم میں سے (یعنی دینے کے قیلے خورج میں سے جو اصل میں بنن کے لوگ تھے جن میں سے اس نبی کے دو گروہ ائمہ بنائے گا جس کے ذریعہ اس نبی کے خاصہ ان لوگ قیلے والوں کو عزت و سر بلندی حاصل ہو گی اور جن کے ذریعہ اس کے دشمنوں کو اذیت و خواری ملے گی اور جن کے ذریعہ وہ تمام لوگوں سے مقابلے کرے گا اور جن کے ذریعہ وہ بڑے دشمن کے اہم علاقے فتح ہو جائیں گے۔ وہ نبی دشمن کی عبادت کرے گا اور شیطان کو دھمکائے گا، آسمانوں کو لٹھا کر دے گا اور جہاں کو توڑ ڈالے گا اس کی ہر بات آخری قربان ہو گی اور اس کے انعام اضافہ ملے ہوں گے۔ وہ نیک کاموں کا علم

وے گا اور خود بھی اس پر عمل کرے گا اور انبیاء سے اللہ کے گا اور ان کو مٹا دے گا۔

عبدالطلب نے (سیف ابن ذی یزن سے دعاؤں کے ساتھ) کہا

”آپ کا صیاب اور صاحب نصیب ہوں، آپ کی سلطنت ہمیشہ باقی رہے اور آپ کے عزت و اقبال میں رتی ہوں۔ لیکن کیا میں پتا نہ کہہ دوں کہ آپ کی شخصیت بتائیں گے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں؟“

بادشاہ نے کہا

”ہاں ابھی ذرا دیر پہلے ہی ہے اور دعا تمہیں ہر دہائی میں پڑھنا چاہیے اور اگر اسے عبدالطلب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم اس شخص کے دو اور ہو۔“

(قال) یہ خوش خبری سن کر عبدالطلب فوراً مسجد سے نکلتے ہوئے سیف ابن ذی یزن سے کہا

”اپنا راز افشاں کرو (اس خوش خبری سے) اپنا سید فضلہ اگر وہ اپنی بی بی کو بھی لے کر۔ مجھے بتاؤ کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے کیا اس میں سے کوئی حاکم تم نے اپنے یہاں دیکھا ہے؟“

عبدالطلب نے کہا

”ہاں جہاں پتا امیر ایک چٹا علاقہ میں بہت چاہتا تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا میں نے ایک شریف اور معزز لڑکی آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ سے اس کی شادی کی جو میری قوم کے انتہائی معزز اور شریف تھے۔ اس سے میرے بیٹے کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے احمد (عجلتہ) رکھا۔ اس بچے کے باپ اور میں کا انتقال ہو چکا ہے اور اس میں اور اس کا چچا ابو طالب اس بچے کی پرورش اور نگہداشت کرتے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالطلب یہ وفد لے کر سیف ابن ذی یزن کے پاس اس وقت گئے تھے جبکہ حضرت آمنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔

مگر اس روایت کے شروع میں کیا کیا ہے کہ سیف ابن ذی یزن جب صحابیوں کو بخش دے کر یمن پر سفر ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی تھی (یعنی آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک دو سال تھی حالانکہ پہلے بیان ہوا ہے کہ جب حضرت آمنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک چار سال تھی) مگر یہ اقبال درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی عمر دو سال اس وقت تھی جب سیف نے یمن کو صحابیوں کی خلافت سے نکالا لیکن عبدالطلب دو سال بعد مبارک ہوئی کا وفد لے کر گئے جبکہ آنحضرت ﷺ کی والدہ کی وفات ہو چکی تھی۔ اس طرح یہ روایت صحیح ہو جاتی ہے۔

مگر اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدہ اور والدہ کی وفات کے بعد عبدالطلب کی زندگی میں بھی ابو طالب ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی پرورش میں شریک تھے اور پھر جب عبدالطلب کی وفات ہو گئی تو ابو طالب قریشی آنحضرت ﷺ کی کفالت اور پرورش کے ذمہ دار ہو گئے۔

(خود سیف نے اپنی بی بیوں کوئی میں آنحضرت ﷺ کے حلقہ پر دعا مانگا تھا کہ تمہیں ان میں اس نے کہا تھا کہ اس بچے کے باپ اور میں کا انتقال ہو جائے گا اور اس کے والدہ اور چچا اس کے نکال اور ذمہ دار ہوں گے) سیف ابن ذی یزن کا یہ قول دونوں صورتوں میں درست رہتا ہے (کہ عبدالطلب کی زندگی تک تو ابو طالب پر چاروں آپ ذمہ دار رہے اور ان کے انتقال کے بعد ابو طالب تمام نکال لے گئے)

(غرض اس دور میںانی تفصیل کے بعد سیف اسی چمن کے واقعہ کا پتہ حصار ذکر کرتے ہیں کہ جب سیف نے آنحضرت ﷺ کے حضور کی ملاشیں دکھا کر عبدالمطلب سے اس کی تصدیق کرنی کہ کب پیدا ہو چکے ہیں اور عبدالمطلب ہی آپ کے والد ہیں تو) سیف نے عبدالمطلب سے کہا۔

”میں نے جو کچھ تم سے بتایا ہے وہ اتنا اسی طرح ہے اب تم اپنے بیٹے (یعنی پوتے) کی پوری حفاظت کرو اور اسے یہودیوں سے بچائے وگھو اس لئے کہ وہ اس کے وطن میں مگر اللہ تعالیٰ انہیں اس پر ہرگز توجہ نہیں پانے دے گا۔“

یعنی یہودیوں سے آپ کی حفاظت اور بچاؤ صرف امتیاز کے طور پر اور آنحضرت ﷺ کے بلند مقام کی وجہ سے کرنی چاہئے۔  
اس کے بعد سیف نے کہا۔

میں نے جو کچھ تم سے بتایا ہے اس بات کو اپنے ان کاٹے والوں سے ذکر مت کرنا جو تمہارے ساتھ ہیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ اس خبر سے ان لوگوں میں حسد اور جلی کا جذبہ پیدا ہو جائے گا کہ یہ سر بلندی اور عظمت اس کو کیوں ملے والی ہے۔ اس لئے یہ لوگ اس کے لئے رکاوٹیں اور بند بنیں کھڑی کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس قسم کی حرکتیں یہ لوگ باوجود کریں گے (لا کر یہ اس وقت تک ذمہ نہ رہے تو ان کی لولاریں کریں گی، مگر مجھے یہ نہ معلوم ہو تا کہ اس نبی کے حضور سے پہلے ہی موت مجھ پر چھوٹے والی ہے تو میں اپنے لونڈوں اور کاروں کے ساتھ روانہ ہو کر اس کی سلطنت کے مرکز حجاز میں پہنچا۔ کیونکہ میں اس عظیم کتاب میں جو پہلے علوم سے بھری ہوئی ہے یہ خبر پاتا ہوں کہ شہر حجاز ان کی سلطنت کا مرکز ہو گا ان کی طاقت کا سرچشمہ ہو گا ان کی مدد و نصرت کا ٹھکانہ ہو گا اور ان کا مدفن اور جائے وفات ہو گا۔ اگر مجھے اپنے اور خود ان کے مصیبتوں میں گرفتار ہو جانے کی خبر نہ ہوتی تو میں ان کی اس کم عمری کے باوجود ان کی عظمت و فضیلت کا اعلان کر دیتا اور عربوں کے سامنے ان کی سر بلندی اور عظمت پر ہے کی داستانیں بولتا لیکن میں تمہارے ساتھیوں کو بھڑا کر صرف تمہیں یہ دلا سپرد کر دیتا ہوں۔“

اس کے بعد سیف نے عبدالمطلب کے ساتھیوں کو بلوایا اور ہر ایک کو دس دس مہینے خلام دس دس مہینے باغیاں اور دو دو صاری ورنہ یعنی چار دس دس دس مہینے (یعنی پانچ پانچ مہینے) سونا دس دس دس مہینے چاندی، سونو نٹ اور خر سے ملے ہوئے ڈبے دینے بلکہ عبدالمطلب کو اس انعام سے دس گنا زیادہ دیا دیکھئے لگا۔  
”سب گزرنے پر میرے پاس ان کی خبر لے کر تمہارا ان کے حالات بتاؤ۔“

مگر اس کے بعد ایک سال پر ہوا نے سے پہلے ہی اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ عبدالمطلب اکثر اپنے اس وفد کے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے۔

”بادشاہ نے مجھے جو زیرو دست انعام، انعام دیا اس پر تم میں سے کسی کو ایک نہیں کرنا چاہئے بلکہ میرے متعلق وہ اس بات پر دلچسپی کر سکا ہے جو میرے لئے پیش رفتی ہے کی اور جس کے خاتمے میرے بعد تکہ ہیں کے اور جو حقیقت میں فخر کی چیز ہے۔“

جب لوگ ان سے پوچھتے کہ وہ کیا چیز ہے تو عبدالمطلب جواب میں کہتے۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سب کے سامنے آجائے گا اگرچہ اس میں کچھ وقت لگے گا۔“

یہ گل جس میں شہد سیف ایسی ہی جانور بنا تھا اس کو "بیت محمد" کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ذرہ  
 سندے کی عبادت گاہ تھی جس میں ذرہ سندے کو پوجا جاتا تھا۔  
 اس کے حلقی حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے۔

"عرب اس اداوت تک فطرا نہیں پانتے جب تک کہ ان کی سر زمین میں "بیت محمد" یعنی ذرہ  
 سندے کی عبادت گاہ موجود ہے۔"

چنانچہ حضرت عمار فاروقیؓ اعظم کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس عبادت گاہ کو  
 سہل کر دیا۔

ابو طالب کے گھر آنحضرت ﷺ کی برکات..... اس دور میں تفصیل کے بعد اصل واقعہ کی طرف  
 آتے ہیں کہ بعد از طلب کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کی کلمات و پندوں ابو طالب کرتے تھے انہیں یوں  
 بھی آنحضرت ﷺ سے بے حد محبت تھی اور بھرپور باتوں نے آنحضرت ﷺ کی برکتیں اور سچے دیکھے تو  
 آپ ﷺ سے انکی محبت و فریادگی کا کوئی نمونہ نہیں رہا، ابو طالب غریب آدمی تھے (دونوں وقت کھانا کاکم ہوتا  
 تھا کہ ان کی اولاد کو پالے وہ کھانے بیٹے کر کھائیں اور چاہے بیٹہ، بیٹہ، کھائیں بیٹہ بھر کھانا نہیں ملتا تھا اور  
 محبت کی افکار کرتے تھے، مگر جب ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ بھی کھاتے تو آپ کی برکت سے سب پر ہر  
 کرا لیتے، اسی لئے جب وہ پھر اداوت کے کھانے کا وقت ہوتا اور سب سحر خوان پر بیٹھ جاتے تو ابو طالب ان سے  
 کہتے۔

"ہاں ہی بیٹھو اور تاکو میرا بیٹا آجائے۔"

یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ شریف لے آتے اور انکے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ آپ ﷺ کی  
 برکت اس طرح ظاہر ہوتی کہ سب کے سر ہر جانے کے بعد بھی کھانا بچا رہتا۔

اگر دودھ ہو تو پہلے اس میں سے رسول اللہ ﷺ پی لیتے اور پھر وہ گھڑی کا پالہ ابو طالب کے بچے  
 اٹھاتے اور دودھ پیتے یہاں تک کہ اس ایک ہی پالہ سے دوسرے کے سدا سے سرب ہو جاتے، اگر کھجلی ان میں  
 سے کوئی ایک ہی اس سدا سے پیائے گا دودھ پی جائے گا (جس میں سے آنحضرت ﷺ نے پاتھا) تو ابو طالب اس سے  
 کہتے کہ تو بہت مبارک ہے (کہ یہ عبادت گاہ تھی)۔

اقوال مؤلف کہتے ہیں: کتاب احزاب میں ہے کہ۔

"ابو طالب صحیح ہوتے ہی اپنے بچوں کے پاس جاتے اور ان میں بہت سارے اٹھاتے اور دودھ سب اٹھ کر  
 کھانے کے لئے بیٹھے اور انہیں میں چھین چھین کر دیتے یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ روک دیتے اور ان کی  
 چھین چھین میں بائبل شریک نہیں ہوتے تھے جب ابو طالب نے یہ دیکھا (اور آنحضرت ﷺ کی فطری  
 سادگی اور سیدگی کا اندازہ کیا) تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا کھانا اٹھ کر دینے کی ہدایت کر دی۔ "یہاں  
 تک کہ کتاب احزاب کا کلام ہے۔

(مکمل روایت میں لکھا گیا ہے کہ ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی برکت دیکھ کر آپ کو خاص طور پر  
 اپنے بیٹوں کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اب کہ اس دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے  
 کھانے کا بیٹہ، احکام کیا کیا تھا۔ روایتوں کے اس فرق کے حلقی کہتے ہیں کہ مکمل روایت میں اس میں کوئی

اشکاف نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے یہ ٹیڈہ یا نظام خاص طور پر مٹا کے کھانے کے لئے کیا گیا ہو جس کو ناشو کہا جاتا ہے جبکہ وہ ہر دور و رات کا کھانا آغسخت یعنی اپنے پیچہ کو بھائیوں کے ساتھ ہی اس طرح کھاتے ہوں کہ سب سے پہلے کپ سے شروع کر لیا جائے اور اندھا علم۔

(ابو طالب کے) سب سے بچے حبیب کو اپنے قریبی اہل میں ہونے کے ہاں اچھے ہونے ہوتے ہوں آنکھوں میں میل بھرا ہوا تھا کہ (آغسخت یعنی یہ بھی خصوصیت اور ہنوز تھا کہ) آپ حبیب کو اپنے قریبی آپ کے ہاں سونے ہونے ہوتے تھے اور آنکھوں میں سرے کی ڈھریں ہوتی تھیں۔

انہما میں جو آغسخت یعنی یہ بھی خصوصیت اور آپ کو اپنے والد کے قریبی قریبی تھیں وہ کتنی ہیں کہ میں نے بھی آغسخت یعنی کو بھوک کی علامت کرتے ہوئے نہیں دیکھا نہ بچپن میں نہ بڑے ہونے کے بعد۔

اسی طریقے سے آغسخت یعنی کا مٹا اس طرح ہوتا کہ آپ حرم کا بیٹی نوش فرمایا کرتے تھے اور جب ہم آپ کو ناشو پیش کرتے تو آپ یہ فرماتے کہ میں سیر ہوں۔

(اس میں اور کچھ روایات میں اشکاف ہوتا ہے اس لئے مؤلف کہتے ہیں کہ (اس کا مقصد یہ ہے کہ کبھی کبھی یہ بھی ہو جاتا تھا) لیکن یہاں نہیں ہوتا تھا) چنانچہ کچھ روایات میں اور اس میں کوئی اشکاف نہیں ہوتا۔ ابو طالب کے لئے ایک عکبر رکھا جاتا تھا جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خریف ہوتے تو آ کر سیدھے اس عکبر پر بیٹھ جاتے۔

”میرے بچے کو اپنے والد مرے کا احساس ہے۔“

بارش کے لئے دعا..... (قال) ابو طالب نے ایک مرتبہ آغسخت یعنی کے ذریعہ بارش کی دعا بھی مانگی تھی۔ مجھ کو بھی عرصہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اس زمانے میں کے کیا جب قریش خشک سال اور قحط کا دور تھے (اس پر چٹائی اور مصیبت میں) کہ لوگ یہ کہتے تھے کہ لات اور عزیز پر بھروسہ کرو (یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کی دعا مانگو) کہ لوگ کہتے کہ نہیں میرے بڑے بہت صفت پر بھروسہ کرو۔ اسی سبب میں ایک خواہشورت ہوا کہ وہ بڑے بڑے نکلا۔

”تم حق اور سچائی سے کس طرح بھاگ رہے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم کی نکلنی اور اسماعیل کی لواہ موجود ہے۔ (ی) مانگی تم سے چھوڑ کر ایک قصہ لے رہے کیوں ہاں ہے۔“

لوگوں نے کہا کہ شاید (اسما کی نکلنی سے) تمہاری سر لوار ابو طالب ہیں!

اس نے کہا: ”ہاں!“

اب یہ سب لوگ ابو طالب کے گھر کی طرف چلے، میں بھی ان کے ساتھ گیا وہاں پہنچ کر ہم نے دروازے پر دستک دی تو ایک خرابصورت شخص باہر آیا جس نے ایک تھوڑا پیٹ رکھا تھا۔ سب لوگ اس کی طرف بڑھے اور کہنے لگے۔

”اے ابو طالب! لاوی میں قحط چڑھا ہے اور بچے بھوکوں مر رہے ہیں۔ اس لئے تم کو ہمارے لئے بارش کی دعا کرو۔“

چنانچہ ابو طالب باہر آئے اور ان کے ساتھ ایک بچہ تھا جو ایسا گنا تھا کہ اچانک انہو میرے میں سورج

نکل آیا ہو اور ان کے چاروں طرف بہت سے دوسرے بیٹے تھے۔ ابو طالب نے اسی بیٹے کا ہاتھ قلم رکھا تھا۔ پھر وہ کہہ سے لگ کر کھڑے ہوئے اس کے بعد اس بیٹے کی انگلی پکڑ کر طرف کرنے لگے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دوسرے بیٹے نکلیں اٹھا تھا کہ آسمان میں کچھ دے تھے جہاں ہلال کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اپنا کج ہر طرف سے ہلال ٹکڑ ٹکڑ کر آئے تھے اور اچھی بد دست پدش ہوئی کہ دعویٰ پائی سے پھر گئی اور شہر اور جنگل سیراب ہو گئے۔

ابو طالب اسی واقعہ کی طرف اپنے اس قصیدے میں کہتے ہیں جس میں انہوں نے اسی سے زائد شہروں میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی ہے۔

والہیں بمصطفیٰ العظیم بوجہ  
نعل العظیمی صمد اللہ لہ

ترجمہ: ہلال ان ہی کے چمرے سے پانی حاصل کرتے ہیں جو قبول کا تمنا نہ اور غریبوں اور مسکینوں کا سدا ہیں۔

اس شعر میں لفظ لڑائی جو ہے اس کے معنی ہیں غریب و مسکین مرد اور عورتیں مگر زیادہ تر زوال غریب ہے کس عورتوں کے لئے استعمال ہو چکا ہے۔

اقول۔ سواکف کہتے ہیں: اس قصیدے کی بنیاد پر شیعہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ابو طالب مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ انہوں نے یہ قصیدہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور ظهور کے بعد لکھا تھا۔ مگر ان کے اسام قبول کرنے نہ کرنے کے حلقہ فیصلہ کی بحث آگے آئے گی۔

عائد میر نے یہ طرزِ ہوا میں سعد کے حالات اپنی کتاب شرح مناجات میں نقل کیا ہے کہ: "یہ قصیدہ جس کا ایک شعر اوپر بیان کیا گیا ہے ابو طالب کا لکھا ہوا نہیں بلکہ عبدالمطلب کا لکھا ہوا ہے۔"

مگر یہ بات غلط فہمی اور وہم ہے کیونکہ عام طور پر میرت لکھو والے یہی لکھا ہے کہ یہ قصیدہ ابو طالب کا ہی ہے اور یہ کہنا کہ ممکن ہے دونوں ملحد و ملحدہ کہا ہو مگر اتفاق سے دونوں کے قصیدے بالکل یکساں ہو گئے (جسے شاعروں کی اصطلاح میں توہرہ ذاتی کہتے ہیں) یہ ظاہر ہے ایک قیامت اور تاویل ہو گی۔

اس قصیدے کے سلسلے میں ابو طالب کی نسبت آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے جس سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس قصیدے کو عبدالمطلب کا کہا ہوا تھا صرف وہم ہے۔ یہ حدیث بھی آگے ذکر ہو گی۔ واقعہ اطمینان۔

چند حیرت خیز واقعات..... (قال ابو طالب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ذی الجہاز کے محلے میں قادیان عرق (مٹی بدو بدو لڑو تقریباً آٹھ کلو میٹر کا فاصلہ ہو گا) کے واسطے پر ایک جگہ کام تھا جہاں بڑا جاہلیت میں ایک بدلو پہلے لگا کر قادیان عرق ابو طالب کہتے ہیں کہ میں ہاں گیا ہوا تھا اور۔

میر سے ساتھ میرا بھتیجا بھی قادیان کی کریم چٹکا۔ اپنا کچھ پیاس لگی۔ میں نے پیچھے سے پیاس کا ذکر کیا اور کہا۔

"پیچھے مجھے بہت پیاس لگی ہے۔"



میں نے ان سے یہ بات اس لئے نہیں کی تھی کہ ان کے پاس بانی و خیرہ تھا بلکہ صرف بانی ہے تاہی کا اہل کر کے لئے کہ وہاں (ی) یعنی صرف بے صبری اور پاس کی شدت میں یہ بات کر دی تھی۔

ابو طالب کہتے ہیں کہ وہ یہ سن کر فوراً اپنی ساری سے اترے اور مجھ سے کہنے لگے۔

”کیا بات کیا پاس کی ہے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔۔۔“

انہوں نے زمین پر اپنی اڑی ماری ایک دھبہ میں ہے کہ ایک حجر پر اپنا چہرہ ملا اور وہاں سے کچھ کلا۔ ایک کلا میں نے دیکھا کہ وہاں سے میرا چہرہ پھوٹ نکلا کہ میں نے اس میں سا پتلے بھی نہیں دیکھا تھا پھر انہوں نے مجھ سے پانی پینے کے لئے کہا میں نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

”کیا آپ سیر ہو گئے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔۔۔“

انہوں نے پھر اس جگہ اپنی اڑی ماری اور وہ جگہ دوبارہ ایسی ہی تنگ ہو گئی جیسی پہلے تھی۔ (ی) آنحضرت ﷺ چند سال اپنے دوسرے بچے چچا حیر ابن عبدالمطلب کے ساتھ بھی رہے ہیں۔ اسی زمانے میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اپنے ان چچا کے ساتھ ایک قافلے میں یمن کی طرف لے گئے۔ راستے میں ایک ایسی دلی سے گزر رہا تھا جس میں ایک سرکش زناوت رہتا تھا اور ہر مسافر کو وہاں سے گزرنے سے روکتا تھا۔ مگر جب اس زناوت نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو فوراً اپنے کیا اور زمین سے اپنی پھانسی مگڑنے لگا۔ آنحضرت ﷺ اپنے زناوت سے اترے اور اس زناوت پر سوار ہو گئے۔ یہ زناوت آپ کو لے کر چلا اور دلی پار کرادی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس زناوت کو بھروسہ دیا۔

جب یہ قافلہ سفر سے واپس ہوا تو ایک ایسی دلی سے اس کا گزر ہوا جو طوفانی بانی سے بھر ہوئی تھی اور بانی سو جس بارہا تھا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے قافلے والوں سے فرمایا۔

”میرے پیچھے پیچھے چلے گا۔“

پھر آپ اطمینان کے ساتھ دلی میں داخل ہو گئے اور پانی لوگ آپ کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ اٹھ عورتوں نے اپنی قدرت سے پہلی کو تنگ کر دیا اور آنحضرت ﷺ پر سے قافلے کو لے کر پہلی سے پار ہو گئے۔ جب یہ قافلہ کے پہاڑوں قافلے والوں نے یہ حیرت انگیز واقعات بیان کیے۔ لوگ یہ سن کر کہنے لگے۔

”اس قافلے کی شان ہی کو فراموش ہے۔“

سیرت ابن عباس میں ہے کہ۔۔۔

نبی لب کا ایک شخص بڑا قیادہ شاس تھا (اور لوگوں کی صورت دیکھ کر ان کے مستقبل کے حلقے و شکلی کیا کر جاتا تھا) جب وہ کے آقا تو قریب کے لوگ اپنے لاکھوں کو اس کے پاس لے کر گیا کرتے تھے اور وہ ان کو دیکھ دیکھ کر ان کے مستقبل کے بارے میں خبریں دیا کرتا تھا۔

(ایک دفعہ جب یہ کے قیادہ ابو طالب آنحضرت ﷺ کو بھی اس کے پاس لے کر پہلے اس وقت آنحضرت ﷺ کو عمرہ کے ہی تھے۔

اس قیادہ شاس نے آنحضرت ﷺ کی طرف ایک نظر دیکھا اور اس کے بعد وہ کسی دوسرے کو دیکھے

میں لگ گیا۔ پھر جب وہ نکلا تو اس نے کہا اس لڑکے کو میرے سامنے پیش کرو۔۔۔  
(اب اس نے آپ کو قید کیا تو وہ چلا لے گا۔)

”تمہارا وہ میرے سامنے اس لڑکے کو لانا جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا۔ خدا کی قسم وہ بڑی شاندار ہے۔“

ابو طالب نے جب آنحضرت ﷺ کے لئے اس کا غیر معمولی اشتیاق دیکھا تو وہ آپ ﷺ کے لئے کر  
دہا سے پیچھے سے گلے آگے دھڑا اٹھ

## باب دہم (۱۰)

## ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ :-

”جب ابوطالب نے (تجداتی طے میں ملک شام کے) سفر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ساتھ جانے کے لئے اپنے اہلخانہ شوق کا اظہار فرمایا۔ بعض راویوں کے کہنے ہیں کہ آپ نے ابوطالب سے خود کی کہ آپ بھی سفر میں ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ ان بعض راویوں سے صرف خانقاہ سمائل نقل کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ جب ابوطالب نے سفر کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے بھی ساتھ جانے کے لئے خود کی۔ ابوطالب کو آپ ﷺ کے اس شوق کا بہت خیال ہو اور ارادہ کئے لگے۔

”خدا کی قسم! میں اس کو ضرور ساتھ لے کر جاؤں گا نہ یہ بھی اچھ سے جدا ہو سکتا ہے۔ ورنہ میں اس کو بھی اپنے سے جدا کر سکتا ہوں۔“

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوطالب کی دعوتی کی تکمیل بکری اور فرمایا۔

”چچا جان! آپ مجھے کس پر چھوڑ کر جدا ہے ہیں میرے خاندان میں اور نہ آپ ہیں۔“

مسٹر قول کے مطابق اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر سہاگ نو سال تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بارہ سال وہ اپنے دس دن کی عمر تھی۔ (یہ کہہ کر وہ قول اس میں ہے جسے انہوں نے کہا ہے کہ زیادہ عمارت شدہ قول لکھا ہے۔

(یہ) اسی لئے محبت طبری نے صرف یہی قول لیا ہے۔

دور اہول کی چشبین گویاں۔۔۔ محبت طبری نے آگے ذکر کیا ہے کہ (ابوطالب آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھر آپ کو کوٹنگی پر اپنے چچے خالید راستہ میں ایک عیسائی خانقاہ کے پاس ٹھہرے۔ خانقاہ کے

۱۔ بعض راویوں نے اس روایت میں خالید کے اشتہار کیا ہے جو ضرب کے ذہن پر ہے اور جس کے معنی ہیں کہ آپ اپنے چچا سے بہت گئے اور ان کو بڑا کر دیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے خَلِّیْتُ عَلَیْہِ یعنی میں نے اس کو بڑا کیا۔

عابد نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر ابو طالب سے پوچھا۔  
”یہ لڑکا تمہارا کون ہے؟“

ابو طالب نے کہا۔ ”سیر ایٹا ہے۔“ عابد نے کہا۔

”یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس لڑکے کا باپ ذمہ ہو۔ یہ نبی ہے۔“

(ی) یعنی جس میں یہ نشانیں ہوں جو اس میں موجود ہیں تو وہ ہی نبی ہو گا۔ تمس کا انکار ہے۔

پھر انی کتابوں میں ان تحفہ کی علامت یہ لکھی ہوئی ہے کہ ان کے باپ کا انتقال اسی زمانے میں ہو جائے گا جب کہ وہ نبی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوں گے اور پلٹ کر بیواؤں کے قہوڑے میں داخل ہو جائے گا (انہ اس لڑکے کا باپ ذمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اس آئے والے نبی کی ساری علامتیں موجود ہیں۔ اس بارے میں کچھ بیان گزر چکا ہے اور کچھ آگے آئے گا۔

(ی) اسی طرح ان قدیم کتابوں میں اس نبی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ان کے بچپن ہی میں ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو جائے گا جیسا کہ یہ بات سیف ابن ذی جن کی پیشین گوئی میں گزر چکی ہے۔ اور کچھ اہل کتاب (یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کا) صرف یہ خبر دینا کہ آپ کے والد کا انتقال اس وقت ہی ہو جائے گا جبکہ آپ ماں کے پیٹ میں ہوں گے۔ اس دوسری پیشین گوئی کے خلاف نہیں ہو تا (کہ آپ کے والد کا انتقال آپ کی بیواؤں کے قہوڑے ہی میں ہو رہا ہو جائے گا)۔

(غرض جب اس خانہ کے عابد نے ابو طالب سے یہ کہا کہ یہ بچہ نبی ہے تو ابو طالب نے اس سے پوچھا کہ تمہارے کتنے ہیں۔ عابد نے کہا۔

”تین دو ہو تا ہے۔ جس کے پاس آجنا سے خبریں آتی ہیں اور پھر وہ زمین والوں کو ان کی اطلاع دیتا ہے۔“

ابو طالب نے کہا۔

”جو کچھ تم کہہ رہے ہو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔“

اس کے بعد اس عابد نے ابو طالب کو ہدایت کی۔

”یہودیوں سے اس لڑکے کی حفاظت کرو۔“

اس کے بعد ابو طالب وہاں سے آگے روانہ ہوئے تو وہاں ایک اور راہب کے پاس ٹھہرے یہ بھی ایک خانہ کا عابد تھا (اس نے بھی آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا تمہارا کون ہے؟ ابو طالب نے اس سے بھی یہی کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا۔

”یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کا باپ ذمہ ہی نہیں ہو سکتا۔“

ابو طالب نے پوچھا۔ ”کیوں؟“ تو راہب نے جواب دیا۔

”میں نے کہا کہ اس کا چہرہ ایک نبی کا سا چہرہ ہے اور اس کی آنکھیں ایک نبی کی سی آنکھیں ہیں۔“ (ی) یعنی اس نبی کے بھی جو اس آخری امت کے لئے بھیجے جانے والے ہیں اور جن کی علامتیں قدیم آسمانی کتابوں میں ذکر ہیں۔

ابو طالب نے کہا۔

”جہاں اللہ اور کچھ کم کر دے ہوئے، لک اللہ تعالیٰ اس پر کاو ہے۔“  
اس کے بعد اہم طالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا  
”مجھے اکیلا تم نے اس دہب کی بات سنی؟“  
آپ نے فرمایا۔

”ہاں پچا جان اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہ سمجھے۔ تو اللہ اعلم۔“  
پھر اور اہم کا واقعہ۔ اس کے بعد یہ واقعہ روانہ ہو کر ہماری شہر میں پہنچا جہاں پچا لہ نام کا دہب اپنی خانقاہ  
میں رہتا تھا اس کا نام درمیں تھا۔ بعض لوگوں نے سر میں لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ پچا لہ اس کا لقب تھا،  
غرض یہ دہب (انکار بردست عالم تھا کہ) ہماری مذہب کا علم اس پر اگر ختم ہو گیا تھا یعنی اس مذہب کا اس سے  
جو عالم اس وقت کوئی دوسرا نہیں تھا۔ لیکن اس کی خانقاہ کا مجددی شخص ہو سکتا تھا جس پر ہماری مذہب  
کا علم ختم ہو جاتا ہو۔ مگر ان کے بالائینوں کے وقت سے پشت در پشت اس خانقاہ کا عاید ایسا ہی بردست عالم بنا کر رہا  
تھا چنانچہ اس زمانے میں ہماری مذہب کا سب سے بڑا عالم پچا لہ ہی تھا۔ پچا لہ کے بارے میں بعض مؤرخوں  
نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہزادہ کے بیویوں میں سے تھا۔ یہودی عایدی تھا۔  
اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے پچا لہ پہلے  
یہودی ہی رہا ہو اور اس کے بعد اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہو جیسا کہ فرقہ ابن خول کے ساتھ ہوا جن کا  
واقعہ آگے کہلایا ہے۔

(جہاں تک پچا لہ دہب کی قیام گاہ کا تعلق ہے اس کے متعلق ہمیں صاف کہتے ہیں کہ پچا لہ ایک  
گاہکوں میں رہتا تھا جس کو کھانا کھاتا تھا اس بہتی اور شہر ہماری کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا۔  
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پچا لہ شام کے مائے میں پتا کے پاس ایک گاؤں میں رہتا تھا جس کا نام میٹھ  
تھا۔ ان مختلف روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔  
اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے وہاں دونوں روایات میں اس طرح پتا ہو کہ کچھ عرصے  
ایک میں اور کچھ عرصہ دوسرے میں اور کبھی کبھی اس خانقاہ میں بھی آکر ٹھہرا کر جاتا ہو۔ ہر حال یہ جواب بھی  
قابل غور ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے ایک دفعہ اس کی پہلے والے کی کوڑا لگائی گئی تھی جو یہ کہہ رہا  
تھا۔

”سنو! میں نے کے ہستیوں میں تین آدمی سے سب سے بڑی چیزیں ہیں۔ دہب اپنی براہ و پچا لہ اور اہم  
اور تیسرا، جس کے بعد کوئی اور نہیں آئے گا۔ ایک روایت کے یہ لفظ ہیں کہ۔ تیسرا، جس کا انکار کیا جا رہا  
ہے۔“ یعنی آنحضرت ﷺ۔

اس روایت کو ان خبریہ نے ذکر کیا ہے۔ ان خبریہ کہتے ہیں کہ دہب اور ان کے بعد ان کے بیٹے دونوں  
کی قبروں پر بیٹھ گئی مگر پادشہ دیکھنے میں آئی ہے۔ واللہ اعلم۔

(اس کے بعد پچا لہ واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں کہ) قریش کے لوگ اکثر (اپنے تہذیبی سفروں کے  
دوران) پچا لہ اور اہم کے پاس سے گزرا کرتے تھے مگر وہ بھی ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر اس سال اس

نے ان کے لئے بہت سا کھانا چڑھ کر لایا۔ جب یہ کھانا وہاں پہنچا تو پھر انہوں نے قافلے میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تھا کہ لوگوں کے درمیان آپ پر ایک بدلی ساریں کئے ہوئے تھیں۔ پھر جب یہ قافلہ ایک درخت کے نیچے آکر ٹھہرا تو اس نے بدلی کی طرف دیکھا تو اب اس درخت پر سایہ ڈالی دینی تھی اور اس درخت کی شاخیں اس طرف کو جھک گئی تھیں جو ہم آنحضرت ﷺ کی طرف فرما تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس درخت کی سائے میں آکر بیٹھے تو بہت سی شاخوں کا آپ پر ٹھکڑا ہوا گیا۔ (یہ لایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ درخت کے پاس بیٹھے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ پہلے ہی سائے درخت پر قبضہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اب جب آنحضرت ﷺ کی طرف فرمایا تو سائے میں آپ کو جھک گئی تھیں لیکن درخت کی شاخوں نے آپ کی طرف جھک کر آپ کو اپنے ٹھکانے سائے میں لے لیا۔

فرض (جب قافلہ خانیکہ کے سامنے ہوا) پھر پھر راہب نے آنحضرت ﷺ کی یہ شان دیکھی تو اس نے قریشیوں کے پاس کھڑا

آئے کہ وہ قریشی انہوں نے آپ لوگوں کے لئے کھانا چڑھ کر لایا ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ میں سے تمام لوگوں کو کھانا کھانے کے لئے یہاں آئیں جن میں چنے بھی ہوں، بڑے بھی ہوں، غلام بھی ہوں اور کونو بھی ہوں۔

(یہ پیغام سن کر ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اسے پھر انہوں نے آج تو قریشی بات کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہاں سے لاتے ہیں تو تم نے جلد سے ساتھ یہ رہنا تو بھی بھی نہیں کیا، آج کیا خاص بات ہوئی ہے؟)

پھر انہوں نے کہا: تم غیبی کئے ہو اور بات میں میں ہی خود مر آپ کو اب "میں ہیں خود نہ ہوں" میں آپ کو کہہ رہا تھا کہ میں آپ کو ان کا پیغام لائے گا کہ آپ سب کے لئے کھانا چڑھ کر دیں اور آپ سب کو کھانا کھائیں۔ فرض تمام لوگ پھر ان کے پاس پہنچ گئے صرف رسول اللہ ﷺ پر انہوں نے روکے کیونکہ آپ کم عمر تھے۔ آپ جیسے درخت کے نیچے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اب پھر انہوں نے جب لوگوں کو دیکھا تو ان میں سے کسی میں اسے وہ ملت اور نکالی نظر نہیں لگتی جو ظاہر ہونے والے نبی آخر الزماں کی تھی اور جو اس نے آپ میں دیکھی تھی۔

ان لوگوں نے ان لوگوں میں سے کسی کے لوح و بدلی بھی نظر نہیں آئی بلکہ اس نے دیکھا کہ وہ بدلی وہیں چلا گیا، رسول اللہ ﷺ کے لوہے پر سایہ کئے ہوئے ہے، تو اس نے کہا:

اب وہ قریشی! آپ میں سے کوئی بھی میری اس دعوت سے بددینا نہیں چاہئے۔

قریشی نے کہا:

آئے پھر انہوں نے آپ کی اس دعوت میں آنحضرت ﷺ کی شان میں کوئی نہیں رہا، اب ایک لڑکا رہ گیا ہے جو سب میں کم عمر ہے۔

پھر انہوں نے کہا:

"میں یہی بات کہتے ہیں کہ بھی بتائے اس کو بھی آپ کے ساتھ نہ چلائے۔"

(ی) پھر اس نے کہا

”یہ کس قدر بڑی بات ہے کہ آپ سب آئیں اور آپ میں سے ایک کو ہی وہ جائے امان لکھ میں نے اس کو آپ ہی کے ساتھ دیکھا تھا۔“

قریش نے کہا

”خدا کی قسم، پیسہ وہ ہم میں سب کے لحاظ سے سب سے کمتر ہے۔ اس شخص کا جتنی بے ایمانوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ مگر عبدالمطلب کی ہولاد میں سے ہے۔“

پھر قریش میں سے ہی ایک شخص نے کہا

”کات اور عزنی کی قسم! اذہ سے لئے جسے شرم کی بات ہے کہ اذہ سے ساتھ ہوتے ہوئے عبد اللہ ابن عبدالمطلب کا جنا کھانے میں شریک نہ ہو۔“

اس کے بعد وہ شخص اذہ کو گیا اور آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر آیا اور اس نے آپ کو سب کے ساتھ بٹھایا (ی) یہ شخص آنحضرت ﷺ کا بچا حضرت ابن عبدالمطلب تھا۔ یہ اگرچہ عمر میں (اپنے بھائی) ابو طالب سے بھی بڑا تھا مگر اس نے آپ ﷺ کو اپنا جتنی بٹھایا اس لئے نہیں کیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ کا بیٹا بھائی نہیں تھا۔ بلکہ ابو طالب عبد اللہ کے بھائی یعنی آنحضرت ﷺ کے بچے چاہتے مگر چہ قافلے میں ابو طالب ہی سہرے تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو پڑاؤ میں سے لے کر آنے والے حضرت ابو کربہ تھے۔ علامہ ابن کثیر نے کثرت قول کے مقابلے میں اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے (کہ آپ کو پڑاؤ میں سے لانے والے حضرت ابو کربہ تھے) مگر حالہ و اقوال کا یہ اختلاف قابلِ غور ہے۔

بہت حال جو بھی آپ ﷺ کو لایا جب وہ آپ کو پڑاؤ سے لے کر چلا تو وہ بدلی بھی آنحضرت ﷺ کے سر پر ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ جب بکیرا نہ نہ یہ منظر دیکھا تو وہ آپ ﷺ کو اور زیادہ خود سے دیکھنے لگا اور آپ ﷺ کے جسم مبارک میں وہ ساتھی حاشی کرنے لگا جو ان کے نزدیک آپ میں ہوتی چاہتے تھے۔ فرض جب سب لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو چکے اور دوسرا دوسرے ہو گئے تو بکیرا وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور آپ ﷺ سے ہوا۔

پس آپ سے لات اور عزنی کے نام پر چہ باتیں ہو جھٹکا ہوں اور جو کچھ میں ہاں بھوں آپ اس کے حلقے مجھے بتائیں۔

بکیرا نے لات اور عزنی کے نام پر اس لئے ہاں چھڑکا وہ جانتا تھا کہ آپ کی قوم کے لوگ ابن عبدالمطلب بنوں کے نام پر قسم اور حلف لیتے ہیں۔ (ی) آپ بقاء میں یہ ہے کہ بکیرا کو یہی بتایا گیا تھا (کہ ابن جریں کے نام پر سوال کیا جائے) مگر ضرر رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر بکیرا سے فرمایا۔

”لات اور عزنی کے نام پر مجھ سے کوئی بات مت ہاں بھو، کیونکہ خدا کی قسم مجھے سب سے زیادہ ابن عبدالمطلب سے عزت ہے۔“

بکیرا نے کہا:

”تب ہر خدا کے نام پر کتا ہوں کہ جو کچھ میں ہاں بھوں تم مجھے اس کے حلقے بتائیں۔“

آپ نے فرمایا۔

”جو کچھ کہو چھوٹا ہے۔“

اب بھراؤ نے آپ ﷺ سے کب کی مختلف باتوں کے حلقہ پر پھر شروع کیا، آپ کی سونے کے حلقہ، آپ کی عادتوں اور آپ کے طور طریقوں کے حلقہ پر چلا اور آنحضرت ﷺ اس کو جواب دیتے رہے، آنحضرت ﷺ کے تمام جوابات ان ساری مباحثوں کے مطابق تھے جو نبی اکرم ﷺ کے حلقہ بھراؤ جانتا تھا (ی) اس کے بعد بھراؤ نے آپ کی کمر کھولی اور مر نبوت کو بھی بالکل دیکھا اور جیسا اس نے چاہا تھا اس نے خود اس نبوت کی جگہ کو بوسہ دید فرمایا (جو بھراؤ کی یہ ساری باتیں اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس کی محبت دیکھ رہے تھے) کہنے لگے۔

”اے اب کے نزدیک تم (ﷺ) کی نسبت خود اور مر ہے؟“

آنحضرت ﷺ سے بات کرنے کے بعد بھراؤ اب آپ ﷺ کے بچاؤ طالب کے پاس گیا اور حق سے کہنے لگا کہ یہ لڑکا تمہارا کون ہے؟

اب طالب نے کہ ”میرا بیٹا ہے۔“

بھراؤ کہنے لگا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے باپ نہ ہو۔

تب اب طالب نے کہا کہ اصل میں یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔

بھراؤ نے کہا کہ بھائی کے باپ کا کیا ہوا؟ اب طالب نے کہا

”میں کا اس وقت ہی انتقال ہو چکا تھا جبکہ ابھی میں کے پیٹ میں تھے۔“

بھراؤ نے کہا ”تم جی کہتے ہو۔ میں کے بعد اس نے کہا۔“

”میں کی ماں کا کیا ہوا؟“

اب طالب نے کہ۔ ”میں کا بھی خود زاعمر پہلے انتقال ہو گیا۔“

بھراؤ نے کہا۔

”نیک کہتے ہو۔ اب اپنے بچے کو لے کر واپس وطن چلے جاؤ اور یہودیوں سے ان کی پوری طرح ضابطہ کرو کیونکہ خدا کی قسم اگر انہوں نے اس کو دیکھ لیا اور ان میں وہ نشانہ دیکھ لیں جو میں نے دیکھا ہے ان کے ساتھ بہت برا معاملہ کریں گے اس لئے کہ تمہارا یہ بچہ نبی ہی ہے اور اس کی نسبت بڑی شان ہے۔ (ی) جو ہم اپنی کتابوں میں بھی پاتے ہیں اور اپنے باپ دلا سے بھی سنتے آئے ہیں۔ یہ بات سمجھ لو کہ میں نے تمہیں یہ نصیحت کر کے اپنا فرض پورا کر دیا اس لئے اسے جلد سے جلد وطن واپس لے جاؤ۔“

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب اب طالب نے بھراؤ کو بتایا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے تو بھراؤ نے اب طالب سے پوچھا

”کیا تم اس کے سر پر ست اور مگر اس ہو؟“

اب طالب نے کہ۔ ”ہاں“ تو بھراؤ نے کہ۔

”تب خدا کی قسم اگر تم اسے ملک حرام نے گئے۔ (ی) یعنی اس جگہ سے آگے جا کر ملک حرام کے اندر دینی علاقے میں داخل ہو گئے جو یہودیوں کا گڑھ ہے۔ تو یہودیوں کو قتل کر دیں گے۔“



چنانچہ ابو طالب (ہجرا کی باتیں سن کر آپ کی طرف سے خوفزدہ ہو گئے اور) آپ کو لے کر مکہ واپس آگئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (ہجرا کی بات سن کر) ابو طالب نے اس سے کہا۔۔۔  
”اگر یہ بات ٹھیک ہے جو تم بتا رہے ہو تو پھر یہ اللہ عزوجل کی ہی حفاظت میں ہے۔“

(روایاتوں کے اس فرق کی حلقہ کی باتیں بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہو تا کیونکہ ہجرا نے جو کچھ کہا تھا وہی عام طریقے اور عادت کے مطابق کہا تھا جو کسی کی حفاظت کے سلسلے میں کہ دیا جاتا ہے (اور نہ خود بھی جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو دشمنوں کے حوالے نہیں کرے گا بلکہ آپ کی خود حفاظت فرمائے گا یہاں تک کہ آپ اپنے اس حکیم مقصد کو پورا فرمائیں گے جس کے لئے آپ کو اس دنیا میں ظاہر فرمایا گیا ہے)

فرخ اس کے بعد جب ابو طالب شام میں قہادت سے بھا رہے تھے تو وہ آپ کو لے کر واپس کے چھپنے کو کتاب پڑھائی میں یہ ہے کہ۔ (ہجرا سے یہ باتیں سننے کے بعد) آپ ﷺ کے بچانے آپ کو اپنے کسی لڑکے کے ساتھ دھپنے لگے وہاں یہ بات قائل فور ہے۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب (یعنی رومیوں) کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی اور انہوں نے آنحضرت ﷺ میں وہ نکات یاد کیے ہیں جو ہجرا نے دیکھی تھیں۔ اس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہا تو ہجرا نے ان کو روکا اور انہیں خدا کی طرف توجہ دلائی اور وہ باتیں یاد لائیں جن میں ان کی آہستہ کتاب میں آنحضرت ﷺ کا ذکر آپ کی نکاتوں کا ذکر ہے اور صبح کیا کہ اگر وہ سب ل کر آنحضرت ﷺ کو نقصان پہنچانا بھی چاہیں تو آپ ﷺ ان کی دسترس اور پہنچ سے دور ہیں گے چنانچہ وہ اپنے لڑکوں سے ہذا آئے اور وہاں سے لوٹ گئے۔

اس دوسری روایت میں (آنحضرت ﷺ کے شام کے سفر کا یہ پورا واقعہ اس طرح ہے کہ۔۔۔  
ابو طالب جو دوسرے قریبی بزرگوں کے ساتھ قہادت سے پہلے شام کے سفر پر روانہ ہوئے، آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ قافلہ ہجرا اور اب کی خانقاہ کے پاس جا کر ٹھہرا اس سے پہلے جب بھی قریبی قافلے یہاں سے گزرا کرتے تھے تو ہجرا انہوں کو باہر نکل کر آتا تو ان کی طرف توجہ دیتا تھا مگر (اس مرتبہ جبکہ ابھی یہ چاقو زلزلہ ہے تھے یہ وہاں آکر ان کے درمیان ٹکرائے لگا یہاں تک کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا تو اس نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگا۔

”یہ تمام جانوں کا سردار ہے۔ یہ بزرگ عالم کا ذخیرہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ تمام جانوں کے لئے رحمت بنا کر ظاہر فرمائیں گے۔“

قریبی بزرگوں نے (یہ حقائق سن کر) ابو جہاکہ جنہیں کیسے معلوم ہوا راہب نے کہا؟  
”جب تم اس گھاٹی پر پہنچے تو کوئی حجر اور درخت ایسا نہیں رہا جو جہ سے میں نہ گر گیا ہو۔ اور (درخت اور حجر) ان کے علاوہ کسی کو جہد نہیں کیا کرتے۔ (یہ اور یہ کہ ایک بدلی دوسروں کو چھوڑ کر صرف آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اور میں ان کو اس مرتبت کی وجہ سے پہچانتا ہوں جو ان کے موڑ سے کی ہڈی سے نیچے پھولنے سب کی شکل کی موجود ہے۔“

اس کے بعد ہجرا اور اب واپس خانقاہ میں آیا اور اس نے قریبیوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ پھر جب

بھراؤن کے پاس کھانے کر آیا تو آنحضرت ﷺ وصال کی مگرانی فرما رہے تھے۔ چاقو والوں نے آپ کو بلانے کے لئے آواز دی۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ بدلی آپ ﷺ پر سایہ کے ہونے تھے جب آنحضرت ﷺ چاقو کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ پہلے اس جگہ میں بیٹھ چکے ہیں جہاں وہ سنت کا سایہ تھا چنانچہ آپ (رحمہم اللہ) میں بیٹھ گئے مگر وہ سنت کا سایہ فوراً ہی آپ کی طرف آیا۔ وہ آپ نے یہ سحر دیکھا تو فوراً ہلا

اس وقت کے سامنے کود بھڑک اٹھے اس لئے کہ آپ کی طرف آیا ہے۔

رومیوں کی آغوش۔ اس کے بعد جبکہ وہ آپ قریبیوں کے پاس کھڑا ہوا اس سے یہ وعدہ لے دیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو رومی سرزمین یعنی شام کے اندرونی علاقے میں نہیں لے جائیں گے کیونکہ رومیوں (یعنی مسیحیوں) نے اگر آپ ﷺ کو بچھون لیا تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اہلک بھراؤن نے دیکھا کہ سات رومی باشندے وہاں پہنچ گئے۔ وہ آپ کو کہاں آیا ہوا پوچھنے لگا کہ تم کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔

”ہم اس جگہ کے لئے آئے ہیں جو اس مینے میں سفر میں نکلا ہوا ہے اس لئے تمام راستوں پر (اس کی) حاشی میں لوگوں کو بھیجا دیا گیا ہے۔ اور ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ وہ نبی آپ کے اس راستے میں موجود ہے۔“

بھراؤن نے کہا  
”کیا تم سمجھتے ہو کوئی ایسا معاملہ بھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے کاروں کیا ہوا اور کوئی انسان اس کو روک سکے؟“

رومیوں نے کہا نہیں۔ اور اس کے بعد انہوں نے بھراؤن وہ آپ کے سامنے عہد کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچائیں گے نہ آپ کو پکڑنے کی کوشش کریں گے اور نہ ہی شہر سے ان کو بھیجا گیا ہے اس کو پورا نہیں کریں گے۔

اس کے بعد وہ سب رومی وہاں بھراؤن کے پاس گھر گئے کیونکہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کو گرفتار کر کے بغیر واپس جاتے تو انہیں ان لوگوں کی طرف سے اپنی بہنوں کا خطرہ تھا جنہوں نے ان کو آنحضرت ﷺ کی حاشی میں بھیجا تھا۔

پھر بھراؤن نے قریش سے کہا۔

”میں تم سے خدا کے نام پر پوچھتا ہوں کہ ان کا یعنی آنحضرت ﷺ کا کوئی اور سر پرست کون ہے؟“  
انہوں نے کہا کہ ابو طالب ہیں۔ اب بھراؤن ابو طالب پر امر کر چکا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو واپس لے کر بھیج دیں۔ اگر کار ابو طالب راضی ہو گئے اور انہوں نے حضرت جلال کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ حضرت ابو بکر نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جلال کو بھیج دیا۔ بھراؤن نے ایک اور ذہن کا نقل نامتے کے طور پر کہ آپ کے ساتھ کیا۔

”یہاں وہ رہتے ہیں جو نبی میں آنحضرت ﷺ کے شام کے سفر کے واقعات ہیں مگر چونکہ وہاں وہاں میں فرق ہے اس لئے کہتے ہیں۔ (کیونکہ یہ واقعہ ایک ہی ہے تو ہماری بات ظاہر ہے کہ اس کو بیان کرنے میں وہاں کی طرف سے فرق ہو گیا ہے جیسا کہ اس کی ایک خبر پہلے صفحات میں بھی گزر چکی ہے) یعنی

وہ واقعہ جس میں عبد المطلب کی بیوی رقیقہ کے خواب اور بارش کے لئے عبد المطلب کی دعا کا ذکر ہوا ہے (چنانچہ اس روایت میں بھی کچھ راویوں نے واقعات کو آگے پیچھے کر دیا جس کی دلیل میں کتاب بُنی کی یہ بات ہے کہ کتاب ترمذی وغیرہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چچا (ابی اسد) حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو بھیجا تھا۔ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت بلالؓ تو شاید اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اگر پیدا ہو چکے تھے تو بھی نہ وہ آنحضرت ﷺ کے چچا اور طالب کے ساتھ تھے اور نہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ تھے۔

اصل یعنی کتاب بیہودہ الاثر میں ہے کہ اس روایت میں کئی باتیں سن کر یمنی و قاضی اعتبار میں چنانچہ اصل کی مصحف تھمتے ہیں کہ اگرچہ اس روایت کی خود میں وہی روایتی ہیں جن کی روایتیں صحیح حدیث میں ہیں مگر حد کے صحیح ہونے کے باوجود اس روایت کے متن یعنی عبارت میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو منکر ہیں (حدیث منکر کی قرینہ سیرت علیہ السلام کے کتب و تراجم میں کثرت ملتی ہے) مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضرت بلالؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھیجنا اس لئے کہ حضرت بلالؓ کو (جو غلام تھے) حضرت ابو بکرؓ نے اس واقعہ کے تیس سال سے بھی زیادہ عرصے کے بعد خرید لیا تھا (اور ظاہر ہے ان کا مالک ہونے سے پہلے حضرت بلالؓ کو اس طرح بھیجا یا جانا کچھ میں نہیں آتا) پھر یہ کہ اس وقت (جبکہ آنحضرت ﷺ نے شام کا یہ سفر فرمایا تھا) خود حضرت ابو بکرؓ عرصہ اس سال کی بھی نہیں ہوئی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ سے عرصہ دو سال سے بھی کچھ زیادہ بڑے تھے یعنی دو سال اور ایک مہینہ بڑے تھے۔

نومریہ بیان ہونا چاہئے کہ اس سفر کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک نو سال تھی (یہ بیان صحیح قول کی بنیاد پر ہے۔ (یہاں اس کا مطلب ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی عمر سات سال کے قریب ہی ہو گی۔ پھر یہ کہ حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ سے بھی بڑے تھے اس لئے یہ قول کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ (یہاں یہ کہ اس وقت (جبکہ ابو بکرؓ سات سال کے تھے) غلام کے مطابق وہاں قاضی نہیں تھے کہ کسی کو کہیں بھیجیں۔ اسی طرح حضرت بلالؓ بھی اس وقت اس قابل نہیں تھے کہ ان کے ساتھ کسی کو بھیجا جائے (کیونکہ اسی تھوڑی عمر کے بچے کو نہ کسی کے ساتھ بھیجا کرتے ہیں اور نہ ان کو یہ سُر بہت باخاعت کے لئے کسی کے ساتھ بھیجا جاسکتا ہے)۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ سے عرصہ بڑے تھے تو وہ ثبوت سیرت کی کتابوں اور آثار (یعنی صحابہ کی روایات) کی بنیاد پر بموجب علماء (یعنی کٹر علماء) کا یہی قول ہے۔ لیکن اس بارے میں ایک حدیث یہ بھی آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ سے

یہ چاہا۔

”ہم میں سے بڑا کون ہے۔ میں دانت“

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔

”کب ہی زیادہ معزز اور شریف ہیں اور آپ ہی بڑے ہیں مگر عرض میں زیادہ ہوں۔“

اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں دانت اور مخالفہ ہے اور یہ حدیث آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے نقل کی جاتی ہے۔

اسی طرح جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت جلال حضرت ابو بکرؓ سے عمرؓ میں چھوٹے تھے اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول اس رد عینی کے خلاف ہے (اس میں کہا گیا ہے کہ حضرت جلال حضرت ابو بکرؓ کے ہم عمر تھے یعنی تقریباً برابر عمر تھی۔ اس بات کو ملاحظہ فرمایا جائے تو پھر علامہ زبیدی کا یہ قول متکا ہو چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کے شام کے سفر سے دو ماہ کی مدت میں حضرت جلال پیدا ہوئے تھے۔

(قال علامہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت جلالؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھیجا تھا رد عینی کا حکم ہے کیونکہ اسی رد عینی کی ایک اور حدیث ہے جس سے یہ بات بخلاف ہو جاتی ہے۔

اقول مؤلف کہتے ہیں۔ اسی حکم کی وجہ سے علامہ زبیدی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں یہ حدیث موضوع یعنی من گھڑت ہے کیونکہ اس کا کچھ حصہ بالکل باطل اور بے بنیاد ہے یعنی واقعہ کے مطابق نہیں ہے (یہی) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ حدیث میں گھڑت ہے مگر اس کا کچھ حصہ واقعہ کے مطابق ہو گیا ہے جبکہ بقیہ حصہ واقعہ کے خلاف ہے۔

اب اصل یعنی کتاب میں ابن الاثر کے مؤلف کا یہ کہنا کہ یہ حدیث من گھڑت ہے یعنی اس حدیث کے متن یعنی عبارت میں واقعی اعتبار چیزیں ہیں (جیسا کہ لوہ کی سلاخوں میں چھان دیا ہے) تو اس کا مطلب یہ ہونا کہ اس کی عبارت میں باطل اور غلط چیزیں ہیں جیسا کہ میں نے وہاں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ حدیث من گھڑت نہیں کی اصطلاح میں موضوع یا باطل حدیث کو نہیں کہتے بلکہ یہ کہ وہ حدیثوں میں سے ایک حدیث ہوتی ہے مگر اب یہی من گھڑت کا وہ مطلب نہیں۔ یہاں اس کا وہ اصطلاحی مطلب نہیں ہونا کہ یہ حدیث من گھڑت ہے یعنی جو ضعیف حدیث کی ایک قسم ہوتی ہے۔ اس میں ضعف اور کمزوری سے مراد حدیث کی سند یعنی راویوں کے سلسلے میں کوئی کمی اور نقص ہوتا ہے اور من گھڑت سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث کا جو متن اور عبارت ہے وہ کمزور اور غیر صحیح یعنی بے چہ جائے کہ اس کو باطل قرار دیا جائے۔

حافظ دسمالٹی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دو اہم ہیں۔ پہلا اہم تو یہ ہے کہ (اس بات وہ یہاں نے بحراہ کی بات میں کر آنحضرت ﷺ کی صلاحیتی کا اہم کیا اور اپنی جہاں کے خوف سے بحراہ کے پاس ہی ٹھہر گئے۔ دوسرا اہم یہ قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت جلالؓ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھیجا۔ حالانکہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت جلالؓ دونوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ مگر یہ کہ اس وقت تو حضرت جلالؓ مسلمان ہی تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی ملکیت میں تھے۔

(یہاں خود حافظ دسمالٹی کے اس قول پر بھی اعتراض ہے کہ حدیث میں جہاں یہ ذکر ہے کہ بحراہی وہ یہاں نے بحراہ سے دھو دھو کر اہم کیا۔ قیاساً اس سے حافظ دسمالٹی نے یہ سمجھا ہے کہ بحراہ یہاں نے آنحضرت ﷺ سے دھو دھو کر اہم کیا (اسی لئے انھیں حدیث کے اس حصہ میں بھی اہم نظر آیا) حالانکہ ظاہر ہے انہوں نے یہ اہم بحراہ سے کیا تھا بلکہ اہمیت کے اس حصے میں تو کوئی اہم نہیں رہتا۔

اب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت جلالؓ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے اس کا جواب ظاہر ہے لیکن ہونا کہ اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ دونوں ساتھ نہیں تھے تو اعتراض ٹھیک ہے ورنہ کسی بات کے صرف اللہؒ کرنے سے قیود بات خلا نہیں سمجھی جاسکتی اب یہاں تک کہ یہ کہنا ہے کہ جلالؓ اس وقت مسلمان بھی نہیں تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی ملک میں بھی نہیں تھے تو ان کے تعلق تو اس

وقت ہی کہ گناہاں تک ہے جب پہلے یہ بیان لیا جائے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت جلال اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے (جب حانقاہ سیالٹی کی نہیں مانے کہ یہ دونوں آپ کے ساتھ تھے تو پھر حضرت جلال کے مسلمان ہونے اور حضرت ابو بکر کی ملک میں ہونے کے حلقوں کا کچھ کہنا تو زائد بات ہی ہے)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس سفر میں مانے کی صورت میں یہ بیان لینا کہ حضرت ابو بکر نے حضرت جلال کو آپ کے ساتھ بھیج دیا ہو گا اس پر موقوف نہیں ہے کہ حضرت جلال مسلمان ہوں اور حضرت ابو بکر کی ملک میں آچکے ہوں۔ ممکن ہے اس وقت حضرت جلال کا جو ملک تھا یعنی اسے اس ملک اس نے اپنی کی ضرورت سے حضرت جلال کو اس قافلے کے ساتھ بھیجا ہو، مگر پھر حضرت ابو بکر نے ان کو علم دیا ہو کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ واپس ہو جائیں تاکہ راستے میں وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت بھی کریں اور آپ کو مل بھی بسلا رہے اور اطمینان بھی رہے۔ یہ غم حضرت ابو بکر نے اس عمروں پر دیا ہو کہ حضرت جلال کا ملک اس پر ہوا فرض نہیں ہو گا۔ کیونکہ حضرت جلال کو بھیجے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر ان کے ملک سے ہوں اور اب جلال تک اس بات کا حقیق ہے کہ حضرت ابو بکر اس وقت اس قافلے میں نہیں تھے کہ کسی کو کہیں بھیج سکیں اس سلسلے میں جو شبہ ہے وہ گزر چکا ہے (یعنی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کے پوچھنے پر حضرت ابو بکر نے حانقاہ کو عمر میں دے جس لکھا اظہر۔

(قال ابن سعد، کثر در حد کے ساتھ حضرت ابو بکر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ :-

”ایک مرتبہ وہ مثنیٰ حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تہذیبی سلسلے میں شام کے سفر پر گئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور آنحضرت ﷺ بیس سال کے تھے۔ (ی) یعنی رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر سے دو سال (کی عمر ایک مہینہ بڑے تھے۔ دو سال پر یہ تہذیبی کی زبیدی کی یعنی ایک مہینے کی زبیدی اس روایت میں صاف نہیں ہے اس کو ابن سعد نے ذکر کیا۔

”(آخر میں حضرت ابو بکر آنحضرت ﷺ کے ساتھ شام کے سفر پر گئے ”امیریں ملک کہ جب وہ ایک منزل پر فصر سے جو شام کے علاقے میں بصری کا ہزار قندہ رہا ایک دور فاصلہ تھا، آنحضرت ﷺ ان کے سامنے میں بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکر (وہاں رہے والے ایک راہب کے پاس گئے جس کا نام بصرہ تھا۔ حضرت ابو بکر اس راہب کے پاس کی چیز کے بارے میں پوچھتے گئے تھے اس راہب نے حضرت ابو بکر سے پوچھا۔

”یہ شخص کون ہے جو اس دور فاصلے کے سامنے میں بیٹھا ہے؟“

حضرت ابو بکر نے کہا کہ یہ محمد ﷺ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہیں۔ راہب نے کہا۔ ”خدا کی قسم یہ اس امت کا نبی ہے۔ اس دور فاصلے کے سامنے میں حضرت محمدی ابن مریم کے بعد محمد ﷺ کے سوا کوئی نہیں بیٹھا۔“

(ی) اور حضرت محمدی نے فرمایا تھا کہ :-

”اس دور فاصلے کے سامنے میں میرے بعد نبی نافع و ہامی کے سوا کوئی نہیں بیٹھے گا۔“ یہ روایت آگے تفصیل سے آئے گی۔

اس سلسلے میں علامہ حانقاہ ابن جزیر کہتے ہیں کہ ممکن ہے حضرت ابو بکر کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ سفر اس سفر کے علاوہ جو جس میں ابو طالب گئے تھے۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں۔ وہ آپ کا سر ہے جس میں آپ حضرت خدیجہ (کی طرف سے تہات کے سلیب میں ان) کے غلام بصرہ کے ساتھ گئے تھے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ملک شام کو سن کر بلا و مرتبہ سے زیادہ ثابت نہیں ہے (جن میں سے ایک مرتبہ آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ انجین میں قریب لے گئے اور دوسری مرتبہ حضرت خدیجہ کے غلام بصرہ کے ساتھ تہات کے لئے قریب لے گئے چنانچہ اس روایت میں ہے کہ وہ یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی تہاتی سلیب میں ملک شام کے سفر پر جا رہے تھے۔ اور آنحضرت ﷺ تہات کے لئے ایک دلو کے سوا شام نہیں گئے۔ جیسا کہ آگے بیان آیا ہے کہ یہ بات (تو یہ وہی روایت میں بخیر اور ابیب نے کئی دلو حاصل میں سطور (ابیب نے کئی قحی بخیر اور نے نہیں اور اس نے یہ بات بصرہ سے کئی قحی حضرت ابو بکر سے نہیں کی تھی۔

یاد رہے کہ کیا ممکن ہے کہ اس روایت نے یہ بات بصرہ اور حضرت ابو بکر دونوں سے کہی ہو۔ مگر اس میں بخیر اختلاف دیتا ہے کہ اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ بصرہ کے ساتھ ملک شام قریب لے گئے تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر سہاگہ گچیس سال قحی میں حاصل نہیں تھی۔ یہ ماننے کے بعد ضروری ہے کہ یہ دور سنت سطور اور ابیب کے خانقاہ کے سامنے ہو گا بخیر اور کی خانقاہ کے سامنے نہیں۔ لیکن روایت میں بخیر اور ابیب کی جگہ سطور اور ابیب کا ذکر ہے اس کے حقائق عامہ فیضا پوری نے اپنی کتاب "تشریف المعطی" میں لکھا ہے کہ یہ دلوئی کی طرف سے دوم اور حفاظ ہے جو اس وجہ سے ہو گیا کہ دونوں (دراصل ان کی خانقاہوں کی جگہ ایک ہی تھی یعنی دوسری کا بڑا دلو دونوں کی خانقاہ میں نہیں تھیں۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشاغلین سے بخیر اور ابیب کے مرنے کے بعد سطور اور ابیب اس خانقاہ میں اس کا جائز نہیں تھا۔ یہ جواب اس جواب سے زیادہ صحیح ہے کہ وہی کہا جائے کہ دونوں کی خانقاہ میں بھی ایک ایک تھیں اور ان کے سامنے دلو وقت بھی ایک ایک تھے۔ یعنی ایک بخیر اور ابیب کی خانقاہ کے سامنے اور دوسرے سطور اور ابیب کی خانقاہ کے سامنے اور دونوں کے حقائق حضرت عیسیٰ نے وہی بات فرمائی تھی جو پیچھے ذکر ہوئی۔

اسی طرح یہ جانشینی کا جواب اس جواب سے بھی بخیر ہو گا کہ وہی کہا جائے کہ وقت تو ایک ہی تھا لیکن (دونوں راویوں کی خانقاہ میں ایک ایک تھیں اور ابیب وقت بخیر اور ابیب کی خانقاہ اور سطور اور ابیب کی خانقاہ دونوں کے دور میں میں تھا کہ یہ کہ وہ حافظ جس میں ابو طالب تھے اسی جگہ سطور اور ابیب سے بخیر اور ابیب کی خانقاہ زیادہ قریب تھی اور وہ حافظ جس میں حضرت ابو بکر اور بصرہ غلام تھے دور سنت کی اس جانب میں سطور اور ابیب سے دور تھے۔

جہاں تک طو بخیر اور سطور اور ابیب کا معاملہ ہے اس کے بارے میں آگے بحث آنے کی کہ یہ دونوں دور ان جیسے دوسرے دو لوگ جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ آنحضرت ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ یہ سب لوگ اہل فرت میں سے ہیں اہل اسلام میں سے نہیں ہیں (اہل فرت کے حقائق سیرت طیبہ کا آخری جواب میں تفصیل گزرا ہو چکا ہے کہ اہل فرت وہ لوگ ہوتے ہیں جو وہ نبیوں کے دور میں پائے جانے والے اس دور کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سب کچھ نبی کی تربیت وقت گزر کے ساتھ بھائی جانشینی ہو اور لکھا جی اس وقت تک ظاہر نہ ہو اور ان کے انجام کے حقائق بھی گزشتہ جلد میں مفصل بحث گزرا ہو چکا ہے۔ مگر حال بخیر اور سطور اور بصرہ راویوں کو اہل فرت میں شمار کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں ملتا مگر یہ حافظ ان

نہر پہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ بکیر اور اہلب کو نبوت کا نیک ملایا نہیں۔

بکیر اور اہلب کے ایک صحابی بھی ہیں مگر اہلب بکیر اور اہلب نہیں ہے جو صحابی تھا۔ اور جو حضرت جعفرؓ کے ساتھ جہنم سے آنے والے آٹھ آدمیوں میں سے تھے۔ بکیر اور اہلب کے ان صحابی سے شراب کے حرام ہونے کے سلسلے میں ایک حدیث بھی روایت ہے۔ چنانچہ بعض حضرات اس حدیث کو منکر یعنی منکر اور قرار دیتے ہیں مگر وہ لوگ وہ ہیں جو بکیر اور اہلب کے نام کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وہی بکیر اور اہلب ہیں جس سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات شام کے سفر کے دوران ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بکیر اور اہلب صحابی دوسرے ہیں۔ لہذا اہل علم





## باب یازدہم (۱۱)

## جاہلیت کی برائیوں سے حفاظت

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی جاہلیت کی ان تمام برائیوں اور بیویوں سے رسول اللہ ﷺ کے بچپن میں بھی آپ کی حفاظت فرمائی جو آخر کار آپ کی دینی ہوئی شریعت میں بھی حرام قرار دی گئیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کا اعزاز و قصور تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کے نتیجہ میں آپ اپنی قوم میں اخلاق و عادات کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے اسی طرح سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ بااقتدار اور ان تمام برائیوں سے سب سے زیادہ دور تھے جو انسان کو بے وقت بناتی ہیں۔ (ی) یعنی اللہ تعالیٰ کی اس خاص حفاظت کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بہتر و اور با اخلاق تسلیم کئے گئے، آپ بیٹے ایک بہترین دوست اور ایک بہترین پڑوسی ثابت ہوئے، آپ کا نام مولیٰ ماحب اللہ اور اللہ تعالیٰ کی بات کے بے حد سچے تھے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں نرم مزاجی، صبر و شکر، انصاف پسندی، زہد و تقویٰ، تواضع و انکساری، پاک دامنی، سخاوت و فیاضی، شجاعت و بہادری، شرم و حیا اور شہرت و دولوری بھی بلند ہوا اسلئے اور شریفانہ عادتیں پیدا فرمائی تھیں اس لئے قریش نے آپ کا لقب ”آمین“ یعنی اللہ کے وارث قرار دیا۔

برائیوں پر ممانعت و تنبیہ۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی اس کی مثال میں ایک واقعہ یہ ہے جس کو اس کی زندگی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”آج میرے (بچپن میں) میں کچھ قریشی لوگوں کے ساتھ تھا جو ایک کھیل کے سلسلے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چمڑے بدل رہے تھے، ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے تہ بندہ کر رہا تھا جو چمڑے کو رکھ کر لے جاتے کے لئے اسے گردن پر رکھ لیا۔ میں بھی ان بچوں کے ساتھ اسی طرح آہٹا ہوا تھا کہ اچانک (ی) ایک فرشتے نے میرے اناختہ ہاتھ بلا جو میں نے بھی نہیں دیکھا تھا ایک جگہ یہ لگا چلا کہ۔ کہ بہت دور سے میرے ہاتھ بلا کر کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہاتھ ختم ہونے کے باوجود وہ آنحضرت ﷺ کے لئے تکلیف دہ نہیں تھا۔ فرض اس کے بعد اس فرشتے نے مجھ سے کہا کہ اپنے تہ بندہ کو گھٹے چنانچہ میں نے فوراً

اپنا تہجد باندھ لیا اور پھر اپنے ساتھی لڑکوں کے ساتھ تہجد باندھے باندھے بیٹھ کر دن پر جھرا رکھ کر لے جانے لگا۔

آنحضرت ﷺ کو اسی طرح کا یعنی بچپن میں برائی کی حالت میں جھرا کر لے جانے کا واقعہ اس وقت بھی پیش آیا تھا جبکہ ابو طالب دھرم کے کنوئیں کی مرمت کر رہے تھے۔ چنانچہ انہیں اسٹیج کی روایت ہے جس کو ابو ضیم نے بھی صحیح قرار دیا ہے کہ نہ۔

ابو طالب دھرم کے کنوئیں کی مرمت کر رہے تھے۔ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کم عمر تھے اور آپ اس مرمت کے کام میں (چاکی واد کے طور پر) جھرا دھرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا تہجد اندر کر اس میں جھرا باندھ لئے۔ مگر اسی وقت آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب آپ ﷺ کو ہوش آیا تو ابو طالب نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی تھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا

”میرے پاس ایک آنے والا آیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اس نے مجھ سے کہا کہ اپنا ستر (یعنی بدن کے چھپائے جانے والے حصے) لاٹک لیجئے۔“

”اس کے بعد سے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کے پوشیدہ حصے بھی نہیں دیکھے گئے۔“

کتاب خصائص مغربی میں ہے کہ نہ۔

آنحضرت ﷺ کو برائی اور پوشیدہ حصے کھولنے سے نبوت سے پہلے سال پہلے ہی روک دیا گیا تھا (یعنی اگرچہ بچپن کے دن وایک واقعات کے بعد آنحضرت ﷺ نے خود اپنی مغربی شرمہ میاں اور لب کی عمارت بھی اپنے بدن کے پوشیدہ حصوں کو کھلے نہیں دیا، لیکن پھر نبوت سے پہلے سال پہلے حق تعالیٰ کی طرف سے بھی آپ کو ”خود کھولنے کی ممانعت“ آتی) پھر اسی طرح کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھیجے کی بنا پر، وقت بھی پیش آیا جس میں آپ کو ستر کھولنے سے روکا گیا یہ واقعہ آگے تو رہا ہے اس میں جو اشکال ہے وہ بھی آگے بیان ہو گا۔

موروثیہ میں ”شرکت سے حفاظت“ ایسے ہی (حق تعالیٰ کی طرف سے مذمت جاہلیت کی: انہوں کے سینے میں آنحضرت ﷺ کی جو نام نہاد مخالفت فرمائی گئی اس کا ایک واقعہ یہ ہے جو حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ نہ۔

”جاہلیت کے زمانے میں عرب جن برائیوں میں پڑے ہوئے تھے ان کا میں نے سدای عمر میں (بچپن کے دوران) صرف دو مرتبہ روک دیا مگر دونوں مرتبہ اللہ جل شانہ نے میری حفاظت فرمائی یعنی ان پر عمل کرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان برائیوں سے بچا لیا۔ (ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک قریشی لڑکے کے باپ نے مجھے میرا اپنی کمریوں لے کر۔ میرے ساتھ خدا ایک جگہ یہ بتا دی کہ۔ میں نے اس کے ایک لڑکے سے کہا کہ ہم چارے گھروں کی بکریاں چرا رہے تھے (مخالف کہتے ہیں کہ) میں اس لڑکے نے ہم سے اتفاق نہیں ہوا) (غرض) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے سے کہا کہ۔

”تم زرا میری بکریوں کی دلیہ بھال رکھو تاکہ آج میں بھی قصہ گوئی کی اس مجلس میں شریک ہوں جہاں سب لڑکے جاتے ہیں۔“ اس لڑکے نے کہا کہ ”اچھا لاہ بیٹھ میں فقط اسرا استعمال کیا گیا ہے۔“ جس کے معنی ہیں رات میں قصہ گوئی کرنا اس کے بعد میں دن ہو لہ جب میں کے کے مکانوں میں سے ایک مکان کے

قریب پہنچا تو مجھے گمانے کی اور باسے کا سہے کی تولا تو کئی میں لوگوں سے بچ چکا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا ”ظہان آوری کی قریش کے ظہان شخص کی لڑائی سے شدید ہو رہی ہے۔“

میں اس تولا کی طرف متوجہ ہو گیا یہاں تک کہ میری آنکھیں بند سے ٹپکتے تھیں اور میں سو گیا۔ اس کے بعد اس وقت میری آنکھ کھلی جبکہ مجھ پر دھوپ پڑنے لگی تھی۔ ایک جگہ یہ لفظ ہیں کہ۔ میں وہاں سننے کے لئے چند گیا مگر اللہ تعالیٰ نے میرے کانوں کو بند کر دیا۔ پھر اللہ کی قسم دھوپ کی گرمی سے ہی میری آنکھ کھلی۔ فرض پھر میں وہاں سے وہاں اپنے ساتھی کے پاس آیا ابو بکر یوں کی دلیہ بھال کر رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے جا کر کیا کیا تو میں نے اس کو اللہ جلایا۔ پھر اگلی رات میں گیا تو پھر بھی صورت وہی آئی۔“

(یعنی قریش کی یہ مجلسیں کھیل کود اور تفویات کی ہوتی تھیں۔ اس لئے لکھنے نے آنحضرت ﷺ کو ان میں شریک ہونے سے بچایا اسی طرح باہر رہتے ہوئے بھی آپ کے کانوں میں جب گانے جانے کی تولا پڑی اور آپ ﷺ کم عمری کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان تولاؤں کو آپ کے کانوں تک نہ پہنچنے دیا اور آپ ﷺ پر نیند طاری فرمادی)

حدیث کے شروع میں یہ لفظ ہیں کہ جاہلیت کی برائیوں میں پڑنے سے دونوں مرتبہ اللہ عزوجل نے میری حفاظت فرمائی۔ ”لیکن آگے جلی کر اس حدیث کی ایک روایت میں تو یہ لفظ ہیں کہ میں اس گانے جانے کی تولا کی (تولا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ”میں وہاں (اس گانے جانے کی تولا کو) اٹھنے کے لئے چند گیا۔ اس کے متعلق کہتے ہیں)

اقول۔ منافیہ کہتے ہیں۔ حدیث کے شروع کے یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں مرتبہ میری حفاظت فرمائی۔ ”میں کے لکھنے سے دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ میں وہاں سننے کے لئے بیٹھ گیا۔“ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ تولا میری آپ کے کانوں میں نہیں پڑنے دی اور اس طرح حق تعالیٰ کی حفاظت کے نتیجہ میں آپ ان کا صرف ارادہ ہی کرنے کے بعد محفوظ ہو گئے اور وہ لوگوں پر انہیں دوسرا لگایا۔ لیکن یہی روایت کے یہ لفظ اس کے مناسب نہیں کہ میں اس گانے جانے کی تولا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تاہم خود اس کا مطلب یہ ہو کہ آپ ﷺ نے وہ تولا میں نہیں اور اس طرح آپ ﷺ کا ارادہ یہ تھا۔ ”بندہ خدا نے شروع میں یہ فرمایا کیا ہے کہ میں نے وہ مرتبہ ارادہ کیا مگر دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے نہ میری حفاظت فرمائی۔ چنانچہ ارادہ راجع ارادہ ہونے سے حفاظت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو جائے۔ ”مگر میں نے اس تولا کی طرف متوجہ ہونا چاہا اور متوجہ ہونے سے پہلے ہی آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔“

فرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں خدا کی قسم جاہلیت کی حالت میں اس سے جن میں لوگ جتنا تھے ان دو سو تھوں کے حواس نے کبھی کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا۔“

ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ۔

”میں دو سو تھوں کے حواس میں میں چیزوں کی طرف لوہا دھونے کا ارادہ کیا۔ (ی) یعنی ان چیزوں کا جن میں جاہلیت کے لوگ جتنا تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات سے مرفوز فرمایا۔“

جنوں سے فطری نفرت اور پرہیز۔ ایسے ہی (حق تعالیٰ) نے فہلہ جاہلیت کی برائیوں سے آنحضرت ﷺ کی جو خاقت قربانی اس کا کیا تھا ہے جس کو آپ ہمکنہ نے وہایت کیا ہے کہ :-

قریش کا ایک بہت تھا جس کا نام بولہ تھا۔ قریش ہر سال اس کے پاس حاضری دیا کرتے تھے اور اس کی بے حد عزت و عظمت کرتے تھے۔ اس کے پاس یہ لوگ قربانی کا جانور ذبح کرتے، سر مٹاتے اور پورا دن اس کے پاس اٹھایا کرتے تھے۔ ابو طالب بھی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ اس بہت کے پاس حاضری دیا کرتے تھے (قریش اس سالانہ موقعہ کو ایک عید کی طرف مٹاتے تھے چنانچہ ابو طالب آنحضرت ﷺ سے بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ان کے ساتھ اس عید میں شریک ہو اگر میں مگر آنحضرت ﷺ بیٹھ وہاں جانے سے اللہ فرمایا تھا کرتے تھے آخر ایک مرتبہ ابو طالب کو فسرہ آبلکہ تم آمین کہتی ہیں کہ اس دن میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی پھر یہاں بھی ہے حد قصب تک ہو رہی تھیں وہ آپ ﷺ سے کہنے لگیں :-

”تم جو اہل سے معمولات سے اس طرح بچے اور پرہیز کرتے ہو تو ہمیں تصدی طرف سے ہی وار ہو گیا۔“

پھر وہ کہیں :-

”تم ﷺ اتم یہ نہیں جانتے کہ اپنی قوم کی عید میں شریک ہو اور مجمع میں اضافہ کرو۔“

وہ سب اسی طرح آنحضرت ﷺ پر اسرار (اور بد اسل) کا اظہار کرتی رہیں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ ان کے پاس سے چلے گئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں سے قاصد ہے۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ واپس خریفانے قواس طرح کہ آپ بڑے ہوئے اور گھر آنے ہوئے تھے آپ کی پھوپھوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ اپنے دوستوں کیوں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا :-

”گھر دار ہے کہ مجھ پر محبت پریت کا اثر ہو گیا ہو۔۔۔۔۔؟“

انہوں نے کہا :-

”اللہ عزوجل تمہیں شیطان کے اثر سے بیٹھ محفوظ رکھے گا کیونکہ تم میں بہت نیک اور اچھی خصوصیتیں ہیں۔ مگر تم نے کیا کیا (جو یہ خیال پیدا ہوا)؟“

آپ ﷺ نے فرمایا :-

”میں جب بھی ان میں سے کج بات کے قریب ہوا یعنی جن کے درمیان میں وہ جاہلیت نصب تھا جس کا نام بولہ تھا۔ تو میرے سامنے ایک سفید رنگ کا اور بہت قد آور آدمی ظاہر ہو جاتا (جو قریشوں میں سے ایک تھا اور وہاں پر گھر سے نکلتا۔

”تم! بچے جو اس کو پھوس نہیں۔۔۔۔۔؟“

”یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اتم آمین کہتی ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ بھی قریش کی کسی عید میں شریک نہیں گئے، یہاں تک کہ آپ کو نبوت عطا ہوئی۔“

(اس حدیث میں اتم کا لفظ آیا ہے جو جنوں اور بواگی کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ خاقت کے قصب میں بھی ایک روایت میں آیا ہے جس میں گزرا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس اس وقت فرشتوں نے آکر آپ کا سیدنا پاک کیا تو آپ کے رضائی باپ نے کہا تھا کہ شاید ان پر بواگی کا اثر ہو گیا ہے مگر وہاں بھی اس کے

میں نے مجھے کہ کوئی لوہہ لٹڑ ہو گیا ہے۔ بہر حال کھلم کھلا اس کے اصل معنی وچانگی کے ہیں مگر اس روایت میں خاصہ شامی نے اس کے معنی شیطان کے معنی لوہے سے اڑ کے لٹائے ہیں، جس کو عربی میں لٹوہ کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں)

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: اس روایت کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ کھلم شیطان کا معنی لوہہ لٹڑ ہو چکا ہے اب کوئی یہ کھلم لٹوہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی شیطان اور کھلم لوہے سے اڑ کے ہیں اور کہا کھلم کو کھلم کے معنی میں لیا گیا اور کھلم جنوں کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے جیسا کہ رخصت میں بھی گزرا ہے (مگر وہاں بھی حرجم نے اس کے معنی لوہے سے اڑ کے لٹائے ہیں اور اسی رخصت کے واقعہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلم لوہے سے اڑ کے ہجاء یاء پر غیر ہو کہتے ہیں) (بجگہ یہاں اس کے معنی لوہے سے اڑ کے ہی لئے گئے ہیں۔ صحاح کی روایت میں بھی یہی ہے کہ کھلم جنوں کی ایک قسم ہوتی ہے جبکہ کھلم لوہے سے اڑ کو کہتے ہیں (ی) اس طرح انہوں نے ان دونوں لفظوں میں فرق کیا ہے۔ واللہ اعلم

تشریح۔ اسی سلسلے میں ایک واقعہ البدایہ والنہایہ نے حضرت خذیج بن اسد سے نقل کیا ہے کہ :-

(بیت اللہ میں) سامنے کے بے ہوئے درخت تھے جن کے ہم مساف اور ناک تھے جب مشرکین طواف کرتے تو ان کو برکت حاصل کرنے کے لئے پھو اکرتے تھے ایک دفعہ (نبوت سے پہلے) رسول اللہ ﷺ اور میں بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب میں طواف کے دوران ان جنوں کے پاس سے گزرا تو میں نے بھی ان کو پھو اور رسول اللہ ﷺ نے فوراً انھیں روکا کہ ان کو ہاتھ مت لگاؤ۔ اذہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم پھر طواف میں مشغول ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اب کے پھر اس کو ضرور پھو دوں گا تاکہ معلوم تو ہو کہ کیا ہو چاہے (اور آنحضرت ﷺ نے کس لئے اس سے روکا ہے؟ اپنا بچہ میں نے اس کو پھر پھو اور رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا۔ کیا تمہیں اس کو ہاتھ لگانے سے روکا نہیں گیا تھا؟

اس کے بعد اذہ کہتے ہیں کہ :-

”میں قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو یہ عزت عطا فرمائی اور کہہ ﷺ پر اپنی کتاب نازل فرمائی کہ آنحضرت ﷺ نے بھی کبھی کسی بت کو نہیں پھوایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس مرتبہ پر سرفراز فرمایا اور آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔“ (البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۸۸)

حرام گوشت کے کھانے سے حفاظت۔۔۔ ایسے ہی (حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی جو حفاظت فرمائی گئی اس کا ایک واقعہ یہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ :-

”میں نے زید ابن عمرو ابن قنیل کو ہر اس قربانی کی برائی کرتے ہوئے حاکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر ذبح کی جاتی تھی (ی) اپنا بچہ قربان سے کھا کر تھاکر۔ کبری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اسی نے اس کے لئے آسمان سے پانی ابھرایا زمین سے گھاس نکالی کر تم ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور مرد کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ (اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ) میں نے کوئی ایسی چیز کبھی نہیں کھجی جو جنوں کے نام پر ذبح کی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔“

زید ابن عمرو۔۔۔ یہ زید ابن عمرو کب کی نبوت سے پہلے تھے اور اہل سنت میں سے تھے جو حضرت ابراہیم کے

دین پر قائم ہے (یعنی حق تعالیٰ کو ایک جانتے ہے، اور شرک و کفر نہیں کرتے تھے) نہ تو یہودی ہوئے اور نہ عیسائی ہوئے بلکہ یہ بہت پرستی سے دور رہتے تھے اور ان قربانیوں کا گوشت کھانے سے بچتے تھے جو جن کے نام پر ذبح کی جاتی تھیں مایٰ طرح یہ لڑکیوں کو ذبح نہ لے کر لے کر لوگوں کو دیکھتے تھے۔ ان کے حلقے یہ تفصیل (قصہ اول میں) بیان ہو چکا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو ذبح نہ لے کر بچا جاتا تھا تو اس کو اس کے باپ سے لے کر بچایا کرتے تھے اور اس کی پرورش اور کفالت کیا کرتے تھے (اور لڑکی کے بڑے ہونے کے بعد اس کا باپ چاہتا تو اس کو واپس بھی دے دیا کرتے تھے)

جب یہ بڑے کیجے میں داخل ہوتے تو یہ کہا کرتے تھے :-

”میں تم سے حضور میں حاضر ہوں سوائے کے ساتھ دھندگی کے ساتھ اور صدقہ الٰہی کے ساتھ اور میں بھی اسی کی پندہ لگتا ہوں جس کی پندہ ابراہیم نے لگی تھی۔“

اس کے بعد بڑے کیجے کو جود کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ :-

”قیامت میں یہ بڑے ایک چوری امت کے برابر رہے گا جو ان کے جائیں گے۔“

یعنی (اپنے گناہوں اور خدشات کی وجہ سے کہیے تھا) ایک چوری امت کے قائم مقام ہوں گے۔

(ی) اپنا بچہ ایک دفعہ ان ذریعہ ابن عمرو کے بیٹے سعید نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا :-

”یا رسول اللہ ﷺ ابراہیم چاہتے تھے ان کو آپ نے دیکھا ہی ہے اور ان کے حلقے آپ نے سنا بھی ہے اس لئے ان کے واسطے مغفرت کی دعا فرمائیے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا

”ہاں امیں ان کے لئے مغفرت لگتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ قیامت کے دن ایک چوری امت کے برابر ہو کر اٹھیں گے۔“

پھر ان میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

”آنحضرت ﷺ کی وہی نازل ہونے سے پہلے (یعنی نبوت ملنے سے پہلے) ایک دفعہ کرایہ ابن عمرو ابن علی سے ملا وقت ہوئی اس وقت آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کھانا پیش کیا تھا جس میں ایسی بکری کا گوشت بھی تھا جو غیر امت کے نام پر ذبح کی گئی تھی۔ پھر یہ صورت تھی کہ آنحضرت ﷺ نے وہ گوشت (جو آپ کو پیش کیا گیا تھا) کرایہ ابن عمرو کے سامنے پیش کیا مگر ابراہیم نے اس کو کھانے سے منع کر دیا اور کہنے لگے :-

”میں ایسی چیز ہرگز نہیں کھاؤں گا جو تم لوگ (یعنی عام قریش کے لوگ) اپنے تئوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، میں صرف اس جانور کا گوشت کھاؤں جس کو ذبح کرنے کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو۔“

(اس سلسلے میں ذریعہ ابن عمرو کے حلقے آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد اور ذکر ہے اسے باقی واقعہ غالباً اس سے پہلے کا ہے اور شاید آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا سبب یہی واقعہ تھا (جس کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ذریعہ ابن عمرو کو ہر اس چیز کی برائی کرتے ہوئے جانو حق تعالیٰ کے سوا کسی کے نام پر ذبح کی تھی۔

۔۔۔

لام سبکی اس روایت کے حلقے کہتے ہیں کہ اس میں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریعہ کو کیسے اس بات کی توفیق دی کہ وہ ان چیزوں کو نہ کھائیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام پر ذبح کی گئی ہوں۔



”خدا کی قسم! تمہارے بھائی ہو تمہاری قوم کی یہ وہی ہے! انہوں نے اپنے پیادے اور انہیں کے دین کو لڑا کر دیا ہے۔ یہ جہنم کیا ہے جس کے گرد یہ طواف کر رہے ہیں جو نہ ہی سکا ہے نہ دیکھ سکا ہے نہ نقصان پہنچا سکا ہے اور نہ قاتلہ پہنچا سکا ہے۔“

(اس واقعہ کے بعد یہ چاروں تک چھوڑ کر اور حرا و عروہ دوسرے شہروں کو اس عداوت میں نکل گئے کہ کہیں ان کو حضرت ابراہیم کا سپاہی اور جنگجوین مل سکتے۔“

اس روایت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں بھی پہلے تو خود بھی جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے بہت پرستی چھوڑ دی تھی۔ لیکن آگے علامہ ابن جریر کا ایک قول کہتا ہے جس میں ہے کہ انہوں نے ابھی بہت پرستی نہیں کی تھی۔

علامہ ابن جریر نے ان چاروں کے علاوہ ابن کے ہم لوہر ذکر کئے تھے قریشیوں کی ایک اور جماعت کا بھی ذکر کیا ہے (جنہوں نے ان چاروں کی طرف اپنی قوم کو چھوڑ دیا تھا) اس جماعت کے حلقے آگے اس جگہ بحث آنے کی جگہ یہ بیان ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو ان ایمان لایا۔

یہ ذیابن عمرو، حضرت عمر فاروق کے والد خطاب کے سوا کیلے تھے یعنی حضرت عمرؓ کے چچا ذیابن عمرو تھے (ان چاروں میں کے دوسرے شخص ابوہریرہ ابن نوفل کو نبوت کا زمانہ نہیں ملتا جیسا کہ آگے بیان آنے لگا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو عیسائی ہو گئے تھے (ی) اس سے پہلے انہوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہو گا۔

ان میں کا تیسرا شخص عبید اللہ ابن جہل ہے اس کو نبوت کا زمانہ ملتا ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے اسلام قبول کیا اور پھر پہلی ہجرت میں مدینہ منورہ (آنحضرت ﷺ کی مہجرت سے) مدینہ کو ہجرت کر کے گئے تو عبید اللہ بھی ہجرت کر کے وہاں چلا گیا تھا۔ مگر وہاں پہنچ کر یہ عیسائی ہو گیا۔ اس کا واقعہ بھی آگے آنے لگا۔ یہ عیسائی ہو جانے کے بعد مذہب مسلمانوں کے پاس سے گزرا تو ان سے کہہ:

”تمہاری تو آنکھیں کھلیں مگر تم لوگ ابھی بھیٹے ہی پھر رہے ہو۔“

(ی) یعنی میں تو روشنی نظر آتی مگر تم ابھی تک روشنی کی تلاش میں ہی ہو جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ پھر یہ عیسائی مذہب پر ہی سر گیا۔

ان چاروں میں کے چوتھے شخص جہن ابی حارث ہیں جن کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہیں ملا۔ یہ کئے سے نکل کر روم کے بادشاہ قیصر کے پاس پہنچ گئے تھے اور اس کے پاس جا کر عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ ذیابن عمرو ابی اعلیٰ اکثر قریش کو برا بھلا کہتا کرتے تھے اور ان سے کہتے۔

**حق کی تلاش۔** ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ذیابن عمرو کی جان ہے کہ میرے سوا تم میں سے کوئی بھی ابراہیم کے دین پر قائم نہیں ہے۔“

یہاں تک کہ ان کی اس قسم کی باتوں کی وجہ سے ان کے چچا خطاب نے (یعنی حضرت عمر فاروق کے والد نے) ان کو کئے سے نکال دیا تھا اور انہیں حرا میں قید کر دیا تھا۔ اس نے باقاعدہ ایسے آدمیوں کو متعین کر دیا جو ذیابن کو کئے میں داخل نہ ہونے دیں کیونکہ وہاں قاتل تھا کہ یہ دوسرے دین میں قید کیا جاتا ہے۔ آخر ذیابن کے کئے



علاقے سے نکل کر دینار اہم کی حواشی میں پھرنے لگا۔ یہ راہبوں اور بادلوں کے پاس پہنچ کر ابراہیم کے دین کی تحقیق کرتے۔ اسی طرح پھرتے پھرتے یہ موصل شہر میں پہنچ گئے پھر وہاں سے یہ شام چلے گئے۔ یہاں ایک راہب سے ملے (یہ راہب بہت جادو کا عالم تھا اور حیسانیت کا علم اس پر آکر ختم ہو گیا تھا یعنی اس مذہب کا بچہ وقت میں سب سے جادو کا عالم تھا) نے اس راہب سے بھی وہی پوچھا تو اس کے حلقے ہر جاہلیت کیا۔ اس راہب نے کہا۔ ”تم اس دین کی حواشی کر رہے ہو جس کو مٹانے کا حق تمہیں کوئی نہیں ملے گا۔ مگر اس نئی کاہنہ تم سے قریب آیا ہے جو خود تمہارے ہی وطن سے ظاہر ہوئے والا ہے۔ اس وطن سے جس کو چھوڑ کر تم آ رہے ہو وہ نئی راہ ابراہیم کے دین حنیف کے ساتھ ظاہر ہوں گے۔ اس لئے تم اس دین کو قبول کرو اس لئے کہ وہ کمالیاب ظاہر ہو چکے ہیں۔ یہ ان ہی کاہنہ ہے۔“

یہ سن کر ذی بلی جزئی کے ساتھ نئے کو روک دیا۔ مگر جب وہ راستے میں بنی قلم کی بستیوں کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کو قتل کر ڈالا۔ یہ جس جگہ دنی ہوئے اس کو میسر کما جاتا ہے۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ چراچہد کے دامن میں رہ گئے۔

ذی بلی کی تنہا اور محرومی۔۔۔۔۔ علامہ رافضی نے ذی بلی کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے عامر بن ربیع سے کہا تھا۔

”میں اسماعیل کی اولاد میں ظاہر ہونے والے ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں۔ مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں ان کاہنہ نہیں پاسکوں گا تاکہ ان کا دین قبول کر سکوں۔ ان کی خدمت میں کر سکوں اور ان سے سکوں کہ وہ مجھ پر جیسا کہ تم اس وقت تک زعمور ہو اور ان کو دیکھو تو ان سے میرا سلام کیا۔“

چنانچہ عامر ابن ربیع کہتے ہیں کہ جب میں (آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر) سلطان ہو گیا تو میں نے آپ ﷺ کو ذی بلی کا سلام پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کو رحمت کی دعا دی۔“

اس سلسلے میں یہ بات بھی گزرو چکی ہے کہ ذی بلی کے بچے حضرت سید نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ کے باپ کیلئے مغفرت کی دعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہاں میں اس کیلئے مغفرت مانگتا ہوں۔

ذی بلی کے متعلق بشارت۔۔۔۔۔ (قول) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں بیابان محروم کے نام کے دو بہت بڑے بڑے درخت دیکھے۔“ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بہت اچھی ہے۔ (ی) مگر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ البتہ یہ روایت مسند حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ ایک روایت میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ۔

”میں نے ذی بلی محروم کو جنت میں دامن نکالا کہ (یعنی بڑے تو میوں کی طرح ہارے) چلتے دیکھا۔“ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام پر ذی بلی کے ہوئے جانور کا گوشت کھانے کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ لایہوری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے جانور کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی ہے جو جنت کے لئے محروم کے نام پر ذی بلی کیا گیا ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک قول یہ ہے کہ اگر جانور کے ذی بلی کرنے کے وقت یہ کہا جائے کہ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِسْمِ مُحَمَّدٍ یعنی (ذی بلی کرنا ہوں اللہ کے نام پر اور محمد ﷺ کے نام پر)۔ تو

ایسے گوشت کا کھانا جائز ہے اگرچہ ایسا قول حرام ہے کیونکہ اس میں شرک کا گھٹا ہوتا ہے (مگر اس گوشت کے استعمال کی اجازت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ایک اشتہائی چیز ہے جس کی ذیادۃ تعالیٰ کا یہ لڑکھاپہ کہ تب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے؟) (سے محمد ﷺ) تمہارا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا اعتراف۔ (یعنی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خصوصیت اور امتیاز حاصل ہوا کہ اس کے ہم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا نام بھی لیا جاتا ہے) جیسا کہ گلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی درسات و نبوت کا قیام کیا جاتا ہے اور اسی طرح لہذا کے دورانِ حیات میں بھی آنحضرت ﷺ پر صلواتِ سلام بھیجا جاتا ہے) چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ :-  
میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے۔

تیرا اللہ آپ کا پروردگار آپ سے فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں میں نے کس طرح آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ (ی)۔ یعنی کس طریقے سے میں نے آپ کے ذکر کو بلند کیا اور عزت دی ہے۔ جیسا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس لڑکھاپہ میں بھی ذکر ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي يُلْقِي حَبْرَكَ وَوَضَعْنَا لَكَ ذِيْكَرَكَ وَتُخَوِّطُ عَلى رِجْلِكَ  
ترجمہ :- کیا ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اور ہم نے آپ ﷺ پر سے آپ ﷺ کا بوجھ اٹھو دیا جس نے آپ ﷺ کی فکر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا تلواریں بلند کیا۔  
(غرض جب حضرت جبریل نے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ یہ فرماں پہنچایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے کس طرح آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہی زیادہ جانتے والا ہے (میں نہیں جانتا)۔ انہوں نے کہا :-

”جیسا بھی میرا نام لیا جاتا ہے وہی آپ کا بھی نام لیا جاتا ہے۔“

یعنی اکثر موصوفوں پر (کیونکہ یہ سوا نہیں ہے کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بلکہ اکثر موصوفوں پر آپ ﷺ کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے) کہیں یہ ذکر واجب ہے اور کہیں مستحب اور باعث برکت ہے۔

(چنانچہ سورہ عالم شرح کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہاں فقرات میں حضرت قتادہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا اکوڑ بلند کیا۔ یہ مطلب ہے کہ شریعت میں اکثر جگہوں پر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر مہلک بھی ملایا گیا ہے۔ کتاب در مختار میں حدیث قدسی مرفوعہ لے کر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَذْكُرُ نَبِيَّكَ وَنَبِيَّكَ نَبِيَّكَ

یعنی جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مشافہ غلبہ میں تشبیہ یعنی انبیاء میں، اللہ میں (یعنی انبیاء کے علاوہ اللہ ہی میں) دوسرے موقع پر مشافہ

لہ حدیث مرفوعہ میں کی قرطبہ سیرت طیبہ میں لکھا ہے کہ شریعت میں بھی گزرا ہو گیا ہے اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راویوں کا سلسلہ برآمد است آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہاں کہا جائے کہ وہ حدیث جس کی سند کا سلسلہ آنحضرت ﷺ پر ہی جا کر ختم ہوتا ہے۔

درد و شرب پڑھا جاتا ہے اسی طرح قرآن میں آنحضرت ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی دی جاتی ہے اور اسی طرح انعامت یعنی تکمیل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے نام کی بلندی اور عظمت ظاہر ہے کہ اس کی کوئی برابری ہی نہیں ہے۔ لہذا جو ہم اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کے قریب رہے گا اس کی بلندی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو ازل سے آنحضرت ﷺ کو نوازا جو آپ ﷺ کی عظیم ترین خصوصیات میں سے ایک ہے۔ (خلاصہ تفسیر بیان ائمہ اطہر علیہم السلام)

بیت پرستی اور شراب سے حفاظت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکور جاہلیت کی برائیوں سے آنحضرت ﷺ کی جو خاص حفاظت فرمائی گئی اس کی ایک مثال یہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا۔

”کیا آپ نے بھیجیں ہیں، کبھی بیت پرستی کی بات؟“

آپ نے فرمایا۔ ”نہیں“

پھر پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”نہیں! ایک میں بیٹھ اس بات کو جانتا تھا کہ جس شخص نے شراب پیئے گا اور وہ کیا اس نے کفر کیا حالانکہ اس وقت تک مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کتاب اللہ کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟“

اقول۔ منافق کہتے ہیں کہ مذکور جاہلیت میں شراب کو اپنے طور پر حرام کر لینا آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ مذکور جاہلیت میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے شراب کو اپنے لئے حرام کر رکھا تھا ان میں سے کچھ کا ذکر گذر چکا ہے اور کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔

(اس حدیث میں شراب پینے کو کفر ٹھکانا گیا ہے حالانکہ شراب پینے والا مسلمان اس کے پینے سے کافر نہیں ہو جاتا اس بارے میں کہتے ہیں کہ شراب پینے کو کفر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پینے سے اسی طرح پینا چاہئے جیسے کفر سے بچا جاتا ہے۔ نیز عائشہ آنحضرت ﷺ کا یہ لڑکا اس وقت کا ہے جبکہ شراب کو اسلام نے حرام قرار دے دیا تھا اس لئے شراب خوری کو کفر ٹھکانے میں اس سے بچنا نہ ہونے اور وہ رہنے کے حکم میں مہلک اور شدت کرنا مقصود ہے اس لئے کہ یہ ہم انسانیت یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے اگر شراب پینے والا کوئی پھر دوسری طرح طرح کی برائیوں اور کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ صرف یہ کہ اس زمانے میں اکثر لوگ شراب کے بہت زیادہ مادی اور شوقین تھے (اس لئے اس کی برائی اور گناہ کو خوب کھول کر اور صاف صاف بھلا دینا چاہئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے شراب کی محبت نکل جائے اور وہ شراب نوشی کے وہل اور لوہا سے بچیں)۔

(منافق نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ شراب سے اس طرح بچنا چاہئے جیسے کفر سے بچا جاتا ہے۔ گویا شراب نوشی اور کفر کفر قریب قریب ہی ہیں ایسے ہی ایک حدیث اور ہے جس سے یہ مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا)

میرے پاس جبرئیل آئے اور بولے

”کیا امت کو یہ خوش خبری دے دیجئے کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے حق تعالیٰ کے ساتھ باطل شرک نہیں کیا (یعنی سب باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے مرا ہو گیا ہو) تو وہ جنت میں داخل ہو گیا (یعنی جنت میں داخل ہو گا)“ (دوسرے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے کھارونگ)

محکمہ تعلیم

میر نے کہ "مے جرنل اچا ہے اس نے لڑا کیا ہو خود چوری کی ہو؟"  
 جرنل نے فریاد "ہاں!"

”جیسا کہ چاہے اس نے چوری کی ہو اور نہ کیا ہو ۴۴ نمبروں نے کہا۔“ جیسا کہ چاہے اس نے چوری کی ہو اور نہ کیا ہو ۴۴ نمبروں نے کہا۔“ جیسا کہ چاہے اس نے چوری کی ہو اور نہ کیا ہو ۴۴ نمبروں نے کہا۔“

اگرچہ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شراب نوشی اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنا بڑا جرم اور گناہ ہے، بشراب کے حرام کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ عام لوگوں کے لئے اسلام کے آنے کے بعد حرام ہوئی ہے ورنہ کتب فضائل صغریٰ میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ :-

آنحضرت ﷺ کے لئے شراب کی حرمت کا حکم آپ کی نبوت اور لوگوں پر شراب کے حرام ہونے سے بھی بیس سال پہلے ہو چکا تھا۔ اگرچہ آپ نے کبھی تمسکِ پی اور اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت کی وجہ سے آپ پر شراب سے نفرت کرتے رہے، مگر اللہ اعلم۔

(قلی) جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے، اسے جابر ابن عبد اللہ نے روایت کیا ہے کہ :-

۳۳ حضرت عائشہؓ (کو عمری میں) مشرکوں کے ساتھ ان کی زہدیت گاہوں پر جایا کرتے تھے ایک دفعہ کب عائشہؓ نے اپنے پیچھے ۱۱ فرشتوں کی کواڑ سنی جن میں سے ایک نے دوسرے سے کیا کہ اہل سے ساتھ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ دوسرے نے کہا۔

”تم لوگ بچے کیسے کھڑے ہو سکتے ہو بلکہ اس سے پہلے ان کا مذاق توں کو چومنے کا ہے۔“

کے بعد ہر جی آغوشِ شترکوں کے ساتھ ان کی دلچسپی کا جواں میں نہیں تھی۔

اس روایت کے حقیقی حاکم حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس کو منکر لکھ دیا اور چاہتے ہیں کہ یہ روایت کما ہے (ی) چنانچہ امام احمد نے کہا ہے جیسا کہ کتاب فضائل میں ہے کہ یہ روایت موضوع یعنی میں گھڑت ہے یا موضوع روایت کی طرح ہے۔ دوسرے علما نے کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ کو اس روایت کی سند میں دھوکا ہوا ہے۔

جنوبی طور پر یہ روایت منکر اور ناہمیدوار ہے اس لئے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔ اس میں جو بات منکر ہے وہ فرشتے کا یہ قول ہے کہ اس سے پہلے ان کا نذرانہ جوں کو چومنے کا ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ ان ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ (نوروز پخت) آنحضرت ﷺ نے جوں کو چماؤ گا لیکن حقیقت میں یہ مطلب ہرگز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان اہدات گاہوں میں مشرکوں کو اس وقت دیکھا کہ وہ جوں کو چوم رہے تھے۔ (ی) یعنی اس وقت جبکہ آپ ﷺ ان کی کئی اہدات گاہ پر ان کے ساتھ تخریب لے گئے جہاں ان کے بت بھی ہوتے تھے۔

۱۔ اعلیٰ کے علاوہ دوسرے مقام میں سے کسی نے کہا ہے کہ ان مذہبات نگاہوں سے جن پر آپ ﷺ

۱۔ حد سے نگر جیسا کہ میرٹ طریقہ کے پہلے گزرتا تھا، یہاں وہ اس حد سے کھینچے گئے ہیں جس کا کاروبار ضعیف ہو گا اور اس نے قوی کی حالت کی۔

تقریب لے گئے مراد، تجھیں میں جہاں صلہ فیروزہ اور اسی قسم کے دوسرے معاملے ہو کر تے تھے جیسے وہ تو میں  
 و فیروزہ جن کا بیان آگے آئے گا وہ یہ بات گا میں مراد نہیں میں جہاں باتوں کو چاہا یا کرنا تھا اس لئے کہ آپہاں میں کی  
 وہ روایت جو پیچھے بیان ہوئی اس کو غلط ثابت کر دیتی ہے کہ یہ باتوں کو چرنے کی تجھیں نہیں۔

(ایسی ہی طرح یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس قول سے بھی غلط ہو جاتی ہے جس میں ہے کہ جب  
 خیر اور اہل نے آپ ﷺ کو کھاتہ اور عزتی باتوں کے نام کی قسم دی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ مجھ سے  
 ان باتوں کے نام پر کوئی بات مستحب چھو، اس لئے کہ خدا کی قسم ان دونوں سے زیادہ میں کسی چیز سے نفرت نہیں  
 کرتا۔ (تو جیسے آپ نے اس قول میں ان باتوں سے اپنے نفرت کا اعلان فرمایا تو ان دونوں کے علاوہ جو بات تھے وہ  
 بھی آپ کے نزدیک ایسے ہی قابل نفرت تھے اسی طرح آگے آنحضرت ﷺ کا ایک قول آئے گا جو آپ ﷺ  
 نے حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ جتنا میں ان باتوں سے نفرت کرتا ہوں اتنا کسی چیز سے نہیں کرتا۔

اسی طرح جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ :-

”جب میں کہہ جاؤں گا تو مجھے باتوں سے بھی نفرت ہو گئی اور شعروہ شامری سے بھی۔“ (ابن ابی اسلم)

(اب ان تمام روایتوں کی روشنی میں یہ بات بالکل کچھ میں نہیں آسکتی کہ آنحضرت ﷺ شریکوں  
 کے ساتھ ان زیادہ بات گا ہوں پر تقریب لے گئے ہوں گے جہاں ان کے باتوں کو چاہا یا تھا۔ بلکہ وہ مقامات مراد  
 ہو سکتے ہیں جہاں قریش کے عہد معاملہ سے اور جہاں وہ غیرہ ہو جاتے ہوں۔)

باب دوم از دہم (۱۲)

## آنحضرت ﷺ کا بکریاں چرانے

(قال) بکریاں چرانے سے مراد بکریاں چرانے کی سنت ہے۔  
اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس باب میں آنحضرت ﷺ کا یہ فعل بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ تھیں۔  
اللہ اعلم۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”جس کی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اس نے بکریاں چرانے کا کام کیا ہے۔“

صحابہ نے عرض کیا اور آپؐ نے یہ سول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا

”میں نے بکریوں کے لئے قرویہا (سنگ) کے ہلے میں بکریاں چرائی ہیں۔“

(ی) قرویہا (قروا) کی فتح ہے جو اور ہم اور دید کا چھوٹا ہوتا ہے جس سے چھوٹی سوتلی چیزیں

لڑائی جاتی تھیں (قروا) ایک دیدار کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

ہے۔ دید سولے کا ایک ہاں سولہ کا ۳۱۶ ہاں صد ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے دید کا سول صد ہاں

(مرتب)

کہ قرولید سے مراد یہ ہے کہ اس ننگے کے اعضاء کے دھلوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ حدیث میں جو الفاظ ہیں ان سے دونوں معنی پیدا کئے جاسکتے ہیں۔

سوچئے انہی معنی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ہر بکری ایک قبر لاکے بدلے میں چراتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ قبر لاک (سے ننگے مراد نہیں ہیں بلکہ یہ) ننگے کے قریب گئی جگہ کا نام ہے۔

ابراہیم قرولید کی بھی یہی کہتے ہیں کہ قرولید کی جگہ کا نام ہے۔ اس سے چاندی اور سونے کے قرولید یا معنی

ننگے مراد نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات یوں بھی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے لوگ ان قرولید کو جانتے ہی نہیں تھے جو سونے چاندی کے ننگے ہوتے تھے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جس میں (مسللوں سے کیا گیا ہے)۔

متر عرب قومہ ملاتے حج کرو کے جہاں قبر لاک (ننگے) چلتے ہیں۔

پھر یہ بات کہ (قرولید سے مراد ننگے نہیں بلکہ جگہ ہے) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض

روایتوں میں آتا ہے کہ میں نے اپنے گھر والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کی بکریاں اجرت پر زمین چرائی ہوں گی (ی) جیسا کہ حدیث اور دستور کی ہے (کہ کوئی اپنے گھر کا کام بیوروں پر نہیں کیا کرتا) پھر یہ کہ بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں آپ ﷺ نے قرولید کے بجائے اہیاد کا لفظ فرمایا ہے (جو ننگے کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) اس سے معلوم ہوا کہ قرولید بھی جگہ کا ہی نام ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے بھی قرولید فرمایا اور بھی اہیاد فرمایا (کیونکہ ممکن ہے دونوں جہیں قریب قریب ہوں)۔

مگر بعض سو فیض کہتے ہیں کہ ننگے والے ہاں ایسی کسی جگہ کو نہیں جانتے تھے جس کا نام قرولید ہو۔

اس لئے روایت جس میں آپ نے ننگے دھلوں کے بجائے اپنے گھر والوں کی بکریاں چرائے کو فرمایا ہے اس میں گھر والوں سے مراد ننگے والے ہوں گے کیونکہ گھر والوں کے لئے تو ظاہر ہے اجرت پر بکریاں چرائی نہیں ہوں گی (اور قرولید کو جگہ کا نام نہ مانا جائے تو مراد ننگے ہی ہوں گے جو آپ ﷺ نے بکریاں چرائنے کی اجرت کے طور پر لئے۔ اب جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ گھر والے کہہ کر ننگے والے کہے مراد ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاص طور پر عرب میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ چیز وہاں میں توڑا یا بھی نقص ہے تو ایک کوئل کر وہ سری چیز مراد لے لی جاتی ہے (چنانچہ وطن دھلوں اور برادری کے لوگوں کو توئی اور نقص اکثر اپنے گھر کے لوگ کہہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس روایت میں آنحضرت ﷺ نے بھی ننگے دھلوں کو سمجھ لیا ہونے کی وجہ سے اپنے گھر کے لوگ فرمایا) چنانچہ غلطی کی ایک روایت میں ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے (کہ قرولید سے مراد ننگے ہی ہیں۔ وہ روایت یہ ہے)۔

”میں ننگے دھلوں کی بکریاں قرولید پر یعنی قرولید کے بدلے میں (بج) اتا تھا۔“

غزالی نے اس کو باب الاجلہ میں بھی اس معنی میں ذکر کیا ہے (یعنی جس باب میں اجرت و فیروہ کے مسائل ہیں) اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ قرولید کی جگہ کا نام ہے۔ اسی طرح اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ عرب کے لوگ ان قرولید کو جانتے ہی نہ تھے جو چاندی اور سونے کے ننگے ہوتے تھے۔ (ی) کسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد جو لوہہ چاہا ہوا ہے کہ۔ متر عرب قومہ ملاتے حج کرو کے جہاں قبر لاک ننگے چلتے ہیں۔ اس سے جو مطلب لیا گیا ہے وہ بھی غلط ہو جاتا ہے کہ قرولید سے مراد جگہ ہے۔

اب آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ تم وہ دعائے حاج کر کے جہاں قرآن پڑھتے بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور ان کا چلن بہت ہے۔ بلکہ اس حدیث میں قرآن پڑھنے سے مراد کئے جیسے ہی نہیں بلکہ چائیں اور مسافت مرو ہے (کیونکہ قرآن پڑھنا اس سستی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ایک قیر لڑا ایک انگلی کی چڑائی کے برابر چائیں کو بھی کہتے ہیں)۔

حافظ ابن جریر نے اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے مکرر دہنوں یعنی ریشہ دہنوں کی بکریاں تو بغیر اثر کے چرائیں اور دوسروں کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں اور آپ نے مکرر والے جو فرمایا ہے اس سے مراد کئے والے ہی ہیں مگر ان سے مراد اپنے ریشہ دہن اور عام کئے والے سب ہیں۔ اس کے بعد ابن جریر کہتے ہیں کہ اس طرح دو دونوں روایتیں قبیح ہو جاتی ہیں (جن میں سے ایک میں قرآن پڑھنا کا اضافہ ہے اور دوسری میں ایسا کا اضافہ ہے اور) مطلب یہ ہو گا کہ جس حدیث میں آپ نے قرآن پڑھنا فرمایا ہے اس میں آپ نے اثر نہ لہرائی ہے اور جس میں ایسا فرمایا ہے اس میں آپ ﷺ نے وہ جگہ خطائی ہے جہاں آپ ﷺ بکریاں چراتے تھے۔ اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ یہاں تک ابن جریر کے کلام کا خلاصہ ہے۔

حافظ ابن جریر کی اس مہارت سے معلوم ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ سے دونوں باتیں مراد ہوتی ہیں۔ یہ بات ایسی ہے کہ اس کو ماننا کسی ایسی روایت کے لوہے ہی موقوف ہے جس سے یہ بات کھل کر سامنے آ رہی ہو۔ بکریاں چرانا انبیاء کی سنت ہے۔ (جہاں تک آنحضرت ﷺ کے بار بکریاں چرانے کا تعلق ہے اس بارے میں امام ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت ﷺ دونوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ عمر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صرف قبیلہ بنی سعد میں (جہاں آپ دایہ علیہ السلام کی پرورش میں تھے) اپنے دو دو شریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرائی ہیں (اس کے بعد کئے دایہ بنی عامر نہیں چرائیں) اس کی دیکھ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے آنحضرت ﷺ کے بکریاں چرانے کے متعلق صرف یہ روایت بیان کی ہے (مگر ابن جریر کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعد میں بھی بکریاں چرائی ہیں اور اسی لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰ دونوں کو بکریاں چرانے والا کہا ہے) چنانچہ اس قول کی روشنی میں ابن بعض علماء کی بات قاطع ہو جاتی ہے (یہ ابن اسحاق کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف قبیلہ بنی سعد میں اپنے دو دو شریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرائی ہیں بلکہ آپ بہت بچے تھے۔ اس کے بعد نہیں۔ مگر علماء ثنائی کہتے ہیں کہ (یہ) صرف امام ابن جریر کی اس ایک قول سے ابن بعض علماء کا قول قاطع نہیں ہو سکتا ہیں اور دوسری روایتوں سے ضرور ہو جاتا ہے جن میں سے بہت گزر چکی ہیں اور کچھ آگے بیان ہوں گی (کہ آنحضرت ﷺ نے دایہ علیہ السلام کے یہاں سے آنے کے بعد بھی بکریاں چرائیں ہیں) بلکہ کتاب ہونی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت سے پہلے اجرت پر بکریاں چرانے کا کام کیا ہے۔

بکریاں چرانے کی حکمت و فضیلت۔۔۔ (تفسیروں کے بکریاں چرانے کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ)۔

اس میں حق تعالیٰ کی بڑی دوستی و محبت ہے (کہ اس نے تفسیروں سے بکریاں چرانے کا کام لیا) کیونکہ بکری کڑو اور ضعیف ترین جانور ہے۔ جو فطرتاً بکریاں چرانے کا کام کرتا ہے اس میں قدرتی طور پر نرمی و محبت اور



انکساری کا جذبہ پیدا ہو جاتا (کیونکہ ہر کام اور پیشہ کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں اور وہ خصوصیات اس شخص میں پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کام کرتا ہے مثلاً تصاب کے دل میں قدرتی طور پر اپنے کام کی وجہ سے خشونت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر وہ غیر وہی طرح کبریاں کی جو کچھ بھائی اور گھرائی کرنے سے دل میں تیزی اور لطف و کرم پیدا ہوتا ہے جو خود اس جانور کی فطرت ہوتی ہے) پانچویں وہی شخص جب تھوڑی کی تربیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو پہلے ہی اس کی طبیعت کی گرمی اور حرارتی فتنہ ہو چکی ہوتی ہے اور تھوڑی کی تربیت کے وقت وہ سترہیں حرارت اور طبیعت کا رنگ ہوتا ہے (جو ایسے بڑے اور اہم کام کے لئے سب سے ضروری چیز ہے کیونکہ نرم حرارتی اور نرم گھٹری اور خوش اخلاقی ہی آدمی کا یہ جانور ہیں جو سب کا دل موہ لیتی ہیں اور آدمی کو ہر خاص و عام میں ہر طرح سے جارتی ہیں)

پانچویں ایک دفعہ اہل حق نے انہیں اور کبریاں کے انہیں دلوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے سامنے اس پر بات چل پڑی کہ کونسا زیادہ اچھا کام ہے دونوں طرف کے آدمی اپنے کام کی بڑائی بیان کرنے لگے۔ جب بحث کی چل گئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”سوئی کوئی چلا گیا تو وہ بھی کبریاں کے اتے تھے، بھراؤ کو نبوت دی گئی تو وہ بھی کبریاں کے اتے والے تھے اور مجھے تنخیری ملی تو میں بھی ابید کے مقام پر اپنے گمراہوں کی کبریاں کے اتے والا ہوں۔“  
یہ ابید کے کے جنوب میں جو گھاٹیاں ہیں وہاں ایک جگہ کا نام ہے اس کو بغیر اہل کے صرف ”جہنم“ بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے (حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد کے متعلق) فرمایا ہے کہ وہ ”کبریاں کے اتے والے“۔ اور اسی طرح انہی متعلق فرمایا ہے کہ ”میں کبریاں کے اتے والا ہوں۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ اور داؤد نے ایک زمانہ میں کبریاں کے اتے ہیں (اور اسی طرح خود اپنے متعلق لہر شاہ فرماتے کا مطلب ہے کہ ایک زمانہ میں) میں نے بھی کبریاں کے اتے ہیں کیونکہ جس وقت یہ بات فرمائی گئی اس وقت کپ کبریاں نہیں کے اتے تھے۔ اور یہی حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد نے ہمیشہ کبریاں کے اتے ہیں (بلکہ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص حکمت کے سبب اس کام میں لگایا۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے کبریاں کے اتے دلوں میں اپنے علاوہ جن نبیوں کا ذکر فرمایا وہ صرف حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ کا ایک یہ لہر شاہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی ظاہر فرمایا اس نے کبریاں کے اتے ہیں۔

اسی طرح آپ کا ایک لہر شاہ آگے آیا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے کبریاں کے اتے ہیں۔ اب اس حدیث میں خصوصیت سے صرف ان ہی دو نبیوں کا ذکر کرنے میں یقیناً کوئی حکمت ہے جس پر خود گناہا ہے۔

(کبریاں کے حلق) آنحضرت ﷺ کا لہر شاہ ہے۔

”کبریٰ اپنے ملک کے لئے برکت کی چیز ہے اور لوٹ عزت ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے بھیل کے متعلق فرمایا۔

”اس کا بھی بھاری خدا ہے اس کا خون جگر اچھا ہے اور اس کے گرم کپڑے بھر دلوں میں بچھو جائیں۔“

ایک روایت میں اس طرح کہا گیا ہے کہ بھیز کا بھی خدا ہوتی ہے اور اس کا اولیٰ لباس ہوتی ہے (ی) ایک حدیث میں ہے۔

گنہگاروں میں غم اور جزائی کا جذبہ ہوتا ہے اور بھیز والوں میں مسکندہ اور وقار ہوتا ہے۔  
اس کے مقابلے میں عربی میں ایک کلمہ اس طرح مشہور ہے کہ بھیز چلانے والا سب سے زیادہ  
جاملیاسب سے زیادہ باحق ہوتا ہے۔ مگر اس کلمہ اور اس حدیث میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ (حدیث  
میں تو وہ خصوصیت بیان کی گئی ہے جو بھیز چلانے والوں کے مزاج میں پڑا ہوتی ہے یعنی اللہ کی حمد و ثناء۔ اور  
اس کلمہ میں بھیز چلانے والوں کو احق کہنے کا مطلب ہے کہ (بھیزیں ہر چیز سے پاک کر دیا گئی ہوتی ہیں اور  
چلانے والا جو ہے وہ مستقل امن کو اٹھا کرنے کے لئے ان کے پیچھے بھاگتا نظر کرتا ہے۔ اس کلمہ میں اسی کو  
حفاظت کہا گیا ہے۔ ہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ گنہگاروں کو گنہگاروں میں غم و غور اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ۔ دیا  
کاری ہوتی ہے۔

(قال) اس سے پچھلے باب میں جو روایت گزری ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک وفد کے کی محفلوں  
میں سے ایک محفل میں جانے کا ارادہ فرمایا فقہاء و روایات اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبیریں  
چرائی ہیں۔

اسی طرح (آنحضرت ﷺ) کا کبیریں چرائی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جس کو حضرت چارچ  
نے بیان کیا ہے،

”میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ میلہ کے وقت کے کچے ہوئے بھل چلا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا  
”میلہ کے بھل میں سیاہ بھل میں توڑا کر دیکھو وہ زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔ میں جب کبیریں چرائی کرتا تھا تو  
میں ہی توڑا کرتا تھا۔“

ہم نے عرض کیا کہ یہ رسول اللہ اکبر آپ ﷺ نے کبیریں بھی چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”ہاں انہی ہی میں میں ہوا میں نے کبیریں چرائی ہیں۔“

اقول۔ منافق کہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کو کبیریں چلانے پر عذر فرمادلی جائے تو اس کے  
نئے یہ جواب دینا مناسب نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو کبیریں چرائی ہیں۔ اگر وہ شخص جواب میں ایسا  
کہتا ہے تو اس کو سرزنش کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا یہ (کبیریں چرائی صرف نبیوں کے حق  
میں ہی کمال اور عظمت کا ذریعہ ہے اور سران کے حق میں نہیں۔ اسی لئے اس کو دلیل بنا کر دوسرے لوگوں کے  
لئے اس فعل کی نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہی صورت دوسری سمت کی ایسی باتوں میں بھی ہے جو  
آنحضرت ﷺ کے حق میں کمال نہیں جیسے انہی معنی قنہ چاند ہوتا ہے اور سران کے لئے کمال کی بات نہیں ہے  
(اور اس کی نقل کرنا مناسب ہے) یا نچو اگر کسی (ان چاند قوی کو) کہ دیا جائے اور وہ جواب میں یہ کہ  
وہ کہ رسول اللہ ﷺ بھی تو انہی تھے تو اس شخص کو سرزنش کرنا ضروری ہے (کیونکہ یہ بات صرف  
آنحضرت ﷺ کے حق میں کمال تھی اور سران کے لئے ہرگز نہیں اسی لئے احادیث میں مسلمانوں کو علم حاصل  
کرنے کی تاکید کی گئی ہے بلکہ ادا علم۔

## باب سیزدہم (۱۳)

## آنحضرت ﷺ کی حرب فجار میں شرکت

یہ تھا فجار کے زور کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں غولہ زوری (حرب فجار فجار میں سے جس میں آنحضرت ﷺ نے شرکت فرمائی ہے وہ جنگ "فجار براہ" کے نام سے مشہور ہے۔  
ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنے پیچھے اس میں یعنی حرب فجار (براہ) میں کیا اور میں نے بھی اس میں حیر چلائے اور مجھے بھی یہ حسرت تھیں ہوئی کہ میں نے ایسا نہ کیا ہو بلا یعنی مجھے اس جنگ میں اپنی شرکت پر بھی کوئی التماس نہیں ہو کہ میں کیوں اس میں شریک ہو اور وہاں میں نے کیوں حیر چلائے اس جنگ کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر سہادہ چودہ سال کی تھی یہ جو حیر فجار کی لڑائی تھی (فجار کے معنی پھنک اور وہ پہاڑوں کے درمیان راستے کے ہیں۔ اور ف کے زور کے ساتھ فجار کے معنی گلابھار اور بڑائی کرنے والے کے ہیں۔ ان لڑائیوں کو فجار اس لئے کہا گیا کہ عربوں نے ان میلوں میں قتل و قتل کیا جن میں وہ جنگ کو حرام کہتے تھے۔ مگر آگے کچھ ایسی روایتیں آئیں گی جن سے معلوم ہو گا ہے کہ فجار کی لڑائیاں حرام میلوں میں نہیں ہو سکتی۔ ہر حال فجار کی اس جو حیر لڑائی ہی میں رسول اللہ ﷺ شریک ہوئے ہیں۔ فجار کی پہلی لڑائی کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر سہادہ کس سال تھی۔

فجار کی اس پہلی لڑائی جس کو "فجار اول" کہا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک شخص تھا جس کا نام بدر ابن معتمر غلامی تھا۔ مکہ کے بیٹے میں ایک واپسین مجلس تھی جہاں جہاں کہ یہ لوگوں کے سامنے اپنی بددی کے کر کے کیا کر رہا تھا اور اپنی زبانیں پھان کر رہا تھا ایک دن اس مجلس میں یہ اپنے پیچھے کر گئے۔

پہلی جنگ فجار . . . "میں عربوں میں سب سے زیادہ باعزت کوئی نہ تھا جو مجلس یہ رکھتا ہو کہ وہ مجھ سے زیادہ عزت والا ہے تو کھول کے زور سے اس کو جانت کر کے دکھائے۔ (بدر کی یہ باتیں بددی زبانوں سے نہ کہیں کہ ایک

مجلس کو غصہ آگیا اور یہ ایک دم چور ہو گیا اور اس کے گھٹنے پر گولہ بڑی جبر سے اس کا گھٹنا ٹک گیا۔ کچھ سوڑ نہیں کھتے ہیں کہ صحیح ہے کہ گھٹنے میں ہلکا سا خم آگیا تھا۔ غرض اس بات پر ان دونوں کے قبیلوں میں جنگ پھوٹ پڑی۔

**دوسری جنگ فجار**۔ فجار دوم کا سبب یہ ہوا تھا کہ قبیلہ بنی عامر کی ایک عورت نکلا کے ایک بازار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ قبیلہ قریش میں بنی کلاب کا ایک نوجوان اس عورت کے گرد سبز ڈالنے لگا اور اس سے بولا کہ اپنا چہرہ کھول کر دکھا۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا چہرہ عیاں کر دیا تھا)۔ غرض اس عورت نے اپنا چہرہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اس نوجوان نے اس طرح بات نہ پہنچو کہ یہ کیا کر رہی ہے اس عورت کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور اس کی بے خبری میں اس کا بچاؤ اس ایک کالے میں پانچھ دیا۔ اب جب وہ عورت کھڑی ہوئی تو اس کا بیچلا حصہ کھل گیا۔ اس پر لوگوں نے خوب قہقہے لگائے۔ اس عورت نے اسے عامر کی بیوی قرار دیا کہ کراہتی قوم کو وہاں کے لئے پکارا تو وہاں اس فریاد کو سن کر بنی عامر کے لوگ تھپہ را اٹھا دیا کہ وہاں پہنچ گئے۔ یہ صورت دیکھ کر اس نوجوان نے اسے کھڑی کر دیا۔ اس فریاد کو سن کر کراہتی قوم کو وہاں کے لئے پکارا۔ اس بات پر دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ ہو گئی (جس کو فجار دوم کہا جاتا ہے)۔

اس روایت میں گڑا ہے کہ جب اس نوجوان نے اس عورت سے چہرہ کھولنے کے لئے کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت جاہلیت میں بھی عورتیں اپنا چہرہ کھولنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ (اگرچہ اس روایت سے قوی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری رایت سیروا میں وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں کھلے نہ بھرتی تھیں۔ اس لئے پھر اس ایک روایت سے یہ نتیجہ نکالنا اور مست نہیں معلوم ہو سکتا)۔

**تیسری جنگ فجار**۔..... فجار سوم یعنی تیسری جنگ فجار کا سبب یہ تھا کہ بنی عامر کے ایک شخص کا بیٹا کھڑے ایک آدمی پر ہلکا قوف تھا۔ بنی کلاب کا یہ قرض دار کوئی قریشی یا انجلی میں مال سول کر رہا تھا اس پر دونوں کے درمیان دشمنی ہو گئی جو آخر کار دونوں کے قبیلوں کے درمیان جنگ اور طون رنجی کا سبب بن گئی۔ کہا جاتا ہے کہ آخر مہد افغان جو عمان نے اپنے بل میں سے یہ قرض دار لے کر دیا اور اس پر لڑائی ختم ہوئی۔

جو تھی جنگ فجار میں آنحضرت ﷺ کی شرکت۔..... اس کے بعد فجار چہلم یعنی چوتھی جنگ فجار ہے جس کے فجار براہیں کہا جاتا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی شرکت کے متعلق کہتے ہیں کہ ایک کزاد قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجار براہیں میں لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ مگر یہ دعویٰ صرف کتاب و فاء میں ہے یعنی یہ کہ آپ ﷺ نے اس جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:-

”جب دشمن میرا ہاتھ تھے تو میں ان تیروں کو اٹھا کر اپنے پیچوں کو دے دیتا تھا۔“

اس اختلاف کو دور کرنے کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں دعویوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس عہد میں یعنی آنحضرت ﷺ کے اس زمانہ میں یہ اتفاق نہیں ہیں کہ آپ ﷺ نے حصہ نہیں لیا۔ بلکہ یہ ہے کہ آپ ﷺ میرا اٹھا کر اپنے پیچوں کو دے دیتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ اگر تو آپ ﷺ نے یہی کیا ہو کہ میرا اٹھا کر دیتے رہے۔ اور کبھی کبھی آپ ﷺ نے خود بھی میرا اٹھا کر دے دیا ہو کیونکہ اب یہ مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی برکت۔۔۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ فہرہ براض کی جنگ جو چاروں تک چلتی رہی اس میں ابو طالب آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر جلا کرتے تھے اس وقت آپ ﷺ قحط تھے (آپ ﷺ کی آمد کی برکت یہ ہوئی تھی کہ جب آپ ﷺ آجاتے تو قحط یعنی بی بی ہودہ کی کوٹھڑی کے مٹانے میں آتے تھے) نکلتے ہوئے کتنی قحطی اور جب آپ آتے یعنی ان چاروں میں جس دن آپ ﷺ آتے اس دن بی بی ہودہ یعنی قریش کو نکلتے ہوئے کتنی قحطی (آنحضرت ﷺ کی اس برکت کوئی کہتا ہے کبھی محسوس کر لیا تھا، اس لئے وہ آپ سے کہتے۔

”تم ہمارے پاس سے غائب مت ہو اگر“ یعنی جنگ میں ہمارے ساتھ سوچو و ہمارا) چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہیں سوچو رہتے تھے یہ بات کتاب ”مستدرک“ میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس جنگ کے دوران کیوں ابو ہریرہ کے نزدیک اقلہ یہ ابو ہریرہ اس جنگ میں بی بی قحط کا سردار اور ان کا طبیب و دوا یعنی جھڑا تھا ہے ہونے لگا۔

اس روایت میں یزید نے کے لئے قحط کا کھانا استعمال کیا ہے جس کو حیرانہ بھی کہا جاسکتا ہے (یعنی جیسا کہ پیچھے بیان ہوا آنحضرت ﷺ اس جنگ میں اپنے چچوں کو تیرا اٹھا اٹھا کر دیتے تھے اور اس میں بھی آپ ﷺ نے خود بھی تیرا دلائی فرمائی تو گویا یہاں یزید نے کے بجائے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے جب تیرا دلائی فرمائی تو وہ تیرا ابو ہریرہ کے لگا کیونکہ یزید نے کوٹھڑی میں یہ اقلہ ہے کہ ان عطاء کے قول کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اس جنگ میں سوائے تیرا دلائی فرماتے کے اور کسی قسم کا حصہ نہیں لیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تیرا دلائی تو فرمائی مگر آپ کے تیروں سے کسی کو نقصان نہ پہنچا ہے کیونکہ اگر کسی کو آپ کے تیر سے زخم کیا ہوتا تو اس کا کسی نہ کسی روایت میں ذکر ہوتا (اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی باتیں روایتوں میں مل جاتی ہیں لہذا اس واقعہ کا ذکر ہونا بھی ضروری تھا) یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے تیر سے کسی کو اتنا معمولی نقصان پہنچا ہو کہ اس کو کسی روایت میں بیان نہیں کیا گیا۔ ہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

فہرہ نام رکھنے کا سبب۔۔۔ (حال اس جنگ (اور بڑے تینوں جنگوں کا نام ”جنگ فہرہ“ میں لئے رکھا گیا کہ اس میں عربوں نے یہ گناہ کیا تھا کہ ان عیسویوں میں جنگ کی جہن میں فنا کے یہاں خون ریزی حرام تھی۔ یہ پاد میں تھے جن کو عربی میں اشتر حرام کہا جاتا ہے۔ وہ مینے یہ بی بی قعدہ و بی بی الحار، حرم اور وہاب۔ اقول۔ سوائے کتنے ہیں اس جنگ کا نام فہرہ رکھنے سے یہاں فہرہ کی چاروں ہی جنگیں سرور ہیں۔ یعنی فہرہ براض اور اس سے پہلے کی تینوں فہرہ کی جنگیں۔ عطاء کے جو قول اس بارے میں آتے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو قحطی فہرہ کی جنگ یعنی فہرہ براض کے سوا کسی میں شریک نہیں ہوئے اس بارے میں کتاب و عہد میں بھی یہی ہے جس کا آگے ذکر ہوگا۔) یہاں کہا گیا ہے کہ فہرہ کی جنگ کا نام فہرہ میں لئے رکھا گیا کہ یہ لڑائی حرام مینے میں ہوئی تھی مگر اس سے اگلے باب میں ایک روایت آئے گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی حرام مینے میں نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ خود اس باب میں بھی ایک روایت آئے گی کہ یہ لڑائی حرام مینے میں نہیں ہوئی تھی بلکہ جو واقعہ اس لڑائی کا سبب عہد حرام مینے میں پیش کیا تھا (اب گویا اس جنگ کا نام فہرہ یعنی گناہوں کی لڑائی اس لئے رکھا گیا کہ اس کا سبب اس مینے میں پیش کیا جس میں خون ریزی حرام تھی)۔

فبار بر ارض کا سبب..... اس کا سبب یہ تھا کہ بر ارض مایہ فیض نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جس کا نام عروہ  
 اور حال تھا (اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ) عروہ چار سال بی ہو زن کا ایک شخص تھا جس نے نعمان ابن منذر کے  
 ایک جہدتی قافلے کو مکے میں جہدت کرنے کے لئے پکارتی۔ یہ نعمان ابن منذر حیرہ کا پوتا تھا، یعنی وہاں کسری  
 فارس کا گورنر تھا جس جہدتی قافلے میں خوشبوئیں لود کپڑے وغیرہ تھے نعمان ابن منذر اس جہدتی قافلے کو حاکم  
 کے پیلے میں فروختگی کے لئے بھیجا کہ چار قافلوں اس کے بدلے میں خاکہ کا پلاز اسٹاک کرنا تھا، حیرہ کا پوتا تھا اس  
 جہدتی مسلمانوں کو عربوں میں کے کسی سوز گورہ سے کوئی کی پکارت میں ہے کہ بھیجا کہ (تاکہ) مکے میں اس کا مال  
 لٹ نہ جائے کیونکہ اس وقت عرب میں جنگ کا قانون تھا کہ لوٹ مار عام تھی۔ ایک آدمی بڑے سے بڑا جرم  
 کر لینا تھا اور اگر کوئی اس پر زہن کوئی تھا تو اس جرم کا پورا قبیلہ اس کی طرف سے لڑنے مرنے کو چاہتا تھا۔  
 اسی لئے باہر کے تاجر کے مکے میں آنے سے پہلے کسی بڑے سردار کی حمایت اور پناہ حاصل کر لیتے تھے اور پناہ  
 دینے والا اس کا اعلان کر دیتا تھا کہ یہ شخص میری پناہ حفاظت میں ہے اس طرح آنے والے کو اس سردار کے  
 پورے قبیلے کی حمایت اور پناہ حاصل ہو جاتی تھی اور اس قبیلے کے ڈر کی وجہ سے کوئی شخص اس آنے والے سے  
 نہیں لیتا تھا۔ چنانچہ نعمان ابن منذر کے جہدتی قافلے کوئی ہو زن کے آدمی یعنی عروہ چار سال نے اپنی پناہ سے دی۔  
 جب نعمان ابن منذر کا جہدتی قافلہ چار ہوا تو اس وقت اس کے پاس عرب کے لوگوں کی ایک جماعت  
 موجود تھی۔ ان میں بر ارض بھی تھا جو بی کنانہ کے خاندان کا تھا اور عروہ الاول بھی تھا جو بی ہو زن کے خاندان  
 سے تھا (جب جہدتی قافلہ چار ہو گیا اور نعمان ابن منذر نے اس کے لئے پناہ اور حفاظت مانگی تو بر ارض نے کہا  
 ”میں اس جہدتی قافلے کو بی کنانہ (یعنی اپنے قبیلے) کی پناہ دیتا ہوں۔“ لیکن میری قوم کی طرف سے یہ قافلہ  
 محفوظ رہے گا۔

اس پر نعمان نے کہا

”میرا اعتقاد (کسی ایک قبیلے کی طرف سے حفاظت نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ کوئی آدمی مجھے سارے  
 خیر اور تمام (یعنی مکے) لوگوں کی طرف سے حفاظت دے۔“

اس پر عروہ چار سال نے کہا

”میں آپ کے لئے اس جہدتی مسلمانوں کو اس قسم کی پناہ دیتا ہوں۔“

(یہ بات بر ارض کو بری لگی کہ عروہ چار سال سب قبیلوں کی طرف سے پناہ دے رہا ہے جن میں بر ارض کا  
 خاندان بی کنانہ بھی شامل ہے اس لئے بر ارض نے کہا

”کیا تو بی کنانہ (یعنی میرے قبیلے) کے مقابلے میں بھی اس جہدتی قافلے کو پناہ دے رہا ہے؟“

عروہ نے کہا

”ہاں شاہد قبضہ م کے قبیلوں کے مقابلے میں بھی!۔ (سیرت ابن ہشام میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ہاں  
 بلکہ ساری عشق کے مقابلے میں!)

یہ بات بر ارض کے دل میں چھ گئی (اور وہ عروہ کا دشمن ہو گیا) اس کے بعد جب عروہ وہاں سے روانہ  
 ہوا تو بر ارض بھی پیچھے سے اس کے پیچھے لگ گیا کہ عروہ کسی وقت غافل ہو تو اس کا کام نام کر دے۔ آخر ایک جگہ  
 بر ارض کو سوتھ لی گیا اور اس نے جھپٹ کر عروہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ (یہ کہنا اصل یہاں کچھ کر (جو

عروہ کا اس واسطے میں خاص قوا تھا (عروہ نے شراب پی تھی اور لڑکیوں کا گاہا اس کو بدست ہو رہا تھا اس حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی۔ اسی وقت برائے اس کے سر پر کھینچ لیا اور اس نے گل کرنے سے پہلے عروہ کو ہنگامہ (لب) موت سر پر کھڑی کر دیا کہ عروہ گڑ گڑائے لگا اور اس نے برائے سے کہا۔

میں تجھے نہ اکی قسم دیتا ہوں مجھے گل مت کر اس لئے کہ وہ بات لغزش میں میرے منہ سے برائی نکل گئی تھی کہ میں نے سب کے مقابلے میں انھوں کے جہدتی قافلے کو اپنی پلہ سے دی)

مگر برائے نے عروہ کی خوشامد پر کوئی دھیان نہیں دیا اور اس کو گل کر دیا۔ یہ واقعہ حرام مینے میں پیش کیا تھا جن میں گل اور خولہ دج ہی حرام تھی۔

(برائے) نیز قائل تھا اس کے خاندان والے (یعنی) بنی کنانہ کے لوگ اس وقت عکاظہ کے پہلے میں تھے اور وہاں عروہ کے خاندان والے (یعنی بنی ہوازن کے لوگ بھی موجود تھے بنی کنانہ کو کسی نے وہیں عکاظہ کے مقام پر آکر خریدی اور کھانا۔

اس وقت سے خاندان کے کوئی (برائے) نے (بنی ہوازن کے شخص) عروہ کو حرام مینے میں گل کر دیا ہے۔

(بنی کنانہ کے لوگ اس خبر پر پریشان ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قول تو ایسے بھی بنی ہوازن عروہ کے گل کا بدلہ ہم سے یعنی قائل کے خاندان والوں سے نہیں لے سکتے بلکہ یہ گل حرام مینے میں ہوا ہے تو بات بہت تیز و بدھ جانے لگی۔ مگر یہ کہ بنی ہوازن کے لوگ وہیں عکاظہ میں موجود تھے اس لئے بنی کنانہ نے اسی میں جا بجا دیکھی کہ انہوں نے اس کے کی طرف ہماگ کمر ہوئے اس وقت تک بنی ہوازن کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوئی تھی (اس لئے بنی کنانہ کو ہماگ جانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی مگر اس کے بعد جب بنی ہوازن کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے بنی کنانہ کا پیچھا کیا مگر وہ بنی کنانہ کو اس وقت پا سکے بلکہ وہ حرام میں داخل ہوئے والے تھے (اور حرام میں خولہ بھلا مریوں میں حرام تھا) اس لئے بنی ہوازن نے اپنے خاندان کو کہنے (اور اس دن کوئی لڑائی نہیں ہو سکی) مگر ان کے دن بنی کنانہ کے لوگ خود بھی مقابلے پر نکل آئے اور ان کی مدد پر قبیلہ قریش بھی سامنے آیا (اور اس طرح جہاد کی یہ جو تھی جنگ ہوئی)

اب اس روایت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہ لڑائی حرام میوں میں نہیں ہوئی۔ کیونکہ اگر حرام مینہ ہوتا تھا تو عرب بالکل جنگ میں کرتے تھے چاہے مقابل حرام میں داخل ہو یا نہ ہو (بلکہ اس روایت میں ہے کہ اس دن لڑائی اس لئے نہ ہوئی کہ بنی کنانہ کے لوگ حرام کے قریب پہنچ گئے تھے بلکہ لڑائی بنی ہوازن کا اس وقت جنگ سے اس لئے رک جانا کہ بنی کنانہ حرام کے قریب پہنچ گئے تھے اور پھر ان کے دن دونوں قبیلوں کا جنگ کے لئے میدان میں نکل آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حرام مینے نہیں تھے (کیونکہ حرام مینے ہوتے تو ان کے دن بھی جنگ نہ ہوتی) لہذا اس کے بعد ان میں یہ جنگ چاہوں تک پہنچ رہی ہے تاکہ یہاں ہو چکا ہے۔

(یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ عروہ کا گل اگرچہ حرام مینے میں ہوا تھا مگر بنی کنانہ کو اس گل کی اطلاع کتنے دنوں کے بعد ملی اس کے متعلق روایت میں کوئی وضاحت نہیں ہے اس لئے یہ گمان ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ یعنی جہاد برائے حرام مینے میں نہیں ہوئی بلکہ بنی کنانہ کو عروہ کے گل کی خبر حرام مینہ گزر جانے کے بعد ملی)

اقول۔ مخالف کہتے ہیں کہ نہ طارہ سبکی کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ لڑائی چہ دن تک چلے جائے اعظم (اقول) الجہد بڑا دشمن کی جنگ کے دن دنوں میں سے بعض دنیں آنحضرت ﷺ بھی اس میں شریک ہوئے آپ کو آپ کے بچے اس جنگ میں لے کر گئے تھے (یہاں یہاں ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس جنگ کے تمام دنوں میں شریک نہیں ہوئے بلکہ بعض دنوں میں شریک ہوئے) اس سے وہ قول صحیح ہو جاتا ہے جو پیشے یہاں ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ میدان جنگ میں کھینچے جاتے تو نبی کائنات کو کھینچے بغیر آپ نے کھینچ کر جب آنحضرت ﷺ وہاں نہ پہنچتے تو ان کو شکست ہونے لگتی تھی (یاد رہے کہ نبی کائنات یعنی خاتم النبیین خاتم النبیین کا قبیلہ ان ہی کی مدد پر تھا)

اس جنگ کے دنوں میں سے ایک دن جبکہ لڑائی سب سے زیادہ سخت ہو رہی تھی اور جو کہ لڑائی کا تیسرا دن تھا اس میں امیۃ ابن امیۃ اور حرب ابن امیۃ ابن عبد شمس اور ابو سفیان بنی حرب نے اپنے بیویوں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں تاکہ اگر دشمن کا زور بڑھنے لگے تب بھی وہ زور میدان جنگ سے نہ ہٹا سکے۔ ان لوگوں کا نام عواش یعنی سپاہ نہ گیا تھا (کیونکہ ان میں سے ایک حرب یعنی ابو سفیان کا باپ اور اس کا بھائی امیۃ کفر کی حالت میں سرے اور ابو سفیان مسلمان ہوئے جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

التواء جنگ اور صلح..... (معرض اصل) عہدہ جنگ لہذا کا محل رہا ہے کہ جب نبی کائنات کا بیڑا اٹھارے ہوئے نبی ہونوں کے لوگ ان کے پاس پہنچے تو وہ حرم کے قریب کھینچے چکے تھے اس لئے ان دن تو جنگ نہیں ہوئی مگر اگلے دن نبی کائنات کے لوگ قبیلہ قریش کی حمایت کے ساتھ میدان میں آئے اور پھر چاروں دن پانچ دن تک جنگ ہوئی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اس لئے کہ دونوں دشمن قبیلوں نے اگلے سال مکہ کے مقام پر پھر پہنچ کر آمنے کانائے کا اعلان کیا (اور میدان جنگ سے چلے گئے) جب اگلے سال وہ اتوار دنوں قبیلہ ہمد کے مطابق مکہ کے مقام پر پہنچے۔ اس خود قبیلہ قریش اور کائنات کا سالار عبد اللہ ابن جدعان تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سالار ابو سفیان کا باپ حرب ابن امیۃ تھا کیونکہ اس وقت قریش اور نبی کائنات کا سردار وہی تھا اس زمانے میں حرب کے بھائی ابوبکر کا بیڑا تھا جو بیڑم ہو گیا تھا حرب کی پرورش اور نگرانی میں تھا (کیونکہ اس کے باپ ابوبکر کا انتقال ہو چکا تھا) حرب کو اپنے اس بیٹے سے بہت پیار تھا اس لئے وہ محبت کی وجہ سے اس کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے کر نہیں گیا کہ نہیں اس کو کوئی قصداً نہ کھینچے جاتے تھے جو وہاں چکا تھا (کیونکہ اس کی اہلیت اور مرضی کے بغیر بچے سے نکل کر میدان جنگ میں کھینچ کر حرب کو بیٹے کے میدان جنگ میں آنے کی اس وقت خبر ہوئی جبکہ وہ دشمنوں کی صفوں کے بیچ میں کھینچ کر یہ پکڑ رہا تھا۔

اُسے سفر کی دعا دے (یعنی لڑاؤ) تم آخر کس بات پر مرکب رہے ہو؟

نبی ہونوں نے یہ سن کر پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟

جس نے کہا

”صلح صلح... اس دعا کے ساتھ کہ ہم خدا سے مرے دنوں کی جان کی قیمت دے دیں گے اور تم ہمدے خون مخالف کرو۔“

(ی) کیونکہ اس جنگ میں قریش اور نبی کائنات کا بیڑا ہمدی تھا اور نبی ہونوں شکست کھا رہے تھے قریش اور نبی کائنات نے ان میں ذرا دست خور نہ دی کی تھی اور ان کو قتل کیا تھا (ی) مگر اس سے نہ بہت فرق نہیں ہوئی



کہ بعض دنوں میں (جب آنحضرت علیہ السلام میدان جنگ میں نہیں پہنچتے تھے تو) قریش ہارنی کنڈ کو نکلتے ہوئے نکلتی تھی۔ (بہر حال جب جب نے لہاک میدان میں ڈاکر صلح کی پیشکش کی تو) نبی ہوقن نے کہا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ کہیے ہو گا؟ جب نے کہا

”ہم اپنے اس دھبے کی ضمانت میں قہار سے پاس اپنے میں سے (جو کہ معز لوگوں کو لہا ہن دکھا دیں گے یہاں تک کہ ہم اپنا دھبہ پورا کر دیں“

(یعنی قہار سے مرنے والوں کی جان کی قیمت لہا کرنے تک ہارے کچھ معز: توی قہار سے پاس ہن یعنی گروہی دیں گے اور دھبے کے مطابق ہم قہار سے مرنے والوں کا خون بہا دے کر ان لوگوں کو پھڑکیں گے)

”نبی ہوقن نے کہا کہ اس دھبہ کا خاتمہ ہار دھبہ کو ہن ہو گا۔“

جب نے کہا۔۔۔ ”ہیں۔۔۔ انہوں نے پوچھا تم کو ہن۔“

اس نے کہا کہ میں جبہ ابن ابی ریحہ ابن عبد شمس ہوں۔ اس پر نبی ہوقن نے کنڈ کے لوگ صلح کرنے پر راضی ہو گئے۔

اب قریش نے نبی ہوقن کو اپنے چالیس معز آوی رہن کے طور پر دیے۔ ان لوگوں میں حکیم ہن حزام بھی تھے یہ آہل علمین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے تھے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے (ان کے حلق عربی تفصیل دی کے بیان میں بھی آئے گی) فرض جب یہ رہن کے لوگ نبی ہوقن کے قبضہ میں آئے تو انہوں نے اپنے مرنے والوں کا خون قریش ہارنی کنڈ کو معاف کر دیا اور ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور اس طریق سے یہ جنگ ختم ہو گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ قریش نے ہوقن کے مقتولوں کی لاشیں ہن کو لوہا دیں اور جنگ کی آگ لٹھری ہو گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روایت کو گنگا بن لینے کی صورت میں بھی سچہ ایک ہی روایت ہے کہ جنگ ختم ہو گئی اور ہارنی میں اس ہن کی طرح اس جنگ کو ختم کرانے کا سر اقبہ ابن ابی ریحہ کے سر رہا۔ یہ جبہ غزوہ بدر میں کفر کی حالت میں قتل ہوا حضرت ابو سفیان کی بیوی ہندہ کا باپ تھا اور حضرت امیر معاویہ کا دادا تھا (یہ جبہ اگرچہ غریب آدمی تھا مگر اپنے قبیلہ کا سردار تھا) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غریب اور فقیر ہوتے ہوئے صرف وہی گوی اپنی قوم میں سردار ہوئے ایک یہ جبہ ابن ابی ریحہ اور دوسرے ابو طالب۔ اس لئے کہ یہ دونوں ہل دولت مند ہونے کے بعد ہارنی قوم کے سردار تھے۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ جبہ ابن ابی ریحہ اور ابو طالب اپنی قوم کے سردار ہوئے حالانکہ یہ دونوں ابو حرقی سے بھی زیادہ غریب اور بدلتے تھے۔ یہ ابو حرقی نبی عبد شمس کا ایک شخص تھا۔ یہ شخص بن شیبہ کا حلق تھا اسی طرح اس کا باپ، دو لوہا پر دو لوہا اس کے دو لوہا پر دو لوہا تک ایسے ہی مسلسل اور فقیر مشہور ہے۔

(پچھلی سطر میں جنگ خلد کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس نام سے چار جنگیں ہوئی ہیں اور ان چاروں جنگوں کے سبب بھی بیان کئے گئے ہیں مگر اب کتاب کا نام اس طرح ہے کہ چار کی صرف دو جنگیں ہوئی ہیں۔ پہلی خلد کی جنگ میں عینا مرتبہ لڑائی ہوئی۔ ایک مرتبہ چار ابن شمر خلدی کے معاملے پر لڑائی ہوئی (جو پیچھے بیان ہوا کہ وہ حکمت کے پیمانے میں فتح کر اپنی دو اپنا بیان کر رہا تھا اور لوگوں کو لکھ رہا تھا تو کسی نے پیش میں آکر نکال دیا اس کا گھناؤ خفی کر دیا) مگر اسی جنگ خلد میں دوسری مرتبہ ایک صورت کی وجہ سے لڑائی ہوئی (جیسا کہ

بیچے بیان ہوا کہ بنی ہامر کی اس عورت کو عطا کے پہلے میں ایک قریشی تاجر انانے بھیڑا اور اس سے منہ کھولنے کے لئے کہا اور اس کے انکار کرنے پر بچے سے اس کا پیچھا دامن ایک کانٹے میں پھنسا دیا یہاں تک کہ جب وہ کمزری ہوئی تو اس کی چونہ کھل گئی اور پھر اس عورت نے بی بی بی بی کر اپنے قہقہے والوں کو وہ کے لئے پکھارا۔

پھر اسی پہلی جنگ جلد میں تیسری لڑائی قرض کے معاملے میں ہوئی (کہ بنی ہامر کے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا جسے لوہا کرنے میں وہ مال مٹا کر رہا تھا جس پر آخر کار دونوں قبیلوں میں جنگ ہو گئی) پہلی جنگ جلد کے تین تین واقعات میں رسول اللہ ﷺ شریک نہیں ہوئے (یہ تو کیا جلد کی پہلی جنگ ہوئی) اس کے بعد جلد کی دوسری جنگ ہوئی جو بنی ہوازن اور بنی کنانہ کے درمیان تھی (جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے) اس دوسری جنگ جلد میں آنحضرت ﷺ شریک ہوئے ہیں۔

کتاب ہاء کے اس قول کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ مطلب کے لحاظ سے اس میں اور جو کچھ بیان ہوا اس میں کوئی فرق نہیں ہے (صرف لفظوں کا اور بیان کا فرق ہے) کیونکہ جو کچھ بیچے بیان ہوا ہے اس میں چار واقعات کو چار مستقل جنگوں کا سبب بتایا گیا ہے اور اس روایت میں ان میں سے تین واقعات کو ایک جنگ کا سبب بیان کیا گیا ہے اور چھ واقعات کو ایک مستقل جنگ کا سبب بتایا گیا ہے۔

نہایت اس کا سبب یہ ہو کہ پہلی تین جنگوں میں ہر دفعہ مکران خانہ بنی ہامر اور خانہ بنی کنانہ میں ہوا اس لئے تینوں واقعات کو ایک جنگ کے تحت بیان کر دیا گیا کیونکہ تینوں مرتبہ کے مکران کا نام بھی ایک ہی رہا یعنی جنگ جلد اور چھ واقعات کو ایک مستقل جنگ کا نام اس لئے دیا کہ یہ خانہ بنی ہوازن اور خانہ بنی کنانہ میں ہوا اگرچہ نام تو اس مکران کا بھی جنگ جلد ہی رہا مگر اس لئے والے فریقوں میں سے ایک فریق بدل گیا۔ مفسر یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی رہتا ہے لہذا اعلم

## باب چار و حم (۱۳)

## آنحضرت ﷺ کی حلف فضول میں شرکت

(حلف فضول سے مراد عربوں کا ایک عہد نامہ ہے جو انہوں نے حلف اٹھا کر اس بات پر کیا تھا کہ آئندہ سے ہم میں سے ہر ایک شخص مظلوم کی مدد کرے گا، اس کو اس کا حق دلوائے گا اور ظالم کا مقابلہ کرے گا اس کے متعلق قصیدات آگے آ رہی ہیں) یہ عربوں کا سب سے زیادہ سزاوار اور شریفانہ عہد نامہ تھا۔ حلف کے اصل معنی عہد نامہ قسم کے ہیں یہاں عہد کے بجائے اس کا نام حلف اس لئے رکھا گیا کہ عربوں نے یہ عہد نامہ کرتے وقت حلف اٹھائے تھے (اس میں فضول کا جو لفظ ہے اس کی تخریج آگے آ رہی ہے کہ یہ عہد نامہ اس وقت کیا گیا جبکہ قریش جنگ فہر سے واپس ہوئے تھے (یعنی اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد یہ عہد نامہ کیا گیا) جنگ فہر شمال کے سینے میں ہوئی تھی (ی) ایک قول یہ بھی ہے کہ حرام سینے میں نہیں ہوئی تھی بلکہ شعبان کے سینے میں ہوئی تھی جیسا کہ پچھلے باب میں بیان ہوا اس جنگ کا سبب عروہ بن زحال کا قتل تھا، قریش نے قتل کیا اور یہ واقعہ حرام سینے میں ہوا تھا۔

یہاں کہا گیا ہے کہ یہ عہد نامہ قریش کی جنگ فہر سے واپس کے وقت ہوا اس کا مطلب صاف ہے کہ یہ عہد نامہ جنگ ختم ہونے کے بعد ہوا اور اگلے سال اعلان کے مطابق دوبارہ میدان جنگ میں آنے کے بعد ہوا (یہ مطلب اس لئے ہوا کہ اگلے سال وہاں دونوں فریقوں کے آنے کے بعد جو جنگ نہیں ہو سکی تھی (کیونکہ حبشہ ابن ربیعہ نے صلح کر لی تھی) یہاں تک یہی مطلب لیا جائے (کہ یہ حلف نامہ اگلے سال کی صلح کے بعد ہوا) تو جنگ فہر سے واپس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ اگلے سال جنگ نہیں ہوئی مگر بہر حال دونوں فریق آئے تو اسی طرح سے تھے کہ جنگ کریں گے (اس لئے اس صلح کے بعد واپس کو بھی جنگ سے واپس کہا گیا)

حلف فضول یعنی یہ عہد نامہ ذی قعدہ کے عید میں ہوا اس عہد کے لئے سب سے پہلے زہر ابن عبدالمطلب نے آواز اٹھائی جو آنحضرت ﷺ کے لئے چلائے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے نبی یا مہم، نبی زہر و زہر نبی اس ابن عبدالمطلب نے ان جانوروں کے لوگوں کو بلایا۔ یہ سب عہد اللہ ابن عبدالمطلب کے کمر قب

ہوئے۔

عبداللہ ابن جدعان کی سخاوت..... (یہ مکر اور این جدعان تھی) کے نام سے ہی مشہور تھا اس خاندان کے لوگ جو جو ختم کھاتے تھے ختم کی فائز میں سے تھے اب سب لوگ ختم کی زندگی میں ایسے تھے جو ایک جیسے ایک ہی مکر کے لوگ ہوتے ہیں۔ ختم میں سب کو کھانا پینا تھا یہ عبداللہ ابن جدعان پر روز اپنے مکر میں لگی فائز دینا کیا کرنا تھا اور شر میں اس کے کوئی پکڑ نہ کر سکتا کیا کرتے تھے کہ جو شخص بھی گشت دور چلی کا شوقین ہو (یعنی کھانا پینا ہو) وہ ابن جدعان کے مکر پہنچ جاتے۔ وہ اپنے یہاں فائز دیکھ لیا کرنا تھا اور ایک کھانا کھا ہوا تھا اور اس سے قریش کی قاضی کیا کرنا تھا (یہ فائز کا دور تھا) اور وہ چار کر اسے کا سب یہ ہوا تھا کہ۔ اس سے پہلے ابن جدعان مجبور دور ستر سے آنے والوں کی قاضی کیا کرنا تھا اور پھر وہ چار کرنا تھا ایک دھڑ ایک شخص اسے ابن ابی ملت (سفر میں تھا کہ اس کا گزرنی وہاں کے لوگوں کے یہاں ہوا اس نے اس کا کھانا دیکھا جو کیوں اور شد سے بچا جاتا تھا) یہ بھی دیکھا کھانا ہوا تھا) یہاں سے آکر امیر ابن ابی ملت نے ان کی تعریف میں یہ شعر کہے۔

وَقَدْ رَأَيْتَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَالْأَهْلِيَّةَ وَفِيهِمْ  
فَرَاتُ بْنُ أَخْتَرٍ مَعَهُ نَيْفٌ وَالْفَضْلُ

ترجمہ :- میں نے بہت سے میر جان بھی دیکھے اور ان کی بیویاں بھی دیکھی مگر ان سب میں میں نے  
فائز کو سب سے زیادہ بہتر اور افضل پایا۔

أَجْرُ الْبَيْتِ بِأَهْلِهِ بِفَضْلِهِ  
لَا تَأْخُذُ بِمَنْعَةٍ مَعَهُ

ترجمہ :- جب تم ان کی دھندھیانیت میں پہنچے تو میں سلوک اور خوش اخلاقی تمہارا استقبال کرے  
گی بہت اعلیٰ جدعان کے جن کی یہ خصوصیت جان کی جاتی ہے۔

اس کے یہ شعر عبداللہ ابن جدعان کے کالوں تک بھی پہنچے (میں پر اس کو شرم آئی کہ اس کا کھانا کم  
درجہ کا ہو گا ہے) اس لئے اس نے تک شام میں ہماری شرم میں اپنے کوئی جیسے دور ہاں سے اس نے کیوں، شد  
اور بھی منگوا کر اس کے بعد اپنے تو میوں کے دار بعد اعلان کر لیا کہ لوگ عبداللہ ابن جدعان کے دوسرے خواہوں پر قہقہ  
بانیں (اس طرح اس نے اس حد کو ختم کیا پھر پھر اب اسے ابن ابی ملت نے عبداللہ ابن جدعان کی تعریف میں  
ایک قصیدہ کہا جس کے چند شعر یہ ہیں :-

مَنْ مَنَعَ الْفَضْلَ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ كَمَنْ مَنَعَ  
الْحَيَاةَ مِنْ مَوْتٍ أَوْ الْمَوْتَ مِنْ حَيَاةٍ

ترجمہ :- کیا میں نے سنا ہے اپنی حاجت ضرورت یہاں کہ دل یا حیرتی حیا مراد میری طرف سے  
اس کو بھی گورا نہیں کرے کی جیسا کہ میں نے حیرتی حیا کی وجہ سے حیر نام ہی جسم حیا شرم نہ کھ دیا ہے۔

إِنَّمَا قَتَلَ قَتْلَ الْفَضْلِ قَتْلُ الْفَضْلِ  
وَمَا قَتَلَ قَتْلَ الْفَضْلِ قَتْلُ الْفَضْلِ

ترجمہ :- اگر کوئی شخص ایک دھڑی حیرتی تعریف اور دھڑی حیرتی کر دے تو اس کو ہر روز حیرتی قصیدہ  
خوانی کے بجائے یہ ایک ہی دھڑی حیرتی تعریف مقصدی کوئی کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔

تَجَرَّبْتُ مِنْ قَتْلِ الْفَضْلِ قَتْلَ الْفَضْلِ  
وَمَا قَتَلَ قَتْلَ الْفَضْلِ قَتْلَ الْفَضْلِ

عَنِ الْخَلْقِ الْفَاسِقِ وَلَا مَسَاءَ

ترجمہ :- تم ایک ایسے شریف و کریم ہو کہ جس کی شرافت اور طوفانِ فحشاء کی گندھام یکساں ہی رہتی

ہے۔

بَابُ مَا رَوَاهُ الْإِسْنَدُ فِي تَرْغِيبٍ وَنَهْيٍ

ترجمہ :- باب گو چاند (جو کہ سرحدوں کا موسم برداشت نہیں کر سکتا) اپنے بل میں چھپ کر بیٹھ رہتا ہے اس وقت میرے کہہ اور نیاخص کی ہوائیں اس تک بھی پہنچ کر اس کو زندہ کی کا پیغام پہنچ رہی ہیں۔

عبداللہ ابن جعد عان کی شراب سے توبہ ..... عبداللہ ابن جعد عان (اس کے مکان میں علف فضول یعنی وہ عود نامہ کیا گیا) ایک مرد سیدہ اور بہت سوز کوئی تھا یہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے زندہ جاویدت میں اپنے ہر شراب حرام کر لی تھی (یعنی بھی نہیں پیتا تھا) کہ پہلے یہ بہت شراب پیتا تھا اور نئے میں لہ رہتا تھا اس کے شراب چھوڑنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دفعہ رات کے وقت یہ نشہ میں دھند تھا (رات کا وقت تھا اور چاند چمک رہا تھا) اسی نشہ کی جھمک میں اس نے چاند کی روشنی کو بکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اچھلتا شروع کر دیا اس کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ اس کی اس احمقانہ حرکت پر ہنسنے لگے۔ یہ دھندہ نشہ لگایا تو لوگوں نے اس کو اس حماقت کے حلقہ نکالا یہ چونکہ سیدہ اور باحیث کوئی تھی اس لئے یہ دھندہ سن کر اس کو سخت شرمندگی ہوئی اور اس نے اسی وقت علف اٹھا کر توبہ کے بعد بھی شراب نہیں پیا (نہی کیا)

اسی طرح جن دوسرے لوگوں نے زندہ جاویدت میں اپنے توبہ پر شراب حرام کر لی تھی ان میں جناب ابن مفلح بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے بھی اسی قسم کی ایک حرکت پر شراب چھوڑنے کا عود کیا تھا اور کہا تھا۔

”میں ایسی چیز بھی نہیں چاہتا گا جس سے میری عقل چلتی رہے اور میرے سے کٹر روچ کے لوگ مجھ پر قہقہے لگائیں اور جو چیز مجھے طواغیت ہی بنی کے ساتھ نکال کر رہنے پر اکسائے اس بہت کو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔“

(اس دور پہانی تفصیل کے بعد اصل دھند یعنی علف فضول کے حلقہ نکال دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے چچا پیر ابن عبدالطلب نے اس شریفانہ عود کی تحریک کی تھی اور اس تحریک پر قبیلہ قریش میں سے بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی سعد ابن عبدالعزیٰ کے لوگ ان کے پاس عبداللہ ابن جعد عان کے مکان میں آکر جمع ہوئے) عبداللہ ابن جعد عان نے ان لوگوں کو کہا نکلا یہ اس کے بعد ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نام پر عود پینا نہ کیا کہ جب تک دریائے صوف میں تری باقی ہے یعنی ہمیشہ ہمیش ہم مظلوم کا ساتھ دیتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کو اس کا حق دلوں گے۔

ابن جعد عان کا انتہام ..... (یہ عبداللہ ابن جعد عان اگرچہ مسلمان نہیں ہوا تھا مگر سنی طور پر ایک شریف مزاج آدمی تھا اور عربوں کی خبر گیری کیا کرتا تھا چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

”عبداللہ ابن جعد عان عربوں کو کھانا نکالا کرتا تھا، مسلمانوں کی عزت اور تواضع کیا کرتا تھا اور بہت سے

ایسے کام کیا کر جا تھا تو کیا یہ ایسے کام قیامت کے دن اس کو کوئی ناکوہ پہنچائیں گے؟  
 آپ نے فرمایا۔

”نہیں اس لئے کہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اس نے دن اور رات کے کسی بھی لمحے میں یہ نہیں کہا کہ میرے پروردگار! روزِ جزا میں میری خطائیں معاف فرما دیجئے۔“  
 اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ابن کثیر) سے مروی ہے کہ عبد اللہ ابن جدعان مسلمان نہیں ہو اس لئے کہ یہ قول (یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا مسلمان ہی کا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ حدیث کا منشاء ہے کہ اگر وہ یہ بات کر دیتا (یعنی حق تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی مغفرت مانگ لیتا) تو کافر ہونے کے باوجود اس کی مغفرت ہو جاتی۔ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے یہ مروی ہے کہ اس نے لی گئی ہے کہ ابن جدعان ان لوگوں میں سے (نہیں) ہے جنہوں نے اسلام کا لفظ نہیں پایا بلکہ اہل فطرت یعنی جاہلیت کے دور میں حق تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے تھے بلکہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو اسلام کا لفظ مانگنا اس کے باوجود ایمان نہیں ملے۔ یہاں اس جگہ یہ سوال ضرور پیدا ہو تا ہے کہ اس میں کیا سختی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ۔ چہ کمر عبد اللہ ابن جدعان مجھے پر ایمان نہیں آیا۔ چہ نکوہ مسلمان نہیں ہوا (اس لئے اس کی مغفرت نہیں ہو گی بلکہ یہ فرمایا کہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ میرے پروردگار! میری خطاؤں کو روزِ جزا میں معاف فرما دیجئے۔)

عبد اللہ ابن جدعان کا لقب ابو ذر تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے (ابن جدعان کو اسی لقب سے پکارتے ہوئے) فرمودہ میں کفار کے قدیوں کے بارے میں فرمایا۔  
 ”انکہ ابو ذر یا معظم ابن عدی زعمو ہوئے اور ان میں سے کوئی مجھ سے ان قدیوں کو مانگتا تو میں یہ قدی اس کو پسہ کر دیتا۔“

عبد اللہ ابن جدعان کی شہادت اور فرائضی مضمون تھی (کہا جاتا ہے کہ اس کے یہاں کھانے کا یہ قیاس تھا کہ لوٹ سولہ لوٹ پر پہنچے پہنچے اس میں سے کھانا کھالیا تھا) چنانچہ البدایہ میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص اس پر قہر پک میں کر گیا تھا اس میں مذہب کو مر گیا۔

(ی) آگے فرمودہ کے بیان میں ذکر آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اور ابو جہل ابن جدعان کے دستِ خفاں پر متنا ہوئے اس وقت آپ ﷺ اور ابو جہل دونوں کم عمر تھے ابو جہل آنحضرت ﷺ کو ٹھیک کر آگے آئے کی کو ٹھیک کر لے گا، آپ ﷺ نے اس کو دھکے دیا تو وہ ٹھنوں کے ٹکی گرا جس سے اس کے چوت آئی اور ٹھکان چ گیا۔

عبد اللہ ابن جدعان کے کھانے کے برتن کے حلقے (حلقے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں سخت دوسر کے وقت ابن جدعان کے برتن کے سامنے میں بیٹھ جایا کرتا تھا۔“  
 (اس حدیث میں دوسر کے لئے عیسویہ یا ہجو کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے صُفْحَةُ صُفْحٍ کا لفظ استعمال کیا گیا ہو بخلاف میں دوسر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس بخلاف کے حلقے تخریج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہجو یعنی دوسر کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں لفظ گئی جو یہ لفظ اگلی کی تصویر ہے جیسے ابن عباسی جانا

کی تعمیر کی ہے یعنی مسجد مبارک۔ ہر حال یہ اُمّی قوم علاقہ میں کا ایک شخص تھا جس کو ایسے ہی وقت میں یعنی جتنی وہ ہر میں ایک دشمن نے قتل کر دیا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی باقی شخص قوم حدوتہ میں سے تھا اور جاہلیت کے زمانے میں عربوں کا دست بدلتا رہتا تھا اور ملحق تھا ایک وفد یہ شخص اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ عمرہ کے لئے لڑے سے کہ کے لئے روانہ ہو رہا تھا یہ کئے سے وہ منزل کے قاصد پر رو گیا تو بھری وہ ہر میں اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہ۔

”جو شخص کل ایسے ہی وقت کے قتل جانے تو اس کو وہ عربوں کا ثواب ملے گا۔“

(حالانکہ اس وقت تک یہ لوگ کئے سے دوسرے طوں کے قاصد پر تھے اور عام طور سے جو نہیں گھنٹوں میں کے نہیں قتل کئے تھے۔ مگر اس شخص سے یہ کہ کہ کل اس وقت تک کے قتل سے ثواب دیا جاتا ہے کہ انہوں نے پوری وفد سے اپنے اہل قتل کو وہ دیا یہاں تک کہ ان کے دن میں ہی وہ ہر شخص میں یہ لوگ کے قتل کئے (عربی میں جاہلوں کو تیز چلانے کے لئے حک کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ان لوگوں نے اُمّی کے کہنے پر اپنی سواروں کو جتنی وہ ہر میں دیا تھا اس لئے ہر وہ ہر کوئی شخص اصرار کیا جاتا ہے لگ چنانچہ ایک قول میں حضرت ابن عباس نے بھی اسی لفظ کو استعمال کیا ہے جو تقریباً ہی معنی میں ہے اور شاید ان کا یہ قول اس تشریح کے خلاف نہیں جو ہم نے پیش کی ہے۔) حضرت ابن عباس نے ایک وفد فرمایا۔

”ہم نے مسجد نبوی میں قتل کئے لئے متعدد اُمّی میں سے جلدی کی۔“

اس سے پوچھا گیا کہ یہ متعدد اُمّی کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ ”مرو یہ ہے کہ جو اس بات کا کوئی خیال نہ کرے کہ کس وقت روانہ ہو رہا ہے (یعنی چاہے جتنی وہ ہر میں کس وقت روانہ کا خیال کے بغیر چل پڑے) ابن جعد جان کی دولت کا عجیب راز۔“ یہ وفد ابن جعد جان اپنے کریم اور نوجوانی میں پیدا ہوا فقیر کوئی تھا مگر اس کے باوجود دست و پا پرور ہر نام بیش قسم کا شخص تھا اکثر کوئی نہ کوئی جرم کر گزرتا تھا اور اس کے باپ اور قوم کے لوگوں کو اس کی خطیوں اور جرموں کا بھگتن کرنا پڑتا تھا آخر اس کے خاندان والے اس کی خطیوں اور جرموں سے تنگ آگئے اور اس کے باپ نے اس کو گھر سے نکال کر عود کیا کہ اب بھی اس کو دیکھ نہیں لائے گا ابن جعد جان باپ کے گھر سے نکل کر کے کی گھاٹیوں میں بھٹکتا تھا اور پریشان حالی اور بے یاری کی وجہ سے موت کی تہ کو نہ کرنے لگا ایک دن اس کو ایک بہار میں ایک درختی نظر آئی۔ یہ اس میں گھس گیا چانک اس نے دیکھا کہ اس میں ایک بڑا بڑا دست ساپ بیٹھا ہوا ہے جس کی دونوں آنکھیں انکاروں کی طرح دیکھ رہی ہیں اور جیسے ہی اس کے قریب ہوا اس نے اس پر حمل کیا مگر جب یہ پیچھے ہٹا تو ساپ بھی اپنی جگہ دوبارہ بیٹھا گیا۔ اس نے کی دھڑکیا ہی کیا اور ہر وفد میں گزیر ہوا کہ ساپ اس کے قریب آئے پر اچھلتا تھا اور اس کے پیچھے بچتی ہی بھرا اپنی جگہ سکون سے بیٹھا جاتا تھا) آخر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ اصلی ساپ نہیں ہے بلکہ مصنوعی ہے۔ چنانچہ اب یہ بے تنگ اس کے قریب قتل کیا اور اس پر ہاتھ بیکر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ساپ سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں کی جگہ دو آفتاب تھے ہونے لگے تھے اس نے فوراً اس ساپ کو توڑ دیا اس کے بعد ابن جعد جان اس عمار کے اندر داخل ہوا جس کے دروازے پر یہ ساپ بٹھا گیا تھا وہاں اس نے دیکھا کہ پرانے بادشاہوں کی لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔ مگر اس نے دیکھا کہ اس عمار میں بے حدیل دولت رکھا ہوا ہے جس میں سونا چاندی، جو اہر است، آفتاب، موتی اور دوسرے قیمتی جواہر تھے ابن جعد جان نے جلدی جلدی بتنا مال نکالنا

نہیں تھا وہ نکال لیا اور باہر آکر اس عمارت کے قریب کچھ ٹکڑاٹ بکھڑے (تاکہ وہ بارہریاں کھینچنے میں کچھ مشکل نہ ہو) اس کے بعد وہ اس میں سے تھوڑا تھوڑا مال دولت نکال کر اپنی عمارت میں اس کو تنگ سرسری ایک تختی ملی جس پر لکھا ہوا تھا۔

”میں نبیؐ ابن ربیعہؓ میں کھنڈن میں نبیؐ ابن ربیعہؓ میں پانچ سو سال زندہ رہا میں دولت و عزت اور سلطنت حاصل کرنے کے لئے زمین کے پتے پتے پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھومنا کر یہ تمام مال و دولت اور حکومت مجھے دست سے نہ بچا سکی۔“

فرخ اس کے بعد عبداللہ ابن جعد خان نے اس دولت میں سے کافی مال اپنے باپ کو بھیجا اس مال کے بدلے میں قادیان باپ نے اس کے چرموں اور شرابوں کے بیوان میں لوگوں کو لوار کیا قادیان باپ نے اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی کافی مال و دولت دی۔ اس پر ان لوگوں نے اس کو اپنے سردار بنالیا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن جعد خان اس خزانے میں سے خوب نیا نیا سے خرچ کرنے لگا لوگوں کو کھانا کھاتا اور دوسرے نیک کاموں پر اپنی دولت خرچ کر۔

حکف فضول۔۔۔ (اس تفصیل کے بعد ہمارا اصل دھڑے یعنی ملک فضول کے متعلق بیان کرتے ہیں جس کے بارے میں پہلی سطروں میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پیادہ اور ابن عبدالمطلب کی تحریک پر بنی ہاشم، بنی زہرہ اور بنی اسد کے لوگ عبداللہ ابن جعد خان کے گھر پہنچ ہوئے جہاں ابن سب کو اس نے کھانا کھلایا اور اس کے بعد ان سب نے خدا کے نام پر عہد اور حکف کیا کہ جب تک درپائے موقوفہ میں ترقی ہوتی ہے ہم مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں گے اور اس کا حق اس کو دلاتے رہیں گے لایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔

”انہوں نے اس بات پر حکف کیا کہ ہم ہمیشہ مظلوم کا حق اس کو دلائیں گے اور ہمیں دلائیں گے اور مظلوم کے مقابلے میں کبھی ظالم کا ساتھ نہیں دیں گے۔“

”ای (ای) ملک فضول میں فضول سے مراد وہ مال یا حق ہے جو ظلم اور زیادتی کے ذریعہ کسی سے چھینا گیا ہو۔

(اس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہم ہمیشہ مظلوم کا حق یعنی فضول اس کو دلائیں گے) (ان لفظوں کے متعلق کہتے ہیں کہ) بعض علماء کی رائے میں یہ الفاظ راوی کی طرف سے اضافہ کئے گئے ہیں (اصل روایت میں نہیں ہیں) بعض علماء نے ان لفظوں کے ساتھ اس روایت میں یہ اضافہ بھی لکھا ہے کہ۔

”جب تک درپائے موقوفہ میں ترقی ہوتی ہے اور جب تک حرام اور غیر ہلالی ہتھیوں پر موجود ہیں (ہم) مظلوم کا حق دلاتے ہیں گے۔“

(ی) جیسا کہ بیان ہو ان سب باتوں سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ تک ہم اس ملک کی پابندی کرتے رہیں گے۔

حکف فضول کی عظمت۔۔۔۔۔ اس عہد اور ملک کے موقوفہ پر رسول اللہ ﷺ بھی قریش کے ساتھ موجود اور شریک تھے (چونکہ یہ ملک نامہ ایک شریفانہ عہد تھا جس میں مظلوم کی حمایت کا عہد کیا گیا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس عہد کو ہمیشہ پابند فرمایا اور اس کو چوری تائید اور حمایت فرمائی) چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔



”میں بنی جدعان کے مکان پر جس عداوت میں شریک ہو اگر اس سے غداری کرنے کے بدلے میں مجھے کوئی سرخاؤنٹوں کی بھی پیش کش کرے تو میں اس سے غداری پسند نہیں کر سکتا۔“  
(قال) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ :-

”میں عداوت اربعہ جدعان کے مکان میں ہونے والے عداوت میں شریک تھا۔ اگر اس کے بدلے میں مجھے کوئی سرخاؤنٹ پیش کرے تو میں نہیں لوں گا اور اگر اس عداوت کے نام پر اسلام میں بھی کوئی کوڑا دے تو میں ہلکے کھوں گا۔“

(ی) یعنی اگر کوئی مظلوم آج بھی اے صفِ فضول و علو! کہہ کر دہائی دے تو میں اس کی فریاد کو بچوں گا، کیونکہ اسلام تو کیا ہی اس لئے ہے کہ سچائی کا کام بند کرے اور مظلوم کی بدولت حمایت کرے۔  
تو یہ جاہلیت میں عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جنگ یا مصیبت کے وقت کوئی اپنے جانچنے والوں کے ہاتھ پر ہاتھوں میں فریاد کیا کرنا تھا کہ ۔ اے تل غلبہ ۔ اے تل غلبہ ۔ اس پکار کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ میری مدد کو پہنچے ۔ چنانچہ جس کا نام لے کر پکارنے والا پکارنا تھا اس کی ولادت کے لوگ تنہا ہی نہ رہتے تھے اور پتہ چکے بغیر اس پکارنے والے کی جان کے خاندان یا قبیلہ کا کوئی ہوتا تھا اس کی حمایت کرنا شروع کر دیتے تھے۔ اسلام نے اس قسم کی فریاد اور پکار دوا کے نام پر اس کی خواہش کو پکارنے کا طریقہ قسم کر دیا۔ مگر اس عداوت کی جو شرط تھی کہ اس میں اسی قسم کے غفلتوں سے فریاد کو ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر پکارنے والا مظلوم ہے کہ اے تل غلبہ فضول ۔ اے صفِ فضول و علو! اس کے متعلق کہتے ہیں کہ (یہی) یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے فتنہ جاہلیت کے اس طریقے کو قسم کر دیا ہے کہ یہ غفلان اور یا تل غلبہ کہہ کر جنگ یا مصیبت کے وقت فریاد کی جائے (اس لئے اس عداوت کا یہ مطلب لینے میں اشکال ہو گا ہے مگر حارسہ شامی کہتے ہیں کہ یہ پکار سبکی ہے اس لئے اس کے ساتھ اس طرح فریاد کرنا جائز ہے) (کیونکہ یہ پکار ایک مظلوم کی ہوگی جو اپنے جان و حق کے لئے غفلتوں کو پکارے گا جو اس کا حق دہانے میں اس کی پیروی کریں گے جس قومی و خانہ داری پر پکارا گیا ہے اس سے اندھ بھی حمایت نہیں کریں گے کہ حق اور باطل دیکھتے بغیر اپنے خاندان کے آدمی کی مدد شروع کریں) ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ نے اسی صفِ فضول میں اپنی شرکت کے متعلق فرمایا۔

”میں نے قریش کے کسی بھی صف اور عداوت میں شرکت نہیں کی سوائے صفِ مطہین کے کہ اس میں میں اپنے بچوں کے ساتھ شریک ہوا اب اگر اس عداوت کو توڑنے کے بدلے میں مجھے سرخاؤنٹ بھی دے دیے جائیں تو میں اس عداوت کو نہیں توڑوں گا۔ (ی) یعنی اگر کوئی اس عداوت کو توڑنے کے لئے سرخاؤنٹ (جیسی قیمتی چیز) دے گا بھی مجھے لالچ دے تو میں اس کو توڑا کوڑا نہیں کروں گا اور مطہین جن کو کہا جاتا ہے وہ ہاشم مذہبہ میں اور عذر دم ہیں۔“

صفِ مطہین اور حلفِ فضول کا فرق ..... اس روایت میں صفِ فضول کو صفِ مطہین کہا گیا ہے حالانکہ صفِ مطہین کے متعلق سیرت علیہ السلام کے گوشہ صفحہ است پر تفصیل گزر چکی ہے کہ یہ عداوت عداوت نے اپنی حمایت میں لیا تھا۔ بنی عبد مناف کہے کے مناصب اپنے بچے عبداللہ کی ولادت سے پچھنا چاہتے تھے اس پر انصاف نے اپنے حوالہ سے عداوت قائم کی صورت یہ ہوئی تھی کہ بنی عبد مناف کی ایک عورت آمنہ عظیم رضاعت عبدالمطلب نے جو آنحضرت ﷺ کی پھولی تھیں خوشبو سے بھرا ہوا ایک چال نکالا اور اسے اپنے

جایوں کے لئے حرم میں رکھ دیا۔ پھر سب نے اپنے ہاتھ اس پالہ ڈبوئے۔ ان ہاتھ ڈبوئے والوں میں نبی  
عہد منان کے جانی قبیلے بھی تھے جو یہ ہیں نبی ذرہ نبی احمد نبی عبدالمعزی۔ نبی حمید نبی خرو اور نبی حرس ایسی تھیں۔  
اس طرح قریش کے ان پانچ خاندانوں نے یہ نو شیوا کر خد کیا تھا کہ ہر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ چونکہ  
نو شیوا کو عربی میں شیب کہتے ہیں اس لئے ان نو شیوا لگانے والوں کو مطہون کہا گیا۔ ان کے حسابے میں نبی  
عہد الدار نے اپنے ساتھی خاندانوں سے اپنی مدد کا مدد اور حلف لیا اور ان کا نام احلاف پڑ گیا تھا۔

غرض یہ معاہدہ مطہین کا معاہدہ کہلایا نہیں اس وقت آنحضرت ﷺ اس عالم میں تشریف نہیں لائے  
تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں حلف فضول کو ہی حلف مطہون کے نام سے  
ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ حلف مطہون سے اصل حلف مطہون تو مراد لیا نہیں جاسکتا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش  
سے بھی پہلے کا واقعہ ہے اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ

اس حدیث میں مطہون کی جو تشریح کی گئی ہے اس کے حلقہ و مدار پہنچتے ہیں کہ مطہین کی یہ  
تشریح اسی طرح روایت کی گئی ہے جو بعد میں اس میں شامل کی گئی ہے (کیونکہ مطہون کی اصل تشریح جو روایہ  
گردی ہے یہ اس سے مختلف ہے بلکہ اس میں جانا کہ یہ تشریح اس نے کی ہے۔

مدار پہنچتی ہے کتاب سنن کبریٰ میں اس حدیث میں ان کی حدیث یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ  
تشریح جو روایہ کے قول میں ہے یا کسی اور کے قول میں۔ یہاں تک مدار پہنچتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ حلف مطہین کے زمانے میں آنحضرت ﷺ موجود ہی نہیں تھے۔ (یہ اس لئے کہ  
جیسا کہ گردی چاہے یہ معاہدہ نبی عہد منان کی عہد منان یا شہم اور ان کے بھائیوں عہد شہم۔ مطلب اور نوخل نے  
نبی ذرہ نبی احمد نبی عبدالمعزی نبی حمید اور نبی حرس ایسی تھیں کہ ساتھ کیا تھا نبی خرو و مدغیرہ کے حسابے میں کیا  
معاہدہ انہوں نے اپنے چچا کی اور نبی عہد الدار نبی قیس اور ان کے بھائیوں نبی خرو و مدغیرہ کے حسابے میں کیا  
تھا۔ ان لوگوں کو احلاف کہا جاتا ہے جیسا کہ جان بول یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے جو احلاف  
ہوئے کہ آنحضرت ﷺ حلف مطہون کے زمانے میں موجود ہی نہیں تھے اس لئے اس حدیث میں مطہون کا لفظ بھی  
مدغیرہ کا داخل کیا ہوا لگتا ہے صرف مطہون کی تشریح ہی داخل کردہ نہیں کھلانے کی جیسا کہ مدار پہنچتی کے  
کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اب کو یاد حدیث کی اصل حدیث یہ ہو گئی کہ۔

میں نے قریش کے کسی بھی حلف اور معاہدہ میں شرکت نہیں کی سوائے ایک عہد کے جس میں میں  
اپنے بچوں کے ساتھ شریک ہوا۔ یہاں مدغیرہ کو خیال ہوا کہ حلف فضول ہی حلف مطہین ہے لہذا اس نے حلف  
کے لفظ کے ساتھ مطہین کا لفظ جو مدار ان کا اور ان کی اولاد کا کر دیا۔

(حلف فضول کو یہاں حلف مطہین کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس بات کا جواب یہ بھی دیا  
جاتا ہے کہ مدار ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب (حلف فضول کے لئے) عہد اللہ ابن جدعان اور ذرہ ابن  
عہد اللہ نے قریش کے اس مجمع میں دعوت دی (جو عہد اللہ ابن جدعان کے مکان میں چلایا گیا تھا) تو سب سے  
پہلے جن لوگوں نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہی اور اس کو قبول کیا وہ نبی شہم نبی مطلب نبی احمد نبی ذرہ اور  
نبی حمید تھے۔ یہاں تک ابن اسحاق کا کلام ہے۔

اب یہ بات تو واضح ہے ہی کہ حلف مطہین کے اصل لوگ یہ ہی خاندان تھے۔ لہذا اس حلف فضول

میں بھی چونکہ میں ہی خانہ خاںوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سب سے پہلے اس کے حق میں کھڑا ہوا تھا اس لئے اس عہد کو بھی حلفِ مطہرین کہہ دیا گیا (اس لئے کہ مطہرین حق میں لوگوں کو کھینچا کرتا تھا اور ان ہی مطہرین کے خانہ خاںوں نے اس میں بھی حصہ لیا اور خود بھی مطہرین کہلاتے تھے) یہ بات بھی قابلِ غور ہے۔

**لفظ فضول کا مطلب**۔ اب جہاں تک اس حمد کو فضول کہا گیا اس کی ایک وجہ تو وہی خلائی جاتی ہے جو کجیلی سطروں میں بیان کی تھی کہ ان لوگوں نے اس بات کا عند کیا تھا کہ وہ حق یا باطل عقائد کو پہنچانے کے جو اس سے زبردستی پہنچا گیا ہو (یہ کہ کجیلی سطروں میں لفظ فضول کی یہی تفسیر تھی) جاتی ہے کہ وہ چیز جو ظلم اور زبردستی سے کہنی جائے) لیکن اس حمد کو فضول کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ یہ حمد خود کمزور ماننے کے اس حمد کے پیروں تھا جو قبیلہ بنی جرم کے تین قوموں نے آپس میں کیا تھا ان قوموں کا کام افضل حمد

بعض موزوں قول نے یہ کھلبے کہ اس حد کی تحریک کرنے والے ان میں کے جن معزز کوئی تھے جن میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا وہ تینوں یہ ہیں: فضل ابن فضل، فضل ابن خالد اور فضل ابن حارث۔ یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ ان میں کے تین معزز کوئی۔ ان سے مراد بظاہر قریش ہیں۔ فرض ان تینوں نے اس بات کا حلف کیا تھا کہ ہم خاتم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کیا کریں گے۔ اب گویا فضول کو فضل کی جمع کرنا چاہئے (جس سے ان تینوں کو یہاں کی طرف اشارہ ہے)

ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اس عہد کو فضول میں لئے گا کیا پنجہ حق عہد کرنے والے لوگوں نے اپنا کلمہ خود کا عقل بل مصافحوں کی مصافحہ دہی کے لئے نکالا تھا۔

ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ (اس عہد کو فضول اس لئے کہا گیا کہ اس عہد کرنے والے لوگوں نے اپنا انوکھا فلسفہ عملی مسائل میں اپنایا کی وجہ سے اس عہد کو غریبوں کے لئے نکالا تھا۔

ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے یہ وعدہ کیا تھا ان کے متعلق قریش کے عام لوگوں نے کہا تھا کہ یہ ایک فتنہاں سواٹے میں جڑے ہیں۔

**حلف فضول کا سبب.....** اس حلف فضول اور عظیم کی حمایت کا جود کرنے کا سبب یہ واقعہ ہوا تھا کہ قبیلہ زیدیہ کا ایک شخص اپنے بچہ کو مال کے کہنے کو لے یہ مال اس سے حاصل کیا۔ انہوں نے خرید لیا۔ یہ عاصم کے کے چارے اور سمور لوگوں میں سے تھا۔ اس نے مال تو لے لیا تھا اس کی قیمت دو گنی۔ اس عظیم کے خلاف یہ زیدی شخص بنی عبداللہ بنی خروم بنی حج بنی سم اور بنی عدی ایسی کعب کے پاس فریاد لے کر گیا اور عاصم کے خلاف اس خاندانوں سے بددعا کی مگر چونکہ عاصم کے کے چارے لوگوں میں سے تھا اس لئے ان سب لوگوں نے عاصم کے خلاف اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور اس زیدی شخص کا ذاتی ٹیٹ کر دیا۔ جب زیدی نے اس لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو انہیں اس سے بددعا کو سہارا ملے ہوئے کے وقت اور تیس باقی پہاڑ پر چڑھا جبکہ قریش اپنے مکانوں کے اندر ہی تھے وہاں چڑھ کر اس شخص نے بہت بلند آواز سے شمرنے لگے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ :- اے فریادوار ایک مظلوم کی مدد کر جو اپنے گھر اور وطن سے دور ہے اور جس کی تمام پراختی  
 اور سرمایہ اس وقت تک کے اندر ہی ہے۔

وَمَنْ يَفْعَلْ يَفْعَلْ يَفْعَلْ  
بِأَمْرِ اللَّهِ وَبِأَمْرِ النَّبِيِّ

ترجمہ: ایک ایسا عزم یعنی احرام والا اور پریشان ہونے والا بھی اپنا عزم بھی پورا نہیں کیا۔ اور اسے لوگوں اور دو حقداروں (یعنی ہر اس اور مقام پر انکم) کے درمیان میں ہے۔

بِأَمْرِ اللَّهِ وَبِأَمْرِ النَّبِيِّ  
وَالْأَمْرُ بِالْإِحْرَامِ

ترجمہ: عزت و احرام صرف اس کا ہی کیا جائے گا جو شرافت و اخلاق کے معیار پر پورا اترتا ہو۔  
(محض حرم میں ہونے کی وجہ سے اس شخص کا احرام ہرگز نہیں کیا جائے گا جس نے کہا ہوں اور سبے میانی کا جلد ہوں رکھا ہو۔

(اس زبیدی شخص کی یہ فریاد سن کر ذہیر ابن عبد المطلب پر مستلزم ہو اور وہ عبد اللہ ابن جدعان اس معاملے میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ملک فضول کی دماغی تلبیہ کی جیسا کہ بیان ہے اور پھر ان کے پاس قرابت کے دوسرے سردار جمع ہوئے۔ جن کی تفصیل گزرنے لگی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس زبیدی کے معاملے میں اس کی فریاد سن کر وہاں موجود سلیطان اٹھتے تھے اور انہوں نے عبدود ملک کیا تھا کہ وہ دونوں عالم کے معاملے میں مظلوم کی مدد کے لئے ایک جہاں ہو کر کو شمش کریں گے یہاں تک کہ مظلوم کو اس کا حق و ساریت سے باز نہ پاد۔ ستہ لاری۔ اس کے بعد یہ دونوں جاس ابن وائل کے پاس پہنچے اور اس سے زبیدی شخص کی اصل شکل و اگر وہاں اس کو رہا۔

اقول۔ سوانح کہتے ہیں: امامہ سبکی نے لکھا ہے کہ قبیلہ حاتم کا ایک شخص ایک دفعہ کے کید (یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ملک فضول کا امجد ہمارے ہو چکا تھا) یہ شخص عمرہ کرنے پہنچ کر اس کے لئے کیا تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو اپنے وقت کی حسین ترین لڑکی تھی۔ اس کے ساتھ ایک شخص نیچے اٹھ جانے لے اس لڑکی کو نہ کہ اس کے باپ سے چھین کر اپنے ساتھ لے گیا۔ (اس شخص نے ہر طرف فریاد کی تو اس سے کہا گیا کہ تم ملک فضول والوں سے جا کر فریاد کرو۔ یہ شخص فوراً انہوں کے پاس جا کھڑا ہوا اور وہاں اس نے وہی دہائی۔

”مے ملک فضول والو!“

اس فریاد کو سنتے ہی ہر طرف سے لوگ اور دزدہ ذکر اس کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے اپنی تلواریں کھینچ لی۔

”تمہارے لئے ہمارا آگلی۔ تمہیں کیا عداوت پیش آیا۔“

”اس نے کہا کہ نیچے نے میری بیٹی کے معاملے میں کچھ پر غم کیا ہے اور اسے کچھ سے زبردستی ہمیں کرنے کیا ہے۔ یہ سنتے ہی یہ سب لوگ فوراً نیچے کے مکان پر پہنچے اور اس کے مکان کے دروازے پر جا کر اسے بلایا۔ نیچے جب باہر آیا تو ان لوگوں نے اس سے کہا۔

”تو کی کو باہر لاؤ۔ تمہارا ہر تم نہیں جانتے ہم کون ہیں اور ہم نے کیا عدا کیا ہے؟“

نیچے نے کہا۔

”میں لڑکی کو وہاں کر رہی گا مگر آج کی رات مجھے اس کے ساتھ گزرنے دے۔“

حلف فضول دہلوں نے کیا ہرگز نہیں اہم ایک گھڑی کے لئے بھی لڑی کو قہار سے پاس نہیں رہے ہیں گے۔"

آخر شیخ نے لڑی کو نکالا اور اس کے باپ کو واپس کر دیا۔

حلف فضول کی اہمیت..... اسی عہد کے مصنف میرت و میاٹی میں یہ واقعہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور ولید ابن عقبہؓ ابن ابی سفیان کے درمیان ایک میل کے سلسلے میں جھگڑا تھا یہ حضرت حسینؑ کا مال تھا حضرت حسینؑ نے ولید سے کہا۔

"میں اللہ کے نام پر حلف لے کر کہتا ہوں کہ باقی تم میرے حق کے سلسلے میں میرے ساتھ انصاف کرو ورنہ میں اپنی تلوار لے کر مسجد رسولؐ جگہ میں گھڑا ہوں گا اور حلف فضول کے لئے لوگوں کو دعوت دوں گا۔"

(ی) یعنی ایسے عہد کے لئے لوگوں کو دعوت دوں گا جیسا کہ حلف فضول قہار کو روکا عالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کا عہد ہے۔"

حضرت حسینؑ کی اس بات پر بہت سے لوگوں نے رضامندی کا اظہار کیا ان میں حضرت عبداللہ ابن زہرؓ بھی تھے کہ وہ اس وقت تک مدینے ہی میں تھے۔ جب ولید ابن عقبہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؑ کی بات پر بہت سے لوگوں نے رضامندی ظاہر کر دی ہے جن میں حضرت عبداللہ ابن زہرؓ بھی ہیں تو اس نے حضرت حسینؑ کے حق کے سلسلے میں ان کے ساتھ انصاف کر دیا جس سے حضرت حسینؑ بھی راضی ہو گئے۔ واللہ اعلم۔



## باب پانزدہم (۱۵)

## ملک شام کا دوسرا سفر!

آپ کا یہ دوسرا سفر حضرت خدیجہؓ کے حکام مصر کے ساتھ ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک کے بارے میں چہ قول ہیں جن میں سے سب سے زیادہ صحیح قول یہ کہ بیس سال کا ہے جس پر عام علماء کا اتفاق ہے۔ دوسرے قول گزردہ ہیں جن کی پشت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس وقت کے میں آنحضرت ﷺ کو لوگ "امین" کے سوا کسی نام سے نہیں پکارتے تھے (جس کے معنی ہیں امانت دار) آپ ﷺ کا یہ لقب آپ ﷺ کی ان پاک خصلتوں کی بناء پر چڑ گیا تھا جن کا پچھلے صفحات میں بیان گزرد چکا ہے۔

سفر کا سبب..... آنحضرت ﷺ کے اس سفر کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دولت مند آپ ﷺ کے بچا ابو طالب نے آپ سے کہا:-

اے خدیجہ! میں ایک بہت غریب آدمی ہوں اور قلم سالی کی وجہ سے وقت اور زیادہ سخت آجڑا ہے اور کافی عرصہ سے یہ شنگ سالی اور قلم کا دور چل رہا ہے۔ ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے جس سے اس وقت میں ہم کام چلا سکیں اور نہ کوئی مدد ملی ہو۔

(اس وقت حضرت خدیجہؓ کا گھرانہ ہی پر ایک تہذیبی قافلہ ملک شام کو جانے والا تھا حضرت خدیجہؓ ایک معزز و شریف اور بہت دولت مند خاتون تھیں۔ ابو طالب نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے کہا:-

"یہ تہذیبی قوم کا ایک تہذیبی قافلہ ہے جو ملک شام کو جانے والا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد اپنے تہذیبی قافلوں میں تہذیبی قوم کے کوئیوں کو بھیجا کرتی ہیں، جو ان کے سال میں ہجرت پر مطالبہ کر لیتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں مگر تم ان کے پاس جانا اور اپنی خصلت غنی کرو تو وہ پچھے تہذیبی پیشکش کو قبول کر لیں گے اور دوسروں پر تمہیں غنی تر دیں گی کیونکہ ان تک تہذیبی پاکیزگی کے واقعات پہنچے ہیں۔ اگرچہ میں اسے پسند نہیں

کر تاکہ تم ملک شام جاؤ کیونکہ میں یہودیوں کی طرف سے قہداری حلقہ دار جاہلوں، لیکن ساتھ ہی قہدے کے لئے میرے نزدیک اس کے سوا کوئی پادشاہ بھی نہیں ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے وہ یعنی خدیجہؓ خود ہی اس سلسلے میں میرے پاس کسی کو بھیجیں (کیونکہ حضرت خدیجہؓ کو اس وقت اپنی جدت کے لئے کسی معتقد اور معتبر آدمی کی ضرورت تھی اور یہ بات سب جانتے تھے کہ اس وقت کے میں آنحضرت ﷺ سے زیادہ شریف پاکیزہ امانت دار، قابل اعتماد اور سمجھدار انسان دوسرا کوئی نہیں تھا۔ مگر ابوطالب اس وقت صحت پریشان حال تھے اس لئے انہوں نے کہہ دیا: ”مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں قہدے سوا کسی دوسرے سے معاملہ نہ کر لیں اور پھر قہدے کے لئے دہرا دھوپ کرتی بنے۔“

(مگر آنحضرت ﷺ کو اطمینان تھا کہ حضرت خدیجہؓ خود ہی آپ ﷺ کو بلاوائیں گی چنانچہ آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد ابوطالب آپ کے پاس سے اٹھ گئے۔ اب حضرت خدیجہؓ کو کسی ذریعہ سے یہ گھٹو معلوم ہو گئی تو آنحضرت ﷺ سے ابوطالب نے یہ خبر سن کر کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کا یہ حال ہے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا اور آپ ﷺ سے کہہ دیا: ”میں نے آپ ﷺ کی سچی امانت داری اور نیک اخلاق کے حلقہ بنا ہے اور اسی وجہ سے میں نے آپ ﷺ کو بلا دیا ہے۔ میں آپ ﷺ کو اس امرت کا دھکا دوں گی جو میں آپ کی قوم کے دوسرے آدمیوں کو دیتی ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے اس کو منظور فرمایا۔ پھر آپ اپنے چچا ابوطالب سے ملے اور ان کو یہ بات بتلائی ابوطالب نے یہ سن کر کہہ دیا:

”یہ روزی اللہ تعالیٰ نے قہدے کے لئے پیدا فرمائی ہے۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے ختام بھرے کے ساتھ ملک شام کے لئے روانہ ہو گئے اور ان کے وقت حضرت خدیجہؓ نے اپنے ختام بھرے سے کہہ دیا:

”میں کی کسی معاملہ میں تاخیر مانتا کرتا ہوں کی دہانے سے کبھی انتظار نہ کرتا۔“

دوسرے دن کی روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ کے سب چچا قائلہ والوں کو آنحضرت ﷺ کی خبر گیری کے حلقہ دہانت کرنے کے (کیونکہ قہدہ داری کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا یہ پہلا سفر تھا)

مسطور اور اہب کا واقعہ ..... آنحضرت ﷺ کی روانگی کے ساتھ ہی آپ کا یہ مجزہ ظاہر ہوا کہ ایک چوٹی نے آپ ﷺ کے قہر سا یہ کر لیا (اور آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلے گئے۔ اب آنحضرت ﷺ شام پہنچے تو آپ بھرئی شہر کے بازار میں ایک درخت کے سامنے میں اترے۔ یہ درخت ایک عیسائی دراہب کی مالک کے پاس تھا۔ اس دراہب کا نام مسطور تھا۔ یہ دراہب مسطور کو چاہتا تھا کہ اب اس نے میرا کو دیکھا تو کہہ خاکلہ سے نکل کر آیا (دوسرے دن آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور درخت کے نیچے آکر ٹھہرے تھے اس نے میرے سے آنحضرت ﷺ کے حلقہ پوچھا۔

میرا وہ شخص کون ہے جو اس درخت کے نیچے آکر اترتا ہے؟“

میرا نے بتایا کہ یہ ایک قریشی شخص ہیں اور حرم انوں سے ہیں۔ یہ سن کر دراہب بولا:



”اس وقت کے بچے نبی ﷺ کے سوا کبھی کوئی نہیں بیٹھا۔“

”یہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وقت کو ایسا اس سے چھپا ہے کہ اس کے بیٹے نبی کے سوا کوئی دوسرا شخص بیٹنے کے اس کے بعد اس نے میرے چچا کیساں کی آنکھوں میں سرئی ہے؟“

میرے کہا

”ہاں ابو یہ سرئی کبھی نہیں جاتی۔“ کتب مسطورہ اہلب نے کہا۔

”یہ وہی چیز۔ یہ آخری خبر ہیں۔ کاش میں وہ زندہ پاسکتا جب ان کو حضور کا حکم ملے گا۔ یعنی جب ان میں نبوت ملے گی۔“

اب میرے نے بھی اس پر غور کیا۔ (ی) آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں جو سرئی تھی وہ سفید مچلے میں تھی جس کو ٹھنک کہا جاتا ہے۔ اسی نے آنحضرت ﷺ کے طبع مبارک کے حلق کیساتھ ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں دیکھے تھے۔ یعنی ایسی آنکھوں والے تھے جن میں سفیدی ناکل سرئی تھی۔ یہ سرئی یعنی ٹھنک قدیم کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کے طور پر ذکر ہے۔ جیسا کہ چچے بیان ہو چکا ہے۔

نبوت کی تصدیق..... (قال) مسطورہ اہلب کا یہ واقعہ علامہ فیضیام دی کی کتاب شرف میں اس طرح ہے کہ ”جب اہلب نے دیکھا کہ ایک بلی آنحضرت ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہے تو وہ دیکھا اور اس نے (واقعی دلوں سے) کہا کہ تم حق کے کیا ہو۔ حضرت طبرکہؒ کے تمام میرے کہتے ہیں کہ بھر وہ چپکے سے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ کے سر اور آپ کے قدموں کو اس سے کہنے لگا۔

میں آپ ﷺ پر ایمان لایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرأت میں ذکر فرمایا ہے اس کے بعد اس نے کہا

”مے نے نبی ﷺ میں نے تم میں تمام کتابیں دیکھ لی ہیں۔ (ی) یعنی وہ تمام کتابیں جو قدیم کتابوں میں آپ ﷺ کی نبوت کی علامتوں کے طور پر ذکر ہیں صرف ایک نشانی دیکھ لی باقی رہ گئی۔ اس لئے آپ مجھے اپنا مؤلفہ ماحول کر دکھا دیجئے۔“

آنحضرت ﷺ نے اس کے سامنے اپنا شانہ مبارک نکھولا تو اہلب نے دیکھا کہ وہی مر نبوت نکھلا رہی تھی وہ اہلب فوراً یہ کہتے ہوئے اس مر نبوت کو چومنے کے لئے ہٹکا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خیراتی ہیں جن کے حلق حضرت عیسیٰ امی سریم نے خوش خبری دی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ۔ میرے بعد اس وقت کے بیٹے کوئی نہیں بیٹھے گا سوائے اس خیر کے جو آئی (یعنی ابن چھہ) ہاشمی، عربی اور کئی (یعنی کے کار بنے والا) اور کلا (قیامت میں) اوحش کو شوالا، شطامہ، اور لواء محمد (یعنی طبرکہ) ہو گا۔“

(علامہ فیضیام دی کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسطورہ اہلب مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے حلق کہتے ہیں)

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ کتاب اور میں ہے کہ۔ مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا جو اس مسطورہ اہلب کو صحابہ میں جاد کر تا ہو جس طرح کہ بعض علماء نے بخیر اور اہلب کو صحابہ میں سے ٹھکرایا ہے جبکہ مناسب یہ

معلوم ہوتا ہے کہ مسطورہ راہب بھی اسی جیسا ہو۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

بجیراہ نور مسطورہ راہب اہل فترت میں سے ہیں۔۔۔۔۔ اس سے چھپے کا کیا تھا کہ آگے بیان کر رہا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ بجیراہ نور مسطورہ اور ابن جیسے دوسرے وہ لوگ جنہوں نے (آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں وہ اہل فترت میں سے ہیں اہل اسلام میں سے نہیں ہیں چہ جائے کہ ابن کو صحابی کہا جائے اس لئے کہ مسلمان اس کو کہا جائے گا جس نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا قرآن رسالت کے لی جانے کے بعد کیا ہو۔ اس کی مزید تفصیل آگے بیان ہو گی۔

فرض اسی منہج علامہ حافظ ابن جریر نے کتاب اصحاب میں لکھا ہے کہ جن کتابوں میں بجیراہ کو صحابہ میں شمار کیا گیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ صحابی کا یہ مطلب ہے وہ بجیراہ پر پورا نہیں آتا بلکہ صحابی اس مسلمان کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہو اور ایمان پر ہی مرا ہو۔ بلکہ علامہ ابن جریر کہتے ہیں کہ میں نے مسلمان کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ لوگ صحابی کی تشریف سے نکل گئے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے ایمان لائے ہوں جیسا کہ یہ شخص یعنی بجیراہ راہب ہے (کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھنے کے بعد آپ میں نبوت کی علامتیں پہچان لیں اور آپ پر ایمان لایا مگر اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ کا ظہور نہیں ہوا تھا اور آپ کے ظہور سے پہلے کسی بھی نبی کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ مسلم کے معنی ہیں اسلام والا جبکہ آپ کی نبوت کے ظہور سے پہلے اسلام قاضی نہیں اس لئے بجیراہ نے اگرچہ آپ کی رسالت کی تصدیق کی مگر اس کو مسلمان بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائے کہ صحابی کہا جائے یہاں تک حافظ ابن جریر کا کام ہے۔ اس سے علامہ ابن جریر کی مراد بھی وہی ہے جس کو ہم نے پہلی سطروں میں بیان کیا کہ بجیراہ نور مسطورہ راہب وغیرہ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ذہن نہیں پایا بلکہ نبوت سے پہلے آپ کی زیارت کی اور آپ کی نبوت رسالت کی تصدیق کی وہ اہل اسلام میں سے نہیں ہیں بلکہ اہل فترت میں سے ہیں اہل فترت کی تشریف اور ان کے انجام کے متعلق تفصیل سیرت طیبہ قرۃ کے مکتبہ عثمانیہ میں گزردہ ہو چکی ہے)

یہ مسطورہ راہب شاید وہی ہے جس کی طرف عیسائیوں کے ایک فرقہ مسطوریہ نسب ہے۔ کیونکہ عیسائیوں میں تین فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہی مسطوریہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (نور اللہ علیہ السلام) تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ دوسرا فرقہ یسوعیہ کہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ (نور اللہ علیہ السلام) عیسیٰ خود اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو زمین پر اتارے اور اس کے بعد وہ انہیں آسمان پر چلے گئے۔ تیسرا فرقہ ملاکیہ کہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے نبی ہیں۔ بعض علماء نے ان میں جوئے فرسے کا بھی اضافہ کیا ہے جس کا نام مسرانیہ ہے۔ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ بھی (نور اللہ علیہ السلام) مسیح ہیں وہ ان کی والدہ بھی مسیحہ ہیں اور اللہ تعالیٰ مسیح ہیں۔

لیکن کتاب قاموس میں کہا گیا ہے کہ یہ مسطوریہ (ان پر پیش کے ساتھ بھی نور زہر کے ساتھ بھی) عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جو اپنے عقیدوں میں جتنے عیسائیوں سے مختلف ہیں۔ یہ فرقہ مسطورہ انجیم کے پیروں کا ہے جو خلیفہ ماسون رشید کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور جس نے اپنی مرضی کے مطابق انجیل میں تبدیلیاں کی تھیں۔ یہ کتاب تھا کہ (نور اللہ علیہ السلام) تعالیٰ کی تین اصلیں (یعنی روپ ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ خود دوسرے روح القدس اور تیسرے عیسیٰ۔ جن کو اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ باپ دینیے نور روح القدس) مسطورہ اور وہی زبان

میں دستور کی کہا جاتا ہے۔

(جیسا نیاں کے یہ تھی فرقے اسی طرح ہیں) جیسے یہودی تین فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کے تین فرقوں کے نام یہ ہیں قرانیہ، درجیہ اور سامریہ (یہودیوں کے فرقوں کے بارے میں جرجن ابو القلاہ میں اس طرح ہے کہ۔ یہودی بہت سے فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کے ایک فرقہ کا نام رہاہیہ ہے جو ایسا ہے جیسے کہ مسلمانوں میں معتزلہ کا فرقہ ہے۔ دوسرا فرقہ قرآنیوں کا ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ اہل بیت میں ثمرہ کا فرقہ ہے۔ تیسرا فرقہ عاہلیہ کہلاتا ہے یہ فرقہ ایک شخص عاہلی کی طرف منسوب ہے۔ وغیرہ پھر ایک فرقہ سرہ ہے۔ ایک فرقہ دہاتیہ ہے جس کو عاہلیہ بھی کہا جاتا ہے اور ایک فرقہ۔۔۔ شامیہ کہلاتا ہے جرجن ابو القلاہ جرجنول میں ۸۸)۔

گنڈ شوروہ انہوں میں اس درخت کے حلقے کہا گیا ہے جو دستور ابراہیم کی مثالہ کے پاس تھا کہ اس کے نیچے نبی کے سوا کبھی کوئی نہیں بیٹھا اس کے حلقے کتب کا موسیٰ میں ہے کہ ایہ بات واضح رہے کہ اس درخت کا استعہ لے نہانے تک اپنی رہنا کہ حضرت عیسیٰ کے نہانے سے بھی پہلے سے موجود اور ان کے بعد آنحضرت ﷺ کے نہانے تک باقی رہے اگرچہ عام عبادت کے خلاف ہے، پھر اسی طرح دشمنوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کا اس کے نیچے نہ بیٹھا جو گنڈ شوروہ انہوں کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کے نہانوں کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں (جیسا کہ سیرت حلبیہ اور دیگر کتب میں بیان ہوا ہے) جیسا کہ پہلی اور دوسری دونوں روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات ممکن ہے اگرچہ عام عبادت کے مطابق ایک درخت جسے طویل نہانے تک باقی نہیں رہتا ایسے ہی یہ بات بھی قیاس سے بعید ہے کہ استعہ نہانے تک درخت خالی رہے اور اس کے نیچے نبیوں کے سوا دوسرے لوگ نہ بیٹھیں تو کیا یہ بات ممکن ہونے کے باوجود طرق عبادت یعنی عام عبادت کے خلاف ایک فوجی چیز ہے لیکن دشمنوں کے لئے فرق عبادت یعنی عام عبادت کے خلاف بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ (جس کو مجبوراً کہا جاتا ہے) خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے لئے فرق عبادت یعنی عام عبادت کے خلاف بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ (جس تک یہ سوال ہے کہ درخت کی اتنی طویل عمر نہیں ہوتی یہ غلط ہے۔ قرآن میں نے سائنس کی حقیقت کے ذریعہ بہت سے ایسے درختوں کو ثابت کر لئے ہیں جن کی عمر ہزاروں سال ہوتی ہے۔ ہر یکہ میں ایک درخت موجود ہے جس کی عمر اٹھائی ہزار سال تک چلتی باقی ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان تو تقریباً پانچ سو سال کا ہی فرق ہے اور جیسا کہ آگے ایک قول سے اس کی تردید بھی ہو رہی ہے۔ ہر حال کا موسیٰ کے اس بیان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس روایت کو درست مان لینا ممکن ہے اگرچہ یہ بات عبادت کے خلاف ہے)۔

لیکن اس بحث سے عطا۔ سبکی کا وہ قول غلط ہو جاتا ہے جس میں انہوں نے اس روایت کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس گڑی اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں ٹھہرا۔ کہتے ہیں روایت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کبھی کوئی دوسرا نہیں بیٹھا کیونکہ اگر اس کو مان لیا جائے تو اس میں یہ اشکال ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے نبیوں کے درمیان بڑی لمبی لمبی نہ تھی ہوتی ہیں۔ اور اگر روایت میں کبھی کا لفظ درست بھی ہو تو مطلب یہی ہو گا کہ اس کے ذریعہ اللہ میں تاکید پیدا کرنا مقصود ہے (یعنی اس وقت اس درخت کے نیچے جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ نبی کے سوا ہر گز کوئی نہیں ہیں) کیونکہ قول تو کوئی درخت بھی عام عبادت کے خلاف سے اتنی لمبی عمر والا نہیں ہو گا اور پھر یہاں تک کہ اس کی اتنی لمبی عمر ہونے کے ساتھ ساتھ (یہ بھی معلوم

ہو جائے کہ اس کے بچے سوائے حضرت عیسیٰ یا نبیوں میں ہی کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھا (دوسرے اگر درخت کی اتنی لمبی عمر بیان بھی لی جائے تو یہ بات بھی عام عادت کے خلاف ہے کہ ایک درخت مسلسل نکلی دے اور اس کے بچے کوئی نہ چٹھے یہاں تک کہ کوئی ہی ہی آئے (جو اس کے بچے بیٹھے۔ غرض عمارہ سبکی اس بات کو قبول نہیں کرتے جو مسطورہ اسباب نے کی بلکہ وہ اس قول کے دوسرے معنی کو چاہتے ہیں جو بیان کئے گئے۔ اور یہی بات ذیلہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ اسی کو سیرت ابن ہشام کے حاشیہ میں بھی نقل کیا گیا ہے)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ درخت زندہ نہ کار ہو۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ زندہ درخت کی عمر تین ہزار سال تک ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جنگ درخت کے بچے آتے جس کی ٹکڑیاں سوکھ کر بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ جب آپ ﷺ اس کے بچے کو ام سے بیٹھ گئے تو ایک دوسرے بزرگوں نے لٹکائے لگا اس میں کو ٹکڑیاں پھوٹ آئیں، ٹکڑیاں ظاہر ہوئے لگیں اور اس کی شاخیں تک کہ آنحضرت ﷺ پر لڑائے لگیں۔

مہجورہ اور کرامت کا فرق۔۔۔ بعض علماء کا قول ہے کہ سب متعین اس بات پر متفق ہیں کہ تمام وہ عجیب چیزیں جو نبیوں سے مہجوروں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ لولیاہ کرامت سے دیکھی جاتی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ امت میں کر ظاہر ہوتی ہیں کہ ان کے لئے انہوں نے دعویٰ اور بیٹھ کیا ہو (لیکن لولیاہ کرامت سے ایسی عجیب اور عام عادت کے خلاف کرامتیں صادر ہو سکتی ہیں لیکن وہ ان کی طرف سے بغیر کسی دعویٰ اور بیٹھ کے ہی ظاہر ہو سکتی ہیں) جبکہ مہجوروں میں انبیاء کو دعویٰ اور بیٹھ کا بھی اعتبار ہوتا ہے جبکہ وہ نبوت لی جانے کے بعد کیا گیا ہو۔ (تو کیا نبوت لی جانے کے بعد ایک نبی کے ہاتھ پر جو علامات ظاہر ہوں وہ تو مہجرات کہلاتے ہیں) لیکن وہ غیر معمولی باتیں جو نبی کے زمانے کے قریب ظاہر ہوتی ہیں ان کو کرامتیں کہتے ہیں۔ یعنی جو کہ کہا جاتا ہے (کیونکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی نبی کا زمانہ جب قریب ہو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کچھ غیر معمولی واقعات اس ہونے والے نبی کے ہاتھ پر یا دوسروں کے ذریعہ لپٹک ظاہر ہوتے ہیں ان ہی جو نبیوں کو کرامتیں کہا جاتا ہے) چنانچہ یہ واقعہ بھی غیر ممکن نہیں ہے جس کو شیخ سلطان نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ (نبوت سے پہلے) جب بھی کسی ایسے درخت سے لپٹک لگا کر بیٹھے جو رنگ اور مردہ ہو چکا ہو تو وہ اسی وقت سر بزرگ اور ہر امر ہو جاتا تھا اور اس پر پھل آتے لگتے تھے۔ غرضہ لفظی کے بیان میں (مہجرات اور کرامت کے متعلق) آئے گا کہ لولیاہ کرامت کی جو کرامتیں ہوتی ہیں وہ وہی ہوتی ہیں جو ان کے نبیوں کے ہاتھوں پر مہجرات کی صورت میں ظاہر ہو چکے ہیں۔

(اس درمیان، تحصیل کے بعد اس پہلی روایت کا بقیہ حصہ بیان کرتے ہیں جس میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسطورہ اسباب کی خانقاہ کے پاس والے درخت کے نیچے قیام فرمایا اسی وقت مسطورہ اسباب جو میرہ کو جانا تھا اپنی خانقاہ سے باہر آکر ابھور میرہ سے آنحضرت ﷺ کے متعلق پوچھے گا کہ یہ درخت کے نیچے اتنے دلا کون شخص ہے۔ اور جب میرہ نے کہا کہ یہ ایک قریشی ہیں تو اس نے کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں اترتا۔ یہ باتیں اسباب نے اپنی خانقاہ کے باہر کھڑے کھڑے کی تھیں۔ یہ خانقاہ کسی قدر خوبصورت تھی۔ غرض اسباب نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پر ایک بدلی سایہ پکے ہوئے ہے تو کہہ رہے اختیار اپنی خانقاہ سے نیچے اتر آیا اور آنحضرت ﷺ سے پوچھنے لگا۔

کائنات اور عزتی کی قسم اپنے تہذیب نام کیا ہے؟

آپ ﷺ نے دایب کو اپنے قریب بڑھنے دیکھا تو اسے روکنے ہوئے فرمایا کہ ہمارے قریب مت آؤ۔ مگر دایب نے ایک قرع لٹا کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر غوی کہنے لگا کہ یہ وہی ہیں تو راحہ دالے کی قسم۔ ۶۰۔ (نور) آنحضرت ﷺ کے قافلے کے دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا کہ دایب جیزی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی طرف آ رہا ہے، انہیں قلیل ہوا کہ یہ کسی بڑی بات سے آ رہا ہے اس لئے ان میں سے کسی نے ایک دم ٹکڑا سوخت لی اور چلتے نکایا آل غالب۔ یا آل غالب۔ اس پتھر کو جتنے ہی پتھروں طرف سے قافلے کے لوگ دوڑے اور چمٹے گئے کہ کیا بات پیش آگئی۔ نور دایب نے جو یہ صورت عالی اور حق لوگوں کے تہذیب کے ساتھ اپنی مائتہ کی طرف دوڑا اور اس میں داخل ہوا کہ وہ وہ بندہ کر لیا۔ پھر وہ ایک کھڑکی میں سے سامنے کیا ہوا۔

اس تہذیب نام لوگ ہماری طرف سے کس بات سے آئے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بغیر ستاروں کے اٹھایا کہ میں اس تحریر میں یہ لکھا ہوا ہوں کہ اس روایت کے سچے آئے والا شخص دایب العالمین کا خطیر یعنی رسول اللہ ﷺ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ انکی ٹکڑا اور زبردست اور کے ساتھ ظاہر فرمائیں گے۔

یہ قائم اخصی ہیں (کہ حق کے بعد کوئی نہیں آئے والا نہیں ہے اب جو شخص حق کی اطاعت و فراموشی کرے گا وہ بھارت چائے گا اور جو حق کی خاطر ہو کرے گا وہ جلیں ہو گا۔)

(غرض اس واقعہ کے بعد) آنحضرت ﷺ ہماری کے پتھر میں شریف لے گئے اور وہیں وہاں فروخت کیا اور آپ ﷺ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور کچھ (ضرورت کی) چیزیں خریدیں۔

بازار ہماری میں نبوت کی تصدیق..... (قل اعلم ان شائی کہتے ہیں کہ میں اس سے واقف نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں کیا سامان فروخت کیا اور کیا خریدا۔)

(اسی خرید و فروخت کے دوران ایک شخص کا آنحضرت ﷺ سے کسی چیز پر اختلاف ہو گیا اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ کائنات اور عزتی کے نام پر حلف اٹھاؤ آپ نے فرمایا کہ میں نے حق باتوں کے نام پر کبھی حلف نہیں کیا۔ (یہ شخص شاید کوئی عالم یا پادری کا آنحضرت ﷺ کو پہچان گیا اور بولا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اس کے بعد وہ میرے ساتھ کسی میں ملا کر گئے۔)

میرے اب شخص کی چیز۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ہماری چال ہے یہ وہی ہیں جن کا ذکر اہل بیت دایب اپنی کتابوں میں کرتے ہیں۔

میرے اس کی اس بات کو قبول کیا۔

آنحضرت ﷺ کی برکات..... (ی) ہماری پہنچنے سے پہلے راستے میں (ایک واقعہ یہ پیش کیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ بہت زیادہ ٹھک گئے (اور چلنے کے قابل نہ رہے) جس کی وجہ سے میرے بھی ان دونوں اونٹوں کے ساتھ قافلے سے پیچھے رہ گیا جبکہ آنحضرت ﷺ قافلے کے اگلے حصے میں تھے۔ میرے کو اپنے اور ان دونوں اونٹوں کے متعلق فکر ہوا اس لئے وہ بھاگتا ہوا قافلے کے اگلے حصے میں پہنچا اور آنحضرت ﷺ کو اس پر پہنچنے کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ اس کے ساتھ ان اونٹوں کے پاس شریف لائے اور

ان کی کر کے بچھلے تھے، اپنا ہاتھ بچھڑا دیا، ہر کچھ نہ کر دیا۔ (اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ اسی گھڑی پاگل ٹھیک ہو گئے اور ان کا تیر چلے کہ ہر قافلے کے اگلے حصہ میں کھینچے گئے اور (پلے میں اپنی ٹانگیں اور جوش کا اظہار کرنے کے لئے ہاتھ سے کھڑکھلاتے جاتے تھے۔

(قال انہا اب فرخ میں ہے کہ :- آنحضرت ﷺ کے اس قافلے نے ایسا دل نروست کیا اور ان کا نفع کیا کہ اس سے پہلے ان کا نفع کبھی نہیں کیا گئے تھے۔ چنانچہ پھر نے آپ ﷺ سے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم چالیس سال سے خدیجہ کے لئے جدت کر رہے ہیں مگر ان کا دوست نفع ہمیں کبھی حاصل نہیں ہوا تھا اب ﷺ کے ذریعہ ہوا ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: پھر وہاں یہ قول ہے کہ۔ ہم چالیس سال سے خدیجہ کے لئے جدت کر رہے ہیں۔ اس میں جو اشکال یہ وہ ظاہر ہے (یعنی چالیس سال یا اس سے بھی کم تو حضرت خدیجہ کی اس وقت عمر ہی اٹھائی گئی ہے اس لئے پھر وہاں یہ قول غلط کتابت کی غلطی ہے۔ ورنہ ہر اس سے مبالغہ کرنا مقصود ہے (کہ وہ ہم پر رسول سے خدیجہ کے لئے جدت کر رہے ہیں، واللہ اعلم۔

فرض اس جدت سے ظاہر ہوا کہ یہ قافلے کی طرف داییں روانہ ہوا اس دوران میں پھر وہ بچتا تھا کہ جب وہ ہر کا وقت ہوتا تھا اور کئی اپنے شہاب پر ہوتی اور آنحضرت ﷺ اپنے دوست پر ہوتے تو وہ فرشتے و صحابہ سے بچاؤ کے لئے آنحضرت ﷺ پر سایہ بکھارتے تھے۔

کتاب خصائص مغربی میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت تھی کہ سفر کے دوران آپ ﷺ پر فرشتے سایہ بکھارتے تھے (یعنی خصائص مغربی کے اس قول میں اس سفر کا بھی واقعہ مراد ہے) مگر یہ بھی ممکن ہے مراد یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے ہر سفر میں آپ کی یہ خصوصیت تھی۔ مگر میں کسی ایسی روایت سے واقف نہیں کہ اس سفر کے علاوہ آپ ﷺ کے کسی دوسرے سفر میں بھی فرشتوں نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہو۔ (ایک قول یہ بھی گزر چکا ہے کہ ممکن ہے فرشتے سے مراد وہی بدلی ہو ہو آپ پر سایہ بکھارتے ہوتی تھی)۔

اللہ تعالیٰ نے پھر کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی بہت زیادہ محبت ڈال دی تھی (کیونکہ اس سفر میں اس نے آپ کی شرافت، انکساری، امانت داری اور خوش اطاعتی دیکھی تھی جس نے اس کو دل سے مودہ لیا تھا) چنانچہ اب ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پھر وہ آنحضرت ﷺ کا ہی تمام ہو۔

(فرض داییں کے اس سفر میں جب یہ ناظرہ سر اٹھانے کے مقام پر پہنچا تو کئے اور عثمان کے درمیان ایک دواوی ہے اور جس کو عام طور پر ممکن مراد کہا جاتا تھا اور اب دواوی ناظرہ کے نام سے مشہور ہے تو پھر وہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

”کیا آپ اب ہند فرمائی گئے کہ آپ خدیجہ کے پاس ہم سے پہلے پہنچ جائیں اور ان کو سب حالات بتائیں (کہ اس دفعہ جدت میں کتنا غیر معمولی نفع ہوا ہے) انھیں ہے یہ سن کر وہ آپ کی اہمیت میں اضافہ کریں اور وہ جرات و غیورانہ کے بجائے آپ کو تعین و غیورانہ دیں۔“

(یہ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ :- آپ محمد سے پہلے خدیجہ کے پاس پہنچ کر ان کو بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کتنا بڑا دست فائدہ عطا فرمایا ہے۔“

شان رسالت کا مشاہدہ..... (آنحضرت ﷺ نے ہجرہ کے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور) آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر (مکہ طریف سے) آگے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ وہ پہرہ کے وقت کے میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کو دوسری عورتوں کے ساتھ اپنے مکان کے بالائی حصے میں ایک کھڑکی میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ کے میں داخل ہوئے تو انہوں نے (دور سے) آپ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کو ان پر سوار تھے اور وہ فرشتے آپ پر سایہ کے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ منظر اپنے ساتھ کی دوسری عورتوں کو بھی دیکھا۔ وہ سب بھی یہ منظر دیکھ کر بہت حیران ہو گئیں۔

آخر رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور انہیں اہدات میں مدد فرما دی۔ غیرہ کا حال بتلایا اور اس نفع سے وہ گناہگار حضرت خدیجہؓ کو ہمیشہ حاصل ہو کر تاکہ حضرت خدیجہؓ اس غامدہ سے بہت خوش اور سرور ہو سکیں۔ پھر انہوں نے آپ سے پوچھا کہ ہجرہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے انہیں جنگل میں بھیجے۔

پھر وہ آپ حضرت خدیجہؓ کے مکان۔

اس کے پاس فوراً اپنے تاکہ وہ جلد از جلد یہاں پہنچے۔  
آنحضرت ﷺ کو فوراً اپنی بھاری بیٹی سے حضرت خدیجہؓ کا مقصد یہ دیکھا تھا کہ کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جنہیں (تھوڑی دیر پہلے) انہوں نے (اس زلی شان کے ساتھ لے دیکھا) اور قد (مقصد) اپنے اس شوق اور خوشی کو پورا کرنا تھا جو آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر انہیں ہوئی تھی (فرض آنحضرت ﷺ پھر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور حضرت خدیجہؓ جلدی سے بھاگ رہے تھے)۔ آنحضرت ﷺ انہیں پھر اسی شان کے ساتھ نظر آئے جیسے پہلے نظر آئے تھے۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ آپ ہی تھے (جنہیں انہوں نے پہلے دیکھا تھا)۔

کچھ عرصہ بعد جب رسول اللہ ﷺ ہجرہ کو لے کر طریف لے آئے اور وہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے ہجرہ کو اس عجیب منظر کے حلقہ بتلایا جو انہوں نے دیکھا تھا۔ ہجرہ نے یہ سن کر کہلا کر کہا کہ یہ منظر اس وقت سے دیکھا تھا کہ اب وہاں جب سے ہم تک شام سے روانہ ہوئے ہیں۔  
”آپ کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتی ہے اپنے قصیدہ میں اس شعر سے اشارہ کیا ہے۔“

وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ عَلَىٰ غُرَفٍ مُّسْتَوِينَ  
وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ عَلَىٰ غُرَفٍ مُّسْتَوِينَ

ترجمہ: جب آپ ﷺ دوسری مرتبہ تک شام کے سفر پر طریف لے گئے تو ہجرہ نے دیکھا تھا کہ وہ فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کے ہوئے تھے۔

پھر ہجرہ نے حضرت خدیجہؓ کو دستورِ رباب کی بات بتلانی اور اسی طرح اس دوسرے شخص کا قول بھی بتلایا جس نے ایک فردِ تنہا کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے گناہگار لات اور عزائی کے ہم پر طلب کیا۔ اس کے بعد ہجرہ نے ان دونوں کا واقعہ بتلایا کہ کس طرح وہ قحط کر پڑنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے اور پھر کس طرح آنحضرت ﷺ کے ان بہاؤ پر ہجرہ نے ہجرہ واپس چلے گئے اور پھر شام میں رہ گئے تھے۔

(یہ سبہ اہدات سننے کے بعد) حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کو ان بات سے (گئی اجرت دہی جو انہوں نے آپ کے لئے کی تھی۔) (کی) اور جو کچھ اجرت انہوں نے آپ کے لئے پہلے کی تھی وہ بھی اس

اجرت سے دو گئی تھی جو وہ آپ کی قوم کے دوسرے آدمیوں کو دیا کرتی تھیں جیسا کہ جان دیا گیا ہے۔ کھل سڑوں میں بھروسہ کیا یہ قول گڑا ہے کہ (آپ خدیجہ کو جا کر اس ذریعہ سے منافع کا مال کھائے جو انھیں آپ کے درپہ ہوا ہے) لیکن یہ وہ آپ کو دو جوانوں کو نفلوں کے بجائے تینوں جوانوں دینے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کے لئے جو اجرت ملے کی تھی وہ دو جوانوں کو نفلیں تھیں جبکہ آپ کے علاوہ سڑوں کو وہ ایک یا دو نفلی اجرت میں دیا کرتی تھیں۔

تجارتی مولانا حضرت ... بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ کتاب روضہ بام میں ذکر ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کے لئے چار جوانوں کو نفلیں اجرت میں ملے کی تھیں۔ کتاب جامع صغیر میں یہ ہے جسے انھوں نے قبول کیا ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے فریاد میں نے دو سڑوں میں خدیجہؓ کو دو جوانوں کو نفلوں کے مولانے پر اپنی خدمات پیش کیں (جامع صغیر) اس روایت میں جو ان لوگوں کے لئے قوم کا خطہ استعمال کیا گیا ہے جبکہ گذشتہ تمام روایتوں میں جو ان لوگوں کے لئے بنکود کا خطہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے مؤلف نے قوم کے لئے والد روایت کے دو سڑوں کو ملکہ دو سڑوں قرار دیا ہے اور بنکود کے خطہ والد روایت کو مستقل سڑوں قرار دیا ہے۔ کتاب مستدرک میں بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے اور اس کو قبول کیا گیا ہے (چنانچہ اس میں ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے دو سڑوں میں حضرت خدیجہؓ کو دو جوانوں کو نفلوں کے مولانے میں اپنی خدمات پیش فرمائیں۔

(یہاں دو سڑوں کا کیا ہے جن میں سے ایک شام کا یہ سڑا دوسرا تھا) اس سے پہلے سڑ میں حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے غلام بھروسہ کے ساتھ حباشہ کی منڈی میں بھیجا تھا یہ حباشہ ملک یمن میں ایک مقام کا نام ہے اور کے سے اس جگہ تک چار دلت کا سفر ہے (یہاں فریاد و فروخت کا سالانہ بازار لگا کر تھا اور) جس میں ہر سال رجب کے مہینے کے فردا میں تین دن تک فریاد لڑی ہو کرتی تھی چنانچہ کہ آنحضرت ﷺ اور میری یہاں سے کچھ فرار کر کے وہاں آئے جس میں کافی فائدہ حاصل ہوا اور دوسری وجہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے غلام بھروسہ کے ساتھ شام کو بھیجا۔

مگر اس میں ایک اشکال ہے کہ کتاب مستدرک میں ملک شام سے پہلے حباشہ کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے ایک اور سفر کا ذکر بھی ہے اور اس طرح ملک شام کو آپ ﷺ کا یہ سفر تیسرا سفر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم کی روایت ہے اس کو علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے جریش کی طرف دو سڑوں میں آنحضرت ﷺ کی خدمات حاصل کیں اور وہاں مرتبہ دو جوانوں کو نفلوں کا مولانا ملے کیلئے جریش یمن میں ایک جگہ کا نام ہے۔

اب اس روایت کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے لئے تین مرتبہ سفر فرمایا جیسا کہ یہاں ہوا غالباً یہ جریش کا بازار وہی حباشہ کا بازار ہو گا ورنہ یہ کتنا بڑے گام کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے لئے پانچ سفر کئے۔ چار سفر تو یمن کے (جن میں سے دو بنکود بن گنن) جو ان لوگوں کے مولانے میں حباشہ کے اور دو سڑوں میں یمنیوں کو نفلوں کے عوض جریش کے اور ایک سفر ملک شام کا۔ (لذا جریش سے مراد حباشہ ہی ہو گی کہ اس طرح آپ ﷺ کے تین سفر ہوئے ہیں) یہاں تک کہ کتاب روضہ بام کی اس روایت کا قطعاً ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے ملک شام کے سفر کے لئے چار جوانوں کو نفلوں کے مولانے میں آپ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ تو یہ روایت بھروسہ کے قول کی روشنی میں غلط ہو جاتی



ہے۔ (جس میں میسرہ نے آپ سے کہا ہے کہ۔ "نہیں ہے خدیجہ آپ کو وہ جوان لونگیوں کے بنائے تھیں لونگیوں سے دیں۔")

مگر بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ابو طالب خود حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے۔  
 "کیا آپ اپنی اہدات کے سلسلے میں محمد ﷺ کی خدمات حاصل کرنا پسند کریں گی؟ ہم نے سنا ہے کہ  
 آپ نے فلاں شخص سے وہ جوان لونگیوں (کر تین) کے معاوضے میں معاملہ کیا ہے۔ مگر ہم محمد ﷺ کے لئے  
 چاہو لونگیوں سے کم کے معاوضے پر راضی نہیں ہوں گے۔"

حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا۔

"مگر آپ کسی بیگانے اور بڑے آدمی کے لئے کہتے تب بھی آپ کو انکار نہ ہو تا اور اب جبکہ آپ  
 ہمارے اپنے اور قرینی کوئی کے لئے کر رہے ہیں تو آپ کو کیسے انکار ہو سکتا ہے؟"

(پہلی سطروں میں بیان ہوا ہے کہ حضرت خدیجہ کے لئے آنحضرت ﷺ کا پستاسٹر میسرہ و خام کے  
 ساتھ دھاڑ کی طرف ہوا تھا اور اس کے بعد آپ ان کی طرف سے ملک شام کو گئے۔ اس کے متعلق کہتے  
 ہیں کہ اس وقت سے یہاں کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ملک شام کے سفر سے پہلے میسرہ کے ساتھ دھاڑ کا سفر  
 فرمایا تھا۔ بظاہر یہ بات ابو طالب کے ان جملوں کے انداز کے خلاف ہے جو شروع کی روایت میں بیان ہوئے کہ۔  
 "یہ قسمدی قوم کا اہدائی قافلہ ہے جو حضرت خدیجہؓ کا یہ کہنا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ جتنی آنحضرت ﷺ سے  
 چاہتے ہیں۔ (کیونکہ اگر حضرت خدیجہؓ آنحضرت ﷺ کو اس سے پہلے ایک وفد دھاڑ بھیج چکی تھیں تو  
 ابو طالب اور خود حضرت خدیجہؓ اس موقع پر اس انداز میں بات نہ کرتے۔ اس لئے کہ ان جملوں کے انداز سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا یہ پستاسٹرا ہوا ہے اس کے بعد جو اس اہدال  
 کے ساتھ ہم نے "ظاہر کا قافلہ استہلال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (ایک امکان پھر بھی یہ رہتا ہے کہ آپ  
 پہلے دھاڑ جا چکے ہوں کیونکہ) لیکن ہے ابو طالب اور حضرت خدیجہ کے جو قول بیان کئے گئے ان کے بعد  
 حضرت خدیجہؓ نے پہلے آپ کو دھاڑ بھیجا ہوا اس لئے کہ وہ ملک شام کے علاقے میں قریب ہی تھا اور وقت بھی  
 کم لگتا تھا اور پھر وہاں سے آپ کی واپسی کے بعد آپ کو میسرہ کی ساتھ ملک شام بھیجا ہوا۔ یا لیکن ہے  
 حضرت خدیجہؓ نے یہ خیال کیا ہوا کہ شاید ابو طالب اور آنحضرت ﷺ شام کے سفر پر چرتے ہوئے۔ (کیونکہ پہلی  
 روایت کے مطابق حضرت خدیجہؓ کی خود ابو طالب سے گفتگو نہیں ہوئی تھی بلکہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ  
 آنحضرت ﷺ کو ان کی اہدات کے سلسلے میں بھیجا چاہتے ہیں) اور حال یہ بات قابل غور ہے۔

یہ بات پہلی سطروں میں گزری ہے کہ کئے سے آنحضرت ﷺ کی روانگی کے وقت ایک بدلی نے  
 آنحضرت ﷺ پر سایہ کر لیا تھا اب گویا جب فرشتوں نے سایہ نہیں دیکھا تو چاہتے ہوئے تمام راستہ وہ بدلی  
 آپ پر سایہ کئے رہی اور واپسی میں فرشتوں نے سایہ کئے، کھالاب میسرہ کا حضرت خدیجہ سے بدلی کے سایہ کئے  
 رکھنے کے متعلق یہ ذکر نہ کرنا شاید اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس پر غور نہ کیا ہو (جبکہ فرشتوں کو سایہ  
 کئے دیکھنا ظاہر ہے اس بات نہیں کہ انسان اس کو اہیت نہ دے) لیکن آگے قصیدہ امزیہ کا یہ قول آئے گا کہ وہ  
 فرشتے ہی بدلی کی صورت میں تھے۔ (اس میں یہ اہدال ہو سکتا ہے کہ پھر بدلی کو فرشتے کیسے کہا گیا ہے۔ اس کا

جو آپ پر ممکن ہے کہ اس وقت تو دیکھنے والے نے بدلی کو بدلی ہی سمجھا ہو اور بعد میں آنحضرت ﷺ کے اطلاع دینے پر بدلی کے بجائے فرشتے کا ہکا استہلال کیا گیا ہو۔ یہ فرشتے ظاہر ہے کہ جبرئیل کے علاوہ دوسرے ہوں گے بلکہ اس میں یہ اشکال ہے کہ جبرئیل کو تو آنحضرت ﷺ کے علاوہ نام لوگوں کا دیکھنا ثابت ہے (کہ حضرت جبرئیل ایک سے زائد مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس انسان کی شکل میں حاضر ہوئے اور صحابہ نے بھی ان کو دیکھا اگرچہ اس وقت وہ انہیں نہیں پہچان سکے لیکن بعد میں آنحضرت ﷺ نے انہیں خبر دی کہ یہ جبرئیل تھے) مگر جبرئیل کے علاوہ دوسرے فرشتوں کو عام گویوں کا دیکھنا اشکال کا سبب ہو سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء عقل و فہم کی کتاب دقت میں ہے کہ صحابیہ اور انبیاء کرام علیہ السلام کی حالت میں فرشتوں کو دیکھتے ہیں جس سے ان کے نفس میں پاکیزگی اور دلوں میں صفائی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کے تعلقات، عز و افتراء اور دولت و عزت و فہرہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور وہ پوری طرح اعلیٰ طور پر عملی طور پر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(قول علماء شافعی کہتے ہیں کہ جس شخص نے آنحضرت ﷺ سے ہمراہی کے بارے میں کسی فرد عقلی کے معاملہ پر بحث کیا تھا اور آپ سے لاتعلقی کے نام پر حلف لیا تھا یا قساکام معلوم نہیں ہو سکتا۔) اس کے بعد میر و نظام کے مسلمان ہونے والے ہونے کے حلقہ علماء ابن جبر کہتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسی صحیح اور واضح روایت نہیں مل سکی جس سے معلوم ہو جائے کہ میر و آنحضرت ﷺ کی نبوت کے زمانے تک زعم و باطل۔

دور قہ این نوافل کی تصدیق نبوت..... (اس کے بعد بحر اصل واقعے کے حلقہ مزید تفصیلات بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا معاملہ آپ کی برکت اور آپ کی خصوصیات کو کہ حضرت خدیجہ آپ سے بہت متاثر ہو چکی تھی) چنانچہ انہوں نے آپ کی وہ نشانیاں جو خود انہوں نے، کبھی نہیں دیکھی تھیں اور جو ان کے تمام میر و نے ظانی تھیں وہ اپنے بچاؤ بھائی دور قہ این نوافل کو بتائیں جو اس وقت یسائی تھا جبکہ اس سے پہلے وہ یہودی تھی وہ بچا تھا اور کئی شریعت پر عمل کرتا تھا اس کی تفصیل آگے دیکھنا ہو گی۔ فرض حضرت خدیجہ سے آنحضرت ﷺ کے حلقہ یہ باتیں سن کر اس نے کہہ۔

تقدیر اگر یہ باتیں سچ ہیں تو کچھ لو کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اس امت کے نبی ہیں۔ میں یہ بات کچھ چکا ہوں کہ وہ اس امت کے ہونے والے نبی ہیں جن کا دنا کا انکار ہے۔ یہی ان کا نیک ہے۔

ایک شریک تجارت..... (ی) نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ اس قسم کے تجارتی معاملے فرماتے رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے ساتھ یہ معاملہ کرنے سے پہلے کہ ایک شخص صاحب ابن ابی سائب مصلیٰ کی تجارت میں شریک تھے۔ جب زمانہ کے وقت یہ صاحب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا "میر سے بھائی اور میر سے شریک کو مر جا خوش آمدید" اس نے کہی یہ معاملہ کی اور نہ کبھی بخیر کیا۔

(اس روایت میں صحیح طور پر یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ بات آنحضرت ﷺ نے صاحب سے فرمائی تھی یا صاحب نے آنحضرت ﷺ سے کہی تھی۔ اس کے حلقہ کہتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ جو لوہہ یہاں پر آنحضرت ﷺ کا ہے جو آپ نے صاحب سے فرمایا مگر بعد سے فقہاء یعنی شافعی فقہاء کہتے ہیں کہ صاحب

ابن جریہ (صحابہ ابن ابی سائب نہیں کیا گیا) کی یہ خبر یمنی روایت حدیث میں شرکت کے جائز ہونے کے سلسلے میں اصل ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہوں کی شرکت میں حدیث کو گناہ ثابت میں جائز ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے پہلے آپ کا تہدنی شریک تھا اور پھر آنحضرت ﷺ کے ظہور کے بعد آپ کا شریک رہنے پر فرمایا کہ تاقادہ، گناہ کرنا تھا۔

آنحضرت ﷺ بہت عسریں شریک تھے جو تہہ معاشی کرتے تھے اور نہ بھڑا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ آنحضرت ﷺ کا نہیں بلکہ سائب کا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ اور سائب دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں یہی جملہ کہا ہو۔ دونوں صورتوں میں اس طرح سواقت پیدا کر لینے کے بعد اب کچھ طوا کا یہ قول یہ سنی ہو جاتا ہے کہ اس نقطہ کے کہنے والے کے حلقی رواۃ میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے سائب کے حلقی فرمایا تھا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ سائب کا ہے جو اس نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کہا تھا۔ (گذاشتہ سطروں میں ایک جگہ سائب ابن ابی سائب کے بجائے سائب ابن جریہ نہ کیا گیا ہے اور اس کا یہی جملہ نقل کیا گیا ہے اس کے حلقی کہتے ہیں کہ) ممکن ہے سائب ابن ابی سائب مصلیٰ اور سائب ابن جریہ دونوں کو ہی نہ ہوں بلکہ ایک ہی شخص ہو کیونکہ ہو سکتا ہے مصلیٰ اس کے آپ کا نام تھا اور اس کا نام جریہ ہو (کیونکہ ابی سائب جو اس کا لقب ہے وہ خود اسی بننے کی نسبت سے تھا جس کے معنی ہیں سائب کا باپ۔ اب گویا ابی سائب اس طرح ہو گا سائب ابن ابی سائب جریہ (مصلیٰ)۔

مگر اس ہاتھ میں کتاب استیعاب میں یہ لکھا ہے کہ نہ اس سلسلے میں شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا شریک ابی سائب یعنی سائب کا باپ تھا یا خود سائب ابن ابی سائب تھا یا سائب کا چچا تھا جس کا نام قیس ابن سائب ابن ابی سائب تھا۔ یہاں سائب کا بھائی مراد نہیں ہے کیونکہ اس کا نام عبداللہ ابن ابی سائب تھا۔ پھر اس کے بعد کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ اس شبہ کے حلقی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی اور نہ کوئی دلیل ہی نظر آتی ہے۔

یہ سائب ابن ابی سائب سے ہے جن کی آنحضرت ﷺ نے خاطر داری فرمائی ہے چنانچہ عسریہ کے مقام پر آپ ﷺ نے اس کو فرودہ عسریہ کے مال قیمت میں سے کچھ عطیہ دیا تھا۔ (چونکہ فرودہ عسریہ وہاں سے کئی سال بعد چلن آیا تھا اس لئے اس روایت سے ان لوگوں کی بات غلط ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سائب فرودہ بدر میں کافر کی حیثیت سے لیا گیا تھا۔

(مجمعی سطروں میں کتاب استیعاب کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے شریک کی حیثیت سے سائب ابن ابی سائب کے بیٹے قیس کا نام بھی آتا ہے۔ روایت جس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے وہ خود قیس کا یہ قول ہے کہ

تکناہ جاہلیت میں آنحضرت ﷺ میرے شریک تھے۔ تب ایک عسریں شریک تھے ہونہ مجھ سے بد معاشی کرتے تھے اور نہ بھڑا کرتے تھے۔

یہ روایت قابلِ غور اس لئے ہو گئی کہ اس قول کو آنحضرت ﷺ نے بھی مگر اس کی تردید نہیں

فرمائی۔

(اس کے بعد ہر حضرت خدیجہ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو ہبات بھیجے جانے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ کتاب سترہا میں ہے :-  
 ”ہبات کے بازار میں حکیم ابن حزام نے آنحضرت ﷺ سے حمار کا پڑا غریہ اور ہجر اس کو لے کر گئے آئے۔“

اب کیا حضرت خدیجہ کا آنحضرت ﷺ کو اپنے حکام میسرہ کے ساتھ ہبات کی منڈی میں بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ وہاں سے ان کے لئے پڑا غریہ لیں۔ (یعنی کپڑے کے بدلے میں کپڑا لیں)۔  
 کتاب سفر المساعوات میں ہے کہ :-

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں چیزوں کی فروخت کی بھی کی ہے اور غریہ لاری بھی۔ اجرت دہی بازار ہونے یعنی نبوت ملنے کے بعد اور ہجرت سے پہلے آپ نے غریہ لاری زیادہ فرمائی ہے فروخت کی کم (کیونکہ اس کے تجارتی سلسلے میں غریہ فروخت نہیں فرمائی اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے صرف تین مرتبہ ہی کچھ فروخت کی فرمائی ہے) یا غریہ لاریاں بہت فرمائی ہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنی زندگی میں دوسروں سے بھی اجرت پر کام لیا ہے اور خود بھی دوسروں کے لئے اجرت پر کام کیا ہے۔ لیکن دوسروں سے اجرت پر زیادہ کام لیا ہے۔ اسی طرح (مختلف معاملات میں) آپ نے دوسروں کو بھی پانچ ٹکلیں عطا کیے اور دوسروں کے معاملوں میں خود بھی کیل بہت ہیں مگر زیادہ تر آپ خود ہی دوسروں کے کیل بہتے ہیں۔

## باب شانزدہم (۱۶)

## حضرت خدیجہ بنت خویلد سے آنحضرت ﷺ کی شادی

حضرت خدیجہ کا شمار نسب یہ ہے۔ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبدمنزیٰ ابن قصی۔ اس طرح ابن کا سلسلہ نسب قصی پر پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ نسب کے لحاظ سے حضرت خدیجہ آنحضرت ﷺ کے لئے قریشی عورتوں میں سب سے قرہی عاتقہ ہیں اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے قصی کی اولاد میں حضرت خدیجہ اور حضرت اُم حبیبہ کے سوا کسی سے شادی نہیں کی۔ یہاں تک ابن حجر کا کلام ہے۔

حضرت نصیر دہلویؒ سے روایت ہے۔ یہ حضرت عقبہؓ یعنی ابن جحشہ کی بہن ہیں مگر کتب احسن میں دہلویؒ کے حعلق یہ ہے کہ وہ عورت ہیں اور یعنی ابن جحشہ کی بہن ہیں۔ فرض آتا ہے روایت ہے کہ

ذات اقدس سے لگاؤ اور پیغام نکاح۔۔۔ حضرت خدیجہؓ ایک عذر دست، خوشنود و شریف و پاکیزہ عاتقہ تھیں اور اس کے ساتھ علی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ عظیم مرتبہ و اعزاز بھی مقدر تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی پہلی شریک حیات اور ان کا مگر اسلام کی اولین ہند گاہ بننے والی تھیں۔ اپنے زمانے میں حضرت خدیجہؓ نسب کے لحاظ سے قریش میں سب سے زیادہ مہتمیٰ و مہتممہ، مہرجہ کے لحاظ سے سب سے لمبائی دولت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مہتممہ اور حسن و جمال کے لحاظ سے سب سے بلند تھیں (اپنی پاکدامنی اور پاکیزگی کی وجہ سے) قریش میں ان کو ”ظاہرہ“ یعنی پاکیزہ کہا جاتا تھا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ ان کو سیدۂ قریش یعنی قریش کی سردار کہا جاتا تھا کیونکہ نسب کے معاملے میں کوسا ”ہر دست زیادہ شریف اور فضیلت کی بات۔ سمجھتی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اپنے قبیلے کا مہتمم یعنی سردار ہے۔ فرض حضرت خدیجہؓ نسب کے لحاظ سے بھی سب سے برتر تھیں۔ چنانچہ ان کی قوم کا ہر شخص ان سے نکاح کا طلب گار تھا کہ اگر اس کی حیثیت ہوتی تھی تو وہ ان کی خواست بھری کر جاتا تو ان کو اپنے مال و دولت پیش کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر حضرت خدیجہؓ نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ ان کی تجاہل سے غریب ہو کر ملک شام سے واپس تشریف لے آئے اور آپ کی عظمت اور

خصوصیات حضرت خدیجہ نے دیکھیں تو انہیں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے بہت زیادہ لگاؤ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے خفیہ طور پر (یعنی اپنے بڑوں کو اطلاع دے بغیر) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا میں آپ ﷺ کے پاس پہنچی اور میں نے آپ سے عرض کیا۔  
”اے محمد (ﷺ) آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”میرے پاس کیا کتاب ہے کہ جس کے عمرو سے پر میں شادی کر سکوں؟“

میں نے کہا۔

”لیکن اگر آپ کو اس کی ضرورت ہی نہ پڑے بلکہ آپ کو بل و دولت عمن و عیال، عزت اور داروغہ الہی کی طرف جانا چاہئے تو کیا آپ اسے مانگیں گے؟“

(یعنی اگر ایسی کوئی خاتون جس میں شرائط پاکہادی وغیرہ وغیرہ کی یہ خصوصیات موجود ہیں اور وہ خود ہی اپنے آپ کو آپ کے نکاح میں پیش کرے تو کیا آپ اس کو قبول مانگیں گے)  
آپ نے پوچھا ”وہ کون ہیں؟“

میں نے کہا ”خدیجہ ہیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”نہیں اب میری دوسری کچھ ہو گی۔“ (یعنی وہ بہت دولت مند خاتون ہیں جبکہ میں مطلقاً غور و فکر اور حتم ہوں) میں نے کہا۔

اس کا ذکر میں لیتی ہوں۔

نکاح..... اس کے بعد میں خدیجہ کے پاس گئی اور ان سے مداحیوں کے سلسلہ (آنحضرت ﷺ کی رضامندی کا اقرار کر کے اب حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ کے پاس کھانا بھیجا کہ (نکاح کے لئے) اقبال وقت شریف لے آئیے اس کے بعد انہوں نے اپنے چار مردان احمد کے پاس اطلاع کر لی کہ قیام وقت آکر نکاح کر دیجئے۔ (یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ حضرت خدیجہ کی تیسری شادی تھی جیسا کہ آگے اس کی تحصیل تو رہی ہے۔ اور اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال تھی) چنانچہ مقررہ وقت پر عمرو امین احمد حضرت خدیجہ کے یہاں پہنچا گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے بچوں کے ساتھ وہاں پہنچے اور آپ کے چچاؤں میں سے کسی نے (کی) یعنی ابو طالب نے آپ کا نکاح نہ علیہ انہوں نے اپنے غیلے میں کیا۔

”میرے بچے کو خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ رطبت ہے اور اسی طرح خدیجہ کو بھی ان سے لگاؤ ہے۔“

اس پر عمرو امین احمد یعنی حضرت خدیجہ کے چچا نے (آنحضرت ﷺ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کہا۔  
”یہ شریف شوہر اس کے یعنی خدیجہ جنس شریف خاتون کے لائق ہے۔“

(یہ معنی نکاح کے لحاظ سے ہیں۔ عربی میں یہ عہدہ ہے کہ ایک اسمیل لوشنی و سولہ کو ہی اپنے لیے اور سولہ ہونے لیتی ہے۔ اگرچہ اسمولہ ہو تو اسمیل لوشنی اس کو گزرتی ہے اور وہاں تک کہ نہ توڑ بیٹھتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ شریف انسان باقی پاک حد نہیں توڑے گا یعنی یہ بہترین سولہ ہے جو اسمیل لوشنی پر بیٹھنا جاتا ہے

اگر شوہر اور بیوی دونوں مالی نسب ہوں تو یہی عہدہ ان کے لئے بھی لا جا تا ہے کہ یہ شخص اس شریف خاتون کا شوہر بننے کے لائق ہے۔

**نکاح خواہ.....** (جس تک ابو طالب کے نکاح پر جانے کا تعلق ہے اس مسئلے میں) بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نکاح حضرت خدیجہ کے چچا مراد بن اسد نے پہلایا تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے بھائی مراد بن خویلد نے پہلایا تھا۔

**مختلف تفصیلات.....** مگر طحاوی کہتے ہیں کہ نکاح پر جانے والا حضرت خدیجہ کا باپ خویلد ابن اسد تھا۔ یہ اس وقت نئے نئے میں تھا۔ حضرت خدیجہ نے (ایسے موقع پر عرب کے دستور کے مطابق) اس پر ایک خطہ یعنی دو ہزار مال دی تو مراد بن خویلد نے اسے خلیفہ بنائی مگر خدیجہ (یہ عرب کا دستور تھا کہ اس موقع پر لڑکی کے باپ کے گھر پر خلیفہ سے پہلایا ہوئے نکاح ہوتا تھا) اس کا مطلب یہ ہوا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی (چنانچہ اس وقت جبکہ وہ نئے نئے میں تھا حضرت خدیجہ نے اس پر خلیفہ میں رہا ہوئے نکاح دیا) سب اس کا نشہ ہو رہا اور ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا کہ تم نے یہ نکاح خلیفہ سے کیا ہے۔ اس کو بتلایا گیا کہ تم نے اپنی بیٹی خدیجہ کو محمد (ﷺ) کے ساتھ پہلایا ہے اور انہوں نے خدیجہ کے ساتھ خلعت بھی کر لی ہے۔ اس نے پہلے تو اس نکاح کو ماننے سے انکار کر دیا مگر پھر راضی ہو گیا اور گزر کر دیا۔ (کیونکہ وہ اپنی دولت مند بیٹی کو کسی طرح کوئی سے نکاح دینے پر راضی نہیں تھا) حضرت خدیجہ نے پہلے ہی اس کا انکار کر لیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت خدیجہ نے شراب اور کھانے کا سامان تیار کر لیا اور اپنے باپ اور قریش کے دوسرے لوگوں کو دعوت دی۔ ان لوگوں نے آکر کھانا کھایا اور شراب پی کر حضرت خدیجہ کے باپ کو نشہ ہو گیا تو انہوں نے اس سے کہا:

”محمد ابن عبد اللہ نے مجھ سے اپنا نکاح دیا ہے۔ اس لئے میں سے میری شادی کر دیجئے۔“

چنانچہ خویلد نے بیٹی کی شادی کر دی جس کے بعد حضرت خدیجہ نے اس پر نکاح دیا اور اس کے خلیفہ بن گئی۔ (کیونکہ یہ عرب کا دستور تھا کہ جب باپ اپنی بیٹی کی شادی کرنا تھا تو اس کو خطہ پہلایا جاتا تھا) (جو اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے) چنانچہ اب جبکہ اس کو ہوش آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے حضرت خدیجہ نے کہا یہ اس لئے ہے کہ آپ نے محمد ابن عبد اللہ سے میری شادی کر دی!

خویلد نے (بگڑ کر) کہا

”میں تمہیں ابو طالب کے حتم سے نکاحوں کا گھدا کی قسم ہرگز نہیں.....!“

حضرت خدیجہ نے کہا

”کیا آپ کو یہ کہنے ہوئے شرم نہیں آئی۔ کیا آپ قریش کے سامنے اپنا فتنہ نکاح چاہتے ہیں کیا آپ ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے نشہ میں کیا کیا ہے!“

آخر یہ کہ وہ بد وقتوں کے بعد خویلد راضی ہو گیا۔

اس روایت میں حضرت خدیجہ کے خطے سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینا قریش میں بھی کوئی نیا شے نہیں تھی۔ (اگرچہ تقریباً سب لوگ پیتے تھے) چنانچہ یہی بات اس روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں ہے کہ قریش میں لوگوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے جہالت کے دور میں بھی اپنے گھر پر شراب

گرام کر لی تھی ان میں سے بہک کے مطلق بیان گزرو چکا اور بہک لوگوں کے مطلق آگے بیان آنے لگا۔

(آنحضرت ﷺ سے حضرت خدیجہ کے رشتے کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ پر پیش کرتے ہوئے کہا۔

اے ابن تمیم! (یعنی بچا کے بیٹے) میرے دل میں تم سے عزیز داری کے مطلق، تصدیق داری، خوش اخلاقی اور سچائی کہ جس سے صلہ سے سبقت لے کر وہ لکھی پیدا ہو گئی ہے۔ (یعنی میں تم سے نکاح کی خواہش مند ہوں)

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچوں سے اس بات کا تذکرہ کیا (چنانچہ یہ رشتہ پسند آہانے کی وجہ سے)۔ آنحضرت ﷺ کے چچ حضرت عمر دین عبد المطلب حضرت خدیجہ کے باپ خویلد ابن اسد کے پاس گئے اور خویلد کے سامنے حضرت خدیجہ کے لئے آنحضرت ﷺ کا رشتہ پیش کیا اس نے (اس رشتے کو پسند کر کے) حضرت خدیجہ کو آنحضرت ﷺ سے بیاہر دیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں:- کتاب خود میں لکھا ہے کہ (حضرت خدیجہ کے نکاح کے وقت جیسا کہ مختلف روایات میں ان کے باپ یا چچا اجماعی کا نام آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اہل سنت اور علماء کے وقت یہ خیال موجود تھے چنانچہ روایات میں ان میں سے ہر ایک کے مطلق یہ کہہ دیا گیا کہ نکاح (ان تینوں میں سے) اہل ان کے ہر ایک کا تھا۔ یہاں تک کتاب خود کا حوالہ ہے۔

لیکن جہاں تک اس روایت کا مطلق ہے کہ نکاح چچا نے دیا حضرت خدیجہ کا باپ خویلد تھا یا یہ کہ وہ ان کی شادی میں موجود تھا اس بارے میں کافی اشکال ہے کیونکہ علماء عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کا باپ خویلد ابن اسد جنگ جلد سے پہلے مر چکا تھا۔ جنگ جلد کی تفصیل گزرو چکی ہے۔

(حضرت خدیجہ کے باپ کے سلسلے میں) بعض علماء کہتے ہیں کہ جب ملک یمن کے ولی قحط نے ایک وفد یہ چاہا کہ خبر اسود کو حرم سے اٹھا کر یمن لے جائے تو یہ خویلد ہی اس کے نذرے کیا تھا۔ اس کے ساتھ قریش کے دور بھی دست سے آوی ملتا ہے میں اگلے حصے میں خود خود قحط نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ خبر آگیا اور اس نے خبر اسود کو اس کی جگہ پر بھیج دیا۔

(حضرت خدیجہ کے نکاح کے سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے چچا تھا کر یہ قول تھا علامہ ابن ہشام کا یہ ہے جسے انہوں نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میں جو ان لوگوں حضرت خدیجہ کو مر میں دینے۔

(حضرت خدیجہ کے آنحضرت ﷺ سے نکاح کے سلسلے میں تفصیل نقل کرتے ہوئے) علامہ محبت طبری نے لکھا ہے کہ:-

”جب آنحضرت ﷺ نے (حضرت خدیجہ کی گھنگو اپنے چچا سے ذکر کی تو وہ سب آپ کو لے کر حضرت خدیجہ کے باپ خویلد کے پاس گئے ان میں حضرت عمر دین عبد المطلب بھی تھے۔ یہاں ان لوگوں نے اس کے سامنے حضرت خدیجہ سے آنحضرت ﷺ کا رشتہ پیش کیا جسے اس نے منظور کر لیا۔ اس نکاح میں ابو طالب اور خاندان مصر کے سردار شریک تھے۔ ابو طالب نے خطبہ چھا۔ د فیروہ فیروہ۔ واللہ اعلم۔

قال۔ (ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے شادی کے سلسلے میں



حضرت خدیجہ نے خود اپنی بات کی تھی (چنانچہ اپنی اس بات سے روایت ہے کہ :-

حضرت خدیجہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا :-

”اے محمد! کیا آپ شادی نہیں کرنا چاہتے؟“

آپ ﷺ نے پوچھا ”تو کون عورت ہے؟“

انہوں نے کہا ”میں تیرا ہوں!“ آپ نے فرمایا

”میرا، تمہارا کیا فرق ہو گا۔ تم قریش کی ایک سدا لہ عورت ہو جبکہ میں قریش کا ایک عظیم معنی دار شخص

ہوں!“

حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ شہر و جنگے اللہ ہیٹ

(اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے آپ کو عظیم فرمایا ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ

غریب ہے کیونکہ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے کوئی کو جس کا باپ فوت ہو چکا ہو اس وقت تک عظیم یعنی بے سدا

کہا جاتا ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ بالغ ہونے کے بعد اس کو عظیم نہیں کہا جاتا (کیونکہ وہ بزرگ بے سدا

نہیں رہتا بلکہ خود اپنا سدا رہتا ہے) لہذا یہاں آنحضرت ﷺ کا اپنے کو عظیم فرمایا اس معنی کے لحاظ سے ہے

کہ آپ سدا رہے۔

ایک روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ راستے میں حضرت خدیجہ کی بہن کے پاس سے

گزرے اس نے مجھے آواز دی۔ میں اس کی طرف گیا اور رسول اللہ ﷺ میرے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے۔ میں

اس کے پاس پہنچا تو وہ بولی :-

”کیا تمہارے یہ ساتھی خدیجہ سے شادی کی خواہش نہیں رکھتے؟“

میں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا ”ہاں ضرور!“

پھر میں نے آپ کا یہ جواب اس کو آکر بتایا تو اس نے کہا

”تو بھر کل کیا سوچے اور اے یہاں آجلا۔“

”چنانچہ اگلے دن ہم نکلی تو ان کے یہاں گئے تو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے گائے ذبح کر رکھی تھی اور

حضرت خدیجہ کو غلط پرہیز کیا تھا۔“

یہ روایت الہدایہ و انساب میں علامہ سیوطی نے عہد انہی حدیث کی نقل کی ہے اور یہ واقعہ حضرت لہ

ابن کاسر کا ہے۔ چارواکر اس طرح ہے :

لوگ حضرت خدیجہ سے آنحضرت ﷺ کی شادی کے معاملے میں بحثیں اور چہ بیگوئیاں کر رہے

تھے۔ جب لہ ابن کاسر یہ باتیں سننے تو لوگوں سے کہنے :

”خدیجہ کے ساتھ محمد (ﷺ) کی شادی کے حلقے مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ میں ان کا بھین کا

ساتھی اور دوست ہوں۔ (اصل واقعہ یہ ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جلد ہا تھا جب ہم مزدور پر

پہنچے تو ہم نے حضرت خدیجہ کی بہن کو دیکھا تو ایکسے چلے پر بیٹھی ہوئی تھی جسے وہ بیچ رہی تھیں انہوں نے مجھے

دیکھ کر آواز دی۔ میں ان کی طرف چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ میرے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے۔ میں ان کے پاس

پہنچا تو وہ مجھ سے کہنے لگیں :-

”کیا تمہارے یہ ساتھی خدیجہ کے ساتھ شادی کر چاہتے ہیں؟“  
 وہ کہنے لگے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ سے اس کے حلقہ پر چڑھ کر  
 ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہاں ضرور۔“  
 میں نے حضرت خدیجہ کی کن کے پاس آکر ان کو یہ بات بتائی تو وہ یہ نہیں  
 ”نکل گیا کہ وہ اس سے یہاں آجائے۔“

چنانچہ ہم اگلے دن ان کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے گائے ڈانچ کی ہوئی تھی اور حضرت خدیجہ  
 کے باپ کو غلہ پہنہ کر کھا اور ان کی وافر مٹی کو رنگہ رکھا تھا (جیسا کہ عرب میں یہ دستور تھا) میں نے حضرت  
 خدیجہ کے بھائی سے بات کی اور پھر انہوں نے اپنے باپ یعنی حضرت خدیجہ کے باپ سے گفتگو کی۔ اس وقت  
 حضرت خدیجہ کے باپ نے شرب پلہ رکھی تھی (اور نئے میں تھا) حضرت خدیجہ کے بھائی نے اس کو آنحضرت  
 ﷺ اور آپ کے خاندانی مرتبے کے حلقہ تکلیف پھر میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ حضرت خدیجہ کو  
 آنحضرت ﷺ سے چاہو۔ چنانچہ اس نے یہ شادی کر دی۔ پھر ان لوگوں نے گائے کے گوشت سے کھانا تیار  
 کیا اور ہم سب نے کھا لیا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ کا باپ سو گیا، پھر جب وہ جاگا تو چٹانے لگا۔  
 یہ خطہ کیسا ہے۔۔۔ اور یہ رنگہ اور کھانا کس لئے ہے۔۔۔؟

اس پر اس کی اہلی بیٹی نے جس نے عہد سے بات کی تھی اپنے باپ کو تکلیف

”یہ خطہ آپ کو محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے پہنایا ہے جو آپ کے والد ہو گئے ہیں۔ انہوں نے آپ کو  
 ایک گائے دی ہے کہ جس سے ہم نے اس وقت ڈانچ کر لیا۔ اب آپ نے ان کی خدیجہ کے ساتھ شادی کر دی۔“  
 اس نے اس بات سے انکار کیا کہ میں نے خدیجہ کی شادی کی ہے۔ اور چٹا کاہو لوہاں سے نکلا یہاں تک  
 کہ جبر اسود کے حکم پر (یعنی حرم میں بھی گیا۔ اسی وقت نبی باشم یعنی آنحضرت ﷺ کے خاندان والے رسول  
 اللہ ﷺ کو لئے نکل آئے اور انہوں نے خویلو یعنی خدیجہ کے باپ سے آکر بات پر بھی۔ وہ بکے لگا۔  
 ”تمہارا ساتھی کہاں ہے جس کے حلقہ تمہارا خیال ہے کہ میں نے اس سے خدیجہ کی شادی کر

دی؟“

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آگئے۔ جوں ہی خویلو نے آپ کو دیکھا فوراً اس نے کہا  
 ”اگر میں نے ان ہی سے نبی کی شادی کی ہے تو یہ ان کے لئے بہترین بات ہے۔ اور اگر میں نے اب  
 تک نہیں کی تو میں اب ان سے اس کی شادی کر لیا ہوں۔“ (البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۹۶ و ۲۹۷)  
 کتاب احسان میں ہے اس شادی کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ کے درمیان کا صلہ کا  
 کام تفسیر دیتے ہوئے کہی کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ کا کلام کا صلہ تھا اور ایک قول یہ ہے کہ  
 ان کی باہمی محبت۔ مگر اس اختلاف کے حلقہ یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے ان میں سے سب ہی نے یہ فرض انجام  
 دیا ہو۔

کتاب شرف میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا

”آپ اپنے چچا کے پاس جا رہے اور ان سے کہنے کہ کل عہد سے ہاں سو رہے آجائیں۔“

اگلے دن جب ابو طالب آنحضرت ﷺ کو لے کر ان کے یہاں پہنچے تو حضرت خدیجہ نے کہا

تھے ابو طالب! میرے چچا کے پاس اندر پہلے جاتے اور ان سے بات کہتے کہ آپ کے بیٹے محمد ابن عبد اللہ سے میرا نکاح کر دیں۔

(ابو طالب اپنی عمرت اور حضرت خدیجہ کی والدہ لڑکی کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بڑے بڑے سردار اور دولت مند ان سے شادی کے خواہشمند ہیں لیکن وہ چند نہیں ہوئی اس لئے ان کو حضرت خدیجہ کے اس بات پر یقین نہیں آیا اور انہوں نے ان سے کہا: "خدیجہ! میرے ساتھ نہ اپنی مت کر،!"

حضرت خدیجہ نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ کو حضور ہے۔"

ابو طالب وہاں سے اٹھے اور اپنی قوم کے دس معزز آدمیوں کے ساتھ حضرت خدیجہ کے چچا کے پاس گئے۔

(یہ ایک روایت کے الفاظ کے مطابق۔ ابو طالب وہاں بنی ہاشم اور بنی مضر کے سرداروں کے ساتھ پہنچے۔ اس سے کوئی اختلاف بھی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے بنی ہاشم سے مراد بنی دوس کوئی بنی ہاشم بنی مضر کے سرداروں سے بھی کسی لوگ سردار ہوں۔

خطبہ نکاح اور صبر — علامہ ابوالحسن بن فارس وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس روز ابو طالب نے نکاح کا یہ خطبہ پڑھا تھا :-

"تمام تر نہیں اس عدائے بزرگ و بزرگ کے لئے میزوار ہیں جس نے ہمیں اور ایمان کو اور ایمان کی بھٹی، وعدہ کا خزانہ اور مضر کی لور کا خزانہ یعنی اصل بظاہر جس نے ہمیں اپنے مقدس گھر کا نام اور پاسبان بظاہر جس نے اپنے اس گھر کو ہمارے لئے جگہ کا مہر کن بنایا میں کا حرم بظاہر اس میں لوگوں کا عالم بظاہر یعنی حرم کے شبان کی حیثیت سے قریش کو دوسرے تمام قبیلوں پر بلند کی اور فضیلت دی۔ مگر یہ کہ میرے یہ بیٹے محمد ابن عبد اللہ (ﷺ) ایسے ہیں کہ شرف، عزت، و فضیلت اور تہ و محل و انائی کے لحاظ سے اسراہر شخص ان سے کمتر ہے، مگر چاہے دولت ان کے پاس نہیں ہے لیکن حقیقت میں مال و دولت ایک چھٹی پھرتی چھوٹا ہے، ایک انکا چیز ہے جو انسان کی طویل اس رکاوٹ مٹی ہے اور آبی جانی چیز ہے۔ ان کا مقام یہ ہے کہ بہت جلد آنے والے زمانے میں ایک عظیم خوش خبری اور بزرگ دوست خوش خلقی کی ولور کچھ دے گی ہے۔ انہوں نے خواہ و رغبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی پاکیزہ طاقتوں خدیجہ سے اپنا رشتہ دیا ہے اور ان کے منجمل اور مؤجل (یعنی اس وقت اور آئندہ مہر میں بدلہ دیتے ہوئے ایک نفل خرچ کر رہے ہیں۔"

ایک نفل میں دو ام کا ہوا ہے اور ایک لوطیہ چالیس درہم کا (یعنی ایک نفل کو دس لوطیہ کو کہتے ہیں اور کل مہر سب سے پہلے لوطیہ ہوا لوطیہ اور نفل دونوں سونے کے ہوا کرتے تھے جیسا کہ علامہ محبت طبری نے بیان کیا ہے۔ (یہ اس طرح کل مہر پانچ درہم شری کا ہوا۔

ایک روایت جیسا کہ بیان ہوئی یہ ہے کہ آپ نے میں جو ان لونیوں مہر میں دیں۔

اقول۔ سو مختلف کہتے ہیں۔ سن دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے یہ میں جو ان

لونیوں آپ نے ان پانچ سو درہم کے بولے میں مہر میں لور کر دی ہوں۔

بعض علماء مہر کے حقیقی ان روایتوں کا فرق اس طرح دہ کرتے ہیں کہ ممکن ہے مہر کی دہ رقم تو

آپ کی طرف سے خود ابو طالب نے اصرار کر دیا جو جس کا انہوں نے اپنے غلطے میں اصرار کیا تھا اور پھر اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ اضافہ فرمایا کہ میں جو ان کو سنیاں دیتی ہوں اس طرح کو یاد دلاؤں گی چیزیں مگر میں وہی نہیں دے سکتا۔

(قال) یہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ حضرت علیؑ نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس مہر کی ضمانت لی تھی تو یہ سراسر غلط ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ کی جو عمر ہوئی ہے اس کے مطابق تمام والدین کے لحاظ سے اس وقت تک وہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

بعض علماء نے اس سلسلے میں یہ بھی کہا ہے کہ حضرت علیؑ کا اس مہر کی ضمانت لینا اس لئے غلط ہے کہ اس وقت وہ مدت بھرنے کے لئے اس کی عمر سات سال کی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر علامہ شامی کے قول کے بعد یہ بات بھی غلط ہو جاتی ہے (کیونکہ حقیقت میں اس وقت تک وہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) کیونکہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر تین سال تھی۔ حضرت علیؑ کی عمر یہ تھی کہ جب اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر تین سال تھی تو اس وقت آپ کی عمر مہر تک نہیں سال یا اس سے دو تین دن یا دو تین بجیا کہ چنانچہ اس کا ایک قول آگے یہ بھی آئے گا کہ اس وقت آپ کی عمر تین سال دو تین دن یا دو تین بجیا۔

ایک قول یہ ہے کہ کہنے میں جو چیز پیدا ہوا تھا وہ (حضرت علیؑ نہیں تھے بلکہ) عقیقہ میں تھے۔ چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سکتا ہے کہ یہ والدین ہی کہنے میں پیدا ہوئے ہوں۔ لیکن کتب نور میں لکھا ہے کہ عقیقہ میں جو مہر کہنے کے اندر پیدا ہوئے تھے اور یہ بات کی اور کے تعلق سننے میں نہیں آئی۔ چنانچہ اس قول کا تعلق ہے کہ حضرت علیؑ کہنے کے اندر پیدا ہوئے تھے تو یہ قول علماء کے نزدیک کذب اور ضعیف ہے۔

(غرض اس تفصیل کے بعد پھر حضرت علیؑ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے نکاح کے تعلق بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے نکاح کے وقت حضرت علیؑ کے چچا عرواح اس کا ایک جملہ نقل کیا گیا ہے کہ اس نے ابو طالب سے آنحضرت کے تعلق کہا کہ یہ شریف انسان اس شریف خاتون کا شوہر بنے کے لائق ہے۔ اس کے تعلق کہتے ہیں کہ جب ابو طالب نے وہ خطبہ پڑھا کہ قسم کیا جو لوہہ ذکر کیا گیا تو فوراً حضرت علیؑ کے چچا عرواح اس نے یہ جملہ کہا اور حضرت علیؑ کا نکاح کر دیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ حضرت علیؑ کے چچا عرواح نے تو اس وقت ہی نقل کیا تھا۔ (ی) کیونکہ جب وہ خطبہ پڑھا تو اس نے ابو طالب کے چچا عرواح کے پاس سے اس وقت ہی نقل کیا تھا۔

تمام قریشی ائمہ صحابی کو ہی سزاوار ہیں جس نے ہمیں ایسا حکایت کیا کہ آپ نے بیان کیا اور ہمیں وہ نصیحتیں دیں جو آپ نے گائیں، چنانچہ ہم عرب کے سردار اور رہنما ہیں اور آپ ان سب نصیحتوں کے اہل اور لائق ہیں۔ عرب نہ آپ کی بدائی سے انکار کر سکتے ہیں اور نہ آپ کی عزت و عظمت سے انکار کر سکتے ہیں۔ ہم بھی آپ کے شرف اور مرتبے سے علاوہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

پس اسے کہہ کر قریشی ائمہ نے کہا کہ اس میں سے علیؑ کی بہت فائدہ کو محمد بن عبد اللہ سے چاہو۔ اس کے بعد وہ نے سر ہٹا کر (یعنی کہ وہ وقت اس وقت ہی نقل حضرت علیؑ کے ہوا کہ یہی نہیں تھے بلکہ ان کے چچا عرواح نے اسے ابابہ کے ہوائی تھے اس لئے صرف ان کے نکاح کر دینے پر ابو طالب مطمئن نہیں

ہوئے بلکہ ان کی خواہش ہوئی کہ حضرت خدیجہ کے ہر گھول میں سے کوئی نکاح پر حاضر یا نکاح کا اعلان کر دے چنانچہ ابو طالب نے وقت سے کہا:

”میں چاہتا ہوں کہ اس اعلان نکاح میں آپ کے ساتھ خدیجہ کے چچا بھی شریک ہوں۔“

یہ سن کر ان کے چچا یعنی عمرو بن اسد نے کہا:

”اے گروہ قریش! مجھ پر گوارہ ہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح تمہارا بنی عبدالمطلب سے کر دیا۔“

(اور اس طرح آنحضرت ﷺ کے سب سے پہلے نکاح کی یہ مختصر تقریب پوری ہوئی)

ولیمہ..... آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کی دعوت فرمائی۔ آپ نے ایک لونہ اور ایک قرنی کے مطابق دو لونہ ذبح فرمائے اور لوگوں کو دعوت دیر کھلائی۔

حضرت طہیجہ نے اپنی ہاتھوں کو حکم دیا کہ وہ کھیل کود کر اور دف بجا کر خوشی منائیں۔ اس روز ابو طالب بھی بے اختہ و خوشی اور سرور تھے۔ انہوں نے کہا:

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری بیویوں کو ہم سے دور کر دیا۔“

یہ پہلا ولیمہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے کیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- (جیہلی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی بہن نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سے کہا تھا کہ کل دن میں ان کے ساتھ ہلدے گھرتا، چنانچہ جب یہ وہی پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے گائے اناج کی ہوئی تھی اور حضرت خدیجہ کو حطہ پہنچا ہوا تھا۔ لیکن یہاں کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ کے لئے ولیمہ میں ایک بار لونہ ذبح کئے۔ اس بار سے میں کہتے ہیں کہ) شاید گائے تو نکاح کے وقت ذبح کی گئی ہو اور لونہ طلوت کے ارادے کے وقت کا گیا۔

(ایسے ہی جیہلی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ کا آپ اس نکاح کے وقت نئے میں تھا اور حضرت خدیجہ نے اسی حالت میں نکاح کے وقت اس کو خوشبو میں لپی ہوئی ہمارا تعدادی تھا۔ مگر جب اس کا شہرہ اترتا اس نے اس حطے کے حلقے پر چماؤ اس کو ہٹایا گیا کہ تم نے خدیجہ کو تمہارے حلقے سے چھو رہا ہے اور انہوں نے طلوت بھی کر لی ہے۔ بلکہ وہاں ولیمہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اس کے حلقے کہتے ہیں کہ یہ روایت درست نہیں ہے اس لئے اس کی وجہ سے کوئی مشکل پیدا نہیں ہو سکتی (کیونکہ آگے کی سطروں میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ کا آپ اس شادی کے وقت ازدواجی نہیں تھا کیونکہ وہ عرب ہمارے ملامت پکا تھا)

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا نکاح کرنے والوں میں بھی ایک روایت میں ابو طالب کا ذکر آتا ہے اور ایک میں حضرت حمزہ کا۔ اس حلقے میں کہا ہاں سنا ہے کہ لیکن یہ حضرت حمزہ بھی ابو طالب کے ساتھ نکاح کے وقت موجود رہے ہوں اس لئے نکاح کرنے والوں میں دونوں کا نام آیا۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ کے لگاؤ کا سبب..... (حضرت خدیجہ ایک بہت مالدار عورت تھیں اور بڑے بڑے دولت مند لوگ ان سے شادی کے خواہش مند تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا) لیکن اب انہوں نے خدیجہ آنحضرت ﷺ کے لئے اپنے آپ کو نکاح کے واسطے پیش کر دیا (مالدار کے آنحضرت ﷺ کے پاس مال و دولت ہاں لیکن انہیں تھا کہ اس کا سبب ایک قوی فکر بری معاملہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا مروجہ بلکہ کرنا تھا لیکن اس کے علاوہ ان کا حق نے اس کا ایک سبب اور بھی ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :-

قریشی اور قول کی ایک تعریف ہو اگر قی قی جس میں وہ مسجد حرام میں حج ہو اگر قی قی۔ چنانچہ ایک دفعہ وہی طرح مسجد حرام میں حج قی قی کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا۔

”اے قریشی طوائف اقصیٰ سے دو مہمان ایک کی خاطر ہونے والا ہے، جس کے حضور کا مذہب قریب آپ کا ہے اس لئے تمہیں جس کے لئے بھی ملے ہو سکے، ضرور اس کی پیروی کی جائے۔“

اور قول کو اس کی اس بات پر بہت غصہ کیا اور وہ اس کو برا بھلا کہتی ہوئیں اس پر ہنجر دے لگیں۔ مگر حضرت خدیجہؓ اس کی یہ بات سن کر سوئی میں چائیں اور یہ بات سن کے دل میں بیٹھ گئی۔

چنانچہ اس کے بعد (جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو شام کے سڑ پر پہنچا اور) میری نے ان کو آپ ﷺ کی دو کتابیں دکھائیں جو اس نے دیکھی تھیں اور خود حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ ﷺ کی تحریات انگیز دکھائیں دیکھیں (کہ آپ ﷺ پر فرشتے سایہ کے ہوئے تھے تو ان کو یہودی کی یہ بات یاد آئی اور انہیں اپنے چچا زاد بھائی اور قریبی فاضل کی بات بھی یاد آئی جو انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کی کتابیں سن کر سنی تھیں۔ انہوں نے اس وقت اپنے دل میں سوچا اس یہودی نے جو کچھ کہا تھا کہ وہ صحیح ہے تو وہ کی اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے سوا کوئی اور اس میں ہو سکتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کی آنحضرت ﷺ سے درخواست..... اسی سلسلے میں علامہ فاضل نے حضرت انسؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ :-

آنحضرت ﷺ نے ابو طالب سے حضرت خدیجہؓ سے ملنے کے لئے جانے کی اجازت مانگی۔ (کیا یہ بات حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کی شادی سے پہلے کی ہے اور غالباً اس وقت کی ہے جبکہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ ان کے گھر آکر ٹھہریں جیسا کہ کئی مفسرین میں ایک روایت کردی ہے۔ فرض ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو جانے کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی آپ کے پیچھے اپنی ایک باندی کو بھی بھیجا جس کا نام بعد قتل ابو طالب نے اس سے کہا کہ یہ دیکھو کہ خدیجہؓ ان سے کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ وہ باندی آنحضرت ﷺ کے پیچھے پیچھے طواف بھی گئی۔ جب آنحضرت ﷺ خدیجہؓ کے پاس پہنچے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا اور پھر آپ سے فرمایا۔

آپ پر میرے دل باپ قربان ہوں انہی یہ جو کچھ کر رہی ہوں وہ صرف اس لئے کر رہی ہوں کہ میری گردن ہے جو نبی ظاہر ہونے والا ہے وہ آپ ہی ہوں۔ پس اگر وہ نبی آپ ہی ہوں تو میرا حق اور میرے فرائض کو یاد رکھے گا اور اس پر وہ رکھ سے میرے لئے دعا کیجئے گا جو جلد ہی آپ کو ظاہر فرمائے گا ہے۔“

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔  
”تھا کی قسم اگر وہ نبی میں ہی ہوں تو تم نے جو کچھ میرے ساتھ بھلائی کی ہے میں اس کو بھی فراموش اور ضائع نہیں کروں گا اور اگر وہ نبی میرے علاوہ کوئی اور ہو تو وہ پردہ ہو گا مگر بھی جس کی وجہ سے تم نے یہ سب کچھ کیا ہے تمہیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔“

یہ گفتگو سن کر کچھ باندی یہاں سے واپس آئی اور اس نے ابو طالب سے یہ سب واقعہ کہ سنایا۔  
حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کی شادی ملک شام سے واپس آنے کے دو بیٹے پھر وہاں سے ہوئی۔ حج قول کے مطابق اس وقت آپ کی عمر سبک کچیس سال تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ بعض حضرات نے

بچوں سال پر دیکھتے دیکھتے وہی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ اور آنحضرت ﷺ کے حلقہ روایت بیان ہوئی اس کی طرف قصیدہ ہزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعر و اشعار میں کیا ہے۔

وَرَقَّةٌ عَفِيفَةٌ وَ النَّفْثُ وَالْقُرْ  
قَدْ رَفِئَ رَجُلٌ سَجِيَّةٌ وَالْعِيَاءُ

وَقَدْ مَاتَ نَفْسُ الْعِمَامَةِ وَالشُّرْ  
مُتَأَنِّفَةٌ بَيْنَهُمَا أَلْفَاءُ

وَأَحْبَبْتُ أَنْ رُجِدَ رَسُولُ اللَّهِ  
بِالْعَبْدِ حَيًّا بَيْنَ قَرْفَاءِ  
لَدَعْتُ إِلَى الْفُرَاحِ وَمَا أَحْسَنَ  
مُتَلَفِّعِ الْعَشِيِّ أَلَا ذِكْرًا

مطلب..... حضرت خدیجہؓ نے جو بڑی عزت اور پاکیزہ مہر ہے اور اسے نسب الہی اور ذہن و دست مال و دولت دلی حقیقتیں آپ کو دیکھا اور آپ کے حلقہ شاگرد و تلمیذ اور دنیا و دھرم آنحضرت ﷺ کے حلال اور طبیعت میں داخل ہے۔ پھر ان کو معلوم ہوا کہ ایک بدلی آپ پر سایہ نکدہ رہی تھی اور یہ کہ دولت بھی آپ کی طرف اپنا سایہ بھٹا کر آپ کو اپنی چھاؤں میں لے لیتے تھے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ فرشتے ہی بدلی کی شکل میں ہوتے تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر بدلی کا سایہ کرنا نبوت سے پہلے تک ہی رہا اور آپ کی نبوت کی بدلی کی اور پھر نبوت کے بعد یہ سلسلے ختم ہو گیا۔ (اس کے بعد تیسرے شعر سے مطلب بیان کرتے ہیں کہ) بعض راویوں وغیرہ سے حضرت خدیجہ کو اطلاع ملی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے وعدہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کو تلمیذ کی طرف نبوت اور رسالت دے کر ظاہر فرمائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ اسی راویوں نے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے رشتہ بدلی اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لئے پیش کیا۔ نصیحت میں ذہین اور ذکی کوئی تمنا کرنے میں سختی کچھ سے کام لیتا ہے!

جب آنحضرت ﷺ سے حضرت خدیجہؓ کی شادی ہوئی اس وقت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

(قال) ایک قول یہ ہے کہ چھتالیس سال تھا۔ اسی طرح ایک قول تیس سال کا ہے اور ایک

اظہار تیس سال کا ہے۔ (یہی اسی طرح پچیس سال اور بچیس سال کی عمر کے قول بھی ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کی پہلی شادی..... آنحضرت ﷺ سے پہلے خدیجہ کی دو شادیاں ہو چکی تھیں جن میں سے پہلا شخص شقیق ابن عامر اور ایک روایت کے مطابق شقیق ابن عامر تھا اس سے حضرت خدیجہ کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام بعدہ تھا۔ یہ بعدہ محمد ابن مصطفیٰ خزاعی کی ماں تھی۔

دوسرا شخص جس سے حضرت خدیجہؓ کی دوسری سرجہ شادی ہوئی ابوہریرہ تھا (جو اس کا لقب تھا) اس کا

نام بھی بعدہ تھا اس سے حضرت خدیجہؓ کے یہاں ایک لڑکی ہوئی جس کا نام ہار تھا اور اسی کی نسبت سے اس کے

باپ کو ایوانہ کہا جاتا تھا) ایوانہ سے ہی حضرت خدیجہ کے یہاں ایک لڑکا ہوا اس کا نام بھی ہند تھا۔ اسی طرح یہ ہند ابن ہند تھے۔ یہ ہند ابن ہند کہا کرتے تھے۔

میں اپنے باپ، ماں، بھائی اور بہن کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز اور شریف انسان ہوں۔ میرے والدہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی والدہ حضرت خدیجہ سے شادی کر لی تھی۔ میری والدہ خدیجہ ہیں۔ جو پہلی اہم المومنین یعنی مسلمانوں کی ماں ہیں۔ میرے بھائی قاسم ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے جو حضرت خدیجہؓ کے ہی بہن سے تھے۔ اور میری بہن فاطمہ ہیں۔ (جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں)

یہ ہند ابن ہند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ مگر علامہ سبکیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہمد میں طاعون میں مرے۔ اس دن اس دہا کے نیچے میں ہمد میں تقریباً ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ مرنے والوں کے گفتگوئی میں اس طرح کہے ہوئے تھے کہ ان کے جنازے سے کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے سکا اور ان کا جنازہ اٹھانے والا بھی کوئی نہ مل سکا چنانچہ ان کا نو ص کرنے والی درد کر پکڑ لے گئی۔

”آج ہند ابن ہند۔۔۔ افسوس اسے رسول اللہ ﷺ کے پروردہ۔۔۔“

اس پکڑ کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پروردہ شخص کی میت کے احرام میں تمام لوگ اپنے جنازے پھوڑ کر ان کا جنازہ اٹھانے کی کوشش کرنے لگے جس کی وجہ سے صرف لوگوں کی انگلیوں انگلیوں پر ان کا جنازہ چار ہاتھ۔ یہاں تک علامہ سبکیؒ کا کلام ہے۔

(حضرت خدیجہ کے پچھلے شوہروں کے سلسلے میں کتاب مواہب میں یہ ہے کہ پہلے ان کی شادی ایوانہ سے ہوئی تھی اور اس کے بعد میری مرتبہ عقیق سے ہوئی۔

حضرت خدیجہ کے حقیقی حریفہ نصیبات آنحضرت ﷺ کی اذواج مطہرات کے یہاں میں ذکر ہوں

گی۔



## باب ہفتم (۷۱)

## کعبہ مقدسہ کی تعمیر نو

کعبے میں سیلاب..... کج قول کے مطابق جب آنحضرت ﷺ کی عمر سبکدوش (۳۵) سال کی ہوئی تو کعبے میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ قریش نے سیلاب روکنے کے لئے ایک بند بنوا دیا تھا مگر (پانی کا اندازہ ہوا کہ) سیلاب اس بند کو توڑ چکا تھا اس پر سے گزرا کر کعبے میں داخل ہو گیا، پانی کے بھٹکنا شروع ہو جانے کی وجہ سے کعبے کی دیواروں میں شکاف پڑ گئے۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ کعبے کی دیواروں میں ایک ٹک جانے کی وجہ سے کمرہ ہو چکی تھیں اس کا واسطہ یہ ہوا تھا کہ ایک دھڑ ایک عورت کعبے کو دھوئی دے دی تھی۔ اس آگ میں سے ایک چنگاری اڑ کر کعبے کے پردوں تک پہنچ گئی جس سے (پردوں کے ساتھ لہج لہج بھی جل گئی تھیں۔ اس لئے قریش کو سب اور زیادہ پریشانی تھی کہ ان کمرہ دیواروں کو سیلاب کا پانی بالکل ہی تباہ کر دے گا۔

عورت کے دھوئی دینے کا جو واسطہ ہوا ہے اس کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ (اس وقت یعنی آنحضرت ﷺ کی موت سے پہلے کا نہیں بلکہ اس کے ایک وقت بعد) حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے زمانے کا ہے۔ مگر اس قول کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے اس وقت وہ بارہ کعبے میں آگ لگنے کا واسطہ بنیں آیا ہو۔

خزانہ کعبہ..... کعبے کی دیواروں کی اونچائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی نو گز کی تھی اور اس پر پست نہیں تھی۔ لوگ کعبے کے لئے جو خزانے اور تحائف لاتے تھے جس میں کپڑے اور خوشبوئیں وغیرہ ہوتی تھیں وہ کعبے کے اندر جو کنواں تھا اس میں ڈال دیتے تھے۔ یہ کنواں اندرونی حصے میں دائیں جانب تھا اس کو کعبے کا خزانہ کہا جاتا تھا اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

خزانہ کعبہ کا چور اور اس کا انجام..... نئی جریم کے زمانے میں ایک شخص نے کعبے کے اس خزانے سے کچھ سامان چور کر دیا اور دوسرے کی کنویں میں گر چھوڑ دیا۔ اسے جلاک کر دیا۔ مگر بعض سورتوں نے یہ کھلبے کہ اس شخص پر ایک حجر گر چھا جس کی وجہ سے وہ اس کنویں میں بند ہو گیا۔ یہی تک کہ پھر اس کو لوگوں نے اس میں سے نکالا اور اس کے پاس سے چوری کا مال برآمد کیا۔ یہ اختلاف قائل خود ہے اس اختلاف کو ختم کرنے کے

نئے ایک بات سہی جی جانتی ہے جو زیادہ مضبوط نہیں ہے کہ ممکن ہے اس شخص نے دوسرے چوری کا کارندہ کیا ہو جس میں سے (ایک دفعہ تو اس کو خود ہر آدمی کے اس سے ملے واپس حاصل کر لیا گیا لیکن دوسری دفعہ وہ شخص اس کو نہیں پس کر کر ملا کہ ہو گیا۔

خزانہ کعبہ کے لئے منجانب اللہ محفوظ۔۔۔ اس واقعہ کے بعد سے ہی حق تعالیٰ نے اس خزانے کی حفاظت کے لئے اس پر ایک سفید رنگ کا ساپ بٹا کر دیا جس کا سر سیاہ تھا اور بالکل بکری کے بچے جیسا تھا۔ یہ ساپ اس کنویں میں نہ لگا اور اس میں نہ بڑے ہوئے ساپوں کی حفاظت کرتا تھا۔ یہ اکثر اس کنویں میں سے نکل کر بیت اللہ کی دیوار کے باہری حصے تک آجاتا تھا اور کعبہ کی دیوار پر دو سوپ لینے کے لئے بیٹھ جاتا کرتا تھا۔ (چونکہ یہ ساپ سفید رنگ کا تھا اس لئے ہر سوپ میں اس بکرگ بہت چٹکا تھا۔ کبھی کبھی یہ دیوار پر دو سوپ اس طرح کھڑی ہوتا کہ بیٹھ جاتا کہ اس کا سر اس کی دوڑ سے مل جاتا۔ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا یا جاتا تو ساپ چونکھ کر سیاہ ہوتا اور اپنا منہ کھول دیتا۔ اس بارے میں علامہ جوہری نے اپنی کتاب حیات النبی میں ساپ کے مصنف لکھا ہے کہ ساپ کی چونکھار اس کے منہ سے نہیں نکلتی بلکہ اس کی کھال سے نکلتی ہے۔

فرض یہ سناپ پانچ سو سال تک بیت اللہ کے اس خزانے کی حفاظت کرتا رہا۔ جو شخص بھی مجھے کے گھوڑوں اور خزانے تک پہنچتا ہے سناپ اس کو ہلاک کر دیتا تھا۔ (ی) عاقلاً مر لو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس خزانے کے قریب پہنچتا تو یہ سناپ اس کو ضرور ہلاک کر دیتا۔ (ک) چونکہ اس پانچ سو سال کے عرصے میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا کہ سناپ نے کسی کو مار دیا ہو اور نہ اگر اس خزانے کے قریب جانے پر اس نے کسی کو مارا ہو تا تو (جہد عقلی کتابوں میں اس کا ذکر ہو گا) (چونکہ تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے)

تھوڑا سا مٹاؤں نے اس سانپ کے ختم ہونے کے حتمی حکم نہیں لکھا لیکن البدلیہ میں این اسٹی نے یہ روایت کی ہے کہ "میں ایک قبیلہ شخص تھا جو حجازی تھا قریش نے کہے کی خیر کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کیں مگر کہے کا جو کنواں تھا جس میں کہے کو بیٹے جانے والے بنے اور خود بیٹہ ڈالے جاتے تھے اس میں ایک سانپ رہتا تھا یہ سانپ اکثر کہے کی دیوار پر آکر بیٹھ جایا کرتا تھا جس سے قریش بہت خوفزدہ تھے۔ جوں ہی کوئی اس کے قریب جاتا اس پر حملہ کرنے کو تیار ہو جاتا تھا اور اپنا منہ کھول کر پتھر پھینک دے لگا تھا قریش اس سے گھبرا رہے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ اسی طرح کہے کی دیوار پر بیٹھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک پروردہ بھیجا جس نے جھپٹ کر اس سانپ کو پکڑ لیا اور اسے لے کر فرمایا۔ (اس کو قریش نے کہے کی خیر کے لئے مال نیک سمجھا) اور وہ کہنے لگے۔

”ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لڑکے سے خوش ہے کیونکہ انہیں مودہ حق بھی مل گیا۔ (ایک نوٹ ہونے لگا۔) جلد کی ٹکڑی بھی کافی مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سہاگ سے بھی چھٹکارا دلایا۔“ (طہارہ)

$\mu = 5$   $\sigma = 1$   $\mu = 10$   $\sigma = 1$   $\mu = 15$   $\sigma = 1$

تعمیر کعبہ کا ارادہ..... یہ سب اسی طرح غلط کعبہ کی حفاظت کر رہا ہیں اب تک کہ قریش کا زمانہ آیا اور سب ابور آگ لگے گا، اھ قریش کیا اب قریش نے بیت اللہ کی عبادت کو (تو ان جاؤں کی وجہ سے کنز و ہونہی) تم تو نے اور ازم تو بنائے گا، لوہہ کیا قریش نے فیصلہ کیا کہ اس وقت اس کی دنیویں مضبوط کر کے دج لوں کو زیادہ لو نہیا کر دیا جائے اور اسی طرح دور مانے کو بھی اور لو نہیا کر دیا جائے تاکہ کچھ میں صرف وہی شخص داخل

ہو گئے جس کو وہ ہجرت دے دیں۔

اجتہادی چندہ اور جہادی..... اس کے بعد قریش نے (کعبہ کی تعمیر کے لئے) قحیل کے کام کرنا شروع کیا اور جہر جمع کرنے شروع کئے۔ ہر قبیلہ اپنے حصے کے جہر طہرہ جمع کر رہا تھا انہوں نے اس مقصد کے لئے چندہ جمع کیا جس میں تمام پاک کٹائی دی۔ چاک اور طوائفوں کی کٹائی اسی طرح سود اور غصب کا مال اس میں ہرگز نہیں لیا گیا۔

چندہ میں نیا پاک کٹائی شامل ہونے پر حبیہ..... (چندہ کے مال میں صرف پاک کٹائی لئے جانے کی یہ شرط اور احتیاط کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک قریشی سردار ابوہب مرد ابن عابد نے جب (کام شروع ہونے کے وقت) ایک جہر لیا تو وہ اس کے ہاتھ سے اچھل کر وہیں اسی جگہ پکٹی گیا جہاں سے اٹھایا گیا تھا (اس پر قریش پریشان ہو کر حیران ہوئے) آخر ابوہب ہی کوڑا ہوا اور اس نے لوگوں سے کہہ

کہے کہ وہ قریش انکسے کی ہڈیاں میں سوائے اپنے پاک مال کے کوئی دوسرا مال شامل مت کرے۔“ حدیث (۱) ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نے قریش سے کہا:-

اس بیت اللہ کے چندہ میں کسی بدکار عورت کی کٹائی یا سود کا مال۔ اور ایک روایت کے مطابق:- کوئی ایسا مال جس کو تم نے ذہر دہی اور غنم کے ذریعہ حاصل کیا ہو یا جس میں تم نے دشتہ و لوہں کا حق لیا ہو اور یا جس کے حاصل کرنے میں تم نے حرمت کا خیال نہ کیا ہو اور کسی کے ساتھ جو غالی کی ہو اس مال کو ہرگز شامل مت کرے۔

یہ ابوہب رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کا ماسوں تھا اور اپنی قوم میں ایک شریف آدمی تھا۔ تعمیر کعبہ میں آنحضرت ﷺ کی شرکت..... (غرض جب قریش کے لوگ بیت اللہ کی تعمیر کے لئے جہر اکٹھے کر رہے تھے تو ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی جہر جمع کرنے میں شریک تھے۔ شیخین نے حضرت جابر ابن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ:-

اتفاقاً سبز محل جانے پر حفاظت..... جب کعبہ کی تعمیر شروع ہوئی تو آنحضرت ﷺ اور حضرت عباس جہر جمع کرنے کے لئے گئے (چونکہ آپ نگلی گردن پر جہر رکھ کر لادے تھے اس لئے حضرت عباس نے آپ ﷺ سے کہا:-

”جہر رکھنے کے لئے اپنے قبندہ کو اپنی گردن پر رکھ لیتے تاکہ جہر جمع کرنے میں سہولت ہو جیسا کہ دوسرے سب آدمی کر رہے ہیں۔“

کیونکہ دوسرے سب لوگوں نے اپنے قبندہ اور کراچی گردنوں پر رکھ لئے تھے اور ان پر جہر رکھ کر رہے تھے چنانچہ (حضرت عباس کے کہنے پر) آنحضرت ﷺ نے ایسا کیا مگر اسی وقت آپ ﷺ میں گر پڑے اور آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان پر جم گئیں۔ (یہ اور آپ ﷺ کو ٹولا گئی۔

”ہذا سبز محل“

آپ ﷺ ایک دم پھارتے گئے۔ ہر انہید۔ ہر انہید۔ اور پھر آپ ﷺ نے جلدی سے قبندہ لپیٹ لیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ فوراً گر پڑے اور آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت عباس آپ ﷺ کو پکڑ کر بٹھ گئے اور آپ ﷺ سے حال پوچھنے لگے۔ تب آپ ﷺ نے ان کو بتلایا کہ مجھے آسمان سے پکار کر کہا گیا کہ اپنا قبندہ لپیٹ لو۔

ستر چلنے کے متعلق مختلف روایات پر بحث..... ایک روایت یہ ہے جس کو امام مشکل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ستر یمنی پوشیدہ جسے ڈھکنے کا یہ حکم ہونے کے بعد حضرت عباسؓ نے آپ سے کہا کہ: "بیچو! اپنا تہجد اپنے سر پر رکھ لو" تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں تجھے جو کہہ چکی ہوں... جو کہہ بھی ہو، صرف ستر مکمل ہانے کی وجہ سے ہوا۔"

ایک روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ جبکہ آنحضرت ﷺ اہلبیت کے مقام سے ہجرتِ مکہ کو راہ پر تھے۔ آپ ﷺ اس وقت ایک سفید وحادی اور چادر (بلور تہجد کے) پہنے ہوئے تھے۔ دو چادر تک تھی جس سے آپ ﷺ کو وقت ہو رہی تھی۔ آپ اس کو اسد کر اپنی گردن پر رکھنے لگے جس سے آپ ﷺ کا ستر مکمل گیا۔ آپ ﷺ کو اچانک کوفہ لگی۔

آگے لکھا ہے ستر ڈھکنو "۱۔"

چنانچہ اس کے بعد ہر کبھی آپ کا ستر نہیں کھلا۔

اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عباسؓ کا واقعہ اور یہ واقعہ ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عباسؓ نے اسی وقت روایات کی ہے جو مشکل روایت میں ذکر ہوئی البتہ اس روایت میں از رو یمنی تہجد کہا گیا ہے اور اس میں سرور یعنی وحادی اور لونی چادر کا قلم ہے۔

ممانعت کے بعد آنحضرت ﷺ دو کام دو بار نہیں کرتے تھے..... (قول) مگر بعض محدثین کہتے ہیں کہ (اس بارے میں سیرت مطہرہ گوشتہ قطعی علیٰ صحیح پر جو ایک روایت گزری ہے کہ جب ایک دفعہ ابو طالب ذحرم کے کنوئیں کی سرست کر رہے تھے اور آنحضرت ﷺ ہجرت وغیرہ اٹھانے میں ان کی مدد کر رہے تھے تو آپ ﷺ کا ستر مکمل گیا تھا جس پر آپ کو اسی طرح ستر ڈھکنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ تو اس واقعہ کے بعد اس دوسری حضرت عباسؓ نے روایت کو اماما مشکل ہے بعض محدث اس کی دلیل میں کہتے ہیں کہ:-

جب آنحضرت ﷺ کو کسی بات کے لئے ایک مرتبہ ممانعت ہو جاتی تھی تو آپ اس کو دوبارہ بھی نہیں کرتے تھے جس کے بعد سے سبب تھے۔ (۱) جبکہ حضرت عباسؓ نے روایت کو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ میں آپ نے اسی بات کو دوبارہ کیا جس پر ایک دفعہ آپ کو ممانعت ہو چکی تھی۔

روایات کا تجزیہ..... اقوالہ مؤلف کہتے ہیں: ممکن ہے پہلی بار یسوع ابو طالب والے واقعہ میں جب آپ کو ممانعت کی گئی تو آپ ﷺ نے نہ سمجھے ہوں کہ یہ معاملہ بہت اہم ہے بلکہ آپ نے یہ سمجھا کہ اس کو کیا بھی جاسکتا ہے اور پھر زانی بھی جاسکتا ہے (کیونکہ اس وقت آپ کم عمر تھے جیسا کہ بیان ہوا) اور پھر اس دوسرے موقع پر آپ سمجھ گئے کہ یہ ایک اہم چیز ہے۔

تشریح..... مگر اس سلسلے میں بعض محدثین کی یہ رائے ہی زیادہ بہتر ہے کہ یہ دوسرا واقعہ حلیم کرنا مشکل ہے کیونکہ ایک تو وہی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جس چیز کی ایک بار ممانعت ہو جاتی تھی آپ ﷺ اس کو دوبارہ بھی نہیں کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ابو طالب والے واقعہ کے وقت آپ کی عمر کم تھی اس وقت یہ واقعہ پیش آیا، لیکن بھی تھا لیکن خیر کہ جب کے وقت اس واقعہ کا پیش آنا اس لئے بھی ناقص نہیں ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر صحیح قول کے مطابق پچیس (۳۵) سال تھی اس عمر میں آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اس قسم کی بھول قابلِ غیب نہیں ہے جبکہ اس بارے میں ایک دفعہ پلے پیش بھی آپ کا تھا جس میں

آپ کو ستر کھولنے کی ممانعت ہو چکی تھی، وہ گزشتہ واقعہ جس عمر میں پیش آیا وہ آپ کے لڑکپن کی عمر تھی بچپن کی نہیں تھی کیونکہ اس میں آپ کے لئے غلام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی لڑکے کے ہوتے ہیں اور لڑکپن کی عمر کے واقعات عام طور پر کوئی کو یاد رہتے ہیں اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ممکن ہے آپ اس بچپن کے واقعے کو بھول گئے ہوں۔

اس روایت کے سلسلے میں اس قدر حیرانہ نے کتب شریعہ ذرا قافیہ بکھری۔ اس میں یہ ہے کہ (فقیر کعبہ کے سلسلے میں) آحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام سے چھڑا کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت آپ عیسیٰ علیہ السلام ایک دعا دی اور کوئی پادری دوا دے ہوئے تھے وہ پادری آپ پر ٹپک ہو رہی تھی اس لئے آپ اس کو اپنے سوط سے پر نکالے گئے چونکہ پادری پھوٹی تھی اس لئے پادری سوط سے پر نکالنے کی وجہ سے آپ کا ستر ٹھل گیا اس پر فورا ہی آپ کو تھوڑا آبی کہ اسے خود اپنا ستر دھو لیں اس کے بعد بھی آپ عمر میں نہیں دیکھے گئے۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قصد کیا پادری دھونے کی تکلیف سے بچنے کے لئے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ پادری پھوٹی تھی آپ اس کو سنبھالنے کے لئے اس کا ایک پتہ سوط سے پر نکالے گئے جس سے بدن کے پتلے حصے سے پادری اٹھ گئی۔

آگے ذرا قافیہ میں یہ ہے کہ :-

بحر حارہ سرانہ انہی سلسلے میں واقعے کے بارے میں کہتے ہیں کہ شاید آحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پریشانی قسم کا کچھ حصہ کھل جانے کی وجہ سے تھی ستر کھلنے کی وجہ سے نہیں تھی اگرچہ یہ بات جائز کی اس روایت میں نہیں ہے مگر اس بات کا نہ ہونا اس حدیث کے نقصان کو کی کمی دلیل ہے کیونکہ اگرچہ اس میں یہ حصہ نہیں ہے مگر دوسری روایت میں موجود ہے۔

بحر یہ کہ اس حدیث کی جو سب سے عمدہ تشریح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ ستر تو کھلا کر وہ جسم کے خصوصیت سے تھے (یعنی ممکن ہے کھٹنے سے پورے بدن کا کچھ حصہ کھل گیا ہو کہ ستر تو وہ بھی ہے مگر ستر خصوصیت میں ہے) شریعہ ذرا قافیہ طحاوی المواب جلد اول ص ۲۰۵ مرتب۔

ایک شہد اور اس کا جواب ..... یہاں ایک شہد ہو سکتا ہے اس سے پہلے بیان ہوا ہے کہ آحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا یہ اعزاز فرمایا کہ کسی شخص نے مجھی میرے بدن کے پتہ شیدہ حصے میں دیکھے اور اس سلسلے میں یہ بات جان کی گئی کہ یہ آحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ کیونکہ کتب خاصہ صغریٰ میں ہے کہ آپ کے بدن کے پتہ شیدہ حصے بھی نہیں دیکھے گئے اور اگر کسی کی نظر پڑی (تو دیکھنے سے پہلے اس کی آنکھیں پھڑا گئیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شخص آنکھوں سے معذور ہو گیا بلکہ یہ ہے کہ اس وقت آحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ستر کو دیکھنے کی اس میں ممانعت نہیں رہی)۔

اس شہد کا جواب یہ ہے کہ آپ کا ستر یعنی بدن کے پتہ شیدہ حصے کھٹنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ اس پر دوسروں کی نظر بھی پڑی ہو (بلکہ مراد یہ ہے کہ صرف ستر کھلا اور اس سے پہلے کہ اس پر دوسروں کی نظر پڑے آپ کو اس پر توجہ کر دی گئی چنانچہ ستر کھلا کر دوسروں کو سب پر دی نہیں ہو سکی کئی طرح آپ کی پال پر پوش اور لادین مطہرت کے ساتھ خلوت کے دوران بھی آپ کے ستر پر دوسروں کی نظر نہیں پڑ سکتی۔ (البتہ یہاں یہ شہد ضرور پیدا ہوتا ہے کہ پیدائش کے وقت بھی آپ کے ستر پر دوسروں کی نظر نہ پڑنا ممکن نہیں معلوم ہوتا

جبکہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کا ستر یعنی اعتناء حاصل رکھ کر میاں کی جنس کا اعلان کیا جاتا ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ اس لئے لازم ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت دایہ و غیرہ نے آپ کا ستر دیکھا ہو گا۔ اس شبہ کے جواب میں شاید یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت کارکن مستحق سے ملنا و ملنا علم

عمارت کعبہ کو کرنے سے قریش کا خوف..... (اس درمیان تفصیل کے بعد اصل واقعہ یعنی کعبہ کی تعمیر کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب قریش مجروح و غیرہ اکٹھا کر چکے تو کعبہ دوڑتے دوڑتے گئے کہ اگر ان کے لئے یہ ہے۔ (ی) نہیں خوف تھا کہ کہیں ان پر کوئی مصیبت نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ انھیں ان کے لڑکوں سے دو کھنڈے۔ خاص طور پر جبکہ اس سے پہلے مردانِ مائدہ کے ساتھ وہ اتنے بھی پیش آپ کا تھا کہ اس کے ہاتھ سے چرخ لگ کر وہاں اپنی جگہ چلا گیا تھا۔

ایک قریشی سردار کی طرف سے پہل!..... (ی) ابن اسحاق کی روایت ہے کہ لوگ کعبہ کی تعمیر کو کرانے سے بہت زیادہ ڈر رہے تھے کہ کہیں اس کی وجہ سے وہ کسی بلا میں نہ پھنس جائیں۔ آخر ایک قریشی سردار ولید ابن مغیرہ نے ان سے کہا۔

”اس کو کرانے سے تمہارا کوئی نقصان اور مرگت نہ کرنے کا یہ پاس کو غراب کرنے کا ہے۔“

لوگوں نے مانگا یہ ہے ہم تو مرگت اور صلاح کو مانگتے ہیں۔

ولید نے کہا

”تو بھر سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ صلاح کرنے والوں کو یہ یاد نہیں کر رہا۔“

(قریشی عرب بھی پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے تھے) لیکن لگے کہ ہر جہ شخص اس کی نئی تعمیر کوکے گا وہی اس کو کرانے (یعنی سب لوگ تو ظاہر ہے کہ تعمیر اور ان کا کام کریں گے نہیں بلکہ جو کام جائے اسے یہ بھی نئی تعمیر کا کام کریں گے۔ بلکہ ہر ایک اصلاح اور مرگت کا کام کرنے والے وہی لوگ ہوں گے اس لئے وہی نہ پہلی عمارت کو کرانے لگے۔

ولید نے کہا ”میں اس نئی تعمیر کو کرانے لگاں لئے تم سب میں میں ہی اس کو کرانے میں پہل کر رہا ہوں۔“ ولید بنی و علی اور کام کا آغاز۔ اس کے بعد ولید نے کمال اعلیٰ اور یہ تھا ہر ایک پر ”مگر وہ کیا“ اسے اللہ اعلیٰ نے یہ ہے ہمیں ہر مصیبت سے بچا دے کیونکہ تعمیر اور ہجرتی کے سوا ہر کوئی لڑوہ نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ ہم حق سے دینی سے منہ نہیں موڑ رہے ہیں۔

مرضی رب کا انتظار۔ پھر ان نے خبر اسود کی جانب سے ایک حصہ وصول کیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے کام بند کر دیا اور اس وقت انتظار کرتے رہے (اور اس کا ستر کیا ہو چاہے ہو کہنے لگے۔

”ہم وہاں تک نہیں گئے اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچا تو ہر ہم کعبہ (کی اس پر نئی عمارت) کو نہیں گرائیں گے اور نہ وہاں کا قول رہنے والوں کے جن انہر ہمیں کوئی نقصان پہنچا تو ہمیں تعمیر کو گرا دیں گے کیونکہ اس کا مطلب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کام سے راضی ہے۔“

چنانچہ اگلے دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ آیا (اور اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا) اس نے اپنا کام شروع کر دیا اور کعبہ کو کرانے کا کام دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ آخر انہوں نے پوری تعمیر کو گرائی اور اس کی جگہ تک پہنچ گئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد تھی اور وہ سبز رنگ کے پتھر آئے

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسٹی رقبہ کے تھے اور یروشلیم کے کوہان کی طرح کے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ پتھر و نذرانے دار تھے۔

لیکن علامہ سبکی کہتے ہیں کہ یہ فقط جس راوی نے ابن اسحاق سے نقل کئے ہیں اس میں حق کو دیکھ کر ملاحظہ ہو اسے۔ یہاں تک سبکی کا کام ہے۔ (دونوں تفسیروں کو درست قرار دینے کے لئے) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ پتھر بڑی میں قربانی کے رنگ کے تھے (کیونکہ فقط ابراہیم کے معنی ذات پاد نکلتے ہیں اور سڑے ہوئے پانی کے بھی ہیں اور کھجی میں کوہان کی طرح تھے۔

زلزلہ اور شعلے۔۔۔ فرض وہ پتھر ایک دوسرے میں (ذاتوں کی طرح) پیوست تھے (جس کی وجہ سے ان کو توڑنا اور ٹکڑا کر مشکل ہو رہا تھا) چنانچہ جو لوگ کہنے کی عادت کرتے تھے حق میں سے ایک شخص نے اپنی جھٹی کو وہ جڑے ہوئے پتھروں کے درمیان پھنسا کر زور لگایا تا کہ حق دونوں کو الگ کر دے مگر جیسے ہی پتھر اپنی جگہ سے ہٹا ایک دم سارے مکہ میں زلزلہ آیا اور پورا شہر لرز اٹھا اس کے ساتھ ہی لوگوں نے دیکھا کہ اس پتھر کے پچھلے سے ایک شعلہ نکلا جس کی چمکائی چیز تھی کہ لوگوں کی آنکھیں بندھ گیا تھیں۔ اس کے ساتھ ہی قریش نے کہنے کو کرانے کا کام ختم کر لیا۔

بنیاد کعبہ سے نکلنے والی تین قبریں..... یہاں بھی دائیں کوٹے کے نیچے سے قریش کو ایک قبر ملی جو سریانی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔ اس زبان کو جانتے نہیں تھے آخر ایک شخص ملائیس نے وہ قبر انیس چار کر سٹائی۔ یہ شخص یہودی تھا اس میں لکھا ہوا تھا۔

تین اللہ ہوں۔ کے گمانگ اٹھے میں نے اس دن پیدا کیا جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس دن میں نے سورج اور چاند بنائے۔ میں نے اس کو یحییٰ کے کوسات فرشتوں کے ذریعہ کبیر دیا ہے۔ اس کی مملکت اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک کہ اس کے دونوں پہلو موجود ہیں۔ ان پہلوؤں سے مراد ایک تو ابو قیس پہلو ہے جو کہ صفا پہلوانی کے سامنے ہے اور دوسرا قحطان پہلو ہے جو کہ کے قریب ہے اور جس کا سر آگاہ ابو قیس کی طرف ہے۔ اور یہ شر اپنے باشندوں کے لئے پانی اور دودھ کے لحاظ سے بہت برکت اور نفع والا ہے۔“

اسی طرح قریش کو مقام ابراہیم کی جگہ پر ایک دوسری قبر ملی جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔  
کہ اللہ تعالیٰ کا محترم اور معظم شر ہے۔ اس کا رزق تین راستوں سے اس کے پاس آتا ہے۔“  
(یہاں محمد رسول اللہ سے مراد غالباً قریش کے تین جدِ اقصیٰ راستے ہیں جہاں سے قافلے آتے اور جاتے تھے یہاں قریش کو ایک قبر ملی اور ملی میں لکھا ہوا تھا۔

جو بھلائی دے گا لوگ اس پر شک کریں گے۔ یعنی اس جیسا بننے کی تمنا کریں گے۔ اور جو شخص برائی ہوئے گا اور سوائی اور نہ است ہائے گا۔ تم برائیوں کر کے بھلائی کی آس نکاتے ہو اور ہمارے یہ ایمان ہے جیسے کوئی شخص نیکو چلے گا توں اور اور خست میں آگود تلاش کرے ۳

کتاب سیرت شامیہ میں لکھا ہے کہ یہ قبر کہے کے اندر پتھر کھدائی گئی تھی۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ (کہنے کی خیر کے وقت یہاں انیس ایک پتھر تھے جن میں سے پتھر ستریں لکھی ہوئی تھیں پہلی سطر میں یہ تھا کہ۔

”میں اللہ ہوں۔۔۔ کئے کا مالک۔۔۔ اسے یعنی کئے کو میں نے اس دن اپنا بیس دن سورج اور چاند کو بنایا۔“ اس کے دوسری طرح میں یہ تھا کہ۔

”میں اللہ ہوں۔۔۔ کئے کا مالک۔۔۔ میں نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے دوسرے بانی اور صورت کی چیز دہائی کو کہتے ہیں جس سے مختلف شتوں کی ابتدا ہوتی ہے اور جس سے صلہ حقیقی یعنی رشتہ داروں کی خبر گیری کا لفظ بنا ہے۔“ غرض اس خبر میں تھا کہ میں نے تم کو پیدا کیا اور اس کے لئے اپنے نام میں سے نام نکالا (یہ کئے حقیقی نقالی کے نامہ علی اور حجم ہیں) جس نے صلہ حقیقی یعنی رشتہ داروں کی خبر گیری کی شہ اس کی خبر گیری کر دیں گا اور جس نے صلہ حقیقی کو چھوڑ دیا جس نے بھی اس کو چھوڑ دیا۔“

تیسری طرح میں یہ تھا کہ :-

”میں اللہ ہوں کئے کا مالک۔۔۔ میں نے خیر اور شر یعنی بھائی اور برائی کو پیدا کیا۔ پس خوش خبری ہو اس کے لئے جس نے خیر کو اپنا لیا اور خیر دار ہو وہ شخص جس نے برائی کو اپنا لیا۔“

مختلف روایات..... علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجموعہ میں یہ دیکھا کہ وہاں ایک چھپوایا گیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

”میں اللہ ہوں۔۔۔ کئے کا مالک۔۔۔ فقر و فاقہ میں مبتلا کر دینے والا خدا کرنے والوں کو اور کپڑے سے محروم کر دینے والا خدا کپڑے والوں کو۔ یہاں ملائی ہے گی اور روزی کی فراغت اور فروتنی ہے گی۔ میں اس (دہائی) کو روزی کی کمزرت سے محدود کرنے والا بھی اور اس سے خالی کر دینے والا بھی ہوں (یعنی فراہم و دلوں کو خوش حالی دینے والا اور غریبوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوں)۔

(اس اختلاف کے حلقہ میں بھی کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ کوئی دوسرا پتھر یا ہوس یا پتھر قوی ہو مگر اس پر ایک جگہ عبادت لکھی ہوئی ہو (جو پیچھے بیان ہوئی اور دوسری جگہ یہ عبادت ہو)۔

کتاب الصاویہ میں اسوہ ابن لیث کی روایت ہے جو وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ (کیسے کی خیر کے دوران) قریش کو مقام ابراہیم کے پیلے سے ایک خبر ملی (مگر یہ زبان ان کے لئے اجنبی تھی اس لئے انہوں نے قبیلہ حمیر کے ایک آدمی کو بلا دیا اور اس سے یہ خبر پڑھ کر جاننے کے لئے کہا اس نے کہا۔

”اس میں ایک ایسی بات لکھی ہوئی ہے کہ اگر میں اسے نہ دیکھوں تو مجھے پتہ نہ چلے گا کہ یہ کون ہے۔“

دہائی کتاب ہے کہ ہمیں خیال ہو کہ اس میں محمد ﷺ کا ذکر ہو گا اس لئے ہم نے اس بات کو چھپایا۔  
سلمان عبادت کا منتخب اللہ انتظام۔۔۔ کیسے کی خیر کے سلسلے میں قریش کو پتھروں کے علاوہ کھڑکی کی بھی ضرورت تھی جسے چھت اور کوفوں میں استعمال کیا تھا۔ یہ مسئلہ اس طرح حل ہو گیا کہ ایک جگہ کے کے ساحل سے آواز گر گیا (خود کہ تو سمندر کے کنارے میں ہے مگر کے کے لئے تھکتی جگہ وغیرہ) جس نے اگر لنگر ڈالتے تھے اس کو کے کے ساحل ہی کہا جاتا ہے (یہ وہی جگہ ہے جہاں آج بھی جدہ و خرمہ واقع ہے مگر اب سے پہلے کے ساحل جس جگہ تھسا کو شہریت کہا جاتا تھا چنانچہ کسی دوسرے منہ قول نے اس موقع پر شہریت یعنی کئی کا نام لکھا ہے اس کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تاں سورتوں نے یہ لکھا ہے۔

جب جدہ و خرمہ کے مقام پر پہنچے کے کے ساحل تھا تو وہ ٹوٹ گیا۔ ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ۔



خائف ہوئی وہ سیدہ جبارہ شعبیہ کے ساحل پر پہنچ گئی۔ یہ جبارہ وہی جبارہ ہے جس سے ایک شخص کا قاتل ہوا تھا۔ یہ شخص سوار بھی تھا۔ ایک دہشت یہ بھی ہے کہ یہ جبارہ شہنشاہِ روم قیصر کا قاتل بھی تھا۔ جس میں اس کے لئے سنگ مرمر، گھڑی اور لوہے کے جلا جاتا تھا۔ یہ سالانہ باقوم کے ساتھ جوش کی اس خانقاہ کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ جس کو خدا سبوں نے جلا لیا تھا۔

فرض ہے یہ جبارہ۔ جبارہ ایک قول کے مطابق۔ شعبیہ کے ساحل پر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بہت سخت ہوا چلائی جس کی وجہ سے وہ (ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا) جب قریش کو اس جبارہ کی خبر گئی تو کہلید ابن مسفرہ قریشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ جبارہ پر پہنچا اور ان لوگوں سے اس کی گھڑی خرید لی اور اس کو کعبہ کی پجارت جانے کے لئے استعمال کیا۔

کعبے کے محافظ سے چھٹکارا..... کچھ سطور میں بیان ہوا ہے کہ کعبے کے خزانے پر اللہ تعالیٰ نے ایک سانپ پیدا کر دیا تھا جو پانچ سو سال تک کعبے کے خزانے کی حفاظت کر رہا رہا اس کے حلق میں حریف قلعہ میں بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ قریش پر کعبے کو گرانے کے سلسلے میں اس سانپ کی بہت بیعت چھائی ہوئی تھی (اور وہ پرانی عادت کو گراتے ہوئے بچھا رہے تھے) کیونکہ جب بھی وہ لوگ کعبے کو گرانے کے خیال سے عادت کے قریب پہنچتے تو وہ سانپ اپنے کھول کر ایک دم سامنے آجاتا ایک دن جبکہ وہ اپنی عادت کے مطابق کعبے کی دیوار پر بیٹھا ہوا تھا تو اہلک اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ وہیں بھیجا جو عقب سے بڑا تھا اس پر غصے نے اس سانپ کو مجھت کر پکڑ لیا اور اسے لے جا کر جن کے مقام پر ڈال دیا جبارہ میں نے اس کو اپنے لہو سولید۔

محافظ سانپ کی حقیقت..... ایک روایت یہ ہے کہ یہ دیں جانور ہے جو قیامت کے دن لوگوں سے بات کرے گا (اس جانور کے حلق میں حشر حرم آگے تفصیل میں ذکر ہے) اس میں آتا ہے کہ یہ جانور ایسا ہی کھائی سے ظاہر ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے وہ جانور دکھایا جائے جو لوگوں سے بات کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس جانور کو زمین سے نکالا اس کو دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام سخت خوش ہوا اور دہشت زدہ ہو گئے اور حق تعالیٰ سے عرض کرنے لگے۔

”مے پروردگار اس کو دیکھیں کر دے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو دیکھیں کر دیا۔

## وَالْبَآرِضُ يَعْنِي قِيَامَتِ كَ قَرِيب ظَاهِرِ هُوَ لَ وَالْآ جَانُورِ

(مضاف اس جانور کے حلق میں قیامت کے قریب ظاہر ہوگا حق تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت میں خبر دی ہے جس کی تفسیر احقر نے تفسیرِ حقائق سے لی ہے)

وَيُنَادِ بِأَنِّ الْقَوْلَ عَلَيْهِمْ أَمْرٌ جَاءَهُمْ فَإِنَّ بَيْنَ الْآرَضِ فُكِّلَتْ لَهُمْ أَنَّ الْقَامَرِ كُنُوا وَبَآئِنَا لَأَنفُورُ هُوَ تَا۔ (پ ۲۰ سورہ اعراف ص ۵۸) علامہ

ترجمہ: اور جب وہ دن پر پارا ہوئے کہ وہ گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ وہ

ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری باتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

یعنی وہ ان کے لئے خطاب مانگ رہے ہو جائے گا ایک قصیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہو گا ایک قصیر یہ ہے کہ جب ان پر جنت پوری ہو جائے گی کہ وہ لوگوں کو نیک اعمال کا حکم نہیں کریں گے اور برے اعمال سے منع نہیں کریں گے۔ ایک قصیر یہ ہے کہ جب ان میں بھلائی اور صلاحیت نہیں ہے کی اور یہ حالت اخیر زمانے میں قیامت سے پہلے پیش آنے کی تو اس وقت ہم ان کے لئے زمین سے ایک چادر نکالیں گے۔

قیامت کی نشانیاں..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چہ چیزوں کے پیش آنے سے پہلے ہی نیک عمل کر لو۔ سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے سے پہلے اور صبح سے پہلے اور چال کے ظاہر ہونے سے پہلے اور اس چادر کے ظاہر ہونے سے پہلے اور قوم میں سے کسی کے خاص اور عام معاملے سے پہلے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ (قیامت کی) باقی سب سے پہلے جو نشانیاں ظاہر ہوں گی ان میں سے ایک تو سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا ہے اور دوسروں کے وقت لوگوں پر اس چادر کا مسلط ہونا ہے ان میں سے جو بھی نشانیاں پہلے ظاہر ہو دوسری اس کے بعد مدت جلد سامنے آجائے گی۔

اسی سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

قیامت کے قریب کافروں میں مومن کی شناخت..... جب یہ چادر ظاہر ہو گا تو اس کے پاس سیدنا علیہ السلام کی انگوٹھی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی لائیں گی۔ وہ (اس عصا سے) مسخروں کے چہرے کو دھو کر ان کو پر نور بنائے گا اور اس انگوٹھی سے کافروں کی ناک پر مر لگا دے گا۔ (یہاں تک کہ اس سے مومن اور کافروں کی ایسی صاف شناخت ہو جائے گی کہ) جب مومن نکلیں گے تو وہ ایک شخص کو اسے مومن کہے گا کہ یہ کافر ہے اور ایک کافر (کو اس علامت کی وجہ سے پہچان کر) اسے کافر کہے گا تو انہیں کہے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (حدیث حسن کی تعریف سیرت طیبہ اردی ائمہ کرام میں بیان ہو چکی ہے)۔

یہ چادر کن کن زمانوں میں نکلے گا..... علامہ ابن ابی شیبہ نے غلابی سے روایت کیا ہے جو آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”یہ چادر تین مرتبہ عالم میں نکلے گا ایک مرتبہ یمن کے کھڑے سے ظاہر ہو گا اس وقت اس کی شہرت جنگوں میں ہو گی بہت یمنی کے تک نہیں پہنچے گی۔ اس کے بعد ایک لمبا ذکتر گزر جائے گا تب پھر یہ دوسری مرتبہ کے قریب سے ظاہر ہو گا اس وقت اس کی شہرت جنگوں میں بھی ہو گی اور بہت یمنی کے میں بھی پھیل جائے گی۔ پھر ایک دن جبکہ لوگ اس مسجد میں ہوں گے جس کا عنوان اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ہے یعنی مسجد حرام میں کہ باطل اپنا گہوارہ مسجد کے ایک کونے سے نکلے گا اور ان کے قریب آجائے گا۔ اس کے حلقہ فرد کہتے ہیں کہ حجر اسود اور باب بنی مخزوم کی دائیں طرف باہری گوشے کے درمیان سے نکلے گا۔ اس کو دیکھ کر لوگ ادا کی وجہ سے اس سے بچتے نہیں گے۔ یہ چادر لوگوں کے سامنے اس

حالت میں ظاہر ہو گا کہ اپنے سر سے منی بھار رہا ہو گا بلکہ لوگوں کے پاس سے گزرے گا اور ان کے چروں کو چمکائے گا۔ اس سے وہ اس طرح روشن ہو جائیں گے جیسے دیکھنے والے ستارے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ایسی زمین میں چلا جائے گا کہ تو اس کا پیچھا کرنے والا اس کو پانچ گنا دور اس سے بچ کر بھاگنے والا اس سے بچ سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص کھڑا ہو کر لفظ کے ذریعہ اس سے پتلا ہو کر قادی کو مشعل کرے گا مگر وہ پیچھے سے اس کے پاس آئے گا اور اس سے کہے گا۔

اے ملاں! تو اب لڑنا چاہتے کھڑا ہوا ہے۔

اس جانور کے کام..... اس کے بعد وہ آگے سے ان کے سامنے آئے گا اور اس کے چرے پر نشان بد سے گا (ان نشانوں کی وجہ سے کاغذ اور مومن میں ایسی شناخت ہو جائے گی کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے چروں میں رہتے ہوں گے، یا سفر میں ایک دوسرے کے ہم ہوں گے یا تجارت اور بل و دولت میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے ان میں بھی مومن اور کافر کو ٹک پہچان جائے گا چنانچہ ان کے درمیان ایسی صاف شناخت ہو گی کہ مومن کو اسے مومن کہ کر پکارا جائے گا اور کافر کو اسے کافر کہ کر آواز دی جائے گی۔

اس کے نکلنے کی جگہ..... حصار طبری کی حد سے حدیث ابن عباس کی روایت ہے کہ ایک وفد آنحضرت ﷺ اس جانور کا ذکر فرما رہے تھے میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ یہ جانور کہاں سے نکلے گا۔ آپ نے فرمایا۔

”اس مسجد میں سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور محترم ہے۔ جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام و ہارون و یونس علیہم السلام کے بعد) کیسے کا طوف کر رہے ہوں گے اور ان کے ساتھ مسلمان ہوں گے کہ انہیں زمین بننے کے لیے اور منافقاری اس جگہ سے پھٹ جائے گی جہاں (راج کے دور میں) سستی کی جاتی ہے۔ اسی وقت منافقاری میں سے وہ جانور نکلے گا۔ سب سے پہلے اس کا چمکے دوسرے نکلے گا جو ہوں اور دوزخی سے ڈھکا ہوا ہو گا (اس کی دلدل اس قدر تیز ہو گی کہ کب تو اس کو تلاش کرنے والا اس کو پانچ گنا دور بھاگنے والا اس کو شکست دے سکے گا۔ وہ لوگوں کو کاغذ اور مومن کے نام سے پکارے گا۔ یہاں تک مومن کا تعلق ہے تو اس کے چرے کو وہ ایسا منور اور روشن کر دے گا جیسے چمکنے والا ستارہ ہوتا ہے۔ اور جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں وہ ایک سیاہ نشان بد سے گا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھ دے گا۔“

اسی سلسلے میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے منافقاری پر ایک جگہ اپنی لاطمی مدی اس وقت ہا حرام ہونے سے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا

”وہ جانور اس وقت بھی سریس لاٹھی کے بل سے جانے کی کوشش رہا ہے۔“

اس کے ظاہر ہونے کا وقت..... حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ جانور راج کی رات میں نکلے گا جبکہ لوگ منی کی طرف جا رہے ہوں گے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے جہان میں جہاد فرمایا۔

”انبیاء کی گمانی بہت بُری گمانی ہے۔“

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔

اس گمانی میں سے وہ جانور نکلے گا، تھی مرتبہ اسے زندہ سے پیچھے گا کہ اس کی اولاد مشرق سے مغرب تک پھیلی جائے گی۔"

اس جانور کا طویل..... حضرت ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس جانور کی شکل و صورت خطائے ہوئے کمال۔

اس کا سر تل کے جیسا ہو گا، اس کی آنکھیں غریب کے جیسی ہوں گی، اس کے کان ہاتھی کے کان جیسے ہوں گے اس کے سینک پہرہ منگھنے کے جیسے ہوں گے اس کا سینہ خیر کے بیٹے جیسا ہو گا، اس کا رنگ یعنی کمال پچھتے جیسی ہو گی اس کا پیٹھ کئی کئی کے جیسی ہو گی، اس کی دم بڑے جیسی ہو گی، اس کی ناکیں اونٹ کے جیسی ہوں گی اور اس کے بدن کے ہر جز سے دوسرے جز تک پہرہ کا کمال ہو گا۔"

اسی بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہ جانور اپنی کمالی شکل میں سے نکلے گا، اس کا سر دونوں کو چھو رہا ہو گا جبکہ اس کی ناکیں زمین پر ہوں گی۔

حضرت عثمانؓ سے یہ روایت ہے کہ اس جانور کے دم نہیں ہو گی بلکہ اس کے درمیں ہو گی۔

اس کا کلام..... وہ کہتے ہیں کہ اس کا چہرہ قوائمان جیسا ہو گا مگر باقی تمام بدن پر عمدہ جیسا ہو گا (اسی روایت کی طرف علامہ طبریؒ نے اشارہ کیا ہے کہ کعبہ کے غزوہ کا ساپ ہی بعض علماء کے کہنے کے مطابق وہ جانور ہو گا جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر لوگوں سے کلام کرے گا۔ غرض وہ جانور اس شکل میں ہو گا اور اس کو دیکھنے کا اس سے کمال۔

"کے دالے عمر (عجلۃ اللہ فرکان پر یقین نہیں کرتے تھے۔"

یہ جانور بہت فصیح اور شائستہ انداز میں لوگوں سے کلام کرے گا ایک قول کے مطابق یہ کہے گا کہ یہ سوچیں ہے اور یہ کا فر ہے اور ایک قول کے مطابق یہ کہے گا میں کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-  
"لوگ جلدی نکلتے ہیں پر یقین نہیں کرتے تھے۔"

یہ جانور لوگوں کو بتائے گا کہ کے دالے قرآن پاک اور نبوت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ جانور لوگوں کو ڈانٹ کرے گا۔ یعنی آیت پاک میں تَنْفِخُفُوتُ کے بجائے تَنْفِخُفُوتُ پڑھا جائے جیسا کہ ایک قرأت یہ بھی ہے۔ تو سنی ہوں گے کہ وہ لوگوں کو ڈانٹ کرے گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے اس فقرہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کی قرأت کیسے ہے (یعنی وہ جانور لوگوں سے کلام کرے گا یا نہیں ڈانٹ کرے گا) انہوں نے جواب دیا۔

"یہ دونوں کام کرے گا اور کافر کو ڈانٹ کرے گا۔"

(تفسیر بخاری ص ۱۶۱، ۱۶۲ ص ۱۶۱، سورہ غلہ کو فتح مغرب)

حافظ کعبہ سے نجات کے لئے قریش کی دعا..... جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا تو اول قوم کعبہ کی پانی عذات کو گرانے کے خیال سے ہی وارد ہوئے تھے کہ کہیں یہ عمل اللہ تعالیٰ کو برا نہ کر دے اور ان پر چاقو ہل نہ جائے۔ دوسرے اس سانپ کا خوف تھا جو ان کو کعبہ کے قریب نہیں آنے دیتا تھا اس لئے ایک روز قریش تمام اہل ایم کے پاس جمع ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے گواہی کر کے دعا کرنے لگے۔

کے دالے پھر وہاں ہمیں خوف نہ کر۔ ہم صرف تیرے گھر کی تہذیب اور زینت کرنا چاہتے

ہیں۔ اگر تو ہمارے اس دلوے سے خوش ہے تو اس کو برا نہ کہو، اور ہمیں اس سانپ سے نہایت دلع سے دور نہ جو بات میرے نزدیک بہتر ہو۔ کہ۔"

دعا کی قبولیت..... یہ دعا ملک کر قریش میں رائج ہوئے تھے کہ اچانک انہیں فضا میں پلڑا پڑانے کی ایک زبردست آواز سنائی دی اور انہیں آسمان میں وہی پروردہ نظر آیا جس کا پیچھے ذکر ہوا ہے۔ اس پر نہ نے سمجھتے کہ اس سانپ کو پکڑ لیا اور اسے اچیلہ کی طرف لے گیا۔ (قریش سانپ سے پھٹکا پانے پر بہت مطمئن ہوئے اور انہوں نے کہا۔

"ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس دلوے سے خوش ہو اور اسی ہے۔"

قریش کا اطمینان..... اس شیر کے سلسلے میں قریش کے سامنے جو بڑی مشکلیں تھیں ان میں ایک تو کبچے کی چھت کے لئے ٹکڑی حاصل کرنے کا مسئلہ تھا۔ دوسرے ایک جڑھنی اور معدی کی ضرورت تھی، تیسرے اس سانپ سے پھٹکارے کا مسئلہ تھا۔ ان کی یہ سب ہی مشکلات دور ہو گئیں تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا۔

"ہمیں ایک ہر وقت کا ساقی معدی یعنی راج بھی مل گیا۔ ٹکڑی بھی فراہم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سانپ سے بھی پھٹکا دیا۔"

بیت اللہ کا معدی اور جڑھنی..... یہ معدی یعنی راج جو قلعہ وہی یا قوم وہی تھا جو اس جڑھنی پر قلعہ جو قلعہ وہی یا قوم کا جڑھنی لے جا رہا تھا۔ کھس معدی بھی تھا جو سیاہ بیان ہوا اسی لئے قریش کے لوگ اس سے جڑھنی ٹکڑی لینے کے ساتھ خود اس کو بھی لے آئے تھے۔

لیکن یا قوم ہم کا ایک شخص نود کے میں بھی تھا یہ یا قوم سید ابن عباس کا کلام تھا۔ جو جڑھنی کا کام جاتا تھا اس لئے ممکن ہے قریش کی مراد اس دوسرے یا قوم سے ہو۔ قریش نے لوہے کے قلعے میں جس ٹکڑی کا ذکر کیا ہے وہ وہی ہے جو انہیں اس جڑھنی سے حاصل ہوئی تھی جو شیر کے معاملہ پر ثبوت گیا تھا۔

اقول۔ مولا کہتے ہیں (پچھلے صفحات میں ابن عباس کی یہ روایت گزری ہے کہ قریش کبچے کو گراتے ہوئے زور ہے تھے کہ کہیں ان پر کوئی پل ڈال نہ ہو جائے تو لید ابن مغیرہ نے ان سے کہا کہ تم کبچے کی صلاح کرنا چاہتے ہو اسے نقصان پہنچانا نہیں چاہتے اور اللہ تعالیٰ اسلام کرنے والوں کو ہلاک نہیں کرے گا۔ پھر اس نے کہہ کر اٹھا کر کبچے کا ایک کونہ توڑ اس رات لوگوں نے اٹھا کر کیا کہ لید پر کوئی تاجی آتی ہے یا نہیں۔ مگر جب صبح کو لید بکھریت گیا تو سب کو اطمینان ہو گیا اور انہوں نے کبچے کی عادت گروئی لیکن یہاں یہ بیان ہوا ہے کہ قریش اس سانپ کی وجہ سے زور ہے تھے جب اس سے پھٹکا اٹل گیا تو انہوں نے کبچے کی عادت ڈھادی اس شبہ کے حلقے کھینچتے ہیں کہ ممکن ہے اس پر نہ نے کے سانپ کو لے جانے کے باوجود قریش کبچے کی عادت گراتے ہوئے زور ہے ہو لید یہاں تک کہ آخر لید ابن مغیرہ سامنے آیا (اور اس نے وہ بات کہی جو لوہے بیان ہوئی تھی اس طرح ابن عباس کی روایت میں اور اس بعد الی روایت میں کوئی فرق نہیں۔ جلد اللہ اعلم

تقسیم کار..... اس کے بعد جب کبچے کو ڈھانے کا وقت آیا (تو قریش میں پھر اختلاف ہو گیا کہ ہر خانہ ان اس کام میں برابر کا شریک رہنا چاہتا تھا آخر) ابوہب ابن مرداس خانہ نے ان سے کہا۔

"میری رائے ہے کہ تم لوگ کبچے کے چاروں کونے آپس میں تقسیم کر لو۔"

چنانچہ قریش نے ایسی ہی کیا اور کرانے کے کام کو حصہ دار آپس میں بانٹ لیا تاکہ کوئی خاندان غلام نہ رہے اور نہ گناہت نہ پیدا ہو۔ اس تقسیم کے تحت کچھ کے دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے خاندانوں کے تحت میں کیا۔ بنو اسود اور کن بنی کا حصہ بنی مخزوم اور بنی دوسرے قبیلوں کے حصے میں کیا جو ان کے ساتھ ملے تھے۔ اسی طرح کچھ کی پشت بنی شامور بنی سہام بنی غزوہ کے خاندانوں کے حصے میں آئی بنو اسود کا حصہ یعنی بھائی اب بنو اسود ہے وہ جب بنی عبد الدار بنی اسد اور بنی ہدی کے خاندانوں کے حصے میں آئی۔

اس تقسیم کے سلیب میں مدار مقرر ہی نے یہ لکھا ہے کہ بنو اسود نے لے کر بنو اسود کے کوئے تک کا درمیان حصہ جو دروازہ کی سمت تھی وہ بنی عبد مناف کے حصے میں آیا تھا اور بنی اسد بنی عبد الدار اور بنی زہرہ کے حصے میں بنو اسود یعنی وہ سمت جس میں بنو اسود ہے آئی تھی۔ بنی مخزوم کو کچھ کی پشت کا حصہ تھا اور کن بنی جہلی سے لے کر کن اسود تک کے درمیان کا حصہ تمام قریش کو ملا تھا یہاں تک مدار مقرر ہی کا کام ہے۔ یہ اختلاف قابل غور ہے۔

کن بنی کے متعلق بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اس کا نام کن بنی اس لے کر لکھا گیا تھا کہ اس کو یمن کے ایک شخص نے بلایا تھا۔

بہر حال کچھ کی کنی قدامت ماننے والا شخص باقوم بنی حنی تھا جو سعید ابن عامر کا غلام تھا۔

بنو حنی اور معمر کے متعلق بعض..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ یہاں یہ کتنا مناسب ہو گا کہ جس نے کچھ کی غیر کنی وہ باقوم (بنو حنی) کے بجائے باقوم ردوی تھا جو اس فوٹ جاتا دالے جہد میں تھا۔ کیونکہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے معمر کا کام جانا تھا اس بات کی اور تفصیل آگے بھی آئے گی جہاں تک اس باقوم کا تعلق ہے جو سعید ابن عامر کا غلام تھا وہ بنی حنی تھا (معمر نہیں تھا) بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ باقوم غلام بنو حنی بھی تھا اور معمر بھی تھا مگر صرف بنو حنی کے نام سے اس کی شہرت ہوئی اس لئے یہی کچھ کی قدامت کا معمر بھی تھا۔ مگر اسی قسم کا احتمال باقوم ردوی کے متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ وہ معمر تو تھا ہی لیکن بنو حنی کا کام بھی جانا تھا۔ اہل اس کی شہرت صرف معمر کی حیثیت سے ہوئی۔ اس بارے میں میں نے بعض مؤرخوں کی کتابوں میں بھی دیکھا جنہوں نے لکھا ہے کہ:-

”باقوم ردوی بنو حنی اور معمر تھا۔ اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ کچھ کی قدامت ماننے والا باقوم بنو حنی تھا اس کی مراد باقوم ردوی سے ہے۔“

اسی طرح بعض روایتوں سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ باقوم ردوی بنو حنی بھی تھا (یعنی اصل میں قزو معمر ہی کے نام سے مشہور تھا مگر اس کے ساتھ بنو حنی کا کام بھی جانا تھا اور اہل اس سے کہ:-

”قریش کے لوگ اس جہد کی کلوی لینے کے لئے گئے جو سائل پر فوٹ کیا تھا بلکہ انہوں نے اس ردوی شخص کو بلایا جو بنو حنی تھا۔ اس لئے قریش جہاد کی کلوی بھی لے آئے اور اس ردوی شخص کو بھی اپنے ساتھ ہی لے آئے۔“

(اب کو یاد قسم کی روایتیں نہ تھیں۔ ایک وہ جن سے معلوم ہوا کہ باقوم ردوی معمر تھا اور ایک وہ جن سے معلوم ہوا کہ باقوم ردوی بنو حنی تھا) چنانچہ دونوں قسم کی روایتوں سے ظاہر ہوا کہ باقوم ردوی معمر بھی تھا اور بنو حنی بھی تھا۔

(جس نے اگر یہ سنی اس با قوم کو یہ بتایا ہے جو سعید ابن عامر کا تمام حقائق) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں نے کہنے کی تعمیر کا کام کیا ایک نے عدالت بنائی اور دوسرے نے ٹکڑی کی بھست ڈالی۔ نیز چونکہ دونوں کے متعلق ایسی روایتیں بھی ہیں کہ یہ دونوں نے سنی بھی تھے اور معاویہ بھی تھے اس لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تعمیر اور یہ سنی کے کام دونوں نے مشترک طور پر کئے۔

اس بارے میں ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ :-

"کے میں ایک قبیلہ قبضہ تھا جو یہ سنی کا کام جانتا تھا (قریش کے کہنے پر یہ وہ قبضہ اس پر راضی ہو گیا کہ کہے کی بھست دے گا اور با قوم رومی کے کام میں مدد کرے۔ یہ قبیلہ قبضہ سعید ابن عامر کا تمام تھا۔"

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ با قوم رومی نے سنی تھا (قبضہ کی با قوم قبیلہ نے مدد کی) مگر اس اہل روایت میں پھر با قوم رومی کے متعلق یہ ہے کہ اس نے کہنے کی تعمیر کی۔ یہ روایت کتاب اسباب میں ہے :-

میں قبضہ کا نام جس نے قریش کے لئے کہنے کی تعمیر کی با قوم تھا اور رومی قبیلہ یہ ایک جہاد میں تھا جو مخالف ہواؤں میں بکھریا تھا جب قریش کو اس کا پتہ چلا تو وہاں پہنچے اور انہوں نے اس جہاد کی ٹکڑی خرید لی۔ پھر انہوں نے با قوم سے کہا کہ اس کعبہ کو تمہوں کی غیور پر بٹاؤ۔"

یہ با قوم رومی جہاد میں مسلمان ہو گیا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کا ترکہ سبیل میں مرد کو عطا کر دیا۔

تعمیر کی نوعیت... پھر جب قریش نے کعبہ کی تعمیر اس طرح کی کہ ایک دروازہ اس کی ٹکڑی کا ٹکڑا اور اسی طرح پہلے سے لوہے تک ایک ایک دروازہ کا ٹکڑا۔ اس تعمیر میں انہوں نے کہنے کی لون پٹائی کو کوڑے لپیٹا اور اس طرح جب اس کی لون پٹائی اٹھادی گئی ہو گئی تھی۔ پھر انہوں نے کہنے کے دروازے کو بھی دھن سے اٹھایا اور اٹھایا کہ کوئی قبضہ نیز مہاجرین استعمال کئے بغیر اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس منصوبہ کے ساتھ کہنے کی تعمیر کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کے پاس اس دروازہ پر ختم ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے یہ کیا کہ تعمیر میں سے کچھ ہجر اکل دیئے۔ ایک روایت کے یہ لفظ ہیں کہ۔ انہوں نے چاندنی میں سے چند گڑبک ہجر اکل دیئے اور (اس طرح کہنے کا جو حصہ چھوڑ دیا گیا اس پر ایک چھوٹی سی دیوار بنادی تاکہ عوامت مدہ ہے کہ یہ حصہ کعبہ کا ہے۔

ہجر اسود کے رکھنے میں اختلاف.... کہنے کی تعمیر شروع ہونے کے بعد جب ہجر اسود کی جگہ تک پہنچی تو قریش میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور ہر قبیلہ سر تسلط پر آکر وہ ہو گیا۔ ہر ایک قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ ہجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر دے دے۔ آخر بات اتنی بڑھی کہ لوگ خون ریزی اور قتل و قتل پر آمادہ ہو گئے۔

نبی عبد اللہ ﷺ نے ایک بڑے بڑے قتلے کو اس میں خون مہر اور نبی ہدی کے ساتھ لے کر انفرادی تک ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کر دیا۔ انہوں نے اس پر قتل کے اندر خون میں اپنے ہاتھ لپیٹ کر عہد کیا تھا اس لئے ان لوگوں کا نام نہضۃ الدنم ہو گیا۔ اس کی تفصیل صفحہ مطہرین کے بیان میں گزر چکی ہے۔

ابو امیہ ابن صفیر.... قریش کے درمیان یہ محاذیہ اختلاف چاروں پہاڑیوں تک پہنچا۔ آخر پھر وہ ایک دن مسجد حرام میں گئے اور اس مجلس میں ابو امیہ ابن صفیر جس کا نام حذیفہ تھا وہ سے قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ آدمی تھا۔ یہ ابو امیہ آنحضرت ﷺ کا فرزند یعنی آپ ﷺ کی بہن حضرت آمنہ سلمہ کا باپ تھا۔ یہ قبضہ قریش کے

انسانی شریف کو میاں میں سے ایک تھا اور اپنی اپنی ضرورت کے لئے مشہور تھے۔ یہ شخص مسافر کو زور نہ یعنی سفر کے لئے ناشہ وغیرہ دینے میں مشہور تھا۔ جب بھی یہ سفر کرتا تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی اپنے مکر سے ڈانٹنے کے لئے کہیں چلنے دیتا تھا بلکہ سب لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام تھا خودی بھی تھا۔

اس بدے میں بعض موڑوں نے لکھا ہے کہ مسافروں کو کھانا دینے کے لئے قریش کے تین آدمی مشہور تھے ایک زید ابن اسود ابن مطلب ابن عبد مناف جو غزوہ بدر میں کفر کی حالت میں مدد کیا۔ دوسرا شخص مسافر ابن ابی مرہ ابن اسد تھا۔ تیسرا ابو لہب ابن مغیرہ تھا جو سب سے زیادہ مشہور تھا۔ بعض موڑوں نے لکھا ہے کہ قریش میں مسافر کو کھانا دینے والے تھے وہی کھانا دیا کہ تھا (اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی جن ۱۰۰ آدمیوں کا نام اس بدے میں گزرا ہے وہ کھانا نہیں دیا کرتے تھے بلکہ) ممکن ہے یہ مراد ہو کہ اس نصف میں چھ تک سب سے زیادہ شہرت ہو اسے کی گئی تھی اس لئے قریش ہی کو جانتے تھے۔ یہ ابو اسد اپنے ہی دین پر مراد ہے شاید اس کو نبوت کا زائد نہیں تھا۔

ابو لہب کی طرف سے ایک حل..... فرض کہہ دی تھیں کہ زید ابن اسد کو کھانا کس کی جگہ رکھنے کا وقت آیا اور قریش میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تو وہ چار ہانچ زور تک لگتے کے بعد ایک دن مسجد حرام میں جمع ہوئے جہاں یہ ابو اسد اسی مغیرہ بھی تھا جو تک یہ اس مجمع میں سب سے زیادہ غرور و سب سے زیادہ شخص تھا اس لئے اس نے یہ جھگڑا مٹ کرنے کے لئے مجمع سے کہا۔

اسے کہہ کر قریش اپنے اختلاف کو دور کرنے کے لئے تم یہ کہہ کہ اس مسجد کے دروازے سے باہر جو بھی پہلا شخص داخل ہو اس کو تم اپنا حکم چلاؤ تاکہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔

یہ دروازہ باب بنی شیبہ تھا اس کو اس وقت چاہیے کے زمانے میں باب بنی عبد شمس کہا جاتا تھا اس دروازے کو باب اسلام کہا جاتا ہے اس بدے میں ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ (ابو لہب نے قریش سے یہ کہا) ”جو شخص بھی باب سب سے پہلے باب الشفا سے داخل ہو اس کو اپنا حکم چلاؤ۔“

یہ باب الشفا کن یعنی زور کن اسود کے درمیان تھے کے سامنے تھا مگر عام روایت ہی نے لکھا ہے کہ۔ قریش کو جس شخص نے یہ مشورہ دیا کہ جو پہلا آدمی باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ زور اسود کو رکھے۔ (یہ مشورہ دینے والا شخص مسلمان ابن مغیرہ تھا اور اس کا لقب ابو حذیفہ تھا اس بدے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے اسی (ابو اسد) کا نام تو حذیفہ ہو اور اس کی کنیت ابو حذیفہ ہو جیسا کہ ابو اسد بھی اس کی کنیت تھی اور مسلمان اس شخص کا لقب ہو۔

(یہاں خود روایت کے لفظوں میں بھی فرق ہے ایک جگہ یہ لفظ ہیں کہ اس دروازے سے داخل ہونے والا پہلا آدمی تمہارے درمیان فیصلہ کرے اور ایک روایت کے یہ لفظ ہیں کہ اس دروازے سے داخل ہونے والا پہلا شخص زور اسود کو اس کی جگہ رکھے اس مسئلے میں ممکن ہے دونوں کے الفاظ میں اختلاف ہو گیا ہو کہ ایک مرتبہ یہ کہہ دیا گیا کہ وہ پہلا داخل ہونے والا شخص تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور ایک جگہ یہ کہہ دیا گیا کہ وہ زور اسود کو اس کی جگہ رکھ دے گا۔ لیکن پہلی بات ہی زیادہ مشہور ہے۔ اس بات کی تصدیق آنے والی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

امین چٹکے کی آواز۔ فرض اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص خود آنحضرت ﷺ



تھے قریش نے جیسے ہی آپ کو دیکھا وہ فوراً پکار اٹھے۔

"یہ ابن ہیں۔۔۔ ہمیں پر راضی ہیں۔۔۔ یہ محمد ﷺ ہیں!"

(ی) اس کا سبب یہ تھا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ شخصیت اور مضبوطی بے دوا کردہ کی وجہ سے قریش کے لوگ اپنے بھگڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو ہی اپنا جلت بھانپتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کسی کی بے جا حمایت کرتے تھے اور نہ مخالفت کرتے تھے (بلکہ میرے آپ ﷺ کا معاملہ کمر اور انصاف و راستہ کے ہاتھ ملاتیں ہوا کرنا تھا)۔

**آنحضرت ﷺ کا فیصلہ.....** آخر جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ کو تمام اقدار بتایا تو آپ ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مجھے ایک چادر لا کر دو چنانچہ فوراً ایک چادر لائی گئی۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب قریش نے آپ کو سردا معاملہ بتایا تو آپ نے اپنا قبیلہ لے کر (جو غالباً آپ ﷺ کے ساتھ زائد ہو گا) اسے ذہین پر بچھایا کہا جاتا ہے کہ یہ ایک سفید شادی پڑا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کپڑا ولید ابن مغیرہ کا تھا غرض آنحضرت ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس میں رکھا اور اس کے بعد قریش سے فرمایا۔

"ہر قبیلہ کے لوگ اس کپڑے کا ایک ایک کدوہ پکڑ لیں اور ہر سب فی کر اس کو اٹھائیں۔"

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ نئی عہد متفق کا جو حصہ تھا اس کو جسے اپنی ر بیو نے اٹھایا دوسرے حصے کو ذمہ لے پکڑا۔ تیسرے کو ابو حنیفہ ابن مغیرہ نے اٹھایا اور چوتھے حصے کو قیس ابن عدی نے پکڑا یہاں تک کہ جب انہوں نے حجر اسود کو اس جگہ تک اٹھایا جہاں اس کو رکھنا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے جہ کہ حجر اسود کو اسکی جگہ پر رکھ دیا۔

جب اس ابو سب ابن مغیرہ کا (جس نے قریش کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی) انتقال ہوا تو ابو طالب نے اس کا ایک دست لباس لے لکھا تھا اسی طرح ایک شخص ابو جحش نے بھی اس کا سریر لکھا تھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

أَلَا يَتْلُوَنَّ الْقَبِيلُ الْقَبِيلُ  
وَكُلُّ قُرَيْشٍ لَهُ حَافِلٌ

ترجمہ: نہ خبردار ہو۔۔۔ ہاک ہو گیا وہ شخص جو بزرگ اور خوش حال تھا یہاں تک کہ ہر قریشی اس کی تعریف کرتا ہے۔

وَمِنْ قَوْمٍ يَصْنَعُونَ آيَاتًا  
وَلَيْسَ إِذَا لَقُوا قَوْمًا

ترجمہ: وہ قوم جو عجیبے قیاموں اور بے سدا لوگوں کی چٹا چٹا تھا اور جنگ حالی میں لوگوں کے لئے سدا

تھا۔  
**فیصلہ پر شیطان کی شرارت.....** (حال حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے قریب پہنچے تو ایک لہری شخص آگے بڑھا تاکہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر جانے کے لئے آنحضرت ﷺ کو جبر اٹھا کر دے مگر حضرت عباسؓ نے اس کو روک دیا اور خود سراپا جبر آپ ﷺ کو دے دیا تاکہ اس سے آپ ﷺ جبر اسود کو اس کی جگہ پر مضبوط کریں۔

اس پر نجدی کو ایک دم خضر آیا اور اس نے جگر کر کہا۔

”بڑے قہر کی بات ہے کہ با عزت سمجھو اور ایسے دولت مند لوگوں نے مل کر ایک ایسے فوجیوں کو اپنا بیٹا لیا جو عمر میں بھی سب سے چھوٹا ہے اور مال و دولت میں بھی ان سب سے کم ہے۔ اب یہ سب کے سب اس طرح اس کی عزت افزائی میں لگے ہوئے ہیں جیسے سب اس کے خادم تیار ہو کر خدائی قسم یہ شخص سب کو انھوں میں ہانت دے گا اور ان کی ایک کھور شیر خود بند کی کو ہار دہا کر دے گا۔“

اس شخص کی ان باتوں سے قریب تھا کہ شخص میں گڑبڑ ہو جائے (مگر پھر لوگوں کو خود ہی سمجھ آئی اور وہ اٹھنے لگے)۔

یہ نجدی شخص (جس نے اس موقع پر لوگوں میں پھوٹ ڈالنی چاہی) انہیں تھا کہ تک عمارہ کیلی نے اس طے میں کھلا ہے کہ :-

جب لوگوں نے اس جگہ میں کہ کون جبر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھے۔ آنحضرت ﷺ کو غم پایا تو انھیں جتنی شیطانی ایک نجدی بوڑھے کی عقل میں ظاہر ہو اور پھر کر گئے۔

”اے گروہ قریش! کیا تم لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ اپنے معزز اور با عزت لوگوں کے مقابلے میں اس لڑکے کو اپنا معاملہ سپرد کر دو۔“

نجدی کے علاقے سے شیطان کا تعلق۔۔۔ (اب جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ انھیں ایک نجدی توحی کے روپ میں ہی کیوں ظاہر ہو ا تھا اس کی وجہ یہ مدیحت ہے کہ نجدی وہ جگہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ اسی طرح ایک جہ جہ مدیحت بھی ہے کہ جب ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ۔

”اے اللہ! ابد سے ملک شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔“

تو صحابہ نے عرض کیا

”مگر ہمارے نجد کے علاقے میں بھی۔“

مگر آنحضرت ﷺ نے پھر ان ہی دو علاقوں کا نام لیا اور (نجد کے بارے میں) فرمایا

”وہاں جاہل اور کھنڈے ہیں اور اسی علاقے سے شیطان کا سینگ نکلتے گا۔“

اقول۔۔۔ زمانہ گئے ہیں۔ آگے جانا آئے گا کہ جب آنحضرت ﷺ کے ظہور کے بعد لوگ آپ ﷺ کے بنی وطن میں آئے اور قریش نے دواحدہ یعنی اپنی صورت کچھ میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس وقت بھی شیطان ایک نجدی شخص کی ہی صورت میں ظاہر ہوا کہ قریش کے بیچ میں ٹٹن ہوا تھا (یہ شیطان نے ایک نجدی ہی شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کا کام اس کے علاوہ ایک اور سبب بھی ہے۔ جس بارے میں ممکن ہے کہ ایک سبب یہ بھی ہو جو یہاں بیان کیا گیا اور وہ جو آگے ذکر ہو گا۔

بیت اللہ فی ہذاں سے آراستہ۔۔۔ (غرض قریش نے جب کبھی کی خیر عمل کرنی تو انہوں نے وہ تمام بات جو وہاں ہے اس سے بھی بدنام نہیں کیا وہ دیکھنے کو نہ کہنے کی دیواروں میں پہلے ہی سے تصویروں کی تصویریں مختلف، خوبصورت تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر تھی جس میں ہاتھ میں قرآن کے تیرے دھارے گئے تھے۔ (یہ اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں بھی قرآن کے تیرے دھارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ فرشتوں کی تصویریں بھی بنی ہوئی تھیں اور حضرت مریم علیہا السلام کی عقل

بھی جیسا کہ رنگ کے پتوں میں آگے تفصیل آئے گی۔

پھر قریش کے بڑے لوگوں اور انصاروں نے بیت اللہ پر اپنے قیمتی کپڑے چھانے جو یمن کی امداد اور چادریں تھیں۔ مگر اس سونہ کے بعد بیت اللہ پر کسی نے کوئی چادر نہیں چڑھائی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ اور اس کی آخری بج کے سونہ پر لکھے پر یمنی چادریں چڑھا دیں (جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی کہ اللہ اعظم کلہم علیہ کی پرست.... کعب کی یہ خیر (جو قریش نے کی) اور خیر ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے کعبہ کو فرشتوں نے چھایا تھا چنانچہ بعض صحابہ کے اقوال میں سے ہے کہ :-

”وہم و آسمان کو یہ ان کے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش ٹھہرائی کے اور بعد پھر جب عرش کو پہلی پر ہونے کی وجہ سے حرکت ہوئی تو اس پر یہ کعبہ لٹک دیا گیا۔“

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ اللّٰهُ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

زمین کی اصل اور تخلیق لرغنی و سماوی.... اس کعبہ کے لکھے جانے کے بعد عرش الہی کعبہ پر ساکن ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کا اور اور قریش تو اس نے اس پہلی پر ہوا کو سمجھا جس سے پانی میں سونہ لٹکے تھیں اور اس پر عمارت یعنی عبادت گاہ لٹکے گی اللہ تعالیٰ نے اس عبادت سے آسمان کو پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی جگہ سے پانی کو بہا دیا اور پہلی جنگ ہو گیا اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانی پر حیر ہو کر اس کو سمجھا جس سے اس نے پہلی کو اچھا سمجھی اس میں سونہ لٹکے تھیں جس کے درمیان فطرت پیدا ہو گئی (یعنی کعبہ بیت اللہ شریف کی ہے) پھر اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی اور چڑائی پر لٹکا سے زمین کو پیدا کیا۔ اس لئے کیا (بیت اللہ شریف کی) جگہ ساری زمین کی اصل اور اس کا مرکز ہے۔

مگر کتاب انس الجلیل میں جو روایت ہے وہ اس بات کے خلاف ہے (کہ زمین کی اصل اور مرکز کعبہ ہے) کیونکہ اس میں حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا :-

”وہا کا کعبہ (یعنی مرکز اور اصل) بیت المقدس ہے اور آسمانوں سے (اپنے سرے کے لحاظ سے) سب سے زیادہ قریب اور اونچی جگہ کیا ہے۔“

بیت المقدس کی عظمت... احادیث میں جہاں کعبہ حضرت محمد اکرم ﷺ سے اسی سطح میں یہ روایت ہے کہ کہ یہ (بیت المقدس کی جگہ اپنے مقام اور عظمت کے لحاظ سے دوسرے تمام مقامات کے مقابلے میں) آسمانوں سے زیادہ اونچے قریب ہے (اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ جگہ آسمانوں سے زیادہ اونچے بلکہ یہاں اللہ تعالیٰ سے مبرا عظمت اور مہر ہے کہ زمین کے دوسرے مقامات اپنے سرے کے لحاظ سے آسمانوں سے بہتے قریب ہیں۔ بیت المقدس کا مقام ان سب سے زیادہ اونچے اور زیادہ ہے۔

زمین کا اولین داخل زمین پہلا کتاب انس الجلیل ہی میں ایک قول یہ ہے کہ :-

جب زمین خالی ہوئی تو اس پر پہلا قائم کئے گئے۔ سب سے پہلے زمین پر وہ پہلا قائم کیا گیا وہو جنس ہوا ہے۔ اس روایت کی روشنی میں اس پہلا کو وہ جہاں یعنی پہاڑوں کا باب کھانا چاہئے اور اسی پہاڑ کو سب سے اعلیٰ اور افضل پہاڑ کھانا چاہئے۔ مگر اس بات سے میں دوسرا قول یہ ہے کہ پہاڑوں میں سب سے افضل اور بلند مرتبہ پہاڑ احد ہے (جس کے واسطے میں فرما ہوا ہوا تھا) اس کا نام ہوا تھا۔ اس لئے یہ بات آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد





میں اس وقت تک نہیں لایا گیا تھا جس میں ہم اس کو لب دیکھتے ہیں یہ اس وقت ایک بھلپ کی صورت میں آیا (اور آسمان کا یہ لہو یعنی بھلپ کی صورت میں زمین کے لہو کے بعد چلا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کو موجودہ صورت میں بچانے سے پہلے لکھن لڑ میں کا لہو پھیرا دینے کے بعد اس دھری سے لہو دن میں سات آسمان ہلا دیئے۔

جہاں تک حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ اس کے بعد یعنی آسمان کے بعد زمین کو بچایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ (زمین کے چار شعبہ لہو سے اس کو موجودہ شکل میں لا کر بچایا اور اس میں پہاڑ بنا دیئے، دریاں بنائی اور غلت لگا دیئے اور وہاں تک۔

تشریح ..... مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اگرچہ زمین ہی پیدا کی گئی تھی اس کو ایک لہو کی صورت میں تیار موجودہ صورت میں بچائے بغیر چھوڑ دیا گیا اور پھر آسمان کا لہو پھیرا گیا اور دھریں اور بھلپ کی صورت میں تھا۔ پھر اس دھری سے سات آسمانوں کو وہ زمین میں بنایا گیا لب جب ساتوں آسمان میں چکے تو حق تعالیٰ نے زمین کے اس لہو کی طرف توجہ فرمائی جس کو بنا کر چھوڑ دیا گیا لب اس لہو سے زمین کو موجودہ شکل دی گئی اور اس میں پہاڑ اور پورے شعبہ وغیرہ بنائے۔ اس لب کے بعد ان آسمان کا بھی منظر سامنے آجاتا ہے۔ اور شہ اپنی ٹھیکہ دہنت۔

زمین و آسمان کو پیدا کرنے کی ترتیب کے حقیقی قرآن پاک کی اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔  
 هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَاعِیَ الْاَرْضِ جَنَّةً مِّنْ ثَمَرٍ ثُمَّ اَنْزَلَ مِنْ السَّمَاءِ مَآءً مِّنْ سَبْعِ سَوَابٍ وَخَرَجَ مِنْهَا نَهْرٌ فَاَنْزَلَ مِنَ الْمَوْجِ اَنْبَاءً  
 (قرآن مجید سورہ ہمزہ ۱۳)

ترجمہ: وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تھوڑے فاصلے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف، سو درخت کر کے بنا دیئے جن کو سات آسمان اور وہ توبہ جڑوں کے جانتے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت تھانوی نے تفسیر بیان فقر کان میں لکھا ہے۔  
 "میں تو زمین و آسمان کی پیدائش کا قرآن مجید میں صریحاً ہم پر ذکر کیا ہے مگر ترتیب کا بیان کر بیچے کیا ہاں یہ صرف جانبائیں چکے آئے۔ اس آیت میں، ہم اسجد میں، واقعات میں۔ اور سرسری نظر میں ان سب کے مضامین میں کچھ اشکاف سامنے سوچا ہوا ہے۔ سو سب آسمان میں نور کرنے سے میرے خیال میں توجہ آتا ہے کہ یوں کیا ہوا کہ اول زمین کا لہو نکلا اور اس کی اہیت موجودہ بنی تھی کہ اسی حالت میں آسمان کا لہو نکلا اور صورت و خان (دھریں) میں تھا اس کے بعد زمین میں اہیت موجودہ پر پھیلا دی گئی۔ پھر اس پر پہاڑ اور غلت وغیرہ پیدا کئے گئے۔ پھر اس لہو و خانہ پلا (یعنی دھریں کے پتے لہو) کے سات آسمان بنا دیئے۔ امید ہے کہ سب آیتیں اس تفسیر پر متعلق ہو چکیں گی آگے حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں۔" (مولانا تفسیر بیان فقر کان)

لب کو بلاواسطہ مٹی نے حضرت ابن عباس کی جو تفسیر بیان کی ہے اس کے مطابق زمین و آسمان پیدا کئے جانے کی ترتیب میں خود حضرت تھانوی کی تفسیر کی ترتیب میں تھوڑا سا فرق ہے۔ علامہ مٹی توجہ نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے زمین کا لہو نکلا اور چھوڑ دیا گیا۔ حق تعالیٰ نے آسمان کا لہو نکلا اور دھریں کی صورت میں تھا۔ پھر

دوران میں اس واقعے سے سات آسمان پیدا فرمائے اور پھر اس کے بعد زمین کے پہلے سے تیار شدہ علاقے سے زمین کو یہ موجودہ صورت دی جس میں ہم اس کو دیکھتے ہیں۔ مگر حضرت خضوفیہ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے زمین کا مادہ بنا کر چھوڑ دیا گیا اس کے بعد آسمان کا مادہ صحریٰ کی صورت میں بنا کر اسے بھی چھوڑ دیا گیا اور زمین کو دوران میں موجودہ صورت میں پھیلا دیا اور اس پر پہاڑ وغیرہ بنائے۔ اس کے بعد آسمان کے تیار شدہ علاقے سے دوران میں سات آسمان بنائے۔

خلاصہ یہ کہ چھ دن میں زمین، آسمان اور دریا، پہاڑ اور صحریٰ وغیرہ بنا دی گئیں۔ مرتبہ (تخریج قسم) بعض علماء کا قول یہ ہے کہ۔

”آسمان زمین سے پہلے پیدا کیا گیا مادہ صحریٰ سے پہلے پیدا کیا گیا اور جنت و دوزخ سے پہلے پیدا کی گئی۔ مگر چونکہ حضرت ابن عباسؓ کی جو تفسیر بیان کی گئی اس سے یہ قول غلط ہو جاتا ہے۔

زمینوں کے مختلف ہونے کے حقیقی قرآن پاک کی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَلَمْ يَلْبِسْ خَلْقًا مِّنْ سَوَابٍ وَبَيْنَ الْآرْضِ وَبَيْنَ سَمَوَاتٍ ۚ يَوْمَ تَبْطَلُ السَّعَابُ ۚ

ترجمہ: اللہ عیساے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین کی طرح زمین بھی۔

کیا سات زمینیں سات مستقل عالم ہیں؟..... (اس سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں اور ان سات زمینوں کے حقیقی قرآن آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ :-

کہ زمین سات ہیں اور ہر زمین میں قہار ہے لیکن کی طرح ایک ہی ہے، قہار ہے کوم کی طرح ایک کوم ہے قہار کی طرح ایک قہار ہے، قہار ہے ابراہیم کی طرح ایک ابراہیم ہے اور قہار ہے محسن کی طرح ایک محسن ہے۔“

اس حدیث کو حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا اور اس کی سند کو صحیح ٹھہرایا ہے۔ مگر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند تو صحیح ہے مگر یہ حدیث بہت زیادہ مشدّد ہے۔ (ی) گوئی کہ حدیث کی سند کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں کہ حدیث کا متن یعنی الفاظ بھی درست ہوں۔ لہذا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کی سند یعنی درجہ اول کا سلسلہ تو صحیح اور معتد بہ ہے مگر اس حدیث کے متن میں ایسی چیزیں ہوں جن کو (حدیث کی روایت میں) صحیح نہ کہا جاسکتا ہے۔ لہذا یہ حدیث ضعیف یعنی کمزور ہے۔

علامہ سیوطی نے اس کے حقیقی یہ لکھا ہے۔

”اس حدیث کے حقیقی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے (ان دوسری چھ زمینوں کے ذخیرہ میں سے) ابروہہ ڈالنے والے ہوں جو جنوں کو انسان کے ذخیرہ کی طرف سے (افرو و شرک سے) ڈالتے ہو۔ لہذا ممکن ہے کہ ان ڈالنے والوں کے ہم بھی ان ہی نبیوں کے ناموں پر چمکے ہوں جن کی طرف سے یہ تبلیغ کرتے تھے (یعنی جنوں میں سے جو شخص حضرت آدمؑ کی طرف سے اپنی قوم کو تبلیغ کرنا اور انہیں اس کا ہم بھی کوم ہی چاہا ہو۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ کرنے والے کا نام ابراہیم چاہا ہو) یہاں تک

کہ انہوں نے حدیث کو لکھا ہے۔ جس کا روایت تو معتبر اور ثقہ ہے مگر اس میں یہ کمزوری ہو کہ اس نے اپنے سے زیادہ معتبر اور قابل اعتماد روایت کی مخالفت کی ہو۔

علامہ سیوطی کا کلام ہے۔

اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھی ہجرت کرنے والا ایک خاصہ تھا اور اس کا نام بھی آنحضرت ﷺ کے نام ہی کی طرح قدام سے مراد یہاں شاید آپ کا مشہور نام یعنی محمد ہے۔

## سات زمینوں کے وجود پر اعتقادی و عقلی امکانات

تشریح: اس بارے میں علامہ سیوطی کی یہ بات ہی مناسب معلوم ہوتی ہے جبکہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے کیونکہ شاہ کو اس حدیث کے الفاظ کے صحیح ہونے میں کلام ہے۔ اس کے متعلق حضرت قتادہ نے اس آیت کی تفسیر کے تحت یہ لکھا ہے جس کو خیر م نقل کر رہا ہے۔

”سات زمینوں میں احتمال ہے کہ نظریہ آتی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظریہ آتی ہوں اور لوگ ان کو اکابر (یعنی متولدے) سمجھتے ہوں جیسا سرخ کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ اس میں جبال و اہل (یعنی پہاڑ و لوگ) آباد ہیں۔ اور حدیث میں جو سات زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہو اور وہ ہے وہ ہاتھ اور بعض حالات کے جو اور بعض حالات میں روز نہیں اس سے فوق (یعنی اوپر) ہو جاتی ہیں۔“ (حوالہ تفسیر میں مقرر ہیں)

جہاں تک سات زمینوں کے وجود کا تعلق ہے اس کی اطلاع قرآن پاک میں دی گئی ہے اور سات زمینوں کا وجود اعتقادی لحاظ سے بھی ہے اور عقلی طور پر بھی ممکن ہے۔ صرف اعتقادی لحاظ سے ماننے کی صورت میں حضرت قتادہ کی یہ تفسیر آخری درجے کی ہے کہ ممکن ہے وہ زمینیں نظریہ آتی ہوں بلکہ وہ مثالی شکل میں موجود ہوں۔ جہاں تک عقلی طور پر ماننے کا تعلق ہے اس کے بارے میں گمان کیا جاسکتا ہے کہ کائنات میں لروں کمر ہوں متولدے ہیں جو سکنا ہے ان میں اندھ قلعی نے کچھ ایسے میدانے کئے ہیں جہاں ہر بالکل جہادی زمین کی طرح آباد ہوں اور ان میں زندگی اور اس کے لحاظ سے موجود ہوں۔ اگرچہ چاند پر زندگی کے آثار نہیں ملے اور سرخ کی متعلق بھی اب تک کی ابتدائی تحقیقات یہی ہیں کہ وہاں آکسیجن اور پانی و ہوا و غیرہ موجود نہیں ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہے مگر لروں کمر ہوں میدانے میں صرف وہ کے متعلق یہ ظن ہو چکا ہے کہ اس کی زمینیں نہیں بن سکتا کہ جتنے بے شمار متولدوں میں بھی زندگی کے آثار موجود نہیں ہیں۔ کائنات کی تخلیق کے متعلق آج ماہرین و محققین کا ایک بڑا مقصد انسان کی زندگی تو وہ ہے کہ دوسرے میدانے میں زندگی کا پتہ چلا سکے اس لئے ماننا نہیں ہے۔ نتیجتاً دوسرے میدانے میں زندگی کے وجود کے امکان کی دلیل ہے۔

جہاں تک جتنے زمینوں کے اس زمین کے نیچے ہونے کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن پاک نے تو کوئی شہادت نہیں کی ہے بلکہ قرآن ہی غیر وادی حدیث میں ہے کہ ایک زمین کے نیچے دوسری زمین ہے اس کے نیچے تیسری اور اس کے نیچے چوتھی اس طرح سات زمینیں ہیں۔

کائنات کی ہیئت..... یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ حق تعالیٰ نے یہ کائنات بے انتہا وسیع اور انسانی لوراک کے لحاظ سے لامحدود بنائی ہے۔ کائنات کی ان بے پناہ وسعتوں اور پیمانوں میں لروں کمر ہوں میدانے سے ایک خاص انداز میں گردش کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ کائنات ایک عظیم خلا ہے جس میں لوہے نیچے اور ہر چہ طرف میدانے کا کام ہے۔ چنانچہ پوری کائنات کے لحاظ سے ہمارے اس کرہ زمین کے نیچے بھی خلا میں ہے شہد



سید سے ہیں اور لوہ اور دائیں بائیں بھی۔ لہذا جتنے چہ زمیوں کو اگر یہ مانا جائے کہ وہ فطر بھی آسکتی ہیں تو ان کے مطلق سید سے نہ لڑیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہادی اس زمین کے نیچے لوہے کے خلا میں موجود ہیں یعنی انکسرت کے اس عظیم خلا میں دو بے شمار سید سے جو ہادی زمین کے نیچے واقع ہو رہے ہیں ان میں سے وہ چہ زمین بھی موجود ہیں جو بالکل ہادی اس زمین کی طرح ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کائنات اور عطاء کے لحاظ سے اس میں موجود چیزوں میں سے کسی کو بھی نہ لوہے کہا جاسکتا ہے اور نہ نیچے۔ کیونکہ ہر سید و خلا میں ایک لحاظ سے لوہے کا ایک لحاظ سے نیچے ہے۔ لہذا اس نقطہ نظر سے جتنے چہ زمیوں کے مطلق یہ کہنا بھی ضروری نہیں کہ وہ کائنات کے اسی حصے میں ہو سکتی ہیں جو فطرت ہادی زمین کے نیچے ہے۔

یہ بحث تو ہے خود سات زمیوں کے وجود کے مطلق جن کا موجود ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اب جہاں تک ان زمیوں میں آدمی اور فطریوں اور انسانیوں کے وجود کا تعلق ہے اس کے مطلق حضرت ابن عباسؓ کی جو حدیث صحیحہ بیان کی گئی ہے اس کے بارے میں چند علماء کا قول اور عقیدہ تو خود علامہ حلیؒ نے نقل کر دی ہے جس سے اس حدیث کا ذکر درجنا جاہلوت ہو تا ہے مزید یہ ہے کہ اس حدیث کو کتاب درر معروضہ موقوف نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حدیث کی روایت اور سند کا سلسلہ صحابی تک جا کر رک جاتا ہو خود آنحضرت ﷺ تک نہ پہنچتا ہو۔ یعنی سند کے آخر میں یہ ہو کہ۔ فلاں صحابی نے یہ کہا اور اس کے بعد حدیث بیان کر دی گئی ہو۔ سند اس طرح نہ ہو کہ۔ فلاں نے فلاں صحابی سے بیان کیا اور ان صحابی نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بات بھی روایت اور سند کے نقص کی دلیل ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض علماء نے اس حدیث کو موضوع یعنی من کلمت کہا ہے اور اس قول کو حضرت قتادہؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

مرتباً نظر رہا فتم (پچھنے کی سطروں میں زمین و آسمان کی تخلیق سے مطلق سورۃ تم اسجد کی آیت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو جاننے کے بعد ان دونوں کو عظم دیا کہ تم دونوں خوشی سے رہو نہ زبردستی سے حاضر ہو جس پر ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ اس کے مطلق کہتے ہیں کہ یا رب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو احاطہ کر کے فرمایا۔

وَجَبَّ السَّمَوَاتُ فَالَتْ آفَاقُهُنَّ وَآتَمَّتِ اللَّيْلُ مَطَافَهُنَّ (پ ۲۲ سورہ مہاجرہ ص ۲۸) اذیلا

ترجمہ:- سو اس سے (یعنی آسمان سے) اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر زمین کے جس حصے نے جواب دیا وہی جگہ ہے جہاں پر کہہ شریف ہے اسی طرح آسمان کی طرف سے جو جواب دیا گیا وہ اس حصے نے دیا جو کہہ کی بالکل سیدھا میں ہے اور جو کہ آسمان میں بیت المعمور کی جگہ ہے۔

آنحضرت کی تخلیق زمین کے مرکز سے..... حضرت کہہ ابن اجد سے روایت ہے کہ:-

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو عہد دیا کہ وہ اس جگہ کی مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب ہے یعنی اصل سے اور اس کا حسن اور خوبصورتی و نور ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مٹی بھر مٹی اس جگہ سے اٹھائی جہاں رسول اللہ ﷺ کی قبر

میدک ہے۔ یہ مٹی بالکل سفید اور چمکدار قشیراواس میں سے (خوردنی) اشعا میں پھرتی ہے۔

مگر حضرت عابدین عمال رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ :-

بعض علماء کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی منی کی اصل اس جگہ کی ہے جو کے میں حرم زمیں کا مرکز ہے۔ "حق تعالیٰ نے جب زمین کو سامنے ہونے کا حکم دیا تھا تو زمین سے جس جگہ سے حق تعالیٰ کے اس حکم کا جواب دیدہ آنحضرت ﷺ کی منی تھی (اس پر سے ہی روایت مژدہ ہو چکی ہے کہ زمین کے جس جگہ سے جواب دیا تھا وہ کعبہ مبارک کی جگہ ہے۔ اس شہ کو پور کرنے کے حلقہ آگے بیان کر رہا ہے)

معلق قرار دیا کہ کیا میں قصداً رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں۔ تاکہ تم لوگ قیامت کے روز عین تک کہنے لگو کہ ہم تو اس توحید سے غفلت پڑے، خبر تھے ہم نے کئے گلو کہ اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی تسلسل میں ہوئے۔ سو کیا ان غلطیوں کا کٹھنہ انہوں کے فعل پر آپ ہم کو پاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ ہم اسی طرح پاکت (یعنی نشانہ) کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تاکہ وہ بڑا آجائیں۔

عہدِ اُنت کی نوعیت۔ اس عہدِ اُنت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے :-

”محدث تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کی فعل کو ان کی پشت سے (یعنی ہر ایک کی پشت سے اس کے انگلیوں کو نکال کے) دن نکالا جنہوں نے خود اپنے لوہ پر گواہی دی کہ حق تعالیٰ ان کے پروردگار اور مالک ہیں اور یہ کہ کوئی مہلت کے لائق نہیں ہے سوائے اس کی ذات کے۔ اسی فطرت اور ولایت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے :-

فَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ إِلَهٌ قَبْلَهُ وَهُوَ اللَّهُ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُدْرَةٌ عَلَيْهِ يَوْمَ تَكُونُونَ لَدَيْهِ  
ترجمہ: تم اپنی پوری توحید حق کی طرف قائم رکھو اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت پر انسان کی جبلت بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جس طرح پیدا کر دیا وہی طرح قائم رہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ ہر یک فطرتِ مسلم پر پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ صحیحہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :-

ہر نو مولود اصل فطرت (یعنی توحید پر مبنی) پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ۔ ہر نو مولود اسی ملت اور دین پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے مہلباب اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ جانور کچا سالم اور ٹھیک حالت میں پیدا ہوتے ہیں مگر لوگ ان کے کان ناگ کات کر ان کی صورت باز دیتے ہیں (جانوروں کے کان ناگ کات کر عرب ان کو بتوں کے نام پر پھول دیا کرتے تھے۔ اس کی تحصیل سیرت طیبہ اور دیگر جملے مصالحت میں گزر چکی ہے)۔

کچا مسلم میں عیاض ابن عجلہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :- ”میں اپنے بندوں کو کچا دین پر پیدا کرتا ہوں۔ پھر ان کے پاس شیطان بٹپتے ہیں اور ان کو ان کے دین سے ہٹا دیتے ہیں اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیتے ہیں جو میں نے ان پر حلال کی تھیں۔“

یعنی اسی عہدِ اُنت کے نتیجے میں جو حق تعالیٰ نے ان کی مٹی اور خیر میں ڈال دیا ہے وہ بچے دین اور توحید پر مبنی کی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں مگر بعد میں ان کو شیطان ہر گنا کر دیتے سے ہٹا دیتا ہے۔

نبی صو کے ایک صحابی اسود ابن سرفج سے روایت ہے کہ میں چار غزوات (یعنی رسول اللہ ﷺ کی شرکت والی جنگوں) میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔ کہتے ہیں کہ (ایک غزوہ میں) یہاں ہوں نے

کاروں کے ساتھ زبردست جنگ کے بعد ان کو شکست دی اور ان کے بچوں کو پکڑ لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو اس پر مست ناگواہی اور گرائی ہوئی اور آپ نے فرمایا۔

”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بچوں کو پکڑ رہے ہیں۔“

اس پر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ "کیا وہ بچے مشرکوں کی اولاد نہیں ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا

"تم میں سے بہترین لوگ بھی تو مشرکوں کی اولاد ہیں۔ یاد رکھو! کوئی بچہ ایسا نہیں جو نفرت پر (یعنی بچے دین پر) پیدا نہ ہو گا۔" پھر وہ مسلمان ہی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زبان سے اس سے بھر جاتا ہے اور اس کے ماں باپ اس کو یورپی یا نصرانی بن دیتے ہیں۔"

بعض ائمہ روایت میں آتا ہے کہ توہم طبع اسلام کی چیز ہے ان کی تمام اولاد اور نسل نکلی گئی اور ان کو اصحاب یحییٰ اور اصحاب یسٰی (یعنی دائیں چپ کے لوگ اور بائیں چپ کے لوگ) بنا کر ایک دوسرے سے مروج کیا گیا (اصحاب یحییٰ اور اصحاب یسٰی کے متعلق سیرت طریقہ کے کتب و ابواب میں تفصیل گزر چکی ہے)

ابن عبد البر رحمہ اللہ میں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (وہ زوال میں توہم طبع اسلام کی تمام نسل کو ان کی چیز سے نکال کر ان سے کوٹ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا پروردگار ہے۔

قیامت میں ایک دوڑ گئی سے سوال و جواب..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"قیامت کے دن ایک دوڑ گئی شخص سے کہا جائے گا کہ اگر زمین کے سارے گزائے تیری ملکیت میں ہوتے اور پھر تجھ سے وہ ساری دولت اپنی نجات کے بدلے میں دے دے تو کیا تو اسے سب کچھ اپنی بخشش کے بدلے میں دے دیتا ہو؟" شخص کے گاکہ بے شک اس پر اس سے حق تعالیٰ فرمائیں گے۔

"میں نے تو تجھ سے اس سے بہت کم مانگا تھا جب تو آدم کی چیز میں تھا تو میں نے تجھ سے وعدہ لیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانے کا اگر تو بعد میں اپنے اس وعدہ سے بھر گیا اور تو نے میرے ساتھ شریک کیا۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"حق تعالیٰ نے تمام نعمان میں عرفہ کے دن توہم طبع اسلام کی تمام اولاد سے وعدہ لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری اولاد کو ان کی چیز سے نکال کر انہیں دونوں کی طرح پھیلا دیا اور انہیں اپنے سامنے کھڑا کر کے ان سے اس طرح حکام فرمایا۔

"اَللّٰهُمَّ بَرِّئْهُمْ" اگر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟"

انہوں نے کہا "بے شک ہے"

دین ۱۲ پر سے روایت ہے کہ ابج شخص خضاک ابن حرام کا ایک چٹا صرف چھ دن کا جو کہ مر گیا۔

خضاک نے جاہل سے کہا۔

"کے جاہل! جب تم میرے بیٹے کو قبر میں رکھو تو اس کا ہاتھ کھول کر اس کا چہرہ کھول دینا کیونکہ اس بچے کو بھلیا جانے کا اور اس سے سوال جواب بھی ہو گا۔"

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں اس کو دفن کر کے جا رہا ہوا تو میں نے خضاک سے پوچھا۔

"تمہارے بیٹے سے کیا پوچھا جانے لگا؟ اور کون پوچھتا گا؟"

خضاک نے کہا۔

”اس سے اس عہد کے حلقہ پر چھا جائے گا جس کا اس نے آدم کی چٹہ میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اقرار کیا تھا۔“

(جب چار نے پوچھا کہ وہ عہد کیا ہے تو خداک نے بتلایا کہ وہ ذوال میں)

”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی چٹہ پر ہاتھ بھیرا تھا جس سے وہ تمام دو میں باہر نکل آئیں جو قیامت کے دن تک پیدا ہونے والی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب روحوں سے عہد لیا کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سب پیدا ہونے والوں کو ذوق پہنچائے تاکہ یہ اور پھر انہیں اہل قوم علیہ السلام کی چٹہ میں داخل کر دیا۔ اب قیامت اس وقت تک واقع نہیں ہوئی جب تک کہ ان میں سے ایک ایک شخص پیدا نہیں ہو جائے گا جن سے نازل کے دن وہ عہد لیا گیا تھا۔ اب ان لوگوں میں سے جو شخص بھی دوسرا عہد (یعنی بے دین کو قبول کرنے کا پکڑے گا اور اس کو برا کرنے کا) یعنی اس پر قائم رہے گا اور عمل کرے گا (تو اس کو یہ پہلا عہد (یعنی عہد الست) فائدہ پہنچائے گا۔ لیکن جس شخص کو دوسرا عہد ملے گا اور وہ اس کو قبول نہ کرے تو اس کو یہ پہلا عہد یعنی عہد الست کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا (یعنی اس کی معفرت اور بخشش نہیں ہوگی اور جو انسان بچوں میں ہی مر جائے یعنی دوسرے عہد کا زمانہ نہ پائے تو وہ عہد الست پر ہی مرے گا کیونکہ یہی انسان کی فطرت ہے) (یعنی ایسے بچے کے حلقہ کہا جائے گا کہ وہ اہل عہد الست پر قائم ہے جو اس کی فطرت میں شامل کیا گیا ہے) (تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۶۲ / ۶۱)

عہد الست ایک رہنما ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو ایک صحیح اور سلیم فطرت دے کر پیدا کیا ہے اور یہ بات اس کے ضمیر میں ڈال دی ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ انسان کی یہی فطرت اور نازل کا یہی عہد ہے جو خود بچے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اصل خود بخود اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اس کا نکلت اور زمانہ مکان کا خالق ایک ہی ہے جو نہایت اعلیٰ تیر و پائی است و دہری باب و لو انک لا جانی میں اس سے انکار کرتے ہیں جو فطرت کے خلاف عمل ہوتا ہے۔

اس عہد کا مقصد اور فائدہ۔ اس عہد کے حلقہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ انسان کو پڑی نہیں تو اس سے فائدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت قتادہ نے تفسیر بیان اتر کن میں تفصیل سے اسی آیت کے تحت لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک اس عہد کے لینے کے فائدہ کا تعلق ہے تو نازل تو حق تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کی جبل میں جو صلاحیت ہے کہ ذرا انصاف کے ساتھ غور کرنے سے توحید کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے ممکن ہے یہ اسی عہد کا اثر ہو یہاں تک کہ توحید انسان کی جبل کے نزدیک پہنچے حقیقت ہے۔ اس کی مثال انکی ہی ہے جیسے کسی شخص کو حساب سکھایا جائے اور پھر وہ شخص اس کو بھول جائے۔ اب وہ بداد اگر اس کو اسی حساب سکھایا جائے گا تو وہ دوسروں کے مقابلے میں بہت جلد اس کو سمجھ لے گا۔

جہاں تک اس شہ کا حلقہ ہے کہ جب یہ عہد انسان کو پڑی نہیں رہا تو اس سے فائدہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے صرف اسی پر تو جس نہیں کی کہ نازل میں انسانوں سے عہد لے لیا اور نہایت ان کو صرف اسی عہد کا پابند کر کے اس پر ان کی نہایت کا دعویٰ نہ کر دیا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نبیوں کے ذریعہ اس عہد کی یاد دہانی فرماتے رہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ میرے رسول تم کو یہ عہد یاد دلاتے رہیں گے

(مرتب بالا حروف بحکم)

## بیت المعمور

تشریح دوم۔۔۔ زمین و آسمان کی تخلیق کے سلسلے میں پہلے بیان ہوا ہے کہ ان دونوں کو بنا کر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پایا تو انہوں نے خوش خوشی حاضر ہونے کا اعلان کیا تھا یہ اعلان زمین کے جس حصے نے کیا وہ کعبہ کا مقام ہے اور آسمان جس حصے نے کیا وہ بیت المعمور ہے جو کعبہ کی سیدہ میں آسمان میں ہے۔ اس کے بارے میں اکثر حرم مختلف کتابوں سے تعلیقات ملتی کرتا ہے۔

بیت المعمور کے حلقہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔

وَالْعُلُودِ وَ يَتَجَبَّيْطُ فِي رِقِيٍّ مَسْتَوٍ وَ قَبِيْطٍ الْمَعْمُوْرِ اَلْحَقَّ اَلْاَمَّ اَلْكَبَّ ۝ ۲۷ سورہ طور ع ۳

ترجمہ:- قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھیلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے اور قسم ہے بیت المعمور کی۔ اس بیت المعمور کی تفسیر میں حضرت تھوفا نے یہاں اکثر آں میں لکھا ہے کہ یہ ساتویں آسمان میں فرشتوں کا عبادت خانہ ہے۔

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس کے حلقہ یہ لکھتے ہیں

۳ آنحضرت کو بیت المعمور کی زیارت..... معراج کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ساتویں آسمان سے گزرنے کے بعد مجھے بیت المعمور تک پہنچایا گیا اس میں دو دروازے تھے بزرگ فرشتے عبادت خداوندی کے لئے داخل ہوتے ہیں دوسرے دروازے ہی فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں (لیکن جو کتب داخل ہوئے تھے ان کو پھر بھی اس میں داخل ہونے کی غیبت میں آتی۔)

فرشتوں کا عبادت خانہ۔۔۔ فرشتے اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور بالکل اسی طرح بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں جس طرح زمین والے کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بیت المعمور ساتویں آسمان والوں کا کعبہ اور عبادت خانہ ہے۔ اسی لئے (جب رسول اللہ ﷺ معراج کے وقت وہاں پہنچے تو) آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے کمر لگانے کیلئے دیکھا اس کا شبہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام زمین کے کعبے کے پانی میں اور آسمان کو اس کے عمل کا بدلہ اسی عمل کی بخشش اور اصل سے دیا جاتا ہے (چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں وہاں کا کعبہ دیا گیا کہ یہ بیت المعمور ساتویں آسمان میں بالکل کعبہ کی سیدہ میں ہے۔)

ہر آسمان میں ایک ایک گھر اور بیت ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی طرف نمازیں پہنچتے ہیں۔ آسمان دیا یعنی پہلے آسمان میں جو عبادت خانہ ہے اس کا نام بیت المعزت ہے۔ جبرئیل کے فضل سے فرشتوں کی تخلیق..... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

”ساتویں آسمان میں ایک گھر ہے جس کو بیت المعمور کہتے ہیں اور جو ٹھیک کعبہ کی سیدہ میں ہے اور جو آسمان میں ایک گھر ہے جس کا نام خرمیہا ہے اس میں دو دروازے حضرت جبرئیل علیہ السلام نوحہ لگاتے ہیں

پھر اس میں سے نکل کر جب وہ اپنا بدن بھڑکتے ہیں تو اس سے متحرک رہ پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان قطرہوں میں سے ہر ایک سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ ان فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بیت المعمور جائیں اور وہاں جا کر نصیری پڑھیں۔ چنانچہ یہ وہاں جا کر نصیری پڑھتے ہیں اور پھر وہاں سے نکل آتے ہیں (اور دوسرے اسی فرشتے اس میں داخل ہو جاتے ہیں ایک دوسرے نکل آتے) انہوں کو دوبارہ اس میں داخل ہونا نصیب نہیں ہوتا۔

پھر ان نکلنے والے فرشتوں میں سے کسی ایک کو ان سب کا سر دہرایا جاتا ہے اور اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ان فرشتوں کو لے کر آسمان میں ایک جگہ کھڑا ہو جائے اور قیامت تک سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء بیان کرتے رہیں۔

آگے این کثیر فی میں ہے کہ آسمانوں میں بیت المعمور کا وہی مقام اور احرام ہے جو زمیں پر کعبہ مقدسہ کا ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۸ ص ۸۶۔ عرب) (آخر ترجمہ دوم ختم)

(مکمل روایت میں گزرا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یوم آتہ کے متعلق حضرت ابو بکر سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے کپ کو اس روز یہ شہادت دیتے ہوئے سنا تھا کہ انھذا ان لا یلقی اللہ وَاَنْ مِّنْهُنَّ الرَّسُوْلُ اللہ۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پیکاری کی یہ گواہی ہے تو انہوں نے قہمی جیسے دوسروں نے بھی سنا جبکہ اس شخص میں جو صوفیہ اور ولیاہمے اسکے متعلق ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ انہوں نے بلند گوازے حق تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا ہو بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انہوں نے باطن کی زبان سے توحید کا اقرار کیا تھا اس شبہ کے متعلق کہتے ہیں کہ) شیخ علی خواصؒ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ (عبدالست کے وقت) انبیاء کرام نے بھی باطن کی زبان سے ہی کیوں کلام نہیں کیا جیسا کہ صوفیہ کرام نے کیا تھا؟

شیخ خواصؒ نے جواب دیا کہ انبیاء کرام نے باطن کی زبان سے اقرار کرنے ہی پر اس لئے بس نہیں کی کہ ان کا خطاب اور ذمہ داری عام ہوتی ہے جس میں وہ تمام امت کو خطاب کرتے ہیں (اور توحید کا سچا دیتے ہیں) چنانچہ اسی کی مناسبت سے وہاں بھی انہوں نے یہ کہنا بلند توحید کا اقرار کیا ہے دوسرے بھی سن سکیں گے (نک) صرف خاص لوگوں کا سمجھنا اور عام لوگوں کا سن کی بات کو نہ سمجھنا مستحسن نہیں ہو سکتا (بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ عام لوگوں تک ان کی کلامیئے اور وہ سیدھے راستے کی طرف متوجہ ہوں) ہاں کچھ خاص ساقیوں پر انبیاء صرف اشادات کی زبان استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اسی حدیث میں (یوں پوچھا ہوتا) آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے (جب یوم آتہ کے متعلق پوچھا تو صاف صاف یوم آتہ فرماتے کے بجائے) صرف یہ فرمایا کہ۔ کیا تمہارا خاص بدن جانتے ہو۔

آنحضرت ﷺ کی مشیت خائبہ پاک..... (اس کے بعد پھر اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مشیت کے لئے جو مشیت خائبہ تعالیٰ کی زمین کے کس حصے کی تھی اس بارے میں دو قول گزرے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ کی مشیت اس جگہ سے اٹھائی گئی تھی جہاں آپ کا سر اور سر نہ تھا ہے دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی مشیت اس زمین کے مرکز سے اٹھائی گئی تھی وہاں کے اس اختلاف کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی مشیت خائبہ اصل میں تو کے کی ہی تھی لیکن زمین کی مشیت کے وقت جب پانی

میں موجود تھیں تو ان سوجوں نے آپ کی مشیت خاک کو وہاں سے اُٹھال کر آپ کے حلال مہدک کی جگہ پر پہنچا دیا تھا۔

اس جواب سے یہ اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی مشیت خاک کے سے اخلاقی معنی تھی تو ان سے یہ ضرور کیا ہو گا کہ آپ کا وہ فن اور حلال بھی گئے میں ہی ہو کیونکہ انسان کی مشیت خاک جس جگہ سے اخلاقی بنتی ہے اس کا حلال اور وہ فن وہی جگہ ہوتی ہے۔

(فرض اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے حلال مہدک کی جگہ سے آپ کی مشیت خاک اُٹھالی اور) پھر اس کو حضرت آدم کی مشیت خاک کے ساتھ مل گیا۔

یہاں آنحضرت ﷺ کی جس مشیت خاک کا ذکر کیا ہے غالباً ہی کو آپ نے اپنے ایک ارشاد میں نور سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ ارشاد یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت جابر نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔

”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس چیز کے حلقہ ملایئے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا کیا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا

”اے جابر! اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے قلم سے نی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ نور تھی اور نہ غم تھا۔“ (حدیث)

(یہاں اگر مشیت خاک سے مراد یہ نور ہی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنا نور شامل فرما دیا)

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ :-

”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے یہ فرمائی وہ نور نور تھا۔“

ایک روایت میں ہے کہ :-

”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے یہ فرمائی وہ محل ہے۔“

شیخ علی خواص (روایتوں کے اس اختلاف کے حلقہ) فرماتے ہیں کہ وہ دونوں سے مراد ایک ہی بات ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کا نور) کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حقیقت اور اصلیت کو بھی محفل اول سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اُنکی نور سے چنانچہ اولیاء اللہ کی رو میں انکی آنحضرت ﷺ ہی کی روح پیدا کر کے لیڈان حاصل کرتی ہیں۔ یہاں تک شیخ علی خواص کا کلام ہے۔

یہاں بات ہے جس کو بعض علماء نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضور حق میں اپنے عظیم نور بلند مرتبت نور سے آنحضرت ﷺ کی حقیقت کو ظاہر فرمایا اور پھر اسی حقیقت سے بلند اور پست تمام جہانوں کو جو وہ عطا فرمایا۔

یہاں ایک اشکال ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ (میر نور جب پیدا فرمایا گیا تو اس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان تھا حالانکہ حضرت کعب اہمد کی ایک روایت چھپے چھان ہوتی ہے کہ (جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ زمین کے مرکز سے ایک مشیت خاک لے کر آئیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس بھی ایک قول گزر رہے کہ آنحضرت ﷺ کی مشیت خاک کی اصل زمین



کے مرکز سے ہے (یعنی اس وقت زمین موجود تھی)

اس کے جب آب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نور تو پہلے ہی پیدا کیا جاتا تھا (بلکہ زمین و آسمان اور لوح و قلم کچھ بھی موجود نہیں تھا) پھر اس کے بعد (جب زمین و آسمان پیدا ہو چکے تو) یہ مشت خاک لے کر اس میں یہ نور بھردیا گیا اور یہ مشت خاک زمین کے مرکز سے اٹھائی گئی تھی۔

اب یہ روایت بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی سوز و مشت خاک ہی سے حضرت توح کو پیدا فرمایا۔ اس کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام جنسوں کے متعلقے میں جنس عالی اور تمام موجودات اور انسانوں کے لئے سب سے بڑے باپ کے درجے میں ہیں۔

آدم کی مشت خاک کی جگہ۔۔۔ (خود حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق) ایک حدیث ہے جس کے بعض دہلوی حرمک یعنی ناقابل اعتبار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جلیہ کے مقام کی منی سے بنایا اور اس منی کو جنت کے پانی سے گندھا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حنائی منی سے بنایا اور ان کی کمر پر جلی کی فتی بھری۔ یہ احادیث جبکہ کام ہے جو مخالف کے قریب ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کے نور سے پیدا ہوا اور پھر آنحضرت ﷺ کے نور کو ان کی کمر میں رکھ کر وضاحت کا حکم ہے (کہ جب خود حضرت آدم علیہ السلام آپ کے نور ہی سے بنائے گئے تو آپ کے نور کو ان کی کمر میں رکھنے کا کیا مطلب ہے)۔

اس بارے میں شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نور سے حضرت آدم کو بنائے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے نور کو ان کی ذات میں جذب اور تحلیل کر دیا گیا تھا بلکہ جس طرح حق تعالیٰ نے اپنے نور کے ایک جز سے آنحضرت ﷺ کی تخلیق کو یہی طرح پھر آنحضرت ﷺ کے نور سے یعنی آپ کے نور کے نہ تو سے آدم علیہ السلام کو بنا کر پھر آپ کے تمام نور کو ان کی پیٹھ میں محفوظ کر دیا تاکہ سلطانہ فعل اور ایک کے بعد ایک میں یہ نور منتقل ہو جاوے آپ کے والد ماجد تک پہنچے اور پھر وہاں سے نکلی کر یہ نور حضرت آدم کے رحم میں جلوہ افروز ہو یہی تک کہ اس مبارک گھڑی میں آنحضرت ﷺ اس عالم میں تشریف لے آئیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا تو ان میں روح ڈالنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں سے نکال کر آپ ﷺ سے تمام عدائت لیا اور اس کے بعد آدم علیہ السلام میں روح ڈالنے کے بعد باقی تمام حلقوں کو ان کی پیٹھ سے نکال کر ان سے ایک ساتھ عدائت لیا (اس طرح رسول اللہ ﷺ کو اس عد کے معاملے میں بھی باقی تمام حلقوں کے معاملے میں خصوصیت اور برتری حاصل ہے کیونکہ باقی تمام حلقوں سے یہ عد اس وقت لیا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام میں روح ڈال دی گئی تھی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ جب عدائت کے وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام فعل کو ان کی پیٹھ سے نکالا اور اس عد کے بعد ان کو انہیں ان کی پیٹھ میں داخل کر دیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اس وقت تک کے لئے روک لیا تھا جب تک کہ ان کی تخلیق کا وقت آیا (چنانچہ جب ان کی تخلیق کا وقت آیا تو بنائے فطرت کے عام قاعدے کے جس کے مطابق مرد کے ادریچہ بچے کا عقد عورت کے رحم میں داخل ہوتا ہے۔

محسن علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ نے ہر نیک علیہ السلام کو حکم دیا انہوں نے محسن علیہ السلام کی دعا قبول کر دی۔ جس سے حضرت مریم کے رحم میں حق کی تخلیق ہوئی (اس بارے میں کچھ تفصیل سیرت علیہ السلام میں ملے گی)۔

(یہاں لکھا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے عہد الستی باقی تمام مخلوق سے پہلے آدم علیہ السلام کے چلنے میں روح اُٹالی جانے سے پہلے لایا گیا) اس بار مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق سے بھی یہ عہد عام مخلوق کے ساتھ لایا گیا جب کہ حضرت آدم میں روح اُٹالی جا چکی تھی اور آنحضرت ﷺ سے اس سے پہلے ہی یہ عہد لیا جا چکا تھا۔ حالانکہ پہلے ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر سے جب عہد الستی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے عہد سے اس وقت تک آپ کو کچھ شہادت چڑھنے ہوئے نہ تھا۔

اس اختلاف اور شبہ کے جواب میں بھی لکھا جائے گا کہ صدیق اکبرؓ کی مراد اس وقت کے عہد سے ہی ہے جبکہ تمام مخلوق سے یہ عہد لایا گیا تھا۔ عہد مراد نہیں جو کہ خاص طور پر ﷺ سے لایا گیا تھا (تو کیا آنحضرت ﷺ سے ایک عہد تو ہمیشہ افضل تر ہی مخلوق کے سب سے علیحدہ تھا لایا گیا تھا اور پھر جب تمام انسانوں سے عہد لیا گیا تو اس میں آنحضرت ﷺ کو آدم علیہ السلام کی نسل سے ہونے کی حیثیت میں شریک تھے جہاں آپ نے کچھ شہادت چڑھ کر اللہ کی توحید اور عظمت کا اقرار فرمایا)

آدم کی پینچہ میں آنحضرت ﷺ کا نور۔۔۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام میں روح اُٹالی گئی تو آنحضرت ﷺ کا نور حق کی پینچہ میں روح ہو گیا۔ یہ حکم دیکھ کر تمام فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی کمر کے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے اور ان کی کمر میں اس نور کے غبار کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے (فرشتوں کو اپنے پیچھے جمع ہونے دیکھ کر) اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

”مے پر درد دیکھ! میں سب کو کیا ہو گیا کہ یہ میری بیٹی کو دیکھ رہے ہیں؟“

حق تعالیٰ نے فرمایا

”یہ تمہارا تمام انبیاء ﷺ کے نور کو دیکھ رہے ہیں جن کو میں تمہاری بیٹی سے نکالوں گا۔“

یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ اس نور کو اپنے جسم کے اگلے حصے میں منتقل کر دے تاکہ یہ فرشتے ان کے سامنے آکر کھڑے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان کی چوٹائی میں منتقل فرمادیا۔ پھر حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ اس نور کو ان کے جسم میں ایسی جگہ پر منتقل فرمادے جہاں سے وہ خود بھی اس کی زیادت کر سکیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس نور کو آدم علیہ السلام کی شہادت کی انگلی میں منتقل فرمادیا۔

اس کے بعد جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو یہ نور انہیں ان کی بیٹی میں پہنچا دیا (جہاں انسان کا غلبہ ہوتا ہے) مگر پھر بھی یہ نور ان کی چوٹائی میں چنکا کر تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی (درخواست پر یہ نور ان کی) شہادت کی انگلی میں منتقل ہوا تھا تو انہوں نے کہا:-

”مے پر درد دیکھ! کیا اس نور میں کچھ حصہ اب بھی میری بیٹی میں باقی رہ گیا ہے؟“

حق تعالیٰ نے فرمایا:-

”ہاں ان کے لیکن آنحضرت ﷺ کے خالص اور قریب ترین صحابہ کا نور باقی رہ گیا ہے۔“

تو مہدیہ السلام نے عرض کیا

”اے پروردگار اس بقیہ نور کو میری باقی انگلیوں میں منتقل فرما۔“

خلیفہ اور اشتر بن کا نور..... (حق تعالیٰ نے وہ بقیہ نور کی باقی انگلیوں میں منتقل فرمادیا) چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق کا نور بیچ کی بیڑی انگلی میں آگیا۔ حضرت عمر فاروق کا نور کن کی انگلی کے برابر اٹلی انگلی میں ظاہر ہوا۔ حضرت عثمان کا نور کن کی انگلی میں ظاہر ہوا اور حضرت علی کا نور انگوٹھے میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد جب (شیطان کے دروغ بولنے پر) حضرت توم مہدیہ السلام نے درخت کا پھل کھا لیا تو یہ نور وہاں ان کی بیٹھ میں چلا گیا (اور توم مہدیہ السلام کو زمین پر اتر دیا گیا)۔ یہ تفصیل کتاب بحر العلوم میں اسی طرح ذکر ہے۔

حضرت امین عباسؑ سے روایت ہے کہ :-

”پھر یہ نور توم مہدیہ السلام سے نکل کر ان کے بیٹے حضرت شیعہ میں منتقل ہو گیا تھا۔“

فرشتوں کے سوال پر جلال خدا کو عذی..... جب اللہ تعالیٰ نے حضرت توم کو تخلیق کرنے کا نور فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا (جس کا قرآن پاک میں بھی ذکر ہے)

”میں زمین میں اپنا خلیفہ جانتے والا ہوں۔“

فرشتوں نے اس پر عرض کیا

”کیا آپ اس کو اپنا خلیفہ جانتے ہیں جو زمین پر فساد پھیلائے گا؟“

فرشتوں کی مراد اس سے جنت تھے جنہوں نے زمین میں فساد پھیلا دیا تھا اور خون بہایا تھا۔ (فرشتوں کے اس جواب پر) حق تعالیٰ کا غضب ظاہر ہوا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ فرشتوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے فرما پر جو جواب دیا ہے اس پر حق تعالیٰ کا غضب ظاہر ہو گیا ہے۔ اس پر فرشتے عرض کی کہ پکار کر گواہی لے اور سوائی مانگنے لگے اور اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے لئے انہوں نے عرض کے گرد حاکم مہدیہ طواف کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

ایک روایت میں یہ لفظ بھی کہ۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان پر نظر کرم فرمایا اور فرشتوں پر رحمت نازل ہوئی (اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کے عرض کا طواف کرنے کی ہوا ایسی پسند آئی کہ اس نے فرشتوں کو عزم دیا۔ آدم کو تعمیر کیسے کا عزم.....) ”تو زمین پر میرے نام کا ایک گھر بنانا کہ توم میں سے جن پر میں راضی ہوں وہ اس گھر کے ذریعہ میری پہنچائیں اور اسی طرح اس گھر کے گرد گھومیں یعنی طواف کریں۔ جس طرح تم نے میرے عرض کے گرد طواف کیا ہے تاکہ میں ان سے راضی ہو جاؤں۔“

(یعنی جیسے فرشتوں کی اس گزارش پر حق تعالیٰ ان سے راضی ہو جائیں عرض کا طواف کرنے پر ان سے راضی ہو گیا۔ اسی طرح نور آدم کی لٹوڑوں کے بعد ان کے بیت اللہ کا طواف کرنے پر ان سے راضی ہو جائے) چنانچہ فرشتوں نے زمین پر (اللہ تعالیٰ کے نام کا ایک گھر بنایا) (جو بیت اللہ شریف ہے)۔

یہ روایت مختصر ہے جس میں وہ ساری تفصیل نہیں ہے جو ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں پر راضی ہوا تو اس نے عرض کے پہلے بیت المعمور قائم کیا جو درجہ کے چالیس ستونوں پر قائم تھا

اور وہ ستون سرخیا قوت سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا۔

”اس گھر کے گرد طواف کرو۔ (ی) تاکہ تمہیں میری رضا حاصل ہو جائے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ

”تمہیں پر بھی میرے نام کا بالکل ایسا ہی نام دیا جائے کہ برابر ایک گھر بنائے۔“

پنانچہ فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور کے خطہ میں۔ ”ایسا ہی نام دیا کے برابر۔“ کے معنی ایک

ای ہیں یہ عطف فقیر کی ہے۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں اور فرشتوں نے اس پر جواب دیا کہ کیا آپ اس کو اپنا خلیفہ بنا رہے ہیں تو زمین میں خدا پیدا ہو گا۔ تو فرشتوں کو خوف ہوا کہ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کیا ہے اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ پنانچہ انہوں نے عرض کیے کہ وہ سب طواف مکہ جس میں اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے گزرتا ہے تب حق تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ساتویں آسمان میں بیت المعمور بنائیں اور اس کے گرد طواف کریں۔ فرشتوں کے لئے عرض کا طواف کرنے کے مقابلے میں اس بیت المعمور کا طواف زیادہ آسان تھا (کیونکہ عرض کا پھیلاؤ اور عظمت ظاہر ہے)

پھر آسمان میں بیت اللہ کا وجود..... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اسی طرح ہر آسمان اور ہر زمین میں ایک ایک گھر بنائے۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہ گھر ہیں جو ایک دوسرے کی ایسی سیدھ میں ہیں کہ اگر ایک گھر گرتے تو دوسرا بھی گر جائے۔

یہ بیت المعمور ساتویں آسمان میں ہے اور اس کا احترام اور عظمت ایسی ہی ہے جیسے کہ زمین میں مکہ کی عزت و عظمت ہے۔ آسمان دنیا میں جو گھر کا گھر ہے اس کا نام بیت المعمور ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہر ہر آسمان میں اللہ تعالیٰ کا ایک ایک گھر ہے جن کو فرشتے اپنی عبادتوں کے ذریعہ اسی طرح آباد کئے ہوئے ہیں جس طرح زمین والے بیت حقیقی یعنی بیت اللہ کو ہر سال حج کے ذریعہ ہر وقت مردوں کے ذریعہ اور ہر گزنی طوافوں کے ذریعہ آباد کئے ہوئے ہیں۔

لب یہاں یہ بات خود کے قابل ہے کہ تمام آسمانوں میں فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے گھر فقیر کرنے سے کیا مراد ہے۔

(سرمحال ان روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ بیت اللہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے فقیر کیا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی جو تعمیر کی یہ جو حقیقی تعمیر تھی۔ یعنی سب سے پہلے فرشتوں نے کعبہ کو فقیر کیا۔ دوسری مرتبہ جو قوم علیہ السلام نے تعمیر کیا تیسری مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور چوتھی مرتبہ قریش نے تعمیر کیا) لیکن اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے کہ فرشتوں نے کعبہ کو سب سے پہلے فقیر کیا تھا تو پھر قریش کی تعمیر تیسری تعمیر ہو گی۔ جس کا مطلب سب سے پہلے حضرت کوم (ی) اور ان کے بیٹے طیف علیہ السلام کی تعمیر سے شروع ہوا گا۔ یہ اس بناء پر کہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ یہ وہ ایسی گنجائشیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے فقیر کیا تھا۔

یا قوتی نہیں پایت اللہ..... اس سے پہلے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے کعبے کو خیر کرنے سے پہلے کعبے کی جگہ سرخ یا قوت کا ایک خیر تھا جو آدم علیہ السلام کے لئے جنت سے ابھرا گیا تھا اس کے دور دورے تھے ایک سبز زمرہ کا گناہوا شترئی دور و دور تھا ایک سفیدی دور و دور سونے کا قلعہ دونوں دور و دور میں جنت کے موتیوں کی لڑیوں میں گدی ہوئی تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اس خیر کا طواف کیا کرتے تھے اور تعالیٰ کی رحمت سے تسکین حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام بعد وستان سے (جہاں وہ اب رہے گئے تھے) پھاپس سرحد پیدل کعبہ کا رخ کرنے لگے۔

نہیں ہے کہ یہی خیر بیت المعمور ہو اور اس کو سرخ یا قوت کا اس لئے کہ دیا گیا کہ بیت المعمور کی محبت سرخ یا قوت کی محبت۔

آدم علیہ السلام کا قد و قامت..... (قال) کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر ابھرے گئے تو ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ ان کے سر زمین پر تھے اور سر آسمان میں تھا ایک روایت یہ ہے کہ ان کا سر پانچوں کو چھو تا تھا جس کی وجہ سے ان کے سر کے اگلے حصے کے بل کر گئے تھے اور پھر اگلے جڑوں میں سے بھی ایک کے بل کر گئے ہوئے تھے (یعنی سو روئی طور پر وہ بھی بلیر پانوں کے پیدا ہوا)۔

(چونکہ آدم علیہ السلام کا قد بہت زیادہ لمبا ہونے کی وجہ سے ان کا سر آسمان کو چھو تا تھا اس لئے وہ آسمان میں فرشتوں کی تسبیح اور ان کی دعائیں سنا کرتے تھے جس سے ان کو تسلی اور تسکین ہوتی تھی مگر فرشتے ان کو نہ کہ درجست زدہ ہوتے تھے اور ان سے دور بھاگتے تھے۔ اس پر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے (اپنے قد کے متعلق) فرید کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قد ہمیں ہاتھ کے برابر کر دیا۔ ہمیں ہاتھ سے مرو عام ہاتھ ہے۔ مگر ایک کزہ قول یہ بھی ہے کہ خود آدم علیہ السلام کے ہمیں ہاتھ کی پٹائی مراد ہے۔

اب قد کے کم ہو جانے کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی تسبیح اور دعاؤں کی توفیق نہ ملتی تھی اور ان سے دور بہت زیادہ فاصلہ دور خیرہ ہوئے انہوں نے پھر اللہ تعالیٰ سے اس کی فرید کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے آدم میں نے ایک مگر ابھرا ہے جس کا طواف کیا جاتا ہے۔ (ی) یعنی فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔ جس طرح میرے عرض کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس مگر کے پاس بھی اس طرح تہہ چڑھی جاتی ہے جس طرح میرے عرض کے پاس تہہ چڑھی جاتی ہے۔ اس لئے تم بھی اس کی طرف جلاؤ اور اس کا طواف کرو اور اس کے پاس تہہ چڑھو۔

(یہاں ذکر آیا ہے کہ فرشتے عرض کا طواف کیا کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے فرشتوں کی شان کی تھی کہ وہ عرض کا طواف کیا کرتے تھے اور اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔ اب اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد پھر فرشتے بیت المعمور کا طواف کرنے لگے تھے جیسے کہ بیان ہوا۔

غرض یہاں جس مگر کا ذکر ہے اس سے وہی خیر مراد ہے جو آدم علیہ السلام کے لئے ابھرا گیا تھا۔ یہ امکان بیان ہو چکا ہے کہ یہی خیر بیت المعمور رہا ہو گا۔

(حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے متعلق) ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ ابھرے گئے تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا یعنی حضرت آدم کے اس قد کی مساحت سے جتنے لمبے ہاتھ رہے ہوں گے ان کی پٹائی کے مطابق ساٹھ ہاتھ کا قد تھا۔

اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد بھی ہے جس کے یہی معنی ہوتے ہیں (کہ کوم علیہ السلام کا قہر خدا ان کے ہی ہاتھوں کی لمبائی کے حساب سے قہر دار تھا یہ ہے)۔  
 "اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو ان کی صورت پر یعنی جوں کا توں پیدا کیا اور ان کا قہر ساتھ ساتھ ہاتھ کا تھا۔"

یعنی حق تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو جتنا بڑا پیدا کیا تو ویسی ہی دنیا میں بھیج دیا۔ ان میں یہی کوئی نشوونما اور بڑھوتری نہیں ہوئی بلکہ جس وقت ان میں روحِ باری کی تھی اسی وقت ان کو کمال اور بڑھاپا قہر یہ معنی اس لحاظ سے ہیں کہ یوں کہا جائے کہ کوم کو ان کی صورت پر بنایا قہر جس پر معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ۔ کوم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا قہر اس صورت میں ہے مگر وہی کہ اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو اپنی صفت پر یعنی زندگی والا، علم والا، قدرت والا، اختیار والا، جو لئے والا، سننے والا، دیکھنے والا، سوچنے والا اور عقل و شعور والا بنایا قہر۔

مگر ان دونوں معنی کے لحاظ سے یہ بات اہم قرار دے کر اس قول کے خلاف ہوتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے حلقہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ قہر علیہ لے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک دوسرے کے منہ پر طمانچہ مار رہا تھا کہ آپ نے اس منہ سے دالے سے فرمایا  
 "اس کے منہ پر مت مارو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو اس کی صورت پر بنایا ہے۔"

(ی)۔ یعنی وہ اس شخص کی بھی شکل کے تھے اور وہی صورت اس میں کہی ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک خاص کوئی کی شکل و صورت کے حلقہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو اس کی صورت پر بنایا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جوں کا توں یا اپنی صورت یعنی صفت پر بنایا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ بات ظاہری طور پر سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ کچھلی قہر میں جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کا قہر ساتھ ساتھ کاتھاس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو سر فوراً حدیث ہے کہ :-  
 "کوم علیہ السلام کا قہر ساتھ ساتھ قہار پر وانی سات ہاتھ تھی۔"

اسی لئے علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ روایت ہے کہ جب کوم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کے ہر زمین پر تھے اور سر آسمان میں قہر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا قہر کم کر کے ساتھ ساتھ ہاتھ کے برابر کر دیا۔ مگر یہ بات صحیح حدیث کے ظاہری معنی کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوم علیہ السلام کو شروع ہی میں ساتھ ساتھ ہاتھ کے برابر قہر کا قہر علیہ کی بات صحیح ہے۔

کوم علیہ السلام (کے حلقہ روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ زمینی کے جوتے تھے۔ بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ "جو شخص بھی جنت میں داخل ہو گا وہ اس کے لئے درجہ دہائی کا ہو گا۔"

جنت والوں کی صفت کے بیان میں حدیث میں آتا ہے کہ وہ کوم علیہ السلام کی طرح بخیر و بری دالے ہوں گے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جنت سے جدا ہونے کے فم میں حضرت کوم علیہ السلام ہاتھ دے کر ان کے درجہ کے بال کھائے۔ مگر یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ درجہ سب سے پہلے جس انسان کے

نگلی، اوم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔

اوم علیہ السلام کے اترنے کی جگہ..... حضرت اوم علیہ السلام کو بعد ستان کی سرزمین پر ایک سمت لوہے پہاڑ پر اتارا گیا تھا۔ یہ پہاڑ اکاؤنچا تھا کہ طالع نور، نوری ستر کرنے والے کی گہری کی مسافت سے اس کو دیکھ لیتے تھے۔ اس پہاڑ کے ایک حجر پر حضرت اوم علیہ السلام کے چر کا نشان ہے۔ اس پہاڑ پر (ایک عجیب بات یہ ہے کہ مدد زندہ رات کے وقت ایک نگلی کی کوئی ہے جبکہ بدل کا نام، نشان بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح اس) جگہ کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ ہمیں مدد زندہ بدش ضرور ہوتی ہے جو اوم علیہ السلام کے چروں کے نشانوں کو دھرتی ہے۔ (اس پہاڑ کی چوٹی کی بلندی کے متعلق بعض مؤرخوں نے کہا ہے کہ اس کی چوٹی زمین کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ بلند ہے) (اس قول سے مراد پہاڑ کی بلندی کے متعلق بظاہر مبالغہ کر کے مبالغہ مقصود ہے کہ اس کی چوٹی بے حد اونچی ہے کیونکہ سب سے زیادہ بلند پہاڑ اور ست ہے جو ہالیہ کا سلسلہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت اوم علیہ السلام وہاں نہیں جا سکتے تھے)۔

پچھلے صفحات میں بعض علماء کا ایک قول گزرا ہے کہ بیت المقدس کی سرزمین بارہ میل بلند ہے۔ اور ہر اس پہاڑ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب سے زیادہ بلند پہاڑ ہے۔ چنانچہ اس پہاڑ کے متعلق بعض علماء کے اس قول کی روشنی میں کچھ حضرات نے بیت المقدس والی روایت کو ماننے میں انکال کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت قابل اعتراض ہے) لیکن حقیقت میں اگر ان دونوں اقوال پر توجہ کی جاسکتی ہے تو اس لحاظ سے کہ ان کے ذریعہ ان دونوں مقامات کی خارجی بلندی اور اونچائی بتلانا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کا مرتبہ ظاہر کرنا مقصود ہے جو ان مقدس مقاموں کی اونچ سے زیادہ کیا ہے جنہوں نے ان جگہوں پر قدم نہ چڑھایا۔ لہذا اس نکتہ نظر کے تحت دونوں قول ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتے۔

عطر اور خوشبو کی اصل..... ایک قول ہے کہ حضرت اوم علیہ السلام کے ساتھ جنت کا ایک پتہ بھی دیا گیا تھا جو وہاں زمین میں جم گیا تھا۔ چنانچہ بعد ستان کی خوشبو بھی اور عطریات اسی پتہ کا کرشمہ اور اثر ہیں۔

عطاواکن اور بارہ سے روایت ہے کہ جب اوم علیہ السلام بعد ستان کی سرزمین پر اتارے گئے تو ان کے ساتھ جنت کی چادر نکلی۔ یعنی درخت کی نشانی تھیں لیکن وہ نشانیوں میں لیٹی ان ہی کا اثر ہے کہ آج تک لوگ خوشبو بھی استعمال کر رہے ہیں۔

اوم کی رقتہ قدم..... ایک روایت یہ ہے کہ اوم علیہ السلام کو ایک عود مجبور کے درخت پر اتارا گیا۔ اس کے بعد جب ان کو حکم ہوا کہ وہ اس جسر کی طرف جائیں (جو خانہ کعب کی جگہ پر تھا اور جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے) تو وہ درخت ہونے اور ان کے لئے یہ فاصلہ ان کے قدم کے درمیان چھوٹ گیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک قدم تین دن کے سفر کی مسافت یعنی تقریباً پانچ سو میل کا ہو گا تھا۔ چنانچہ علماء مجاہد سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ اوم علیہ السلام کسی سولہی پر سوار ہو کر آتے تھے۔ مجاہد نے کہا۔

”میں کو کوئی سولہی اپنے سوار کر سکتی تھی خدا کی قسم ان کا تو ایک ایک قدم تین دن کے سفر کی مسافت کے برابر ہوتا تھا۔“

اس روایت کی روشنی میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اوم علیہ السلام (جب کسی سولہی پر بھی نہیں چڑھ سکتے تھے تو) اگر حق پر بھی سوار نہیں ہونے ہوں گے، حالانکہ بعض علماء کا قول ہے کہ انبیاء عظیم اسلام برحق

پر سوار کرانے گئے ہیں۔ (مگر اس کا جواب یہ ہے کہ امر لو ہے بہت سے انبیاء برحق پر سوار کرانے گئے ہیں تمام انبیاء نہیں۔) لیکن اگر یہ مروی بھی ہو کہ تمام انبیاء برحق پر سوار ہوئے ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں ہو تا کیونکہ برحق کوئی دنیوی سولہی نہیں ہے کہ اس پر ایک مخصوص جسم کا کوئی عیضہ بن سکے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء کے لئے ایک خاص سولہی ہے لہذا اس کے حصول پر نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ قوم علیہ السلام کا ذیل ذوال اور قد بدن غیر معمولی تھا اس لئے برحق ان کو اپنے لوہ پر سوار کرانے سے عاجز رہا ہوگا)

اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام بخروہ و نور منکلی و تری کو قوم علیہ السلام کے لئے مقدر فرمایا تھا۔ چنانچہ جہاں جہاں بھی انہوں نے زمین پر قدم رکھا وہاں آبادیاں اور بستیاں بن گئیں اور ان کے ہاتھ سول کے نکلے تھے جو بیکہ و ریح و ہوا میں اور میدان میں رہے۔

یا قوتی خیمے کی نوعیت..... آخر قوم علیہ السلام اسی طرح پیدا ہوا چلے ہوئے کے پہنچے وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ خیمہ دیکھا جو کعب کی جگہ پر تھا یعنی اس جگہ پر جہاں اب کعب ہے یہ خیمہ سرخ یا قوت کا تھا جو بہت کے یا قوت تھے یہ خیمہ اس طرح تھا کہ اس کے چاروں طرف درواریں تھیں اس کے چار کونے تھے جو سفید تھے۔ اس خیمہ میں تین سونے کی قد میں تھیں جو بہت کے نور اور روشنی سے روشن تھیں اس خیمہ کی کھائی زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ تفصیل بعض علماء بیت میں مذکور ہے۔

اس خیمہ کی جرح صلت یہاں کی گئی ہے اس سے وہ گمان نکلا نہیں ہو تا جو پیچھے یہاں ہوا کہ لیکن ہے یہی خیمہ بہت العزیز ہو گا یہ کہ اس کو سرخ یا قوت کا اس لئے کہا گیا کہ اس کی بہت سرخ یا قوت ہی کی تھی۔ (اس کو بہت العزیز ماننے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو مختلف خیمے ملا جائے تو یہ بات قیاس سے دور ہو گی۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

خبر اسود اور مقام امیر انیم کا زمین پر اتار اچھا۔ اسی خیمہ کے ساتھ خبر اسود بھی (جو بہت کے چھروں میں سے ایک چھر ہے) اتار اچھا۔ یہ بہت کی سر زمین میں سے سفید یا قوت کا تھا اور قوم علیہ السلام اس کو اپنے چیلنے کے لئے کرمی کے طور پر استعمال کرتے تھے (ایمانا لہا مرامو یہ ہے کہ بہت میں رہتے ہوئے اس پر بیٹھا کرتے تھے اقول۔ شواہد کہتے ہیں :- اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم علیہ السلام کو شروع میں ہندوستان کی سر زمین پر اتار کیا تھا مگر کتاب خبر فرام میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ :-

آدم کا میلانج۔ اللہ تعالیٰ نے قوم علیہ السلام کو کعب کی جگہ پر اتار دیا۔ یہ جگہ اس وقت اخی لار ذاتی تھی کہ بالکل خشکی کی طرح (اس میں حرکت) تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم علیہ السلام سے فرمایا:

”تمہ قوم اقدم بڑھاؤ!“

چنانچہ آدم علیہ السلام نے قدم بڑھایا تو انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کی سر زمین میں پایا۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ یہاں رہے۔ آخر یہاں سے وہ حشر زدہ ہو کر انہیں کعب کی جگہ کی یاد ستانے لگی۔ (جہاں انہوں نے حشر سے حشر کر قدم رکھا تھا) چنانچہ ان کو حکم دیا گیا۔

اے قوم حج کو جاؤ!

چنانچہ وہ وہاں رہے اور انہوں نے قدم بڑھانے شروع کئے۔ اب انہوں نے جہاں جہاں بھی قدم رکھا وہاں بستیاں بن گئیں اور ان کے قدموں کے درمیان کا حصہ پانیوں اور صحرا میں یہاں تک کہ اس کے نتیجے



گئے۔ (حدیث)۔

اس تحصیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیر اور خیر اسود حضرت آدم کے جنت سے نکلنے کے بعد اترے تھے۔

آدم کی وحشت اور سلاخی تسکین۔ اس بارے میں کتاب خیر غرام میں جو روایت ذکر ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خیر اسود حضرت آدم کے زمین پر اتار دے جانے کے بعد اتر آیا ہے۔ (خیر غرام میں یہ روایت ہے)۔

حضرت آدم کے بعد خیر اسود ابراہیم اور اس طرح اترتا تھا جیسے سفید موتی ہوتا ہے۔ حضرت آدم نے اس کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا دیا اور اس سے تسکین حاصل کی۔ یہاں تک کتاب خیر غرام کی عبارت ہے۔ اسی سند سے ایک روایت یہ ہے کہ :-

خیر اسود اور مقام ابراہیم حضرت آدم کے ساتھ ساتھ اسی رات میں اترے گئے جس میں قوم طیبہ السلام کو جنت سے ابراہیم کی دعوت پر کوئی قاتلوں نے خیر اسود اور مقام ابراہیم کو دیکھا اور خود اچھا لایا کہ یہ جنت کے پتھر ہیں، چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو اپنے سینے سے لگا دیا اور ان سے تسکین حاصل کی۔ یہ حال روایتوں کا یہ اختلاف کامل طور ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ قوم طیبہ السلام کے ساتھ وہ سرخ یا قوت اتر آیا تھا (جس کو خیر کہا گیا ہے اور جس کے بارے میں خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ وہی بیت المقدس ہے) چنانچہ کعبہ سے روایت ہے کہ :-  
”اللہ تعالیٰ نے قوم طیبہ السلام کے ساتھ ایک یا قوت ابراہیم اور اتر دے کھ کھلا تھا۔ (یعنی خیمے کی طرح اتر دے خالی تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے قوم طیبہ السلام سے فرمایا۔

”اے قوم! یہ میرا گھر ہے جسے میں نے خیر کے ساتھ اتر دیا ہے۔ اس کے گرد بھی اسی طرح طواف کیا جاتا ہے جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اس کے گرد بھی اسی طرح نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ جس طرح میرے عرش کے گرد نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔“

اس کا وہی مطلب ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اس کے گرد بھی فرشتے اس طرح طواف اور نمازیں پڑھا کرتے ہیں جیسے میرے عرش کے گرد کرتے ہیں۔

حضرت آدم طیبہ السلام کے ساتھ کچھ فرشتے بھی اترے گئے تھے جنہوں نے اس یا قوت یا بیت اللہ کے لئے پتھر کی بنیادیں اٹھائیں اور پھر اس یا قوت۔ یعنی بیت اللہ کو اس پر رکھ دیا۔

اب اگر ان دونوں روایتوں کو سمجھ لیا جائے تو ان میں مطابقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ ساتھ اترنے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ معیت حقیقی ہے بلکہ ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کے دشمنان اترنے کے فوراً بعد ہی یہ پتھر اترے گئے۔ اب چونکہ یہ دور میلانی قہرست تھوڑا ہے اس لئے اس کو اس طرح بیان کیا گیا کہ ساتھ ہی اترے گئے تھے۔ چنانچہ اب وہ منجملہ روایت اس کے خلاف نہیں رہتی جس میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا کہ۔ ”اے آدم! میں نے ایک گھر اتر دیا ہے جس کا طواف کیا جاتا ہے پس تمہاری بات۔“

ایک حدیث میں یہ آتا ہے کہ جب آدم طیبہ السلام جنت سے اترے گئے تو خیر اسود ان کی انگلی میں

قلہ یہ جبر اسود جنت کے یافتوں میں سے ایک یافتہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی چمک دکھ کر مانع نہ کر دیتا تو کسی شخص میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اس کی طرف نظر کر سکتا۔

یہ روایت کہ قوم علیہ السلام جبر اسود کو بخل میں لئے ہوئے زمین پر اترے۔ اس گزشتہ روایت کے خلاف ہوگی جس میں یہ تھا کہ جبر اسود اور وہ خیرہ جو ایک یافتہ کی شکل میں تھا قوم علیہ السلام کے بعد ایک ساتھ اترے گئے تھے۔ اگر دونوں واقعات کو سمجھا جائے تو ان میں مطابقت پیدا کرنی ضروری ہوگی۔

جبر اسود کا اصل رنگ۔۔۔ اسی طرح ان کے خلاف حضرت ہبہؑ کی تہ کی ایک روایت ہے کہ :-  
 ”جب اللہ تعالیٰ نے قوم علیہ السلام کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا تو انہوں نے جنت کا ایک جوہر اپنے ساتھ لے لیا۔ یہی جوہر جبر اسود ہے اس پر وہ اپنے آنسو پھینچتے تھے (جو حق تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے پر پڑتے تھے) جب قوم علیہ السلام زمین پر اترے تو بھی وہ دھرتے دھرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے تھے اور اپنے آنسو اس جوہر پر پھینچتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں کی وجہ سے یہ جہر سیاہ ہو گیا (اور پھر اس کا نام ہی جبر اسود یعنی سیاہ جہر ہو گیا)

پھر جب بیت اللہ بنایا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قوم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس جہر کو بیت اللہ کے ایک کونے میں نصب کر دیں چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔

جبر اسود کی حقیقت۔۔۔ اس بارے میں کتب فقہیہ الاولیاء میں یہ روایت ہے کہ :-

”ابتداء میں جبر اسود (جہر نہیں تھا بلکہ ایک ایک اور صاف قریشی قلہ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم علیہ السلام کو تھکنی فرمایا اور ان کو ساری جنت کی چیزوں کو چاکر دکھا صرف ایک درخت کے پاس جانے کی ممانعت فرمادی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو (جو بعد میں جبر اسود کی شکل کا کر دیا گیا) حکم دیا کہ وہ قوم علیہ السلام کی نگرانی کرے تاکہ وہ اس درخت سے کچھ نہ کھائیں۔

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے یہ فقرہ فرمایا کہ قوم علیہ السلام اس درخت سے کچھ کھائیں تو اس فرشتے کو ان کی نظر سے اوجھل کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کی طرف قیوت کے ساتھ دیکھا جس سے یہ فرشتہ ایک جوہر یعنی جہر کا ہو گیا۔

اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

”قیامت کے دن جبر اسود اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے ہاتھ جو گا، زبان ہوگی، کان ہوں گے اور آنکھ ہوگی کیونکہ یہ ابتداء میں ایک فرشتہ قلہ۔“

اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔۔۔ میں نے شیخ کمال الدین انصاری کی کتاب کی شرح میں دیکھا ہے کہ جب ان کے قریب پہنچے تھے تو جبر اسود کو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ سے اس محل میں نکلا کہ اس کے ہاتھ ۱۰۰۰ تھیں اور چہرہ ہو گیا ہے، قنویٰ اور دیگر جہر دانیں اپنی جگہ پر آئیں۔

جبر اسود اور مقام امیر الیم کی فضیلت۔۔۔۔۔ حدیث میں آئے ہیں کہ :-

”تھی جبر اسود کو زیادہ سے زیادہ جو سو اس لئے کہ وہ وقت قریب ہے کہ تم اس کو نہیں پہچانے گے۔ ایک رات لوگ اس کا طواف کر رہے ہوں گے مگر صبح ہوگی تو وہ اس کو نہیں پہچانیں گے۔ جنت کی ہر چیز بھی زمین پر ہے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے دیکھ لے گا۔“

(ی) چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ

”جنت کی چیزوں میں سے زمین پر سوائے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ دونوں جنت کے جو اہر است میں سے اور جو اہر ہیں۔ جو چار اور دو کی بھی حق کو چھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطا فرماتا ہے۔“

(اسی طرح طوبیت اللہ کے حلقی بیت اللہ میں آتا ہے کہ :-

”اس بیت اللہ کا طواف زیادہ سے زیادہ کرو اس سے پہلے کہ اس کو اٹھایا جائے۔ دوسرے یہ مندرجہ ہوا یعنی اگر آپ کو بھری مرتبہ اس کو اٹھایا جائے گا۔“ اللہ اعلم۔

حدیث میں آتا ہے کہ قوم طیبہ السلام اس شہر پر جو کہ بیت المعمور ہے بعد از سال سے پیدل چل کر ایک ہزار مرتبہ آئے ہیں۔ ان میں سے عین سو مرتبہ رُج کے لئے آئے اور سات سو مرتبہ عروہ کے لئے آئے۔

فرشتوں کے طواف ... قوم طیبہ السلام نے پہل مرتبہ جب رُج کیا تو جب عروہ کے میدان میں ٹھہرے تو نے جہان کے پاس جبرئیل طیبہ السلام آئے اور کہنے لگے۔

”اے قوم! اپنے مناسک انہی طرح پورا کرو۔ ہم تمہاری تخلیق سے چار ہزار سال پہلے سے بیت اللہ کا طواف کرتے آ رہے ہیں۔“

ایک روایت میں ہے کہ

”جب قوم طیبہ السلام نے (پہلی بار) رُج کیا تو قوم کے مقام سے فرشتے ان کے سامنے آئے۔ یہ دوم و عروہ یعنی رُج ہے جہاں سے دعا مانگی جاتی ہے (اور جس کا ذکر سیرت طیبہ اردو کے کتب خانوں میں گزر چکا ہے) اور ان فرشتوں نے ان سے کہا۔

”اے قوم! چنانچہ انہی طرح پورا کرو۔ ہم تمہارے سے ایک ہزار سال پہلے سے رُج کرتے آ رہے ہیں۔“

اقول۔ مزائف کہتے ہیں :- لاری کی کتاب میں لکھا ہے کہ :-

حضرت قوم طیبہ السلام نے اپنے جہاں پر ستر مرتبہ پیدل رُج کیا ہے اور یہ کہ فرشتوں کی حق سے جو عطا کات ہوئی وہ ملائین کے مقام پر ہوئی فرشتوں نے ان سے اس وقت یہ کہا :-

”اے قوم! چنانچہ انہی طرح سے کرو۔ ہم تم سے دو ہزار سال پہلے سے اس بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔“

یہ زمین۔ عروہ اور حروہ کے درمیان میں ایک جگہ کا نام ہے۔ عروہ طبری کہتے ہیں کہ علی کے مقام سے پہلے بھی ملائین نام کی ایک جگہ ہے۔ مگر حال اللہ تعالیٰ ہی اس کی سرحد تک پہنچا دے والا ہے۔ یہاں تک عروہ لاری کا کلام ہے۔

ایک حدیث میں ہے آتا ہے کہ قوم طیبہ السلام کو ذی طوی کے مقام پر فرشتے ملے انہوں نے قوم طیبہ السلام سے کہا۔

”اے قوم! ہم دو ہزار سال سے اس جگہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

اس کے بعد جب حضرت قوم اس جگہ پر پہنچے تو انہوں نے اپنے جوتے اتار دیے۔

(یہاں مختلف روایتیں بیان ہوئی ہیں اب ان میں مطابقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ایک روایت ہے کہ کرم کے مقام پر فرشتے کرم کے سامنے آئے تھے۔ ایک میں ہے کہ بدین کے مقام پر ان سے ملاقات ہوئی تھی اور ایک میں ہے کہ کرم طیبہ اسلام نے ان کو ای طوی کے مقام پر دیکھا تھا۔ (اس بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے واقعے مختلف دیے ہوں اور ان سب جنگوں پر مختلف وقت میں فرشتوں سے ملاقات ہوئی ہو)

ای طرح یہ بھی مختلف روایتیں ہیں کہ فرشتے کرم طیبہ اسلام سے ایک ہزار سال پہلے سے آج کر رہے تھے ایک روایت ہے کہ دوا ہزار سال پہلے سے کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پچاس ہزار سال پہلے سے آج کر رہے تھے۔

(یہ اختلاف بھی اسی کجلی جہول کے ذریعہ دور دور ہو جاتا ہے کیونکہ مختلف واقعات مانے جائیں اور مختلف فرشتے مانے جائیں تو انہیں قول درست ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ فرشتے ایک ہزار سال سے آج کر رہے ہوں یا کہ دوا ہزار سال پہلے سے اور کچھ پچاس ہزار سال پہلے سے۔ لیکن مطابقت اسی صورت میں پیدا کرنی ضروری ہے جبکہ ان تمام روایتوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب)

فرشتوں کی تخلیق ایک ساتھ ہوئی یا مختلف اوقات میں۔۔۔ (فرشتوں کی تخلیق کے متعلق کتنے ہیں کہ آیا کمال ہمارا کہ اگر ایک ہی وقت میں پیدا کیا گیا ہوتا تو فنا پیدا کئے۔

اس بارے میں ایک روایت یہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے روز بروز اور وقتاً فوقتاً پیدا کئے گئے ہیں۔ دو حدیث ہے کہ جو شخص نبی اللہ ﷺ کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسا فرشتہ پیدا فرماتا ہے جس کے وہ آنکھیں دھوپ لگتی لگتی دالے دالے بازو دو ہونٹ اور زبان ہوتی ہے۔ یہ فرشتہ دوسرے فرشتوں کے ساتھ لا جہر جہلے اور یہ کلمہ پڑھنے والے کے لئے قیامت تک مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح فرشتے مختلف اوقات میں مختلف مقاصد کے لئے پیدا کئے جاتے رہتے ہیں۔)

اسی طرح ایک حدیث ہے کہ جس کو کتب ستر مسلمات نے نقل کر کے اس پر رد کیا ہے۔ دو حدیث یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ روز بروز ہر نیک طیبہ اسلام کو حکم دیتے ہیں اور وہ اگر فوراً یعنی فوراً کے مندر میں داخل ہو کر اس میں ایک غوطہ لگاتے ہیں اور اس کے بعد اس میں سے نکل کر اپنا بدن بھیجتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر قطرے سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔

مگر کتب ستر مسلمات نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی کئی حدیثیں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور اس قسم کی حدیث ثابت نہیں ہے۔ یہاں تک ستر مسلمات کا حوالہ ہے۔ واللہ اعلم۔

فرشتوں کی طوائف کی وجہ۔۔۔ اس کے بعد اسی گزشتہ روایت کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں کہ جب کرم طیبہ اسلام اپنے پہلے راج میں عرفات کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت جبرئیل طیبہ السلام ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم پچاس ہزار سال سے اس بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، تو کرم طیبہ اسلام نے ان سے پوچھا۔

طواف کے دوران تم کیا پڑھتے تھے؟

انہوں نے کہا۔

ہم یہ پڑھتے تھے: **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ** (ترجمہ: پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور تمام قہریلیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔)

دعاء طواف میں یہ اضافہ..... اس پر قوم طیبہ السلام نے کہا۔

اس میں یہ جزو درجہ اول و لا حول و لا قوة الا باللہ (ترجمہ: اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔)

چنانچہ اس کے بعد کوم طیبہ السلام جب طواف کرتے تھے تو یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔

کوم طیبہ السلام کے طواف..... کوم طیبہ السلام کا طواف سات رکن تک قراعت میں ہو اگر چہ قراہت پانچ رکن تک دن میں ہو تا حد (کی) بھر جب وہ طواف سے فارغ ہوتے تو وہ کہنے کے دورانے کی طرف رخ کر کے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد مکتوم کے مقام پر آتے اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ قَرِيْ، وَعَلَانِيَّتِيْ، قَابِلٌ مَّعْلُوْمِيْ، وَتَعْلَمُ مَآلِيْ نَفْسِيْ، وَمَا يَصْبِيْ فَاَقْبِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ  
فَاَتَقَبَّلْنِيْ سُوْلِيْ (الحمد للہ)

ترجمہ: اے اللہ! تو میری پُر شیدہ باتوں اور مخفی ہوئی باتوں دونوں کو جانتا ہے، پس میری معذرت اور معافی قبول فرما، اور جو مجھ سے میرے نفس میں ہے اور جو مجھ سے میرے دل میں ہے تو اس کو بھی جانتا ہے۔ پس تو میرے گناہوں کو معاف فرما، اور تو میری ضرورتوں کو بھی جانتا ہے۔ پس تو میری حاجت روانی فرما، اور میری درخواست قبول فرما۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں:- (پچھلی سطروں میں روایت بیان ہوئی ہے کہ معذرت جبرئیل طیبہ السلام نے کوم طیبہ السلام سے کہا تھا کہ۔ ہم یہاں بڑے سال پہلے سے اس بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ جبکہ وہ خیمہ جو اس وقت بیت اللہ تھا کوم طیبہ السلام کے ساتھ ہی یعنی ان کے فوراً بعد اجرا کیا گیا تھا لہذا فرشتوں کے اس قول سے ان کی یہ مراد نا ٹھیک نہیں ہو گا کہ ہم اس خیمہ کا طواف کرتے تو رہے ہیں۔ کیونکہ اس خیمہ کے متعلق تو حق تعالیٰ نے کوم طیبہ السلام کو زمین پر اتارنے کے بعد ان سے فرمایا تھا کہ۔ ہم نے تمہارے لئے ایک گھر اجرا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ (کیونکہ کوم طیبہ السلام کے لئے اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد اجرا کیا گیا ہے کہ اس کو کوم طیبہ السلام کے ساتھ ہی اجرا کیا ہو) تو ابھی مطلب یہی ہو گا کہ کوم طیبہ السلام سے پہلے یہ خیمہ موجود نہیں تھا اس لئے مناسب یہ ہے کہ فرشتوں کی مراد بیت اللہ کی جگہ ہو گی لیکن اس خیمہ کے اتارنے سے پہلے (اس جگہ کا جملہ واداعا) کیا اور جبرائیل بیت اللہ شریف موجود ہے فرشتے طواف کرتے رہے ہیں)

لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ خود یہ خیمہ ہی مراد ہو کیونکہ اس خیمہ کو ہی بیت المعمور بتلایا گیا ہے لہذا ممکن ہے کہ فرشتے اس کے زمین پر اتارنے سے پہلے یہاں بڑے سال سے اس کا طواف کرتے رہے ہوں جیسا کہ بیان ہوا۔

ہر فرشتے کو زیارت کعبہ کا حکم..... (قال لا سب ای نتیجہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد اول کی کتابوں میں سے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ ۔

اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو بھی زمین پر بھیجتا ہے اس کو حکم دیتا ہے کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کرے۔ چنانچہ وہ فرشتے عرض کے بیٹے سے اجازت مانگا کہ تجلیہ یعنی قَبْلُكَ قَاهَمُ لَبِثْتُ مَعَهُ یعنی اللہ میں تیرے حضور میں حاضر ہو گیا۔ (یہ دعا پڑھتا ہوا نکلتا ہے اس کے بعد وہ بحر اسود کو پورے دیتا ہے پھر بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کرتا ہے۔ اس کے بعد کعبہ شریف کے اندر دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور پھر آسمان کی طرف اٹھ جاتا ہے۔

اقول۔ متوقف کیے ہیں۔ یہاں ممکن ہے کہ احرام سے مروا بیت اللہ کے طواف کی نیت کا احرام ہو عمرہ کا احرام نہ ہو۔ اس کی دلیل یہ قول ہے کہ۔ پھر وہ فرشتے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد آسمان کی طرف اٹھ جاتا ہے۔ (یہاں غور کے لڑکاں پورے بیان نہیں کئے گئے اس لئے یہ قیاس ظاہر کیا گیا ہے کہ شاید فرشتے صرف بیت اللہ کے طواف کا احرام باندھتے ہوں گے۔

(یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بیت اللہ یا غیر موجود ہی نہ تھا تو طواف کا ہے کیا کیا جاتا تھا اس بارے میں وہ سب کے حکم میں بتایا گیا ہے کہ ممکن ہے یہاں بیت اللہ سے مروا بھی اس غیر کی جگہ ہی ہو کیونکہ اس طرح یہ بات ان فرشتوں کے لئے بھی درست ہو جائے گی جو اس غیر سے پہلے بھیجے گئے اور ان کے لئے بھی درست ہو گی جو اس غیر کے بعد سے جانے کے لئے بھیجے گئے۔

مگر پہلے بھیجے جانے والوں کے سلسلے میں یہ بات شبہ پیدا کرنے والی ہو گی کہ وہ فرشتے بحر اسود کو پورے دیتے ہیں۔ دوسری صورت میں یہ بات سمجھنے آتی ہے کہ اس غیر میں بحر اسود موجود تھا اور اس غیر کا طواف بحر اسود سے ہی شروع کیا جاتا تھا۔

علاء اور سعید ابن مسیب وغیرہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ۔

زمین پر اتر اور میرے لئے ایک گھر بنا اور پھر اس کے گرد گھومو جیسا کہ میں فرشتوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اس گھر کے گرد طواف کرتے ہیں جو آسمان میں ہے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

آئیرے لئے گھر بنا کہ اس کا طواف کرو اور اس کے پاس میرا ذکر کرو جیسا کہ میں فرشتوں کو اپنے عرض کے گرد طواف کرتے دیکھتا ہوں۔ جیسا کہ بیان بھی ہو چکا ہے۔

اس روایت کے ذریعہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی تصدیق ہو جاتی ہے جو پہچے بیان ہوئی ہے کہ ابراہیمؑ کو م علیہ السلام کو زمین پر بھیجے کی جگہ اجڑا گیا تھا (بعدِ موت کی سرزمین میں نہیں بلکہ اللہ اعظم۔

جبرئیل، آدم اور خواجہ کے نوٹس میں..... (قال ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تو م اور قواہ علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جبرئیل نے ان سے کہ۔

اللہ تعالیٰ آپ دونوں سے فرماتا ہے کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے ان کے لئے بنیاد کا نشان لگایا اور پھر کو م علیہ السلام بنیاد کو موندے

گئے اور حوا طیبہ السلام منیٰ بنانے گئیں۔ یہاں تک کہ کھودے کھودے وہ پانی تک پہنچ گئے۔ اسی وقت انہیں نیچے سے آواز آئی۔

”بس کافی ہے اب قوم“

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب کھودے کھودے وہ ساتویں زمین (یعنی انتہائی گہرائی) تک پہنچ گئے تو فرشتوں نے اس بنیاد میں حجر ذال ذال کر اس کو بھرنا شروع کیا۔ یہ حجر اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے کہ ایک ایک کو نہیں کوئی اٹھا سکتے تھے۔

اس سے پہلے عطاء اور سعید ابن مسیب کی ایک روایت گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم طیبہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا تھا کہ زمین پر اترو اور میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو۔ لیکن اس دوسری روایت میں ہے کہ حجر کھلی طیبہ السلام کو قوم اور حوا طیبہ السلام کے پاس بھیج کر یہ حکم دیا گیا۔ اب اگر یہ حکم اس وقت دیا گیا جب کہ آدم طیبہ السلام پیدل چل کر ہندوستان سے حرم کے علاقے میں پہنچے تو یہ روایت ہر روایت یعنی عطاء و وحی روایت کے خلاف ہو جائے گی کیونکہ اس کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہو جائے کہ قوم طیبہ السلام کو یہ حکم وحی کے ذریعہ اس وقت دیا گیا جب کہ وہ جنت میں تھے (کیونکہ حکم میں کہا گیا ہے کہ زمین پر جاؤ اور بیت اللہ تعمیر کرو)۔

اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ (قوم طیبہ السلام اس وقت جنت میں نہیں تھے بلکہ زمین پر اترے جا چکے تھے اور اس حکم میں (زمین پر جانے سے مراد یہ ہے کہ حرم کی سر زمین پر جاؤ یعنی۔ ”حرم کی سر زمین پر جاؤ اور میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو۔“

اسی طرح (جیسا کہ پہلی روایت میں بیان ہوا ہے کہ قوم طیبہ السلام نے بنیاد کھودی تھی اور فرشتوں نے اس میں حجر ڈالے تھے) یہ ظاہر ہے کہ فرشتوں نے بنیاد کھودے جانے کے بعد ہی حجر ڈالے ہیں چنانچہ یہ بات کعبہ کی اس روایت کے خلاف نہیں ہوتی جس میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم طیبہ السلام کے ساتھ آسمان سے ایک کھوکھلا قوت اندر اٹھا اور آدم سے فرمایا تھا کہ اسے آدم یہ میرا گھر ہے جسے میں نے تمہارے ساتھ اتر آیا ہے۔ نیز یہ کہ جو فرشتے قوم طیبہ السلام کے ساتھ اترے تھے انہوں نے حجروں سے کعبہ کے لئے بنیاد ڈھائی اور اس پر بیت اللہ کو نصب کر دیا گیا تھا۔ تو کھوکھلی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ دونوں سے یہ بات نکلتی ہے کہ قوم طیبہ السلام کے بنیاد کھودنے کے بعد فرشتوں نے حجروں کے ذریعہ کعبہ کی بنیاد ڈھائی۔ چنانچہ جب یہ بنیاد پوری ہو گئی تو بیت اللہ یعنی اس باقوتی خیمہ کو ان حجروں پر نصب کر دیا گیا (جو بنیاد میں بھرے گئے تھے) اور کعبہ کی تعمیر کے لئے قوم طیبہ السلام کے ساتھ فرشتوں کے اترنے کا مطلب یہ ہوا کہ (قوم تو سر زمین پر اتر چکے تھے) ان کے ساتھ فرشتے ہند سے حرم تک آئے (اور اس تعمیر کعبہ میں شریک ہوئے)۔

بعض روایتوں میں یہ آتا ہے کہ جب آدم اور حوا طیبہ السلام نے کعبہ کی بنیاد تیار کر لی تو آسمان سے بیت اللہ کو ابھرا دیا اور سرخ سونے کا تھا اور اس کے ساتھ ستریزہ فرشتے آئے تھے انہوں نے بیت اللہ کو آدم طیبہ السلام کی بنیاد پر نصب کر دیا۔ پھر بحر اسود ابھرا دیا اور اس کو اسی موقع پر یعنی اسی سمت میں نصب کیا گیا جس میں وہ آج بھی نصب ہے۔ اس کے بعد آدم طیبہ السلام نے بیت اللہ کا طواف کیا یعنی جس طرح وہ اس سے پہلے طواف کیا کرتے تھے۔

اس طرح رشتوں میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اب اس بنیاد کے چار کرنے کی جس پر فرشتوں نے اس باوقفی شیے کو نصب کیا تھا حضرت آدم کی طرف بھی نسبت کی جا سکتی ہے اور فرشتوں کی طرف بھی۔ کیونکہ فرشتوں کی طرف نسبت کرنا تو بالکل صاف ہے کہ ان کی جگہ اور اہمیت میں یہاں ہوا ہے کہ فرشتوں نے بنیاد کو بحر اقصاء حضرت آدم کی طرف نسبت کرنا اس لئے درست ہے کہ آدم علیہ السلام ہی اس بنیاد کے چار کرنے کا سبب بنے تھے۔ ان میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی طرف نسبت کرنا اس لئے درست ہے کہ فرشتے اس بنیاد میں چاروائے تھے اور آدم علیہ السلام ان کو پروردگار کے رکھنے والے تھے۔

فرشتوں اور آدم علیہ السلام کی طرف اس بنیاد کی نسبت کرنے سے اسبہ وراثتیں بھی صاف ہو جاتی ہیں جن میں سے ایک میں تو یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبے کی تعمیر کی وہ فرشتے ہیں اور دوسری وراثت میں ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کرنے والے آدم علیہ السلام ہیں (کیونکہ بنیاد کی تعمیر میں فرشتے اور آدم علیہ السلام دونوں شریک ہیں۔ اس لئے دونوں کے حصص یہ کہنا درست ہے کہ وہی سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر کرنے والے ہیں۔ ہر حال یہ اختلاف قائل خود ہے۔

ثبات کعبہ کے پتھر..... (بیت اللہ کی تعمیر کے ہی سلسلہ میں) ایک حدیث میں آتا ہے کہ۔

”آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کو جن چاروں سے عطا (یعنی اس کی بنیاد بھری) ان میں ایک تو جبرائیل علیہ السلام ہے جو ملک شام کا ایک پہاڑ ہے دوسرے طور زیت سے جو بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ایک ہے تیسرے طور سینا ہے جو مصر اور ایلینا کے درمیان میں ایک پہاڑ ہے۔ انھوں نے اس کو ملک شام کا پہاڑ بھی لکھا ہے۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی۔ چوتھے جو دیہ عرب کا پہاڑ ہے اور پانچویں حراء ہے۔ یہاں تک کہ (ان سب چاروں کے ذریعہ) انھوں نے اس بنیاد کو زمین پر اٹھوایا۔“

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ ایک وراثت میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد کو چار پہاڑوں کے چاروں سے تعمیر کیا تھا (ان میں یہ پہاڑ بھی ہیں) اور چوتھیں پہاڑ رضوی پہاڑ اور اُحد پہاڑ۔

طوفان نوح سے کعبہ کی حفاظت۔ ہر حال دونوں وراثتوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کل آٹھ پہاڑوں سے تعمیر کیا گیا تھا اس کو کھول کر پچھنے میں کوئی اکتال بھی نہیں ہے۔

فرض پھر یہ بیت اللہ جو کہ باوقفی طوفان علیہ السلام کے زمانے تک موجود رہا۔ پھر جب طوفان نوح آیا تو اللہ تعالیٰ نے ستر جزر فرشتے بھیجے جنہوں نے اس باوقفی خیمہ کو چھ آسمان پر پہنچا دیا اور یہی بیت المعمور ہے جیسا کہ فقیر کشف میں ہے (اس کے بارے میں نیچے بیان ہوا ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان میں ہے) اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھایا تاکہ ہر ایک پانی اس تک نہ پہنچ سکے۔ البتہ اس کی بنیاد پانی نہ گئی۔

کتاب عراق میں ہے کہ کشتی نوح میں دلوں کو اپنے لوہے ہوئے چھ مہینے تک اس طرح گھومتی رہی کہ کسی جگہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ آخر وہ حرم تک پہنچ گئی مگر اس کے حدود داخل ہو گئی اور ایک ہفتے تک حرم کے گرد گھومتی رہی (کہ اس طرح اس کشتی نے بیت اللہ کی جگہ کے سات طوف کئے اور حضرت تعالیٰ نے اس بیت اللہ کو حفاظت کی خاطر آسمان پر اٹھایا تھا جس کا آدم علیہ السلام کا کیا کرتے تھے اور جو کہ بیت المعمور ہے۔

(نیچے وراثت گزری ہے کہ آدم اور حواء علیہما السلام نے بیت اللہ کی بنیاد تعمیر کی یہاں آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت حواء تعمیر کعبہ میں شریک ہو جاس وراثت کے خلاف ہے کہ حواء کو بعد میں اسرار کیا تھا



اور اللہ تعالیٰ نے ان پر حرم میں داخل ہونا اور آدم علیہ السلام کے خیمہ کی طرف یا تکہ کی کسی بھی چیز کی طرف دیکھنا کی فضاہ کی وجہ سے حرام کر دیا تھا اور یہ کہ انہوں نے قوم علیہ السلام کے ساتھ کئے میں داخل ہونا چاہا تو قوم علیہ السلام نے قاتلے کتلے۔

”میرے ساتھ موت آؤ۔ میں تمہاری ہی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہوں۔ اب کیا تم یہ چاہتی ہو کہ مجھ پر یہ بھی حرام کر دیا جائے؟“

پنانچہ قوم علیہ السلام جب حضرت حواء سے ملاقات کرنا چاہتے تو وہ حرم کی حدود سے باہر آکر پہلے کرتے تھے اور محل کے علاقے میں حواء سے مل کر رہتے تھے۔

آدم و حواء کی ملاقات..... علامہ محمد امین جریر نے نقل کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے قوم علیہ السلام کو جنت عدن کی سرزمین میں بڑے دھرم و پارس میں داخلہ اقلہ اس خطے میں جو اشکال ہے وہ بیان ہو چکا ہے (کہ ایک روایت میں یہ ہے کہ قوم علیہ السلام کو برادر است بیت اللہ کے مقام پر ابھرا گیا تھا اس اشکال کا جواب بھی بیان ہو چکا ہے اور حضرت حواء کو جنت عدن سے لایا جہاں سے) کے مقام پر ابھرا گیا تھا چنانچہ قوم علیہ السلام حضرت حواء کی محافل میں نکلے تو ان کا تعارف جہاں ہو انہی جہاں انہوں نے حواء کو پہچانا، عرفات کا میدان تھا اسی تعارف کی وجہ سے اس جگہ کو عرفہ کہا جاتا ہے پھر جس جگہ وہ جمع ہوئے اس جگہ کو اسی نام سے عرفہ کہا جاتا ہے اور پھر جس جگہ حواء ان کے قریب ہوئیں اس جگہ کو اسی لئے عرفہ کہاجاتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم اور حواء عرفہ کے علاقہ کی اور جگہ جمع ہوئے تھے لیکن یہ بات مشہور قول کے خلاف ہے کہ مشہور قول یہ ہے کہ وہ عرفہ کے مقام پر جمع ہوئے تھے اس اختلاف کو دور کرنے کیلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں جگہیں ایک ہی علاقہ میں ہیں اور اس دور سے علاقہ کے یہ دونوں نام ہیں۔

(عرفہ کے مقام کو عرفہ کہنے کی ایک وجہ تو یہ بیان ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ عرفہ کو عرفہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب جریر نعل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک اور لوکان سکھانے اور عرفہ کے مقام تک پہنچے تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔

”کیا آپ نے اپنے مناسک کو سمجھ لیا۔ یعنی آپ کو ان کی معرفت ہو گئی؟“

آدم علیہ السلام نے کہا ”ہاں“ چنانچہ اسی وجہ سے اس جگہ کو عرفہ کہا گیا۔

یہاں حج کے مناسک سے وہ مناسک عرفہ میں جو عرفہ کے مقام سے پہلے کے ہیں وہ نہ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اصل اور اہم مناسک وہ لوکان تو عرفہ کے بعد ہی شروع ہوتے ہیں (اس لئے یہاں تک کے مناسک سکھانے کے بعد یہ کیسے ہو چکا کہ کیا آپ نے مناسک سمجھ لئے؟)

امت محمدی ﷺ کی فضیلت کا اقرار..... کتب خاصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قوم علیہ السلام نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی امت کو ہدایتی کرامتیں اور فضیلتیں دی ہیں جو مجھے نہیں دی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میری قوم صرف کئے میں مقبوس (یعنی قابل قبول) تھی اور امت محمدی کا کوئی بھی آدمی کہیں بھی توپہ کر سکتا ہے۔“ (حدیث)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوم طیبہ اسلام کی توبہ قبول ہونے کا سبب بیت اللہ کا طواف تھا۔  
کہا جاتا ہے کہ خواہ کوم طیبہ اسلام کے ایک سال بعد تک زندہ رہیں۔

**بیت المقدس کی پہلی تعمیر**۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوم طیبہ اسلام کیسے کی تعمیر سے خارج ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کیا کہ جا کر بیت المقدس تعمیر کریں چنانچہ کوم طیبہ اسلام وہاں سے روانہ ہوئے اور انہوں نے بیت المقدس تعمیر کیا اور اس میں وہاں کے لوگوں اور منافک ہوا کہ۔  
**زمین کی پہلی مسجد**۔۔۔۔۔ اس روایت کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جب آپ ﷺ سے پہنچا گیا:

”زمین ہم سب سے پہلے کون سی مسجد بنی؟“

تو آپ نے فرمایا کہ مسجد حرام۔ پھر پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون سی بنی تو آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس پھر پوچھا گیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا پچاس سال کا۔  
دونوں مسجدوں کے درمیان اس فاصلے کے حقیقی امام بقیہؑ نے ایک وضاحت کی ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان حادثات یہ وہاں چارہ تھے کہ بیت المقدس کی زمین بعد میں ہموار کی گئی مگر جب اللہ تعالیٰ نے زمین دینی تو سب سے پہلے مسجد حرام کی جگہ کی زمین دینی اور بیت المقدس جس جگہ ہے وہاں کی زمین اس کے ایک مدت کے بعد ہموار کی گئی۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس حدیث کے بعد خواہ پر بیان ہوئی کہ دونوں مسجدوں کو کوم طیبہ اسلام نے دیا ہے امام بقیہؑ کی اس وضاحت کی ضرورت نہیں۔

مگر امام بقیہؑ کی یہ وضاحت دراصل اس قول کی تائید ہے کہ مسجد حرام کے بنانے والے دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس کی مسجد بنانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں (امام بقیہؑ نے اس بار سے میں یہ وضاحت اس لئے کی کہ ان دونوں تعمیروں کے درمیان ایک ہزار سال سے بھی زیادہ کی مدت ہے۔

سہا علیٰ طریق اگر یہ مانا جائے (جیسا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ) مسجد حرام کے بنانے والے تو کوم طیبہ اسلام ہیں اور بیت المقدس کی مسجد تعمیر کرنے والے ان کی اولاد میں سے کوئی ہیں۔ تو بھی کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا۔

اسی لئے بعض علماء نے اس بار سے میں وضاحت کی ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے تعمیر کرنے والے نہیں ہیں بلکہ دراصل وہاں مسجد کی تعمیر کی تجدید کرنے والے ہیں۔ جہاں تک بیت المقدس کی تعمیر کرنے والے کا تعلق ہے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کے دلوانے اتنی ہی مدت پہلے یعنی پچاس سال پہلے مسجد حرام یعنی بیت اللہ تعمیر کیا تھا لیکن اگر یہ مانا جائے کہ یہ دونوں مسجدیں کوم طیبہ اسلام نے ہی تعمیر کی ہیں تو یہ کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کی تعمیر کی۔ یعنی اس یا قوتی خیر کے والدین اٹھائے جانے کے بعد پھر سب کے سب جس شخص نے کوم طیبہ اسلام کی وفات کے بعد تعمیر کی وہ کوم طیبہ اسلام کے بیٹے شیخ طیبہ السلام ہیں۔ انہوں نے بیت اللہ کو منیٰ اور حجر سے دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ولایت اور پہل انسانی ہے (یعنی آدم علیہ السلام کے بعد جس نے سب سے پہلے پہلا وہ شیعہ علیہ السلام ہیں۔ انسانی کا مطلب یہ ہے کہ یہ ولایت صرف شیعہ علیہ السلام کے بعد والوں کے مقابلے میں ہے۔ ان سے پہلے کے مقابلے میں نہیں ہے)۔

غرض اس کے بعد جب طوفان نوح آیا تو بیت اللہ کی عبادت منہدم ہو گئی حالت اس کی جگہ باقی رہ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ایک مدت تک یہی صورت باقی رہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے تک کسی نے بیت اللہ کی تعمیر نہیں کی۔

جبکہ آدمؑ پر تعمیر ابراہیمؑ..... چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو ان کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے (بیت اللہ کی جگہ کا پتہ پرہیز جس سے ساتویں زمین پر (یعنی انتہائی گہرائی میں) کوہ ہناتہ اور مضبوط بنیاد رکھی آئی) (جسے کوم علیہ السلام اور فرشتوں نے بظاہر تھا) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر کعبہ کی تعمیر فرمائی اور اس بنیاد کو ہی قواعد کہا جاتا ہے جو پیچھے بھی ذکر ہوا ہے یہ بنیاد جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت آدم علیہ السلام یا فرشتوں کی بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ دونوں ہی کی بنی ہوئی تھی (جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے)۔

اس بنیاد کو اس ابراہیم اور قواعد ابراہیم بھی کہا جاتا ہے (جس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بنیاد ان کی بھری ہوئی تھی بلکہ یہ مطلب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس بنیاد پر کعبہ کی تعمیر فرمائی اس کو قواعد نہیں تھا۔ یہ جو روایت بیان ہوئی ہے اس کی تائید حضرت عائشہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے کہا بیت اللہ کی جگہ مت گئی تھی۔ یعنی طوفان نوح کی وجہ سے کہ تکہ ایک روایت میں صاف ہی لکھا ہے کہ نوح اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیانی زمانے میں بیت اللہ کی جگہ مت گئی تھی اس جگہ پر ایک سرخ نیل سا ہوا گیا تھا (اس کی برکت بھی اتنی ظاہر تھی کہ) مظلوم اور چاہنے والے لوگ زمین کے چپے چپے سے وہاں آیا کرتے تھے یہاں آکر جو شخص بھی کوئی دعا مانگتا وہ قبول ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج نہیں کیا کیونکہ ہود علیہ السلام اپنی قوم عاد کے ساتھ اچھے رہے اور صالح علیہ السلام اپنی قوم ثمود کے ساتھ مشغول رہے (اور ان قوموں نے ان نبیوں کو اس کی صلیت ہی نہیں دی کہ وہ بیت اللہ کی حاضری اسے کیجئے)۔

بیت اللہ میں انبیاء کی قبریں..... ایک حدیث میں آتا ہے کہ مقام ابراہیم اور حجر اسود اور چاند حرم کے درمیانی حصے میں خانوے نبیوں کی قبریں ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ کعبے کے چاروں طرف تین سو نبیوں کی قبریں ہیں اور کن بڑی بڑی تھنی دائیں کوٹنے اور حجر اسود کے درمیانی حصے میں ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔ ہروانی جس کو اس کی قوم نے بھڑکایا اپنی قوم کے درمیان سے نکل کر گئے تھا قہار جبارہ وادع خانی کی عبادت کرنا چاہتا تھا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو جاتی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ کن بڑی بڑی حجر اسود کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یہ کہ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شیبہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی قبریں یہی جگہ ہیں۔



مکی۔

ایک حدیث میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے مثنیٰ واثبی سے فرمایا جب کہ مثنیٰ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ ”تم لوگوں اللہ تعالیٰ کے حرم میں اور اس کے گھر کے گرد ہو اس لئے تم میں سے اس وقت کوئی بھی اپنی عورت کو ہاتھ نہ لگائے۔“

اس کے بعد نوح علیہ السلام نے مردوں اور عورتوں کے درمیان ایک پردہ عورت کاٹ دیا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے نے قربانی کی اور اپنی عورت کے ساتھ ہمستر ہو گیا۔ اس پر نوح علیہ السلام نے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی کہ اس کی اولاد کا رنگ سیاہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کے حق میں نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی چنانچہ اس کا جو بیٹا پیدا ہوا (اور اس کی اولاد) سیاہ رنگ کا ہوا اس کا یہ بیٹا ابو الشؤفان تھا جس کی نسل بنی اسرائیل کے کچھ حصے بن گئی ہوئی ہے۔

مگر نوح علیہ السلام کی اس بددعا اور ابو الشؤفان کی اولاد کے رنگ سیاہ ہو جانے کا ایک دوسرا سبب بھی بیان کیا جاتا ہے جس کو میں نے اپنی کتاب اعلام غلوۃ الغلو فی فضائل الخوارج میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اللہ اعلم۔

حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی قبریں بیت المقدس میں ہیں (ی) یعنی حضرت یوسف علیہ السلام (کی قبر) حبشہ کے نسل کے پہلی میں آگئی تو ان کی میت کو اس قبر میں سے نکال کر بیت المقدس میں دفن کیا گیا جیسا کہ آگے تفصیل سے اس کا بیان کر رہا ہے۔

ابراہیم کو مقام کعبہ کی نشان دہی۔ (قال) حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم فرمایا کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا ”اے پروردگار! میں وہ گھر کہاں تعمیر کروں؟“

اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ مسجد کے چاروں طرف چلے۔ سخت سے مروارہ ہوئے (یعنی خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام کے لئے ظاہر کی گئی اور) جس کے انسان کے جیسا چہرہ تھا (ی) لایک قول یہ بھی ہے کہ نبی کے جیسا چہرہ تھا اور اس کے دو ہاتھ یعنی برتھے اور اس کے زبان بھی تھی جس سے وہ کلام کرتی تھی۔

مگر تعمیر کثاف میں اس یکینہ کی تعمیر میں کعبہ کا بنیاد تکیہ یعنی صندوق میں تھی (اور جس کا تفصیلی بیان سیرت علیہ السلام میں مذکور ہے)۔

”کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد (جس کے متعلق ابراہیم علیہ السلام کو خبر دی گئی تھی) بدایا قوت کی بنی ہوئی تھا اس کی تھی اور اس کے کئی کے جیسا کہ روایتی ہی کے بھی دو تھے۔“

مگر اس بارے میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا تھا۔ یہاں تک تعمیر کثاف کا حال ہے۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (ابراہیم علیہ السلام کے لئے) ہوا کو بھیجا جس کا نام نوح تھا۔ اس کے دو ہاتھ تھے اور سائب کی طرح کاسر تھا اس ہوا نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سامنے بیت اللہ کے گرد گھوم کر کھول دیا جہاں بیت اللہ کی اولین بنیاد تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (ابراہیم علیہ السلام کی طرف) ایک بلی کو بھیجا جس کا ایک سر قتل پھر اس سر میں سے کوڑا آئی۔

”اے ابراہیم! آپ کا پروردگار آپ کو عہد دیتا ہے کہ آپ اس بلی کے برابر حصہ (اس کے لیے زمین پر) نشان لگاویں۔“

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام خود سے اس بلی کو دیکھتے جاتے تھے اور نشان لگاتے جاتے تھے (یعنی اس کے برابر اس کی سیدھ میں زمین پر نشان بناتے جاتے تھے) اس کے بعد پھر اس سر میں سے کوڑا آئی۔

”اے ابراہیم! کیا تم اپنا کام کر چکے؟“

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ہاں! چنانچہ اس کے بعد وہ بلی انھو کو روپ چلی گئی۔ ان سب روایتوں میں مطابقت بھی قائل فور ہے اور ان سب کے ساتھ اس روایت میں سے بھی مطابقت ضروری ہے جو پیچھے بیان ہوئی کہ جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنے پُرندے جس کے نتیجے میں کعب کی وہ بلی بنیاد ظاہر ہو گئی۔

(تفسیر: اس بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس بلی کو کہیں وہ اسے تعبیر کیا گیا ہو کہیں بلی سے ہوا سے مراد بھاپ ہو سکتی ہے کیونکہ ہوا نظر آنے والی چیز نہیں ہے لہذا اس کے جسم ہے۔ اب بھاپ کسے کی صورت میں یہ بات زیادہ قائل قبول ہے کہ بھاپ کو بلی کہہ دیا گیا ہو کیونکہ بدل حقیقت میں بھاپ ہی ہوتا ہے۔ جہاں تک اس کی شکل کے متعلق مختلف قول ہیں اس بارے میں ممکن ہے کہ دونوں کے بیان کا فرق ہو۔

لہذا جہاں تک بلی کے ذریعہ بیت اللہ کی بنیاد کا نشان لگانے اور حضرت جبرئیل کے پُرندہ کر بیت اللہ کی بنیاد کو ظاہر کرنے کا معاملہ ہے ان میں بھی مطابقت ہو سکتی ہے کہ شاید بلی کے ذریعہ قہقبے کے طول و عرض کے برابر نشان لگانے کے بعد پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پُرندہ کو ان بنیادوں کو ظاہر کر دیا ہو جو احسانی مگر کی تھیں۔ واللہ اعلم۔ مرتب)

کعبے کی طرف رہنما پر بندہ..... ایک حدیث میں آتا ہے کہ پھر وہ حکومت (یعنی بھاپ) چلتی شروع ہو گئی مگر اکیڑہنسی صرد ہائی پر بندہ کر باقاعدہ (اس پر بندہ کو لہذا میں لہذا لکھا جاتا ہے) پھر یہ ایک مشہور پر بندہ ہے جو چاروں سے زیادہ تپتے اور چلنے والے غیرہ کا لہذا کرتا ہے۔

اس کے لہذا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مختلف قسم کی کوڑیں ہوتی ہیں۔ یہ جس پر بندے کا لہذا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے مٹیوںہ قسم کی کوڑا لہذا ہے جو اس پر بندے کی ہی کوڑا ہوتی ہے جب یہ کوڑا اس پر بندے تک پہنچتی ہے تو وہ لہذا کے پاس آتا ہے جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچتا ہے لہذا اس پر بھپتا ہے لہذا اس کو لہذا کر لیتا ہے۔

اس پر بندے کو صوام یعنی روزہ دار بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ یہ پہلا پر بندہ ہے جس نے عاشورا کے دن روزہ رکھا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میرے ہاتھ میں لہذا پر بندہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”یہ پہلا پر بندہ ہے جس نے عاشورا کوئی دوسری عرم کو روزہ رکھا۔“

مگر علامہ ذہبی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور حاکم نے اس کو باطل کہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانے میں حضرت خالد بن ولید نے طلیحہ کو آتب کو قتل کیا جس نے آنحضرت

جنگ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اس کی طاقت زور بیکڑ گئی تھی۔ اسی زمانے میں حضرت عائشہؓ نے خلیفہ کذاب کے ایک ایسے ساتھی سے پوچھا کہ کذاب مسلمان ہو چکا تھا۔  
”خلیفہ کذاب ہمیں رانیہوش کی کیا باتیں بتایا کرتا تھا؟“

اس نے جواب دیا کہ وہ کتا تھا۔

مکبوتر، جنگلی کبوتر اور زوردار لٹورہ کی قسم اٹھادی سلیخت شام اور عراق تک پہنچی جائے گی۔“

## سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کی بولیاں سمجھنا

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے (جن کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا سحر و معجزہ عطا فرمایا تھا) لٹورہ پر غصے کی کواز سنی تو فرمایا کہ یہ کدو رہا ہے۔  
”اے کتا گھر والے کتا تعالیٰ سے استغفار کرو۔“

مگر کتب کشف میں ہے کہ یہ ہڈی کی کواز تھی مگر یہ ہو سکتا ہے کہ لٹورہ ہڈی ہڈی دونوں نے اپنی اپنی کواز میں یہی بات کہی ہو۔

پھر انہوں نے موری کی کواز سنی تو فرمایا کہ یہ موریہ کدو رہا ہے۔

”جیسا کہ گے دیا بھرا گے“

پھر انہوں نے ہڈی کی کواز سنی تو فرمایا کہ یہ ہڈیہ کدو رہا ہے۔

”جو شخص دوسروں پر دم نہیں کرتا اس پر بھی دم نہیں کیا جائیگا۔“

ہڈی کے حلقہ دونوں دانتوں میں مطابقت اس طرح ممکن ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بھی تو ہڈیہ کدو رہا ہو کہ اے کتا گھر والے کتا تعالیٰ سے استغفار کرو۔ لہذا بھی یہ کتا ہو کہ ”جو شخص دوسروں پر دم نہیں کرتا اس پر بھی دم نہیں کیا جائیگا۔“

ایک دفعہ سلیمان علیہ السلام نے شہرک کی کواز سنی تو فرمایا کہ یہ یوں کدو رہا ہے۔

”تم خیر کا معاملہ کرو۔ ہمیں اس کی جڑاٹے گی۔“

انہوں نے مریخ کی کواز سنی تو فرمایا کہ یہ یوں کدو رہا ہے۔

”اے مریخو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو!“

بائبل کی کواز سنی کر انہوں نے فرمایا کہ یہ یوں کہتی ہے۔

”مگر تم نے تو مجھے سمجھ کر کہا (تو مگرچہ یہ بھی تو کل کے خلاف ہے مگر کیا کو اسے معاف کر دینا

چاہئے۔“

قائد کے حلقہ انہوں نے فرمایا کہ یہ یوں کہتی ہے۔

”کاش یہ حقوق پیدا ہوتے ہوئی ہوتی۔“

انہوں نے جب گدھ کو روک لیتے تھے تو فرمایا کہ یہ یوں کہتا ہے۔

”پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے اعلیٰ اور بلند ہے اور اپنے خدائے آسمان پر جلای ہے۔“

قبیل کے بارے میں سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ یہ کہتی ہے۔

”سو اے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ہر حج کا ہونے والی ہے۔“

اسی طرح کہتی یہ کہتی ہے۔

”جو شخص سانس نہ رہا، مٹوا رہا۔“

طوطا میں کہتا ہے۔

”میں کے لئے برائی ہے جس نے دنیا کی خواہش کی۔“

کرگن یہ کہتا ہے

”اے اولاد آدم! جب تک تو رہا ہے زندہ ہے مگر تجھ کو انجام موت ہے۔“

مغتاب یہ کہتا ہے۔

”کو گن سے دور رہنے میں ہی سکون و اطمینان ہے۔“

سلیمان علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ عربوں میں انہماک کے لئے جو سب سے بہترین نصیحت کرنے

والا اور شفیق پروردگار ہے وہ کہتا ہے وہ جب کہہ کر اسے اور قرآن پر اگر غور کرے تو یہ کہتا ہے۔

”میں جیسے وہ لوگ جو دنیا کا کیش و فطرت حاصل کر رہے تھے اور اس کی طرف دھڑ رہے تھے، وہ لوگ

آدم پر انہماک ہے۔ کہ وہ کیسے غافل ہو رہے ہیں حالانکہ ان کے سامنے سختیاں اور مشکلات کھینچی ہوئی ہیں۔

اے غافل انسان! اپنے سفر کے لئے کچھ زور اور تیزی کر لو!“

آنحضرت ﷺ کا ایک پروردگار کی بولی سمجھنا..... حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن میں

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد باحق کہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک درخت پر اپنی چوٹی کا دھاربا تھا۔ رسول

اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کر رہا ہے؟“

میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہہ رہا

ہے۔ ”اے اللہ! تجری ذات طوری اصف ہے۔ تو نے میری آنکھوں کے پردے ڈال دیئے ہیں اور اب میں

بھوکا ہوں۔“

اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک بڑی سانپ آئی اور اس آدمی پر غصے کی چوٹی میں ٹکس گئی۔ اس

کے بعد اس پر غصے نے پھر درخت پر اپنی چوٹی کا دی تو آنحضرت ﷺ نے پھر مجھ کو چھو کر کیا جانتے ہو کہ یہ اب کیا

کہہ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ”نہیں!“ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے۔

”جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا تو اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔“

پھر پھر سلیمان کا مغتاب..... کہا جاتا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے دُجُہ سے فرمایا کہ میں تجھ کو بہت

شدید عذاب دلاؤ گا تو دُجُہ نے ان سے عرض کیا۔

”اے اللہ کے نبی! میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کا کلمہ ایسا زیادہ کر رہا ہوں۔“

یہ سن کر سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپنے لگے اور انہوں نے دُجُہ کو اسی وقت معاف



کر دیا۔

یہ بُدبُہانی حاصل کرنے کے سلسلے میں سلیمان علیہ السلام کا راہبر نور بنما تھا کیونکہ بُدبُہانوں کے نیچے پانی اس طرح نظر آ جاتا ہے جیسے شیشے میں سے نظر آتا ہے۔

(بُدبُہان پر سلیمان علیہ السلام کی ہدایت کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دفعہ سلیمان علیہ السلام پانی سے تھکی ہو گئے۔ ساتھ ہی اس وقت بُدبُہان بھی ظہور فرما رہا تھا جس کے ذریعہ ایسی زمین حلاش کی جا سکتی تھی جس کے نیچے پانی ہو چنانچہ اس وقت بُدبُہان کی غیر حاضری سے سلیمان علیہ السلام اس پر غصبِ ناک ہوئے اور انہوں نے اس کی حلاش میں عقاب کو بھیجا۔ اس نے راستے میں بُدبُہان کی طرف سے آنے والے دیکھ کر بُدبُہان نے جب عقاب کو دیکھا کہ وہ اس پر چھپنے کے لئے کہہ رہا ہے تو اس نے عقاب سے کہا۔

میں اس ذات کے نام پر تجھ سے دم کرنے کے لئے کہتا ہوں جس نے تجھے میرے لوہے پر غالب آنے کی طاقت دی ہے۔"

(اس کے بعد وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا اور انہوں نے اس سے وہ سب کہہ کر لوہے پر چاہا ہوا)۔

حضرت ابن عباسؓ سے کہی گئی کہ۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ بُدبُہان میں کے نیچے پانی کو قوت دیکر لیتا ہے مگر اس کو جاہل نظر نہیں آتا (جو اس کو پکڑنے کے لئے پھنسا جاتا ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

"ہم موت قتل ہے تو آنکھیں بند پانی سے محروم ہو جاتی ہیں۔"

کہا جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے بُدبُہان کو جو شدید غلاب دینے کے متعلق کہا تو اس سے ان کی مراد بُدبُہان کو اس کے بعد وہیں سے محروم کر دینا تھی (یعنی وہاں چیزوں کے ساتھ نہیں رہے گا جو اس کو نقصان نہ پہنچائیں البتہ بھی کہا جاتا ہے کہ مراد اس کا پتہ دشمنوں کی خدمت کرنے پر بخور ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی مراد بُدبُہان کے اچھے دشمنوں کی صحبت میں رہنے سے تھی۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ مشکل قید انسان کا دشمنوں میں رہنا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ مشکل قید مرد کی بوزمیں بیوی (یا بوزمیں بیوی) ہوتی ہے۔

سلیمان علیہ السلام کے باوجود ان کی بولیاں سمجھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا

ہے۔۔

وَلَمَّا مَنَّ عَلَى الْقَوْمِ بِالسَّلَامِ وَأَوْتَيْنَاهُمْ كُلَّ شَيْءٍ آتَيْنَاهُم بِهَا ۚ وَلَمَّا مَنَّ عَلَى الْقَوْمِ بِالسَّلَامِ وَأَوْتَيْنَاهُمْ كُلَّ شَيْءٍ آتَيْنَاهُم بِهَا ۚ

ترجمہ: اے لوگو! ہم کو پر عہدوں کی پوری سمجھنے کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو ساری سلطنت کے متعلق ہر قسم کی ضروری چیزیں دی گئی ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ:۔۔ متعلق کے لفظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پر عہدوں کی کوتاہوں کو تعمیر فرمایا ہے کیونکہ ان کوتاہوں سے وہ معافی اور مطلب پیدا ہوتے ہیں جو لوگوں سے ہوتے ہیں چنانچہ سلیمان علیہ السلام جب بھی کسی پر عہدے کی کوتاہی تھی تو وہ حق تعالیٰ کی جانب سے ملی ہوئی قدرت کے ذریعہ اس کوتاہی کو غرضی طور پر مقصود کو سمجھ لیتے تھے جو اس پر عہدے کی مراد ہوتی تھی (کیونکہ پر عہدے اپنی کوتاہوں کے ذریعہ حق تعالیٰ کی تسبیح

اور محمدؐ کا بیان کرتے ہیں کہ

یہ بات صرف ان پر نمودار کے حلقے ہے جن کی کونڈوں سے صاف الفاظ کچھ میں نہیں آتے کیونکہ بعض پرندے ایسے بھی ہیں جن کی کونڈوں سے صاف الفاظ بھی نہیں آتے ہیں چنانچہ کونڈوں کی ایک خاص قسم ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو یہ الفاظ صاف سنائی دیتے ہیں۔

ﷲ تعالیٰ

کسی نے کہا ہے کہ میں نے ایک کتے کو دیکھا جو سورہ بقرہ کی آیتیں پڑھ رہا تھا اور جب سورہ بقرہ کی آیت پر پہنچا تو یہ کہتے ہوئے اس نے بکھڑ کیا۔

”میرے سر سے تیرے سامنے بکھڑ کیا اور میرا دل تھڑ پڑا میں اٹھ گیا۔“

(علامہ بکری کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش کیا جس میں میں نے لوثنی کو بولنے سے منع میں اپنے ایک دوست کے مکان میں کیا جہاں ایک لوثنی تھی جسے میں نے نہیں دیکھا تھا کہ اچانک اس نے کہا۔

”تم جانتے ہو کہ میں نے وہاں کی جگہ کب میں اس کے اس لفظ صاف کلام پر بہت حیران ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر نمودار کے علاوہ دوسرے جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ (ایک دفعہ جب سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ جا رہے تھے تو ان کے لشکر کی کونڈوں میں سے ان کی اس پرچہ تھی نے جو کلام کیا اس کو سلیمان علیہ السلام نے سنا کہ اس نے باقی چیزیں سنیں۔

اپنے گھروں میں گھس جاؤ تاکہ سلیمانؑ ان کا لشکر بے خبری میں جنیں ہلاک نہ کر دیں۔“ یہ سن کر سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو رکے کا حکم دیا چنانچہ ہوائیں گھس گئیں اور جو چیزیں اپنے سوراخوں میں گھس گئیں۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام اس پرچہ تھی کے پاس آئے (جس نے کلام کیا تھا) اس سے کہنے لگے۔

”تو نے جو چیزیں کو میرے حکم سے ڈر لیں۔“

اس نے کہا

”کیا آپ نے میرے یہ لفظ نہیں سنے میں نے یہ کہا کہ بے خبری میں جنیں جنیں ہلاک نہ کر دیں مگر میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ تم ان کی جانیں ہلاک کرو گے بلکہ میری مراد ان کے دلوں کا ہلاک ہو جانا تھا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ جنیں دیکھنے میں اپنی تسبیح اور خدا کے ذکر سے غافل ہو جائیں گی۔ (یہی وجہ اس طرح وہ بھی ان کے دل مر جائیں گے۔“

ہر چیز حمد و تسبیح کرتی ہے..... (دلوں کے خدا کی یاد سے غافل ہونے پر جسم کی موت کے حلقے) ایک مرتبہ حدیث میں آیا ہے کہ نہ

”جانوروں اور کیزوں کونڈوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے۔ جب ان کی تسبیح ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض کر لیتا ہے۔“

ایک روایت ہے کہ۔



بہار۔

(اصل روایت یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی تعمیر کریں اور ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ پروردگار میں تم انکار کیا کیاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ وہ ستونوں کے پیچھے جائیں جو ایک ایسی بھاپ اور ہوا تھی جس کے انسان کے جیسا پروردگار اس بھاپ کی رہنمائی طور پر لایا ہے نہ کہ وہ بھاپ اس کی روایت کا پتہ حصر بیان کرتے ہیں۔)

(قال لاہر ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اس صرد یعنی اللہ پرانے کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ بیت اللہ کے مقام تک پہنچے گئے تو وہ بھاپ ایک بادل کی صورت میں ہو گئی اور اس میں سے کوہِ آفریں۔  
”اے ابراہیم اس پرانے سامنے کی رہاں جگہ پر نشان لگاؤ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا مگر تعمیر کرو۔“

(ی) ایک روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا تو ان کے لئے ستونہ بھیجی گئی اور جو ہوا تھی اور کہ کہ کہ چلتی تھی اور اس کے ایک سر قند (حدیث)

تعمیر ابراہیم کی کا آغاز..... فرض بیت اللہ کی جگہ پہنچی عمر (اور نشان لگانے کے بعد) ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کھدائی کی جس کے نتیجہ میں وہ مضبوط و صحیح سالم بنیاد ظاہر ہو گئی (جو فرشتوں اور قوم علیہ السلام کی بنائی ہوئی تھی) اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر شروع کی اور اسماعیل علیہ السلام ان کو چرخا تھا اور دیتے تھے جو فرشتے لے لے کر رہے تھے جیسا کہ اس کے آگے حدیث آئے گی۔ فرض اس طرح بیت اللہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- ممکن ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیت اللہ کی تعمیر کے لئے وہی بھیجی اس وقت وہ اسماعیل علیہ السلام کے پاس کے ہی میں ہوں لیکن بیت اللہ کے مقام سے کافی دور ہے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں ہی اس وقت کے گم ہوں اور اس دلی کے بعد آئے ہوں۔  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلقہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَبَارِئُ عَيْنِهِمْ كَذَّابٌ فَلَمَّا يَلْقَاوْا يَدْعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَيَصْلَحُ ۚ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُمْ إِلَىٰ خُلُوعٍ ۙ ۱۵

ترجمہ:- بے شک ابراہیم بڑے حقارت سے اللہ تعالیٰ کے فرماؤں پر دھرتے۔

چنانچہ اس آیت پاک کی تعمیر میں کہا جاتا ہے کہ اس وقت دو بڑے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں جو لوگ ابراہیم علیہ السلام تھا تھے اس لئے وہ اپنے مرتبہ میں ایک پوری امت کے قائم مقام تھے اس وقت ان کے سامنے دو بڑے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کر رہا تھا اللہ اعظم۔

تعمیر کعبہ کے دوران دعاؤں اور انہی..... (قال لاہر جب کعبہ کی دیواریں بننے لگیں تو انہیں قوام ابراہیم علیہ السلام کے لئے مقام ابراہیم لایا گیا۔ یعنی وہ مشہور حجر (جو مقام ابراہیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے اور تعمیر بندہ کرتے جاتے۔ تعمیر کے دوران ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ ۱۶

ترجمہ:- اے اللہ! پروردگار یہ دعا مت ہم سے قبول فرما۔ یہ بلاشبہ کب خوب سننے والے جانتے والے ہیں۔

قدم ابراہیم کا نشان۔۔۔ اب جتنی بھی تحریر یعنی رد و ثبوتی ہوتی تھی، پھر بھی انھیں اسی نامہ ہانا تھا اس پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان نہ تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے ہر کانٹوں میں پھر پرہیز تھا جس پر کھڑے ہوئے انھوں نے ہر سے ٹپک لگائی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسماعیل علیہ السلام کی پوری نے ان کا سر دھلیا تھا۔

اس کا واقعہ تھا کہ حضرت ملکہ نے (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی تھیں) ان سے اس وقت عہد لیا تھا جب وہ بچے جانے کے لئے سارے سے اجازت لے رہے تھے کہ وہ اسماعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کو دیکھ کر آئیں کہ وہ کس حال میں ہیں یا یہ تو کیا سارے ہاجرہ سے تھک رہے ہیں کہ وہ ہاجرہ اپنے طفل کی وجہ سے کہ مگر ابراہیم علیہ السلام کو سارہ کی وجہ سے غیرت آتی کہ وہ ہاجرہ کے پاس جا کر فحشیں۔ اس لئے انھوں نے سارہ سے طلق کیا کہ وہ (ہاجرہ کے پاس پہنچ کر جو کہ فن کی دوسری بیوی تھیں) اپنی سولہی سے بھی نہیں اتریں گے۔ یہ سولہی برحق تھی۔ اور سلام کرنے اور حق کا حال دریافت کرنے کے علاوہ کوئی اور بات چیت بھی نہیں کریں گے چنانچہ وہاں پہنچ کر واجب ابراہیم علیہ السلام نے ایک پھر پرہیز سے ٹپک لگائی تو اس پھر پرہیز کا نشان نہ لگا۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سولہی پر تھے تو پھر انھوں نے پھر پرہیز کیسے ٹپک لگائی اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ سولہ ہونے کے باوجود جب وہ ایک طرف کو چلے تو انھوں نے اپنا ایک پھر پرہیز لٹایا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر پرہیز کے ایک ہر کانٹوں ہے دونوں کا نہیں ہے جب کہ تحریر کے دوران اس پرہیز کے کھڑے ہوئے (اور اس کے نتیجے میں نشان نہ پڑنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بیویوں کے نشان ہوں گے۔ ہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

تفسیر کعبہ کی حیثیت۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی کو پہلی تو گزرا رکھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی چوڑائی تھیں گز تھی۔ مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بات ماسدہ ستور کے خلاف ہے۔

انھوں نے اس عمارت کی پیمت نہیں بنائی تھی بلکہ اس کو گھر سے بڑھا تھا کہ پھر وہاں کو برآمدہ کہ کر تحریر اٹھائی تھی۔ اس میں انھوں نے ایک دروازہ بڑھا یعنی امیر امت جو زمین سے لوہا نہیں تھا بلکہ برابر تھا۔ اس میں انھوں نے بند ہونے والا دروازہ نہیں بڑھا تھا بلکہ بعد میں اس کے کو بیچ پھیری نے لگوائے تھے اور اس بیت اللہ کے اندر دروازہ کے قریب دائیں جانب ایک کھول بڑھایا تھا۔ اس کنویں میں کعبے کے وہ پتھر اور تھلے ڈالے جاتے تھے جو لوگ بیت اللہ کی تیار کرتے تھے۔ اسی کنویں کو خزانہ کعبہ کہا جاتا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عمارت میں ایک عیسائی پھر لٹکا دیا جو لوگوں کے لئے اس کی نشانی ہے کہ یہاں سے طواف شروع ہو گا اور یہیں ختم ہو گا۔ چنانچہ اسماعیل علیہ السلام وہاں ہی پھر عارض کرنے کے لئے گئے اس وقت ہر نیکل علیہ السلام پھر اسود کو لے کر آسمان سے نازل ہوئے۔ پھر اسود اس وقت سوتی کی طرح دھنکا اور اس کے نور سے حرم کے دروازے تک ہر جانب سے جگمگا رہے تھے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ یہ پھر اس وقت سیاہ ہو گیا تھا جب اس کو جاہلیت کے زمانہ میں جنس وحلی ہو کر اس نے حمل کر بیچے بیان ہوا ہے کہ یہ قوم علیہ السلام کے آسمان سے سیاہ ہو گیا تھا۔

اس کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔

”کوہ ارقم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا۔“

بہرحال تک اس کے بالکل سیاہ ہو جانے کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسرے جملہ پنکے ہیں۔ ایک دوسرے قریش کے زمانے میں لوہہ دوسری مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے دور میں (حرم میں آگ لگ گئی تھی)۔ اس سے پہلے طوقان نوح کے وقت یہ حجر ایک دوسرا بھی آسمان میں لگی اٹھایا جاتا ہے کیونکہ گزشتہ روایات کے مطابق یہ اس باقوتی حجر میں بھی موجود تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے (گھبراہٹ میں حرامت کے طور پر ایک حجر لٹکانے کا لوہہ کیا تو اسوں نے اسامیل علیہ السلام سے کہا۔

”یہ اچھے ایک اچھا سا حجر لا کر دو جسے میں اس جگہ لگا دوں۔“

حجر اسود کی آمد..... اسامیل علیہ السلام نے کہا کہ آج بھان میں بہت تھک گیا ہوں۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس کا لا ضروری ہے۔ چنانچہ اسامیل علیہ السلام ان کے لئے حجر لانے کے واسطے روانہ ہوئے، اسی وقت حجر نکل علیہ السلام ہندوستان سے وہ حجر لے کر پہنچے جو ارقم علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اس حجر کو اس جگہ نصب کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو خود حضرت حجر نکل علیہ السلام نے دیوبند میں نصب کیا تھا اور پھر اس کے نوپر ابراہیم علیہ السلام نے عرب دیوبند لڑا تھا۔

(فرض جب یہ حجر نصب کیا جاتا تو اس کے بعد اسامیل علیہ السلام دیوبند میں سے ایک حجر لے ہوئے پہنچے مگر انہوں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام حجر اسود کو نصب کر چکے ہیں (کیا ایسا کے نوپر حیدر دیوبند اٹھا چکے ہیں۔ اسامیل علیہ السلام نے ہم چلا۔

”یہ حجر کہاں سے آیا اور اسے کون لے کر آیا ہے؟“

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

”وہ جو مجھے قسملہ لاکھڑے حجر کا کھنڈ نہیں دیتا۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔

”میرے پاس یہ حجر وہ لے کر آیا جو تم سے زیادہ چاق و چمدن ہے۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اسامیل علیہ السلام ایک پہاڑ سے ایک حجر لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام نے (اس کو پہنچ کر دے ہوئے) کہا کہ دوسرا لاؤ۔ اسی طرح وہ پہاڑ لوٹتے دے لوہان کے لائے ہوئے کسی حجر کو انہوں نے پہنچ نہیں کیا۔

حجر اسود کا اٹھنا..... ایک حدیث میں آتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب طوقان کیا تو اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو ابوبکرؓ پہاڑ کو بطور نمانت دیا اور اس پہاڑ کو عظیم کیا۔

”جب تو میرے عظیم یعنی دوسرے کو میرا ٹکر جاتے ہوئے دیکھے تو اس حجر کو ان کے لئے اپنے میں سے نکال دیا۔“

چنانچہ (صدیوں کے بعد) جب ابراہیم علیہ السلام نے (کیجے کی تعمیر فرمائی اور وہاں جگہ تک پہنچے

جہاں حجر اسود کو نصب کیا جاتا تھا اور قبیس پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کوثر و دیوار کہلے  
 آئے ابراہیم اور کن یعنی حجر اسود یہاں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اسی وقت وہاں گئے اور انہوں نے کھدائی کر کے رکھ لی تھی وہ حجر کمال بہادر اس کو  
 بیت اللہ میں نصب کر دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابو جیس پہلے اس وقت ایک دم لرز کر چلا اور اس میں سے حجر اسود باہر نکل آیا۔  
 اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ اس بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ (ابو جیس پہلے سے یہ کوثر آئی تھی) اسے  
 ابراہیم پہلے دھن کے دوست اکب کے لئے ہیرے ہاں ایک لانت ہے اس کو لے لیتے،

جبیل ابو قبیس کے نام کا سبب۔ اسی وقت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں بیت کے جو اہرات میں سے ایک  
 سفید حجر دیکھا اس سے جو چاہت کے زمانے میں ابو جیس پہلے کو آئیں۔ یعنی لانت اور کیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس  
 نے اس لانت کی حفاظت کی تھی جو اس کے بہرہ کی گئی تھی۔

اس پہلے کو ابو جیس اس لئے کیا جاتا ہے کہ قبیلہ جرم کا ایک شخص جس کا نام قبیس تھا اسی پہلے میں  
 ہلاک ہو گیا تھا۔ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ نئی مذبح کے ایک ایسے شخص کی وجہ سے اس کا یہ دم چڑا جس کا مثل اس پہلے پر  
 نصر تھا اور اس کا نام ابو جیس تھا ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اسی پہلے میں سے حجر اسود نکلا گیا (جس کو عربی میں  
 اقباس کہتے ہیں) اس لئے اس کا نام ابو جیس چڑا (کیونکہ اقباس اور قبیس دونوں لفظوں کا تاء ایک ہی ہے جو قبیس  
 ہے)۔

اب اگر ان سب روایتوں کو درست مانا جائے تو ان میں مطابقت پیدا کرنی ضروری ہو گی۔ اسی طرح  
 ایک روایت اور بھی ہے (جو طواغیر اسود کو نصب کرنے کے حقائق ہے۔ نیز جس میں یہ ہے کہ طواغیر اور ان کے  
 وقت بیت اللہ کو اٹھایا نہیں گیا تھا بلکہ وہی طواغیر میں فرق ہو گیا تھا یہ روایت ایساں کے حالات میں بیان  
 ہوئی ہے جو آنحضرت ﷺ کے آپا و اہل و عیال سے ایک ہیں (اور جن کے حقائق کچھ تحصیل سیرت حلبیہ اور  
 مشہور ہیں) سب حالت کے تحت بیان ہوئی ہے۔ فرض میں ایساں کے حالات میں ہے کہ (سب طواغیر علیہ السلام  
 کے زمانے میں طواغیر کیا اور بیت اللہ حرم ہو کر فرق ہو گیا تو یہ ایساں پہلے کوئی ہیں جنہوں نے رکھ لی تھی حجر  
 اسود کو وہاں نصب کیا۔ یعنی یہ پہلے کوئی ہیں جنہیں اس کا پتہ چلا اور پھر انہوں نے اس کو بیت اللہ کی جگہ کے  
 زویہ میں نصب کیا۔ واللہ اعلم۔

(۱) حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس یہ کلمہ یاد کر رہے تھے  
 اَعْلٰہُ بِاللّٰہِ اِی وَت (وہ کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔  
 حجر اسود اور مقام ابراہیم کی عظمت و کرامت..... "حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یا تو قوں میں سے  
 دو جہاں اہرات ہیں جن کے نور کو اللہ تعالیٰ نے تہ کر دیا ہے۔ اگر ان کا نور نماند ہو جاتا تو مشرق سے مغرب تک ان  
 کی روشنی سے جگمگا جاتا۔"

بچے کی سطروں میں ان جہروں کے نور کے مانہ ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے ہو سکتا ہے کہ اصل  
 سبب یہی ہو۔ اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہو گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ دونوں یعنی حجر اسود اور مقام ابراہیم قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے

سامنے آنکھ سے ہوں گے اور یہ دونوں عظمت اور بڑائی میں باہمی نفیس چہرے کے برابر ہوں گے۔ اس وقت یہ دونوں ان لوگوں کی گواہی دیں گے جنہوں نے ان دونوں کا حق لڑا کیا اور کالائقی ان کی زبانت کی ہو گی اور خیر اسود کو بوسہ دیا ہو گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر ان دونوں کو مشرکین نے تہ پہچانا اور تہ جو چہار بھی ان کو پہچانے اس کو اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرمائے۔

خیر اسود عہد نامہ اُمت کا امین ہے۔۔۔ حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اولاد آدم سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں (یعنی عہد اُمت لیا اور انہوں نے کہا کہ ہے شک ہے تو قسم نے ان کا یہ اقرار لکھ لیا اس کے بعد یہ اقرار نامہ خیر اسود میں رکھ دیا گیا۔ اس لئے اب خیر اسود کو جو بوسہ دیا جاتا ہے وہ دراصل ان کے اس اقرار کا عہد اور تجدید ہوتی ہے جس کا انہوں نے بیان کیا تھا۔ چنانچہ ان ہی جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ میرے والد علیؑ جب خیر اسود کو چومتے تو یہ کہتا کرتے تھے۔

”اے اللہ! میں نے اپنی امانت لو اکر دی اور اپنا عہد یاد اکر دیا تاکہ یہ خیر اسود میرے سامنے میرے لئے گواہی دے۔“ عمارہ سجلی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی چٹنے پر ہاتھ بھیر کر اولاد آدم سے یہ عہد لیا کہ وہ اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے تو یہ عہد ایک صندوق میں لکھ لیا گیا تھا اور اس کو خیر اسود میں رکھ دیا گیا تھا اس نام پر خیر اسود کو جو منے والا بوسہ دینے کے وقت یہ کہتا ہے۔

”اے اللہ! لا ایش اس کو بوسہ دیتا ہوں (یعنی ذات پر ایمان کے ساتھ اور خیر سے سامنے کئے ہوئے اقرار کے ساتھ)۔“ ایک حدیث میں آتا ہے کہ خیر اسود زمین پر اللہ تعالیٰ کا لیا ہوا عہد ہے۔

امام ابن فورک کہتے ہیں کہ خیر اسود کے سلسلے میں یہ مسئلہ ہی میرے لئے اس بات کا سبب بنا کہ مجھے علم کلام سے دلچسپی ہو گئی۔ (یعنی جس علم کے ذریعہ مسائل کی حقیقت پر عقلی انداز میں بحث اور غور کیا جاتا ہے۔) امام ابن فورک کو اس عہد اُمت اور خیر اسود کے متعلق ان مسئلوں میں شبہ پیدا ہوا اس لئے کہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس بارے میں اس خیر یعنی علم فقہ کے عالم سے بحث کی جس سے میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف نہ کھاتا تھا مگر وہ فقیر مجھے اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اس کے بعد مجھ سے کسی نے کہا کہ فلاں خطم یعنی علم کلام کے بارے سے دریافت کرو چنانچہ میں نے ان عالم سے پوچھا تو اس نے مجھے اطمینان بخش جواب دیا کہ اب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے بھی یہ علم کلام حاصل کرنا چاہئے چنانچہ اس کے بعد میں اس علم کے حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا۔ فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؑ خیر اسود کے پاس..... چچے عمارہ سجلی کا یہ قول گرا رہا ہے (کہ خیر اسود کو بوسہ دینا دراصل اس عہد اُمت اور اقرار نامہ کی یاد سے ہے جو اول میں اولاد آدم سے لیا گیا تھا) یہ قول حضرت علیؑ سے روایت ہے چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق روایت ہے کہ ایک دفعہ جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو خیر اسود کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

”خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو شخص ایک چتر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان لیکن اگر میں رسول اللہ ﷺ کو چہ بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو ہرگز تجھ نہ پہچانتا۔“

اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔



”میں نے امیر المؤمنین ابی قصاص بھی پہنچا سکتا ہے اور نفع بھی۔“

حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیسے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ میں نے کلبیہ بات قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ قرآن کریم میں کہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِذَا عَلِمْتُمْ فَيْسَبُ اَنْفُسِكُمْ فَذَرُوْهُمْ عَلَيْهِمْ السَّيْرَ ۚ وَتُكْرَهُ فَاتَّقُوا اللّٰهَ  
(پ ۱ سورۃ الاحزاب ص ۲۳) (ترجمہ)

ترجمہ۔ اور جب آپ کے رب نے اولاد کو آپ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے مطلق اقرار لیا۔ کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔

(اللہ تعالیٰ نے یہ اقرار ایک کافر پر تحریر فرمایا۔ اس وقت اس حجر اسود کے دو آنکھیں تھیں اور زبان بھی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ اپنا منہ کھول (جب اس نے اپنا منہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس اقرار نامہ کو اس کے اندر ڈال دیا اور پھر اس حجر کو اس جگہ رکھ دیا۔ اس کے بعد حجر اسود سے فرمایا ”تو قیامت کے دن ان لوگوں کی گواہی دے جو میرا حق لوگوں کو دیں۔“

حضرت عمرؓ نے یہ سنا (تو وہ حجر بن ہوشیہ اور انہوں نے حضرت علیؓ کے علم کافرا کر کرتے ہوئے) فرمایا ”میں ان لوگوں میں رہنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جن میں تم جیسا کلمہ نہ ہوئے ہو انہیں“  
لہذا اسے روایت ہے کہ انہیں بتلایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو پانچ پہاڑوں سے بنایا ہے۔ جتنا پہاڑ سے، طور پہاڑ سے، مذیت پہاڑ سے، ابلان پہاڑ سے، و جدوی پہاڑ سے اور حراء سے۔

تقریباً بتلایا گیا ہے کہ بیت اللہ کی بنیادیں حراء پہاڑ سے بنائی گئی ہیں ان حجروں کو حرم علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ بنیلے رکھا تھا۔

اقوال مختلف کہتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ یہ بنیادیں ابلان پہاڑ، طور، جتنا، مذیت، جدوی پہاڑ اور حراء پہاڑ کے حجروں سے بنائی گئی تھیں۔ (بجگہ اب اس دوسری روایت میں صرف حراء پہاڑ کے مطلق کہا گیا ہے اس لئے اسکے مطلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ (بنیادیں سب پہاڑوں کے حجروں سے بنائی گئی ہو مگر اس کا یہ خاصہ حراء پہاڑ کے حجروں سے بنایا گیا ہو) اس لئے ایک روایت میں صرف حراء پہاڑ کا ذکر کر دیا گیا کیونکہ اکثر حصہ جس چیز کا ہو اس کو کل بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ اس حال یہ قابل غور ہے۔

بعض محققین نے لکھا ہے کہ بیت اللہ کے دو ہی کن حے اور دو کن حے کن بنائی تھے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اس کے صرف دو ہی کن حے بنائے تھے۔ اس کے بعد جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے بیت اللہ کے چار کن یعنی کوئے بنائے۔

ذوالقرنین اور ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات۔ ملا حافض اسی خبر نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین میں جس کا قرآن پاک میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ذکر ہے یعنی اسکا دور وہی جب تک آیا تو اس نے ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کو کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اس سے اس کے مطلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

”ہم دونوں خدا کے بندے ہیں اور اس کی طرف سے اس کام کے لئے مامور اور تمہیں کے لئے بھی ہیں۔“

ذوالقرنین نے کہا۔

”قصدی اس بات کی گواہی اور تصدیق کون کرے گا؟“

یہ سن کر پانچ بھیڑیاں انھیں اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی۔ انھوں نے کہا۔

”ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس قصیر کے لئے مامور اور بھیجیں گے مجھے ہیں۔“

یہ سنے ہی ذوالقرنین نے کہا کہ میں اس بات کا اطمینان کرتا ہوں اور اس کو حلیم کرتا ہوں اور میں بھیڑیوں سے کہا کہ تم سناؤ گا۔

ذوالقرنین کا احترام نبوت..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے میں تھے تو ذوالقرنین کے میں آیا جب وہ اٹھ کے مقام پر پہنچا تو اس سے کہا گیا۔

”اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں جو رحمن کے دوست ہیں۔“

یہ سن کر ذوالقرنین نے کہا

”میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اس شہر میں سولہ ہی سولہ ہوں جس میں ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔“

چنانچہ ذوالقرنین اسی وقت اپنی سولہ سے اتر گیا اور بیول چل کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اس کو کچھ کھانا کھاتا اور اس سے معاف کیا یعنی گناہ۔ چنانچہ یہ پہلے تو ہی ہیں جنہوں نے اسلام کے بعد معاف کیا۔

خاموشی کا کہتے ہیں کہ سیر انبیال ہے کہ وہ بھیڑیاں جن کا پیچھے ذکر ہوا یعنی جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی وہ بھرتے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کھانا یا بھیڑیاں خرید رہی ہوں۔

(آگے خاموشی کہتے ہیں کہ اس ذوالقرنین کو اکبر (یا اول) اس لئے کہا گیا کہ اس کو ذوالقرنین اصغر

کہ بھی لیا جائے کیونکہ ذوالقرنین اصغر اسکندریہ نامی قلعہ یہ صحنی علیہ السلام کے زمانے کے قریب ہوا ہے۔ جبکہ صحنی علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال سے بھی زیادہ کی مدت ہے۔ یہ ذوالقرنین اصغر

کافر تھا واللہ اعلم

## اسکندر ذوالقرنین روئی کا واقعہ

تشریح..... (مقام کی مناسبت سے ترجمہ ذوالقرنین اول یعنی اسکندر روئی کا واقعہ قصیدہ ابن کثیر سے

نقل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے خلیق قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔

وَيَسْأَلُكَ عَنْ ذِي الْقُرْنَيْنِ فَقُلْ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّكَ وَتَذَكَّرُوا أَنَّنَا مِنَّا لَهُ الْآخِرُونَ وَإِنَّمَا هِيَ تِلْكَ حَبْلٌ مَّقْصُوعٌ  
عَنْ يَدَيْهِ مَقْرَبٌ الْقَسْبِ وَجَدَهَا قَرْبَ لِي عَنْ حَبْلَةٍ وَجَدَهَا عِنْدَهَا قَوْمًا لَقَا بِأَيُّ الْقُرْنَيْنِ إِنَّمَا هِيَ تِلْكَ حَبْلٌ مَّقْصُوعٌ

أَلَا تَتَذَكَّرُ لَهُمْ حَسَنًا لَا يَكْفُرُ (سورہ کہف: ۱۰)

ترجمہ اور وہ لوگ آپ سے اسے محمد ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کر چاہوں۔ ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی کمالات) چنانچہ وہ (بارگاہِ توقعات) مغرب کی ایک دیوار پر بنائے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہلے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈالتا ہے اور کھائی دیں اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی۔ ہم نے (انہوں) کو کہہ دیا کہ اسے ذوالقرنین، طلوع سورج اور طلوع کے بارے میں نثری کا سوال اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے کہا (کہ بہت اچھا پہلو دعوتِ ایمانی ہی وہی ہے)۔

اس آیت پاک کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کفار نے بعض لوگوں کو اہل کتاب یعنی یہودیوں کے پاس بھیج کر ان سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ایسے کچھ سوالات تلافا جن کے بارے میں ہم (محمد ﷺ) کا امتحان لے سکیں۔ اس پر ان یہودیوں نے کھانا کہ ایک تو ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کرو جو روئے زمین پر گھوما تھا (یعنی ذوالقرنین) جن کا ذکر ان کی کتابِ توریت میں ہوا ہے اور دوسرے ان لوگوں کی جماعت کے بارے میں دریافت کرو جو لاپتہ ہو گئے (یعنی اصحاب کف جنہوں نے یہودی مذہب قبول کر لیا تھا اور پھر اپنے ہاشد کے خوف سے ایک عداوتی جاکر مصیبت گئے تھے یہاں تک کہ تین سو سال سے ڈانڈ مر رہا تک سوتے رہے اور پھر اٹھے تو سب لوگ، نیازانہ اور مکمل انتخاب دیکھ کر وحشت زدہ ہوئے اور وہ وہی عداوتیں آگے بڑھیں اور انہوں نے ان پر موت طلبی کر دی اور تیسرے درجہ کے حلقہ سوال کرو (کہ یہ کیا چیز ہے چنانچہ کفار نے آتھنرت چنگے سے یہ دئے ہوئے سوال پڑھ لئے) جس پر سورہ کاف زول ہوئی (اور اس کے بارے میں ان کی باتوں کا جواب دیا گیا)

ابن جریر اور ہمامی نے یہاں کز اور سند سے عقیدہ عام سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ:-

”یہ ذوالقرنین ایک ہادی نوران تھے اور انہوں نے ہی اسکندر یہ شہر پہلایا۔ ان کو ایک فرشتہ پہن تک اٹھا کر لے گیا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ پہنچ گیا وہاں انہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جن کے چہرے نکول کے جیسے تھے۔“

اس روایت کے حلقہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس میں غلطی ہے (یعنی اس کی سند قابلِ اطمینان نہیں ہے) محمد ذوالقرنین کا لوہا اٹھایا جاتا بھی صحیح نہیں ہے یہ روایت کزور ہے اس میں غلطی یہ ہے کہ اس کو اسکندر روئی کہا گیا ہے کہ اسکندر باقی روئی تھا اور اس کا ہم جنہوں نے اس مقدونی تھا جس سے روئی اپنی جہت یعنی سن لکھتے ہیں۔ یہاں تک ذوالقرنین اول کا حلقہ ہے اس کے حلقہ علامہ اور ذوالقرنین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ابو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا تھا جب کہ ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ ذوالقرنین ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان کی پیروی کی تھی۔ ان ہی اسکندر ذوالقرنین کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

یہاں تک ذوالقرنین جانی کا حلقہ ہے تو اس کا نام اسکندر ابن ابیسی مقدونی تھا اور وہ یونانی تھا اس کا وزیر مشور فلسفی اور سلاطین قتلہ وائے اطمینان۔

ذوالقرنین سو گئے تھے..... آگے لکھتے ہیں کہ یہاں تک ذوالقرنین اول کا حلقہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا اور جیسا کہ روئی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تو اس نے ان کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا اور اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا عرض کی۔

ذوالقرنین لقب کی وجہ سے وہ ایک فاضل تھے۔ یہ ذوالقرنین ایک بادشاہ تھے ان کو ذوالقرنین (دو  
سینوں والا) اس لئے کہا گیا کہ ان کے سر کے دونوں طرف (بجگوں کی وجہ سے ہمیشہ) آداباً چار جتا تھا۔ بعض  
اہل کتاب نے (ان کو ذوالقرنین کہنے کی جگہ یہ بتائی ہے کہ یہ روم اور فارس دونوں عظیم مملکتوں کے بادشاہ تھے۔  
بعض حضرات نے یہ وجہ بتائی ہے کہ حقیقت میں ان کے سر کے دونوں طرف بیگ سے لہرے ہوئے تھے۔  
اس پر سے میں سنیان شری اور فضیل کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے ذوالقرنین کے  
معلقہ روایت کہا گیا تو انہوں نے کہا۔

”یہ اللہ تعالیٰ کے ایک ایک بندے تھے انہوں نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اس پر قوم کے لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے ان کے سر پر ایک چالباز کا کہ یہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھروسہ کر دیا اور انہوں نے اپنی قوم کو بھروسہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ قوم کے لوگوں نے لب ان کے سر پر (دوسری جانب) لٹکا دیا کہ یہ شہید ہو گئے۔ اسی وجہ سے ان کو ذلقرین کہا گیا۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو اوزقہ فتر میں اس لئے کیا گیا کہ یہ مشرقی سے مغرب تک گئے چاند سے سورج کا انکسار طلوع ہو جائے اور چاند غروب ہوتے ہوئے ایک کسبہ سا فطر آتا ہے۔

ذوالقرنین ایک عظیم بادشاہ اور فاتح..... آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو زمین و مقررین کو روئے زمین پر حکومت دی۔ محمد بنی ایک ایسی عظیم مملکت دی تھی جس میں طاقت، قوت، اتحاد اور لادشکر فرض و سب کچھ تھا۔ ایک بادشاہ کے پاس ہو سکتا ہے اس وجہ سے وہ زمین کے مشرق سے مغرب تک کے بادشاہ بن گئے تھے۔ ان کے لئے شہر دی کی تعمیر کروائی تھی اور وہ جہ سے بادشاہوں کو ان کے سامنے بٹھاکر احکام پہنچا کر کہ عرب اور غم کی قومیں ان کی خدمت کے لئے حاضر تھیں۔ چنانچہ بعض سورۃ زمین کہتے ہیں کہ ان کی سلطنت اور فتوحات کی ہر مملکت کی وجہ سے ان کو ذوالقرنین (یعنی دو بیٹوں) اور کھاروں اور ان کا کہا کہ ان کی بادشاہی سورج کے دونوں کناروں یعنی مشرق اور مغرب تک پھیلی تھی محمد

فروغترغین پر انصافات خود کو دے گی..... بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس کو ہر قسم کا سامان کافی دیا تھا۔ جب تک ایک حرم نہ ہو سکی تھی کیا ہے۔ یعنی اس کو ہر قسم کا طمہ دے دیا تھا۔ زمین کے قریب اور دور کے تمام نکاحات اور مقامات ان کے لئے کھول دیئے تھے۔ عہدار خانیہ ان زمین واسطہ نے اس کی یہ نصیحت کی ہے کہ اس کو تمام زبانوں کا طمہ دیا تھا اور وہ ہر زبان جانتے تھے۔ جس قوم سے بھی اس کی جنگ ہوتی وہ اس سے اسی کی زبان میں گفتگو کر لیتے تھے۔

ایک مرحوم مولوی ابن ابی سفیانؒ نے کب احیاء ہے کہ  
 آپ کہتے ہیں کہ وہ فخر میں نے اپنے گھوڑے فرما ستارے پر بانٹے تھے!! (یعنی اللہ کی دلدی  
 عسکرتہ سلطنت انتہائی بلندی بلور عروج پر نکلتی تھی)۔

مفرت کہے گا  
اگر میں نے یہ کہا ہے تو یہ حق تعالیٰ کا ہی ارشاد ہے کہ وَاقِنَا مِنْ كُلِّ ضَلٰىلٍ سَبَّ (یعنی ہم نے ان کے

لئے ہر جھجکا ہوا کھول دی تھیں۔“

مگر اس بارے میں حضرت معاذؓ یہ بھی حق ہے ہیں اسی لئے حضرت معاذؓ کعب کے حلقہ کا کرتے تھے کہ ان کا بھوت تو پرباد ہمارے سامنے آجکا ہے اس لئے نہیں کہ وہ خود بھوتی رہا بیٹھی گھڑا کرتے تھے بلکہ اس لئے کہ ان کو غلبہ گھج جڑ بات بھی کہیں سے ملتی تھی اس کو نقل کر دیا کرتے تھے۔

بدلتا تک اسراٹلی روایات کا حلقہ ہے تو وہ بھوت اور غلبہ یا بھوتی سے بھری ہوئی ہیں۔ بھریہ کہ ہمیں نئی اسراٹلی کی روایات پر مجبور کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ ہمارے پاس تو ائمہ رضائی اور اس کے رسول کی ہر خبریں موجود ہیں۔ دراصل ایسی ہی روایات کی وجہ سے مسلمانوں میں بدعت سی برائیاں پھیل گئیں۔ آگے میں گھبراہٹ ہے۔

کسی شخص نے ایک بار حضرت علیؓ سے دو فقرہ میں کے حلقہ پر چڑھ

”وہ مشرق سے مغرب تک کہے تھے گئے تھے؟“

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

”سبحان اللہ! حقانی نے ان کے لئے ہاتھوں کو ستر فرمایا تھا، ہمارے اسباب ان کے لئے آسان فرمادیے تھے اور ان کو قوت عطا کر دی تھی۔“

غرض اس کے بعد دو فقرہ میں ایک اور بات ہو گئی یہاں تک کہ مغرب کی جانب میں وہاں جگہ تک پہنچ گئے جہاں تک جانا ممکن تھا یعنی جس طرف سورج غروب ہو تھا۔

یہ بات واضح رہی چاہئے کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس جگہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے کیونکہ سورج تو در حقیقت غروب ہی نہیں ہوتا بلکہ زمین کی ایک خاص گردش کی وجہ سے ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اور کہ زمین کے دوسری جانب میں جھنگا ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ دو فقرہ میں سمت میں آخری حد تک گئے جس سمت میں سورج غروب ہوتا ہے یعنی مغرب کی سمت میں۔ آخری حد سے بظاہر مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اس سمت میں پہنچے جا کر وہاں تک پہنچ گئے جہاں سے آگے پہلے ہی سمندر تھا۔

یہاں قرآن پاک نے دو فقرہ میں کے حلقہ یہ بات حقانی ہے کہ وہ مشرق و مغرب یعنی زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گئے۔ اس کے حلقہ حضرت علیؓ کی حرورایت گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہاتھوں کو تسخیر فرمایا تھا یہ بھی قابل اعتراض ہے اور بظاہر اس روایت پر بھی اشک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ جہاں تک زمین کے مشرق و مغرب میں جانے کا حلقہ ہے تو وہ ہاتھوں کی مدد کے بغیر بھی ممکن ہے اور انسان آج بھی اور آج سے پہلے بھی دوئے زمین کی سیاست دیر کے لئے بھی غشی اور تری ہوا، غرور کو استعمال کر رہا ہے۔ اسی لیے بات قابل اعتراض ہے کہ اس سیاست دیر کے لئے ہاتھوں کی تسخیر کا سہلایا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوئے زمین کی تسخیر کی طاقت خود ہی عطا کر دی ہے۔ عرب۔ حوالہ تفصیلات دو فقرہ میں روای تصحیح ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۵۴۲۲ مرتبہ مترجم)

پہنچ کر ایمن دعوت اور سلطان..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کعب کی تعمیر سے باہر ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

”مے پروردگار! بیش تر سے مگر کی تعمیر سے اندر رہا ہو گیا۔“



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جزا قبولِ قتل کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔  
 ”میں نے یہ کچھ لیا کہ اس کے قول کی قیمت قتل سے ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ عمل ہی کے لئے ہو۔“

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد :- فَبَدَّلَ صِلَاتَهُ لِيُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ ذُرِّيَّتًا طَيِّبَةً (سورہ آل عمران ۱۰۱)

ترجمہ: اس میں مکمل نکاح نہیں تھا ان کے ایک مقام ابراہیم ہے۔

کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ مقام ابراہیم وہی ابراہیم علیہ السلام کا مکان اور محلہ ہے جو انہوں نے اس پر کھڑے ہو کر کیا تھا۔

بیت اللہ کو بیت العتیق کہنے کا سبب..... کہا جاتا ہے کہ بیت اللہ کو بیت العتیق (یعنی اگر کو گمراہ قدم گمراہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بڑے بڑے سرکشوں سے گمراہ ہو گیا جو اس کو پھوٹا نہیں چاہتے تھے) (ی) یعنی اس محلہ سے کہ جس میں عاتقہ اور بنی حرم کے ساتھ جو بڑے بڑے سرکش تھے ان میں سے کوئی اس کی طرف اپنی نسبت کر سکے۔

اس بارے میں قاضی بیہودی نے تفسیر کشاف کا قول قبول کرتے ہوئے کہا ہے کہ (بیت اللہ کو بیت العتیق اس لئے کہا گیا کہ یہ بڑے بڑے سرکشوں سے محفوظ اور آزاد رہا کیونکہ کتنے بڑے بڑے سرکش ایسے گمراہ ہیں جو بیت اللہ کی طرف اس نسبت سے چلے کہ اس کو محرم کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔

پھر کہتے ہیں کہ جہاں تک عنان ابنیہ و مسند کا تعلق ہے (جس نے بیت اللہ پر حمل کیا تھا اور کہہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا) تو اس کا معاملہ مختلف تھا کیونکہ اس کا مقصد بیت اللہ پر قبضہ اور تسلط حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ حضرت عبداللہ ابنیہ ذر کو وہاں سے لٹا دینا جنہوں نے جسے میں غلبہ کے خلاف ہوجایا تھا اور بیت اللہ کی پناہ حاصل کر لی تھی۔ (اس واقعہ کی بہم تکمیل سیرت طیبہ نمبر ۵ کے گوشہٴ اہواب میں گزر چکی ہے) بعض علماء نے عبداللہ ابنیہ مرنے پر روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے (کے کو کہہ کئے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا)

”اس شر کو کہ (ب) سے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں توڑ دی ہیں۔  
 جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بیت اللہ کی طرف بڑے بڑے سرکشوں نے اس کو ڈھانے کے لئے رخ کیا تھا تو اس میں ابراہیم کے سوا باقی سرکشوں کا معاملہ قابلِ غور ہے۔

تو بنی حرم کے لوگوں نے بہرہ۔۔۔ مگر پھر میں نے کتب مشرف میں دیکھا کہ ابراہیم کے سوا تین دوسرے سرکشوں نے بھی بیت اللہ کو مسدود کرنے کے لئے اس کی طرف رخ کیا تھا ان میں سے دو کے ساتھ قتی قتی خواہ نے جنگ کی (جو اپنے زمانے میں کے پر قابض تھے پھر انہوں نے بیت اللہ کی حفاظت کی۔ تیسرا شخص قریشی تھا کہ اس کے والد اہل ذلت میں تھا اس کو اس بات کی جلی اور حسد تھا کہ بیت اللہ کی وجہ سے قریش کا مرتبہ اور نام مست لوہا سمجھا جاتا ہے لہذا اس نے بیت اللہ کو مسدود کر کے خود اپنے یہاں ایک کعبہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ وہاں کو چرچ کے لئے کے چلا کر تھے خود اپنے یہاں رہا۔

چنانچہ (دورانہ دور) جب کے کے قریب پہنچا تو ہانک پر طرف اندر اسی اندر اچھل گیا پھر اس سرکش شخص کو اپنی ہلاکت اور بربادی کا پیشین ہو گیا اس نے فوراً اسی ہانپاے کو وہ قسم کیا پھر اس کے بجائے بیت اللہ

یہ ہمارے چاہئے اور اس کے سامنے قربانی دینے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت اندر میرا حسرت کیا اور اس شخص نے اپنی سنت پوری کی۔

اس روایت میں یہ شبہ ہے کہ وہ شخص جو اس اند میرے میں گرفتار ہوا تھا یمن کا یہ خدائی نبی تھا جس نے جب بیت اللہ کو مسبار کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی طرف روانہ ہوا تو اس پر ایک ذیہ دست اندھنی بھیجی گئی جس نے اس کے ہاتھ پر قورڈالے اور وہ طور اس کا لہو لنگھ کر خلیفہ اللہ حیدرے میں گھر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے سر میں ایک خلیفہ چھڑی لگ گئی جس سے اس میں رونا ہوا دھپ چڑھ کر ہٹنے لگا۔ یہاں تک کہ غرت کی وجہ سے کوئی شخص اس کے قریب بھی نہیں جاتا تھا۔

آخر اس نے عیسویوں اور طبیوں کو گواہ پکارا جن سے اس مرض کے بارے میں پچھلے اصول نے جب سچ کی یہ حالت دیکھی تو وہ سخت و مشتدد ہوئے اور اس کا کوئی علاج نہ نکال سکے۔ آخر ایک جبر یعنی مذہبی عقیدوں نے اس سے کہا۔

”شاید آپ نے اس بیت اللہ کے حلق کوئی برادار کیا تھا؟“

سچ نے کہا۔ ہاں میں نے اس کو اچھالے کا ارادہ کیا تھا۔ تب اس۔ بزرگ نے کہا۔

”کب نے جو برادار کیا تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر اور اس کا حرم ہے۔“

پھر اس بزرگ نے سچ کو ہدایت کی کہ بیت اللہ کا احرام اور تعظیم کرے۔ چنانچہ اس نے لب لباب یہاں کیا اور فوراً ہی اس کو شفا ہو گئی۔

بیت اللہ کو بیت العتیق کہنے کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ زمین ہر سب سے پہلا گھر ہے (یعنی سب سے قدیم ہے اس لئے اس کو بیت العتیق یعنی قدیم گھر کہا جاتا ہے)۔

ایک قول یہ ہے کہ بیت العتیق اس لئے کہا گیا کہ یہ نور علیہ السلام کے زمانے میں طوفان سے محفوظ رہا۔ تکرار ہوا تعمیر کشف و غیرہ میں یہی کہا گیا ہے مگر اس میں کافی اشکال ہے کیونکہ جیسے ایک روایت گزر چکی ہے کہ یہ طوفان نور میں مٹ گیا تھا۔ اسی طرح نور علیہ السلام کے واقعہ میں ایک روایت آئی ہے کہ۔

نور علیہ السلام نے اپنی کشتی میں سے کچھ ترکو بچھا کر وہ زمین کے حلقہ خیرے کر آئے (کہ سب جگہ پانی ہی پانی ہے) کس کشتی بھی ہے کہ وہ کچھ ترکا اور حرم کی دہلی میں آکر اترا اور اس نے دیکھا تھا کہ کعبہ کے مقام پر سے پانی نکل رہا تھا اور اس جگہ کی مٹی سرسبز رنگ کی تھی۔ اسی وجہ سے اس کو ترکے پہنچاؤ مٹی رنگ کر سرخ ہو گئے تھے۔

غرض اس روایت سے بھی یہی معلوم ہو جاتا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ بھی طوفان نور میں غرق ہو گئی تھی۔ لہذا اس روایت کے سامنے میں اس سے بھی اشکال ہو جاتا ہے کہ بیت اللہ کو بیت العتیق اس لئے کہا گیا کہ وہ طوفان نور سے آزاد اور محفوظ رہا تھا۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیلاب سے آزاد رہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ سیلاب میں غرق ہو کر بالکل نہیں مٹی تھی بلکہ اس کا نشان باقی رہ گیا تھا۔

طوفان نور اور کعبہ..... کتاب نمیس میں ابن و شام سے روایت ہے کہ طوفان کا پانی کعبے میں نہیں پہنچا تھا بلکہ کعبے کے چاروں طرف آکر گھس گیا تھا اور طود کعبہ اٹھائے آسمانی میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس روایت کی بنیاد وہی



حدیث ہے کہ اس وقت کہ وہی غیر قاضی تو م علیہ السلام کے زمانے میں ابھرا کیا تھا اس کے متعلق تفسیر کشاف کے حوالے سے یہ قول گزر چکا ہے کہ طوکان نوح کے وقت یہ قاضی غیر جو تھے آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور یہ کہ یہ ہی غیر بیت المعمور ہے۔ چنانچہ اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل کہہ سے مراد وہی غیر ہے جو تو م علیہ السلام کے وقت میں قاضی طوکان کا پانی اسی غیر کی جگہ کے چاروں طرف آنکر رک گیا تھا جبکہ یہ غیر خود خضائے آسمانی میں متعلق ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب یہ قول اس روایت کے خلاف نہیں ہو چاہو نوح علیہ السلام کے واقعہ میں گزری ہے کہ اس کو ترسہ دیکھا کہ کہہ کی جگہ سے اپنی جنگ قہر حال پہ اختلاف قابل غور ہے۔

(مجمعی سطور میں گزرا ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم پر ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا تھا اور لوگوں کو بیت اللہ کا حج کرنے کی دعوت دی تھی مگر اس کے متعلق ایک روایت ہے کہ انہوں نے ان اعلان میں اعلان کیا تھا۔

”کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تمہارے پروردگار نے اس مکر کو اختیار فرمایا اور تم پر حرم کیا ہے کہ تم اس کا حج کرو اور اس لئے اپنے پروردگار کے حکم پر ایچہ کہو۔“ ابراہیم علیہ السلام نے اس اعلان کو تین مرتبہ دہرایا یہاں تک کہ اس کو نہ کوئی انسانوں تک نے سنا جو اس وقت تک لوگوں کی چوٹ یعنی غفلتوں ہی میں تھے اور انہوں نے جو اس وقت اپنی ماؤں کے رحم میں تھے۔ چنانچہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں میں جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم میں یہ بات تھی کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں گے تو سب نے ان اعلان میں اس پکار کا جواب دیا۔

لَقَدْ اَتَيْنَاهُمْ قُلُوبًا . . . . . میں حاضر ہوں۔ اسے اللہ میں حاضر ہوں۔“

چنانچہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں میں کوئی حلق ایسا نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار کا جواب نہ دیا ہو۔ ان میں سے جس نے ایک مرتبہ ایچہ کہا تھا وہ ایک مرتبہ حج کر کے گا اور جس نے دوسرے مرتبہ ایچہ کہا وہ دوسرے حج کر کے گا اور اسی طرح زیادہ حج کر کے اسے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ کی فریاد پر دلوں مخلوق میں کوئی ہزاروں کوئی دشت اور دوسری چیزیں انہیں نہیں جنتوں نے اس پکار کا یہ جواب دیا جو کہ لَقَدْ اَتَيْنَاهُمْ قُلُوبًا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں ظاہر ہے یہاں ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان اور پکار کے متعلق جو مختلف روایتیں بیان ہوئی ہیں ان میں انہیں میں مطابقت پیدا کرنا ضروری ہے جس کے متعلق آگے تفصیل آئے گی۔ البتہ یہاں ان چیزوں کے جواب کے متعلق جو روایت گزری ہے جن میں اصل نہیں ہے جیسے ہزاروں دشت وغیرہ اس کے متعلق یہ بات جانی چاہئے کہ ان کا جواب تنکبیس تھا (دشت ظاہر ہے کہ عقل نہ دیکھنے والی مخلوق حج کی مختلف ہے اور نہ شریعت کے انکام کی خاطر ہے)۔

حج صرف امت مسلمہ پر فرض ہوا ہے۔۔۔۔۔ (ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان اور پکار میں یہ لفظ آئے ہیں کہ بیت اللہ کا حج فرض کیا گیا ہے یہاں فرض ہونے سے مراد صرف لوگوں کو طلب کرنا اور نہ ہی مقصود ہے خاص طور پر حج کا فرض ہونا۔ تو نہیں ہے کیونکہ ظاہر ہے خود سلطان امت پر ہی حج اہل بیت کے بعد بھی عاید ہوا اور ایک قول کے مطابق وہ میں فرض ہوا ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلق آگے تفصیل آئے گی۔ اب یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہونے والی دوسری قوموں پر حج کے فرض ہونے کا حقیق ہے تو اس کے بارے

میں میرے علم میں کوئی بات نہیں ہے۔ بعد کے حکم ہمارے شافعی علماء نے اس مسئلے میں لکھا ہے کہ صحیح ہے کہ اس امت مسلمہ کے سوانح کسی امت پر فرض نہیں ہوں۔

کتکب لکھا کہ صنفی میں ہے کہ امت مسلمہ پر وہ سب چیزیں فرض ہوئی ہیں جو گزشتہ نبیوں اور رسولوں پر فرض ہوئی تھیں اور وہ چیزیں یہ ہیں۔ وضو، نپاکی کی حالت میں غسل، رجا اور جماد۔ اب اس قول سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ پچھلے نبیوں اور رسولوں پر یہ چیزیں فرض تھیں۔

اس قول کے بعد ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ (ایک طرف تو یہ قول گزرا ہے کہ پچھلی امتوں پر رجا فرض نہیں تھا اور دوسری طرف یہ قول ہے کہ پچھلے نبیوں پر رجا اور دوسری چیزیں فرض تھیں) لیکن اصل یہ ہے کہ جو چیز بھی ایک نیا ہر فرض ہوئی ہے وہ اس کی امت پر بھی فرض ہوئی ہے۔ سوائے اس کے کہ خاص معاملے میں کوئی صاف دلیل اس بات کی ہو کہ فلاں حکم خصوصیت سے صرف نبی ہی کے لئے ہے عام لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں یہ کہے گا جاسکتا ہے کہ پچھلے نبیوں پر رجا فرض تھا اور پچھلی امتوں پر فرض نہیں تھا۔ لیکن اس شبہ کا جواب خود اسی عبارت سے نکل آتا ہے، لیکن ہے کہ رجا کی فرضیت پچھلے دور میں خصوصیت سے نبیوں ہی کے لئے تھی اور ان کی امتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ نہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

(دوسرے پچھلے دلائل میں گزرا ہے کہ اس امت پر وہ سب چیزیں فرض ہیں جو گزشتہ نبیوں پر فرض کی گئی تھیں اور وہ چیزیں وضو۔۔۔ وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق آگے تفصیل آنے کی کہ اس میں کیا شبہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔)

فقہ ابواب میں مولین لکھا رجا اور ایہم طہ اسلام کو تعلیم رجا، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے دور میں قہر کعبہ، زید کے حمل سے کعبہ کو نقصان، بعد رجا کعبہ، حلیہ عبدالملک ابن مروان، رجا ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے اختلافات اور کعبے پر حمل، آنحضرت ﷺ کے متعلق یہودی اور حبشی عاملوں کی ہجرت، ناک دشمنین کو پناہ وغیرہ وغیرہ۔

## مقام ابراہیم کی اولین جگہ

(تیسرے کعب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو لوگوں میں حج کا اعلان کرنے کا حکم دیا اور انھیں اس کو مقام ابراہیم (یعنی اس حجر کے حلقہ جس پر کمرے سے دو کرائسوں نے بیت اللہ کو تعمیر کیا تھا) کو نصب کرنے کا حکم فرمایا۔ ابراہیم نے اس کو کہنے کی وجہ سے مارا کر اندرونی حصے میں دائیں طرف دکھانا چاہا اس کے بعد ابراہیم اسی کے سامنے لیٹ کر کہنے کے دورانے کی طرف رخ کر کے نماز چھا کرتے تھے۔

(اس حجر یعنی مقام ابراہیم کو جس شخص نے وہاں سے پیچھے بنا کر اس جگہ دکھایا تھا آج اس کی جگہ ہے وہ حضرت عمر فاروق ہیں۔ یہ بات پیچھے ان کیئر کے حوالے سے ذکر ہو چکی ہے۔

اقول مبالغہ کہتے ہیں: ایک قول یہ بھی ہے کہ مقام ابراہیم کو اس پرانی جگہ سے بنا کر جس شخص نے موجودہ جگہ پر رکھا اور رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اس کو یہاں رکھا تھا۔ دونوں روایات میں موافقت پیدا کرنے کی تفصیل آگے آئے گی اور اس میں جو شبہ پیدا ہو رہا ہے وہ بھی ذکر ہو گا۔

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ مقام ابراہیم کی اللہ تعالیٰ جگہ مخصوص کا مقام تھی جس کو عوام بچتے کہتے ہیں یعنی جس جگہ کہنے کی تعمیر کے وقت اس کے لئے گارا اٹھایا گیا تھا یہی بچتے وہ جگہ ہے جہاں حضرت حجر بن عساکر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ دن میں پہنچ کر نماز پڑھی جس میں جہاں آگے بیان کرتا ہے۔

مگر اس بارے میں شیخ قرطبی علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اگر یہی وہ جگہ ہوتی تو یہ بات مشہور ہوتی۔ اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ جس نے یہ روایت بیان کی ہے وہ ایک قاطع الحکمہ روایتی ہے اس لئے جنہوں نے اس قول کا ذکر نہیں کیا وہاں یہ روایت ہی حجت اور دلیل بن جاتی ہے۔

اعلان حج کس جگہ سے کیا گیا..... علامہ ابن جریر نے لکھا ہے کہ (ابراہیم کے حج کے لئے اعلان کرنے کی جگہ کے حلقہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ۔ مبراہیم ابو قیس ہزار چڑھے تھے۔ اور ایک قول کے مطابق۔ مبراہیم چڑھے تھے اور وہاں سے انہوں نے حج کا اعلان کیا تھا۔ یہ کہ وہ پہلے لوگ جنہوں نے ان کی اس پکار کا اثر دیکھا وہاں سے اگلے تھے (اس کی اس کی وجہ پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ ابراہیم نے مکہ کی جانب رخ کر کے لیٹ کر انہیں چاہید رخ کر کے اعلان کی ابتداء کی تھی۔

ابن خلف و انصار سے جن میں ابراہیم کے اعلان کی جگہ میں مقام ابراہیم اور دوسری ابو قیس ہزار اور تیسری مبراہیم ہزار بتائی گئی ہے کوئی فرق پیدا نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے انہوں نے ان تین جگہوں سے یہ اعلان کیا ہو۔ اور اعلان کے الفاظ میں جو فرق ہے اس سے بھی کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو تا کیونکہ ممکن ہے انہوں نے ایک جگہ جن الفاظ میں اعلان کیا ہو دوسری جگہ جن ہی الفاظ کے بجائے دوسرے الفاظ میں اعلان کیا ہو اور بیان بھی ہو چکے ہیں۔ لہذا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کہ ابراہیم کے اعلان کے کون سے الفاظ تھے۔

حضرت ابراہیم کو تعلیم حج..... حدیث میں آتا ہے کہ جب ابراہیم اس اعلان سے فارغ ہوئے تو حجر بن عساکر



انہ جھگڑے کے لئے ہی فتح کی گئیں (یعنی صرف آنحضرت ﷺ پر ہی پوری پانچ نمازیں ادا کی گئیں) کیونکہ کتاب  
مخاص صغریٰ میں ہے کہ،

”آنحضرت ﷺ کی ہی یہ خصوصیت ہے کہ آپ پر پوری پانچ نمازوں کا مجموعہ ادا کیا جب کہ آپ  
سے پہلے کسی نبی کے لئے پوری پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ نیز عشاء کی نماز بھی صرف آنحضرت ﷺ (اور  
آپ ﷺ کے متبعین سے آپ کی امت) کی ہی خصوصیت ہے کہ اس سے پہلے کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور  
نیز ہجرت سے نماز پڑھنا بھی آنحضرت ﷺ کی ہی خصوصیت ہے۔

اب اس احوال کو دور کرنے کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پانچوں نمازیں  
مستحکم اور عید کے لئے آنحضرت ﷺ کے سوا کسی نبی کے لئے نہیں فرض کی گئیں کیونکہ ممکن ہے حضرت  
ایراہم اور حضرت اسماعیل نے ہمیشہ پانچوں نمازیں ہی پڑھیں ہوں بلکہ خاص طور پر اس وقت ہی ان کو پانچ  
نمازیں پڑھوائی گئی ہوں (مگر اس میں جو احوال ہے وہ ظاہر ہے۔

کئے کی فضیلت اور مقام۔ کتاب فائزہ، باب اسی ستہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم پر وحی بھیجی  
(جس میں ارشاد فرمایا)۔

”میں اللہ ہوں کے کائنات، اس کے دو پہنے والے میرے چوڑی دامن کی ذیبت کو آنے والے میرے  
مساکن ہوں گے اور میری پناہ اور حفاظت میں ہوں گے، میں اس کو آسمانوں اور زمینوں والوں سے اگد کروں گا  
جو پرانہ حال تھے ہوئے یہاں آیا کریں گے اور ہائے کوڑوں سے عجیب کہتے ہوئے دور دور سے تکبیر یعنی ایک  
پڑھتے ہوئے دور دور سے اور گڑ گڑاتے ہوئے یہاں آیا کریں گے۔ میں جس کی ذیبت کے لئے آنے لگاؤں گا اس  
کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ذیبت کر کے گویا اس نے میری ملاقات کی، میری  
مسماحتاری میں آیا، میرے پاس حاضر ہو اور میرے ہی پاس ٹھہراں گا جو ہر حق ہو جائے گا کہ میں اس کو اپنی  
کرامت و بزرگی سے تختہ دامن میں اس مگر کو دامن کے ذکر کو دامن کے شرف کو اس کی مزاحمت اور شہاد کو  
اس نبی کے نام پر کروں گا جو تسبیح و تہلیل میں سے ہو گا اور جس کا نام ابراہیم ہو گا، میں اس کے اور میر اس کی بھاری  
انگوٹوں کا اور اس کے ہاتھوں اس کی عمارت پوری کروں گا اور اس کے لئے اس کا چشمہ چدی کروں گا اور اس کو اس  
کے علی اور حرم کی حدود متکاؤں گا اور اس کو اس کے طریقے اور سناٹے اور کان بھلاؤں گا۔

پھر اس کو مختلف قومیں اور زمانے آباد کرتے ہیں گے یہاں تک کہ تسبیح و تہلیل میں سے ایک نبی کا  
ذات آجائے گا جن کا نام محمد خاتم النبیین (ﷺ) ہو گا میں اس کو اس شہر کے باشندوں ہی میں سے پیدا کروں گا جو اس  
کے سرداروں دامن کے محافظوں اور اس کے بانی بنائے والوں میں سے ہوں گے، میں اس دن جو میرے ہاں سے  
میں سوال کرے گا تو اس کو معلوم ہو گا کہ میں ان پرانہ حال میں تھے ہوئے مسافروں کے ساتھ ہوں گا جو  
اپنی غمخیز پوری کرنے کے لئے آنے والے اور اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہونے والے ہوں گے۔“

مکے کے حق میں دعاء ابراہیمی۔ (اس کے بعد مکے کے حق میں ابراہیم کی ایک دعا کا ذکر کرتے ہیں  
کہ ابراہیم نے اس شہر کے لئے جو ولوی غیر ذی ذریعہ یعنی ایک غمخیز ولوی تھی کہ مائے گامی جس کو حق تعالیٰ نے  
قرآن پاک کی اس آیت میں نقل فرمایا ہے وَفَعَلْنَا مِنْهُ قَرْيَةً مَّكَّةَ اِبْرَاهِيمَ نَبِيَّہُ کی گواہی میں تھے چنانچہ  
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابراہیم نے دعا مانگتے ہوئے یہ فرمایا۔

فَاتَّخَذَ لِنَفْسِهِ أَهْلًا مِّنْ أَهْلِهَا وَكَانَ مَعَهُمْ وَكَانَ مَعَهُمْ وَكَانَ مَعَهُمْ

ترجمہ: آپؐ کو لوگوں کے طوطے ان کی طرف سے ملنے لگے اور ان کو کھل اپنی قدرت سے بھل گئے اور وہ بچے تاکہ یہ لوگ ان فرشتوں کا شکر کریں۔

اس دعا کے وقت ابراہیمؑ اپنے گیارہ تھے اس روایت کو ماسدہؒ نے ذکر کیا ہے۔

(غرض اس دعا کے نتیجہ میں اسی وقت طائف (کاہنہ ذرا مشرق) تک شام میں قطیفین کے علاقے سے ان کے لئے یہاں (ٹٹ کے قریب) منتقل کر دیا گیا (ی) چنانچہ ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے کئی عرصہ تک مختلف زبانوں کے بھل ایک ہی وقت میں مل جاتے ہیں جو راقی، صیغہ اور عربیہ کی فطرتوں کے زبانوں میں ہوتے ہیں۔ یہ قول تفسیر کشاف میں ذکر ہے۔

طواف کے دوران حضرت ابراہیمؑ کی ملائکہ سے ملاقات..... غرض جب ابراہیمؑ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے اور انہوں نے حج کیا اور طواف کیا تو طواف کے دوران ان کی کچھ فرشتوں سے ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے ان کو سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا ”کب اپنے طواف کے دوران کیا دعا پڑھا کرتے ہیں؟“

”ہم آپ کے باپ کو تم سے پہلے طواف میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللهُ أَكْبَرُ

ترجمہ: پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور تمام تر نہیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔“

پھر (کوٹھ کے آنے کے بعد) ہم نے ان کو یہ دعا بھی پڑھانے لگے ہم سے فرمایا کہ اس میں یہ اضافہ کرو۔

وَلَا تَحُولُ وَلَا تَقْوَا إِلَّا بِاللَّهِ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔

و دعا طواف میں دوسرا اضافہ..... ابراہیمؑ نے یہ سن کر ان فرشتوں سے فرمایا۔

اس میں یہ اضافہ کرو۔

تَعَالَى الْعَلِيمُ یعنی جو سب سے بلند اور سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔“

چنانچہ پھر ملائکہ نے یہ دعا بھی اضافہ کے ساتھ پڑھی (جس کے مکمل الفاظ یہ ہو گئے) سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا تَحُولُ وَلَا تَقْوَا إِلَّا بِاللَّهِ فَتَعَالَى الْعَلِيمُ

تاریخ گیسو..... ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی اس وقت ان کی عمر ایک سو سال ہو چکی تھی اس کے بعد بیت اللہ کی تعمیر حائلیں کی قوم نے کی اور ان کے بعد قبیصہ بنی جرہم نے کی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ (ابراہیمؑ کے بعد) بنی جرہم نے اور ان کے بعد حائلیں نے کی۔

مگر قوم حائلیں کا بیت اللہ کی تعمیر کرنا قابلِ خود ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ انہوں نے بنی جرہم سے پہلے ہی تھی تو اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ سب سے پہلے حضرت ہارون اور اسماعیلؑ کے ساتھ جو کئی عرصہ اور جرہم تھا اور وہی حضرت اسماعیلؑ اور ان کی بہنوئی کے بعد بیت اللہ کے حوالی اور محافظ بنے (ابراہیمؑ

کے بعد قوم عقیق کا بیت اللہ کی قبر کو تقاس کے خلاف ہے کیونکہ کعب کے حوالی اس وقت بنی جرہم تھے۔  
 اور اگر یہ بلا جائے کہ قوم عقیق نے بنی جرہم کے بعد قبر کی تقاس میں بھی یہ انکال ہے کہ بنی جرہم  
 کے بعد کعبے کے حوالی بنی خزاعہ بنے تھے جیسا کہ (سیرت طیبہ اور دیگر مؤرخین) گزر چکا ہے۔ لہذا جب عقیق  
 کے پاس بیت اللہ کی قرابت نہیں تھی تو انہوں نے کیسے قبر کی۔ یہاں کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت بنی جرہم کے  
 مقابلے میں قوم عاتکہ کے لوگ دولت مند اور مالدار رہے ہوں گے (اس لئے بنی جرہم نے خود حوالی ہونے کے  
 باوجود بنی جرہم کی قبر کی ایذا دے دی ہو گی)۔

قوم عاتکہ کی سرکشی اور انجام..... اس خیال کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے  
 کہ "قوم عاتکہ بہت معزز لوگ تھے اور ان کے پاس بے حد دولت و ثروت تھی مگر جب وہ مکہ میں جتا ہو گئے  
 تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام دولت و عزت ان سے چھین لی اور ان پر بھولی چو خیاں طرب کی صورت میں مسلط کر  
 دیں یہاں تک کہ وہ حرم سے نکل کر بھاگے اور بجز تیر اور منکر ہو کر ہلاک ہو گئے۔"

(یہاں بھولی چو خیاں کے ذریعہ بنی جرہم کو خدا آذ ہے جانے کے حلقے ذکر کیا گیا ہے جن کو  
 ہم بھوری چو خئی کہتے ہیں ان چو خیاں کی طاقت فیزی کے حلقے اور خاص طور پر اگر یہ بہت زیادہ ہوں اور  
 طرب کی صورت میں ظاہر ہوں عربی میں یہ کہلاتے ہیں جس کو طلاء طلی نے نقل کیا ہے کہ)  
 "چو خیاں میں بھولی چو خئی ایسی ہی طر فاک ہوتی ہے جیسے دھک مارنے والے کیزوں میں بھر دیا  
 ہوتی ہے۔"

عاتکہ کی کئے میں آمد..... طلاء قحلی کی کتاب میں ہے کہ۔  
 قوم عاتیق کے لوگ اس وقت کے آئے تھے جب قوم ہاد کا ایک وفد (تک سال اور قحط سے گھر کر)  
 کے میں بیت اللہ کے ذریعہ پانی کی عاتکہ کے لئے آیا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ عرفات کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جر نکل  
 کے ذریعہ حضرت اسماعیلؑ کے لئے حرم کا چشمہ نکالا۔ (جہاں تک اس چشمہ کے جاری ہونے کا حلق ہے) اس  
 حلقے میں کتابہ لکھا ہوا ہے کہ

"جر نکلنے کے حرم کا چشمہ دوسرے نکالا ہے ایک مرتبہ تو تم کے لئے اور ایک دفعہ حضرت اسماعیلؑ  
 کے لئے۔"

(فرض جب یہ چشمہ جاری ہو گیا اور طلاء مخرجی کے قول کے مطابق عاتیق کو اس چشمہ کے  
 حلقے پر چلا تو وہ اور عرفات کے میدان سے اللہ کر کے میں آگئے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عاتیق  
 بنی جرہم کے بعد کے ہیں آئے تھے مگر یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ تین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کئے  
 پر عاتیق کی سرداری بنی جرہم سے پہلے ہوئی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے بھی بنی جرہم کے بعد جو لوگ  
 کئے میں آکر بیت اللہ کے حوالی بنے وہ بنی خزاعہ کے لوگ تھے۔

اب اس قول سے اتنی بات تو صاف ہی بتاتی ہے کہ عاتیق کے لوگوں نے بھی بیت اللہ کی قبر کی  
 ہے اور یہ کہ عاتیق کی قبر بنی جرہم کی قبر سے پہلے ہوئی۔

یہ عاتیق کی قوم عقیق یا عاتکہ ابن ابی ذرؓ ابن مسعودؓ کی روایت میں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عاتکہ پہلا

کوئی ہے جس نے عربی زبان کھسی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ملاقا یا معلن، یعنی ابن اسحاق ابن ابراہیم کی اولاد میں سے ہے۔ ہر حال میں قوموں کے بعد کہے کو آنحضرت ﷺ کے نہیں بلکہ انھوں نے جیسا اس نے بیت اللہ کی جست دوم کی گزری اور گھرو کی شیعہوں سے جلتی اس کے بعد اس کو قریش نے بظاہر جیسا کہ بیان ہوا۔

## عبداللہ ابن زبیرؓ کے زمانے میں تعمیر کعبہ کی تجدید

قریش کی تعمیر کے بعد بیت اللہ کو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے تعمیر کرایا۔

ابن زبیرؓ کا لقب..... حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا لقب ابو خبیب تھا۔ ان کا یہ لقب اس لئے پڑا کہ وہ چنے میں ایک شخص تھا۔ جس کا نام خبیب تھا یہ شخص بہت لمبی لمباز پڑھا کرتا تھا اور بہت کم گفتگو کیا کرتا تھا۔ چونکہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ خبیب ہی اس شخص کے مشابہ تھے اس لئے ان کو ابو خبیب کہا جانے لگا۔

خامد ابن جوزیؒ نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو ابو خبیب کہنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کے ایک لڑکا تھا جس کا نام خبیب تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

”خبیب ابن عبداللہ ابن زبیرؓ کے خلیفہ ولید کے عہد پر عمر ابن عبدالعزیزؒ نے (جو مدینہ کے گورنر تھے) سو کوڑے لگائے تھے جس کی تاب نہ لا کر وہ مر گئے تھے (اس سزا کی سبب یہ تھا کہ) خبیب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث نقل کی تھی کہ آپؐ نے فرمایا۔

”نبی امیہ کے حقیقی ایک چور ہے.....“ تب ابو العباسؒ کی اولاد چالیس تو میریں تک۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ میں تو میریں تک فتح پا جانے کی۔ نیز ایک روایت کے مطابق۔ جب عہد کی اولاد نہیں آو میریں تک۔ اور ایک روایت کے مطابق یہ ہیں کہ۔ جب نبی امیہ کی قہر و چالیس تک فتح پا جانے کی تو وہ اللہ کے بندوں کو تمام چالیس کے مال کو اپنی ریاست چالیس کے گورنروں کے دین کو خراب کریں گے۔ اسی طرح ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ اللہ کی کتاب کو بدل دیں گے۔“

خامد ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں میں نبی امیہ کا لفظ ہے اور چالیس آو میریں کا ذکر ہے حقیقی ہے۔

غرض جب ولید کو معلوم ہوا کہ خبیب نے نبی امیہ کے یعنی اس کے خاندان کے بارے میں ایسا کہا ہے تو اس نے اپنے چچا زبیرؓ کو عمر ابن عبدالعزیزؒ کو جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے لکھا کہ وہ خبیب کے سو کوڑے لگائیں۔ چنانچہ عمر ابن عبدالعزیزؒ نے اس عہد کی قبیل کی قہر و اس کے بعد ایک گھڑے میں پانی لٹھا کر کے سخت سردی کے دن میں خبیب پر لٹھا پانی ڈال دیا اور پھر ان کو قید میں ڈال دیا۔ آخر جب خبیب کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تو عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ان کو قید سے نکال دیا اور اپنے کچے پر بہت نام لور خر صرف ہوئے (مگر خبیب اس سزا کی تاب نہ لا کر مر گیا) جب عمر نے ان کی موت کا حال سنا تو آج پھر بڑے متے ہوئے زمین پر گر گئے اور اسی وقت مدینہ کی گورنری سے استعفا دے دیا۔

اس واقعہ کے بعد جب بھی عمر ابن عبدالعزیزؒ سے کہا جاتا کہ خوش فہمی ہے آپ کے لئے تو وہ جواب

۱۔ حدیث حقیقی لکھی کہ وہ حدیث کہتے ہیں جسکی حدیث مختلف مقامات سے ایک یا کئی مقامات پر ہے۔ ہر ارد سرب



میں کہتے۔

”مجھے نے کبھی خوش خبری نہ سنی ہے، جبکہ غریب میری راہرو کے کفر اور اہل ہے۔“

”عظم کے متعلق پیشین گوئی۔۔۔ (عظم کی اولاد کے) میں تک پہنچنے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ان کتاب دلائل  
الذین میں حمارہ جتنی نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں رسولی لکھا ہے۔

میں ایک مرتبہ امیر مولا یہ ابن ابی مہزیان کے پاس موجود تھا اس وقت حضرت مولاؑ کے پاس  
حضرت ابن عباسؓ بھی تھے، پوچھے ہوئے تھے اسی وقت مروان ابن الحکم حضرت مولاؑ کے پاس آیا اور ان سے  
کہنے لگا۔

”اے امیر المومنین امیری ضرورت پوری فرما دیجئے، اہل قسم میں بڑی ذرہ دست صحیحہ میں جتنا  
ہوں کہ اس میں ان کا تو میں باپ ہوں اس میں بیچوں کا چچا ہوں اور اس میرے بھائی ہیں۔“

جب مروان چلا گیا تو حضرت مولاؑ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا۔

”اے ابن عباس! میں تمہارے سامنے خدا کو گواہ کر رہا ہوں کہ تمہیں چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ  
نے فرمایا تھا کہ جب عظم کی اولاد میں تمہیں کوئی ہو جائے گی تو وہاں کے مال کو اپنی ریاست سمجھتے تھے ان کے مال  
کے بدلہ کو اپنا غلام سمجھتے تھے ان کی کتاب کو اپنا گھوڑا سمجھتے تھے ان کے۔۔۔ اور پھر نبیؐ کی تہذیب و  
سوانح سے تک فکرا چاہئے کی تو ان کی چاہی میں اتنے اور بھی نہیں گئے گی جتنی گھبرا کر چاہئے میں سمجھتا ہے۔“  
یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ”بے شک یہ سچ ہے۔“

چار سرکشوں کا باپ۔۔۔ اس کے بعد پھر مروان کو شک دہی پیش آئی تو اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو خلیفہ  
مولاؑ کے پاس بھیجا اور اس نے انہیں حضرت امیر مولاؑ سے بات کی۔ جب عبدالملک چلا گیا تو امیر مولاؑ نے  
پھر حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا۔

”اے ابن عباس! میں خدا کی قسم کیا کہہ رہا ہوں کیا جیسے معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کا بیٹا  
عبدالملک کا کر کے ہوئے اس کو چار سرکشوں کا باپ فرمایا تھا۔“

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ”بے شک یہ سچ ہے۔“ چنانچہ عبدالملک کے چاہنے خلیفہ ہوئے۔  
(یہ بات قابل غور ہے کہ عبدالملک کے بڑوں میں سلیمان ابن عبدالملک کو سرکش نہیں کہا جاسکتا  
کہ وہ ایک خدا ترن تھی تھے جیسا کہ آگے ان کے حالات کا بیان آ رہا ہے)

نبوت کی نشانی۔۔۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عبدالملک (اس میں آنحضرت ﷺ کے عبدالملک کے متعلق اس  
ارشاد سے) معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک (نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی ہے اور وہ صحابی ہیں۔ ہاں یہ کہا  
جاسکتا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے عبدالملک کے والد سے بھی پہلے اس کا ذکر فرما کر اس کے متعلق یہ  
پیشین گوئی فرمائی ہو۔ اس طرح یہ بات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشاندہی میں سے شہد کی جاسکتی ہے۔ مگر ابن کثیر  
لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بہت زیادہ غریب اور منکر ہے (حدیث غریب اور منکر کی تخریف کچھلی کھلوں میں گزر  
چکی ہے)۔

(حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو ابو غریب کہنے کا) سب کتاب کتلاف کے ایک حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ  
غریب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا سب سے زیادہ چنا تھا اس لئے حضرت عبداللہؓ کے دشمنوں نے ان کو اسی بیٹے

کے نام کے ساتھ لقب دیا تھا اور ان کو ابو خُزَیم کہنے لگے تھے۔

بکہ سترہویں نے یہ سبب لکھا ہے کہ خُزَیم نام کو حضرت اُمّیّہ اور امّیّہ کے لئے ان کے لقب میں شامل کیا گیا تھا اس سے ان کی توہین نہیں ہوتی تھی بلکہ امّیّہ ہوتا تھا یعنی خُزَیم کی عظمت کی وجہ سے دوسراں کا امّیّہ کرنے کے لئے ان کو بھی خُزَیم کہ دیا جاتا تھا دوسراں یہ چھڑا قول اس قول کی روشنی میں غلط ہو جاتا ہے۔ مگر خود یہ بات بھی بچھلے قول کی روشنی میں غلط ہو جاتی ہے۔

علماء کو سزا میں..... علامہ ابن جریر نے لکھا ہے کہ جن علماء کو کوزہں سے ملے انہیں ان میں حضرت سعید ابن مسیب لگی ہیں ان کو عبد الملک ابن مروان نے سو کوزے گوارے کیے تاکہ اس سے ولید ابن زیاد ابن زیاد ابن عبد الملک کے خلیفہ بننے پر انہوں نے اس کی اطاعت کی بیعت لینے کے لئے جو بیعت میں آدمی بھیجا مگر حضرت سعید نے بیعت دینے سے انکار کر دیا اس پر عبد الملک نے لکھا کہ ان کے سو کوزے لگائے جائیں اور سخت سردی کے وقت میں ان پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے یزید کو ان کا بوجھ پہنایا جائے۔ چنانچہ حضرت سعید کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ خُزَیم کے ساتھ کیا گیا تھا۔

(یہاں یہ بات واضح رہی ہے کہ ولید نام کے وہ آدمی ہیں ایک ولید ابن زیاد ابن عبد الملک یعنی عبد الملک کا چچا جو ایک ولید ابن عبد الملک کا بیٹا ہے۔)

عبد الملک نے اپنی ذمہ داری میں اپنے بیٹے ولید کے لئے جو عہد لیا تھا اس کے حلق کلب البدلیہ و التمامیہ میں یہ ہے کہ جب بیت کا سلسلہ مدینے میں پہنچا تو حضرت سعید ابن مسیب نے بیعت دینے سے انکار کر دیا اس پر مدینے کے نائب نے ان کے ساتھ کوزے گوارے اور ان کو بالوں کے کپڑے پہنائے۔ مگر ان کو ایک وقت پر اٹھا کر سارے شہر میں گھرایا اور اس کے بعد ان کو قید خانے میں ڈلوایا۔ مگر عبد الملک کو یہ خبر پہنچی تو اس نے مدینے کے گورنر کے پاس آدمی بھیجا اور اس کو اس حرکت پر سخت عیب اور سرد لائی کی۔ ساتھ ہی اس نے یہ حکم بھیجا کہ حضرت سعید کو قید سے رہا کیا جائے۔ یہاں تک علامہ ابن کثیر کا کلام ہے۔

مگر علامہ بلاذری نے یہ لکھا ہے کہ :-

مدینے کا گورنر جابر ابن سود تھا جو حضرت عبد اللہ ابن زبیر کی طرف سے مقرر کیا ہوا تھا اور اسی نے حضرت سعید کے سو کوزے گوارے کیے تھے کیونکہ انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت پر بیعت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں تک علامہ بلاذری کا کلام ہے۔

(یہاں حضرت سعید کے کوزے ملے جانے کے حلقہ رواہوں میں جو انکشاف ہے اس کو دور کرنے کے لئے یہ لکھا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت سعید نے وہ قول مرتبہ خلافت کی بیعت دینے سے انکار کیا ہو کیونکہ حضرت ابن زبیر کی خلافت عبد الملک کی خلافت سے پہلے ہوئی ہے جو ولید کا باپ تھا۔

علامہ ابن کثیر نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ حضرت سعید کے سو کوزے گوارے ملے۔ مگر اسی طرح اس سے پہلے جب انہوں نے حضرت ابن زبیر کے لئے بیعت دینے سے انکار کیا تھا اس وقت بھی ان کے کوزے گوارے کیے تھے یزید کے اس وقت بھی کوزے گوارے کیے تھے جب انہوں نے ولید کے لئے بیعت دینے سے انکار کیا تھا۔

علامہ شمرانی نے حضرت سعید کے حالات میں لکھا ہے کہ :-

چونکہ حضرت سعید نے عبد الملک کے لئے بیعت دینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے عبد الملک ابن مروان نے ان کو سزا دی اور انہیں صبیحے والا لباس پہنا نیز اس نے لوگوں پر پابندی لگا دی کہ حضرت سعید کے ساتھ جیٹھا اٹھانہ بھیجے۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی کوئی شخص ان کے پاس آتا تو حضرت سعید اس سے کہتے۔ ”جائے میرے ساتھ دست بجمو اس لئے کہ ان لوگوں میں جاگوں نے مجھے کوڑوں کی سزا دی ہے اور لوگوں کو مجھ سے ملنے جلنے سے منع کر رکھا ہے۔“ یہاں تک علامہ شعرانی کا کام ہے۔

یہاں مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت سعید نے خود عبد الملک کے لئے بیعت دینے سے انکار کیا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ عبد الملک اپنے بیٹے ولید کے لئے جو بیعت لے رہا تھا اس کو قبول کرنے سے حضرت سعید نے انکار کر دیا تھا اس طرح اس روایت میں اور نیچلی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔  
ولید کے متعلق چوتھیں کوئی..... حضرت سعید ابن مسیب نے ولید کے لئے بیعت کرنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان کرتے تھے کہ

”اس امت میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام ولید ہو گا وہ میری امت کے لئے اس سے زیادہ خطرناک ہو گا جتنا ظفر عوان اپنی قوم کے لئے تھا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہ میری امت کے لئے اس سے زیادہ نقصان دہ ہو گا جتنا ظفر عوان اپنی قوم کے لئے تھا۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ لفظ بھی ہیں کہ وہ عجم کا ایک ستون یا ایک کونہ ہو گا۔“

چنانچہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ولید بنی فہس یہ ولید ابن عبد الملک ہے۔ مگر علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وہ ولید ابن زیاد ابن عبد الملک ہے ولید ابن عبد الملک نہیں ہے جو اس ولید کا بچا تھا (کیونکہ چچا اور بچے کے دونوں کا نام ولید ہی تھا) ایک عبد الملک کا بیٹا تھا اور ایک ام تھا۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس کے بارے میں یہ چوتھیں کوئی فرمائی تھی وہ عبد الملک کا بچا تھا۔

حضرت سعید اور تعبیر خواب..... یہ حضرت سعید ابن مسیب اپنے وقت میں سب سے بڑے خواب کی تعبیر بتانے والے شخص تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں اپنے ہاتھ پر چوڑا کر رہا ہوں۔ حضرت سعید نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ تمہاری بیوی کوئی ایسی عورت ہے جس سے دشمنی میں تمہارا نکاح جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے جا کر حقیقی کی تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی سے اس کا دشمنی دہشتہ یعنی دہشتہ کا دشمن ہے (جس کے بعد شریکانوں کا نکاح جائز نہیں تھا)۔ حضرت سعید نے خواب کی تعبیر بتانے کا علم حضرت ابو بکر سے حاصل کیا تھا اور حضرت امیہ نے یہ فن اپنے والد جبر کو اور حضرت ابو بکر صدیق سے حاصل کیا تھا۔ حضرت سعید سے یہ فن علامہ ابن کثیر نے حاصل کیا۔

حضرت ابو بکر اور تعبیر خواب..... ابن کثیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اپنے وقت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بڑے خواب کی تعبیر بتانے والے تھے۔ صدیق اکبرؓ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں اور آپ کی سبوح کی میں بھی خواب کی تعبیر دیا کرتے تھے۔

ذہیری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا اور حضرت ابو بکر سے بیان فرمایا

”میں نے دیکھا کہ گویا میں اور تم ایک ستر کی پے میں اور پھر میں تم سے دعائی ستر کی پے چڑھ گیا۔“

حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تفسیر دیتے ہوئے عرض کیا:

”یہ رسول اللہ ﷺ ثانی مغفرت اور رحمت کی طرف آپ کو پہلے بلانے کا (یعنی آپ کی روح قبض فرما لے گا) اور میں آپ کے بعد دعائی سال تک زندہ رہوں گا۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے حضرت ابو بکرؓ نے تفسیر دی تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد دو سال صحت میں زندہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کا ایک اور خواب..... ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے اپنا طلب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا جیسے سیاہ بکریاں میرے پیچھے ہیں پھر اس کے بعد سفید بکریاں میرے پیچھے آئیں یہ اس کا کہہ رہی تھا وہ جس کے کان میں سیاہ بکریاں نظر آئیں گت آتی تھیں۔  
حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا:

”یہ رسول اللہ! جہاں تک کہ سیاہ بکریاں کا تعلق ہے ان سے مراد عرب ہیں جو مسلمان ہوں گے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی اور جہاں تک سفید بکریاں کا تعلق ہے ان سے مراد عجم یعنی غیر عرب ہیں جو اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ہوں گے کہ ان کی کمزرت کہہ دے سے عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے۔“  
آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اخیر اٹھارہ لاکھ نے بھی اس خواب کی یہی تفسیر دی ہے۔

## حضرت ابن زبیرؓ کی تفسیر کعبہ کا سبب

یزید کا فتنہ و فحور..... یزید ابن معاویہ کو معلوم ہوا کہ وہ بنو ہاشم نے اس کی امامت سے انکار کر دیا ہے اور عجم لکھا اس کو یہ ایسا کہتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ اس کا کوئی دین نہیں ہے کیونکہ اس کے حقائق منظور ہو گیا تھا کہ اس نے حرام و حلال کو تو اس سے لگا کر جان کر لیا ہے۔ بیٹہ شراب پیتا ہے، لہذا ہمیں بڑا حقا اور کتوں کی بڑیاں لگانا ہے۔

اس پر یزید ابن معاویہ نے وہ بنو ہاشم کے خلاف ایک لشکر روانہ کیا جس میں ہیں بڑے کھوڑے سوار اور سات بڑے زبردست سپاہی تھے اس لشکر کا سپہ سالار مسلم ابن عقیل تھا یہ لشکر وہ بنو ہاشم سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

(جہاں تک یزید کے ان فتنہ و فحور میں جتنا ہونے کا تعلق ہے اس کی تصدیق قرآن و احادیث سے ہو جاتی ہے جو بعض معتبر مؤرخوں نے بیان کی ہیں کہ یزید کے پاس ایک بندہ تھا جس کو وہ اپنی شراب کی مجلس میں لے کر آیا کرتا تھا اور اس کے لئے ایک عکس لگایا کرتا تھا اور پھر اپنے جام میں کی پٹی ہوتی شراب اس کو پاتا تھا اس کے لئے اس نے ایک جنگل کو گھسی لے کر اس کو اس بندہ کے لئے سودھ دیا تھا اس کو گھسی کے لئے اس نے سونے کی زنجیر تیار کرائی تھی اور اس پر اس بندہ کو بٹھا کر کبھی کبھی اسے کھوڑوں کے ساتھ دوڑایا کرتا تھا اس بندہ کو ایک قبا پہنایا کرتا تھا اور سر پر شامیہ..... کی ٹوپی..... لٹھلیا کرتا تھا۔

یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟..... شافعی مسلک کے بڑے علماء میں سے علامہ انکبائبر اسی میں علامہ



ہے۔ جس میں ہے کہ کسی متعین کافر کوئی پر لعنت بھیجا جاتا ہے یعنی پورے فرق کے حلقہ کہا جاسکتا ہے لیکن کسی متعین آدمی کے حلقہ جو کافر ہو لعنت کے الفاظ کہنا جائز نہیں ہے اب یہاں اگر یزید کو ان کے قول کے مطابق مسلمان کے بنائے کافر مانا جائے تو اس صورت میں بھی نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا منسلک کے مانا سے نہیں جائز ہونا چاہئے لیکن یہاں علامہ رحمہ اللہ نے کہا اس پر کافر کی حیثیت سے لعنت بھیجنا ایک استثنائی بات کہی جائے گی (کہ کوئی یزید کے معاملے میں اس کو کافر ماننے ہوئے اس پر لعنت بھیجتا دوسرے کافروں کے برخلاف جانتا ہے)۔

نبی اُمیہ سے مدینے والوں کی مخالفت۔۔۔۔۔ (اس کے بعد بحر یزید کی مخالفت اور اطاعت سے مدینے والوں کی مخالفت اور انکار کا ذکر کرتے ہیں کہ) جب مدینے والوں نے یزید کی بیعت اور تابعداری کو قسم کر دیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ ابن حنفہؓ کو اپنے امیر بنالیا جن کے والد کے حلقہ حدیث میں آتا ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ ان لوگوں نے یزید کے گور کو مدینے سے نکال دیا یہ مروان ابن حکم تھا اسی طرح مدینے کے لوگوں نے نبی اُمیہ (یعنی معاویہ بن خلف) کے دوسرے لوگوں کو بھی مدینے سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ مدینے والوں نے کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت قسم کیا جب ہمیں یہ وار ہو گیا کہ ہم پر (یزید کی بد عملوں اور فسق و فساد کی وجہ سے) آسمان سے پتھر برسے گئیں گے۔

یزید کی مدینے پر چڑھائی۔۔۔۔۔ چنانچہ جزہ کے مقام پر یزید کی فوجوں اور مدینے کے مسلمانوں کے درمیان دو ہمدست اور خولہ راج لڑائی ہوئی جس میں عیسائے حاکم مدینے کا آخری آدمی تک قتل ہو جائے گا۔ اس لڑائی میں حضرت صحابہ اور تابعین (جو یزید کے خلاف تھے) کی ایک بہت بڑی تعداد شہید ہو گئی (اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہت مدت پہلے جزہ کے مقام پر پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہاں میرے بڑے بڑے صحابہ قتل ہوں گے)۔

دختران مدینے پر یزید کے مظالم۔۔۔۔۔ ایک قول یہ ہے کہ اس لڑائی میں شہید ہونے والے صحابہ صرف تین تھے اور ان میں حضرت عبداللہ ابن حنفہؓ بھی تھے۔ اس لڑائی کے بعد (یزید کے فوجیوں نے مدینے کو لوٹا اور ایک بڑا کنوؤں کی لڑکیوں کی بے آبروئی اور مصیبت دہی کی) جن میں بڑے بڑے صحابہ کی صاحبزادیاں بھی شامل تھیں۔

مسجد نبوی کی بے حرمتی۔۔۔۔۔ جب تک یہ افسوس ناک لڑائی ہوئی مسجد نبوی میں نہ تو ان ہو سکی اور نہ براعت ہو سکی یہ لڑائی تین دن تک ہوئی (جو یزید کے حکم پر اور اس کی ہانتوں کے مطابق ہوئی اور جو اس وقت اپنے آپ کو خلیفہ رسول اور امیر المومنین کہتا تھا)

صحابہ و تابعین اور حفاظ کا قتل عام۔۔۔۔۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس فتنے نے جس کو یزید نے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا بردست فتنہ و فساد اور خولہ راجی کی اور مسلمانوں کو قید کیا اور مدینے میں قتل عام کو چادر کھلا اس جنگ میں صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک عظیم الشان شہید کی گئی۔ قریش اور انصاروں میں کے شہیدوں کی تعداد تین سو چھ مردوں تک ہے اور قرآن پاک کے تلاویں شہید کئے گئے ان کی تعداد سات سو تک ہے۔

مزار مبارک کی بے حرمتی۔۔۔۔۔ ابن جریر کی کتاب تاریخ میں ہے کہ صاحبزادہ انس بن مالک نے مسلمانوں میں سے

ایک بڑا رات سو گوی ہلاک کئے گئے اور رات سو قرآن پاک کے حافظ قتل کئے گئے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں باغھا گیا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے جنازہ ہلاک اور منبر شریف کے درمیان لپکا اور گور کیا۔ دینے کے لوگ اس قدر خوفزدہ کر دیئے گئے تھے کہ کتنے مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور آنحضرت ﷺ کے منبر شریف پر بیٹھ کر جاتے تھے۔

یزید کی بیعت کے لئے ظالمانہ شرائط..... اس ناپاک لشکر کا یہ سالار اس شرط کے سوا کسی بات پر راضی نہیں تھا کہ مدینہ کے لئے اس طرح بیعت کریں کہ وہ یزید کے حکام ہیں وہ چاہے قرآن کو فروخت کر دے اور چاہے قہراً کر دے۔ اس شخص کی اس بیہودہ شرط پر مدینے کے بعض لوگوں نے کہا کہ بیعت قوائدِ حقانی کی کتاب اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر ہی ہو سکتی ہے اس پر اس شخص نے ان بولنے والوں کی گردنیں ہلا دیں۔

صحابہ کرام پر مظالم..... بخاری میں ہے کہ جب (مقامِ جزدی) اس جنگ سے پہلے (یزید نے مدینے والوں کو بہت زیادہ خوف زدہ کیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی اولاد اور اپنے غلاموں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ”ہم نے اس شخص سے یعنی یزید سے لڑنا اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت کے مطابق بیعت کر لی ہے (کیونکہ وہ یزید کی شیطنت اور طاقت کے مقابلے میں مدینے والوں کا انجام پہلے ہی دیکھ رہے تھے) اس لئے اب خدا کی قسم مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ تم میں سے کسی نے اس طاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے ورنہ میرے اور اس کے درمیان حیرانہ فراقی ہو گی۔“

انکار کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں بیٹھ رہے (اور باہر نکلا اور ملنا جھلنا بھول دیا)  
حضرت ابو سعید خدریؓ سے بدسلوکی..... اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ بھی اپنے گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہے تھے مگر اس کے باوجود یزید کے لشکر میں سے ایک چارہائیں ان کے گھر پہنچا اور ان سے کہنے لگا۔  
”یہ اڑھے انگوٹھ ہے۔“

انہوں نے فرمایا  
”میں رسول اللہ ﷺ کا صحابی ابو سعید خدری ہوں۔“  
چاہوں نے کہا۔  
”میں تمہارے حلقی مظلوم ہو چکا ہے۔ تم نے اپنا ہاتھ روک کر اور گھر میں بند ہو کر اچھپتا کیا ہے۔“  
مگر اپنا دل نہیں نکال کر دے۔“

حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا  
”ہاں تو وہ لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ تم سے پہلے میرے مکان میں گھس آئے تھے اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“

اس پر ان لوگوں نے (بڑا بچہ تب کو سٹپن کہتے تھے اور یزید کے سپاہی تھے) انکار کر دیا کہ تو بھوکا ہے اور اس کے بعد انہوں نے حضرت ابو سعیدؓ کی دلائی بکڑ کر لی۔

حضرت چارہائیں عبداللہؓ سے بدسلوکی..... ان ہی دنوں میں ایک روز حضرت چارہائیں عبداللہؓ اپنے گھر سے نکلے اور مدینہ کی گلیوں میں پھرنے لگے۔ وہ اس وقت دیر ہوا ہو چکے تھے اس لئے وہ گلیوں میں پڑی ہوئی

لاخوں سے غور کریں کہ کاتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔

”وہ شخص برباد ہو گا جس نے رسول اللہ ﷺ کو مار لیا۔۔۔۔۔“

یہ سن کر بڑے کی فوج میں کے کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کس نے مار لیا ہے  
حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ :-

”جس نے مدینہ کو مار لیا اس نے گویا اس چر کو مار لیا میرے پہلو میں ہے۔“

یہ سن کر ان سپاہیوں میں سے کئی تو میوں نے ایک دم حضرت جابرؓ کو قتل کرنے کے لئے ان پر حملہ  
کیا مگر مردان نے ان کو پتھری اور اپنے گھر میں لے لیا۔

حدیث سننے کی فرماتے ہیں کہ اس روز (یعنی جس دن قرآن کی تلاوت ہوئی) مساجدوں اور انصاری مسلمانوں  
میں سے ایک بڑا نمات سو آدمی شہید کئے گئے اور دوسرے عام لوگوں میں عورتوں اور بچوں کے سوا اس بڑا  
انسان قتل کئے گئے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک انصاری عورت تھی جو اپنے بچے کو گھر میں بیٹھے ۱۰۰۰ چارہ کی تھی کہ اچانک  
بڑے کا ایک سپاہی گھر میں گھس آیا اور جو کچھ گھر میں لی سکا وہ سب لوٹ لیا اس کے بعد اس نے اس عورت سے  
کیا

معصوم بچوں پر مظالم اور اس کا انجام.....! ہمارا سا کھل کر دے روئے میں تجھے اور میرے بچے کو مار ڈالوں

کا۔

اس عورت نے کہا

”میرا بھرا۔ تو نے اگر اس بچے کو قتل کر تو کچھ لے کہ اس کے باپ رسول اللہ ﷺ کے صوبی حضرت  
ابو بکرؓ تھے اور میں خود ان عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے آنحضرت کے دست مہدک پر رحمت کی تھی۔“

(اس پر بہ نسبت پر اس عورت اور بچے کے مرتبے کا خیال بھر گئی نہ ہو اور اس نے اس بچے کو جس کے  
مذہب میں وہاں کی چھاتی تھی اس کی گود میں سے چھین لیا اور اس کو دیوار پر دے پٹا پڑا تک کہ اس کا سر پھٹ کر  
زمین پر پھیل جائے لگا۔

اس کے بعد یہ شخص ابھی گھر سے باہر بھی نہیں نکلا تھا اس کا تو حال ہر وہیاد ہو گیا اور اس کی عقل پختہ کی  
بھیانک ہو گئی۔

علامہ سبکیؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ عورت اس بچے کی ماں نہیں بلکہ دلاوی تھی کیونکہ یہ ہاتھ  
عام عورت کے خلاف ہے کہ جس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے دست مہدک پر رحمت کی وہ ۱۱۰۰ جنگہ حرّہ کے  
وقت ایسی عمر میں ہو کہ بچے کو ۱۰۰۰ چارے (کیونکہ یہ حرّہ کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد ۶۳ھ  
میں ہی ہوا) آنحضرت ﷺ کی وفات کو تقریباً چوبیس (۵۴) سال گزر چکے تھے۔

اس قتل عام کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی..... حرّہ کا یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت  
کی نشانیوں میں سے ایک تھا اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اسی حرّہ کے مقام پر تھے تو  
آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اے جگہ ایسے ایسے لوگ قتل ہوں گے جو میرے صحابہ کے بعد میری امت کے بہترین لوگ ہوں



کے۔

حضرت عبداللہ ابن سلام سے روایت ہے (جو مسلمان ہونے سے پہلے یہودی تھے) کہ میں نے حضرت یعقوب کے بیٹے کی اس کتاب میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جزہ کے اس واقعہ کی خبر ہم سے دور یہ کہ اس وقت میں جے جے سالہا اور جزہ کوگ قتل ہوں گے اور جو قیامت کے دن اپنے تجھیل اپنے گناہوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔

جزہ کا یہ واقعہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ جزہ اس واقعہ سے یعنی جزہ کی لڑائی سے پہلے دینے کے لوگوں کی سمت زیادہ دوری اور خطبوں کو دور گزار کرنے والا قرآنی تھا اس نے لوگوں کو اس سے کئی کتابوں و انعامات دینے جو عام طور پر دینے جاتے ہیں تاکہ لوگ اس کی عظمت کی طرف مائل ہو جائیں اور اس کی مخالفت سے خوفزدہ ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

خاتم کا انجام..... کتاب خود میں ہے کہ اس فکر کے یہ سالار مسلم ابن عقیل نے جب یہودی دینے والوں سے (جزہ کے لئے خلائی کی) ریت لی تو اس کے تین ہی دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ایسے خوفناک مرض میں مبتلا فرمایا کہ یہ تنوں کی طرح بھونکنے لگا اور یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا۔ اپنے بعد کے لئے مسلم ابن عقیل نے جزہ کے حکم کے مطابق ایک شخص صحن ابن نمیر کو فکر کا سہارا دیا تھا کہ جب جزہ۔ مسلم ابن عقیل کو اس فکر کا سہارا دیا تو اس نے مسلم سے کہا تھا۔

”جب تو موت کے کندھے آگے (ی) کہو تک مسلم اس وقت بیت میں پانی آجانے کے مرض میں مبتلا تھا تو اس فکر کا سہارا صحن کو دیا تھا۔“

جزہ کے متعلق آنحضرت ﷺ کا فرمان..... جزہ کے اس شخص سے رسول اللہ ﷺ کے ایک لڑکائی تھا جو کہتی ہے (میں میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

سیری امت کے معاملات پیش اصف اور ریاست دہلی سے ملتے ہیں گے یہاں تک کہ ایک شخص جس کا نام جزہ ہو گا اس طریقہ میں دھنڈالے گا۔“

حضرت عبداللہ ابن عقیل کی آواز میں۔ حضرت سعید ابن نبیث سے روایت ہے کہ۔ ”جزہ کے اس واقعہ کے دوران واقعات میں مسجد نبوی ﷺ میں تھا ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا تو مجھے آنحضرت ﷺ کی قبر شریف میں سے قرآن اور اقامت یعنی تکبیر کی آواز ملتی تھی۔“

حضرت سعید ابن نبیث کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ۔

”دنا ایک قطرہ چیز ہے جو حقیر آدمیوں کی طرف ہی دھکتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر سچائی ہو گیا تو لوگ اس کے متعلق ہو جاتے ہیں۔“

یہ سچا یہ کرام میں ہے جنی مغرب نے جزہ کی ریت قرآنی تھی اور اس موقع پر سفید کھٹکے ان میں حضرت عقیل ابن سنان آگئی تھی۔

حضرت عقیل نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ ان سے یعنی حضرت ابن مسعود سے ایسی صورت کے متعلق قرآنی ہو چکا تھا جس سے کسی شخص نے سر صحن کے بغیر نکال کیا ہو (اور سر صحن کرنے اور

اسی صورت کے ساتھ جھجھکی کرنے سے پہلے اس مرد کا انتقال ہو گیا ہو۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

”اسی صورت کا میرا اس کے خاتمہ کی دوسری صورتی کے عام صر کے برابر ہو گا۔ اس سے نہ کم ہو گا اور نہ زیادہ اور اس صورت کو حدیث گزارنی ہو گی اور اس کو میراث بھی ملے گی۔“

یہ سن کر یہ حضرت مسیحی بنی سنانؓ کو غز سے ہو کے اور انہوں نے کہا۔

”رسول اللہ ﷺ نے ایک صورت نہایت رشتہ کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا جو سنا کی یہ رشتہ۔“

یہ بات سن کر حضرت ابن مسعودؓ خوش ہو گئے۔

حضرت ابن ذہبیؒ کی پیروی سے جنگ کا سبب..... حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے (جو حضرت ام مکر صدیق کے قوا سے تھے) زبیرؓ کی خلافت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ نے بھی اس کی خلافت اور بیعت قبول نہیں کی تھی۔ جب زبیرؓ نے ان دونوں بزرگوں کے پاس بیعت لینے کے لئے اپنا کوئی بھیجا تو انہوں نے بیعت دینے سے انکار کر دیا اور یہ چھوڑ کر نکلے گئے۔ اس کے بعد حضرت حبیبہؓ کو شہید کیا گیا۔ لام حبیبہؓ کو زبیرؓ والوں کی بے وفائی۔ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس کوئی وفاداروں نے اپنا ہدف بھیجا کہ آپ کو زبیرؓ آجائے ہم آپ کی اطاعت کی بیعت کرنے کو تیار ہیں حضرت حبیبہؓ نے (کوئی وفاداروں کی اس بات پر اعتبار کر کے بھیجی جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے ان کو اس ارادے سے روکا اور ان کو کوئی وفاداروں کی بھیجی نہ کریں اور وراثتیں کہ کسی طرح انہوں نے ان کے والد ماجد حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا اور کسی طرح ان کے بھائی حضرت حسنؓ کو دھوکہ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی ان کو اس ارادے سے روکنے کی کوشش کی مگر حضرت حبیبہؓ نے ان خطرات کو نہیں ملاحظہ کیا۔ تب کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان سے کہا اور انہوں نے کہا۔

”مفسوس میرے عزیز.....“

حضرت ابن عمرؓ نے (ایسی ہی ہو کر) فرمایا۔

”میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی لعن اور لعنت میں دے چکا ہوں۔“

ان کے بھائی حضرت حسنؓ نے ان سے ایک ہدف کما تھا۔

”کوئی کے شریوں سے بچے تو ہونا کہ وہ تمہیں دھوکہ دے کر نکال دیں اور (دشمنوں کے) حوالے کر دیں اور اس وقت تم پہنچ سناؤ کہ تمہیں ضرورت کے وقت کوئی پناہ گاہ اور سہارا ملے۔“

حضرت حبیبہؓ کو اپنے قتل کی بات میں یہ بات یاد آئی اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت حسنؓ پر دست

بھینسی۔ لام حبیبہؓ کی کوئی اور دعا تھی..... اس وقت کے میں کوئی شخص میرا نہیں تھا جو حضرت حبیبہؓ کے کوئی جانے پر رنجیدہ نہ ہو۔ حضرت حبیبہؓ سے پہلے حضرت مسلم ابن عقیلؓ آگے نکل کر کوئی نہ لکھی گئے۔ چنانچہ کوئی کے ہار بزرگ تو میں نے ان کے ہاتھ پر حضرت حبیبہؓ کے لئے بیعت کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ قتلہ لڑنے بیعت کی تھی۔

جب حضرت حبیبہؓ کو زبیرؓ کے سامنے پہنچے تو زبیرؓ کی جانب سے کوئی کا کوئی جو عبداللہ ابن زبیرؓ تھا میں

بزار کا لکھنے کا حضرت حسینؑ کے مقابلے کے لئے سامنے آگیا اس لشکر میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہوں نے زیاد سے اس امید پر بیعت کی تھی کہ امام حسینؑ کا معاملہ بیٹے کے لئے قسم کر دینے کے بعد آنکھ دھوئے ہوتے ہوں گے۔

امام حسینؑ کی شہادت ۔۔۔ جب یہ زیاد بنی لشکر حضرت امام حسینؑ کے سامنے پہنچا اور انہوں نے اس لشکر کی بے لوث قہر و شہی قزاقانوں نے (لشکر سے غرور مناسب نہ سمجھا اور ان کے سامنے تین باتیں رکھیں کہ ان میں سے کوئی ایک بات مان لیں۔

۱۔ قادیہ کہ وہ اپنی حضرت حسینؑ بدھ سے آئے ہیں اور عربی لوٹ جائیں۔

۲۔ یا یہ کہ وہ کسی سرحد کی طرف چلے جائیں۔

۳۔ یا یہ کہ وہ عید سے زیادہ کے پاس جائیں اور وہ چاہے کرے۔

مگر اس لشکر نے ان میں سے کوئی بھی بات نہیں مانی بلکہ مقابلہ کیا کہ حضرت حسینؑ لشکر کے سپہ سالار عبداللہ ابن زیاد کے حکم پر وہیں اتر جائیں اور زیاد کے لئے بیعت دیں۔ اس کہانے سے حضرت حسینؑ نے انکار فرمایا۔

آخر ان لوگوں نے حضرت حسینؑ کے ساتھ جنگ کی۔ حضرت حسینؑ بے لوث ذخروں کی وجہ سے کمزور ہو کر زمین پر گر گئے اور دشمنوں نے فوراً ان کا سر کاٹ لیا۔ یہ واقعہ دس (۱۰) محرم ۶۱ھ میں پیش آیا۔ اس کے بعد حضرت حسینؑ کا سر عبداللہ ابن زیاد کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا۔

ابن زبیرؓ کی زیادہ کے خلاف جدوجہد..... حضرت حسینؑ کی شہادت کی خبر جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس پہنچی تو وہ فوراً انہوں کے گھروں میں پہنچے اور حضرت حسینؑ کی شہادت کے واقعہ کو ایک عظیم حادثہ قرار دیا۔ اب وہ مکہ کی زیادہ کے محب اور برائے یمن جان کرنے لگے اور اس کی شراب نوشی وغیرہ کا ذکر کرنے لگے۔ وہ اپنی اہلیہ کی برائے یمن جان کر رہے اور انہیں تفصیل سے لوگوں کو بتاتے۔

ابن زبیرؓ کے خلاف زیادہ کی قسم ۔۔۔ جب زیادہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے یہ قسم کھائی کہ حضرت ابن زبیرؓ کو کوئی چیز پہنا کر اپنے سامنے نہ لوائے گا۔ (اب قسم کا حال سن کر انعام کا ایک شخص حضرت ابن زبیرؓ کے پاس گیا۔ یہ شخص شاہی سواروں کے دستے میں کا تھا۔ اس نے حضرت ابن زبیرؓ سے بات چیت کی اور اس شخص کو بہت اہم بتایا۔ اس نے کہا۔

ابن زبیرؓ کو ایک مشورہ..... ”آپ کی وجہ سے حرم کی سرزمین کو بھی وہ طوں رازی سے نہیں بچنے کا کہہ سکے۔ زیادہ آپ کو جھوٹے والہ نہیں ہے اور آپ میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ آپ کو کوئی چیز پہنا کر اپنے سامنے نہ لوائے گا۔ میں نے آپ کے لئے چاندی کی چیزیں مانگی ہیں آپ (یہ چیزیں یمن کر لیں) پر پڑے یمن میں (جاکر) لوگوں کو پتہ نہ چل سکے اور اس کے بعد زیادہ کے پاس جا کر اس پر اطمینان کی قسم پوری کرنا دیجئے۔ اس لئے کہ سب سے اہم کارہیجری اور غیر ہے اور آپ کے شہیدان شان بھی ہے۔“

یہ سن کر حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا

”میں اپنے معاملے میں غور کر رہا ہوں۔“

اس کے بعد وہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اس بارے میں ان سے مشورہ کیا۔

”سیر سے اپنے آلات کے ساتھ دھرم اور عزت کے ساتھ مروتی اُٹھ کر اپنے لوگوں اس طرح قابو مستاد کر کے قتل و کھیل چلیں۔“

(حضرت امام کے اس مضمون کے بعد حضرت امین ذوالعزت نے اس شہابی شخص کی اس بات پر اظہار کیا کہ یہودی موشی اور زور و جبری کے ساتھ لوگوں سے اپنے سے زبردستی لینے لگے۔ چنانچہ یہودی انہوں نے حکم کلاماً زبردستی لینے کا اعلان کر دیا۔ نہ نچے گواہ کے سامنے۔ اب اس شخص کے زبردستی لینے کے بعد وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ ہو گئے۔)

یزید کا حملہ اور کعبے پر شگ باد کی۔ اب یزید کا لشکر حضرت عبداللہ ابن زبیر کے مقابلے کے سامنے آیا۔ انہوں نے حضرت امین زبیر کا حضور کر لیا۔ اس لشکر نے یثربی یعنی آج کل سے حملہ کیا۔ یہ یثربی انہوں نے اس شخص پر ہتھ بھری۔ ایک قول یہ ہے کہ آفریقا پر ہتھ بھری۔ یہ دونوں جڑے شہر ہیں۔ غرض یثربی کے حملوں سے کعبے کے خلاف اور پست میں آگ لگ گئی اس لئے کہ قریش کے رہائشی کی کعبے کی تعمیر اس طرح تھی کہ اس میں ایک ایسا راحیل کی گواہی کا قہار ایک ایسا آفریقا کا جیسے گواہی کا ہے۔

سنگ اندازوں پر مقابلہ خود لڑی۔ کتاب شریف میں ہے کہ مصر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس لشکر پر غلی کا ایک گناہ لکھا۔ اس صورت میں بدلی فرمایا۔ اس نے اس شخص کو جو یہودیوں کے بچے تھے وہ کے لکھا۔ وہ بھی پاک کر دیئے جو سب شہر تھے۔

لشکر کی سرکشی اور کعبے کی آلودگی۔ لشکر والوں نے اس شخص کی پرہیزی کے بعد ایک اور شخص بنائی اور اس کو بھی بھری ہتھ بھری۔

سنا جاتا ہے کہ یثربی کے زبیر سے کعبے میں آگ لگی۔ یہ وہ کعبے تک پہنچی تو اس میں اس طرح تو

توئی نوا کر دی تھی جیسے کوئی چار تکلف میں نہ رہا رہا ہے۔ کعبے کی آتش زنی کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیش خبری۔ کعبے میں آگ لگنے کا یہ واقعہ مولیٰ اللہ تعالیٰ کی کرامت کی نشاندہی میں سے ایک ہے۔ یہ خدا کی شان و کرامت کے لئے ہے کہ اس شخص پہلے ہی خبر دے دے یا پہنچے۔ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت یسویٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”تمہارا اس وقت یہ حال ہو جائے گا جب کہ دین میں شک ہے اور چاہے میں سے ایمان اور خوف و ہمت لوگوں میں عام ہو جائے گا۔“

مسئلہ تقدیر پر یہ لوگوں کی چار شکوئیں۔۔۔ تب اس میں ہے کہ وہ مسئلہ ان میں لوگوں نے قضا و قدر کے متعلق چار شکوئیں میں یکساں قہر چاہے کسی نے کہا کہ کعبہ کا جتنا تقدیر خود لکھی قیام کی نے کہا کہ جس قدر دین میں سے جس قدر اللہ کا نام لیا جائے اچھا ہے۔ (کتاب تائید ہے) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایک قول سے مطابقت خود لکھی ہے کہ ایک قول کے مطابق یہ دونوں کے علاوہ کوئی اور ہی نہیں ہے۔

یہاں پہلے دین سے مراد یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان میں قضا و قدر کے متعلق لوگوں میں بحثیں اور چار شکوئیں ہو گئی (کہ خدا ان سے پرہیز تو پہلے ہی صحابہ میں بات چیت اور سوالات ہوئے ہیں لیکن اس موقع پر اسی طرح یہ مسئلہ عام اور لوگوں کی بحثوں کا موضوع بن گیا ہے پہلے ایسا نہیں ہوا تھا) چنانچہ اس تشریح کے



کر انہیں وہاں کا گورنر عباسی کے امیر معاویہ نے ان کی یہ شرما منظور کر لی۔ (اس سے پہلے مصر کے گورنر حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔)

حضرت علیؓ کے لشکر کا کوچ..... (اب جبکہ مصر حضرت علیؓ کی اطاعت میں داخل ہو چکا تھا تو انہوں نے حضرت سعد ابن عبادہؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ (اس کے بعد بھیجے ہیں۔)

غرض جب حضرت عمرو بن عباسؓ ماس قطیف سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو حضرت علیؓ کے اپنی بربرائی عبد اللہ سے فوراً حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان کو امیر معاویہ اور حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی خبر دی۔ حضرت علیؓ کو ان سے فوج سے کر امیر معاویہ کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کی مدد کے لئے مصر سے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ بھی اپنا لشکر لاکر ان کے ساتھ ہو گئے۔ و حرد مشق سے حضرت عمروؓ اور امیر معاویہؓ ٹٹائی ٹٹائی ٹٹٹے کر حضرت علیؓ کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت معاویہؓ تھوڑے تھوڑے اور آخر مصلحین کے مقام پر دونوں لشکر آئے مانتے پہنچ گئے۔

نکرت بہت عرصہ تک (جنگ نہیں ہوئی) بلکہ معاملہ جوں کا توں رہا یہاں تک کہ ۳۶ھ قیوم ہو کر ۳۷ھ شروع ہو گیا۔ دونوں لشکر مصلح کے مقام پر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اسی حالت میں عزم کا مینہ بھی گرا۔ گیدہوں فوجوں میں اب تک جنگ شروع نہیں ہوئی تھی بلکہ ٹکٹ و ٹنڈ اور خیر و دل کا تبادلہ ہو رہا جن کی تفصیل طوالتی ہے۔

آخر مصر کے مینہ میں جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں لشکروں کے بہت سے سر کے ہونے۔ ایک قول ہے کہ کل قوت (۹۰) سر کے ہوئے۔ مصلحین کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے میں دن تک ٹھہرے۔ مصلحین کے مقام پر غازیوں (یعنی امیر معاویہؓ کے لشکر) کے قتل ہونے والوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اور عراقیوں (یعنی حضرت علیؓ کے لشکر) میں قتل ہونے والوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ ان میں پچاسی حضرت سعدؓ تھے جو فوج کا سردار میں شریک ہو چکے تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کو بدایہ کی تھی کہ وہ اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک کہ خود انہیں فوج ہی جنگ شروع نہ کرے۔ اسی طرح وہ لوگ بھاگنے والوں کو قتل نہ کریں اور ان کے بل و دولت کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اور اسی طرح کسی کی ہے پر ان کی نہ کریں۔ جو دن چھوٹا وہ جلد اس ۱۸۶۵۱۸۲

تشریح اس جنگ کی مزید تفصیلات میں جانا غیر ضروری ہو گا۔ بحث اس پر مل رہی تھی کہ یہ اللہ شریف کے پہلے کا یہ واقعہ پیش آیا اس پر پہلی بار لوگوں میں غلط فہمی ہوئی اور قہر و قدرت کے مسئلے پر بحث مباحثے شروع ہوئے۔ لوگ اس عظیم حادثے پر حیران و پریشان تھے اور کہتے تھے کہ یہاں یہ اللہ ہی قہر برائی کے قہر ہوا ہے اگر یہ قہر برائی ہے تو کیا کیوں ہے اسے جس مقام کے ہے جس قہر برائی میں کیوں تھی اور اگر یہ قہر برائی تھی تو اس پر چاہے پاس کی فوجوں سے مقابلہ کرنے سے کیا فائدہ ہو گا؟

قہر و قدرت پر بحث کے خلاف و عید..... ہم اس قسم کے خیالات اور بحثوں میں الجھ کر رہ گئی تھے لیکن اس بار سے میں یہ بات واضح کرنی چاہتا ہوں کہ قہر کے مسئلے کے حلقہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سخت و عید ہے۔ قہر برائے اللہ ہی بلکہ اہل اور ایک حقیقت ہے۔ یہاں اس بار سے میں مختصر اتنی بات سمجھ لینی چاہتا ہوں کہ آگے سوچ بھی پیش کر رہے ہیں کہ انسان کا ہر فعل اللہ تعالیٰ کا پیرا کر رہا ہے۔ یعنی اس کے سوا ہر عمل تعالیٰ میں اور اس

فعل کا سبب اور ظہور انہیں کے ہاتھوں ہو گیا ہے۔

بگ بگ جھٹکنے کے موقع پر بھی بعض لوگوں کو اسی قسم کا شبہ ہوا تھا کہ یہاں مسلمان کی جان مسلمان ہی کے ہاتھوں چلائی ہے اور مومن کے مقابلے میں مومن ہی دشمن ہے تو ایسا یہ فکر برائی کے تحت ہو رہا ہے یا یہ انسان کا اپنا فعل ہے کہ ہم یہاں جھٹکنے کے مقام پر آکر خود اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت علی کا جواب بھی فعل ہو چکا ہے۔ (مرحب)

منکرینِ تقدیر پر انبیاء کی لعنت..... تقدیر کے مسئلہ میں شک اور شبہ پیدا کرنا ہی امت کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ کھلی باتیں بھی اس کا نشانہ ہو چکی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ۔۔۔

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی ایسا نہیں آیا کہ اس کی امت میں تقدیر سے انکار کرنے والے لوگ نہ رہے ہوں جو اس نبی کی امت کے لوگوں کو قتل و جرح میں اڑتے دھکتے تھے۔ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ستر نبیوں کی زبانوں کے ذریعہ تقدیر فرمائی یعنی تقدیر سے انکار کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔“

منکرینِ تقدیر جو سیول کی طرح ہیں..... تقدیر سے انکار کرنے والوں کی مذمت اور برائی کے سلسلے میں اس کے علاوہ کئی اور احادیث آئی ہیں جن میں سے ایک ہے کہ۔۔۔

”تقدیر فرماتے کے لوگ اس امت میں ایسے ہیں جیسے کجی یعنی آتش پرست لوگ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ چار چیزیں تو ان کی زیادہ سی کوٹ چاؤ اور مریں تو ان کے جتنا دل میں نہ شریک ہو۔“

انکارِ تقدیر نصرانیت کا شعبہ ہے..... اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ۔۔۔

”تقدیر کے انکار سے ارد گرد کی ہر نصرانیت کا ایک شعبہ ہے۔“

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔۔۔

”میں اپنی امت میں تقدیر کے انکار کے نکتے سے ڈرتا ہوں۔“

انکارِ تقدیر اور مجوسیت کا تعلق..... (ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ ہم اور ہر ایک مسئلہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت و عہد فرمائی ہے اور اس بد سے میں کسی قسم کا شک شبہ کرنے سے سختی شدت کے ساتھ روکا ہے۔)

کھلی حدیث میں تقدیر کا انکار کرنے والوں کو اس امت کے آتش پرست کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فرقہ تقدیر میں ایک جماعت ایسی ہے جو یہ کہتی ہے کہ خبردار بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور شر اور برائی خود بندے کی طرف سے ہوتی ہے (یعنی اس فعل میں خود اللہ قضاء و قدر کا کوئی حقیق نہیں ہے اس لئے تقدیر فرماتے کی یہ جماعت کج سیول یعنی آتش پرستوں سے بہت ہشاش ہے کیونکہ کجی کجی بھی وہ مسبوہوں کے قائل ہوتے ہیں ایک نور اور ایک ظلمت (یعنی ایک چرواہا اور ایک ابرہہ) ان کا عقیدہ ہے کہ خبردار بھلائی نور یعنی خدا سے آتی ہے اور شر اور برائی ظلمت یعنی خدا سے ابرہہ کی طرف سے آتی ہے۔ یہ لوگ دلوں پر فرستے کے ہیں (جو کج سیول کا ایک فرقہ ہے اس فرقہ کا بانی مانی بالی شخص تھا جس نے کچھ نظریات اور عقیدے پیش کر کے لوگوں کو اپنا پیروا بنا لیا تھا یہ شخص ایک ذہورست مسور بھی تھا۔)

انکارِ تقدیر اور نصرانیت کا تعلق..... پیچھے بیان ہونے والی ایک حدیث میں۔ تقدیر سے انکار کرنے کو نصرانیت کا ایک شعبہ فرمایا گیا ہے اس لئے کہ فرقہ تقدیر (یعنی تقدیر کو نہ ماننے والے فرستے) کے اکثر لوگ یہ

مقررہ رکعتیں ہیں کہ خیر اور شر میں بندہ کے تمام افعال اور افعالِ خیر اور افعالِ شر کی وجہ سے اس سے سزا نہیں ہوتی بلکہ دنیا افعال اور افعال کو خود بندہ اپنے اختیار اور اپنی قدرت سے کرتا ہے۔

اس طرح کو یا فرقہ قدر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک شریک نصیر لایا (جو خود بندہ ہے جو خود لایا اپنے خیر اور شر کے افعال اور افعال کا خالق ہے) یا اکل اسی طرح جیسے نصراندوں یعنی یوسایوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک نصیرا ر مابہ چنانچہ قدر یہ فرقہ کی یہ دعوت نصراندوں کے بہت مشابہ ہے اور اسی لحاظ سے قدر برائے کا انکار نصیرانیت کا ایک شعبہ ہو جاتی ہے (جیسا کہ مذکور شدہ حدیث میں فرمایا گیا ہے)۔

مسئلہ قدر کا خلاصہ ..... (مؤلف عامر معنی لکھتے ہیں کہ اس موضوع پر میں نے اپنی ایک کتاب "مصابیح البیور" میں اجماع البیور میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کتاب میں میں نے اس حدیث پر کہ۔ قدر یہ فرقہ آخری ذمہ میں میری امت کے بدترین لوگ پیدا کریں گے۔ بہت مکمل بحث کی ہے) (میں کا خلاصہ یہ ہے) کہ بندہ کے ہر فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لحاظ سے ہے کہ حق تعالیٰ اس کے ہر فعل کے سوجدہ میں خود اس فعل کی نسبت بندہ کی طرف اس لحاظ سے ہے کہ بندہ اس فعل کا کاتب اور اعلم کر رہا ہے۔

کیسے میں آتش زنی اور تجدیدِ تعمیر کا ایک اور سبب ..... (اس کے بعد پھر اصل موضوع یعنی حضرت عبد اللہ ابنِ زبیر کی تعمیر کو کب کا کرتے ہیں۔ اس کے چند سبب لکھے جاتے ہیں جو پہلے ہیں ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ایک عورت نے یہ بتا دیا کہ وہ حوئی دہی اس میں سے ایک بچہ لائی اور کہتے ہیں کہ اللہ کے خلاف ہو گیا جس سے اس میں آگ لگ گئی۔ تو کوہاں اس وجہ سے حضرت عبد اللہ ابنِ زبیر نے کیسے کی دوبارہ تعمیر کر لی۔ اس سے پہلے جو وہ بیان کی گئی ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ) لیکن یہ وہ دعویٰ ہی نہیں ہوا۔

کیسے کو حوئی دہی ہے اور اس سے خلاف کوہ میں آگ لگ جاتے کا ایک واقعہ قریش کے زمانے میں بھی نقل کیا گیا ہے لیکن اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ واقعہ قریش آیا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

بعض علماء نے مسجد کو حوئی دہی کو بدعت بتایا ہے۔ امام مالک نے اس کو کفر و خطایا ہے (کہ مسجد کو خوشبو لگنا وغیرہ جہاں حوئی دہی جاتے)۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا حکام مسجد نبویؐ میں اس وقت خوشبو لگائی وغیرہ چلایا کرتا تھا جبکہ حضرت عمرؓ پر گھڑے ہو کر طلبہ لیا کرتے تھے۔

حضرت اسماعیلؓ کے بدلے ذبح کر دو مینڈے کے سینک ..... (فرض یہ کہ وہاں کی وجہ سے یا حوئی دہی وجہ سے) کہہ میں آگ لگی تو اس کے ساتھ ہی اس مینڈے کے ۱۰۰۰ دونوں سینک لگی میں لگے جو حضرت اسماعیلؓ کی جان کے بدلے میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیج کر) قربان کیا گیا تھا اس وقت یہ دونوں سینک کی چست میں لگے ہوئے تھے۔

اول مخالف کہتے ہیں۔ ان سینگوں کو چست میں مانا ہوا نہیں لگایا گیا جبکہ اس سے پہلے یہ میزاب (یعنی کیسے کے پرانے) میں لگے ہوئے تھے۔ کیونکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب اسلام آیا تو اس وقت اس مینڈے کا سر دونوں سینگوں کے ساتھ کیسے میں میزاب یعنی پرانے میں لگا ہوا تھا۔

دوسرا یہ کہ ان سینگوں کے چست میں لگا ہوا ہے اس کا تعلق ہے اس کی دلیل میں حضرت صفیہ بنت



شیر کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے ایک فقہ حنن ابن علیؓ سے پوچھا  
 "رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ سے باہر نکلنے کے بعد چھبیس کوئی چڑھایا تھا؟"  
 انہوں نے کہا "آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ۔

"میں نے اس مینڈھے کے وہ گولے بیگ بیت اللہ میں رکھے مگر میں اس وقت تم کو یہ روایت کرنا اصول  
 کیا کہ اس سینوں کو وضاحت دو۔ اس لیے اب تم ان کو وضاحت دو کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ بیت اللہ میں  
 کوئی ایسی چیز ہو جس سے نذرین کا خیال بٹ جائے۔"

یہ مینڈھا اور بائبل کی نیڑہ..... عمارت جلال علی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ مینڈھا جو اسائیل کے بدلے  
 میں قربان کیا گیا وہی مینڈھا تھا جس کو بائبل نے اپنی نذر کے طور پر پیش کیا تھا (اس کی تفصیل بائبل اور قاتل کے  
 واقعہ میں سیرت طیبہ اردو کے پچھلے صفحات)۔ یہ ضرور غلطی ہے مگر وہاں مینڈھے کے بجائے بائبل کی نیڑہ میں دھبہ  
 کا ذکر کیا گیا ہے (غرض اسی مینڈھے کو اسائیل کے نذر میں قربان کرنے کے لئے باہر نکلنے کے لئے آئے تھے۔  
 چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بھیج دیتے ہوئے اس کو نذر کر دیا تھا کہ یہ کہا جائے گا کہ اس کا مطلب ہے بائبل کی  
 نیڑہ کو اس آگ نے نہیں کھلایا تھا اس وقت (بائبل کی نیڑہ کی قربانیت کی عبادت کے طور پر) آسمان سے اتری تھی  
 بلکہ وہ آگ اس مینڈھے پر پڑنے کو آسمان پر اٹھائے گئی تھی۔ لہذا اب جن علماء نے اس نیڑہ کے حلقے میں یہ لکھا  
 ہے کہ اس کو آگ نے کھلایا تھا اس کے حلقے یہ کہہ دے گا کہ انہوں نے اس معاملے میں ذمہ لے لی (اور آگ  
 کے اٹھائے جانے کو آگ کے کھلنے سے تصویر کیا۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ وہی  
 مینڈھا تھا جس کو بائبل نے اپنی نذر میں پیش کیا تھا۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی  
 ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا۔

"مگر ابراہیم نے جس چیز کو (اسائیل کی بدن کے بدلے میں قربان کیا، کیا چیز تھی) یعنی اس کی اصل کیا  
 تھی؟"

جریرؓ نے فرمایا۔

"اسی چیز جو تو تم کے بیٹے نے اپنی نذر میں پیش کی تھی۔"

بعض محدثین نے کہا ہے کہ یہ حدیث حجت نہیں ہے۔

اس مینڈھے کی عظمت کا سبب..... کہا جاتا ہے کہ اس مینڈھے کے ذبح کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فرمایا ہے  
 (جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔

وَقَدْ يَذْكُرُكَ فَحِينَئِذٍ هُوَ آتٍ بَيْنَ يَدَيْهِ  
 (سورہ ممتحنہ ۲۳)

ترجمہ: اور تم نے ایک بڑا نذر اس کے عوض دے دیا۔

اس کی عظمت کا سبب یہ ہے کہ یہ مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چڑھتا رہا ہے۔

موت کی صورت میں موت..... اس مینڈھے کے حلقے ایک قول یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے خاص  
 اسی مقصد کے لئے اسی وقت پر افرار کیا تھا۔ چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مینڈھا موت کی صورت میں موت  
 ہی کے لئے نذر کیا گیا۔

تشریح..... موت کی صورت میں موت دیئے جانے سے اس حرف اشارہ ہے کہ یوم حشر کے بعد جب سب کا حساب کتاب ہو چکے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں کھینچے جائیں گے اس وقت جنتیوں کے دل میں ایک غلط فہمی ہوگی جس کی وجہ سے وہ جنت کی نعمتوں سے پرہیز کر لیا جائے گا۔ یہ غلط فہمی موت کا تصور ہو گا کہ ممکن ہے پھر موت آجائے اور جنت کے عیش و آرام سے ہم محروم ہو جائیں۔ اسی طرح دوزخیوں کے دلوں میں ایک امید ہوگی جو جہنم کےذاب میں کھینچی جانا کے لئے سدا ہمارا ہوا ہوگی اور وہ بھی موت کا تصور ہو گا کہ ممکن ہے ایک دن ہمیں موت آجائے اور ہمیں ذرہ دست ذاب سے پھینکا لیا جائیں۔

جب موت کے فرشتے حوزہ اکمل کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان اس موت کو بھی موت دے دی جائے گی تاکہ جنتیوں کے دلوں سے بیش کے لئے یہ غلط فہمی نکل جائے اور جہنمیوں کے دلوں سے بیش کے لئے یہ امید بھی ختم ہو جائے۔

یہاں موت کی صورت میں موت کا مطلب یہی ہے کہ مینڈھے کو جان کے فہرے میں موت کے پروا کیا گیا جب کہ موت کی اپنی شکل بھی مینڈھے کی جیسی تاکہ جنتیوں کی جان کے فہرے میں موت کا تصور ہو جائے۔ (مرتب) ہر حال یہ سب امکانات اسی صورت میں ہیں جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ بائبل نے اپنی نیا میں جو جانور پیش کیا تھا وہ مینڈھا تھا۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ وہ جانور ایک موہا جانور تھا۔ مگر یہ قول صرف قاضی بیہدلی کا ہے۔ ہر حال یہ تمام روایات آپس میں مطابقت کی گنجائش نہیں مگر ان سب کو چھوڑ دیا جائے۔

یزید کی موت۔ (اس تفصیل کے بعد یہ اصل واقعہ یعنی بیت اللہ میں آگ لگنے کے حلقی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آگ سے نمراس، عین جلدوں سے پھٹ گیا تھا۔

لوہر جب یزید کی لاش کو لے کر لے کر لے کر حضرت عبداللہ ابن زبیر کا حاصر کر رہا تھا اسی دوران میں یزید کی موت کی خبر آئی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر کو یزید کی موت کے حلقی خود یزید کی لاش سے بھی پہلے معلوم ہو گیا تھا لہذا لوگ شامی تھے چنانچہ حضرت ابن زبیر نے شامیوں میں اطلاع کیا۔

اسے شام کے لوگوں نے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مگر اس سرکش سربراہ کو ہلاک کر دیا۔ ہر حال یہ ہے۔ اس لئے اب تم میں سے جو یہ چاہے کہ وہ اسے لوگوں کی طرح میری رحمت قبول کر لے تو اس کو عبادت ہے اور جو شخص اسی طرح ایسی جہاد چاہے اس کو بھی عبادت ہے۔

یہ خبریں کہ لکھنا ایک دم ٹھہر گیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کی لطافت پر رحمت کر لی اور ظاہری طور پر ان کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔

اسیے لشکر کی طرف سے ابن زبیر کو پیشکش..... کہا جاتا ہے کہ لشکر کے امیر یعنی عبداللہ ابن زبیر نے اس خبر کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر کے پاس درخواست کی کہ وہ ان سے بات کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ دونوں آدمی یعنی ابن زبیر اور حضرت ابن زبیر اپنی صفوں سے نکل کر ایک دوسرے کی طرف چلے پہل تک کہ دونوں کے گھوڑوں کے سر ایک دوسرے سے ٹک گئے۔ ابن زبیر کا گھوڑا بڑھ گئے اور بڑھ گئے۔ حضرت ابن زبیر نے ابن زبیر سے پوچھا کہ کیا ہو گیا ہے تو ان کا جواب دیا۔

اس گھوڑے کے ہر کے پیچے حرم کا کچھ تر آگیا ہے اور یہ اس کو پھنس کر رہا ہے کہ اس کو روانہ

حضرت ابن زبیر نے فرمایا۔

”خیر انکوذا تو یہ کہ رہا ہے اور ۷ قوں کو قتل کرنے آیا ہے“

ابن زبیر نے کہا۔

”تپ ہمیں اس کی اجازت دے دیجئے کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں اس کے بعد ہم اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے۔“

حضرت ابن زبیر نے اس کو اجازت دے دی اور انہوں نے کہے کا طواف کیا اس کے بعد ابن زبیر نے حضرت ابن زبیر سے کہا۔

”اگر یہ شخص اپنی چیز واقعی پاک ہو جائے تو آپ ہی اس خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور لائق ہیں اس لئے آپ میرے ساتھ شام چلئے۔ خدا کی قسم وہاں تو ہی بھی آپ کی خلافت کرنے والے نہ ہوں گے۔“

پھر حضرت ابن زبیر نے ابن زبیر کی اس بات کا شکریہ ادا کیا اور اس کو برا بھلا کہا پتا نہ چڑھا ہی وقت واپس لوٹ گیا اور یہ کہتا ہوا تھا۔

”میں اس شخص سے سلطنت کا وعدہ کر رہا ہوں اور یہ مجھ سے قتل کا وعدہ کر رہا ہے۔“

ابن زبیر کا مزاج..... اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن زبیر کا ایک خاص مزاج قہاجر خلافت کے مناسب نہیں تھا اور وہ اخلاقی اور بہت زیادہ مقلد رائے کا مزاج تھا۔

تقریباً..... (مگر یہ بات مناسب اور خلاف ادب ہے۔ حضرت ابن زبیرؓ سے ٹھیک اللہ رحمہ اللہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی جگہ مرتبہ حق کے بھانپے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی با عظمت شخصیت کے نواسے تھے اس لئے ان کے متعلق اس قسم کا قول مناسب نہیں ہے۔

حضرت ابن زبیرؓ صاف کو اور بے لاک مزاج رکھتے تھے اور صاف کوئی کو عام طور پر بد اخلاقی پر مہمول کر لیا جاتا ہے۔ بے لاک انسان اگر کسی معاملے میں اپنی ذاتی رائے رکھتا ہے تو صاف دی کے ساتھ اپنی رائے پیش کر دیتا ہے جو مقابل کو کراں گزر سکتی ہے اور وہ اس کو صلہ اور بد اخلاقی سے تعبیر کر سکتا ہے۔ ہر حال حقیقت اللہ جو بھی ہو مگر ایک ٹھیک اللہ و صحابی کی شان میں یہ الفاظ خلاف ادب ہیں۔ خاص طور پر زبیرؓ اور اس کے ساتھیوں کی بات قبول نہ کرنا تو بالکل سائے کی بات ہے کہ ان کے دھرم کے اور فریب پہلے بھی ظاہر ہو چکے تھے۔ مرہب۔

شام و مصر میں سیاسی تحریکات..... غرض اس کے بعد تمام علاقے حضرت ابن زبیرؓ کی اطاعت و خلافت میں شامل ہو گئے صرف مصر اور شام وہ گئے کہ ان علاقوں پر صلہ یہ ابن زبیرؓ اور صلہ یہ کی موت کے بعد مروان ابنی حکم غالب آیا تھا۔ زبیرؓ ابنی صلہ یہ کا یہ بیٹا جس کا نام بھی صلہ یہ تھا صرف چالیس دن اور ایک قول کے مطابق صرف بیس دن خلافت کر سکا کیونکہ مروان نے دمشق میں حضرت ابن زبیرؓ کی خلافت حلیم کر لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے بھائی کو اپنے میں اپنا نائب بنایا تھا تو ان کو حکم دیا کہ بنی امیہ کو وہاں سے جلا وطن کر کے شام کی طرف دھکیلیں دیں۔ ان لوگوں میں مروان اور اس کا بیٹا عبداللہ بھی تھا۔ اب جب مروان نے دمشق میں ابن زبیرؓ کی خلافت کو حلیم کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک جماعت نے اس





کو کہتے ہیں اور زیادہ داخل کر کے نصب کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خواہش اور حاملہ..... یہ گویا ہی مقدور کے برابر ہو چاہتا قریش نے اس کو باہر اٹھلایا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو یہ خوف تھا کہ قریش کے دل اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ ان کی تعمیر کو زخمیایا جائے جس کو وہ اپنے اقصائے شرف اور اولاد کا نشان سمجھتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ لوگ (جو حاملہ میں اپنی پہچان دہ کی کو چھوڑ کر اہمیر سے لٹکے تھے) کبھی باہر اسلام سے منہ نہ موڑ لیں۔

گند شیتہ تعمیروں میں بنیاد و ابرائیگی کی پابندی..... بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کے بعد جس نے بھی کعبہ کی نئی تعمیر کی اس نے ابراہیم کی بنیاد پر ہی تعمیر کی۔ صرف قریش ہی نہ کر سیکے اس لئے کہ ان کے پاس حلال کھانے کا چند کم ہی رہ گیا تھا۔

یہ بات اس بنیاد پر مبنی جا سکتی ہے کہ ابراہیم کے بعد اور قریش سے پہلے جس نے بھی کعبہ کی تعمیر کی وہ مکمل تعمیر کی۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کعبے کی مرمت اور نئی کی۔ اس لئے جو قول داکر ہوا ہے اس سے مراد وہ نہیں ہے جو ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر ایک نے اس عمارت کو ابراہیم کی بنیادوں پر باقی رکھا۔

ابن عباس کی طرف سے نئی تعمیر کی مخالفت..... (قال) حضرت عبد اللہ ابن زہرہؓ نے جب کعبہ کو ڈھاکر وہ بدھ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے بھی ان کو اس ارادہ سے روکنے کی کوشش کی تھی (پتا چھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن زہرہؓ سے کہا۔

”اس تعمیر اور اس حجرہ کو اسی طرح رہے وہ جن پر مسلمانوں نے اسلام قبول کیا ہے اور جن پر یعنی بنی کے دور میں رسول اللہ ﷺ کو جوت ملی۔ اس لئے کہ ممکن ہے قعدے بعد کوئی دوسرا آئے اور وہ بھی اس قعدہ کی تعمیر کو ڈھاکر نئی بنانے اور پھر یہ کعبہ اسی طرح عمارت بنایا جائے گا۔ اس طرح لوگوں میں اس کی بے حد حسد ہو گی۔ اس لئے آپ (اس کو اگر نئی عمارت بنانے کے بہانے اس تعمیر کو اور لوچا کر دیتے ہیں۔“

ابن زہرہؓ کا استحکارہ..... اس پر حضرت عبد اللہ ابن زہرہؓ نے کہا۔

”میں اس معاملے میں تمہیں مزید چاہئے اور دیکھو کہ استحکارہ کرنا ہوں اس کے بعد کہہ کر دیں گا۔“

جب تمہیں دن گزر گئے تو استحکارہ میں یہاں بات آئی کہ اس عمارت کو ڈھاکر نئی بنائی جائے (لوگ چونکہ دہشت زدہ تھے اس لئے کہ وہ اس سے دور رہنے لگے۔ وہ درہے تھے کہ جو پہلا آدمی بھی اس کو گرانے کا ارادہ کرے گا اس پر کوئی آسمانی طاعان ہو گی۔

آخر ایک آدمی کعبہ پر چڑھا اور اس نے اس میں سے ایک حجرہ ڈاکر گر دیا۔ اب لوگوں نے دیکھا کہ اس شخص کو ہتھ نہیں ہو اتوارہ بھی اس کے ساتھ لگ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے آدمی جنہوں نے کام شروع کیا خود حضرت عبد اللہ ابن زہرہؓ تھے (جب عمارت کو گرانے کا کام شروع کیا گیا تو بہت سے لوگ کے سے لٹک کر مٹی میں پٹے گئے تھے ان میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ بھی تھے۔ یہ لوگ وہاں اس بار سے تین دن تک ٹھہرے رہے کہ کعبہ کو گرانے کی وجہ سے وہ کسی سخت خواب میں گر ڈھ ہو جائیگی۔

جبشی کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی..... حضرت ابن زہرہؓ نے کعبہ کو گرانے کے لئے



زیچ نے مستند لوگوں میں سے چپاس کو میڈیا کو بلا پاور این کو یہ فیاد دکھائی۔

مہدائے ابنِ مطہجِ ہمدانی نے جب بیت اللہ کے کونوں میں سے ایک کونے میں اپنی کمالِ ذالی قراس سے سارے کونے لڑاتے اور بیت اللہ کے کمرے کا پٹھر ساتھ ہی اس کی وجہ سے پورے کونے میں ایک زبردست حرکت پیدا ہوتی اور یہاں سے ایک نکاحِ دوست کو عذابِ کاکہ کے کئے گھر میں سے کوئی گھر بھاڑیں قمار میں اس کی روشنی میں دیکھی گئی۔ اس کی وجہ سے کئے والے سخت خوفزدہ ہو گئے۔

اول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ یہ بات قرآن کی تفسیر کے بیان میں بھی گزر چکی ہے کہ قریش کہتے کہ  
 وحی اللہ کے دوران سبز چمڑوں تک پہنچے تو ایک دوسرے میں جو سوت تھوڑے کہ ایک شخص نے سب اس میں  
 سے دو چمڑوں کے دو پہن لیا تو اس وقت بھی یہی واقعہ پیش کیا۔

اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے عقول میں کوئی شہ پیدائش نہیں ہو سکتا کہ یہ پھر سبز رنگ کے تھے۔ پھر سبز رنگ کے تھے اس لئے کہ عشق ہے جن پتھروں کی اس سرخ رنگی اور صاف تہ ہو ایک اتنی گہری سرخی ہو جو سیاہ معلوم ہونے لگتی ہے اسی وجہ سے اس رنگ کو نیلورنگ سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ گڑہ کا ہے اور سیاہ رنگ کو سبز کا۔ یعنی گہرا سبز کہا جاتا ہے جیسا کہ کالی سبز رنگ کو سیاہ بھی کہہ دیا جاتا ہے اور بگنے سبز رنگ کو نیلورنگ سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ واضحاً اظہر۔

کبھی کی تو نہجانی میں اضافہ۔۔۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے (کہہ کی پرانی عمارت ڈھانے کے بعد) اس کی بنیادوں پر سترے یعنی نکلات کھڑے کر دیئے جن کی وجہ سے لوگ ان نکلات کے مطابق طواف کرتے رہے یہاں تک کہ نئی عمارت بن گئی۔ حضرت ابن زبیرؓ نے نئی عمارت کو قریش کی پہلی ہوئی عمارت سے نو گز اور زیادہ نو چار گز اور اس طرح اب عمارت کی کل نو پہلی ستائیس گز ہو گئی۔ بعض علماء نے اس سے چوتھائی گز اور زیادہ بتلائی ہے۔

حضرت ابن زبیرؓ نے یہ نئی عداوت آنحضرت ﷺ کے بیان فرمائی ہوئے اس ارشاد کے مطابق ہی دینی جو حضرت عائشہؓ نے روایت کیا تھا (اور جس کی تحصیل پہلے سطوں میں گزر چکا ہے) پانچواں انہوں نے ہجر اسود کو تعمیر کے اندر داخل کیا۔ اس لئے کہ ممکن ہے ہجر اسود کو عداوت ہی کا ایک حصہ بنانے کے متعلق انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ملنا ہو چنانچہ انہوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس کے مقابلے میں جو دوسری گندشتہ روایتیں ہیں جنہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجر اسود بیت اللہ کا حصہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ بیت اللہ سے چھ گز سے کچھ زیادہ مسافت گزر کے قریب تھا۔ ان پر عمل نہیں کیا۔

نئی تعمیر کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی ہدایت..... یہاں ایک شب ہو رہا ہے حضرت امین زہیر کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے ہجر اسود کو کبھی کی عبادت میں شامل کر دیا یہ بات تو اس وقت تکے قول کے لحاظ سے ٹھیک ہے کہ قریش نے ہجر اسود کو اصل عبادت سے منقطع و نصب کر دیا تھا کیونکہ اگر ابراہیمؑ کی بنیاد پر شکاکات (جن سے قریش نے کبھی کی تعمیر کو بید ختم ہو جانے کی وجہ سے کم کر دیا تھا) پورے ہجر اسود سے باہر تھی تو یہ بات ٹھیک رہتی ہے (کہ امین زہیر نے ہجر اسود سے آگے تک اصل بنیادوں پر کبھی کی تعمیر بنائی اور ہجر اسود کو تعمیر کے اندر لے لیا) لیکن اگر وہ بنیاد اور شکاکات پورے ہجر اسود سے باہر یعنی آگے تک نہیں تھے (تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ امین زہیر نے اصل اور قدیم بنیادوں پر تعمیر افغانے کے بعد ہجر اسود کو اس کی جگہ سے جیسے سرکار کی تعمیر میں داخل کیا۔



لہذا اٹھا جاسکتا ہے کہ حضرت امینؑ نے یہ تجدیدی (نور کی) کیسے کی اس کے بجائے انہوں نے اسی کے مطابق قہیر کیوں نہیں باغی کی جبکہ امت کی حالت اہم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس سے یہ حدیث بیان کر دی تھی جو آگے آنے کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے (جنت انوار کے ساتھ ہر حرم میں ایک بات فرمائی تھی کہ۔

”اگر میرے بعد صدی قوم کیسے کی تھی قہیر کا روضہ کرے تو کوشش نہیں دے دیکھا وہاں جو قریش نے (قہیر کے وقت عداوت میں شامل کرنے سے) بھروسہ دینے تھے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا تقریباً چھ گز کا حصہ ایسا دکھایا (جو قہیر میں شامل نہیں ہو سکتا تھا)

(آٹھ گز حدیث کی روشنی میں عداوت کہہ کر آگے بڑھا عداوت کہ اس میں کی کہ نہ لہذا امینؑ نے جبر اسود کو چپے سر کا اس میں کی کیسے کی۔ حالانکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ انہوں نے جبر اسود کو اصل عداوت سے تقریباً چھ گز ہی ملے۔ کہ دیا خاص کا مطلب ہے کہ جبر اسود کی جگہ پر تھا اور عداوت کو وہاں تک بڑھا کہ جبر اسود کو صرف قہیر میں لے لیا تھا کہ اسے اس کی جگہ سے سر کا کر قہیر میں شامل۔ کہنا ابھر حال یہ بات قابل غور ہے۔)

اس نئی قہیر میں حضرت امینؑ نے پہلی جانب میں بھی ایک دروازہ نکھلا اور اس کو سامنے کے دروازے کی جگہ میں اسی طرح بنیاد کے برابر دکھایا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی طواشل تھی۔)

جبر اسود کی مضبوطی کے لئے چاندنی کا حلقہ..... (قابل) عرض قہیر اتنی لمبی ہو گئی جہاں جبر اسود کو نصب کرنا تھا۔ پہلی عداوت کو ڈھالنے کے وقت یہ بات سامنے آئی تھی کہ آگ کی وجہ سے جبر اسود پخت کیا ہے

اس لئے حضرت امینؑ نے اس میں چاندی بھرا کر اس کو بھلا دیا اور مضبوط کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے کیسے کو گرائے جانے اور نئی قہیر اٹھانے جانے تک کے لئے اس کو ایک دھنکی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ٹکڑی کی

صندھائی میں محفوظ کر کے اس میں تاروں کو لپیٹا تھا اور اس کو در اندہ یعنی قریش کی حدود کا وہاں رکھ دیا تھا۔

جبر اسود کو رکھنے کے وقت امینؑ نے اس کی حکمت معلیٰ۔۔۔۔۔ حضرت امینؑ نے یہ نوڈر تھا کہ جب جبر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا موقعہ آنے کا تو قریش میں بھر اختلاف پیدا ہو گا اس لئے باب قہیر اس جگہ تک پہنچ گئی

جہاں اس میں جبر اسود کو رکھنا تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے تزدادہ ایک دوسرے شخص کو حکم دیا کہ وہ دونوں جبر اسود کو اٹھا کر لائیں اور اس کی جگہ پر اس کو رکھ دیں۔ امینؑ نے اس سے کہا۔

”اب تم جبر اسود کو اس کی جگہ رکھ کر فارغ ہو چلا تو زور سے عجیب کہہ دینا تاکہ میں (جو اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ قہر میں مشغول ہوں گا) غلاز کیا کر دوں۔“

چونکہ حضرت امینؑ نے یہ غلطی کیا کہ لوگوں کے درمیان اس معاملے میں بھر اختلاف اور جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے (اس سے بچنے کیلئے یہ کیا تھا کہ) خود لوگوں کو غلاز دے جانے کے لئے ہر گھمے تاکہ وہ اس

معاملے سے بے خبر رہیں (اور اپنے بیٹے کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ جبر اسود لائیں) کی جگہ رکھ دینے کی ہدایت کر دی (کیونکہ اس موقع پر بھی پہلے کی طرح ہر شخص کی خواہش یہ ہی تھی کہ جبر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ رکھنے کی سعادت اور عزت اس کو حاصل ہو اسی وجہ سے حضرت امینؑ نے یہ غلطی اور جھگڑا پیدا ہونے کا زور تھا۔

غرض جب (جبر اسود کو اس کی جگہ رکھ دینے کے بعد) ان دونوں تو میں نے عجیب گئی (اور غلاز کے بعد)

لوگوں کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو قریش کے بڑے لوگ مدافعی ہوئے کہ اس موقع پر ان کو کیوں شریک نہیں کیا گیا۔  
فرقہ قرامطہ کے باغیوں جبر اسود کی شکست و رخت..... یہاں کہا گیا ہے کہ آگ کی وجہ سے جبر اسود  
 جل کر پھٹ گیا تھا اور حضرت ابن زبیرؓ نے اس کو چاندی سے بھرا کر جزو لہذا تھا اس قسم کا ایک واقعہ اس کے بعد  
 بھی پیش آیا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ (مسلمانوں میں) چاہک ایک فتنہ پھیلا تھا اور ایک منافق نے جس کا نام قرامطہ تھا  
 اس (قرامطہ فرقہ) کا سربراہ ابو سعید قتل کیا۔ (یہ عربوں اور یہودیوں کی ایک جماعت تھی جو فرقہ فتنہ ۷۰ء میں کوفہ  
 میں پیدا ہوا تھا۔)

اس فرقے کے عقائد..... یہ لوگ کہتے تھے کہ ہستی کے بعد فصل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح  
 شراب کو حلال کہتے تھے اور یہ کہتے ہیں کہ سال میں سو اسی دنوں کے کوئی روزہ نہیں ہے۔ یہ دونوں نیروز اور  
 مہرجانی کے دن ہیں، ان لوگوں نے اپنی زبان میں ایک نکل کا اضافہ کر لیا تھا وہ نکل یہ تھا۔ محمد بن الحنفیہؓ رسول اللہؐ  
 اسی طرح یہ لوگ کہتے تھے کہ غار حراء بیت المقدس پر ہو جائے (بیت المقدس پر نہیں)۔  
 جاہلوں اور دیوانی لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان کے فتنے میں آگئی اور اس طرح ان لوگوں کی طاقت و  
 قوت بہت بڑھ گئی یہاں تک کہ اس جماعت کے سربراہ ابو سعید اور اس کے بیٹے ابو طاہر کی فتنہ پراریوں کی وجہ  
 سے اہل مدائن کا مسلط ہند ہو گیا۔

ابو طاہر نے کوفہ میں ایک عمارت بنائی جسے اور اس کا نام "دار الجبر" یعنی اجرت گاہ رکھ دیا گیا تھا اس  
 شخص کے ذریعہ بڑا بڑا دست فتنہ پھیلا اور مختلف شہروں پر اس نے فتنے کی اور مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس کا نتیجہ  
 یہ ہوا کہ اس کی حیثیت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی اور اس کے پیروں کی تعداد بڑھ گئی۔

قرامطہ کی طرف سے مسجد حرام میں قتل عام..... یہاں خلفاء میں کے ساموںی خلیفہ مقتدر ہاشمی نے  
 کئی دفعہ ابو طاہر کے مقابلے کے لئے فوجیں بھیجیں مگر وہ خود شکست کھا گئیں۔ پھر خلیفہ مقتدر نے حاجیوں کا  
 ایک قافلہ کے پچاس قافلے (ابو طاہر نے بیچا کیا اور آخر اس) کو توبہ کے دن ابو طاہر کے لشکر نے جالیہ ابو  
 طاہر نے مسجد حرام میں حاجیوں کو قتل کیا اور کچھ کے اندر کھینچ کر بڑا دست خون ریزی کی۔ اس کے بعد اس نے  
 حاجیوں کی لاشوں کو احرام کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر اس نے اپنا گزہ بد کر جبر اسود کو قزوین اور اس کو وہاں  
 سے اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ جاتے ہوئے اس نے کچھ کار و بار بھی قزوین تک پہنچا کا خلاف اس نے کھینچ کر اسے  
 ابو طاہر اپنے ساتھیوں کے سامنے اس کو بچھا ڈالا۔ پھر اس نے احرام کے کنوئیں پر جو قبضہ تھا اور اس کو امداد پر بھر دیا  
 ابو طاہر کے پاس اس دن تک فخر نے کے بعد وہاں سے واپس ہو اور اپنے ساتھ ہی جبر اسود کو بھی لے گیا۔

جبر اسود قرامطہ کے قبضہ میں..... اسی طرح یہ جبر اسود میں سال سے زیادہ عرصے تک قرامطہ کے پاس  
 رہا اس دوران میں جاگو آئے اسے لوگ جبر اسود کے یہاں صرف اس کی جگہ پر ہی تھوک کے لئے ہاتھ رکھ دیا  
 کرتے تھے۔

مسلمانوں نے جبر اسود کو قرامطہ سے واپس لینے کے لئے اس کو پچاس جزو لہذا تک دینے کی پیشکش کی  
 مگر ان لوگوں نے جبر اسود کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر میں سال سے زائد عرصے کے بعد خلیفہ مصلح کے  
 زمانے میں جبر اسود واپس لے لا کر بیت اللہ میں نصب کیا گیا۔

جبر اسود کی ہادیابی..... یہ خلیفہ مصلحؓ نے عباس کے خلفاء میں جو بیسویں خلیفہ ہے اس نے جبر اسود کو واپس

لا کر اس کی جگہ پر رکھا۔ عقیقہ مطہج نے حجر اسود کے لئے چاندی کا ایک ٹھیکر اور آنگڑا بنوا کر اسے اس کے ساتھ وہاں بٹھایا۔ اس ٹھیکر سے کی بابت تین بزرگ سات سو ساڑھے نو سو دو سو تیس تھے۔

بعض شخصیتیں نے لکھا ہے کہ جب حجر اسود نکلا ہوا تھا اس وقت اس کو ابھی طرح نہ بکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہی صرف اس کے لوہے کی جگہ سے ہے (جو سامنے دہتا ہے) نہ ہیقہ تمام حصہ سفید ہے اور یہ کہ اس کی لمبائی ہاتھ کی بڑی کے برابر ہے۔

(بہر حال مقصد یہ ہے کہ اس وقت بھی قرطوط نے حجر اسود کو قوزا تھا اور اس سے پہلے حضرت ذہیرؓ کے زمانے میں حجر اسود آگ لگنے کی وجہ سے پھٹ گیا تھا۔ ان دونوں باتوں میں کوئی شبہ نہیں ہے اور دونوں کو ملا جا سکتا ہے۔)

حجر اسود کی دو باروں پر حرمی اور شکستہ درخت..... قرطوط کے بعد ہمارے ۵۴۱۳ میں بھی ایک طحہ اور ہے وہیں شخص نے اپنے آٹلی گڑ سے حجر اسود پر تھیں مرتبہ ضربیں لگائی تھیں جس کی وجہ سے حجر اسود کا سامنے کا حصہ ٹوٹ گیا تھا اور اس سے باغیوں جیسی کہ میں ٹوٹ کر گریں ہوئی ہوئی جگہ میں سے حجر اسود کا اندر کا حصہ زردی مائل گدی رنگ کا تھا اور خشکالی کے دھنوں کی طرح دانے دار تھا۔

ابو شیبہ نے اس پورے کو چاق کر کے اس کو ٹکڑوں میں لاکھ کے ساتھ گوندھا اور پھر اس کو حجر اسود کے ان ٹکڑوں میں بھر دیا۔

حضرت ابن ذہیرؓ نے روایت کی کہ لمبائی گیارہ گز تھی اور اس کے مقابلے میں جو دوسرا اور وہاں تھا اس کی لمبائی بھی اتنی ہی تھی۔ جب خیر عمل ہو گی تو انہوں نے کہے کہ اندر والی نور جوتی جسے کو خوشبو کی نور و حضرتان سے بڑھا اور اس پر قابلی پکڑے کا خلاف چڑھا۔ یہ پکڑا پھر میں دیکھا تھا اور سفید رنگ کا ایک ریشمی ہو ۳ تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے کہے پر پیمانہ پکڑا۔ ختم کا خلاف چڑھا اور عبد اللہ ابن ذہیرؓ نے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن ذہیرؓ کا کہے کو خیر کرنا، آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشاندہی میں سے ایک نشانی تھی اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے حلقے بہت پہلے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی وہی گزشتہ حدیث ہے کہ

”اگر میرے بعد تمہاری قوم کہے گی فی خیر کرے تو آؤ میں تمہیں وہ بکس دیکھا دوں جو (قریش نے اپنی خیر میں کہے میں شامل کرنے سے انہما زدی ہیں)۔“

اس کے بعد آپ نے ان کو خیر پانچ گز کا پھونکا ہوا حصہ دیکھا۔ (گویا آپ جانتے تھے کہ جلد ہی نبی حضرت عائشہؓ کی زندگی میں کہے گی فی خیر کی جائے گی۔ حالانکہ عام حالات میں اس وقت یہ بات سہمی بھی نہیں چاکتی تھی۔ کیونکہ قریش کی خیر کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور اسے ڈر کر دوبارہ جلد ہی جانے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ اس سے بعض علماء کا یہ قول غلط ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن ذہیرؓ نے پورے حجر اسود کو خیر میں داخل کر دیا تھا۔

کہے کی شئی خیر کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی وہ گزشتہ حدیث

آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس بات کی اجازت تھی کہ آپ کے بعد جس شخص کو سواۃ میر آئے اور اسے اس پر قدرت ملے گی اور جانے تو وہ کبھی کی خیر لے کر رہے۔

علامہ محبت طبری نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے جو انتشار آیا یا صاف صاف نکلا ہے کہ اگر مصلحت اور حالات کے لحاظ سے ضروری ہو اور لازمی یا بہتر ہو تو بیت اللہ کی تعمیر میں تبدیلی جائز ہے۔

علامہ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ یہ بات صاف ہے کہ کعبے کا جو حصہ غراب ہو جائے وہ منہ مٹنے لگتا ہے اور اسے ہلکا کر دیا جائے گا۔ اس کی حرمت کو ناجائز بلکہ مستحب بلکہ واجب ہے۔ یہاں تک علامہ شمس کا کام ہے۔

اسی طرح ایک بار ۴۰ شعبان ۱۰۳۵ھ (یعنی کنز سے ستر سے نئی سو سال پہلے) مصر کی نماز کے بعد کعبے میں ایک ذریعہ دست سیلاب آیا تھا جس کے نتیجے میں کعب کا دروازہ گر گیا تھا اور شمالی سمت کی دیوار بھی مٹانے کی طرف گر پڑی۔ اسی طرح مشرقی جانب کی دیوار بھی اور اسے اس حد تک ہلک گئی تھی کہ اسی طرح مغربی جانب کی دیوار بھی تقریباً چھ حصے ہلک گئی تھی۔ کہ شرم میں بھی اکثر مکانات اس سیلاب سے گر کر جاتا ہو گئے تھے اور اس وقت حرم میں جو لوگ موجود تھے وہ سب اور خاص طور پر تمام بچے خوب گمراہ تھے اس لئے کہ پہلی درجوں کی دیوار پھٹی ہوئی تھی۔

پہلے خیر مصر پہنچی تو ذریعہ مملکت محمد پٹانے جو کعبے کا حوالی تھا اور اب یعنی ۱۰۳۳ھ میں وزیر اعظم ہے، خواہ کی ایک جماعت کو مشورہ کے لئے بلایا جن میں میں بھی شامل تھا۔ پھر علماء سے مشورہ کیا گیا۔ میں نے اس مسئلے میں وزیر موصوف کو اپنا ایک رسالہ پیش کیا جس کو انہوں نے اکتاہند کیا کہ اس رسالے کا ترکی زبان میں ترجمہ کرانے کے لئے ایک شخص کو دیوار پھر یہ ترجمہ شدہ سال سلطان مراد کی خدمت میں بھیجا۔

کعبے کی تعمیروں کی تعداد ..... میں نے اس رسالہ میں لکھا کہ حق یہ ہے کہ کعبے کی مکمل تعمیر صرف تین مرتبہ ہوئی ہے سب سے پہلے تو خود حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر ہے۔ اس کے بعد قریش کی بنائی ہوئی تعمیر ہے اور دونوں تعمیروں کے درمیان دو ہزار سات سو پچھتر (۷۷۵ء تا ۶۷۵ء) سال کا فاصلہ ہے۔ پھر تیسری بار کعبے کی مکمل تعمیر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے کی ہے۔ ان دونوں تعمیروں یعنی قریش کی تعمیر اور حضرت ابن زبیرؓ کی تعمیر کے درمیان چالیس (۴۴) سال کا فاصلہ ہے۔

ان تینوں تعمیروں سے پہلے جہاں تک فرشتوں اور قوم اور شیئہ کی تعمیر کا سوال ہے وہ کی روایتیں ثابت شدہ نہیں ہیں۔ پھر جہاں تک نبی کریم، فاتحہ اور انصاری کی تعمیروں کا تعلق ہے تو وہ پوری تعمیریں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے مرمت کرائی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کی تعمیر کے بعد کعبے کو احسا کہ وہ بارہ صرف قریش اور پھر حضرت ابن زبیرؓ نے بنایا ہے۔

اس بارے میں ایک حدیث ہے کہ جس کی تقریباً تمام حقین نے کی ہے وہ حدیث یہ ہے :-

”میں نے بیت اللہ کا زیادہ سے زیادہ طرفہ کر دیا ہے پہلے کہ اس کو اٹھایا جائے کہ یہ درجہ اٹھایا گیا ہے اور تیسری مرتبہ میں اس کو اٹھایا جائے گا۔“

اس حدیث سے مراد یہ ہو گی کہ درجہ اس کو اٹھایا جائے گا یعنی ایک دفعہ قریش نے اس کو اٹھایا ہے اور دوسری دفعہ ابن زبیرؓ نے اٹھا کر بنائیں گے اور تیسری مرتبہ میں اس کو اس دن اٹھایا جائے گا۔

تو لیکن خلاف کہے۔۔۔ ایک قول یہ گذرا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے کہے کہ کوئی خلافت چڑھایا وہ حضرت ابن زبیر ہیں۔ اسی طرح یہی قول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ہے جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔ مگر حضرت ابن زبیر کے متعلق جو قول ہے وہی زیادہ مشہور ہے۔ ممکن ہے حضرت ابن زبیر نے پہلے تو کہے پر قبائی کپڑے کا خلاف چڑھایا ہو اور اس کے بعد پھر کوئی خلاف چڑھایا ہو۔ اللہ اعلم

اس سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں کہے کا خلاف ثابت کا اور پہلے سے کا قد سب سے پہلے جس شخص نے کہہ کر خلاف چڑھایا وہ ممکن کا پادشاہ نجیبی رضی اللہ عنہ تھا جس نے پہلے سے کا خلاف چڑھایا تھا۔ پھر اس کے بعد زبیر قبیلے بنی زبیر نے کا خلاف چڑھایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے وقت اللہ پر سرخ لہن کا خلاف چڑھایا جس پر سیلو حارثا ہوتی تھیں اور جو یمن میں رہتا تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ایک روایت ہے کہ نجیبی نے بیت اللہ پہلے کوئی خلاف چڑھایا مگر وہ بہت کم کر رہا اس کے بعد انہوں نے بیت اور پہلے سے کا خلاف چڑھایا مگر وہ بھی بہت کم کر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک مسی کپڑے کا خلاف چڑھایا (جس کو عربی میں وہ مساکین کہتے ہیں) یہ خلاف (یعنی رہا اور گویا کہ اس کو) کہہ نے قبول کر لیا۔

تفسیر کشاف میں ہے۔ یہ نجیبی صحابی مسی تھے مگر ان کی قوم کا کافر تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی نہ تبت اور برائی کی ہے مگر خود نجیبی برائی نہیں کر رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ان کے ہاتھ میں لاشہ ہے (جو غالباً میرت علیہ السلام کا قطعہ) م میں گذرا ہے کہ "نجیبی کو براہ راست گواہی لے کہ وہ مسلمان تھے۔"

اسی طرح ان کے متعلق کہ ایک لاشہ ہے۔

"میں نہیں جانتا کہ نجیبی تھے یا غیر نجیبی تھے۔"

علامہ شمس حویلی نے اپنی کتاب مناقب زبیرؓ میں طریقیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ نجیبی تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے کہہ کر جس شخص نے خلاف چڑھایا وہ عبداللہ ابن زبیر تھا۔

قریش کہے پر جو خلاف چڑھا تھے تو اس میں سب لوگوں کا چہرہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ایک قریشی سردار ابوبکر بن عمر و سامنے آکر اس نے ایک لہ نہ کہا۔

"آئندہ سے ایک سال میں تمہا کہے پر خلاف چڑھایا کروں گا اور ایک سال تمام قریش مل کر چڑھایا کریں۔"

ایک قول یہ ہے کہ ابوبکر بن عمر و ہر سال نوے کہے کے خلاف کر رہا تھا یہاں کہ ہر سال اس کے بعد سے اس کا بیٹا بھی معمول رہا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اسی لئے قریش نے اس کا لقب بدل کر کھو دیا تھا کہ وہ کہے کا خلاف چڑھانے کے معاملے میں اس نے تمام قریش کے معاملے میں بہت کی تھی۔ اس کی وجہ کو نبی بدل کر دیا تھا۔

اس زمانے میں (کہے پر یا کا خلاف ڈالنے کے وقت) پر کا خلاف نہیں اٹھا رہا تھا بلکہ یہی خلاف پر اسے خلاف کے کو پر ہی ڈال دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک یہی طریقہ رہا۔ اس کے بعد رسول

اللہ جلّ جلالہ نے کہے ہیں اہل کفر سے کاغلاف چڑھایا۔

خلاف کہہ کی اقسام۔۔۔ ایک روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ پر قبائلی پڑے کاغلاف چڑھایا وہ رسول اللہ جلّ جلالہ ہیں۔ اسی طرح بعد میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ نے بھی بیت اللہ پر قبائلی پڑے کاغلاف چڑھایا۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ نے دریائے قباہ کی پانی چھڑ کے خلاف چڑھایا۔ چنانچہ دریائے قباہ میں حرم کو چڑھانے کے طور پر قبائلی کفر مضائقہ کے آخر میں چڑھانے لگے۔

یہاں اگرچہ تین قسم کے پڑوں کے خلاف کا ذکر ہوا تھا مگر خلاف چڑھانے کے وقت کے خطبے میں صرف دو کا ذکر کیا گیا یعنی چادر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ یہاں کوئی چادر کاغلاف قبائلی پڑے کی وضاحت کے طور پر ہوا ہے کسی مستقل قسم کاغلاف مراد نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اسی طرح عباسی خلیفہ ہارون رشید نے کہے پر سرشار رشیم کے، سفید رشیم کے اور قبائلی پڑے کے خلاف چڑھانے ہیں۔ خلیفہ ہارون رشیم کاغلاف تہہ ہے کہ ان چڑھانے کاغلاف قبائلی پڑے کا کافر و جب کے معنی کی جائزہ لیتے کہ ان چڑھانے کاغلاف سفید رشیم کاغلاف ستائیس مضائقہ کو چڑھایا کر چاہا۔

بعض علما نے لکھا ہے کہ ان دونوں کے خلاف عباسی خلیفہ متوکل کے زمانے میں بھی چڑھانے لگے۔ پھر خلیفہ ناصر عباسی کے زمانے میں سیاہ رشیم کاغلاف چڑھایا گیا اور آج تک ہر سال اب سیاہ رشیم کاغلاف ہی چڑھایا جاتا ہے۔

خلاف کعبہ کے مصارف کے لئے موقوفہ دیہات۔۔۔ بیت اللہ کے خلاف کا خرچہ ۱۱ دیہات کی زمینوں کی آمدنی سے چلا کیا جاتا ہے یہ دیہات بیسویں اور سترہویں ہیں جو مصر میں قاہرہ کے قریب ہیں۔ ان ۱۱ دیہات کے مصلحتیں اسامیل ابنی ناصر محمد ابنی قزوان نے ۱۰۷۵ء کے قریب کہے کے لئے وقف کیا تھا اب ان میں اور دیہات کا اضافہ بھی ہو گیا ہے۔

بہر حال حاصل یہ ہے کہ زیادہ مضبوط قول کی بنیاد پر سب سے پہلے جس شخص نے کہے پر خلاف چڑھایا وہ شیخ تیسری ہیں جیسا کہ بیان ہوا ہے اسلام کے زمانے سے نو سو سال پہلے کی بات ہے۔

ایک قول یہ گزرا ہے کہ آنحضرت جلّ جلالہ کے چچا حضرت عباسؓ کی والدہ نے بھی ایک والدہ کہے پر رشیم کاغلاف چڑھایا تھا اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عباسؓ اپنے بچپن میں ایک مرتبہ کوٹھکے تھے ان کی والدہ نے اس وقت یہ سنت لی کہ اگر حضرت عباسؓ مل جائیں تو انہیں کہے پر خلاف چڑھائیں گی۔ چنانچہ حضرت عباسؓ مل گئے تو انہوں نے بیت اللہ پر رشیم کاغلاف چڑھایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے بیت اللہ پر رشیم کاغلاف چڑھایا وہ عبدالملک ابن مروان ہے۔ یہ بات ابن اسحاقؓ کی اس روایت سے نقلی ہے جس میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے کہے پر رشیم کاغلاف چڑھایا وہ عباس بن یوسف ہے۔ چونکہ یہ عباس ابن یوسف خلیفہ عبدالملک ابن مروان کا گورنر تھا اس لئے عباس کے خلاف چڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ خود خلیفہ کے حکم سے اور اس کی طرف سے چڑھایا۔

دوسری خلاف کا جو اثر..... امام بخاریؒ سے ایک دفعہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کیا کعبہ پر امیر رشیم کاغلاف چڑھایا جاتا ہے جس میں سونے کے ہار پڑے ہوئے ہیں اور کیا اس خلاف کو لے جانے کے وقت کھانا اگلے جانا جائز ہے؟

امام بخاریؒ نے اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا اور کہہ

کیونکہ کہیں پر قیمتی خلاف چن جانے سے اس کی تعظیم مقصود ہے اور یہ بیش بہا خلاف چن جانے والا اس کے ذریعہ و نیا آخرت میں بہترین اور قیمتی لباس کی قضا کرتا ہے۔ نیز خلاف کہ کو چن جانے کے لئے لے جانے کے وقت اس کو زیارت کے لئے نکلا رکھنا بھی جائز ہے۔۔۔ یہاں تک تمام قیمتی کا کلام ہے۔

کہیں کی سونے سے گولہاں اور انش..... سب سے پہلے جس شخص نے کہیں کے دروازے کو سونے سے اور اللہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کے دروازہ اعلیٰ طلب ہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے زمرام کا کوئی کھانا تو اس میں سے انہیں کھولیں اور سونے کی بریاں تھیں۔ انہوں نے ان کھانوں سے تو کچے کارواڑ دیا اور اس میں ۱۰۰۰ روپے بریاں نصب کر دیں۔ چنانچہ جیسا کہ بیان ہو رہا تھا وہ کہیں کو سونے سے بھلیا گیا۔

پھر اسلام آنے کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے کہیں کو سونے سے بھلیا وہ عبد الملک ابن مروان ہے۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت عبد اللہ ابن زہر ہیں۔ اس نے بیت اللہ کے ستونوں پر سونے کے ہار چنوائے اور خانہ کہہ کی چابیوں بھی سونے کی بنوائیں۔ پھر ولید ابن عبد الملک نے میز اب یعنی بیت اللہ کے پرسلے پر بھی سونا چنوا لیا۔

کہا جاتا ہے کہ ولید نے مکہ میں اپنے گور کے پاس چشتیں ہزار روپہ بیچے تھے کہ اس سے کہیں کے دروازے پر خوب مٹنی پر نالے، کہیں کے اندرونی ستونوں اور اندر کے کونوں پر سونے کا کلام کر لیا جائے۔

اسی طرح ولید نے شہ کے بنے انہیں لے اپنے گور کے پاس اللہ و زہر دیا بیچے تھے کہ اس کے ذریعہ کہیں کے دروازوں اور کونوں پر سونا چنوا لیا جائے چنانچہ اس نے پہلے اس پچھلے سونے کے ہاروں کو ان دروازوں پر سے اتار دیا اور پھر اس کے ساتھ اس کو بھی شامل کر کے دروازوں پر چنوا لیا۔ دروازے کی کیلں، کھڑکیوں اور چر کھولوں پر بھی سونا چنوا لیا۔

پھر مہاشی خلیفہ مقتدر باللہ کی والدہ نے اپنے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ بیت اللہ شریف کے تمام ستونوں پر سونے کے ہار چنوائے چنانچہ اس نے بھی ای ہی کیا۔

مختصر طور پر مرقہ..... حضرت عبد اللہ ابن زہر جب کہیں کی خیریت سے نذرانہ لگے تو انہوں نے اعلان کیا۔ "جو شخص بھی میرا فرماں بردار اور اطاعت کرنے والا ہو وہ اگر مردہ کا احترام پائے۔۔۔ اور جو شخص

ایسی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ ایک سو روپہ نذرانہ کر سکے تو وہ دولت قربان کرے۔ اور اگر اتنی حیثیت نہ رکھتا ہو تو ایک ہزار قربان کرے اور جو اس کی حیثیت بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی گھناؤنی کے مطابق جو صدقہ خیریت کرے۔"

پھر خود حضرت ابن زہر نے سو روپہ خدا کے نام پر نکالے اور انہیں قربان کیا۔ اس خیریت کے عمل ہونے کے بعد جب حضرت ابن زہر نے کہیں کا خوف کیا تو انہوں نے بیت اللہ کے چاروں دروازوں کو سونایا۔

چنانچہ اس کے بعد جب تک بھی ابن زہر کی کرائی ہوئی کہیں کی خیریت پائی رہی اس کے چاروں دروازوں یعنی کونوں کو سونایا جاتا رہا۔ یہ خیریت ابراہیم کے خیریت کے اصل نکاحات پر مبنی تھی۔

حضرت ابن زہر کی شہادت..... حضرت ابن زہر ایک دروازے سے کہیں میں داخل ہوا کرتے تھے اور دوسرے سے نکلا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ شہدہ کر دیتے۔ حضرت ابن زہر کو جان کے لشکر کے ایک آدمی نے ہلاک کیا تھا اس نے ابن زہر کے ایک چہرہ بھائی کی آنکھوں کے درمیان کھاروہ شہدہ ہو گئے۔ اس وقت

حضرت ابن زہر حرم میں تھے۔

عذرات کعبہ پھر پہنچ گئی حالت پر..... حاج ابن ابی سف اس فکر کا پھر قاضی عبد الملک ابن مروان نے حضرت ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا اور عبد الملک ابن مروان نے حاج کو لکھا تھا۔  
 ”عبد اللہ ابن زبیر نے کعبہ کی عذرات کا جو حصہ بڑھایا ہے اس کو اٹھا دو۔“

یعنی اس حصے کو اٹھا دیا جائے تو قبر کے وقت ابن زبیر نے جو عمارت کعبہ میں شامل کیا تھا اور قریش نے جس کو کعبہ کی عذرات سے نکال دیا تھا عبد الملک کے بیٹے کی یہ تقریر اس کے دوسرے قول سے ہوتی ہے جس میں اس نے لکھا تھا۔

”کعبہ کو پھر اسی حد پر لے آؤ جس پر وہ پہلے تھا اور اس ۱۱ سے ۱۲ دروازے کو بھی بند کر دو جو ابن زبیر نے کھولا ہے۔ (۱۱) اور اس ۱۲ دروازے کو پھر زمین سے اتاری اور پھاڑ دو جتنا وہ قریش کے زمانے میں تھا اور باقی عذرات کو بول کے قول پر بند دو۔“

اس کی وجہ یہ تھی کہ عبد الملک یہ سمجھتا تھا کہ ابن زبیر نے یہ سب اضافہ خود اپنی مرضی سے کیا ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نہیں کیا) اس حکم کے جواب میں حاج نے عبد الملک کو لکھا کہ عبد اللہ ابن زبیر نے یہ کئی بنیاد کے تمام دروازے بند کر دیے ہیں۔ (۱) یعنی جو اس کوئی حصہ اور سب کے سر پر اور دوسرے لوگ تھے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

مگر اس کے جواب میں پھر عبد الملک نے حاج کو لکھا۔

”ہم کس معاملے میں عبد اللہ ابن زبیر کی دہائی کے پابند نہیں ہیں۔“

پانچویں اس حکم کے بعد حاج نے اس حصے کو توڑ دیا جو حجر اسود تک بڑھایا گیا تھا۔ نیز اس نے ۱۱ دروازے مغربی دروازہ بھی بند کر دیا جو کعبہ کی پشت پر رکھی ہوئی یعنی دائیں کونے کے پاس تھا کیا تھا ساتھ ہی اس نے اصلی دروازے کی اونچائی میں سے حاج کو کم کر دے اور اس کو اتار دیا۔ پہلی بڑھائی ہوئی قریش کے زمانے میں تھا۔ چنانچہ دروازے کو توڑ دیا جانے کے لئے اس نے اس کے نیچے چار گز سے بڑھ کر اندر دھکیلوں اور دروازے کے اندر کی جانب (نیچے) کرنے کے لئے اس نے ستر میل دھکیلی جو آج تک موجود ہیں۔

اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ :-

جب ابن زبیر کے مقابلے میں حاج کو فتح ہو گئی تو اس نے عبد الملک ابن مروان کو خطا کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ ابن زبیر نے کعبہ میں بڑھایا حصہ بڑھایا ہے جو اس میں پہلے نہیں تھا۔ نیز انہوں نے کعبہ میں ایک بڑا دروازہ بھی کھولا ہے۔

یہ خبر دینے کے ساتھ ہی حاج نے عبد الملک سے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ کعبہ کو پھر اسی حالت پر کر دے جیسا کہ وہ پہلی حالت کے زمانے میں تھا۔ اس پر عبد الملک نے اس کو لکھا کہ وہ مغربی جانب کا تیار دروازہ بند کر دے اور حجر اسود تک کا جو حصہ ابن زبیر نے نبوت اللہ میں بڑھایا ہے اس کو اٹھا دو۔ چنانچہ حاج نے ایسا ہی کیا۔  
حجاج کی ترمیمات..... اس نے ۱۳ حصہ میں سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی عذرات جو گری اس سے پہلے تمام ختم وہی گئی جو ابن زبیر کی جوانی ہوئی تھی اور اس کی بنیاد بھی وہی تھی۔ صرف حجر اسود کے پاس جو حجاب چلایا گیا تھا حاج کا چلایا ہوا تھا اس کے علاوہ دروازے کی چوکھٹ کے نیچے جو چار گز سے بڑھ کر اندر دھکیلوں بھی حجاب کو چھوئی ہوئی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے حجاب اور بنی حجر اور حضرت ابراہیم کے زمانوں میں کعبہ کا دروازہ زمین سے



ہوا تھا جس کو بعد میں قریش نے اپنی قبیر کے وقت لوٹا کر دیا تھا جیسا کہ چنان ہوا اسی طرح وہ حصہ جو مغربی دروازہ کو بند کرنے کے لئے دیا گیا چنان کی قبیر کا تھا یہ دیا لو ان حجروں سے بنائی گئی ہو کبے کے اندر رکھے ہوئے تھے اور جن کو ان ذیور نے رکھا دیا تھا (ی) انہوں نے اس جگہ پر شاید وہ حجر رکھوائے تھے جو قبیر کے لئے گزرا کر استعمال کئے جاتے تھے۔

چنانچہ بعض مستتر حضرات نے لکھے یہ بتایا ہے کہ کئے کے بعض مکانات میں وہ حجر لگے ہوئے ہیں جو عبد اللہ ابن ذیور کے زمانے میں کبے سے لٹکائے گئے تھے کہا جاتا ہے کہ وہ مکان جس میں کبے کے حجر لگے ہوئے تھے طود حضرت عبد اللہ ابن ذیور کا تھا۔

بیت اقدس میں چنان کی یہ قبیر اسی سال ہوئی جس سال حضرت ابن ذیور شہید ہوئے اور حضرت ابن ذیور کی شہادت کے بعد میں ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ جب قباچ ابن یوسف نے حضرت ابن ذیور کا کئے میں حاصرہ کر رکھا تھا چنانچہ سینے تک چادی رہا اور ایک قول کے مطابق سات سینے ستر دن تک رہا تو ایک روز یعنی اپنی شہادت سے دس دن پہلے وہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے پاس گئے اس وقت حضرت اسماء تاجدار تھیں۔ حضرت ابن ذیور نے اپنی والدہ سے پوچھا۔

”ایسا اہل آپ کیسی ہیں؟“

انہوں نے کہا کہ میں تو چادر ہی ہوں۔ حضرت ابن ذیور نے کہا

”حقیقت یہ ہے کہ راحت تو موت ہی میں ہے۔“

حضرت اسماء نے جواب دیا۔

”شاید تم میری موت ہی چاہتے ہو مگر میں اس وقت تک مرنا نہیں چاہتی جب تک میرے پاس تمہارے مصلحتوں میں سے ایک خیر آجائے۔ یا تو یہ کہ تم قتل ہو گئے ہو یا یہ کہ اپنے دشمن پر فتح پانگے تاکہ میری آنکھیں ٹھٹھکی ہو جائیں۔“

پھر جس دن حضرت ابن ذیور شہید ہوئے اس دن بھی وہ حرم میں اپنی والدہ کے پاس گئے۔ حضرت اسماء نے کہا

”میں کی جانب سے کوئی عیال قبول مت کرنا جس سے تمہیں اپنی جان کی طرف سے خوف ہو۔ اس لئے کہ خدا کی قسم عزت کے ساتھ تم کو کاوا رہنا اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ذات کے ساتھ کولوں کی مدد و راحت کی جائے۔“

بنی نازیر کے ساتھیوں کی بیوفائی..... کہا جاتا ہے کہ (اس حاصرہ کے دوران) حضرت ابن ذیور کے اسی دن کے پاس سے نکل نکل کر اور چنان کے پاس جا کر اللہ حاصل کرتے رہے اور چنان ہر ایک کو لایا اور چنانچہ یہاں تک کہ مگر یہ اس جزو آوی لایا کہ چنان کے پاس پہنچ گئے اور اس سے اللہ حاصل کر لی۔ حتیٰ کہ ان لوگوں میں خود ابن ذیور کے ساتھیوں نے خرم وادہ خوب لگی یہاں سے نکل کر چنان کے پاس پہنچ گئے اور اس سے اپنے لئے اللہ حاصل کر لی۔

ایک روز حضرت ابن ذیور پھر اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان سے شکایت کرنے لگے کہ کسی طرح



ایک روایت میں حضرت عثمان کا جواب اس طرح ہے کہ :-

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریشی بھیڑیوں میں سے (یعنی قریشیوں میں سے ایک بھیڑیہ) کا نام عبد اللہ ہو گا جسے میں قتل و قتلہ پھیلائے گا اور اس پر ساری دنیا کے گناہوں کے بوجھ کا تو کاغذ ہر گاہ نہیں لگ سکا۔ یہ حدیث صحیحہ ہے۔"

میرے نزدیک اس روایت میں عبد اللہ سے مراد حضرت امین ذی النہد نہیں ہیں بلکہ حجاج ہے۔ یہ بات بھی کوئی عیب نہیں ہے کہ حجاج قریش میں سے ہو۔ اور یہ کہ علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق میں ہے کہ حضرت عثمان سے یہ بات (حضرت امین ذی النہد) نہیں بلکہ (حضرت امین شیبہ) نے کہی تھی (اور مطہرہ) کی اس بات میں سے ہیں جو قریش کے سخت مخالف تھے اس لئے ممکن ہے اس روایت میں قریش کا قصداً بیان کاغذ ہو۔

(اس حدیث کے محدث حضرت امین ذی النہد کو نہیں ہیں کیونکہ یہ حدیث حرم کی سزا میں قتل و قتلہ پھیلائے گئے ہیں۔ جبکہ ظاہر ہے حضرت امین ذی النہد کا قتلہ ان کے قتلہ سے پہلے نہیں تھا بلکہ انہوں نے یزید کی اور پھر عبد الملک کے قتلہ کی روایت سے بھی اس لئے نکلا کیا تھا کہ وہ بیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق نہیں تھے۔ اور خود ہی کی خلافت کا جو دور ہے اس میں ابن کاہنہ قتل ایک سو من اور زباد ہوا کہہ شخص کا قتل ہے جس کے متعلق آگے تفصیل آ رہی ہے۔ مگر یہ۔)

امین ذی النہد کا زہر مرنے پر :- حجاج ابن یوسف نے حضرت امین ذی النہد کو قتل کیا تھا۔ جب ابن کی والدہ حضرت امینہ سے یہ سنا (جیسا کہ ابن کے سامنے ہی حجاج نے کیا تھا) تو انہوں نے فرمایا :-

"تو مجھ سے ہے۔ خدا کی قسم! (میرا امین ذی النہد) اس وقت نہیں تھا کہ امتحانی روز سے دیکھنے والا عبادت کرنے والا اور ایک پاکیزہ امین ذی النہد۔ میرے میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے اور اس سے دیکھنے والا عبادت کرنے والا تھا جس کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ ہنسے خوش ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کی تنہیک کی تھی یعنی مجھ پر چاہا کہ اس کو کھلائی تھی اور اس دن اس کی پیدائش پر مسلمانوں نے خوشی میں اتنی زور سے کھیر گئی تھی کہ سارا پند شروع ہو گیا تھا۔ واللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک پر عمل کرنے والا تو ہی حفاظہ کے حرم کا حفاظہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عزت پر ہر شخص کو جانتا تھا۔"

حضرت اسماء کے ساتھ حجاج کی گستاخی :- یہ سن کر حجاج نے کہا :-

"تو نام توڑی ہو گئی ہو اور تمہارے دماغ میں خود آگیا ہے۔"

حضرت اسماء نے فرمایا :-

"خدا کی قسم میرے دماغ میں کوئی قوت نہیں ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی کے قتل کے طے سے ایک کتاب یعنی جوہر ایک خوں خور پیدا ہو گا۔ جس تک اس کتاب اور جوہر کے تعلق ہے تو اس کو توہم کہہ چکے ہیں اور وہ ہے خدا امین اور نبی تعالیٰ جو عراق کا گورنر تھا اور جس تک اس کو توہم شخص کا تعلق ہے تو وہ طو غرور اور عالم آدمی توہم ہے۔"

یہ خدا امین ابو عبیدہ ثقفی عراق کا گورنر تھا جب حضرت امام حسینؑ شہید کر دیے گئے تو یہ شیعوں کی اس جماعت کے ساتھ مل گیا جنہوں نے عین موقع پر حضرت امام حسینؑ کو مدد کی تھی اور پھر جب حضرت حسینؑ شہید ہو گئے تو ان لوگوں کو اپنی حرکت پر مذمت اور شرم کی ہوئی۔ چنانچہ آپ انہوں نے قتلہ کے ساتھ مل کر



• ہمارے کسی شخص نے دوسرے کو جان کی مالک نہ بنی اور اس کے بھروسے قتل کر دیا تو قیامت کے دن اس کے لئے نڈھالی کا جہنم اٹھایا جائے گا۔

[illegible]

نام شافعی کی کتاب اٹھاتے جو مسئلہ نقل کیا جاتا ہے وہ شاید اسی حدیث کی غبار پر ہے کہ  
 ایک مسلمان کو اس کا فر کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا جس کو ایمان دہی تھی اور اور پھر کسی مسلمان  
 نے اس کو قتل کر دیا ہو۔

تکڑے لہجے میں قہقہے ہمارے اس کے ساتھیوں کو اگے نہ لے سکا تھا کہ :-

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مجھے کذاب کہتے ہو۔ حالانکہ مجھ سے پہلے نبیوں نے بھی (غوراً)  
 (اللہ) جھوٹ ہوا ہے جبکہ میں ان سے ممتاز نہیں ہوں۔“

مقررین اور عید ثقنی سے کہو ہاتھیں لگیں سر زد ہوئی تھیں جیسی کاجوہاں سے ہوا کرتی ہیں (اور اسی وجہ سے اس نے عید کا عروسی کیا تھا۔ چار چار چہاں نے عید اٹھانے لیا۔ یہ ہے جنگ کرنے کے لئے لشکر چار کیا (اور اس سے حضرت مسیح کے قتل کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا) کیونکہ اس سے پہلے ابن زیاد علی نے حضرت مسیح سے جنگ کے لئے اپنا لشکر چار کیا تھا۔ جس کا جان ہوا کہ یہ ہے تو اس نے یحییٰ عکرم نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا۔ "کل ی تمردا کوچ ہو گا اور کل ی یحییٰ زید کے قتل کی خبر تمہیں مل جائے گی۔"

چنانچہ اگلے دن عیسیٰ صہ اک اس کے پاس اپنی زید کاسر لایا گیا۔ یہ سرحد کے سامنے اکر اڑا دیا گیا۔  
اپنی زید بھی دس عزم کو قتل ہو اسلئے جس حد میں اس نے حضرت امام حسین کو قتل کیا تھا۔  
اس کے یکم عمر بعد ہی یہ حد بھی حضرت عبداللہ ابن ابیہ کے بھائی حضرت صعب ابن زہیر کے  
ہاتھوں قتل ہو کر اپنے انعام کو پہلچا۔ چنانچہ جب یہ صعب اپنے بھائی حضرت عبداللہ ابن ابیہ کی طرف سے  
عراق کے گور نے اپنے توحد کاسر اکر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔  
حضرت مصعب کے جو قول مشہور ہیں ان کا یہ ہے کہ :-

”عجب ہے کہ ایسا تو مبینہ کوئی کس بات پر ٹکھڑا ہو رہا ہے حالانکہ وہ سرتب پیٹاب کے راستے سے گزرا ہے!“ (یعنی ایک دوسرے نطفے کے وقت ہوا ایک دوسرے پیدائش کے وقت)

اس کے بعد ہر یہ تختہ ان ذرا تھل کے گھوڑوں کا سر عبد الملک کی مراد ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے علیہ السلام کو مرغان سے کہا۔

کوئے کا منہ کھولیں۔..... کہ اسیر المؤمنین اس کو ذہ کے غلطی عمل (یعنی گور کے عمل) میں ایک دفعہ داخل ہو ا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ کا سر عید اللہ ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں رکھا ہوا ہے اور عید اللہ ابن زیاد تخت پر بیٹھ ہوا ہے۔ پھر کچھ عرصے بعد میں دوبارہ اس عمل میں گیا تو میں نے دیکھا کہ عید اللہ ابن زیاد کا سر عید ابن ابی عید ثقفی کے سامنے ایک طشت میں رکھا ہوا ہے اور عید ابن زیاد تخت پر بیٹھا ہوا ہے اس کے کچھ مدت بعد پھر میں ایک دروازے میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عید ابن ابی عید ثقفی کا سر حسب ابن زبیر کے سامنے ایک طشت میں رکھا ہوا ہے اور حسب تخت پر بیٹھ ہوئے ہیں۔ کچھ دن بعد گور کے لئے بعد میں پھر ایک بار

اس گل میں کیا تو میں نے دیکھا کہ مصعب ابن زہر کا سر آپ کے سامنے ایک طشت میں رکھا ہوا ہے اور آپ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔!

عبداللہ نے یہ سب کچھ سن کر کہا

”خدا تمہیں پانچ سو سال زندہ رکھے۔“

اس کے ساتھ ہی عیضہ نے اس گل کو اٹھانے کا حکم دے دیا۔

جناح ابن ابی سف۔۔۔۔۔ معز تلامذہ شافعی سے روایت ہے کہ جناح ابن ابی سف کا باپ جب اپنی بڑی کے پاس گیا (اور اس ہم بستری کے تہجد میں جناح جیسے عالم و جابر فقیہ کا صلہ ہوا) تو وہ سو گیا اور اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک پتھر نے دھوا پتھر کو اس سے کہہ دیا ہے۔

”تو نے ایک خوشخوار اور خوش روز فقیہ کا باپ بننے میں بڑی جلدی کی!“

علامہ سہیل ابن عبدی نے لکھا ہے کہ:-

جناح کی ماں جناح کے باپ سے پہلے مطیرہ ابن شعبہ کے نکاح میں تھی جس نے اس کو اس وجہ سے طلاق دے دی تھی کہ ایک مرتبہ وہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد گھر میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکہ ہوئی، انہوں میں خیال کر رہی ہے (مسافر و کو اس کی محبت ہی محبت یہ حرکت اتنی بڑی تھی کہ) انہوں نے کہا۔

”اگر تو رات کے کھائے ہوئے کباب کھال کر رہی ہے تو تو بہت گندی عورت ہے (کہہ کھانے کے پھینے ہوئے لاشوں سے رات بھر تیرا منہ سڑ رہا ہو گا اور اگر تو آج کے کھانے کے بعد کا کھال کر رہی ہے تو تو بڑی فاحش اور بیعت غراب عورت ہے (کہہ کھانے کی سب سے پہلے کھانے پر ٹوٹ پڑی) ان دونوں میں سے جو بھی بات ہو (اس سے تمہاری برائی ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے) میں تجھ کو چھوڑ کر جاؤں۔“

ابن کثیر طلاق ہو جانے پر اس عورت نے (جس کا نام قنودہ تھا) بے سکون کے ساتھ (کہا۔

”خدا کی قسم! تمہارے نکاح میں آنے سے ہمیں کوئی خاص خوشی نہیں تھی اور اب تمہارے سے جدا ہونے پر ہمیں کوئی غم و غم نہیں ہے۔ مگر پھر بھی تمہیں ان غلاموں کے اس وقت میرے مصلحتی تم نے جو کچھ بھی سوچا وہ سب غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے مج انہ کو مسواک کی تھی جس کے ہاتھ دیشے میرے انہوں میں بکھڑے تھے اس وقت میں خیال کے اور پیرہن لکھ رہی تھی۔“

یہ سن کر مطیرہ ابن شعبہ اس کو طلاق دے دینے پر بہت شرمندہ ہوئے۔ چنانچہ وہ اسی وقت گھر سے نکلے تو ابی سف ابن ابی عقیل سے (جو بعد میں جناح کا باپ بنا) اس سے ملاقات ہو گئی۔ مطیرہ نے ابی سف سے کہا۔

”میں اگر تم سے کسی بات کو کہوں تو کیا تم مانو گے؟“

ابی سف نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو مطیرہ نے کہا

”میں نے نئی کیفیت کی عورتوں کی سرور کو طلاق دے دی ہے جس کا نام قنودہ ہے تم اس سے شادی

کر لو تو وہ تمہارے لئے شریف اور نیکو کار عورت ہے گی۔“

اس پر ابی سف ابن ابی عقیل نے اس سے شادی کر لی جس سے اس کے یہاں جناح پیدا ہوا۔

کتاب نیاؤ الخلیفہ میں یہ ہے کہ یہ عورت جناح کے باپ سے پہلے اپنے ابن ابی سف کے نکاح میں

تھی۔ یہاں تک حیات خلیفہ کا حال ہے۔

اس سے کوئی اشکال نہیں ہوتا ممکن ہے اس عورت کا علاج ان چیزوں سے ہو اور اور اُسے اپنی اہلیت سے اس کی شادی مطہرہ یعنی شعبہ سے پہلے ہوئی ہو۔

جہاں تک اس عورت کو خفیہ عیبت کی عورتوں کی سرور کہنے کا حقیق ہے۔ یہ بات بظاہر درست نہیں ہے کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک شہوت پند عورت تھی۔ ایک دفعہ یہ کچھ شہوت انگیز شعر پڑھ رہی تھی جن میں کایک مصرعہ یہ ہے کہ : سدا

عَلَّ مِنْ سَيْلِ ابْنِ عَمْرِو قَاسِرُهَا

ترجمہ :- کیا کسی طرح کہیں سے شرب ل نکلتی ہے کہ میں اپنی سرور۔

اس واقعہ کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت وہاں سے حضرت عمر فاروقؓ بھی گزر رہے تھے (اور انہوں نے بھی اس کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تھا چنانچہ اس کو خفیہ عیبت کی عورتوں کی سرور یعنی ایک شریف عورت اس لئے بھی نہیں کہا جاسکتا کہ چراغ کو ان لٹائیے یعنی ایک شہوت پند عورت کا چنا کہ کہ شرم اور عار دلائی جاتی تھی۔

(اس کے بعد پھر عبداللہ ابن زہیرؓ کے حقیقی بہن کرتے ہیں کہ بسب تک حضرت عبداللہ کی لاش سولی پر لٹک رہی تھی ان کی والدہ یہ کہتی ہیں۔

مے اللہ ایچے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ میں اس کی لاش سے اپنی آنکھیں نہ کر لیتی ہوں۔

پھر حضرت عبداللہ کے بھائی زہیرؓ ابن زہیرؓ علیلہ عبداللہ ابن مروان کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے بھائی کی لاش کو سولی پر سے اتر لے (اور دفن کر لے) کی اجازت دے دے۔ چنانچہ علیلہ نے اجازت دے دی اور اسے لٹکوا دیا۔

حضرت ابن زہیرؓ کو قتل دینے والے کا بیان ہے کہ (ایک عرصے تک لاش وہاں لٹک رہی تھی کہ وہ سے جسم اس قدر مٹی چکا تھا کہ۔

”ہم ان کے جس عضو کو بھی پکارتے تھے وہ ٹھیکہ ہو کر ہاتھ میں آجاتا تھا اس لئے ہم اس عضو کو قتل دیتے اور اس کے بعد کہیں میں رکھا دیتے تھے۔“

(قتل کے بعد) حضرت عبداللہ کی والدہ آنکھیں اور انہوں نے بیٹے کے جنازے پر نواہز دی۔ پھر کچھ عرصہ ان بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ بات کتب استیعاب میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے سوان کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اسی دوسرے قول کو مشہور فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ کی والدہ کی عمر سو سال کی ہوئی مگر ان کے دانت ٹوٹنے اور زبان کے ہوش و حواس خراب ہوئے۔

ابن زہیرؓ اور ابن صفوانؓ کے سر دینے میں..... حضرت ابن زہیرؓ کے ساتھ ۵۰ چالیس دوسرے کوئی بھی گل کے گلے جن میں ایسے بھی تھے جن کا خون جات کیسے کے اندر بہلا گیا۔ ان ہی لوگوں میں عبداللہ ابن صفوانؓ ابن اسے بھی تھے۔ ان کو اسی دن قتل کیا گیا، جس روز حضرت ابن زہیرؓ قتل ہوئے۔ قتل کے بعد ان کا اور حضرت ابن زہیرؓ کا سر کاٹ کر چھانچنے دینے پہنچ دیا۔ جن ان دونوں کے سر ایک جگہ نصب کر دیئے گئے۔ ان

لوگوں نے دونوں کے سر اس طرح قریب قریب رکھے جیسے دونوں آپس میں سر گوشیاں کر رہے ہوں۔ اس کو دیکھ کر لوگ جتنے اور مذاق جانتے۔ اس کے بعد وہاں سے لوگوں نے یہ دونوں سر خلیفہ عبدالملک ابن مروان کے پاس بھجوا دیئے۔

جب حضرت عبداللہ ابن زبیر کا سر خلیفہ عبدالملک کے سامنے لے جا کر رکھا گیا تو وہ جہد میں گر گیا اور اس نے کہا:-

خدا کی قسم! یہ شخص مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا اور مجھے سب سے زیادہ اس سے محبت تھی لیکن سلطنت کا اعلیٰ دست براہ راست (کی) یعنی آدمی اپنے بیٹے اور بھائی تک کو سلطنت کے لئے قتل کر رہا ہے اور جب وہاں کر رہا ہے تو ان دونوں کے درمیان میں سے صلہ رحمی کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔

آگے بیان آ رہا ہے کہ عبدالملک نے حضرت ابن زبیر کی قبر میں کبھی اور اس لشکر کے امیر کو مرزاش کی قسمی جس کو جہاد کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے عبداللہ ابن صفوان سے کہا تھا (جب کہ وہ دشمن کے مقابلے میں باجوس ہو گئے تھے)۔

”میں تمہیں اپنی رحمت اور اطاعت کی پابندی سے آواز کرتا ہوں اور تم جہاں بھی جانا چاہو جاسکتے ہو۔“

عبداللہ ابن صفوان نے جواب میں کہا تھا۔

”میں صرف اپنے دین کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔“

یہ عبداللہ ابن صفوان ایک سحرناظر، شریف، بااثر، نرم دل اور فیاض آدمی تھے جب ان کو قتل کیا گیا تو یہ بہت اللہ کا پروہ نکلائے ہوئے تھے۔ یہاں یہ احتمال ہو رہا ہے کہ حرم کا امیر ملاحتی کا گھر کہا گیا ہے۔

ابن زبیرؓ اور بنی عباسؓ..... پیچھے بیان ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر باعلاق اور ہمدرد آدمی نہیں تھے اس بات کی وہ کسی یہ واقعہ تھا ہے کہ ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔

”لوگ ظلم کی تلاش میں حضرت عباسؓ کے بیٹے عبداللہ کے دروازے پر جاتے ہیں اور کھانے کے لئے ان کے بھائی عبداللہ کے دروازوں پر جمع ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک لوگوں کو دین سکھاتا ہے اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھاتا ہے۔ ان دونوں نے آپ کے لئے اعزازی کوئی بات نہیں سمجھائی۔“

یہ سن کر حضرت ابن زبیرؓ نے ایک شخص کو بلا کر حکم دیا کہ۔

”مہمان کے بیٹوں کے پاس جاؤ اور ان دونوں سے کہو کہ امیر المؤمنین حمیسؓ حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے کہیں چلے جاؤ ورنہ تمہارے ساتھ میرا یا بھائی کا کیا جانے گا۔“

چنانچہ دونوں کہ بھراؤ گر خانک چلے گئے۔

تشریح..... (اس واقعہ کو باعلاق کا نام نہیں دیا جانا چاہئے کیونکہ اس میں حکومت کی جگہ اور قتل کی مصلحت بھی چھپا ہوا ہے اس طرح کسی شخص کی عام محبوبیت اور مقبولیت سے آگے چل کر حکومت کو خطرہ بھی



فحش آسکتا ہے اور پوری قوم اور ملک کے لئے کسی جاتی کا فحش نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ حضرت ابن عباسؓ کے حلق پر بات نہیں سوجی جا سکتی مگر جو لوگ ان کے نزدیک مستحق تھے ان کی تعداد بڑھتی تو وہی ہم پر ایک نیا حکم جاننے کی کوشش کر سکتے تھے جب کہ مسلمانوں میں کئی فحش اور خود بڑی بھی ہو رہی تھی۔ لہذا اگیا جاسکتا ہے کہ ایسی کسی صورت حال کی فحش بندی کے طور پر حضرت ابن ذریرؓ نے ان دونوں حضرات کو کئے سے باہر بھیج دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک قول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے سے صرف اس لئے چلے گئے تھے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد

—

وَمَنْ قَرَّبَ قَدْرًا بِالْحَدِّ بَطُلًا فَلْيَقْ مِنْ غَلَبِ الْبَلْبِ ۝ اسورہ نوح ۳۲

ترجمہ :- اور جو شخص اس میں کچھ حرم میں کوئی خلاف دین کا قصد عظم یعنی شرک و کفر کے ساتھ کرے گا تو ہم اس کو غلبہ و روٹاک کا اجر دیکھا کریں گے۔

چنانچہ علامہ علی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں :-

جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام سوسوں اور خیالات کو معاف فرمادیتا ہے جو ہند سے دونوں میں آتے اور گزرتے رہتے ہیں سوائے ان کے میں پیدا ہونے والے ایسے خیالات اور سوسوں کے (جن سے حرم کی سر زمین میں فتنہ پیدا ہو سکتا ہے) کیونکہ شریعت میں نکلیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان سے جو جب طلب کرے گا جو حرم کی سر زمین میں کسی نئے اور خلاف دین بات کا دعویٰ کرے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے طاغوت جا کر رہنے کا یہی سبب تھا جو انہوں نے اپنی اختیار کے طور پر کیا تھا کہ ممکن ہے ان کے دل میں کسی قسم کے دوسرے اور فطرت آئیں (کیونکہ یہ بات کوئی کے اختیار اور اس میں نہیں ہے کہ وہ خیالات کو اپنے دل سے نکال سکے (ان پر عمل کرنا اور نہ کرنا تو اختیار ہی بات ہے مگر خیالات اور سوسوں کے دل میں پیدا ہونے پر کوئی کا اختیار نہیں ہے)۔

بنی عباسؓ خویشوں کا مرکز..... بعض سوتلوں نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں کے میں یہ کہا جاتا تھا کہ ”جس شخص کو (یعنی خویشوں یعنی) فقہ یعنی علم دین اور حسن و جمال اور سخاوت دیکھنے کی خواہش ہو تو عباسؓ کے گھر چلا جائے کہ وہاں حسن و جمال تو افضل ابن عباسؓ میں نظر آئے گا۔ سعادت عبداللہ ابن عباسؓ میں نے کی اور فقہ یعنی علم دین عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس ملے گا۔“

جناب و کعبہ کے متعلق ابن ذریرؓ کی تصدیق..... (قال) جس سال خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے حج کیا یعنی ۷۷ھ میں تو (کہنے کی ان خیالوں کے متعلق جن پر حضرت ابن ذریرؓ نے قیصر کی قیدی اور عبدالملکؓ نے اس اضافہ کو قبول نہ کرتے ہوئے بلکہ کعبہ سے باہر کر دیا تھا) کعبہ نے خلیفہ سے کہا۔

”میں اس حدیث کے حلقہ ابن ذریرؓ کا گواہ ہوں جو انہوں نے اپنی خاک حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سنی تھی (کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر صدی قوم کا اسلام ابھی آج نہ ہو رہتا ہوتا تو میں کعبہ کی سزاوارہ عادت کو توڑ کر وہاں سے باہر اس جے کو اس میں شامل کر دیتا۔ قریش نے چوہے کی کئی کئی وجہ سے مجھ کو دیا تھا۔ (حضرت ابن ذریرؓ نے اسی حدیث کی بنیاد پر کہنے کی عادت میں اس جے کا اضافہ کر دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق کہے میں روزانہ سے ملنے تھے جسے عبدالملکؓ نے قسم کر لیا تھا)۔“

عبدالملک (جو یہ سمجھتا تھا کہ یہ اضافہ حضرت ابن زبیرؓ نے خود اپنی مرضی سے کیا تھا یہ کوئی سن کر حیران ہو اور اسے ماننے پر مجبور تھا۔

”کیا تم نے خود حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث سنی تھی؟“

حرف لے کر کہتا ہوں:۔

یہ سن کر عبدالملک تو بڑی سوچ بچار کے انداز میں اپنی چوڑی سے زمین کرید کر پھر پھر پھر لگا۔

”میری خواہش تھی کہ میں ابن زبیرؓ کو پھوڑوں اور حملہ کیا جائے۔“

ایک روایت میں ہے کہ عبدالملک نے کھان کو لکھا تھا کہ میری خواہش ہے کہ تم ابن زبیرؓ کو پھوڑو اور حملہ کر دو۔

یہ بات اس قول کے مطابق ہے جو علامہ ازہریؒ کی تاریخ میں ہے کہ:-

عبدالملک ابن مروان کی مخالفت کے زمانے میں ایک ہادیہ حضرت اس کے پاس گئے تو حلیفہ نے اس سے

کہا

”میرا خیال ہے کہ اب خوب یعنی ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے حدیث نہیں سنی تھی جس کے

مقتضیٰ حقیر کہہ کے وقت دعویٰ کرتے تھے کہ میں نے اس سے سنی ہے؟“

اس پر حرف لے کر کہتا

”حدیث تو خود میں نے بھی حضرت عائشہؓ سے سنی ہے۔“

عبدالملک نے کہا کہ کیا تم نے خود یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے سنی ہے؟ (تو حرف لے اس کا اقرار

کیا)۔

اس بارے میں ایک روایت تاریخ میں بھی ہے اور حضرت عائشہؓ کی اس مذکورہ حدیث کو ابن

زبیرؓ سے بیان کرنے میں اس روایت سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

”اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ زیادہ قریب کا نہ ہوتا تو میں کہے کہ وہ بدواں ہیں پتیلوں پر خیر کرنا جو

ابراہیمؑ کی رکھی ہوئی ہیں۔“

حضرت عائشہؓ کی سنت..... ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے متعین تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا تو وہ کہے کے اندر دو رکعت نماز پڑھیں گی۔ چنانچہ جب کہ حج ہو گیا اور

رسول اللہ ﷺ حج و عمرہ یعنی آخری حج کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے

دو فراسٹ کی کہ رات کے وقت ان کے لئے بیت اللہ کو کھول دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ ان کو کھول دیا۔ (جو کہ

کے کلید بردار تھے) آنحضرت ﷺ کے پاس بیت اللہ کی کھلی لے کر آئے اور عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! مجھے کہ رات کے وقت کبھی نہیں کھولا جاتا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اسے مت کھولو اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کا ہاتھ پکڑ کر

انہیں حجر اسود کے حصے میں لے کر داخل ہوئے اور ان سے فرمایا۔

”یہاں اللہ پڑھ لو اس لئے کہ عظیم یعنی حجر اسود کا حصہ بیت اللہ کا ہی حصہ ہے مگر تمہاری قوم یعنی

قریش کے پاس چرنگ حلال روپے کی کی ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے اس سے کویت اللہ سے باہر ہی چھوڑ دیا (یعنی اصل بنیاد سے کم سے میں قصیر کی ہاگر تہذیبی قوم کا جاہلیت کا زمانہ زیادہ قریب نہ ہوتا تو میں کہے کی اس قصیر کو قزوین اور ابراہیم خلیل کے شکایت کو نکال کر حلیم کے سے کویت اللہ میں شامل کر تاہو ورنہ اس کی چرنگ کو ذہن میں سے نہ کر کہ نکال کر اس میں آئندہ سال تک نہ ہوا تو میں یہ کام ضرور کروں گا۔

مگر اگلے سال تک رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور آپ کے چادوں خلفاء کو ملک کے انتظامات سے اس کی فرصت نہ مل سکی۔

تشریح..... تو کیا آنحضرت ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ کہے کا جو حصہ قریش کے زمانے میں پہلے کی تھی وہ چرنگ سے عمارت سے باہر نہ گیا اس کو دوبارہ عمارت کے اندر لینے کے لئے کہے کی عمارت کو قزوین کے باہر سے چلایا جائے مگر آپ نے اس خیال سے ایسا نہیں کیا قریش ابھی سے نئے سلطان ہیں۔ جاہلیت کو زیادہ وقت نہیں گزر اس لئے کہے کو قزوین سے دوبارہ نہ ہو جائیں کیونکہ یہ قصیر قریش کی بنائی ہوئی تھی اور اس کو دوبارہ اس سے بڑا عمارت سمجھتے تھے اس لئے غلط فہم کہ ان پر اس کا عقائدہ عمل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابن زبیرؓ نے جب کہے کی قصیر کا کاروبار کیا تو چرنگ انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث سن رکھی تھی جس سے آنحضرت ﷺ کی اس خواہش کا حق کو چرنگ تھا اس لئے انہوں نے اس سے کہے میں شامل کرنے کا کاروبار کیا۔ اگرچہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے اس کاروبار کی مخالفت کی مگر حضرت ابن زبیرؓ نے یہ قصیر گرائی اور ان ہی اصل بنیادوں پر کر لائی جو ابراہیم کے زمانے کی تھیں مگر جب عبدالملک ابن مروان کا زمانہ آیا تو اس نے پھر کہے کی قصیر کو تعمیل حالت پر لایا دیا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ابن زبیرؓ نے یہ اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے حضرت عائشہؓ سے انہوں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔

کتاب بیوان الاثر میں ہے کہ پھر عبدالملک نے اس قصیر کو دوبارہ اور ان بنیادوں پر بنایا جن پر یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھی۔

مگر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حجاج نے صرف دو دو روپے کی تھی جو جبر اسور کے پاس ہے۔ اسی طرح ایک دو روپے کے دروازے کے نیچے خالی جس سے دروازہ لٹکا ہوا کہ اسی حالت پر ہو گیا تھا جس پر دو دروازے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا اور ایک زینہ چلایا اور دروازے سے داخل ہونے کے بعد اندر اتارنے کے لئے تھا۔

جہاں تک اس منی کا تعلق ہے جو اندرونی حصے میں بھری گئی اس کے متعلق ممکن ہے کہ دو ہی معنی ہوگی جو حضرت ابن زبیرؓ نے قصیر کے وقت نکلائی تھی اور جو اسی حالت میں چڑی دی ہوگی جسے حجاج نے واپس بھر دیا مگر یہ بھی ممکن ہے کہ دو دوسری سخی دی ہو۔ مگر مجھے اس بارے میں کہیں بھی کوئی تفصیل نہیں ملی۔ اسی طرح حجاج کی قصیر کا ایک حصہ دروازہ ہے (جو اس نے کعبہ میں بحرہ کے لئے استعمال کیا تھا اور) جسے حضرت ابن زبیرؓ نے کہے کی بنیادوں کے آداب میں سے نکال لیا تھا اس سے پہلے قریش نے جب کہے کی قصیر کی تھی تو انہوں نے عمارت کی مضبوطی اور پائیداری کے خیال سے یہ دروازے کی بنیادوں میں بھر دیا تھا۔

عبدالملک ابن مروان کا ایک دو روپے..... (عبدالملک ابن مروان کے حلیے میں ایک ایک بات یہ ہے کہ اس کی مخالفت سے پہلے ایک شخص کہتا ہے کہ میں اس لشکر کا امیر تھا جو زید نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے جنگ کے لئے لے کر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ میں روانگی سے پہلے دینے میں مسجد نبوی ﷺ میں گیا (جہاں عبدالملک

ابن مروان موجود تھا، میں اس کے برابر جا کر بیٹھ گیا۔ عبدالملک نے مجھ سے پوچھا:  
 ”کیا تم میں اس لشکر کے امیر ہو؟“  
 میں نے کہا: ”ہاں۔“ تو اس نے کہا:

”خیر! غائب ہو گیا تو جانتا ہے کہ تو کس شخص کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے؟ تو اس شخص کے مقابلے میں جا رہا ہے۔ جو مدینہ میں ممتاز مسلمانوں کے یہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے عواری یعنی چالیس لاکھ کا بیٹا ہے (کیونکہ عبداللہ کے والد حضرت زبیرؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کے عواری یعنی ہم لکھیں اور چالیس لاکھ ہوتے ہیں اور میرے عواری زبیرؓ ہیں) اور ذات اہل بیت یعنی حضرت اہل بیت ابو نکر صدیقؓ کے بیٹے ہیں۔ (ذات اہل بیت میں زبیرؓ اور زبیرؓ کی اولاد حضرت اہل بیت کا لقب تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہجرت کے وقت عارِ خود میں دیا تھا اس کی تفصیل ہجرت نبوی کے سلسلے میں آگے آئے گی) اور اس شخص کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے جس کا خلیفہ خود رسول اللہ ﷺ نے ہی تھا۔ (خلیفہ کا مطلب ہے کہ بیٹے کی پیدائش کے بعد مجبور چاہے کہ اس کے منہ میں ڈالا جیسا کہ عرب کا دستور تھا حضرت ابن زبیرؓ کے منہ میں آنحضرت ﷺ نے خود مجبور چاہے کہ اس کی قسم، اس شخص ایسا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے پاس پہنچو تو اس کو زندہ دلہا پڑاؤ کے اور اگر دلت کے وقت پہنچو تو اس کو لڑاؤ کا ہتھیار پڑاؤ کے۔ پس اگر مدینہ لوٹنا کے لوگ بھی اس کو قتل کرنے کے لئے دو جس کے قتل خدائی میں سب ہی کو جہنم میں بھجوا دے گا۔“

دوسرا روپ..... عبدالملک نے زبیرؓ کی مخالفت کے زمانے میں ابن زبیرؓ کے مقابلے کے لئے بھیجے جانے والے لشکر سے قویہ کہا جن کا سپہ خود طیبہ ہو گیا تو اسی شخص کا ہے کہ خود عبدالملک ابن مروان کی طرف سے ایم چنان کی سربراہی میں لشکر لے کر ابن زبیرؓ سے جنگ کے لئے نکلا اور ان کو قتل کیا۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے اپنی مخالفت سے پہلے ایسا ہی زبیرؓ کے لشکر کو ابن زبیرؓ سے جنگ کے لئے لے کر اُس کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا:

”خدا کی پناہ میں کہوں کیا یہ لشکر خدا کے حرم پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے؟“

اس وقت ایک یہودی شخص عبدالملک کے پاس ہی کمز اور اتفاقاً جو ایک بڑا عالم تھا اور یہودی میں مسلمان ہو گیا تو اس نے (عبدالملک کا یہ جملہ سنا تو اپنی کنی عبدالملک کے مذکر کہنے لگا۔

”خدا کے حرم پر چڑھائی کے لئے جانے والا خود تیرا لشکر اس سے بھی بڑا اور کا؟“

خاندان عبدالملک کے متعلق ایک چٹین گوی..... کہا جاتا ہے کہ اسی یہودی کا عبدالملک کی پیدائش سے پہلے ایک دھند عبدالملک کے باپ مروان کے گھر سے گذر رہا تھا تو اس نے کہا تھا:

”اس گھر میں رہنے والے محمد ﷺ کے قتل پر افسوس ہے۔“

اس لئے کہ بعد میں خود مروان تو حضرت عثمانؓ کے قتل کا سبب بنا اور اس کا بیٹا عبدالملک حضرت ابن زبیرؓ کے قتل کا سبب بنا اور محمد عبدالملک کے پوتے زبیرؓ ابن زبیرؓ کی ذات سے بڑے خفاک تھے اور۔

امیر لشکر بننے کے لئے چنان کی خواہش..... حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلے میں جانے والے لشکر پر چنان کو امیر بنانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ اس نے عبدالملک سے کہا تھا:

”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ ابن زبیرؓ کو بڑا اور ان کی کھال سمجھائی اس لئے اس

کے مقابلے پر جانے والے لشکر کو میر کی سالاری میں دے دیجئے۔“

چنانچہ عبدالملک نے اسی کو اس لشکر کا سپرہ داریا اور شاہین کے ایک زبردست لشکر کے ساتھ اس کو روانہ کیا چنانچہ جانے والے لشکر نے کرہن ذیڑ کے مقابلے میں کیا اور تحقیق جینی کو بھیج سے بیت اللہ پر ہجر برسا۔

غضب خداوندی کی علامت اور علاج کی سینہ زوری..... ”جب بیت اللہ پر ہجر برسا جسے تو (مگر سے بدل آئے اور) آسمان میں گرج کے ساتھ بجلی کو مارنے لگی۔ یہ دیکھ کر شام کے پانی خوف زدہ ہونے لگے تو جاننے والے ہیج کر گئے۔

(زبردست) قادر یعنی کے کی گھبراہٹ میں ہی ہوتی ہے جس میں اس شہر کا بچہ ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی علاج خود آکر کو بھیج پر کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے کہنے پر خود بخود کی گئی۔ مگر ہر حملے پر پہلے سے زیادہ بجلی کی گرج اور ہنگ ہوتی رہی تک کہ اس بجلی سے کو بھیج پر قیامت زدہ کوئی ہلاک ہو گئے جس پر شاہی لشکر کے لوگ بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے۔

کیسے پر جاننے کی سنگ پاری اور خلاف کہہ میں آگ..... سوڑ نہیں نے لکھا ہے کہ اس کے باوجود علاج ان لوگوں کو ابھار ہلاک ہجر برسا سے جان چنانچہ کہنے پر ہجر برسا سے جانے سے آفرود کر گیا اور خلاف میں آگ لگ گئی جس سے عمارت کو گئے کی طرح سیاہ ہو گئی۔

یہاں یہ افکار ہوتا ہے کہ (جیسا کہ لوہے کی روایت میں بیان ہوا ہے) مگر اس وقت کی سنگ پاری سے عمارت کہہ کر گئی ہوتی تو وہ بد معنی لگتی ہوتی اور اگر جلی ہوتی تو اس کی مرست کی گئی ہوتی اور اگر ان دونوں میں سے ایک بھی بات ہوتی ہوتی تو روایات میں اس واقعہ (یعنی اس وقت بھی دوبارہ ملنے جانے یا مرست کے جانے) کا ذکر ہوتا کیونکہ یہ ایک نام بات تھی اور اس کا ذکر ملنا ضروری قلم نگار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایوں کو یہاں ملاحظہ ہو گیا ہے اور جہ کے لشکر کے حملے سے کہنے کی عمارت کو جو نقصان پہنچا تھا (جس کے بعد حضرت امین ذیڑ نے دوبارہ تعمیر کرائی) وہاں کو یہ کچھ بیٹھے کہ یہ نقصان علاج کے لشکر سے پہنچا ہے (لیکن جاننے کی شہدائی کے باوجود بیت اللہ کی عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا بلکہ یہ تفصیل شاید اسی موقعہ کی ہے جب جہ کے لشکر نے حملہ کیا تھا۔

علاج اور ایرہ کے درمیان فرق..... یہاں ایک شبہ اور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت علاج اور اس کے لشکر کو بھیجی اس طرح کیوں نہیں کر دیا جس طرح اس نے ایرہ کے لشکر کو دکھایا تھا جبکہ علاج نے کو بھیج کے ذریعہ کہنے پر حملہ کیا؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس موقعہ پر کو بھیج لگانے والوں کا مقصد کہہ کو گرا کر نہیں تھا (بلکہ مقصد امین ذیڑ اور ان کے لشکر کو گھست دینا تھا) جبکہ اس کے برخلاف ایرہ نے خاص کہنے کے خلاف ہی حملہ کیا تھا۔ یہاں بخبرہ حق افکار ہوتا ہے کہ کیا حرم امن کا مرکز ہے۔

بخاری شریف میں حضرت امین عباس سے روایت ہے کہ جب میر سے اور امین ذیڑ کے درمیان لشکر و جلی ہوئی اور امین ذیڑ نے کہنے کے سے نکل کر عاتق چلے جانے کا حکم دیا تو میں نے کہا (کہ ان کا حکم ماننا جس لئے ضروری ہے کہ کہ۔

مکان کے والد ذہیرؓ ہیں، ان کی والدہ امائدہؓ ہیں، ان کی خالہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں، ان کے نانا حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، اور ان کی دلدلی حضرت منیرہؓ ہیں۔  
ایک روایت میں ان کے القاد یہ ہیں۔

”جہاں تک ان کے والد کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ اور ہاں ٹکرتے مولیٰ ہیں حضرت ذہیرؓ جہاں تک ان کے نانا کا تعلق ہے تو وہ عمارؓ اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ مولیٰ ہیں حضرت ابو بکرؓ جہاں تک ان کی والدہ کا تعلق ہے تو وہ ذاتِ انصاریہ ہیں۔ مولیٰ ہیں حضرت امائدہؓ۔ جہاں تک ان کی خالہ کا تعلق ہے تو وہ ام المومنین تھیں۔ مولیٰ ہیں حضرت عائشہؓ۔ جہاں تک ان کی بیوی کا تعلق ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی (سب سے پہلی) شریکہ زندگی ہیں۔ مولیٰ ہیں حضرت خدیجہؓ۔ اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی بیوی ان کی دلدلی تھیں۔ مولیٰ ہیں حضرت صفیہؓ۔ بخارہ اس کے علاوہ بیٹھ پا کہہ سلطان رہے ہیں اور قرآن پاک کے قاری ہیں۔“

انہی ذہیرؓ کی قتل برکتے میں آؤ، کیا..... جب حضرت عبداللہ بن ابی قحسؓ ہوا تو سارا کدو نام کدو بن گیا اور لوگ کدو بنا کر کھاتے۔ تاج نے نورانی لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ دیا، میں اس نے کہہ:

”بے شک ان ذہیرؓ اس امت کے بہترین لوگوں میں سے تھے مگر وہ اپنی ہی کے ساتھ حق اور سچائی کے مقابلے میں لڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تو تم کو اپنے ہاتھ سے جلا کر اس میں روح ڈالی اور انہیں جنت میں رہنے کو جگہ دی۔ مگر وہ انہوں نے ظلم کی تو اس ظلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے نکال دیا۔ اور تو تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً ان ذہیرؓ سے زیادہ مرتد اے تھے۔ اور جنت کی حرمت کیجئے سے بھی زیادہ ہے۔ میں تم اللہ کو یاد کرو، تمہیں یاد کرے گا۔“

انہی ذہیرؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی چشمیں گھٹی..... رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشاندہی میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان ذہیرؓ پیدا ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا:

”یہ وہی ہے۔“

انہی ذہیرؓ کی والدہ جو اس وقت ان کو دیکھ رہی تھیں یہ سن کر چونک اٹھیں اور انہوں نے دیکھا: ۱  
بند کر دیا اور آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئیں (آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”اپنے آنسوؤں سے ہی کسی گراس کو سیراب کرتی رہو۔ یہ بھیڑیوں کے درمیان ایک بھیڑ ہے۔ وہ بھیڑ بے کپڑوں میں ہیں (یعنی بھیڑ کی کھال میں پیچے ہوئے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے) یقیناً یہ بیت اللہ کی حفاظت کرے گا اور اس کے لئے جان دے دے گا۔“

(یہاں حضرت ذہیرؓ کو بھیڑ سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان کے دشمنوں کو بھیڑ بنا کیا گیا ہے اس کے متعلق تحریر تارکے ہوئے کہتے ہیں۔)

کتاب حیات النبیؐ میں ہے کہ عرب جب کسی شخص کی تریف کرتے ہیں تو اس کو بھیڑ کہہ دیتے ہیں اور جب کسی کی برائی کرتی ہوئی ہے تو اس کو تیش (جنگلی بکر) کہتے ہیں۔

تاجؓ سے رعایا کی بیخ لڑی۔ کیا جاتا ہے کہ حضرت امین ذہیرؓ کے قتل کے بعد تاجؓ نے کیا اس وقت اس نے اپنے ہجر سے پر غاب ڈالی ہوئی تھی (مکمل ہے گرد و غبار سے بچنے کے لئے ڈھلنے کی طرح ہجر سے پر کپڑا

لیٹ دکھا ہوا کہ اپنے سے باہر اسے ایک بوڑھا شخص، جس سے حجاج نے دینے والوں کا حال پوچھا، بوڑھے نے کہا۔

”بہت برا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عورتی بیٹی یہاں ٹکر کا بیج قتل کر دیا گیا۔“

حجاج نے پوچھا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے تو بوڑھے نے جواب دیا۔

”آئی فاجرہ اور یمنین حجاج نے اس پر بہت جلد خدا اور اس کے رسولوں کی لعنتیں ہوں۔“

وہ یہ سن کر سخت غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا۔

”تو بوڑھے۔ اگر تو حجاج کو دیکھے تو پہچان لے گا۔“

بوڑھے نے کہا

”ہاں اللہ تعالیٰ اسے کوئی بھلائی نہ دکھائے اور اسے کسی برائی سے نہ بچائے۔“

یہ سنتے ہی حجاج نے اپنی ٹکب احمد زلیہ اور کہنے لگا۔

”جیسے اسی وقت معلوم ہو رہا ہے جب ابھی حمران بن ہاشم نے آئے گا۔“

جب اس بوڑھے کو معلوم ہوا کہ یہی حجاج ہے تو اس نے کہا

”میں حجاج اب بڑی گریب بات ہے۔ میں اٹھاں شخص ہوں اور مجھے روزانہ دن بھر میں پانچ دھڑکناں کا

دورا چلنا ہے۔“

حجاج نے کہا۔

”تھاک جلد خدا تجھے اس کے بعد ہونے والے دنوں کے دورے ابھی اچھٹ کرے۔“

اس شخص کا حجاج کے ہاتھوں سے بچ کر صحیح سلامت نکل جانا ایک حیرانک بات ہے اس لئے کہ حجاج کا

کسی شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے بھراس کو چھوڑنا ایک ایسا لائق ہے جس کی مثال اس کے زندہ کی میں نہیں ملتی۔

حجاج اپنے حلق کا کرنا تھا

”میرا سب سے بڑا شوق اور لذت خون بہانا ہے۔“

حجاج کے خالمانہ مزاج کی اصل۔۔۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب حجاج

پیدا ہوا تو وہ بالی کا دورہ نہیں بکڑ رہا تھا اس کے ماں باپ اس بارے میں پریشان تھے کہ ان کے سامنے شیطانی

حرف ایسا لگتا کہ قتل میں آیا ہو عرب کا مشہور طبیب تھا اس نے کہا۔

”اس کے لئے ایک سیل جنگلی بکر اڑا کر اور اس کا خون اس کے منہ میں ڈالو اور وہی خون اس کے

چہرے پر ملو۔“

اس کے ماں باپ نے ایسا ہی کیا جس کے بعد حجاج نے بالی کا دورہ بکڑ لیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اس کے پاس عذابی فرقہ کی ایک عورت کو لایا گیا۔ حجاج جب اس سے بات کر

رہا تو وہ اس کی طرف دیکھتی تھی اور اس کی بات کا جواب ہی دیتی تھی۔ آخر حجاج کے ایک مصاحب نے

اس سے کہا۔

”میرا تجھ سے ہم کام ہیں اور تو ان سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔“

اس عورت نے کہا۔

”مجھے اس کوئی کی طرف دیکھنے سے شرم آتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے کینہہ نہیں فرماتا۔“  
(تو ان یہ بات سن کر غضب ناک ہو گیا اور اس نے اس عورت کے حلقے ٹکھ دیا جس پر اسے قتل کر

دیا گیا۔

جن لوگوں کو توحان نے بے سبب اور ظلم سے قتل کیا ہے ان کی تعداد بے شمار ہے مگر یہی تو وہ ایک لاکھ تیس  
ہزار تھیں۔

(حضرت ابن زبیرؓ کے قتل کے بعد ایک حضرت عبداللہ ابن عمر فاروقؓ حضرت اسحاقؓ کے پاس  
تقریب کے لئے گئے اور ان کو میری تحقیق کی قوائیوں نے کہا۔

”مجھے سب سے کیا چیز روک سکتی ہے کیونکہ سنی ابن ذکر کیا کا سر بنی اسرائیل کی بدکار عورتوں  
میں سے ایک عورت کے سامنے چہ میں بیٹھ گیا کیا تھا اور اس کے حلقے حدیث میں آیا ہے کہ وہ عورت سب  
سے پہلے جہنم میں داخل ہو جائے گی۔“

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا واقعہ

تشریح..... حضرت یحییٰ ابن زکریاؑ کے جس واقعہ کی طرف یہاں مؤلف نے اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل حرم  
ہذا کا ابوالفضل سے یہاں پیش کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰؑ "حضرت زکریاؑ کے بیٹے تھے۔ یہ حضرت یحییٰؑ حضرت یحییٰؑ کی والدہ مریمؑ کے حلال زکو  
ہوائی تھے (یعنی حضرت مریمؑ کی والدہ جن کا نام حدیث قوادہ اور حضرت یحییٰؑ کی والدہ جن کا نام عیسیٰ تھا انہیں میں  
مٹی نہیں تھیں اور اس طرح حضرت زکریاؑ یحییٰؑ کے رشتے میں باپوں ہوتے تھے۔ زکریاؑ کو کم عمری ہی میں اللہ  
تعالیٰ نے موت عطا فرمادی تھی چنانچہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مہلت کی طرف جانے لگے۔

حضرت یحییٰؑ باپوں کا لباس پہنتے تھے اور بے اعتدال مہلت گزار ہی کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم  
سوکھ کر سخت ڈبلا ہو گیا تھا۔

اس زمانے میں یحییٰؑ نے (جو خود بھی اپنی شریعت کی تبلیغ شروع کر چکے تھے) یحییٰؑ سے بھلاں کو حرام  
قرار دے دیا تھا اور زکریاؑ جن کی اپنی کوئی مستقل شریعت نہیں تھی اسی شریعت کی تبلیغ کرتے تھے اس وقت  
بنی اسرائیل کا یہ ہارشل تھا اس کا نام ہر دوس قہ اس کی ایک یحییٰؑ تھی جس سے وہ شادی کرنا چاہتا تھا کیونکہ  
یہودی مذہب میں بگے بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز تھا۔

حضرت یحییٰؑ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ہر دوس کو اس بارگاہ سے منع کیا (یہ بات ہر دوس  
کی بھلاں یعنی اس لڑکی کی ماں کو بہت بری لگی کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو ایک ہارشل سے چاہتا چاہتی تھی جس سے  
یحییٰؑ راکھ رہے تھے وہ سنی کی جان کی دشمن ہو گئی اور اس نے ہر دوس سے کہا کہ یحییٰؑ کو قتل کر دو مگر  
ہر دوس اس بات کو مان گیا۔ آخر اس نے وہ ہارشل بھر لیا اور اس واقعہ خود اس لڑکی نے بھی ہر دوس سے یہی کہا اور  
اس سے خفا کرنے لگے۔ آخر ہر دوس نے لڑکی کے کہنے میں آکر یحییٰؑ کو ان دونوں ہارشلوں کے سامنے داغ کر دیا



اور پھر ان کا سر ان کو دے میں پیش کیا۔

پہلی کا قتل حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے سے تھوڑا عرصہ پہلے ہوا ہے۔ عیسیٰ نے اپنی تبلیغ اس وقت شروع کی تھی جب ان کی عمر تیس سال ہو چکی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو تبلیغ کا حکم فرمایا تھا تو حضرت یحییٰ نے ان کو سرگردان میں غوطہ دے کر ہلایا تھا اس وقت عیسیٰ کی عمر تقریباً تیس سال ہو چکی تھی چنانچہ اس کے بعد انہوں نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ تبلیغ کا کام شروع کرنے کے بعد عیسیٰ کل تین سال اس دنیا میں رہے چنانچہ پہلی کا قتل جس وقت ہوا اس وقت عیسیٰ کی عمر تقریباً تیس سال تھی اور اس وقت تک آسمان پر نہیں اٹھائے گئے تھے کیونکہ ان کو موت کے تین سال بعد اٹھایا گیا۔

ضروری لوگ حضرت یحییٰ کو توحید کا موعظ دیتے ہیں۔ (حدیث صحیحہ جلد ۱ ص ۲۳۰) یہ لوگ انحراف میں کھینچا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اپنے قتل کے دن ایضاً اللہ سے کہا تھا۔  
 ”یہ میں آج قتل ہو جاؤں گا مگر تم اپنے لوہے قلم کو مسلمانہ کر لینا کہ عطا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا اس لئے کہ تمہارے بیٹے نے بھی کسی رومی بات کا رونا نہیں کیا اور نہ ہی کسی کوئی بے حیائی کی حرکت کی۔“  
 مگر اس بات میں اشکال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وفات حضرت ابن زبیرؓ کے بعد ہوئی ہے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا انتقال ابن زبیرؓ سے تین مہینے پہلے ہو چکا تھا ان کی موت کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ چلنے لے ان کو اسحق کا تو حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا۔  
 ”تو خود اسحق ہے اور لوگوں پر بلائے آگئی ہے۔“

حضرت ابن عمرؓ کے خلاف چنانچہ کی سزا تھی۔ اس پر چنانچہ کو موت ہو کر آئی چنانچہ اس نے بعد میں ایک شخص کو سزا دیا کہ وہ اپنے نیزے کی آلی کو ذریعہ میں بجالائے اور کسی سوئے ہوئی حضرت ابن عمرؓ کے سر پر رکھ دے چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت حضرت ابن عمرؓ طواف کر رہے تھے۔ (اس شخص نے چلنے چلنے نیزے کی آلی ان کے سر پر رکھ دی۔) مجبوراً مجمع میں ایسی بات ہو کر گیا بھی نہیں جاسکتا) طوفان اس کے بعد اسی دن حضرت ابن عمرؓ چلے گئے اور چھوٹوں میں سے ان کی وفات ہو گئی۔  
 جب وہ چار ہوئے تو خود چنانچہ بھی ان کی حوالہ دہی کے لئے ان کے پاس گیا اور پوچھنے لگا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔ چنانچہ نے کہا۔

”خدا مجھے ہلاک کر دے اگر میں نے اس شخص کو قتل نہ کیا۔“

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

”تو اس شخص کو قتل نہیں کر سکتا۔“

چنانچہ نے (انجیل میں کریم) پر جھانک کر۔ ”تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

”میں نے خود تو نے ہی اس شخص کو اس بات کا ٹھکانہ بنایا۔“

حضرت ابن عمرؓ کا پہلی سزا میں یہ جملہ گزرا ہے جو انہوں نے چنانچہ سے کہا تھا کہ تو خود اسحق ہے اور لوگوں پر بلائے آگئی ہے۔ اس سے ان کا اثر دلچسپہ اللہ عز و جل حضرت عمر فاروقؓ کے ایک قول کی طرف تھا جس کا احوال یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کو (اپنی خلافت کے زمانے میں) یہ معلوم ہوا کہ عرقی کے لوگوں نے اپنے گورنر کو (جسے حضرت عمرؓ نے مقرر کیا تھا) کا قتل کر دیا تھا، حضرت عمرؓ نے اسے مقرر سے نکل کر مسجد

نبوی میں تشریف لے گئے اور غدا چھٹے گئے یہاں تک کہ غدا میں بھی امن نہ بھول رہی تھی۔ سلام بھیج کر انہوں نے فرمایا۔

”اے اللہ! ان لوگوں نے (یعنی عراقیوں نے) مجھے مغالطہ میں مبتلا کیا میں تو ان کو بھی جتنا فرماؤں اور جلد ان پر ایک فضیلت نام کو مسلماً فرماؤں جو ان کے درمیان جاہلیت کے زمانے جیسے فیصلے کرے۔ جو نہ بھلائی کرنے والوں کی بھلائی کو قبول کرے اور نہ برائی کرنے والوں سے بد لے۔“

یہ واقعہ تاریخ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔

مگر یہاں میں نے جو تاریخیں کیں ہیں، دیکھا کہ جب حضرت ابن ذرؓ قتل کر دیے گئے اور عبدالملک ابن مروان کی طاقت و حکومت مضبوط ہو گئی تو حضرت ابن عمرؓ نے اس کی بدعت اور عداوت قبول کر لی تھی (جس سے معلوم ہو جائے کہ حضرت ابن عمرؓ کی وفات بعد از پڑے پہلے نہیں ہوئی تھی) اسی بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو علامہ شافعیؒ کی کتابہ الاصل میں ہے کہ:-

حضرت ابن عمرؓ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ کی لاش کے پاس آکر کھڑے ہوئے جب وہ سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے کہا۔

”اے ابو خریبہ! تم پر سلام ہو اللہ کی قسم کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا اللہ کی قسم کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا اللہ کی قسم کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا اللہ کی قسم کیا میں نے تم کو اس سے منع نہیں کیا تھا۔“

حضرت عبداللہ ابن ذرؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس سولام تھے (جو ایسے مختلف اور دروازوں کے ٹکڑوں کے تھے کہ ہر ایک کی زبان تک تھی اور اس کے سولہ زبانیں دوسرا سلام نہیں جانتا تھا جس نے حضرت ابن ذرؓ کو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اسی کی زبان میں بات کیا کرتے تھے) (یہ کتبہ وہ نپاکی بہت سی زبانیں جانتے تھے)۔

مگر یہ بات اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیرت ناک ہو جاتی ہے جو اجابات میں سے کہلاتی ہے کہ عباسی خلیفہ و افق ہائے کائنات و دنیا کی بہت سی زبانیں جانتا تھا یہاں تک کہ ایک قول ہے کہ وہ چالیس زبانیں جانتا تھا اور ان میں سے تکلیف بات چیت کر سکتا تھا۔

ایک واقعہ تاج ابن اسفؒ حضرت ابن ذرؓ کے بھائی عمرہ ابن ذرؓ سے کسی بات پر الجھ رہا تھا اس میں اس نے عمرہ کو کہا۔

”تیرا نام خدا ہے۔“

(یہ عرب کا اور واقعہ ذات ذہن اور فہم میں کہا جاتا تھا) عمرہ نے یہ سن کر کہا۔

”یہ بات تو مجھے کہہ رہے ہیں اللہ تک میں جنت کی معزز خواجگی کاویا ہوں۔ ان خواجگوں سے ان کی مراد میں پائی ہوئی حضرت صفیہؓ کی پھولی حضرت عائشہؓ کی پھولی حضرت عائشہؓ کو راہیہ اللہ و حضرت عائشہؓ۔“

ایک مروجہ تاریخ نے ایک شخص سے پوچھا۔

”تم عبدالملک ابن مروان کے بدلے میں کیا کہتے ہو؟“

اس شخص نے جواب دیا۔

”میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس کی برائیوں میں سے ایک برائی خود تم ہی ہو؟“

عبدالملک ابن مروان کے بعد اس کا بیٹا سلیمان ابن عبدالملک خلیفہ تھا۔ سلیمان نے خلیفہ ہونے کے بعد تہاج ابن عسف کے قید خانے سے ستر غلاموں کو آزاد کیا جن کو تہاج نے قتل کرنے کے لئے بند کر رکھا تھا۔ ان میں سے کسی کا زہر مہینا بھی نہیں تھا کہ اس کو قید ہی کیا جائے چہ جائے کہ قتل کی سزا دی جائے۔

بعض سوزھیں لکھتے ہیں کہ تہاج ابن عسف مروان اور حواریوں کو ایک ہی جگہ میں قید کیا کرتا تھا جہاں پاجانے نہیں ہوتے تھے اس لئے مرد حواریوں کے سامنے اور عورتیں مروان کے سامنے بیٹھ کر پیشاب پاجانے کرتی تھیں جس سے ان سب کی سہ پر دی ہوتی تھی۔ تہاج اس قیدیوں کو ایک ایک ذخیرہ میں باندھ کر قید میں ڈال دیتا تھا اور ان کو کھانے کے لئے مٹی ہوتی روچاں دیا کرتا تھا جن میں نمک اور اٹھ مٹی چلا کرتی تھی۔

ایک دفعہ تہاج کا قیدیوں کے بیچ سے گزر ہوا تو اسے لوگوں کے چپٹے چہانے کی کوتاہی آئی۔ اس نے بچھا کر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کسی نے اس کو بتایا کہ قیدی فریاد کر رہے ہیں کہ ہمیں گری نے بد اظلام تہاج نے اس پر صرف اتنا کہ۔

”میں سے کہہ دو کہ ہمیں سزائے گتہ ہو اور خود موت چاہو۔“

اس کے بعد اس قیدیوں کی بھیڑ میں سے بہت قہار سے آوی ڈھونڈا۔

تالیفین میں سے آخری آدمی جنہیں تہاج نے قتل کیا وہ حضرت سعید ابن جبیرؓ ہیں (جہاں اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے سلطان ہونے کی حالت میں کسی صحابی کی نذات کی ہو) اور حضرت ابن جبیرؓ کے بعد اس نے صرف ایک اور شخص کو قتل کیا۔

سلطان عمر ابن عبدالعزیزؓ کہتے ہیں کہ اگر ہر امت اپنے اپنے فرعونوں (یعنی سرکش بادشاہوں) کو لے کر آئے اور ہم اپنی امت میں سے تہاج کو سامنے لائیں تو (تہاج کے مقابلہ میں سرکش کی انتہا کی وجہ سے) اللہ اسی پلے بھاری ہے گا۔

تہاج اور عبدالملک کا مقام ... خلیفہ سلیمان ابن عبدالملک نے تہاج کی موت کے بعد اس کے ایک قریبی دوست کا۔

”تہاج جنم کی قلی میں پہنچا دیا گیا ہے۔“

اس پر اس شخص نے جواب دیا۔

سے امیر المؤمنین تہاج قیامت کے دن آپ کے باپ عبدالملک (جس کا وہ گورنر تھا) اور آپ کے بھائی دھام بن عبدالملک کے درمیان میں کڑا ہو گا اس لئے آپ اس کے لئے جہنم میں کوئی بھی جگہ نہیں کر لیں (آپ کے باپ اور بھائی اس کے ساتھ ہوں گے)۔

بعض علماء نے ایک بہت عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا جس میں اس کو مرنے کے لئے تیغ پر رکھا گیا تھا تو کچھ عید حاضر کر چننے گیا اور اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”میں نے اپنی آنکھوں سے تہاج اور عبدالملک کو دیکھا کہ جہنم میں اپنی اختیارات سمجھتے ہوئے بیٹھ رہے ہیں۔“

اتنا کہ وہ شخص بھاری طرح مر رہا تھا۔



ہے اور بدکار تو ہی اس طرح حاضر ہو گا جیسے کوئی بھاکا ہو اللہ مہربان ہے آپ کے پاس پہنچتا ہے۔

یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک دے لگا کر بولا

”اے کاش میں جانا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا چیز ہادی ہوئی ہو مٹی ہے۔۔۔۔۔!“

حضرت ابو حازم نے کہا کہ اپنے فضل کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حاصل ہو۔

سلیمان نے یہ چما کر (قرآن پاک میں) یہ بات کس جگہ ملے گی (میں میں جہنم اور جنت کے مستحق ہونے کے عمل کا پیمانہ ہو؟)۔

حضرت ابو حازم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں

وَمَا تَكُونُ أَتَقْبِي تَقِيْمٌ وَيَذَرُ الَّذِي تَحْتَمِلُ ۝۳۰ سورہ انفطار

ترجمہ۔۔۔ ایک لوگ بے شک آزمائش میں ہوں گے اور بدکار مٹی کا کافر لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے۔

پھر سلیمان نے یہ چما کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں ہوتی ہے؟

حضرت ابو حازم نے کہا

”ایک کام کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔“

پھر سلیمان نے سوال کیا کہ کونسا بندے اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور شریف ہوتے ہیں؟

حضرت ابو حازم نے کہا کہ وہ لوگ جو مروت والے اور نرم دل ہوتے ہیں

ایک دفعہ ایک بھائی خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اور کہنے لگا

”اے امیر المومنین! میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ خود سے سنیں اس لئے کہ اگر آپ

نے ان باتوں کو قبول کر لیا تو میں آپ کو براہ نظر اور بھائی بننے کی جتنے آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔“

سلیمان نے کہا کہ جتنا کہنا باتیں ہیں اس دہائی نے کہا۔

”میں اللہ تعالیٰ کا حق لوٹا کرنے کے لئے اس چیز کو زبان پر لا رہا ہوں جس سے لوگ (آپ کے خوف

سے) گونجتے ہوئے ہیں۔ آپ کے چاروں طرف ایسے لوگ جمع ہو گئے ہیں جو اپنی دولت کے لئے اعتدالت

اور طاقت کا لحاظ استعمال کر رہے ہیں، انہوں نے اپنے دین کے بدلے میں آپ کی دنیا خرید لی ہے اور اپنے ہر درگاہ

کی بداعتسلی کے بدلے میں آپ کی رضا و خوشنودی حاصل کر لی۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں آپ سے

دارتے ہیں لیکن آپ کے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے نہیں دارتے۔ ایسے لوگ آخرت سے جنگ کر رہے ہیں اور

اپنی دنیا کو برائیاں بن رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس مقام پر پہنچایا ہے آپ وہاں ایسے لوگوں کو ہرگز

پہنچا کر لانا نہ دیتے۔ کیونکہ یہ لوگ اس دنیا میں اس کی قدر نہیں جانتے اور ان کے جرموں کے ذریعہ آپ بٹتے

ہیں۔ اس لئے آپ اپنی آخرت کو ان کی دنیا سے سوا نہیں دیتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ وہ لوگ

مفلس ہے جو اس دنیا کو بیا جانے کے لئے اپنی آخرت بیچ دے۔“

یہ سن کر خلیفہ سلیمان نے کہا

”تم ایمانی قومیں معلوم ہوتے تم نے اپنی دنیاں کو تمہاری طرح استعمال کیا ہے اور یہ بیخود تمہاری

تمہاری ہے۔“

دہائی نے کہا۔

”یہ ملک اس امیر المومنین اگر یہ تلوہ آپ کے حق میں تھی ہے کہ آپ کے خلاف نہیں۔“

سلیمان کی خدا ترسی..... جب سلیمان ابن عبدالملک خلافت کے بعد جاکو گیا تو وہاں اس نے اپنے بھتیجے اور ولی محمد مرآن عبدالصغیر سے کہا۔

”کیا تم اس مخلوق کو کچھ دے ہو جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی شمار بھی نہیں کر سکا اور جن کو اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں دے سکا؟“

”کیا میری سلطنت اور میریت اتنی بڑی ہے کہ وہ در ملک بھلی ہوئی ہے اور بے شمار مخلوق میری فرماں بردار اور اطاعت گزار ہے یا یہ سن کر حضرت مرآن عبدالصغیر نے جو لہجہ۔“

”امیر المومنین آج یہ لوگ آپ کی رعیت ہیں لیکن کل اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی لوگ آپ کے دشمن ہوں گے۔“

(کیونکہ رعیت کے ساتھ نیک سلوک اور انصاف نہ کیا گیا تو کل آخرت میں یہی لوگ حق تعالیٰ کے پاس آپ کے خلاف فرود کریں گے اور آپ کی آخرت کی خرابی و تباہی کا سبب بنیں گی) یہ سن کر سلیمان ذر و قلعہ روئے نگاہ و بھر پورا

”میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد چاہتا ہوں۔“

ایک روز خلیفہ سلیمان اپنی عظیم سلطنت اور بد شہرت کا خیال کر کے بہت مسرور ہوا اور چنانچہ اس نے حضرت مرآن عبدالصغیر سے کہا۔

”اے مرآنم، جس مقام پر ہیں اس کے حلقہ تم کیا بنال کر رہے ہو؟“

حضرت مرآن عبدالصغیر نے فرمایا

”اے امیر المومنین! یہ ایک سرور ہے اگر اس میں غرور نہ ہو، ایک نعمت ہے اگر ختم ہونے والی نہ ہو ایک ذر و دست سلطنت ہے اگر (انسان کی آخرت کے لئے) پاکست نہ ہو، ایک خوشی ہے اگر اس کے بعد آنے والی شئی اور مصیبت نہ ہو، ایک شجرہ عزت ہے اگر اس کے بعد آنے والی آفات اور مشکلات نہ ہوں اور ایک بزرگی و اعزاز ہے اگر اس کے ساتھ سلاحتی بھی ہو؟“

اس پر خلیفہ سلیمان اس قدر دہرایا کہ اس کی دماغی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

جہاں تک سلیمان ابن عبدالملک کے بھتیجے حضرت مرآن عبدالصغیر کی خلافت کا حلقہ ہے تو اس بارے میں اس کی پیدائش سے بھی پہلے ان کے چچا حضرت مرآن ابن کی والدہ کو خوش خبری دے چکے تھے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مرآن نے فرمایا تھا۔

”قادر و اعظم کی جیشیں کو کوئی.....“ میری بلا اور میں ایک شخص ہو گا جس کے چہرے پر ایسی جاہت اور ایسا اقبال ہو گا۔“

اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ :-

”جس کے چہرے پر ایسی نشانیاں ہوں گی جو روئے زمین کو انصاف سے محروم کی۔“

چنانچہ حضرت مر قادر و اعظم کے صاحبزادے حضرت عبداللہؑ کو کھڑا کرتے تھے :-

”اے کاش میں جانتا ہو جا کہ مرآن خطاب کی خواہش میں وہ کون شخص ہو گا جس کے چہرے پر ایسی

نکاح پائیں ہوں گی جو روئے زمین کو انصاف سے ہمردی کی آہ

ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ قول آتا ہے :-

"تو کتنی عجیب بات ہے اگر کچھ سمجھتے ہیں کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ مرقدہؑ کی لولہ میں وہ شخص غائب نہیں ہو جائے گا جو عمرؓ کے جیسے ہی عمل کرے گا۔"

چنانچہ علماء کہتے ہیں کہ وہ شخص حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ہیں اس لئے کہ ان کی والدہ حضرت مرقدہؑ کے بیٹے حاتم کی لڑکی بنتی حضرت مرقدہؑ کی پوتی تھیں۔

خلیفہ سلیمان ابن عبدالملک کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے اور خلیفہ دین کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا

"تمام قرآن مجید اسی اللہ کے ہر گ کو سزاوار ہیں جس نے جو چاہا پلایا جس کو چاہا پتلا کیا اور جس کو چاہا سزا دیا۔ جس کو چاہا غصہ میں اور جس کو چاہا نہیں دیا۔ یہ دنیا ضرور اور سرکش کا گھر ہے جو روئے دالے پر فہشتی ہے اور ہفتہ دالے پر روتی ہے۔ جو اس چاند دالے کو دارائی ہے اور دارے دالوں کو پتا دیتی ہے۔"

ایک اور خلیفہ میں انہوں نے کہا تھا

"مے کو گواہی کہ خلیفہ دین کا باپ اور خلیفہ کا دلوان کو بلائے دالے نے اپنی کوتاہی اور ان کے سب لمبے دین (یعنی معاملات) میں دیکھ کر کھولنے، جو کچھ شان و شوکت تھی وہ اس طرح ختم ہو کر ایسی ہو گئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ ان کی زندگی کی تمام رویشیں اور خوشیاں رائل ہو گئیں، معاملات چھوٹ گئے اور کرامت وہ ہمنواں سے نکل کر مٹی کے تنکین و جبر میں پھنسی گئے۔ اور اب حساب کے دن تک نہیں ہیں رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر جس نے اپنے آپ کو چڑ کر لیا اس کو اور رحمت فرمائیے جب ہر ایک کو اپنی بھلائیوں اپنے سامنے نظر آجائیں گی۔"

تیسرے کعب کے لئے خلیفہ منصور کی خواہش..... فرض پھر جب ابو جعفر منصور خلیفہ بنا تو اس نے چاہا کہ کہے کہ بھائی ہی بھائیوں پر تیسرے کو اسے جن پر حضرت امینؑ اورؑ نے اس کی تیسرے کو اپنی قوم پر چنانچہ اس بد سے اس نے علماء سے مشورہ کیا۔ امام مالکؒ ابن انسؒ نے اس پر اس سے کہا

"امیر المؤمنین امینؑ تعالیٰ کے نام پر کب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بیت اللہ شریف کو بادشاہوں کا کھلونہ بنا دے کہ ان میں سے جو بھی چاہے اس کی عہدت کو بدل دیا کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بیت اللہ کی حیثیت لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے گی۔"

اس مشورہ پر خلیفہ ابو جعفر نے اپنی رائے بدل دی۔ مگر علماء طبری نے اس بد سے اس سے یہ کھلا ہے کہ جس خلیفہ نے یہ رائہ کیا تھا اور جس کو حضرت امام مالکؒ نے منع کیا تھا وہ خلیفہ ہارون رشیدؑ تھا اس وقت

اقول۔ مناقب کہتے ہیں وہ بات علماء مصرؑ نے کہی ہے کہ یہ خلیفہ ہارون رشید کا واقعہ ہے مگر یہ قول صرف ان ہی کا ہے اس کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ خلیفہ منصورؑ (جب راج کے لئے روانہ ہوا تھا) تو راستہ میں ہر بیوہ کے مقام پر ذی الحجہ کی چھ ہجرتا کوئی (یعنی راج سے تین دن پہلے) اس کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ کے میں داخل ہی نہیں ہو سکا۔

اس شبہ کے بد سے اس کی کیا بات ہے کہ ممکن ہے خلیفہ منصور کے سے پہلے دینے گیا ہو اور وہی اس





کہ ان دونوں دعاؤں سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہو تا کہ ممکن ہے منصور کے تھان کے مقام پر پہنچنے سے مراد اس کے سواروں اور غلگڑ کا پانچ سو گنا ہو جبکہ خود بصرہ میں پرتھم ہو گیا ہو۔ ہر حال دعاؤں کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

مگر جو بیانیہ کثیر میں منصور کی موت کا سبب لکھا ہے کہ جب وہ حج کے لئے روانہ ہو اور کوفہ سے کچھ منزل دور نکل گیا تو وہ اس درود میں مبتلا ہو گیا جس میں آخر اس کا انتقال ہو گیا تھا اس کو دستوں کی پبندی لگ گئی وہ کے قتل کر منصور اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس روایت میں اور کچھ روایات میں جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے وہ بھی اس طرح دور ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے دوسری روایت میں کے پہنچنے کا جو ذکر ہوا ہے وہ اس لئے ہو گیا ہو کہ کے کے قریب قتل چکا تھا اور قریب جگہ ہونے کی وجہ سے یہ کہہ دیا گیا کہ وہ کے قتل کیا تھا اسی طرح ممکن ہے اس دستوں کی پبندی لگی ہو مگر اس کے ساتھ ہی اس کا گھوڑا بھی پھٹا ہو جس سے کہ اس کی موت کا اصل سبب بن گیا۔

روایت ہے کہ آخری حملہ جو منصور نے کیا وہ یہ تھا۔

”اے اللہ اپنی ملاقات میں میرے لئے برکت عطا فرما۔“

خلیفہ منصور کے جو حملے مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے

”صاف کرنے والوں میں وہ شخص سب سے بہترین ہے جو سزا دینے کی زیادہ قدرت رکھتا ہو۔ اور

حاصل کے لحاظ سے سب سے کمہ شخص ہے جو اپنے سے کم پر غلظ کرے۔“ (بخاری طبع)

مختلف زبانوں میں تو صحیح حرم..... غرض یہ بات (سیرت صحیح بخاری میں) گزر چکی ہے کہ جب قصی بن کلاب نے قریش کو عہد دیا تھا کہ کہیے کے چاروں طرف اپنے مکانات تعمیر کر لو اور قریش نے وہاں چاروں طرف مکانات بنائے تھے تو انہوں نے طواف کرنے کی جگہ کے بجز خالی جگہ بجز دی بھی چنانچہ طواف کی جگہ اس وقت سے آج تک مختلف کے زمانے اور حضرات ابو بکرؓ کی خلافت تک جوں کی قول رہی۔ پھر اس کے بعد جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا دور آیا تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حرم کو بڑھانا ضروری ہے چنانچہ انہوں نے چاروں طرف کے مکانات خریدے اور ان کو گرا کر حرم کا مین بنوا کر چاروں طرف ایک چھوٹی دیوار بنادی۔ اس دیوار میں انہوں نے مسجد حرام کے لئے دروازے بنائے اس کے بعد پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں حرم کو بڑھایا۔ پھر عبدالملکؓ نے اس کی دیوار میں لوہی کرانیں اور ان پر سال کی نکلوی کی بھست دیوائی۔ اس کے بعد یحییٰ بن عبدالملکؓ نے اس کو تدارک دیا۔ ملک سرمر کے ستون قائم کئے اور اس پر سال کی نکلوی کی بھست دیوائی جس پر پھول و فوں کا کام پایا ہوا تھا۔ نیز اس نے مسجد حرام کے مین میں سنگ سرمر لگوایا۔ پھر اس کے بعد خلیفہ منصورؓ نے حرم سنگ سرمر لگوایا اور حجر اسود کے گرد بھی سنگ سرمر لگوایا۔ اس کے بعد خلیفہ مدنی اول اور خلیفہ مدنی دہلی نے مسجد کو آغا بڑھایا کہ کعبہ مسجد حرام کے پچوں (یع آگیا) یعنی چاروں طرف سے مین برابر ہو گیا۔

کعبے کے نام۔۔۔ اس کے بعد پھر خلیفہ صفحہ ہاشم نے درالندہ کو بھی حرم کے اندر لے لیا اور کعبہ کا کام دارانہ رکھا۔ نیز اس نے اس کا کام قرینہ افضل یعنی چوبیسوں کی سمت بھی رکھا کیونکہ وہاں چوبیس سمت زیادہ تھیں۔ یا شاید یہ نام اس لئے رکھا کہ یہاں جب قوم قحطی نے بہت زیادہ سحر کشی کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انحر

عذاب کے بیچ خیلوں کو مسلط فرما دیا تھا یہاں تک کہ ان کو حرم کی سر زمین چھوڑنی پڑی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

مکہ شہر کے بہت زیادہ نام ہیں جن کو قاصوس کے مصنف نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے۔  
اقول۔ مخالف کہتے ہیں: آگے نام تو کئی کھانک قول آنے لگا کہ کسی شہر کے اتنے نام نہیں ہیں جتنے مکہ  
اور مدینے کے ہیں۔ اللہ اعلم۔

مقام کعبہ زمین کی باصل۔ (تاج) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ :-

کعبہ کی جگہ زمین سے ۷۰ ہزار سال پہلے پیدا کی گئی اور اس وقت یہ جگہ پانی کے لوہر ایک جھونے سے چو  
کی طرح تھی جس پر وہ فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے تھے پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے زمین  
کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اسی چوہ سے زمین کو اس طرح پیدا کیا کہ یہ چوہ زمین کے پنج میں آگیا یعنی اس کے چاروں  
طرف زمین پھیل گئی جبکہ اس سے پہلے صرف پانی زمین کا ٹکڑا تھا۔

زمین و آسمان اور شب و روز کی تخلیق ایک ساتھ ہوئی۔ عمارت جلال سبحانی سے ایک دفعہ اللہ  
تعالیٰ کے اس بارشہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ :-

وَمَا تَكُنَّمُ اللَّهُ أَفَلَا تَعْلَمُ عِلْمًا وَافِقًا لِمَا فِي بَيْتِهِ أَفَلَا يَأْتِيهِمْ أَسْرَارُ نَسِيمًا  
ترجمہ :- بلاشبہ تمہارا رب تحقیق اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چار روز کی مقدار میں پیدا کر

دیا۔

(اس بارے میں عمارت سبحانی سے پوچھا گیا کہ) کیا آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے دن موجود تھے ؟

عمار نے جواب دیا

”وہ زمین و آسمان کی پیدائش اور دنوں کی تخلیق بالکل ایک ساتھ ہوئی ہے ان میں سے کوئی ایک دوسرے  
سے پہچھے یا پہلے نہیں ہے۔“

اس بارے میں انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر کو حیدر لیل دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ :-

”اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے بھی پہلے کے کو محترم مہدیؑ دیا تھا۔“

اسی سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بار شہادہ ہے کہ :-

”ابراہیمؑ نے مکہ کو محترم قرار دیا۔“

لہذا گذشتہ حدیث کے مدنی میں اس کے معنی یہ گئے جائیں گے کہ ابراہیمؑ نے اس شہر کی حرمت کو

ظاہر فرمایا ہے (جبکہ خود اس کی حرمت زمین و آسمان کی تخلیق سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ مقرر فرما چکا تھا)۔

## باب حصہ سوم (۱۸)

## آنحضرت ﷺ کے متعلق یہودی و عیسائی عالموں اور عرب کاہنوں کی پیشین گوئیاں

اس کے علاوہ اس باب میں ان پیش خرواں کا بیان ہے جو کاہنوں نے جنت و غیرہ سے سنیں یا چاہک  
فضاؤں سے اس بارے میں ان دیکھے گو میوں کی کہانیاں سنائی دیں یا بعض جاہلوں اور درختوں سے آپ کی  
نبوت کے متعلق کہانیاں آئیں۔ اسی طرح یہ کہ آپ کی نبوت کے وقت شیاطین کو آسمانوں کے خرواں کی سن  
کُن لینے سے نجوم اور جادو سے مدد کر رہا ہے و حکایا گیا۔ اسی طرح قدیم کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر اور  
آپ ﷺ کا حلیہ کیا ہے اس کی تفصیلات ہیں۔ نیز اسی طرح یہ کہ کئی بعض بتوں اور چھروں پر آنحضرت ﷺ کا  
اسم گرائی لکھا ہوا لپٹا گیا۔

حافظ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہودی عالم عیسائی راہب اور عرب کے کاہن اس زمانے میں  
آنحضرت ﷺ کے متعلق باتیں کیا کرتے تھے جب آپ کی نبوت اور ظهور کا وقت قریب آیا تھا۔ جہاں تک  
یہودی عالموں اور عیسائی راہبوں کے اس بارے میں خبریں دینے کا تعلق ہے تو ان کی بیاد ان کی قدیم کتابوں  
میں تھیں جن میں آنحضرت ﷺ کی نبوت دہلنے اور زمانے کا ذکر موجود تھا۔ اور جہاں تک عرب کے  
کاہنوں کی خبروں کا تعلق تھا تو ان کی خبروں کی بیاد وہ شیاطین تھے جو ان کے تابع تھے اور آسمانوں تک پہنچ کر وہیں  
فرشتوں کے دور بیان ہوئے۔ اولی باتیں چسپ چسپ کر سنا کرتے اور پھر وہ باتیں کاہنوں کو بتاتا کرتے تھے۔ اس  
وقت تک شیاطین کو چسپ کر آسمان کی خبریں سننے پر پابندی نہیں لگی تھی جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت اور  
ظہور کے وقت ان شیاطین کو اس سے روک دیا گیا تھا۔

چنانچہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ عرب کے کاہنوں اور کاہنوں کی زبانوں پر آنحضرت ﷺ کی بعض باتوں کا  
ذکر آتا مگر عرب کے لوگ ان باتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آخر آنحضرت ﷺ کا  
ظہور ہو گیا اور آپ ﷺ سے وہ باتیں سرزد ہوئیں جن کا کاہنوں نے ذکر کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں عربوں کو وہ

ہائیں وہ آنکھیں اور ان کا ہنوس کی تصدیق ہو گئی۔

اس بارے میں یہ تصریح موجود ہے کہ آسمانوں میں فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے جوہرے بھی پہلے آپ کے حلق ہائیں کیا کرتے تھے (جو بھی بھی ان شیاطین کے کانوں میں بھی چڑھ جاتی تھیں جو آسمانوں کے قریب مڑلاتے رہتے تھے۔ پھر یہی خبریں وہ شیاطین زمین پر آکر کانوں کو تلا دیتے تھے اور اس طرح وہ دوسروں تک پہنچ جاتی تھیں)۔

## آنحضرت ﷺ کے متعلق یہودی خبریں

جہاں تک یہودی عالموں کی دہی ہوئی خبریں اور آنحضرت ﷺ کے متعلق ان کی پیشین گوئیوں کا تعلق ہے ان میں سے کچھ کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے اور کچھ باتوں کا کہ اب یہاں کیا جا رہا ہے۔

حضرت سلمہ ابن اکبر سلامہ کا واقعہ — چنانچہ ان ہی میں سے ایک یہ ہے جس کو حضرت سلمہ ابنی سلامہ نے بیان کیا ہے یہ حضرت سلمہ ان حضرات میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ بنی عبدالمطلب کے یہودیوں میں سے ایک یہودی ہذا پتوئی تھا ایک روز اس نے کچھ رت پر ستنوں کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ قیامت آنے کی اور لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے، مگر حساب کتاب جو گا اور لوگوں کے اچھے اور برے عمل قویے جائیں گے جس کے بعد ان کو جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔ اس پر ان رت پر ستنوں نے (اس یہودی عالم کا مذاق اڑاتے ہوئے) کہا۔

”کیا بتکا ہے اسے ملاں! کیا تو ان باتوں کو پیش آتے ہوئے دیکھ رہا ہے کہ لوگ مرنے کے بعد ایک ایسی جگہ دوبارہ زندہ کئے جا رہے ہیں جہاں جنت اور دوزخ بھی موجود ہیں اور وہاں لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے؟“

اس یہودی نے کہا۔

”ہاں! احمق ہے اس ذات کی جس کے ہم کا صفایا جاتا ہے کہ (لوگ قیامت کے عذاب سے بچنے کے لیے) لگیں گے کہ (کوئی یہ چاہے گا کہ) (دنیا کی) بڑی سے بڑی آگ کلاہیک زبردست خود دہکا کر اس کو اس میں ڈال دیا جائے اور پھر اس کو زندہ کر دیا جائے اگر اس کے بدلے میں وہ کل قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بچ سکتا ہو۔۔۔۔!“

یہ سن کر ان لوگوں نے کہا

”تمہارا یہ اس یہودی کی علامت اور نشان کیا ہو گی؟“

یہودی نے کئے اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ایک نبی جو ان علاقوں سے ظاہر ہو گا۔“

لوگوں نے پوچھا اس نبی کو ہم میں سے بھی کوئی دیکھ پائے گا۔ حضرت سلمہ ابنی سلامہ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں اس وقت سب سے کم عمر تھا اس بات کو سن کر اس یہودی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

”اگر یہ لڑکا بڑی عمر کو پہنچا تو ان کا رت پائے گا۔“

حضرت سطرؑ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد ان امور و اہل وقت گزرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ اس وقت بھی وہ یہودی اہل سے درمیان موجود تھا۔ چنانچہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے مگر وہ یہودی سرکش اور ضد کیا وہ جسے ایمان نہیں لایا اس وقت ہم نے اس سے کہا۔

”براہم حیرانے فلاں اکیا تو نے ہی آنحضرت ﷺ کے حلق میں اس وقت ہم کو بہت کچھ نہیں خطایا

قاری ۲۱

اس یہودی نے کہا۔

”بے شک خطایا تھا مگر ان کے حلق میں کیا تھا۔“

(کیونکہ یہودیوں کو اس بات پر ضد تھا کہ وہ عقیم نبی اور نبی قوم میں سے نہیں ہے جبکہ وہ اپنی قوم کو ہی سب سے بڑی اور محزون سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ جانتے ہوئے بھی کہ آنحضرت ﷺ ہی وہ سچ و سچ ہیں جن کا ذکر اور علیہ جاری کتابوں میں موجود ہے۔ خود آپ ﷺ پر بعض مسلمانوں کی وجہ سے ایمان نہیں آئے۔) عمر ابن عبسؓ کا واقعہ..... اسی طرح ایک واقعہ ہے جس کو حضرت عمرؓ نے سنیوں نے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ہی میں اپنے قوم کے مسلمانوں سے بیزار ہو گیا تھا۔ مگر نبیوں کی عبادت چھوڑ دی تھی۔ اسی زمانے میں ایک دن میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو حجہ نامی بھتی کا رہنے والا تھا۔ یہ بھتی مدینہ اور ملک شام کے درمیان میں تھی۔ غرض میں نے اس شخص سے کہا۔

”میں اس قوم کا آدمی ہوں جو انہوں کو پوجتے ہیں مگر ان کا حال ہے کہ ایک جماعت کے قافلے نے اگر کسی جگہ تھک کر چڑھا تو ان کے پاس کوئی مسجد یعنی رہت نہیں ہے تو اب ایک شخص قافلے سے لٹکا ہے اور چار چتر لٹکا کر لاتا ہے اور پھر ان میں سے تین کو قواستجا کرنے کے لئے لٹک کر لیتا ہے اور ان میں سے ایک کو جو زیادہ صاف تھرا ہوا اپنا مسجد بنا کر اس کی عبادت شروع کر دیتا ہے۔ پھر وہیں ہر اس سے زیادہ صاف تھرا کوئی چتر مل گیا تو اس کو بچلے مسجد کو چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دے گا۔ اسی طرح اگر آگے جا کر وہ کسی اور مسجد سے لٹکا ہو وہاں اس سے زیادہ اچھا کوئی چتر مل جاتا ہے تو پہلے کو بھیک کر اس کو مسجد بنا دیتا ہے۔ آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ اس اور باطل چیز ہی میں جو ہے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ اس لئے اب آپ مجھے اس سے بھر کوئی چیز نہ کہیے۔“

اس پر اس یہودی شخص نے کہا

”میں نے ایک شخص ظاہر ہو گا جو اپنی قوم کے مسلمانوں سے بیزار ہو گا اور ان کے علاوہ ایک دوسرے مسجد کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے لگے گا۔ اس لئے جب تم اس شخص کو سمجھو تو اس کی بھڑکی کر اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ افضل اور اعلیٰ دین لے کر آئے گا۔“

اس کے بعد جب بھی کسے سے کوئی شخص آتا تو میں اس سے پوچھتا کہ کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی وہ کہتے کہ نہیں۔ آخر ایک دفعہ مجھے ایک کوئی ملا میں نے اس سے یہی بات پوچھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ ہاں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنی قوم کے جنوں سے بیزار ہو کر ظاہر کر رہا ہے اور ان کے سوا ایک دوسرے مسجد کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔

یہ سختی میں نے اپنی ساری چار کی اور نور ان کے گرد نہ ہو گیا۔ میں سیدھا اس جگہ پہنچا جہاں کے میں  
میں ٹھہرا کر تاحد بصر میں نے اس شخص کے حلق سلوم کیا (آخر ب میں اس شخص کے پاس پہنچا تو میں نے  
ان کو بہت عظیم و عظیم پلا اور قریش کو دیکھا کہ وہ ان پر سخت غضبناک تھے دیکھے ان سے امدادی پیدا ہوئی اور پھر  
میں ان کے پاس پہنچا۔ آپ میں نے ان سے پوچھا۔

”کب کیا ہیں؟“

انہوں نے جواب دیا کہ میں نبی ہوں؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو کس نے نبی بنایا ہے؟ انہوں نے کہا۔  
اللہ نے ابھر میں نے پوچھا کہ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے کہا۔  
”یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے جو خدا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں طویل درجہ  
کرنے کے لئے، وہاں کو قازنے کے لئے، رشتہ داروں کی خبر گیری کا حکم دینے کے لئے اور مسافروں کو لوٹ مار  
سے منع دینے کے لئے آیا ہوں۔“

میں نے کہا۔ ”یہ شک! اور کچھ پیغام آپ لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی  
تصدیق کرتا ہوں کیا آپ مجھے یہ حکم دیتے ہیں کہ میں آپ کے پاس ٹھہروں یہاں چلا جائی؟“

آپ نے فرمایا۔

”تم دو گھر ہی رہو کہ لوگ اس پیغام کو نہ مانا پسند کر رہے ہیں جو میں لے کر آیا ہوں، اس لئے تم  
میرے پاس نہیں ٹھہر سکتے تم اپنے گھر رہو اور رب تمہیں میرے حلق سلوم ہو کہ میں تمہیں خاص جگہ کے  
لئے یہاں سے نکل گیا ہوں تو میرے پاس آ جاؤ۔“

پتاچہ میں واپس اپنے گھر آیا میں تک کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی، میں بھی  
فوراً ہی آپ کے پاس پہنچنے کے لئے روانہ ہو طور مدینہ آ گیا۔ یہاں میں نے آپ سے پوچھا۔  
”کہ اللہ کے نبی آیا آپ نے مجھے پہچانا؟“

عاصم ابن عمر روکا واقعہ..... آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”ہاں اتمہی سبھی شخص جو میرے پاس کے میں آئے  
تھے۔“

ان ہی شخصوں کو نبیوں میں سے ایک یہ ہے جسے عاصم ابن عمرو ابن قنولہ نے اپنی قوم کے لوگوں سے  
رہنیت کیا ہے کہ لوگ کہتے تھے۔

”میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام کی طرف اور ہدایت کے راستے کی طرف جس چیز نے جلائی وہ  
باتیں ہیں جو ہم یہودی عالموں سے سنا کرتے تھے، ہم لوگ شرک اور جہل کو جو چننے والے تھے جبکہ وہ لوگ یعنی  
یہودی اہل کتاب تھے جس کی وجہ سے ان کے پاس وہ علم تھا جو ہمارے پاس نہیں تھا اس وقت ہمارے اور ان  
لوگوں کے درمیان کوئی کوئی فرق نہ تھا جو ہمارا تھا چنانچہ جب بھی ہم کوئی ایسی بات کر دیتے جو ان لوگوں کو  
ناگوار گزرتی تو ہم سے کہا کرتے تھے۔

”وہ زیادہ قریب آ گیا ہے جس میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ ہمیں قوم ہمارے قوم خود کی  
طرح قتل کر کے عیسائیوں کو دے گا۔“

یہ بات وہ لوگ اکثر کہا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ظاہر فرمایا اور آپ ﷺ

نے ہمیں اللہ عزوجل کی طرف جلدِ اتریم نے فوراً ہی آپ کی آواز پر ہلکے کھٹے ہوئے آپ کے پیغام کو قبول کیا۔ اس وقت ہمیں آپ میں وہ تمام شکایات بھی نظر آئیں جن سے وہ لوگ ہمیں (بلاوجہ کار) لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بار سے ہم نے جلدی بار پیل کی اور خود ان لوگوں نے کفر کیا۔ پھر اسی بار سے میں یہ آیتیں پڑھنے لگاں۔  
 وَلَقَدْ جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ رَبِّهِمْ فَتَقَبَّلُوهُ بِسُوءٍ ۖ وَكَفَرُوا بِآيَاتِهِ ۚ عَلَيَّ الْفِتْنِ تَقَرُّوْا فَلَقَدْ جَاءَهُمْ مَا  
 تَقَرُّوْا فَكَفَرُوا بِهِمْ فَخُتِفَ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ (آپ سورہ بقرہ ص ۱۱۱) اذلت

ترجمہ :- اور جب ان کو ایک ایسی کتاب بھیجی گئی تھی تو ان میں جو منجانب اللہ ہے تو اس کی (بھی) تصدیق کرنے والی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے یعنی تو یہت حالانکہ اس کے قبل وہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ سے ہر عیب وہ چیز آج بھی اس کو وہ خوب چاہتے پھالتے ہیں تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے سو بس اللہ کی دہر ہو ایسے منکروں پر۔  
 نئی قرطیہ کے ایک نسخے کا واقعہ..... اسی طرح ایک وہ واقعہ ہے جو نئی قرطیہ (یعنی مدینہ کے ایک یہودی قبیلے) کے ایک رئیس نے بیان کیا ہے کہ ایک شام کا ایک یہودی عالم قاضی کا ہم اہل بیتین تھا جس کو عرب وہاں کہتے تھے یہ اسلام سے ایک عرصہ پہلے مدینہ آیا تھا اور ہم لوگوں کے درمیان اگر میں گیا تھا خدا کی قسم پانچ وقت نماز نہ پڑھتے وہاں میں ہم نے اس شخص سے زیادہ افضل اور بزرگ کسی کو نہیں پایا۔ (ی) مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے سوا دوسرے لوگوں میں اس سے افضل کوئی نہیں دیکھا گیا کیونکہ مسلمان ہی پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں بلکہ ایسا انکار ممکن ہے۔ زائد نہیں ہے۔ غرض یہ شخص اللہ سے پہلے اگر کھڑا لب جب بھی اللہ سے پہلے پادش کا قہار و شکستہ مانتی تھی تو اس شخص کی بزرگی کی وجہ سے (ہاں) اس سے کہتے۔  
 اے اہل بیتین! اللہ سے ساتھ (یعنی سے باہر) چلو اور اللہ سے لئے پادش کی دعا مانگو۔

وہ جواب میں کہتا۔

”نہیں۔ اس وقت تک نہیں چلوں گا جب تک کہ تم لوگ میرے ساتھ اپنا مال صدقہ کے لئے نہیں لائو گے۔“

ہم یہ سمجھ کر تھک کر کہتا۔

”یا تو سارے میں ہر گھور اور بچنے والے میں مدخل کیوں۔“

(ایک مدخل تقریباً تو وہ میر کا ہوتا ہے) چنانچہ ہم اپنی صدقہ کرتے اور اس کے بعد وہ شخص اللہ سے ساتھ ہستی کے باہر میں کہانی کی دہلائی۔ ایک شخص (دعائے اللہ کے بعد) دہلائی جگہ سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ بدل کر آتے اور ہم لوگ ہر بار ہر جگہ کرتے تھے اس نے اللہ کے لئے اس طرح کی پاد دہلائی۔ (ی) یعنی ایک دوسرے جہاں میں سب سے نہیں بلکہ اس سے بھی زائد اس کے ذریعہ میں میر علی حاصل ہوئی۔

اس کے بعد اس کا آخر وقت آچکا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ اب موت سر پر آچکی ہے تو اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔

”اے گروہ یہود! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں کسی وجہ سے دولت مند اور سرسبز علاقے (یعنی ملک شام) کو چھوڑ کر اس بخلورہ صحرے کے علاقے میں آکر بس گیا ہوں؟“ ہم نے کہا کہ آپ ہی بتا رہے ہیں۔  
 جب اس نے کہا۔

”میں اس علاقے میں اس لئے آکر کھڑا ہوں کہ مجھے ایک نبی کے ظہور کی امید ہے جس کا زمانہ اب

آپؐ چاہے اس کا وقت اسی طرح قریب آپکا ہے کہ گویا تم اس زمانے کے سامنے میں پہنچ چکے ہو۔ یہ ضرر اس کی بھرت بگاڑ گئی بھرت کا ٹکڑا ہو گا۔ میری تمنا ہے کہ وہ نبی ظاہر ہو جائے اور میں بھی اس کی پیروی کروں۔ ہر حال تم لوگوں تک اس کا زند آپؐ چاہے اس لئے اس کی تمنا ہے تم پہل کرنا۔ جو لوگ اس نبی کے مخالف ہوں گے ان کی قول و ردی ہو گی اور ان کے بچے اور اور تمہیں قیدی بنیں گے۔ لہذا ان باتوں کی وجہ سے تم اس کی طرف بڑھنے سے رک مت جانا۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کا حضور ہو گیا اور (وہ اپنے پہنچنے کے بعد یسوعیوں کی مخالفت اور سازشوں کی بنا پر) آپؐ نے نبی قرطبہ کے یسوعیوں کا محاصرہ فرمایا تو نبی قرطبہ کے کچھ یسوعیوں نے یعنی قطبہ ابن سعید، امداہن شعبہ یا سید ابن شعبہ اور امداہن عبید نے سب کے سب فوجوں میں تلے کھدے۔

اسے نبی قرطبہ اپنے لشکر سے ہر یسوعی نبی ہیں (جن کی خبر ابن حبان نے دی تھی)۔

اس کے بعد یہ قبیل اس غوطے سے نکل کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور اس طرح ان کی جائیں، ان کا مال اور ان کے گھر والے مخلوط ہو گئے۔ اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت عباسؓ کا واقعہ..... (قال ابی طرح حضرت عباسؓ کا واقعہ ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک تھری قافلے کے ساتھ بھٹ گیا۔ اس قافلے میں ابو سفیان ابن حرب بھی تھے۔ وہاں ہمیں اطلاع ابن ابی سفیان کا قتل جس میں قتل ہوا۔

”تمہ (ﷺ) نے کہا میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تم لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔“

یہ خبر فوراً ہی یمن کی غللوں میں پھیل گئی۔ چنانچہ وہاں سے پاس ایک یسوعی عالم آیا اور کہنے لگا۔  
”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں میں کوئی اس شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) کا چچا بھی ہے جس نے وہ دعویٰ کیا ہے جس کا چچا ہوا ہے؟“

حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ ہاں (میں ان کا چچا ہوں) سب اس یسوعی عالم نے کہا۔ میں نے تم سے خدا کے نام پر پوچھا ہوں کیا تمہارے بچپنے میں کچھ اور شئی ہے؟“

میں نے کہا۔  
”نہیں۔ مگر کہ میں نے اس نے بھی جھوٹ نہیں بولا اور بھی بات میں خیانت بھی نہیں کی یہی تک کہ قریش میں اس کا نام ہے انہیں ”چچا“ کیا ہے۔“

پھر اس یسوعی نے پوچھا۔  
”کیا وہ گھٹا چڑھتا ہوا ہے؟“

میں نے چاہا کہ ہاں کہہ دوں (کیونکہ ان کے نزدیک اس وقت بچپنے کی عزت ہی میں تھی کہ ان کو چڑھا کھڑا ہوتا ہے) مگر مجھے ابو سفیان سے ڈر ہوا کہ (اگر میں نے تمہ (ﷺ) کے بارے میں یہ غلط بات کہہ دی تو کہہ مجھے فوراً اٹھارے گا اور میری بات کی تردید کر دے گا۔ اس لئے میں نے کہہ دیا کہ میں وہ گھٹا نہیں جانتا۔

یہ سن کر وہ یسوعی اپنی چادر تک چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور سخت گھبراہٹ میں یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

”یسوعی دانا ہو گئے۔ یسوعی قتل ہو گئے۔“.....!



حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ہم لوٹ کر اپنی منزل پہ آئے تو ابو سفیان نے مجھ سے کہا کہ  
”اے ابو الفضل! یہودی تمہارے پیچھے سے بہت زور ہے ہیں“ (حضرت عباسؓ کا لقب ابو الفضل  
تھا۔)

میں نے کہا: ”میں نہ دیکھا ہے۔ اور شاید تم بھی اس پہ ایمان لے کو؟“  
ابو سفیان نے جواب دیا۔

”میں اس پر اس وقت تک ایمان نہیں لایا گا جب تک کہ کتواہ کے مقام پر کموزے سولوں کا لشکر  
نہیں دیکھ لوں گا۔“

میں نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو؟ تو ابو سفیان نے کہا:  
”یہ بات تو اچانک منہ سے نکل گئی ہے۔ مگر میں اتکا جان ہوں کہ اللہ کبھی بھی کتواہ تک (جو مکے کے  
قریب ایک جگہ ہے) کسی لشکر کو نہیں آئے گا۔“

پھر حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ (اس واقعہ کے برسوں بعد) جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور  
ابو سفیان نے اس وقت کتواہ کے مقام پر کموزے سولوں کا لشکر دیکھا تو میں نے اس سے کہا:  
”ابو سفیان! تمہیں اپنی وہ بات یاد ہے؟“

ابو سفیان نے کہا:

”ہاں! خدا کی قسم مجھے اس وقت وہ بات یاد تھی ہے؟“

امیر ابن ابی صلیت کا واقعہ۔۔۔ اسی طرح ایک واقعہ امیر ابن ابی صلیت ثقفی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے  
ابو سفیان سے ایک دفعہ کہا۔

”میں نے قدیم کتابوں میں ایک نبی کا طریقہ پڑھا ہے جو ہمارے علاقے میں ظاہر ہو گا۔ میں اس وقت یہ  
کہتا تھا کہ وہ نبی میں ہی ہوں اور میں اس کا ذکر نہ کر رہا ہوں کیونکہ یہ چاہئے کہ وہ نبی اپنی مہدِ مناف  
میں سے ہو گا۔ چنانچہ میں نے نبی مہدِ مناف کو (اس طریقہ کے مطابق) پکارا مگر مجھے ان میں سوائے حبیب ابن ربیعہ  
کے کوئی بھی اس طریقہ کے مطابق نہ نظر آیا۔ لیکن یہ حبیب ابن ربیعہ بھی پانچویں سال سے بھی زیادہ کا ہو گیا مگر اس  
پر وہی نہیں آئی۔ تب میں نے سوچا کہ وہ نبی اور کوئی ہو گا۔“

ابو سفیان کہتے ہیں کہ جب محمد ﷺ کا حضور ہوا تو میں نے اس سے آپ ﷺ کے حلقے ذکر کیا وہ کہنے

(۱۰)

”اگر وہ ہے میں تو ان کی پیروی کرو۔“

میں نے کہا:

”اور تم؟ تمہیں کیا کہنا ہے؟“

اس نے کہا:

”مجھے نبی شیعہ کی عورتوں سے شرم تھی ہے۔ کیونکہ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ وہ نبی میں ہی

ہوں۔ اور میں خود ہی نبی مہدِ مناف کے ایک نوجوان کا پیروی کرتا تھا؟“

## عیسائی عالموں کی پیشین گوئیاں

(یسودی عالموں کی طرح) عیسائی عالم اور ادب ابھی آنحضرت ﷺ کے حقائق پہلے سے خبردار ہیجے  
 آنے ہیں۔ ان میں سے کچھ واقعات پیچھے بیان بھی ہو چکے ہیں۔  
 (قال) اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے امری کے  
 بازار میں جانے کا اتفاق ہوا، اہلک میں نے دیکھا کہ ایک ادب اپنی عاتقہ میں کھڑا ہے کہ وہاں ہے۔  
 "اس موسم کے (یعنی اس سال کے) آنے والوں سے پوچھو کہ کیا تم میں حرم کی سزا میں کارہ ہے والا  
 بھی کوئی ہے؟"

میں نے کہا "ہاں میں ہوں"۔ اس پر اس نے فوراً چمچا

"کیا اس عاتقہ کا غصہ ہو گیا ہے؟"

میں نے کہا کون اس سے؟ تو اس نے جواب دیا۔

"عبید اللہ ابن مطلب کا بیٹا، یکرہ مینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوئے والا ہے۔ وہ آخری ظہیر ہے اس  
 کے غصہ کی جگہ حرم کی سزا میں ہے اور اسکی ہجرت کی جگہ نگہروں کی طرف (یعنی دینے میں) ہوگی۔ میں تجھے  
 لازم ہے کہ تو اس کی طرف بڑھتے میں جلدی کرے۔"

حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ اس ادب کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ چنانچہ جب میں گئے واپس آیا تو  
 میں نے اس کا گھر گراؤ بکڑے کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ اور آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ  
 کو میرے حقائق خبر دی جس سے آپ بہت خوش ہوئے اس کے بعد حضرت طلحہ مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد فو نعلی ابن عدویہ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہ کو پکڑا اور دونوں کو ایک رختی میں  
 باندھ دیا۔ یہ سے ان دونوں حضرات کا لقب "قرنین" یعنی بانہ لے ہوئے پڑ گیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں احتمال ہے کہ یہ ادب بکیر اور مسطورہ امیوں میں سے کوئی ہو کیونکہ  
 پیچھے بیان ہوا ہے کہ یہ دونوں امری میں رہتے تھے مگر یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا  
 ادب ہو۔ کیا بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ پیچھے یہ بھی گزرا ہے کہ بکیر اور مسطورہ امیوں میں  
 سے کسی کو بھی آنحضرت ﷺ کی نبوت کا راز نہیں ملتا۔ اطمینان۔

سعید ابن عاصم کا واقعہ..... امیای کا ایک واقعہ سعید ابن عاصم ابن سعید بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جب  
 میرا آپ عاصمؓ ملے ہو تو میں اپنے چچا ابن ابن سعید کی پرورش میں آیا تھا۔ یہ ابن رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ  
 برا بھلا کہتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ابن تبدلت کے حلیے میں ایک شام مجھے وہاں ایک سال تک رہے اور اس کے بعد  
 واپس آئے۔ واپس آنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے جو بات پوچھی وہ یہ تھی کہ تمھ (ﷺ) نے کیا کچھ کر لیا  
 ہے۔ میرے دوسرے چچا عبید اللہ ابن سعید نے کہا۔

”خدا کی قسم وہ پہلے سے کہیں زیادہ معزز اور بلند ہو چکے ہیں۔“

یہ سن کر ابان ابن سعید جاسوسی روئے گئے اور پہلے کی طرح آپ کے ہم پر برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: چار گریباور بنی اسیر کے سرداروں کو لالہ لالہ۔ پھر انہوں نے ان سے کہہ دیا۔

”میں (ملک شام کے) ایک گاؤں میں تھا جہاں میں نے ایک راہب دیکھا جس کا نام گاہ تھا۔ (اس کے متعلق مشہور ہے کہ گاہ چالیس سال سے اپنی عبادت گاہ سے باہر نہیں نکلا۔ مگر اپنا ایک اس روز اپنی عبادت گاہ سے باہر آیا۔ لوگ وہ ڈرو ڈر کر اس کو دیکھنے کے لئے وہاں پہنچے گئے۔ پھر میں بھی اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا کہ میری ایک ضرورت ہے۔ اس نے مجھ کو چما کر تم کون ہیں۔ میں نے کہہ دیا۔

”میں قبیلہ قریش کا ہوں اور یہ کہ وہاں اپنا ایک شخص لے دو عویٰ کیا ہے کہ اس کو لٹھ نے اپنا سول بنا کر بچھا ہے؟“

اس راہب نے مجھ سے کہا: اس کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: ”اس“

اس نے کہا: ”وہ کب سے ظاہر ہوا ہے؟“ میں نے کہا: ”میں سال ہو گئے ہیں۔“

راہب نے کہا: ”کیا میں تمہیں اس کا طبلہ تلاؤں؟“

اس کے بعد اس نے آپ کا طبلہ تلا کر شروع کیا جس میں اس نے کہیں بھی کوئی تلا بات نہیں تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہہ دیا۔

”خدا کی قسم وہ دینک اس سمت کا نبی ہے۔ خدا کی قسم وہ ضرور غالب آئے گا!“

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ ان سے میرا سلام کہہ دو اور اس کے بعد وہ پھر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو گیا۔ یہ واقعہ معاہدہ مدینہ کے زمانے کا ہے (کی اور معاہدہ مدینہ کے متعلق آگے تفصیل آئے گی۔ جس میں ہے کہ یہ معاہدہ ۶ھ میں ہوا تھا۔) جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے ظہور سے انیس سال بعد کا ہے۔ جبکہ یہاں روایت میں ہے کہ اس وقت آپ کے ظہور کو بیس سال ہو چکے تھے لہذا اس کا مطلب ہے کہ یہ بیس سال کی مدت اندازاً اور تخمینہ کی ہے۔

حکیم ابن حزام کا ایک حیرت انگیز واقعہ۔۔۔ اسی طرح ایک واقعہ ہے جو حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک واقعہ ہم تبدلی سلسلے میں ملک شام گئے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ میں مسلمان نہیں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ ابھی تک ہی میں تھے۔ فرض شام میں ایک روز ہمیں روٹی پلا شام نے دیا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے پوچھا۔

”تم لوگ عرب کے کس قبیلے سے ہو اور میں تمہیں نے نبوت کا عویٰ کیا ہے اس سے تمہارا کیا شدہ ہے؟“

حضرت حکیم کہتے ہیں۔ میں نے کہہ دیا۔

”میرا نانا چچا یمنی پشت پر جا کر ان کا اور میرا نسب مل جاتا ہے۔“

پلا شام نے کہہ دیا۔ ”میں جو کچھ تم سے پوچھا تھا اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو گے؟“

ہم نے کہا: ”ہاں۔“ جب اس نے پوچھا۔

”کیا تم کو لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اس کی پیروی کر لی ہے یا ان میں سے ہو جنہوں نے اس کو

بھلا دیا ہے؟“

ہم نے کہل۔ ”ہم میں لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس کو تنہا رہا ہے اور اسکے وطن میں گئے ہیں۔“  
اس کے بعد اس نے ہم سے حق چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی جو سول غلط چٹکتے لے کر آئے ہم  
نے اس کو سب تصدیقات ظاہر کیں۔

قصر شاہی کے اندر انبیاء کی تصویریں۔۔۔۔۔ اس کے بعد وہ کھڑا ہو گیا اور ساتھ ہی اس نے ہم سے بھی  
ساتھ آئے گا اشارہ کیا۔ وہ ہمیں لے کر اپنے محل میں ایک عمارت کے پاس آیا اور خادم کو حکم دیا کہ اس عمارت کو  
کھولے۔ اندر فتح کرو ایک ایسی چیز کے سامنے آؤ گے جو پہلے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ پھر اس نے اس کپڑے  
کو ہٹانے ہانے کا حکم دیا۔ کپڑا ہٹنے ہی ہم نے دیکھا کہ وہ انسانی شکل کی ایک تصویر ہے۔ اس نے ہم سے پوچھا  
”کیا تم جانتے ہو یہ تصویر کس شخص کی ہے؟“

ہم نے کہا نہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد وہ ایک دروازے سے  
دوسرے دروازے میں ہمیں لے کر آئے یہ دروازہ اسی طرح تصویر والی پر سے کپڑا ہٹا کر ہمیں مختلف نبیوں کی  
تصویریں دکھا کر ایک باب پر تصویر پر وہ ہم سے پوچھا۔

”کیا یہ تصویر قبلہ سے پہلے کے نبی (یعنی آنحضرت ﷺ) کی شکل کی ہے؟“

### ”آنحضرت ﷺ کی تصویر“

مگر ہم ہر تصویر پر انگڑا کر دیتے اور پھر وہ بتاتا کہ یہ نبیوں کی تصویر ہے۔ آخر وہ ایک دروازہ کھول کر  
کمرے میں داخل ہوا اور اس نے ایک تصویر پر سے کپڑا ہٹا کر ہم سے پوچھا  
”کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟“  
ہم نے فوراً کہل۔

”ہاں! یہ ہمارے ساتھی محمد ابن عبداللہ کی صورت ہے۔“

اس نے کہل۔ ”جانتے ہو یہ تصویریں کتنا عرصہ پہلے بنائی گئی ہیں۔“

ہم نے کہل۔ ”فیس امامت اس نے ظاہر کیا۔“

اب سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے۔ قبلہ اساتھی یقیناً خدا کا بھیجا ہوا نبی ہے۔ تم  
لوگ اس کی اطاعت اور پیروی کرو۔ میری آواز ہے کہ میں ان کا کلام میں چاہوں اور ان کے جیوں کا مدد  
پا کروں!!“

حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی تصویریں۔۔۔۔۔ انہی طرح کا ایک واقعہ حضرت جبریلؑ ابن مسلم کے ساتھ  
بھی پیش آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صورت (یعنی رسول اللہ کی صورت) کے فوراً بعد حضرت ابو بکرؓ کی  
تصویر دیکھی جو اس کے پیچھے تھی۔ پھر اس کے پیچھے دیکھا تو اس سے لی ہوئی صورت حضرت عمر فاروقؓ کی تھی۔  
اس نے (یعنی شاہ دوم نے) ہم سے پوچھا۔

”اس سے لی ہوئی یہ دوسری تصویر ہے۔ کس کی ہے؟“

ہم نے کہل۔ ”وہاں ابو قحافہ یعنی ابو قحافہ کے لڑکے (ابو بکر) ہیں۔“

پھر اس نے کہا کہ کیا اس کو بھی پچاسے ہو جو اب تک کی تصویر کے فوراً بعد ہے۔ میں نے کہا۔  
 ”بالہ و عرائین مطلب ہیں!“

یہ سن کر شیشہ ٹوٹ گیا۔

”میں کو اسی دیتا ہوں کہ یہ (یعنی آنحضرت ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ وہ (یعنی حضرت ابو بکرؓ) ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے اور وہ (یعنی حضرت عمرؓ) ان کے خلیفہ ہوں گے۔“

## حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ

آنحضرت ﷺ کے ظہور اور نبوت کے حقائق عیسائیوں نے جو خرمیں دیں جو ان کی قدیم کتابوں میں درج تھیں ان ہی میں سے ایک واقعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ :-

میں ملک فارس میں ایک صوبہ اسمعیان کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں اس گاؤں کا نام تخی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ صوبہ ایوان کے گاؤں کا رہنے والا ہوں جس کا نام درمتر خہ ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ میں درمتر خہ میں پیدا ہوا اور وہیں پلا بڑھا۔ یہاں تک میرے والد کا انتقال ہے وہ اسمعیان کے علاقے کے رہنے والے تھے اور اپنے گاؤں کے سردار تھے ایک دولت مند میں ہے کہ۔ میں فارس کے ایک ممتاز گھرانے کا فرد ہوں۔ میرے والد کو دنیا میں سب سے زیادہ کچھ سے محبت تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے اس طرح نگر میں رہنے پر پابند کر رکھا تھا جیسے کئی کھواری لڑکی کو کیا جاتا ہے۔

میں نے لڑکی (یعنی آنحضرتؐ) پر تخی کے مذہب کا بہت کافی علم حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ میں آگ کا خادم بن گیا جو ہر وقت الہیدی کی آگ کو جلائے رکھتا ہے اور کسی وقت بھی اس کو بجھنے نہیں دیتا۔ (نہی مذہب کے لوگ آگ کو بجھتے ہیں۔ ان کی عبادت گاہ کو الہیدی کہتے ہیں جہاں ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے۔ بہت سی الہیدیوں میں جنگلات اور بڑوں سال کی آگ برابر جل رہی ہوتی ہے۔ ہر الہیدی پر کئی کئی خادم ہوتے ہیں جو اس آگ کو کسی وقت بجھنے نہیں دیتے اور ہر وقت بچاؤ دیتے ہیں۔ آگ کے اس خادم کو عربی میں ”عاطن دار“ کہتے ہیں جس کا بھی بہت احترام کرتے ہیں)۔

(اس کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ) میرے والد کے پاس بہت بڑی چائینہ اور ڈھین تھی۔ ایک روز وہ کسی خیر کے کام میں مشغول تھے (جس کی وجہ سے اپنی ذمہ داری نہ پاسکے) اس لئے انہوں نے مجھ سے کہا۔

بیٹے! آج میں ایک خیر کے کام میں مشغول ہوا ہوں اس لئے کھینچوں پر تم چلے جاؤ۔

پھر انہوں نے مجھے اس کے حلقی تک پہنچا دیا جہاں وہ اپنے بچے کے بعد کھڑے

مگر زیادہ دیر میری نگاہوں سے نہ بچ سکا نہ رہتا کیونکہ اگر میں دیر تک قیام نہ کر کے چلا تو بے وقوفی میرے سے اپنے کھینچوں کی وجہ سے بھال سے بھی زیادہ ہو گی اور میں ہر کام چھوڑ کر اسی گھر میں چلا جاؤں گا۔

## سلمان فارسیؓ کا عیسائیت سے لگاؤ

فرض میں مگر یہ کھینچوں پر جانے کے لئے روانہ ہوا لیکن میں عیسائیوں کے ایک گرجا کے پاس سے

گزارش دو لوگ اس وقت اندر گزار رہے تھے۔ مجھے اسی کو عالمی جن جن کی آوازیں سنائی گئیں۔ بڑے بڑے عالم نے پیش مجھے گھر کی چھوڑ دی اور اسی میں گزار کا احساس لئے مجھے دنیا کے متعلق کسی بھی بات کا نہ نہیں تھا۔

اب مجھے یہ کواڑیں سنائی دیں (تو میرے دل میں اس کو جاننے کی کریم پیدا ہوئی) بیش گرجا کے اندر داخل ہوا تاکہ دیکھوں وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ وہاں میں نے ان کو (اپنی عبادت میں مشغول دیکھا تو) مجھے ان کی نماز کا یہ طریقہ بہت پسند آیا اور ان کے مذہب سے دل چسپی پیدا ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: "خدا کی قسم یہ دین اس سے کہیں بہتر ہے جس پر ہم چلتے ہیں۔"

مجھے یہیں کھڑے کھڑے اچھی دنگر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اس لئے میں نے کھیتوں پر جانے کا خیال چھوڑ دیا اس کے بعد میں نے ان عیسائیوں سے کہا۔

”اکس بریج کے جانے والے اور عالم کلاں مل گئے ہیں؟“

انہوں نے بتایا کہ ملک تمام میں (جہاں روپیوں کی عیسائی حکومت تھی اور شیشہ قیصر روم حکومت کرتا تھا) غرض اس کے بعد میں واپس اپنے گھر آیا۔ (مگر مجھے واپس میں دیکھ کر ہو گئی تھی اس لئے) میرے والد اپنا سب کام چھوڑے ہوئے پریشان تھے اور میری حفاظت میں کوئی دوزخ رہے تھے۔ جیسے ہی میں گھر پہنچا انہوں نے مجھ سے کہا۔

”بیٹے! تم کون تھے؟ کیا میں نے تم سے جلدوا بھی کئے کارعدہ نہیں لیا تھا؟“

Circumstance	Percentage of Respondents (%)
Self-defense	~85
To protect others	~80
To prevent a crime	~75
To maintain order	~65
To punish a criminal	~60

”ہاں۔ راستے میں میرا ایک جگہ سے گزر ہوا تھا جہاں کچھ لوگ ایک عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔“ مجھے حق کے دین کا یہ طریقہ اچھا پسند آیا کہ میں اس حق کے پاس بیٹھ رہا تھا کہ کون چاہے کیا۔“  
انہوں نے (جیسا کہ وہ سب سے میری دلچسپی دیکھی تو) رضامند ہو کر کہا۔

”میں نے ان کے دین میں کوئی بھڑی دار اچھائی نہیں ہے بلکہ تمہارا نور تمہارے باپ دارا کو بھی اس سے کہیں بھڑے۔“

خس نے کہا: ”ہرگز نہیں۔ وہی کہہ رہی ہے کہ میں سے بہت بہتر ہے۔“

مسلمان غارتھی باپ کی قید میں۔۔۔ میرے باپ کو میری طرف سے قلبیہ خوف ہوا کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں اس لئے انہوں نے میرے چہرے کو زنجیر والے کرکھے لکڑی میں بند کر دیا۔ آخر میں نے ان ہی غصہ انہوں کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ کہلا باؤ کہ آپ کے پاس ملک خاتم سے جب بھی کوئی قتلہ آئے تو مجھے ضرور خبر کرنا۔

رومانی طور ملک شام کو غرور..... کچھ فی عرصے کے بعد ان کے یہاں شاہی تاجروں کا ایک قافلہ گیارہ انہوں نے میر سے پاس اس کی خبر بھگوئی۔ میں نے جواب میں کہنا کہ جب وہ قافلہ اپنے کاموں سے فارغ ہو جائے اور واپس کے لئے تیار ہو تو اس وقت پھر مجھے خبر کروں گا۔ چنانچہ (جب وہ قافلہ واپس ہونے لگا تو) انہوں نے میر سے پاس خبر بھگوئی۔ میں نے (کسی نہ کسی طرح) اپنے ہیروں سے پہلے ان کا کہنا کہ واپس نہ جاؤ۔ پھر میں ان کے ساتھ ملک شام کو روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے انہوں سے ہم چلے

اس مذہب کا سب سے بڑا عالم کوٹا ہے۔



مگر جاہلیں رہنے والا استغفار معظم (یعنی بڑا پوری)۔

استغفار جیسائی مذہب کے عالم اور قوم کے مذہبی پیشوا کو کہتے ہیں فرض میں اس کے پاس پہنچا اور ہوا مجھے اس مذہب سے دلچسپی ہو گئی ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ میں آپ کے پاس رہوں تاکہ اس عبادت گاہ میں رہ کر آپ کی خدمت کر سکر ہوں اور آپ سے اس مذہب کی تعلیم بھی حاصل کر سکر ہوں اور آپ کے ساتھ عبادت بھی کر سکر ہوں۔

پادری کی طرح وہ جس اور عوام کا غصہ..... اس نے مجھے عبادت دہی اور میں کر جاہلیں اس کے ساتھ رہنے لگا اس کے پاس رہ کر مجھے اندازہ ہوا کہ کدو ایک برہمن اور لاپٹی آدمی تھا۔ لوگوں کو صدقات و غیرہ دینے کا حکم دیتا اور خیرات کرنے کی طرف توجہ دلاتا مگر جب لوگ صدقات اور خیرات کمال تقسیم کرنے کے لئے آ کر اس کو دیتے تو وہ اس بل کو غریبوں کو دینے کے بجائے خود اپنے خزانے میں بھر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات تنگے جمع ہو گئے تھے اس کی یہ حرکتیں اور لاپٹی دیکھ کر اس سے بے انتہا نفرت ہو گئی۔

آخر کار ایک روز پادری مر گیا، جیسائی اس کو دفن کرنے کے لئے یہاں ہی رہے تو میں نے اس سے کہا: ”یہ شخص نہایت برا آدمی تھا۔ آپ لوگوں کو صدقے دینے کی عبادت کرتا اور خیرات نکالنے کی طرف توجہ دلاتا اور جب آپ لوگ اپنا بل دے کر تقسیم کرنے کے لئے اس کو دیتے تو وہ اس بل میں سے غریبوں کو ایک پیڑ بھی نہیں دیتا تھا بلکہ سدا ہلال طود ہیسم کر لیتا تھا؟“

لوگوں نے جب سمجھ سے بچ چھا کہ ہمیں اس بات کا کیسے پتہ چا تو میں نے کہا:

”پہلے میں آپ کو اس کا خزانہ ہی دکھائے دے چاہوں۔“

اس کے بعد میں نے لوگوں کو لے جا کر اس کا خزانہ دکھایا اور انہوں نے وہاں سے سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات تنگے برآمد کئے۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ وہاں سے تین بڑے تنگے لے جن میں تحریک یا ایلیس سیر چاندی بھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر (لوگوں میں اس کے خلاف سخت نفرت اور غصہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے کہا:

”تھاکہ ای قسم اہم اس کی لاش کو لب ہر گز دفن نہیں کریں گے؟“

چنانچہ انہوں نے اس پادری کی لاش کو ایک جگہ سولی پر لٹکا دیا اور لوگ اس کو چر مارتے ہوئے گزرتے۔

(یہ لوگوں نے اس پر نواز بھی نہیں چڑھی حالانکہ یہ دھرم پدہ، مینے روزے رکھا کرتا تھا اور شہوت پسندی اور نفسانی چیزوں سے بھی بچا تھا۔

علاوہ کے لئے زچہ و قدامت ہر مذہب میں ضروری ہے۔

(ایک مذہبی پیشوا اور عالم اگر مال و دولت کے لالچ میں چڑھا جائے تو لوگوں کو اس سے اتنی ہی نفرت بھی ہو جاتی ہے جتنی پہلے عقیدت تھی) چنانچہ کتاب فتوحات کیہ میں ہے کہ ہر مذہب کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ (ایک بزرگ آدمی کے لئے خاص طور پر کوئی دھرمی سے پرہیز اور بچنا ضروری ہے چنانچہ سب ہی مذہبوں کے علماء کہتے ہیں کہ ہر عقیدہ آدمی اپنے آپ کو دنیا یعنی مال و دولت سے خالی رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس

کے قتلے سے مکمل غائب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی یاد دلایا ہے وہ آیت پاک یہ ہے :-

اتما امر الکفر واولادکم فقتلہ ۲۸ سورۃ بقرہ ع ۲

ترجمہ: تمہارے امرا اور اولاد جس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہیں۔

راہبوں کا زہد۔۔۔۔۔ اس بارے میں علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ راہبوں کی قیامت اور پرہیز گاری کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کے پاس لنگہ دن کی روٹی کا بھی انتظام نہیں ہو چاہے وہ سونا چاندی جمع کرتے ہیں چنانچہ علامہ شعرانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک راہب سے کہا۔  
”ذرا اس راہب کو کچھ کر دکھائیے کہ یہ کس راہب کے زمانہ کا ہے؟“

مگر راہب اس راہب کو دیکھنے پر تیار نہیں ہوا اور کہنے لگا۔

”ہم لوگوں کے نزدیک دنیا کو نظر بھر کر دیکھنا بھی چاہتے ہیں۔“

علامہ شعرانی ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کچھ راہبوں کو دیکھا جو ایک شخص کو بھیجے اور ہے تھے وہاں کو گر جا رہے تھے ہر انگلی پر ہے اور کہہ رہے تھے۔  
”تو نے ہم راہبوں کو برا کر دیا۔۔۔۔۔!“

میں نے ان لوگوں سے اس جنگاے کے حقائق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر (جو خود بھی راہب تھا اور ہم بندہ تھا) دیکھا ہے میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ ہم راہبوں کو کوئی بری بات ہے تو انہوں نے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ہمارے نزدیک بھی ہمارے نبی ﷺ کے نزدیک بھی۔“ یہاں تک علامہ شعرانی کا کام ہے۔

(غرض حضرات سلطانِ قادسیٰ بیان کرتے ہیں کہ اس راہب کے مرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے راہب کو اس گر جانے (استغفارِ عظیم بنا کر) خط لکھا۔ یہ راہب کا ایک تھا کہ پانچ وقت نماز پڑھنے والوں میں میں نے اس سے بہتر اور افضل کوئی نہیں دیکھا۔ یعنی مسلمانوں کے علاوہ دوسری قوموں میں اس سے زیادہ افضل دنیا کے معاملات میں اس سے زیادہ پارسا آخرت کے معاملے میں اس سے زیادہ عبادت گزار اور دن اور رات میں اس سے زیادہ شریف و پاکیزہ کوئی نہیں نے اور کسی کو نہیں پایا۔ میں نے مجھے اس سے اتنی زیادہ محبت ہو گئی کہ اس سے پہلے کبھی کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ میں ایک عرصہ تک اس کے ساتھ رہتا رہتا یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آپہنچا جب اس کی موت کا یقین ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔

”میں مدت سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ سے مجھے اتنی محبت ہو گئی کہ اس سے پہلے کبھی کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ مگر اب آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا ہے۔ اس لئے اب مجھے مشورہ دیتے کہ (آپ کے بعد میں کس کے پاس جا کر رہوں؟“

اس نے کہا۔

میرے بیٹے! خدا کی قسم میں کسی ایسے کوئی کو نہیں جانتا جو اسی راستے پر چلا ہو جس پر میں ہوں۔ لوگ برہائی کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر وہ راستے چھوڑ دیئے جن پر وہ بھی چلا کرتے تھے اور ان میں تبدیلیاں کر دی ہیں۔ صرف سواصلِ شر میں ایک شخص باقی ہے اور وہ وہاں شخص ہے جو اسی راستے پر قائم ہے جس پر میں ہوں۔“



موصول کی خانقاہ میں..... چنانچہ اس کے بعد جب وہ رامپور گیا اور وہ قریب کر دیا تو میں موصول میں اس دوسرے رامپور کے پاس پہنچا۔ جس کے متعلق مرنے والے نے مجھے بتایا تھا کہ میں نے اس کو اپنی کہانی سنائی اور بتایا کہ مرنے والے رامپور نے مجھے آپ کے پاس آنے کی ہدایت کی تھی۔ اس نے مجھے اپنے گھر لے کر آجائے اور وہاں میں رہا۔ جس پر مرنے والے رامپور نے کہا کہ میں نے اس کو کسی راستے پر چلایا جس پر وہ مرنے والے رامپور کے گھر میں آئے۔ جس کو میں نے خصوص کیا کہ میں ایک مختصر آدھی کے ساتھ رہا ہوں۔ آخر ایک دن اس کا بھی وقت آگیا اور جب یقین ہو گیا کہ اب یہ چند گھنٹے کا صبر ہے تو میں نے اس سے کہا۔

نئے لوگوں اعلانِ شخص نے مجھے آپ کا پتہ دکھا کر چاہت کی تھی کہ میں آپ کے پاس آ کر ہوں۔ اب آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم آپ پہنچا ہے اس لئے آپ مجھے صحت کیلئے کہ میں کس کے پاس جاؤں اور کیا کروں؟" اس نے کہا۔

تیسرے بنے اندھا کی قسم میری نظر میں اب کوئی ایسا کوئی نہیں ہے جو ایسا راستہ پر چلے جاؤ جس پر میں ہوں۔ میں صرف ایک شخص ہے جو نصیحتیں کے مقام پر رہتا ہے وہ فلاں کوئی ہے۔ تم اس کے پاس جا کر رہنا۔  
نصیحتیں کی خانقاہ میں۔۔۔ غرض اب یہ دایب سر گیا اور اس کا کفن دفن ہو چکا تو میں نصیحتیں میں اس تیسرے دایب کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کو اپنا اندھا خیلا اور بتایا کہ مرنے والے دایب نے مجھے تمہارے پاس آکر رہنے کی کہ صحت کی تھی۔

”اس نے مجھے اپنے پاس فصر لایا اور میں وہیں رہنے لگا۔ اس کو بھی میں نے ان دونوں سر نے والے راتوں کے واسطے پر علی بابا اور محسوس کیا کہ میں ایک بہترین آدمی کے پاس رہ رہا ہوں۔ تمرا بھی لڑا ہوا وقت نہیں گزر رہا کہ اس کو بھی موت کا پیغام آ پہنچا۔ جب اس کا آخری وقت ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔

اسے نکال نکالنے نے مجھے نکال دیا۔ آپ کے پاس بھیجا تھا اور اس نکال دیا۔ آپ کے پاس  
آگے کی ہدایت کی تھی۔ اب آپ مجھے کس کے پاس لود کرنا جانے کی ہدایت کرتے ہیں؟  
اس نے کہا۔

”جئے اٹھ اکی قسم میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو وہاں سے راستے پر قائم ہو اور میں تمہیں اس کے پاس پہنچ جانے کی وجہیت کر دوں۔ جہاں دوسرے ملاتے ہیں خود ہی کے مقام پر ایک شخص ہے جو ہمارے ہی راستے پر قائم ہے۔ اگر تم جاؤ تو اس کے پاس پہنچ جاؤ۔“

عمور یہ کی خانقاہ میں..... اس کے بعد جب وہ ادب مر گیا اور اس کو دفن کر دیا گیا تو اس عمور پر والے ادب کے پاس چاہا اور اس کو اپنا حصہ تقابل چنانچہ اس نے بھی مجھے اپنے پاس ضم کرنے کی اجازت دیدی۔ میں نے یہاں بھی غمخس کیا کہ میں ایک بہترین گوئی کے ساتھ رہ رہا ہوں جو پہلے تیار رہا ہوں کے راستے کو طریقے پر ہی

چتا ہے۔ یہاں وہ کہتا ہے (اپنی محنت سے) اکھاڑا بھی وہاں تک کہ میں نے کچھ گائیں اور بکریاں خرید لیں۔  
آخر اس وہاب کے پاس بھی موت کا بڑا آگیا۔ جب اس کا وقت آگیا تو اس نے لگا تو میں نے اس سے کہا۔  
”اے ملاں! میں ملاں فاضل کے پاس تھا اس نے مجھے ملاں وہاب کے پاس جا کر رہنے کی وصیت کی

تھی۔ پھر اس نے اپنے بعد ملاں کے پاس جا کر رہنے کی دہلیز کی تھی اور اس کے بعد اس شخص نے مجھے آپ کا یہ مطالبہ۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ میں کس کے پاس اور کہاں جا کر رہوں؟<sup>۲۳</sup>

اس نے کہا۔

میرے بچے اعدا کی قسم لب میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص وہاں سے اس راستے کو روکے، جاتی ہے جس کے پاس میں کہیں بھیج سکوں۔ البتہ لب وہ مذہب بالکل قریب آپ کا ہے جب کہ ایک نئی ظاہر ہونے والا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا دین لے کر آئے گا۔ وہی عرب کی سر زمین سے اٹھے گا اور اس کی ہجرت گاؤں گھرانوں کے درمیان نکلے گا، لیکن مدینہ منورہ کے شہر اب علاقے کا نہیں ہو گی۔ اس کی کچھ شکایاں ہوں گی۔ وہ نیا دین کی چیز کو کھانے کا نہیں سمجھنے والے کا مال نہیں کھائے گا اور اس کے دونوں موڑوں کے درمیان میں مرنے کی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر تم اس علاقے میں جا سکو تو ضرور چلے جانا۔

اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور اس کو دفن کیا گیا۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں: اس روایت کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں نصرانی مذہب پر صحیح طریقے سے جو لوگ قائم تھے وہ یہی چار مذہب تھے۔ مگر علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد میں (۲۰) تھی۔ اور کتب اور میں ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد دس سے کم نہ تھی۔ لیکن یہ بات زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے دائرہ اطراف۔

دوسرے کوروا کی لور غلامی..... اس کے بعد حضرت سلطان قاری بیان کرتے ہیں کہ ہماری کتب قبیلے کے تاجروں کے ایک کاروان کا سفر سے پاس سے گزر رہا تھا (جو عرب کو جا رہا تھا) اس نے ان سے کہا۔

”مجھے آپ لوگ اگر اپنے ساتھ سرزمین عرب تک پہنچاؤں تو میں آپ لوگوں کو اس کے بدلے میں اپنی بہ کاشیں اور کھجوریں دے دوں گا۔“

وہ لوگ چار ہو گئے اور میں نے ان کو اپنی کاشیں اور کھجوریں دے دیں۔ وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے چلے مگر جب مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام کو پہنچی قریب پر پہنچ گئے تو ایک ان کی خیمیں خراب ہو گئیں اور انہوں نے مجھے زبردستی ایک یہودی کے ہاتھ چھو لیا۔ اب میں اس یہودی کے پاس پہنچے گا جہاں میں نے ایک نکلستان دیکھا (جبکہ اس پر تھے وہ مذہب نے اس کی ہجرت کا کہے کے متعلق میں نکالی نکالی تھی کہ وہاں نکلستان ہو گا) اب میں اس کی قتل کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس کے متعلق میں دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے اس کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔

اسی دوران میں جبکہ میں اس یہودی کے پاس غلام کی حیثیت میں تھا ایک روز اس کا چچا اور بھائی اس کے پاس آکر یہ قریب ہی قریب میں سے قتل ہوا۔ اس نے آکر مجھے اپنے بیروں میں بھائی سے خرید لیا اور اپنے ساتھ مجھے دے چلے آیا۔ اعدا کی قسم مجھے ہی میں دینے پہنچا اور میں نے اس شر کو دیکھا میں اس کو اس یہودی کی نکالی ہوئی علاقوں کی وجہ سے پہچان گیا۔ غرض اب میں یہاں اس یہودی کے ساتھ رہتا ہوں۔

اسی دوران میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ظہور ہو چکا تھا۔ آپ برسوں تک کے میں تبلیغ فرماتے رہے لیکن مجھے اس دوران میں آپ کے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی تھی کہ کہ میں غلام کی حیثیت سے ہر وقت اپنے کاموں میں لگا رہتا تھا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے کے سے ہجرت فرمائی۔

ایک روز میں اپنے آقا کے بارگاہ میں ایک گھوڑے کے درخت پر چڑھا ہوا دیکھ کام کر رہا تھا اور میرا آقا اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اسی وقت اس کا ایک چچا اور بھائی وہاں آکر پہنچ گئے۔

”اے خاں اللہ تعالیٰ بنی قیلہ یعنی قبیلہ لوس اور قبیلہ خوزج کو براہِ کرہ سے۔“

دینے کے ان دونوں مشہور قبیلوں لوس اور خوزج کو بنی قیلہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ لوہ کی پشتوں میں جا کر (لوس اور خوزج دو بھائی تھے اور ان) کی ماں کا نام قیلہ تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:-  
اللہ تعالیٰ نے مجھے زبانِ عربی کے لحاظ سے عرب کے دس سب سے زیادہ درست قبیلوں کے ذریعہ مدد دی جو قیلہ کے بیٹے لوس اور خوزج ہیں۔“

(غرض حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ اس یہودی نے اگر قبیلہ لوس اور خوزج کو براہِ اہل کتبہ سے کہہ دیا۔)

”خدا کی قسم اس وقت وہ لوگ قیلہ کے مقام پر ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی کے سے کہتا ہے کہ یہ لوگ مجھے لڑا کہ وہ لڑا ہیں۔“

یہ سنتے ہی میرے دل میں کچھ گھبراہٹ ہو گئی اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں درخت پر سے اپنے آقا کے لوہ گر جاؤں گا۔ میں فوراً اپنے تر تار اور اپنے آقا کے اس بچہ کو بھائی سے کہنے لگا۔  
”تم کیا کہہ رہے ہو؟“

میرا آقا میرے بولنے پر ایک دم غضب ناک ہو گیا اور اس نے بے زور سے میرے ایک طرف اشارہ کر کے

مجھے اس سے کہا ہے۔ جا کر اپنا کام کر!“

میں نے کہا:-

”میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ میں صرف اس کی بات کی تصویر بن کر رہا ہوں۔“

آنحضرت ﷺ سے ملاقات۔ (اس کے بعد حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میرے پاس کچھ چیزیں یعنی صدے کا مال تھا جو میں نے اٹھا کر، کہا وہ اٹھا۔ (ی)۔ لیکن یہ یہ چیز گھوڑوں یا اونٹوں سے رہے ہوں۔ حتم ہوتی تو میں یہ چیزیں لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوں اس وقت تک کہ آپ (مدینہ تشریف نہیں لائے تھے بلکہ اٹھا کے مقام پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں آپ کے سامنے پہنچا اور میں نے عرض کیا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے بہنوئی صاحب بھی ہیں جو ضرورت مند لوگ ہیں۔ میرے پاس یہ چیز صدقہ کے لئے رکھی ہوئی تھی اس لئے میں نے آپ لوگوں کو عیاں کا سب سے زیادہ سخی سمجھا۔“

آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اسے کھانا لیکن خود آنحضرت ﷺ نے اپنا تھوڑا سا مال اور اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ (یہ کہ وہ صدقہ کا مال تھا) میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بکلی نکلی ہے (جو واجب ہے آپ کی شخصوں میں بھائی تھی کہ وہ خیر صدقہ کا مال میں نہیں کھائے گا) بہت ہی کی چیز کھائے گا۔  
آنحضرت ﷺ کا صدقہ کے مال سے پرہیز..... آنحضرت ﷺ خود بھی صدقہ کا مال نہیں کھاتے تھے اور آپ نے اپنی اولاد کو بھی اس سے روکا ہے۔ چنانچہ ایک دن جبکہ حضرت امام حسنؑ چھوٹے تھے انہوں نے

صدقہ کی گجروں میں سے ایک گجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً ان کو روکا اور فرمایا۔

”تھو کہ۔ تھو کہ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں صدقے کی چیز نہیں کھاتا؟“

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

میں گھر میں جاتا ہوں اور وہاں مجھے اپنے بستر پر کوئی گجور چڑی ہوئی ہوتی ہوتی ہے تو اس کو کھانے کے لئے اٹھا لیتا ہوں مگر پھر خیال آتا ہے کہ ممکن ہے صدقے کی ہو اس لئے اس کو وہاں میں ڈال دیتا ہوں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو ایک گجور ملی تو آپ نے فرمایا۔

”اگر یہ صدقے کی نہ ہوتی تو میں کھالیتا۔“

پھر آپ کا رخ بدلا ہے۔

”محمد (ﷺ) کی لوار کے لئے صدقے کی چیز کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ صدقات لوگوں کا مکمل ہوتا

ہے۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ۔

”یہ صدقات لوگوں کا مکمل ہوتے ہیں اور یہ محمد (ﷺ) اور محمد (ﷺ) کی لوار کے لئے حلال نہیں ہیں۔“

ہمارے یہی شافعی مسلک میں لہذا مضبوط قول یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر دونوں صدقے (یعنی صدقہ زکوٰۃ اور نقل صدقہ لہوؤں حرام ہیں اور آنحضرت ﷺ کی لوار پر صدقہ فرض تو حرام ہے لیکن نقل صدقہ حرام نہیں ہے۔

علامہ ذہبی کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی لوار کے لئے کوئی صدقہ جائز نہیں ہے نہ فرض صدقہ اور نہ نقل صدقہ۔ اسی طرح ان کے غلاموں کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

(اس کے بعد پھر حضرت سلمان فارسی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا) اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کے پاس سے واپس آیا اور پھر میں نے جبکہ چڑی بیچ گئی۔ یہاں تک وہ چڑی گجور یا چھوہلوں میں سے کوئی ایک شخص اس وقت رسول اللہ ﷺ قبا کے مقام سے مدینے شریف لائے تھے۔ اب میں پھر آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا۔

”میں نے دیکھا تھا کہ آپ صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔ اس لئے یہ میں ہدیہ میں آپ کو پیش کر رہا

ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے اس میں سے خود بھی کھایا اور اپنے صحابہ کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری شکایتی ہے (جو اس دراب نے آپ کے حلق خلائق تھی) کہ آپ ہدیہ میں آئی ہوئی چیز کھائیں گے صدقے کی نہیں کھائیں گے کہ۔

اسی سلسلے میں مسلم میں ایک حدیث ہے کہ جب بھی کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے پاس کھانے کر آتا تھا تو آپ اس سے اس کھانے کے بارے میں تحقیق فرماتے۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ ہدیہ ہے تو آپ اس میں سے کھا لیتے اور اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ صدقہ ہے تو نہیں کھاتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایک ہدیہ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا جبکہ آپ بیچ فرقہ کے مقام پر تھے۔ آپ اپنے ایک صحابی کے ہاتھ کے ساتھ یہاں شریف لائے تھے۔

قبرستان قریع..... یہ صحابی حضرت کلثوم امین ہدم تھے جن کے پاس تھا کہ تمام پر آپ ٹھہرے تھے جبکہ آپ ہجرت کر کے دینے تشریف لارہے تھے۔ کیا جانتا ہے کہ یہ حضرت کلثوم پہلے کوئی ہیں جو قریع کے قبرستان میں دفن ہوئے (کیونکہ یہ قریع کا قلیل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں قبرستان میں کیا تھا اور اس میں آپ کے بڑے بڑے صحابہ کے حوزات ہیں۔ اس کی تفصیلات آگے بھی موقوفہ موقوفہ سے آئیں گی)۔

ایک قول یہ ہے کہ قریع کے قبرستان میں سب سے پہلے جو دفن ہوئے وہ اصحاب ذرہ ذرہ ہیں اور ایک قول کے مطابق عثمان امین مطلق ہیں۔ ان میں مطابقت اس طرح کی جاتی ہے کہ صحابہ میں سے جو سب سے پہلے اس قبرستان میں دفن ہوئے وہ حضرت عثمان امین مطلق ہیں جن کا ذی الجوارح علیہ السلام میں القیل ہو اتحاد اور اصحابوں میں سب سے پہلے جو صحابی دفن ہوئے وہ کلثوم امین ہدم یا اصحاب ذرہ ذرہ ہیں۔

اس بارے میں کتاب و ثبوت میں ہے کہ پہلے کلثوم کا انتقال ہو اور ان کے بعد شمال ۱۷ میں ابو امامہ اصحاب ذرہ کا انتقال ہوا جن کو قریع میں دفن کیا گیا۔ یہاں تک کتاب و ثبوت کا حوالہ ہے۔

مگر اس کتاب میں حضرت کلثوم کے انتقال کی جو تاریخ نہیں بتائی گئی ہے (جبکہ اسد کے انتقال کی تاریخ ذکر کی گئی ہے۔ البتہ علامہ طبری کی کتاب نور میں ہے کہ حضرت اسد کی وفات آنحضرت ﷺ کے دینے تشریف لانے کے تھوڑے ہی دن بعد ہو گئی تھی۔ اور اصحابوں میں سب سے پہلے (یعنی اسلام لانے کے بعد) جن کا انتقال ہوا وہ حضرت ابراہیم معمر ہیں جو آنحضرت ﷺ کے دینے تشریف لانے سے ایک مہینہ پہلے انتقال کر گئے تھے۔ جب ان کا وفات آئے تو انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت ان کا جوارح کی طرف کیا جائے۔ چنانچہ یہاں یہ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ دینے تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر نماز پڑھا دی تھی جس میں آپ نے چار گھیریں گھیریں مگر ان کی قبر کی جگہ کے حلقہ مجھے علم نہیں ہے۔ گھنٹی سطروں میں لکھا گیا ہے کہ قریع میں سب سے پہلے جن کو دفن کیا گیا وہ حضرت کلثوم ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم معمر دفن نہیں ہوئے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ (حضرت ابراہیم معمر) قریع میں ہی دفن ہوئے ہوں لیکن آنحضرت ﷺ کے دینے تشریف لانے کے بعد جو سب سے پہلے اس قبرستان میں دفن کئے گئے وہ حضرت کلثوم ہیں۔ یہاں تک حضرت ابراہیم معمر کی قبر آنحضرت ﷺ کے نماز پڑھنے کا حلقہ ہے تو ظاہر یہ کہی خدا ہے جو قبر پر چڑھی گئی۔

نبوت کی تصدیق..... (غرض اس کے بعد حضرت سلمان فارسی کا واقعہ بیان کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ پھر میں تیسری بار آنحضرت ﷺ کے پاس گیا جبکہ آپ قریع میں تھے اس وقت آپ کے چار دن چادری تھیں اور آپ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی کمر کی طرف گھورنے لگا کہ کیا وہ نبوت نظر آتی ہے (جس کے حلقہ اس صحابی وہاب نے بتلایا تھا) اسی وقت آپ کے حوض سے چار چیلے سرک گئی اور میری نظر مر نبوت پر پڑ گئی اور میں نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ میں جھپٹ کر آگے بھاگا اور اس کو چومنے لگا اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ نے مجھے سنا دیا کہ آئے گا عجم کا بیٹا چنانچہ میں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور اب میں نے آپ کو اپنے اتحاد و شراعت کیا۔ حضرت امین عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی کا واقعہ سننے کے بعد غراصل فرمائی کہ آپ کے صحابہ بھی یہ واقعہ سنیں۔

یسودی ترجمان کی شہرت..... اس واقعہ کی حریف قصیدات کتاب شہدہ المیہ میں ہیں کہ جب حضرت سلمان فارسیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کی گفتگو سمجھ سکے (کیونکہ وہ فارسی بولتے تھے اور اس وقت تک عربی نہیں جانتے تھے) چنانچہ آپ نے کسی ترجمان کو بلائے گا حکم یہ تب ایک یسودی ۲۵۰ کو لایا گیا جو عربی اور فارسی دونوں زبانیں جانتا تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے گفتگو شروع کی تو اس میں آنحضرت ﷺ کی تقریریں کہیں اور یسودیوں کی برائیاں دیاں کہیں۔ اس پر یسودی بگڑ گیا اور اس نے حضرت سلمانؓ کی گفتگو کا لفظ اور لہجہ زبر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ سلمان فارسیؓ آنحضرت کو (نہو یا تہ) گا دیاں دے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ (کو بھیجی) یہی کہہ گا دیاں ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

”تو اس کا کہہ کر کھس گیا ہی لئے کیا ہے کہ ہمیں تکلیف پہنچائے!“

آنحضرت ﷺ کا ایک حیرت ناک فقرہ..... اسی وقت حضرت جریرؓ نکل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت سلمانؓ کی صحیح گفتگو پوری تفصیل سے آپ کو بتلا دی۔ تب آنحضرت ﷺ نے جو کہہ حضرت جریرؓ نکل علیہ السلام سے حضرت سلمانؓ کا واقعہ سنا تو ان کا تمام اس یسودی کو خدیاں پر دے یسودی جریرؓ پر چڑھا کر کہنے لگا۔

”اے محمد (ﷺ) جب آپ فارسی جانتے ہیں تو مجھے جاننے کی کیا ضرورت تھی؟“

آپ نے فرمایا۔

”میں اس کمزری سے پہلے ہاں نہیں جانتا تھا کہ ابھی مجھے جریرؓ نکل نے بتلایا ہے تو کہا تھا

اس پر وہ یسودی نور اولیٰ تھا۔

اے محمد (ﷺ) میں آپ سے پہلے آپ پر حسرت لگاؤ کہ آقا کریمؐ کو یہ بات کھل گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ذخیرہ میں پھر اس نے کیا۔

اِنَّهٗ اَنۡزَلَہٗ اِلَیۡہِ الْوَحۡیَ وَاِنَّہٗ اَنۡزَلَہٗ اِلَیۡہِ الْوَحۡیَ وَاِنَّہٗ اَنۡزَلَہٗ اِلَیۡہِ الْوَحۡیَ

ترجمہ:- یعنی میں کوئی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور کوئی دیکھتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذخیرہ میں ہے۔

جریرؓ نکل علیہ السلام کے ذریعہ سلمان فارسیؓ کو عربی زبان کی تعلیم..... اس کے بعد آنحضرت

ﷺ نے جریرؓ نکل علیہ السلام سے فرمایا۔

”سلمانؓ کو عربی زبان سکھادو۔“

حضرت جریرؓ نکل نے فرمایا۔

”میں نے کچھ نہ کہہ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا منہ کھول دیں۔“

حضرت سلمانؓ نے ایسا ہی کیا اور جریرؓ نکل علیہ السلام نے ان کے منہ میں اپنا لہجہ دھن ڈال دیا۔ اسی وقت حضرت سلمانؓ نہایت صاف عربی میں گفتگو کرنے لگے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت سلمان فارسیؓ کے آنحضرت ﷺ کے پاس تیسری بار حاضر ہونے کے موقع پر پیش آیا۔ مگر اس صورت میں ان کے پہلی اور دوسری بار آنے کی بات ماننے میں مشکل ہو گی کہ ان موقعوں پر انہوں نے کس طرح ”اے محمد (ﷺ)“ کہہ دیا۔ جسے اس بار سے منسوب کیا جاتا ہے کہ چونکہ

پہلی اور دوسری ہمارے آنے کے وقت حضرت سلمان نے کوئی بھی گفتگو نہیں کی تھی بلکہ ایک توحہ جملہ ہی ہوا تھا اس لئے ممکن ہے کوئی چوٹی مرلی میں اپنا مقصد بیان کر دیا ہو (کیونکہ کافی دن سے وہ بے شک و ہوسہ تھے اور عربی کے چند ایک الفاظ سیکھ گئے ہوں گے۔ لیکن جب تیسری مرتبہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنا ہمہ رونا و تہہ بیان کیا تو یہ عربی میں سلمان کے لئے مشکل قرار دیا اور اطمینان حاصل ہوا۔)

(قال) اس بار سے میں وہ باتیں مختلف ہیں کہ حضرت سلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ کیا چیز لے کر آئے تھے۔ گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھوڑی لے کر آئے تھے۔ (ی) مگر اس میں بھی اختلاف ہے کیونکہ حقیقت میں اس کی پہلی روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت سلمان گھوڑی لے کر گئے تھے بلکہ محض اندازہ ہے کہ وہ گھوڑی لے کر گئے ہوں گے۔ البتہ بعض دوسری روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھوڑے کر گئے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت سلمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا سے کہا کہ مجھے ایک اون کی چھٹی یاد ہے۔ اس نے اجازت دے دی تو میں نے اس دن ایک صابن یا دھواں گھوڑی کی اجرت پر خریدی کی۔

ایک صابن تقریباً ساڑھے تین سو کا ہوتا ہے اس کے بعد میں یہ گھوڑی آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر گیا اور صدقہ کے طور پر آپ کو پیش کر دیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ کا مال نہیں کھاتے تو میں نے اپنے آقا سے ایک اون کی اور اجازت مانگی اور اس دن بھی میں نے ایک صابن یا دھواں گھوڑی کی اجرت پر خریدی کی اور پھر میں نے یہ گھوڑی آپ کو دے دی لیکن میں نے آپ نے قبول فرمایا اور اس میں سے گھوڑی کھا لی۔

علامہ سبکی نے اس طرح کھانے کے حضرت سلمان کہتے ہیں کہ میں ایک عورت کا کلام تھا اور میں نے اس سے ایک اون اجرت پر کام کرنے کی اجازت مانگی تھی۔

اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی لڑکی نہیں ہو سکتی تھی بلکہ ممکن ہے کہ سلمان دوسری کی مراد اپنی آقا عورت سے اپنے آقا کی بیوی ہو کیونکہ عام طور پر آقا کی بیوی کو سیدہ بنتی آقا کہا جاتا ہے۔

(قال) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلی اور دوسری دونوں مرتبہ میں حضرت سلمان جڑہ گھوڑی ہی لے کر آئے تھے (چھوڑے نہیں تھے) مگر ایک روایت ہے جس میں حضرت سلمان کہتے ہیں کہ (اس چھٹی کے دن) میں نے گھڑیاں کھائیں اور انہیں چا کر ان سے کھانا بنایا اور کھانے سے مراد گوشت اور روٹی ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک روایت میں ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو پیش کرنے کے لئے ایک خزانے لے گیا جس میں ہڈا کا گوشت تھا مگر ایک روایت میں ہے کہ اس طوفان میں گھوڑی تھیں۔

اس سب روایتوں میں اس طرح موافقت پیدا کی جاتی ہے کہ پہلی بار انہوں نے روٹی اور گوشت یعنی ہڈا کا گوشت اور چھوڑے پیش کئے اور دوسری بار گھوڑی پیش کیں۔ لہذا دونوں مرتبہ میں پیش کی جانے والی چیزیں مختلف تھیں۔ مگر منہ الامام میں ہے کہ حضرت سلمان نے تین مرتبہ آنحضرت ﷺ کو پیش کیا اور تینوں مرتبہ میں ایک ہی چیز پیش کی۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں دوسری مرتبہ میں جڑہ گھوڑی پیش کرنے کی روایت اس کی پہلی روایت کے خلاف ہے جس میں تھا کہ دوسری مرتبہ میں چھوڑے پیش کئے گئے تھے۔





چنانچہ اس قربان کے بعد سب نے میری آڑوں کے ملنے میں میری مدد کی مکی شخص نے مجھے ساتھ پودے دیے اور مکی نے مجھے دیئے، مکی نے پودہ پادوں سے مدد کی اور مکی نے اسے دی دے دیئے ہتھ اس کے پاس تھے۔ یہاں تک کہ میرے پاس تھے سو پودے ہو گئے (جو آڑوں کی پہلی شرط تھی جبکہ دوسری شرط چالیس لوقہ سونا تھی)۔

(قال) آخر ایک روایت میں یہ ہے کہ سلطان قاری کی آڑوں کا معاوضہ (تین سو پودوں کے بجائے لپٹائی سو گجور کے پودے لگانے اور چالیس لوقہ سونا نقد دینے پر ہوا تھا۔

حضرت سلطان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

”جاؤ سلطان! پودے لگانے کے لئے زمین نکھو اور جب گڑھے چل کر لو تو میرے پاس آنا میں اپنے ہاتھ سے پادے دکھوں گا۔“

چنانچہ میں نے گڑھے نکھوئے اور میرے ساتھیوں نے اس معاملے میں میری مدد کی۔ یہاں تک کہ جب گڑھے چار ہو گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو اطلاع دی۔ آپ میرے ساتھ اس جگہ تشریف لائے وہاں فتح کا برم آپ کو پودے اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور آپ ان کو اپنے دست مبارک سے رکھتے جاتے تھے جس کی برکت یہ ہوئی کہ ان پودوں میں سے ایک بھی خراب نہیں ہوا بلکہ سب جم گئے۔

سلطان قاریؒ کی آڑوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی لہ لہ۔ اس طرح میں گجور کے پودوں کی اور انکی سے فارغ ہو گیا اور اب مجھ پر صرف مال کی لدا لگنی باقی رہ گئی۔ اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی کان کا سونا نے جو حرفی کے لٹے کے برابر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جو کبوتر کے لٹے کے برابر تھا شاید اس کی سوجائی مرنی کے اور کبوتر کے لٹے کے دو مہانہ دو مہانہ تھی کہ حرفی کے لٹے سے کچھ چھوڑا اور کبوتر کے لٹے سے کچھ بنا لیا اسی وجہ سے اس کی تشبیہ لگانے میں فرق ہو گیا۔

حرفی آنحضرت ﷺ (جب یہ سنا لے کر تشریف لائے تو آپ) نے میرے متعلق پوچھا۔

”اس قاری نے اب تک کیا کیا ہے جس نے اپنی آڑوں کا معاوضہ کیا ہوا ہے؟“

لوگوں نے اسی وقت مجھے دیکھ دیا۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔

”سلطان یہ لو اور تم پر جو رقم واجب ہے اس کا کچھ حصہ اس کے ذریعہ لو اور۔ یعنی اس سونے کے ذریعہ اس مال کا کچھ کچھ حصہ لو اور جانے گا۔“

(یہاں آنحضرت ﷺ نے خود یہ فرمایا ہے کہ اس سونے میں سے تمہارے لو پر واجب مال سب تو نہیں لیکن اس کا کچھ حصہ ادا ہو جائے گا) مگر اس کے جواب میں حضرت سلطان نے جو کچھ کہا وہ قابل غور ہے کیونکہ انہوں نے کہا۔

”لیکن پاد رسول اللہ ﷺ پر جتنا واجب ہے اس کے مقابلے میں یہ سونا کیا کام کرے گا؟“

یہ جواب قاضی غور اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے قرض کا کچھ حصہ ادا فرمادے ہیں مگر چھوڑا حصہ یہ لیکن پھر بھی حضرت سلطان کا یہ جواب یہی نکلتا ہے کہ جبکہ خود آنحضرت ﷺ یہ فرمادے ہیں کہ اس میں سے تمہارے قرض کا کچھ حصہ ادا ہو جائے گا تو اس کے باوجود حضرت سلطان نے یہ بات کیوں کہی کہ اس کے جواب میں صرف یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ ایسے سوتھوں پر وہ رقم جو لہ لہ کے طور پر دی جا رہی ہے اگر

نکل رہا تم کے مقابلے میں کچھ قابل ذکر مشیت نہ تھی یہ تو عام طور پر قبول کر لی جاتی ہے (لیکن اگر وہ لہو لہو یہ تم نکل رہا تم کے مقابلے میں اتنی تھوڑی ہے کہ اس کو نکل رہا تم سے کوئی نسبت نہیں ہے تو عام طور پر اس قسم کی بات کہی جاتی ہے) چنانچہ اس کے جواب میں آنحضرت نے سلطان قادری سے جو کچھ فرمایا اس میں آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ اس لہو سے تو نکل رہا تم کا کچھ حصہ بھی یعنی کوئی قابل ذکر حصہ بھی لہو نہیں ہو پانے گا۔ یہ مناسب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس تھوڑی لہو کے ذریعہ ہی تسمیری نکل رہا تم لہو کر دے گا کیونکہ یہ ایک نبی کی وہی ہوئی لہو ہے اور اس کی برکت ظاہر ہوگی (چنانچہ رسول اللہ نے یہ بات سلطان قادری سے اس طرح فرمائی۔

اس کو لے لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تسمیری فرمائی رہا تم لہو کر دے گا۔

لہو لہو سونے کی خیر و برکت..... (سلطان قادری کہتے ہیں کہ میں نے وہ سونے لیا اور قسم ہے اس وقت پاک کی جس کے قبضہ میں سلطان کی جان ہے کہ میں نے اس میں سے چالیس لوقہ تول کر ان کو پاؤں لگا کر اس کے بعد بھی دعا کی سو اس میں جاتی رہ گیا جتنا میں نے دیا تھا۔

(قابل) یہاں سلطان قادری کے سوال اور جواب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان چالیس لوقہ سے جن پر سلطان قادری نے اپنی آرزوی کا معاملہ کیا تھا سونے کے لوقہ مرلے چاندی کے نہیں۔

بعض روایتوں میں سے (کی) جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ جب سلطان قادری نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا کہ مجھ پر جتنا مل دہب ہے اس کے مقابلے میں یہ سونا کیا کام کرے گا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنی زبان مبارک پر بکیر بھر بھر فرمایا۔

”یہ لہو اس میں سے ان لوگوں کا مال لہو کر دے۔“

اسی طرح اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرقی کے لٹے کے برابر جو سونا گاں یعنی چالیس لوقہ چاندی کی مالیت سے زیادہ ہی ہو گا۔ لہذا اس صورت میں حضرت سلطان گاہی کہنا بالکل غلط ہو جاتا ہے کہ مجھ پر جتنا مل دہب ہے اس کے مقابلے میں یہ سونا کیا کام کرے گا (کیونکہ اگر ان کو چالیس لوقہ چاندی دینی ہوتی تو مرقی کے لٹے کے برابر سونا ملنے کے بعد اس سے جتنا چالیس لوقہ چاندی کی مالیت لہو کر سکتی تھی)۔

پھر یہ کہ حامد بلادری نے اور قاضی بیضاوی نے کتب شفا میں اس بات کو صاف لکھا ہے کہ چالیس لوقہ سونے پر معاملہ ہوا تھا چاندی پر نہیں۔ اسی واقعہ کی طرف قصیدہ حمزہ کے شاعر نے اپنے ان شعر دل میں اشارہ کیا ہے۔

قَمَرٌ وَاقٍ قَلْبُكَ يَخْفَى مِنْ قَلْبِ  
قَلْبٌ سَلَمٌ يَخْفَى مِنْ قَلْبِ قَلْبِ

يَخْفَى مِنْ قَلْبِ قَلْبِ قَلْبِ قَلْبِ  
يَخْفَى مِنْ قَلْبِ قَلْبِ قَلْبِ قَلْبِ

قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ  
قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ قَلْبٌ

مطلب..... یعنی مرقی یا کوتر کے لٹے کے برابر سونے سے سلطان کا قرض واپس کیا گیا ہے کہ اس کی مالیت کا

وقت قریب آیا اور جو کہ چالیس فوقہ سوا تھا۔ یہ بات گزری تھی ہے کہ اس سونے میں سے سلطان کا قرض ادا کرنے کے بعد بھی (بجزوہ کے طور پر) سوا کا ہی باقی رہا۔ سلطان پر اس قرض کا سبب یہ تھا کہ ان کو قن کا پانچا تھا (یعنی وہ عظام جو خود نکالے ہوئے تھے اور ان کی ہڈیاں تھیں۔ یہ کہہ کر ان کو زبردستی اور طریقے پر غلام بنایا گیا تھا۔) وہ ایک آدمی تھا جس نے گھرانے کے قافلے میں ان کو زبردستی اور دھوکہ دے کر اہلک ایک یهودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ دن خود خاندانی طور پر عام تھے اور ان کو کئی جنگ کے میدان میں قید کیا گیا تھا (قرض اب ان کی کٹاؤی کے لئے اس رقم پر اور گھروہ کے تین سو پودے لگانے پر معاف کیا گیا کہ وہ ان پر بھل آئے تک ان کی دیکھ بھل کریں۔ اور پھر جب ان پودوں میں شامیں پھوٹ آئیں جن کی پودا انہوں نے خود لگائی تھی اور اعلیٰ تھی تو چالیس فوقہ سونے کی لوا لگی کر کے وہ آکر ہو گئے یہاں پود خود لگانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے پود لگائی تھی تھی (کیونکہ اس میں دوسرے مسلمانوں نے ان کی مدد کی تھی اور جیسا کہ آگے بیان کر رہا ہے خود آنحضرت ﷺ نے پودے اٹھا کر لگائے تھے۔

حضرت سلطان غازی کہتے ہیں کہ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر کی میں شریک ہوا اور اس کے بعد کوئی بھی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ رہا ہوں۔

(سلطان غازی کی کٹاؤی کے سلسلے میں) حضرت پرچہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلطان کو خود اسے دے ہم میں خرید لیا تھا (جس کا مطلب گزشتہ روایت کی روشنی میں یہ ہو گا کہ) آنحضرت ﷺ سلطان کی خریداری یعنی ملکیت یا کٹاؤی کے اس معاہدے کا سبب بنے تھے۔ اور یہ کہ اسے اسے پودے سلطان ان یودیوں کے لئے لگا دیں گے جن کے بھل بنے تک وہ ان کی دیکھ بھل کریں گے۔

قرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمام پودے لود اپنے دست مہدک سے وہاں لگائے صرف ایک پودا حضرت عمر فاروق نے لگایا۔ اب صرف اسی ایک پودے کے سوا باقی تمام پودے جم گئے اور وہ ایک درم لگے (جب آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک پودا نہیں جم سکا تو) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "وہ پودا کس نے لگایا تھا؟"

لوگوں نے کہا: "میرے آنحضرت ﷺ نے اس کو اکھڑا کر دیا۔" اپنے دست مہدک سے وہاں لگاوا جس کی برکت سے وہ پورے سال بھل بھول گیا۔

اسامہ غازی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا خود حضرت سلطان غازی نے لگایا تھا اور باقی تمام پودے آنحضرت ﷺ نے لگائے۔ چنانچہ تمام پودے جم گئے صرف وہی ایک پودہ گیا جس کو خود حضرت سلطان نے لگایا تھا۔

(اب کچھ روایت میں اور اس میں اختلاف ہو گیا اس کے حلقے) کہتے ہیں کہ ممکن ہے اس پودے کو حضرت عمر فاروق حضرت سلطان غازی نے ہی ایک کے بعد ایک لگایا ہو (لیکن یہ ہم نہیں سنا آخر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مہدک سے اس کو لگایا اور یہ بھل بھول گیا۔)

اقول۔ مختلف کہتے ہیں: یہ گھر جس میں سلطان غازی نے پود لگائی تھی بنی قریہ کے یودیوں کا تھا اور اس کو منصفہ یعنی پود کی جگہ کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ آگے بیان کر رہا ہے۔

سلطان غازی کی غلامی کی حقیقت ... قصیدہ ہمزہ کے شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ حضرت

سلمان کو قن (جو خود ہی تلام نام لیا گیا ہو) لکھا جاتا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ سلمان دائری حقیقت میں غلام نہیں تھے (بلکہ ان کی غلامی باطل تھی) جیسا کہ بیان ہو رہا۔

مگر اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر سلمان حقیقت میں غلام نہ ہوتے تو اس غلامی کو یہ قرار کیوں دیتے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ ان کو آزادی کے معاہدہ کا حکم کیوں فرماتے اور ان کی طرف سے معاہدہ کی رقم کیوں دلا دیا۔ فرماتے اس بارے میں یہ کہنا بھی درست نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان کے آقاؤں کو طوطی کرنے کے لئے ایسا کیا ہو گا۔ ہر حال ایسی وجہ سے ان کی غلامی کے ختم ہونے پر روایت قابل غور ہے۔

مگر پھر اس میں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ حقیقت میں غلام تھے تو پھر جب وہ ایک دفعہ ممدوق کا مال آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ نے صحابہ کو کیسے اس کی اجازت دیدی کہ وہ اس میں سے کھا سکتے ہیں۔ اور اسی طرح جب حضرت سلمان آپ کی خدمت میں پہلے لے کر آئے تو آپ نے کیسے اس میں سے خود بھی کھا اور صحابہ کو بھی کھلایا کیونکہ تلام شامی ہی نہیں بلکہ ہائی ناموں کے مذہب کے مطابق بھی غلام کی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا تھا ہے اس کے مالک نے اس کو وہ چیز دے دی ہو وہ آقاؤں کی ملکیت رہتی ہے فقہاء کی ایسیے شخص کی دی ہوئی چیز آپ نے کیسے قبول فرمائی جو خود اس کا مالک نہیں ہے۔

اسی شبہ کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے اسلام کے شروا میں مسئلہ یہی ہو کہ آقاؐ کسی چیز کا غلام کو مالک بدلے تو وہ چیز اس کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اور پھر بعد میں یہ مسئلہ منسوخ ہو گیا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض شامی علماء کے نزدیک سلمان حقیقت میں غلام ہی تھے اس بارے میں علامہ سیکنی نے ابو سعید کا قول نقل کیا ہے کہ سلمان ہائی حدیث ان لوگوں کے خلاف ایک دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ غلام کی چیز کا مالک نہیں ہو جا رہا۔ یہاں تک علامہ سیکنی کا حکم ہے (کوچہ علامہ سیکنی حضرت سلمان کو حقیقت میں غلام مانتے ہیں اور اس علامہ پر کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے غلام ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان کا لیا ہوا مال قبول فرمایا اس لئے یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ غلام چیز کا مالک ہو سکتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ ان کے مال کو قبول نہ فرماتے کیونکہ اگر تلام چیز کا مالک نہیں ہو سکتا تو اس کو نہ وہ چیز دوسرے کو دیتا ہوتا ہوتا دوسرے کے لئے اس کو لینا ہوتا ہوتا۔

بالآخر دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ کو اس بارے کے قول فرمانے کے وقت یہ معلوم نہ ہو کہ وہ غلام ہیں کیونکہ اصل کے لحاظ سے ہر انسان آزاد ہو جاتا ہے (غلامی ایک زائد صفت ہے جو انسان کی اصل میں نہیں ہے لہذا آپ تک معلوم نہ ہو کہ غلام شخص غلام ہے اس کو آزادی سمجھا جائے گا)۔

چونکہ سلمان کے اس واقعہ سے یہ بات پوری طرح ثابت نہیں ہوتی کہ کیونکہ حقیقت میں غلام تھے یا نہ تھے۔ حتیٰ کہ ہم نہ ماننے لگتے تھے اور اسی علامہ پر چونکہ ان کی مکاتبت یعنی آزادی کا معاہدہ ان کا عدول اور اصولوں پر چل رہا تھا۔ ان میں اس مسئلہ کے متعلق شامی علماء کے ہیں اس لئے وہ سلمان کے واقعہ سے مکاتبت یعنی آزادی کا صحابہ کے چہ نہ کا مسئلہ نہیں اٹھاتے (بلکہ اس مسئلے کو دوسری حدیث سے ثابت کرتے ہیں)۔

دوسرے سیکنی نے لکھا ہے کہ سلمان ہائی حدیث سے فقہ کا یہ مسئلہ لکھا ہے کہ یہ قول کر لینا چاہئے اور یہ دیکھنا ہلے سے جرح اور بحث نہیں کرنی چاہئے۔ اسی طرح ممدوق کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: جس شخص کو کوئی کھانا پیش کیا جائے تو وہ اس کو (راجت قبول کر کے) کھالے اور سوالی جواب نہ کرے واللہ اعلم۔

حضرت سلمان سے وہ ایت ہے کہ جب انہوں نے اپنا یہ تمام واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنا تو آپ سے عرض کیا کہ خود یہ جتنی کے واسطہ فلاں نے مجھ سے (اپنے آخر وقت میں) یہ کہا تھا۔

سلمان فارسیؓ کی بھئی اینی مرتب سے ملاقات..... ”تم شام کے ملنے میں فلاں جناح مقام پر جاؤ وہاں دو جہازوں کے درمیان ایک شخص ہوتا ہے کہ ہر سال وہاں جمادی سے نکل کر دوسری میں جاتا ہے تو یہ اور وہی آدمی اس کو لاپے واسطہ دعا کرانے کے لئے گھبراہٹ لیتے ہیں۔ وہاں میں سے جس شخص کے لئے بھی دعا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شفا اور صحت عطا فرماتا ہے۔ تم اس کے پاس جا کر اس سے اس دین کے حقائق معلوم کرو وہ تمہیں بتائے گا۔“

سلمان کہتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور اسی جگہ پہنچ گیا جہاں فلاں نے بتائی تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ بہت لوگ اپنے چادروں کو لئے ہوئے اس جگہ جمع ہیں (لوہ اس شخص کا انتظار کر رہے ہیں) آخر وہ اسی رات میں ایک جمادی سے دوسری جمادی میں جانے کے لئے باہر نکلے۔ فوراً ہی اپنے چادر کو لئے ہوئے اس کے چادر کی طرف جمع ہو گئے (میں نے دیکھا کہ وہ جس جگہ کے لئے بھی دعا کرتا تھا تعالیٰ اس کو شفا عطا فرماتا تھا۔ لوگوں کے اہم کی وجہ سے میں اس تک نہیں پہنچا تھا۔ یہاں تک کہ وہاں جمادی تک پہنچ گیا۔ میں اسے جانا تھا۔ وہاں میں داخل ہوا تھا لیکن اس کا ایک سوطہ اس وقت باہر تھا کہ میں نے اس کو ہی پکڑ لیا۔ اس نے فوراً ہی چھانکوں ہے اور میری طرف گھوما۔ میں نے فوراً ہی اس سے کہا۔

”تو آپ پر دست فرماتے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام کے دین صلیحہ کے حلقہ بٹکائیے (کہ وہ دین کہاں لے گا)؟“

اس نے جواب دیا۔

”تم ایک ایسی چیز کے حلقہ پر چڑھ رہے ہو جس کے بدلے میں اس زمانے میں کوئی شخص سوال نہیں کرتا۔“

اس نے کہا کہ تمہارے قریب آپکا ہے جو اس دین کو لے کر ظاہر ہوئے اور وہاں ہے اور جو ہم بھولوں میں سے ہو گا اور وہی تمہیں اس دین پر چلائے گا۔“

اس کے بعد وہ شخص رخصت ہوا چلا گیا۔“

یہ واقعہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”مگر تم نے مجھ سے یہ چاہا تھا کہ یہ تو بے شک تم بھئی اینی مریم علیہ السلام سے ملے ہو۔“

بھئی علیہ السلام ایک ہمارے زمین پر آگئے ہیں..... علامہ سبکی نے اس حدیث کو مقلد لکھا ہے اور اس میں ایک دوسری بھول بھی لیا ہے جس کا حال معلوم نہیں ہے کہا جاتا ہے وہ بھول شخص جس کا نام اینی مریم ہے جو تمام محدثین کے نزدیک ضعیف اور کمزور ہے لیکن اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو اس کے متن یعنی مضمون

---

۱۔ حد کے اعتبار سے حدیث مقلد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کا سلسلہ کسی جاتی پر جا کر ختم ہو رہا ہے یعنی جاتی نے اس کو نقل کیا لیکن اس کے بعد اس طرح بیان نہ ہو کہ اس (جاتی) نے فلاں (صحابی) سے اور اس (صحابی) نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا۔

میں کوئی نگاہت یعنی گزرونی نہیں ہے۔ (یعنی اس حدیث کے مضمون میں مصنی علیہ السلام سے سلطان غازی کی ملاقات کا جو ذکر ہوا ہے یہ بات لہو مضمون اپنی جگہ گزور نہیں ہے کیونکہ مصنی علیہ السلام کے دنیا سے اٹھانے جانے کے بعد آخر زمانے میں اپنے متعین وقت پر دنیا میں دوبارہ آنے کے علاوہ بھی ایک بار لہو دنیا میں آنے کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ایک بار وہ زمین پر آچکے ہیں۔ چنانچہ علامہ طبرانی نے لکھا ہے۔

”سچ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ایک بار زمین پر آ چکے ہیں (جس کا واقعہ اس طرح ہے کہ یمن کی والدہ حضرت مریم کے ساتھ ایک دوسری عورت تھیں یہ عورت وہ تھیں جو پہلے دجانی تھیں اور حضرت سچ علیہ السلام نے اس عورت کو اس بنوں سے اچھا کر دیا تھا) کیونکہ سچ علیہ السلام کا یہ مجزہ تھا کہ۔ ان کے ہاتھ بکیرہ دینے سے اللہ تعالیٰ بندوں کو صحت عطا فرماتا تھا۔ فرض یمن کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ایک بار ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام لہو دوسری عورت دونوں اس جگہ کے قریب جہاں حضرت سچ کے لئے چھائی چھڑکی گئی تھی گزری ہوئی دوسری تھیں سچ علیہ السلام آسمان سے اتر کر ان کے پاس آنے لہو ان سے باتیں کیں۔ مصنی علیہ السلام نے ان سے پوچھا ”تم کس بات پر دوسری ہو؟“

انہوں نے کہا کہ تمہارے لہو پر رہے ہیں۔ سچ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔  
 ”مجھے نقل کیا گیا کہ عورت ہی چھائی دی گئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لہو اٹھایا ہے اور مجھے امرت عطا فرمائی ہے۔“  
 پھر حضرت سچ نے ان دونوں کو اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی شکل ہاتھل ٹھہ بھی بھاری تھی جس کو چھائی دی گئی (جبکہ اس نے لہو مجھے آسمان پر اٹھایا)۔  
 اس کے بعد مصنی علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے پاس بیٹھام بکھول دیا (یہ انہوں نے اپنی والدہ لہو اس عورت سے فرمایا۔

”حواریوں کو میری خبر پہنچو لہو کہ وہ کہ آئندہ وہ مجھ سے غائب ہو جائیں گے۔“  
 چنانچہ تمام حواری اسی جگہ پر رات میں آکر جمع ہو گئے اہلک انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ جس پر سچ علیہ السلام اترے ان کے اترنے کی وجہ سے جھلکا تھا۔ اس کے بعد مصنی علیہ السلام نے حواریوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو امن کے دین کی تبلیغ کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائیں۔ اس کے بعد مصنی علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو مختلف قوموں اور انہوں کی تبلیغ کے لئے حتمین کیا۔

(مصنی علیہ السلام کے زمین پر ایک بار آنے کا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ یمن کا کتا ٹھکن ہے تو کئی بار کتا بھی ٹھکن ہے۔ لیکن ہم اس وقت تک یہ بات نہیں جانتے کہ وہ حقیقت میں مصنی علیہ السلام ہی تھے جب تک کہ وہ کئے طور پر دنیا میں رہیں نہیں آجائیں گے۔ جبکہ یہاں اگر وہ صلیب یعنی چھائی کے نشان کو توڑیں گے اور ٹوڑے کو ہٹا کر کریں گے جیسا کہ سچ بھاری میں کیا ہے۔ یہاں تک طبری کا کلام ہے۔

”سچ علیہ السلام کے دنیا میں قیام کی مدت..... ایک روایت ہے کہ جب مصنی علیہ السلام اس دنیا میں واپس آئیں گے تو وہ یمن کے قبیلہ حلام کی ایک عورت سے نکاح کریں گے ان سے ان کے دو بیٹے ہوں گے جن میں سے ایک کا نام محمد رکھیں گے اور دوسرے کا موسیٰ رکھیں گے اور وہ دنیا میں آکر چالیس سال زندہ رہیں گے۔“

ایک قول ہے کہ چونتالیس سال اور ایک قول کے مطابق سات سال ذمہ دہ ہیں گے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ نیز ایک قول کے مطابق آٹھ سال۔ ایک قول کے مطابق نو سال اور ایک قول کے مطابق پانچ سال ذمہ دہ ہیں گے۔

(ان تمام روایتوں میں کافی اختلاف اور فرق ہے کہ چالیس اور چونتالیس سال سے لے کر نو اور پانچ سال تک کے قول ہیں۔ اس فرق اور اختلاف کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام روایتوں میں موافقت پیدا کی جائے جس سے ایک تحقیقی معروضہ سامنے آسکے۔ چنانچہ اس مسئلے میں کہتے ہیں کہ) ”حک علیہ السلام کے چالیس یا چونتالیس سال ذمہ دہ بنے اور سات سال (نیز آٹھ یا نو یا پانچ سال ذمہ دہ بنے کی روایتوں میں اس طرح موافقت پیدا کی جاتی ہے کہ پہلے دو قول اقرار میں چالیس سال یا پانچالیس سال ذمہ دہ بنے سے تو ان کا اس کی بنیادیں ملتی ہیں۔ اس میں آہٹوں پر اٹھائے جانے سے پہلے اور دوبارہ دیا جائی اگر رہنے کی دونوں مدتیں ملتی ہیں۔ اب جن روایتوں میں صرف سات یا آٹھ یا نو یا پانچ سال کا ذکر ہے ان سے مراد وہ مدت ہے جو حضرت حک علیہ السلام دو بارہ زمین پر اس سے جانے کے بعد اپنی وفات تک گزریں گے (گویا اب مطلب یہ ہو گیا کہ حضرت حک علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے وفات کے وقت تک زمین پر رہنے کی کل مدت یا عمر چالیس سال یا پانچالیس سال ہو گئی۔ لیکن دوبارہ زمین پر آنے کے بعد وہ جتنے عرصے ذمہ دہ ہیں گے اس کی کل مدت سات یا آٹھ یا نو یا پانچ سال ہو گئی۔ اللہ اعلم بالصواب۔“

حضرت علیہ السلام کہاں دفن ہوں گے..... وفات کے بعد حک علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے روحِ مقدس میں دفن کیا جائے گا۔ (قال ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں (ی) آپ کے مزار مبارک کے پاس دفن کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس میں دفن کیا جائے گا۔

(ی) ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت علیہ السلام کو خاص رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک میں ہی آپ کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ اس قول کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے اور (قیامت کے دن) میں اور حضرت علیؑ ایک ہی قبر سے اٹھ کر خود عزت کے درمیان میں اٹھیں گے۔“

اقول۔ مختلف کہتے ہیں: حضرت علیہ السلام جس طرح کہ غزیر کو ہلاک کریں گے اسی طرح وہ جہاں کو بھی ہلاک کریں گے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ۔

حضرت عقیلیؑ اور حضرت صدیقیؑ..... حضرت علیہ السلام ایک جہاں کو رہے وہ انصاف کرنے والے حکمران کی حیثیت سے انہیں کے وہ ہماری شریعت کے مطابق فیصلے کیا کریں گے اور وہ جہاں کو ہلاک کریں گے۔ وہ مجاہد کی نماز کے وقت آسمان سے انہیں کے اور حضرت صدیقیؑ کے پیچھے ہماری نماز پڑھیں گے اس وقت حضرت صدیقیؑ ان کو کچھ کر پہلے (ان سے نماز پڑھانے کے لئے) کہیں گے کہ۔

”اے رسول اللہ! آپ آگے آئیے؟“

حضرت علیہ السلام ان سے کہیں گے۔

”آپ ہی آگے رہیں اس لئے کہ آپ کے واسطے ہمیں کئی چاہیگی ہے۔“

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علیہ السلام ہماری نماز کے وقت اس وقت انہیں گے جبکہ حضرت صدیقیؑ

نور شروع کر رکھے ہوں گے مگر جب حضرت مدنی کو مہسنی علیہ السلام کے بڑل ہو جانے کی خبر ہو گی تو وہ نور ہی میں پیچھے ہٹنے کی کوشش کریں گے تاکہ مہسنی علیہ السلام کو آگے کر دیں۔ مگر اسی وقت حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مدنی کی کمرہ داروں سونہروں کے چچ میں ہاتھ دکھا کر انھیں دے دیتے ہوئے کہیں گے۔  
”آپ ہی آگے رہئے۔“

(اور خود بھی ان کے پیچھے ہی نور کی نیت داندھ لیں گے) نور سے قلعہ ہونے کے بعد مہسنی علیہ السلام اپنے تجرید افکار و تہل کی عمارت میں داخل ہو جائیں گے اور اس کو حرم کے مشرقی دروازے کے قریب نقل کریں گے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت مدنی بھی مسیح علیہ السلام کے ساتھ ہی جائیں گے اور وہ تہل کو نقل کرنے میں ان کی مدد کریں گے۔

حضرت مدنی کے آباء و اجداد..... حدیث میں آتا ہے کہ حضرت مدنی آنحضرت ﷺ کے خاندان سے حضرت فاطمہ کی اولاد میں ہوں گے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت مہسنی کی اور ایک روایت کے مطابق حضرت مہسنی کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اسی طرح ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چچ حضرت عباس کی اولاد میں سے ہوں گے چنانچہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان کی والدہ نام فضل ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

”تم ایک لڑکے سے حاملہ ہو جب یہ بچہ تمہارے یہاں پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لے کر آنا۔“  
”میں فضل بنتی آنحضرت ﷺ کی بیٹی ہوتی ہیں کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہو گیا تو میں نے اس کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس کے دانے کان میں لائیں اور بائیں کان میں عجم کی دھڑک رہی  
اپنا دیکھ کر اس کی اس کو چنا اور اس کا نام عبد اللہ رکھ دیا۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا۔  
جاؤ۔ بڑے بڑے خلفاء یعنی یہ شاہوں کے اس باپ کو لے جاؤ۔“

(چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق خلافت عباسیہ کے تمام بادشاہ جیسے خلیفہ ہارون رشید و امویں اور مت سے دوسرے خلیفہ ابی جعفر حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اولاد میں سے ہوئے۔)  
(فرض اس کے بعد تمام فضل بنتی ہیں کہ ہر میں نے اپنے شوہر حضرت عباس کو یہ واقعہ بتایا۔ حضرت عباس یہ سن کر فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس واقعہ کے حقائق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

”یہ وہی ہے جس کے حقائق میں نے روایت کی ہے۔ یہ بڑے بڑے خلفاء اور بادشاہوں کا باپ ہے۔  
یہاں تک کہ ان میں سقا بھی ہو گا۔ یہاں تک کہ ان میں مدنی بھی ہو گا۔ (یہ یعنی خلیفہ مدنی جو خلیفہ ہارون رشید کا باپ ہے۔“

(اس روایت میں ایک جملہ اور ہے اور اسی کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مدنی حضرت عباس کی اولاد میں سے ہوں گے۔ وہ جملہ یہ ہے کہ :)

”یہاں تک کہ ان میں (یعنی اس بیٹے کی اولاد میں) وہ بھی ہوں گے جو حضرت مہسنی ابن مریم کے ساتھ نماز پڑھیں گے (یہ آپ ظاہر ہے کہ وہ حضرت مدنی ہی ہوں گے جو کہ اخیر زمانے میں ظاہر ہوں گے۔



حق کا نام محمد ابن عبداللہ ہو گا۔ اگر دنیا کی عمر میں صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے۔ اور ایک روایت کے مطابق ہیں کہ۔ اگر دنیا کی عمر میں صرف ایک روایت بھی باقی رہ جائے (اور اس وقت تک حضرت مدنی کا ظہور نہ ہوا ہو) تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا بڑا صلہ دے گا کہ وہ ظاہر ہوں (یعنی قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ان کا ظہور آجائے) ہے کہ اس میں شک نہیں کیا جاسکتا۔

ظہور مدنی کی علامت..... حضرت مدنی کا ظہور اس حیرت ناک واقعہ کے بعد ہو گا۔ یہ ہے کہ رمضان شریف کی پہلی رات میں چاند گرہن ہو گا اور پھر چند دن بعد اسی مہینے کی چند صبحیں رات میں سورج گرہن ہو گا۔ کیونکہ یہ ایک ایسا حیرت ناک واقعہ ہو گا کہ اس جیسے واقعہ آسمان کے جرم میں آنے کے وقت سے آج تک نہیں ہوا۔

حق کی عمر (ظہور کے وقت) پچیس سال ہو گی۔ ایک قول ہے کہ چالیس سال ہو گی۔ ان کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہو گا اور ان کے دائیں گال پر ایک سیاہ رنگ کا گہاں ہو گا۔ ان حق کے زمانے میں حضرت محمدی ابن مرزا مبین پرواہیں آئیں گے۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ مدنی کوئی نہیں ہیں سوائے محمدی ابن مریم علیہ السلام کے۔ تو اس روایت سے کوئی فرق پیدا نہیں ہو تا کیونکہ اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ کامل اور معصوم مدنی اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک کہ محمدی علیہ السلام نہ ہوں۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ

”وہامت ہرگز ہلاک نہیں کی جائے گی جس کی ابتداء میں ہوں اور انتہا محمدی ابن مریم ہیں اور جس کا وسط اور انجام میرے زمانہ کے فرد مدنی ہیں۔“

سیارگان ثریا اور عباسی خلفاء کی تعداد..... حضرت عباسؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا اور اتفاقاً کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تو کہو۔ کیا تم آسمان میں گنگہ دیکھ رہے ہو؟

میں نے عرض کی کہ جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کیونکہ وہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ ثریا یعنی چند مخصوص ستاروں کے اس ٹکڑے کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔

”تعدادی بارہو میں اسے حق لوگ چھٹی تعداد ثریا کے ستاروں کی ہے اس سمت کے بارہوا نہیں گئے۔“

(ایک ماہر ان کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ثریا ستاروں کی نظر آنے والی تعداد کتنی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ سات ستارے ہیں اور بعض نو ستارے بتاتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کو اس طرح ایک جگہ جمع کیا جاسکتا ہے کہ یہ سات ستاروں کی تعداد تو وہ ہے جو عام طور پر اور کثرت نظر والوں کو بھی دکھائی دیتی ہے اور نو ستاروں کی تعداد ایسی ہے جو صرف تیز نظر والوں کو نظر آتی ہے۔

تقریباً تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ثریا کے بحر میں گمراہ ستارے تک دیکھ سکتے تھے۔ اور ایک قول میں ہے کہ بارہ ستارے تک دیکھتے تھے۔ ان دونوں باتوں میں ہم نے اس طرح موافقت پیدا کی ہے کہ گمراہ ستارے تو آپ ﷺ کو اس وقت ہی نظر آجاتے تھے جب آپ اس بحر میں پہنچتی ہوئی نظر دالتے تھے اور جب غور سے دیکھتے تھے تو آپ بارہ ستارے تک دیکھ سکتے تھے (یعنی جو بہت و گم ستارہ ہوتا ہے اس کو بھی آپ ذرا سا غور پر زور ڈالنے کے بعد دیکھ لیتے تھے)۔

اب اس پچھلی روایت کا مطلب یہ ہو گا کہ نبی عباس کے عقائد کی تعداد بارہ ہونی چاہئے لیکن حضرت

سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

”ہم میں سے (یعنی ہماری اولاد میں سے) انہیں گھر کے لوگ (خلیفہ) ہوں گے۔ سراج، منصور اور مدنی“۔

اسی روایت کو شاک نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ ہر حال اب اس روایت میں یہ بھی ممکن ہے کہ مدنی سے مراد خلیفہ بدایہ شید کا باپ خلیفہ مدنی ہو (کیونکہ وہ بھی عباسی خاندان کا خلیفہ تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مدنی مرہو ہوں جن کا شمار ہے) کیونکہ ان کے بھی عباسی خاندان سے ہونے کے متعلق روایت آئی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

اسی سلسلے میں ابو نعیم نے ایک روایت کز وہ حد کے ساتھ بیان کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کیسے غریب لے جا رہے تھے کہ آپؐ کی حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

”اے ابوافضل! کیا میں تمہیں ایک بات نہ بتاؤں؟“

حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یہ رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔

”مکہ تھقی نے میرے ذریعہ یہ شوکت عطا فرمائی ہے اور تمہاری ذریعہ۔ اور ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ۔ سعید بن ابی ہریرہؓ سے اس کو انہم تک پہنچانے کا۔“

حضرت مدنی کے متعلق ابن کثیرؒ کا انتقاد ہے ایک مفصل کتاب ہے جس کا نام ”انوار اسم من الحسن

انوار اسم“ ہے۔

سلمان فارسیؓ کے واقعہ کی ایک دوسری روایت..... اس دور میں ترمذی کے بعد حضرت سلمانؓ مورقین کے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کی کلا واقعہ جس تحصیل کے ساتھ پیچھے بیان ہوا ہے یہ واقعہ ایک روایت میں ایک دوسرے طریقہ سے بھی آتا ہے چنانچہ حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ:-

”میرے ایک بڑے بھائی تھے وہ اکثر اپنے آپ کو اچھی طرح پکڑاؤں سے ڈھاب کر پہاڑ کے اوپر چلنا کرتے تھے اور اکثر وحشت کیا کرتے تھے آخر ایک روز میں نے ان سے کہل۔“

”آپ اکثر ایسا کرتے ہیں لیکن مجھے اپنے ساتھ لے کر کیوں نہیں چلتے؟“

انہوں نے کہا

”تم ابھی کم عمر ہو اس کے لئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں قہر اٹھا کر نہ کر دو۔“

میں نے (ان کو اطمینان دلانے ہوئے) کہا کہ آپ اس سے متاثر نہ رہیں جب انہوں نے بتلایا۔

”اس پہاڑ پر کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جن کی عبادت و غیرہ کا طریقہ مختلف ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور

آخرت کو یاد کرتے ہیں اور میرے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ میں بے دین ہوں۔“

میں نے کہل۔

”جب آپ مجھے وہاں ضرور لے کر چلتے۔“

گزشتہ بحثیں چند اوروں سے سلمانؓ کی ملاقات..... انہوں نے کہا کہ اچھا میں ان لوگوں سے اجازت لے لوں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اس کو لے کر۔ اب میں اپنے بھائی کے ساتھ گیل وہاں نکلی کر میں لے کر آؤں گا کہ وہ چار سات آدمی تھے۔ ہر وقت عبادت کرنے کی وجہ سے (وہ اپنے گزروں کو بچے تھے کہ ایسا لگتا تھا کہ گریبان میں

سے روح نکل چکی ہے۔ وہ لوگ دونوں میں روزے رکھتے اور راتوں میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اور درخت کے نیچے جا کر بیٹھ کر کھانا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ غرض ہم ان کے پاس لوہے کی تختی لے آئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ ہم ان کی ہوا اس کے بعد ان تمام نبیوں اور رسولوں کا ذکر کیا جو گمراہ ہو چکے ہیں۔ آخر وہ بیان کرتے کرتے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے تو انہوں نے کہہ

”وہ بظہر مرہ کے پیدا ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت اور قدرت دی تھی کہ وہ خود کو زندہ کر دیتے تھے۔ پر مے جا کر ان میں جان ڈال دیتے تھے اور ان سے ہر کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔ غرض کچھ لوگوں نے ان کو بھٹکایا اور کچھ ان پر ایمان لائے۔“

اس کے بعد ان لوگوں نے مجھ سے کہہ

”لا کے اتھارہ ایک پروردگار ہے اور جنہیں آخرت کی طرف جانا ہے اور تمہارے وہاں ہے اور آخرت کے دور میں جنت اور دوزخ ہے یہ لوگ جو آگ کی پیم جا کرتے ہیں مگر اور گمراہی میں جتا ہیں جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بدانتی سمجھتا ہے۔ یہ لوگ کسی دین پر عمل رہے ہیں۔“

غرض اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور پھر دوبارہ کہنے لگے۔ اس دفعہ بھی انہوں نے وہی باتیں بہت اچھے انداز میں کہیں۔ اس کے بعد میں ان کے ساتھ حیرت انگیز نگاہوں سے کسی طرح ان لوگوں کے حلقے یاد شدہ کو خبر لی گئی (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرست تھا) اس نے ان لوگوں کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس وقت انہی میں سے ان لوگوں سے کہا کہ میں آپ سے بیچھڑا ہوں۔

پہنچے میں ان لوگوں کے ساتھ ہی وہاں سے روانہ ہو گیا اور ہم لوگ سو محل شریعت کے جب شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ پھر ایک پہاڑ کے کنارے سے نکل کر ایک شخص ان کے پاس گیا اور سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس نے ان سے پوچھا۔

”تم لوگ کہاں تھے؟“

مسلماں فارسی ایک عیسائی پروردگار کے ساتھ..... انہوں نے اس کو اچھا حال طلب کیا۔ پھر اس نے میرے حلقے پر چما کر یہ لڑکا کون ہے تو انہوں نے میری قسم لی کہ میں لوہے سے ساتھ ساتھ رہنے کے حلقے بنایا۔ میں نے اچھا طریقہ کسی شخص کا نہیں دیکھا تھا یہ لوگ اس شخص کا کر رہے تھے۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پچھلے نبیوں اور رسولوں کا ذکر کیا اور ان خیرات کا ذکر کیا جو (اللہ کی رگوں میں) خیراتوں کو برداشت کرتی ہیں۔ آخر میں اس نے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور پھر ان لوگوں کو وہ حکم و نصیحت کی اور کہا کہ

”اللہ تعالیٰ سے ڈاؤ تے رہو اور مصطفیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے اس کو مضبوطی سے پکڑو اور وہ لوگ آپس میں جھگڑتے رہو۔“

اس کے بعد اس نے اچھے کلام اور کیا تو میں نے اس سے کہہ

”میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔“

اس نے کہا

”وہ کے اتم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں اپنے اس عار سے روزانہ ایک دفعہ کے سوا کبھی

نہیں دیکھا۔

میں نے کہا۔

”کچھ بھی ہو میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔“

آخر میں اس کے ساتھ ہی عمار میں داخل ہو گیا میں نے اس کو نہ بھی سوتے ہوئے دیکھا اور نہ کھاتے ہوئے، بلکہ مسلسل روز اور رات سہرے کرتے ہوئے یعنی عبادت میں مشغول پایا۔ اگلے دن ہم بحر عمار سے نکلے اور وہ سب لوگ اس شخص کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ اس نے ہر پچھلے روز کی طرح ہی ان لوگوں کو دعا و نصیحت کی اور اس کے بعد ہر اپنے عمار میں آگیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی عمار میں آگیا۔ ہم یہاں دو سو سے زائد بے اور اوزان عمار سے باہر نکلے اور وہ لوگ اس کے پاس آکر جمع ہو جاتے۔ ہر روز ان کو دعا و نصیحت کرتا۔ ایک دن وہ باہر آیا اور پہلے تو اس نے دعا ہی باتیں کیں جو وہ دن کیا کر چکا اور پھر کہا۔

”اے لوگو! میری عمر بہت زیادہ گئی ہے اور میں بہت کم عمر ہو گیا ہوں۔ میری وقت اب شاید قریب ہی ہے میں اسے برسوں سے بیت المقدس میں حاضر نہیں ہو سکا میں نے اب مجھے وہاں حاضر ہونا ضروری ہے۔“

آنحضرت ﷺ کے متعلق پیشین گوئی..... میں نے یہ سن کر اس سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہی روانہ ہوا اور ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ مسجد میں پہنچ کر وہ ہر وقت نماز میں مشغول رہتا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

”اے سلطان اللہ تعالیٰ میری ایک دوسری کو ظاہر فرمائے گا جن کا نام احمد ہو گا۔ وہ تمام (یعنی ست) کے پہاڑوں میں سے ظاہر ہوں گے۔ ان کی نشانی یہ ہو گی کہ وہ چپ کی چیز تو کھائیں گے لیکن صدف کابل نہیں کھائیں گے اور ان کے دونوں موٹروں کے چاچ میں سر نبوت ہو گی۔ ان کا یکنواخت ہے جس میں وہ ظاہر ہوں گے اور اب وقت آئی چکا ہے جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں بہت بڑا جاہل ہوں اور مجھے امید نہیں ہے کہ میں ان کا وقت پاسوں گا لیکن تمہیں ان کا زمانہ ملے تو ان کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنا۔“

میں نے کہا۔

”اور اگر وہ مجھے آپ کا مذہب چھوڑے گا تو میں؟“

اس نے کہا۔

”پاس چاہے تو وہ جس میں بھی ایسی عمر ہو۔“

اس کے بعد وہ بیت المقدس سے نکلا مسجد کے دروازہ پر ایک پانچ کوئی بیٹا ہوا تھا۔ اس نے اس پانچ

سے کہا۔

”ایک لمحہ میرے ہاتھ میں رہ۔“

اس نے ایسی ہی کیا تو اس بزرگ نے کہا۔

”آٹھ کے نام پر کھڑے ہو جاؤ۔“

وہ پانچ (جو کھڑے ہوئے) سے ہاتھ اٹھوڑا اور اس طرح اٹھ کھڑا ہوا جیسے وہ زمین سے اٹھ رہا ہو۔

جن میں وہ مدح و ثناء تھا اس کے بعد اس پانچ نے مجھ سے کہا۔

تو کے امیر نے کپڑے انھوں کو تاک میں بھی چلوں۔

میں نے اتنی دیر میں اس کے پڑے انھوں نے اتنے ہی میں وہ بزرگ رہا جب وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی فوراً ہی اس کی عرش میں روئے ہوا عہدہ پر بھی میں کسی سے اس کے حلق پر چھتا تو یہی جواب ملا کہ۔  
”تمہارے آگے آگے چل رہے ہیں؟“

آخر ایک جگہ مجھے قبیلہ بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے بھی اس راہب کے حلق پر چھاپا۔  
جبکہ انھوں نے میری زبان سن لی (جو فارسی تھی تو انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص یہاں بھی لوہے پر دوسری ہے) تو ان میں سے ایک شخص نے اپنا ٹوٹا ہوا جلدی سے بٹھا دیا اور مجھے باز کر اس پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اس کے بعد وہ لوگ ایک روز آخر اپنے وطن پہنچ گئے۔ پھر اس نے مجھے ایک انصافی عورت کے ہاتھوں فرزند کو دیدار اس نے مجھے اپنے ایک ہار میں کام پر لگا دیا۔

ایسا زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے حریفانے آئے مجھے جیسے ہی آپ کی آمد کی خبر ہوئی میں نے اپنے ہار میں سے کچھ بگوریں لیں اور وہ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو ان وقت آپ بہت سے لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بگوریں آپ کے سامنے رکھیں۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔  
”یہ کیا ہے؟“

میں نے عرض کیا صدق ہے۔ یہ سن کر آپ نے دوسرے لوگوں سے فرمایا کھاؤ لیکن خود آپ نے ان میں سے کچھ نہیں کھایا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک دن پھر میں اسی طرح کچھ بگوریں لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ ان وقت بھی آپ نے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بگوریں آپ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جیہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے ہم انہ پڑھی اور خود بھی وہ بگوریں کھائیں اور دوسرے لوگوں نے بھی بھی کھائیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا۔  
”یہ دونوں باتیں ان کی کتابوں میں سے ہیں۔“

اب گویا یہ دورہ اختتامی ہو گئی۔ لہذا اگر اس روایت اور کتب روایت کو صحیح مانا جائے تو ان میں مطابقت پیدا کرنی ضروری ہوگی۔

واقعہ سلطان کی تیسری روایت۔ حضرت سلطان فارسی کے ہاں۔ میں ہی ایک روایت کتاب در مشکوٰۃ میں ہے کہ۔

قبیلہ یمن کی ایک عورت نے حضرت سلطان فارسی کو لڑیہ لپا تھا اور وہ اس عورت کی بکریاں چرانے لے گئے۔ ایک روز وہ بکریاں نہ لے کر آئے کہ ان کا ایک دوست ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

”میرا جنس معلوم ہے کہ آج وہ یہاں ایک شخص آیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ کی ہے؟“  
”یہ حضرت سلطان (جو آنحضرت ﷺ کے حلق بہت کچھ سن چکے تھے) آپ سے ملنے کے لئے چھاپ

رہے تھے۔

میں نے ان سے ملنے۔

”جہاں تم ذرا بکریوں کے پاس غصروا میں ابھی آتا ہوں۔“

اس کے بعد وہ فوراً وہاں سے اپنے من پہنچے اور ایک دیر میں سے ایک بکری خریدی اور کچھ روٹی خریدی پھر انہوں نے اس بکری کو بھونڈا کر یہ کھا، اسے آ کر حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیا ہے۔ سلطان نے کہا کہ یہ صدق نبیؑ۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اس کو نکال کر صحابہ کے سامنے رکھ دیا اور انہوں نے اسے کھایا۔ حضرت سلطان وہاں سے واپس آئے اور انہوں نے پھر ایک دیر میں سے روٹی اور گوشت خریدی اور اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آپ نے پوچھا کیا ہے۔ سلطان نے جواب دیا کہ وہ یہ ہے۔ آپ نے یہ نہی کر فرمایا۔

”تب تم بھی بیٹھو اور کھاؤ۔“

سلطان بیٹھ گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ کھا کھایا۔ (اس کے بعد حضرت سلطان کہتے ہیں کہ باہر میں انکو کہ آپ کی پشت کی طرف کیا تو آپ میرا قصد کچھ گئے اور آپ نے اپنا کپڑا فوراً ہاتھ کا دیا۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھیں سوط سے کی طرف مڑ رہی تھیں۔ وہاں سے جسے میں نے پہچان لیا۔ اس کے بعد میں گھوم کر پھر آپ کے سامنے آکر بیٹھا اور عرض کیا: ”میں کوئی دینداروں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مہارت کے باقی نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“

آپ پر رحمت بھیلی، وفور و انواروں کے خلاف ہے اور اسی لئے ان کے درمیان موافقت پیدا کرنا فاضل قرار ہے۔

حضرت سلطان کی عمر اور زہد و تقویٰ۔ بعض علماء نے اختلاف کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت سلطان قادیانی کی عمر دو سو پچاس سال کی ہوئی ہے۔ وہ ایک بہت بڑے زہد، عالم و فاضل اور شریعت کے بے حد پسند تھے۔ وہ بیت اہل میں سے ہر سال باغیجر اور وہاں نکال کر صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ جہاں تک خزانہ کا سامان تھا تو وہ سوائے اپنے باغوں کی ضرورتی سے کھانے کو سبیل کے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ ان کی جو مباحی اسی میں سے دینے سے وہ ان صاحب لینے تھے اور کچھ سے کوڑھتے ہر بچا کر سونپتے تھے۔

ہمارے سے ایک شخص نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میں اس زمانے میں ان کے پاس گیا جب کہ وہ مدائن کے مہاجر کے گھر تھے میں نے ان کے پاس پہنچا تو وہ مجھ کی چٹائی بند ہے تھے۔ میں نے ان سے کہا: ”آپ یہ کام کیوں کرتے ہیں؟“ آپ تو ابھرے۔ میں سے آپ کو تھکوا کی صورت میں رات بھر آجاتا ہے۔“

انہوں نے جواب دیا:

”میں ان کو پسند کرتا ہوں کہ وہی مل کھاؤں جو اپنے ہاتھ کی مزدوری اور محنت سے کھاؤں۔“

”مجھے وہ گوشت اچھا ہے“ یہ ہے اور اس کو پکا کر کوڑھی لوگوں کو دے دیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا کھاتے۔



انکار کرنے والے پر حلف لے کر ضروری ہے۔

اسی طرح ایک وہ پسلا شخص ہے جو غلطہ دینے کے وقت اپنے عصا یا اپنی کمان یا اپنی تلوار کے سارے کھڑا ہو اٹھتا۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ بھڑا پکانے کے سلسلے میں سب سے پہلے جس نے وہ قبضہ کیا (جو لوہہ ذکر کیا گیا) وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ مگر اس قول کا یہ کہہ کر انکار کیا جاتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے بارے میں یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے کہ وہ بھی اپنی داؤدی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں بولتے ہیں۔

(عرض قیاس ابن ساعدہ اپنی کے واقعہ کے سلسلے میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی محمد اقدس کا نذر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے ہم چلے۔ تم میں سے کون پیلا ہے جو قیاس ابن ساعدہ اپنی کو جانتا ہو؟)

انہوں نے کہا۔

”یا رسول اللہ! اس کو ہم میں سے ہر ایک شخص جانتا ہے۔“

آپ ﷺ نے ہم چھا کہ اس کا کیا بول لوگوں نے کہا کہ وہ بڑا کم ہو چکا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

لوگ بھولتے ہیں کہ ان کے حکاک کے پہلے میں وہ سرخا کوٹ پر سوار کہ رہا تھا لوگ اٹھتے ہو کر سوار ہو کر کہہ کر بڑا تھوڑے دنہا شخص ایک دن مر جائے گا اور ہر مرنے والا قاتل کلمہ ہو جائے گا۔ جو کہہ ہو نہ والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ آسمانوں میں طم و شیدہ ہے اور زمین میں عبرت کے ساراں ہیں۔ یہ ایک پست فرش ہے اور وہ ایک بلند بھست ہے پھولے پھولے ستاروں اور نفلک بولے والے سمندر کی قسم! قسم! قسم! قسم! کہتا ہے کہ اگر طوفانی سے اس معاملے کو قبول نہیں کیا جائے گا تو یقیناً غلی غلی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ ہیں ہے جو اس کو اس دنیا سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ جس پر تم چل رہے ہو۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ لوگ چلے جاتے ہیں لیکن وہ ایسے نہیں آتے۔ کیا نہیں وہ جگہ اس قدر پسند آجاتی ہے کہ وہ وہیں رہ جاتے ہیں۔ یا نہیں وہاں پھوڑی دیا جاتا ہے کہ چاہے نہ چاہے وہ لوگ وہاں سب سے الگ تھک رہتے ہیں (اور اس نیکل کے بعد لوہہ کارخ کرنے کے لئے کبھی ان کی آنکھ نہیں کھلتی)۔

پھر آپ نے فرمایا۔

”تم میں سے کون اس کے وہ شعر جانتا ہے (جو اس نے اس وقت پڑھے تھے؟)“

ان لوگوں نے آپ کے سامنے قس کے یہ شعر جانے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِكَ

ترجمہ: کہہ دے وہ لوگوں کے واقعات ہمارے لئے ایک سبق ہیں۔

لَيْتَا رَأَيْنَا  
بِالْغُفْرِ لَيْتَا  
مَوْفُوْدَا

دب میں نہ ہیں میرے بے گناہ کو کہ اس کے حلق کوئی بھی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

وَاِنْ تَوَلَّيْ  
بِالْغُفْرِ لَيْتَا  
مَوْفُوْدَا



اور میں نے دیکھا کہ سبیری قوم کے چھوٹے اور بڑے سب ہی لوگ موتی کی جانب دھڑپے ہیں۔

فَإِنَّمَا مَجْعُ  
وَلَا تَمِينُ  
فِي بَيْتِي  
عَلِيٌّ

یہاں تک سامنی اور کرشنہ زمانے کا تعلق ہے وہ انکی موت کر نہیں آتا نہ میرے لئے کوئے کا گونہ حق کے لئے جو میرے بعد موجود ہوں گے۔

فَقُلْتُ إِنَّي قَدْ مَنَعْتُكَ خَيْرَ صَدَقَاتِ الْعَالَمِ صَاحِبِ

لذہاب یقیناً ہو گیا ہے کہ میرا بھی ایک دن اسی طرح انجام دے جائے گا جس طرح سبیری قوم کے ہائی لوگوں کا ہو چکا ہے۔

قرص کے متعلق جابر و ابن عبد اللہ کی روایت۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جلدو ابن عبد اللہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کو جلدو اس لئے کنا جاتا تھا کہ انہوں نے بنی نکران وائل کے قبیلے پر ایک مرتبہ حملہ کیا اور فن کو اس طرح خالی کر دیا کہ ان کا تمام مال و متاع لوٹ لیا۔ انہوں نے اس وقت سے ان کو جلدو یعنی خالی کرنے والا کہا جانے لگا۔ اس واقعہ کی طرف ایک شاعر نے بھی اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

وَصَلَّاهُمْ بِالْقَبِيلِ مِنْ تَحْتِ جَبَبِ  
تَحَا حُرُودِ الْعَزْزِ وَدَمْعِ مِنْ ذَوَالِ

ترجمہ: ہم نے بھی اپنے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر اپنے گھونڈوں سے اسی طرح روند ڈالا جیسے جلدو بنکر ابن وائل نے اپنے دشمنوں کو اس طرح روند ڈالا تھا کہ ان کے پیرے تک اتر آئے تھے۔

فرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے تو آپ نے ان سے فرمایا: کیا تیری عید انھیں کے اس واقعہ میں کوئی ایسا شخص ہے جو میں قس کے متعلق کچھ بتا سکے۔

وَقَدْ دَانُوا لِي كَمَا

”یہ رسول اللہ ہم سب جانتے ہیں۔“

پھر جلدو نے کہا۔

”میں اپنی قوم میں قس کے نقش قدم پر چلتے ہوں میں سے قتلہ و ایک خاص عرب شاعر جس کی عمر سات سو سال ہوئی۔ (کی ایک قول ہے کہ چھ سو سال ہوئی اور (صحنی طبع السلام کے (مورخوں میں انہوں نے سمعان کو دیکھا ہے یہ عربوں میں پہلا کوئی تھا جس نے بت پرستی چھوڑی۔ اسی نے سب سے پہلے (خطبے کے شروع میں) ”اَللّٰهُمَّ“ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلمہ سب سے پہلے کعب ابن لؤئی نے استعمال کیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

اسی طرح ایک قول ہے کہ سمعان ابن وائل نے اور ایک قول کے مطابق یعقوب نے سب سے پہلے یہ کلمہ استعمال کیا۔ نیز میرزا ابن قطان اور حضرت دود طبع السلام کے متعلق بھی ایک ایک قول ہے یہ کلمہ محمد ﷺ کے بعد خطبہ شروع کرنے سے پہلے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کو فضل خطاب کہتے ہیں۔ مگر واقعہ طبع السلام کے متعلق اس قول کو قبول نہیں کیا جاتا بلکہ جواب میں کنا جاتا ہے کہ ان کے متعلق یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہے کہ وہ اپنی بھاری زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان بھی بولے ہیں جبکہ آئندہ میں لفظ ”بعد“ خاص

عربی کا لفظ ہے۔

یہاں فصل فہرست کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد، جملہ کے دو مہاں فیصلہ کن بات بھی ہے۔

(۱) اپنا بچہ چھپے کر رہا ہے کہ والد علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے اَللّٰهُمَّ عَلٰی قَلْبِیْ وَ اَلْجَنِّ عَلٰی

مَنْ اَرَادَ کَا فِیْہِ بِاَقْدَامِہِ اس قول پر براعت ادا ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔

نورید کا گھر سب سے پہلے بولنے کے سلسلے میں چھپے کی بات گزرے ہیں۔ ان مختلف اقوال کو صحیح ماننے

کی صورت میں اسی طرح صداقت پر اتنی ٹکی ہے کہ اس گھر کو بولنے میں حضرت والد کو تو حقیقی ولایت یعنی پہل

حاصل ہے اگر سب سے پہلے قاضیوں نے ہی یہ فکر استعمال کیا تھا تو ان کے ساتھ وہ مردوں کے لئے یہ پہل ہمار

ولایت انسانی ہے۔ (یعنی اپنے بعد والوں کے ساتھ) میں انہوں نے سب سے پہلے استعمال کیا اگرچہ والد علیہ

السلام ان سے بھی پہلے استعمال کر چکے تھے مگر ان کے بعد ہماروں کے ساتھ میں سب سے پہلے انہوں نے

استعمال کیا چنانچہ اب یہ سمجھنا درست ہو گا کہ اکابر ابن لوئی نے عربوں میں سب سے پہلے یہ فکر استعمال کیا ہمار

کعب کے ساتھ جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے استعمال کیا اس کا مطلب ہے کہ اس

نے اپنے قبیلے میں سب سے پہلے استعمال کیا۔

عرب کا یہ انداز تصور ہے کہ خدا اس طرح شروع کیا کرتے تھے کہ حسن فلاں علی فلاں یعنی فلاں کی

جانب سے فلاں کی خدمت میں۔ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ایہ طریقہ بھی سب سے پہلے جس نے ہی شروع

کیا تھا۔

(غرض اس کے بعد جلدوں کے اسی بیان کا بقیہ حصہ ذکر کرتے ہیں جس میں وہ سوال اٹھ چکے کو جس

کے متعلق بتا رہے ہیں) چنانچہ جلدوں سے مزید کہا۔

”جس کا وہ واقعہ اور اس وقت کا کلام مجھے اس طرح یاد ہے کہ گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جس

دب کو اپنا تھا جس کی قسم تھا کہ وہ رہا ہے کہ ہر چیز کا وقت متعین ہے اور وہ اس کو پہنچے گی ہمار یہ عمل کرنے والا

اپنے عمل کا بدلہ لیا کر رہے گا اس کے بعد قبر کو نے یہ شعر پڑھے۔

ہَاجِ الْفَلَبِ بِمَنْ جَوَّاهُ اَوَّلُکُو  
وَلَقَدْ لَقِیْ

ترجمہ: قلب کے اندر اس کی خضاب سے ایک جبر سے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح اہل اقوال سے بھی جن

کے دو مہاں وہاں کی روشنی آتی تھی۔

وَجِئْنَا شَوَا مَعِ رَأْسُوتِ  
وَبِجِلْمَا مَعِنِ عَرُو

اور ان لوگوں کو اپنے محبوب ہماروں سے اور خاص نہیں بدلتے ہوئے وہاں سے بھی ایسی کیفیت پیدا

ہوتی ہے۔

وَتَجِئْنَا مَعِنِ مَعِنِ مَعِنِ  
وَتَجِئْنَا مَعِنِ مَعِنِ مَعِنِ

اور وہ چمکتے ہوئے سجدوں سے جودات کے اندر ہماروں میں دیکھتے ہیں ہماروں میں خیر میں آتے۔

وَالَّذِیْنَ لَقَدْ ذُکِّرْتُ عَلٰی ظَنِّہِ  
وَالَّذِیْنَ لَقَدْ ذُکِّرْتُ عَلٰی ظَنِّہِ

وَالَّذِیْنَ لَقَدْ ذُکِّرْتُ عَلٰی ظَنِّہِ

یہ سب چیزیں جو میں نے ذکر کیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر ہیں لوگوں کے لئے کوہ نور و لیل شہی ہیں جن میں ہدایت اور عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جلد دوم اشعار جلدی جلدی چاند کر سدا ہے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ ان میں بہت دلچسپی لے رہے تھے اس لئے آپ نے فرمایا ”جلد دوم اور انصہر انصہر کر چڑھا مجھے عکاظ کے پہلے میں قس کی وہ باتیں بھولی نہیں ہیں۔“

عکاظ وہ سالانہ میلہ تھا جو اہل بنی نضلہ اور حاکم کے درمیان میں ہر سال ہکا کر کا تھا یہ میلہ بنی نضلہ اور قیس کی طرف سے لگایا جاتا تھا جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ جہاں وہ ایک گھر سے کھینچی یعنی ساسی ماکلی کھینچی رنگ کے عورت پر سوار ہو کر کلام کر رہا تھا مجھے یاد نہیں ہے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ وہ بہت ہی شیریں باتیں بیان کر رہا تھا مگر سب وہ باتیں مجھے یاد نہیں ہیں۔“

قس کے متعلق صدیق اکبر کا بیان..... اسی وقت حضرت ابو بکر کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا ”وہ باتیں مجھے یاد ہیں یہ رسول اللہ ﷺ آئیں کہ اس روز عکاظ کے پہلے میں بھی سوجھ و غما اس نے اپنے خیلے میں یہ کہا تھا۔“

لوگو! اس طور پر کہہ دو اور غور کرنے کے بعد ہی سے فائدہ اٹھاؤ جو زمانہ رہے گا۔ اسے صحت ضرور آئے گی اور سونے والا عزم اور خواہش ہو جائے گا۔ جو کہہ ہو سنے والا ہے وہ کہہ گا۔ ہاں قس اور سر سبز کردار اور روزی باپ اور ماکیں، زنا، عداوت، مردہ لوگ قیس اور اطراف ان سب میں نکلتی ہیں ہی نکلتی ہیں۔ آسمانوں میں خبریں اور علم ہے اور زمین میں عبرت اور سبق ہیں۔ ایک طرف انہو میری باتیں ہیں تو دوسری طرف رجز و تلا آسمان ہے کہیں زمین کے پتے میں راویاں ہیں اور کہیں ٹھاٹھیں ملاتے ہوئے سمندر ہیں۔ یہ کیا ہے کہ ہم لوگوں کو اس دنیا سے ملامت ہوتے ہوئے تو دیکھتے ہیں لیکن جا کر وہیں آئے اور کوئی نہیں ملتا کیا ان لوگوں کو وہ جگہ داس آجاتی ہے کہ وہ ہیں انصہر جاتے ہیں یا نہیں لوگ وہاں پھوڑا آتے ہیں اور وہ ہیں بے کسی میں پھرتے ہیں۔ قس بچی اور بچی قسم کھا کر کہتا ہے جس میں وہ مجموعہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دم میں ہے جو اس کو اس دین سے زیادہ پسند ہے جس پر تم حمل رہے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہیں جن کے حضور کافرت قریب آپکا ہے۔ اور ان کا زمانہ تم پر اپنا سایہ اٹل چکا ہے۔ جس کو قیس ان پر ایمان لا۔ کلاس کے لئے خوش خبری ہے اور اس شخص پر الوسوس ہے جو ان کی مخالفت کرے گا اور کوہ نور ہو گا۔“

قس کی عبرت و نصیحت آمیز تقریر..... اس کے بعد قیس نے عرض کیا۔

اے گروہ! یاد رہے کہ میں نے قیلہ کا کام ہے۔ دیکھو قیس اور گزشتہ دنوں کی ان قوموں اور امتوں پر انہوں نے جو غفلت میں چکر لگائے تھے۔ (وہ لوگ دنیا کے جس پیش پر اپنی زندگیاں قربان کر گئے آج میں سے کیا باقی رہ گیا) قرعہ بپ دوا (اور ان کی کن بات) کہیں ہیں! آج ان وقتوں کے یاد اور ان کو بچنے والے کہیں ہیں۔ وہ فرعون کہیں ہیں جن کے علم اور طاقت و قوت کے افسانے کبھی مشہور تھے کہیں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی عظیم طاقتیں کھڑی کھڑی کر دیں تھیں اور ان کو جہان اور کائنات کرنے میں اتنا کردی تھی کہیں ہیں وہ جو پہلے مال و دولت اور اولاد کے قریب میں چلے ہوئے تھے وہ سرکش اور سر ہلکے لوگ کیا ہوئے وہ جمع جود کرنے اور پانچ پانچ کر کے لوگ کہیں گئے! جنہوں نے (اپنی سرکشی کے زور میں) یہاں تک کہ دیا تھا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں!

لوگو! کیا لوگ تم سے بھی زیادہ دلدادہ نہ تھے۔ کیا ان کی آرزوئیں تم سے بھی زیادہ تھیں؟ کیا وہ لوگ تم سے بھی زیادہ سچی قناتیں نہیں رکھتے تھے۔ مگر سچی نے ان کو اپنے بیٹے سے روخ کر خاک کر دیا۔ انہیں اور ان کی قناتوں کو باہیں کر بیست و نیکو کر دیا۔ دیکھو اب یہ حق کی خاک شدہ ہڈیاں بکھری ہوئی ہیں۔ حق کے عمل کو ناپوستانہ و خرابہ ہونے پر نہیں۔ جن میں بھیڑیے اور دغا خیز امیر اکبر رہے ہیں۔ اس لئے جس اس کے سوا حقیقت کچھ نہیں ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ جو عبادت کے جانے کے لائق ہے۔ حوت کسی باپ سے جو دھن آیا وہ جس کے کوئی دلاوہ ہے۔

اس کے بعد قس نے اپنے شعر پڑھے جو جانا ہو سچے ہیں۔

قس کے متعلق ایک اور روایت..... ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ :-

جب حبیب اللہ کو کاوند آحضرت جنتگہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا۔

”آپ کاوند کے لوگو! قس ابن سادہ ہادی کا کیا حال؟“

انہوں نے کہا۔

یاد رسول اللہ اور مرچ کا ہے۔“

آپ نے فرمایا۔

”میں نے ایک دن اس کو عکلا کے محلے میں دیکھا تھا جہاں وہ ایک سرخافٹ پر سوار تھا اور خرابیت عوام اور دل موہنے والی کام کر رہا تھا۔ اب مجھے وہ کام یاد نہیں رہا۔“

اس پر ان لوگوں میں سے ایک دیرپائی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔

یاد رسول اللہ اور حکام مجھے یاد ہے۔“

پس اس کے آنحضرت جنتگہ بہت طویش ہوئے۔ پھر اس امر پائی نے بیان کیا کہ قس اس وقت یہ کردہا تھا۔ لوگو! اب اسے پاس جمع ہو کر میری بات سنو اور مرنے والا فنا ہو جاتا ہے۔ اور ہر ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے ایک طرف اور عبادی رہتی ہیں اور ایک طرف رہ جوں والا آسمان ہے۔ کہیں موٹھیں لیتا ہوا سندھ ہے۔ کہیں چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور کہیں فحوس پہلاور بہتی ہوئی ندیاں ہیں۔ (تلاوت)۔

ایک روایت میں قس کے یہ الفاظ ہیں۔

صعب و العزیزین جبراطاتہ و پادشاہ کماں ہے جو مشرق و مغرب پر غرور تھا اور دونوں کناروں تک جس کا وہ پہ تھا۔ جو روز بروز سال تک زندہ رہا۔ لیکن پھر۔ یہ لکھتے ایسے گزرتی جیسے توفی کی چمک۔ چمک جاتی ہے۔“

(قال) ایک روایت حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے کہ قس ابن سادہ عکلا کے بازار میں اپنی قوم سے کردہا تھا کہ :-

”مگر یہ اس جانب سے تمہارے پاس حق اور سچائی آئے والی ہے۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے کئی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ لوگوں نے یہ چمک یہ حق کیا ہو گا۔ اس پر قس نے

کہ۔

”ایک سیاہو سفید آنکھوں اور کھنٹی ابروؤں والا شخص جو لوی بلکن غالب کی دلاور میں سے ہو گا۔ جنہیں

لیکھا ہوا اس کی یاد دہی کے لئے اور امتوں کی طرف جانے کا جو کچھ ختم ہو رہا ہو اس کی۔ اس لئے جب وہ تھیں پھر سے قرآن کی بات قبول کرنا اگر مجھے اپنے پاس سے میں یہ پتہ ہو تاکہ میں اس کی کے حضور کے وقت تک زندہ رہوں گا تو میں اس کے پاس وہ ذکر کہنے والا پہنچا شخص ہو گا۔

یہ قصہ مختلف طور کی حدوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ حدیں کمزور ہیں مگر اتنی زیادہ ہیں کہ کمزور ہونے کے باوجود اصل قصے کو ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ مگر حافظہ ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کی تمام حدیں کمزور ہیں۔ اس سے ابن جریر کی یہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ قس ابن ساعدہ کی حدیث۔ ہر حدیث سے باطل ہے (کیونکہ علامہ ابن کثیر قرآن کو ثابت ہی کر رہے ہیں اور حافظہ ابن جریر صرف اس کی حد کو کمزور دکھانا رہے ہیں جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حدیث باطل ہے)۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اب نور میں ہے کہ قس ابن ساعدہ کے قصے میں ایک چیز لکھی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کم از کم دوسرے جہ فاش کیا ہے۔ ایک مرتبہ کا قند ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو قس کا کلام یاد تھا اور جس موقع پر قس سرخ روٹ پر سولہ قند دوسری روایت کی یاد دہانی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عکاظ کے میلے میں ہی دوسری واقعہ بھی ایک بار اسی طرح تقریر کی تھی۔ اس موقع پر قس نے جو کلام کیا تھا وہ آنحضرت ﷺ کو یاد نہیں رہا تھا اور اس واقعہ قس۔ ایک سیاحی ماکل تھیں رنگ کے نوٹ پر سولہ قند کیونکہ پہلے موقع کے حلقہ یہ روایت گزرا چکی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس عبد القیس کا قند آیا تو آپ نے ان سے قس کے حلقہ پر چھوڑا۔ جب انہوں نے اس کی موت کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے وہ وقت بھول نہیں جاتا کہ عکاظ کے بازار میں سرخ روٹ پر سولہ باتیں کہہ رہا تھا اس کے بعد دوسری روایت یہ گزری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جب چاروں ابن عبد اللہ اپنے قند کے ساتھ آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے بھی قس کے حلقہ پر چھوڑا۔ جب انہوں نے فوراً قس کے شعر سنائے شروع کر کے آپ نے ان سے کہا کہ وہ کہتے تھے عکاظ کے بازار میں سیاحی ماکل تھیں رنگ کے نوٹ پر سولہ کلام کر رہا تھا۔ مگر یہاں آنحضرت ﷺ نے قس کا کلام سننے کے بجائے یہ فرمایا کہ۔ مجھے اس کا کلام یاد نہیں ہے۔ جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قس کی تقریر بیان کی۔

اب گویا ان روایات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قس کا یہ واقعہ دوسرے جہ فاش کیا مگر یہ اندازہ بظاہر درست نہیں معلوم ہو چکا ہے کہ قس کا یہ واقعہ ان کے اس فرقہ کی وجہ یہ رہی ہو کہ ایک واقعہ قند عبد القیس کے سامنے تو آنحضرت ﷺ نے قس کا کلام بیان فرمایا ہو لیکن اس کے بعد جب ایک دوسرے موقع پر آپ نے چاروں ابن عبد اللہ سے یہی بات پوچھی تو اس وقت آپ قس کا کلام بھول چکے ہوں۔ اسی خیال کی تصدیق آنحضرت ﷺ کے اس نکتے سے بھی ہوتی ہے کہ۔ میرا خیال ہے کہ اب مجھے وہ کلام یاد نہیں رہا۔

یاد رہے کہ قس کا یہ کلام بھول چکے تھے لیکن اس کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق نے آپ کے سامنے اس کا کلام دہرا دیا تو آپ کو یاد ہو گیا اور اس کے بعد نبی عبد القیس کا قند آیا تو آپ نے ان کے سامنے قس کا کلام خود بیان فرمایا۔ اب اس طرح اس واقعہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات سے یہ ثابت نہیں ہو تاکہ عکاظ کے میلے میں قس کے کلام کرنے کا واقعہ ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا تھا اب صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے قس کو سرخ روٹ پر سولہ قند دے دی اور دوسری میں سیاحی ماکل تھیں

رنگ کے لونٹ پر اٹایا ہے مگر اس سے بھی یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ واقعہ کا ہے کیونکہ ممکن ہے لونٹ کا رنگ گہرا سرخ ہو اور ظاہر ہے کہ گہرا سرخ رنگ بھی سیاہی مائل ہو سکتا ہے اور اسی سیاہی مائل سرخی کو کشتی کہہ سکتا ہے لہذا آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ اسی لونٹ کو سرخ فرمایا اور دوسری دفعہ کشتی رنگ کا فرمایا۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ نبی عہد انیس نکاح تہ کے پاس دو مرتبہ آیا ہے ایک دفعہ وہ لوگ اپنے سر واپار و انین عبداللہ کے ساتھ آئے اور ایک دفعہ بطور جلدو کے آئے۔

میں کے حلقے حد پٹ شہ ہے کہ :-  
 "اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے" میرے باپ اسماعیل ابن ابراہیم علیہ السلام کے دیہا پر قائم تھا۔"

واللہ اعلم۔  
 نافع جرش کی کا واقعہ ..... اسی طرح نافع جرش کا واقعہ ہے۔ جرش سے قبیلہ جرش کی طرف نسبت ہے یہ (شاید) تغیر کا ایک قبیلہ تھا اور اسی کے نام پر ہستی کا نام رکھا گیا تھا۔

نافع کا یہ واقعہ اسی طرح ہے کہ میں کا ایک خادمہ ان تھا جن کا ایک لاکھ تھوڑے تھے۔ یہ جاہلیت کے زمانے کی بات تھی اس وقت عرب میں کانہوں کی بڑی حیثیت تھی اور ہر خاندان اپنا طبقہ و ایک لاکھ رکھتا تھا جس کے پاس وہ اپنی ہر لڑائی جھڑپے اور پریکٹس کے معاملے میں جلا کرتے تھے کسی زمانے میں جب اچانک آنحضرت ﷺ کے حضور کی خبر پہنچی اور آپ کے حلقے پر ہے جو نے گئے تو یہ لوگ اپنے اسی کانہ کے پاس پہنچے اور بہار کے واس میں حق ہو کر اس کا انتظار کرنے لگے جب سورج طلوع ہو گیا تو وہ کانہ بہار سے اتر کر ان کے پاس آیا اور اپنی کانہ کا سدا لے کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اس کے بعد اس نے بہت دیر تک اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے رکھا اور پھر کہنے لگا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو احادیث اور ہزار کی بکٹی ہے اس نے ان کے قلب اور باطن کو پاک کیا ہے۔ لیکن لوگو! اللہ سے درمیان ان کے قیام کی مدت بہت تھوڑی ہے (یعنی اس طرح ویرکت کا وقت بہت تھوڑا سا ہو گا کہ آپ کی ذات باہر نکلتے ہوئے درمیان میں دوڑے گی لہذا اس وقت کو فیست سمجھو اور جتنا ہو سکے آپ سے فائدہ اٹھاؤ)۔

## جنات کے ذریعہ کانہوں کی دی ہوئی خبریں اور پیشین گوئیاں

اس قسم کی پیشین گوئیاں بھی بہت سی ہیں جن میں سے ایک حضرت سلوانی قادی کا واقعہ ہے۔ یہ جاہلیت کے زمانے میں ایک کانہ تھے ساتھ ہی یہ ایک اعلیٰ شاعر بھی تھے بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے ہاں میں محمد ابن کعب قرظی سے روایت ہے کہ ایک روز (اپنی خلافت کے زمانے میں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے تھے کہ سامنے سے ایک شخص گزر رہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم سے بے چارہ "یا ہیرہ المؤمنین کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھا کہ یہ کون ہے تو اس نے جواب دیا۔

"یہ سلوانی قادی ہیں جن کے پاس ایک جن تھا کہ اس کا نام کانہ تھا اور ان کو آنسو کی خبریں دیا

کہ تا قاضی بنے ان کو اگر آنحضرت ﷺ کے علوم کی اطلاع بھی دی تھی۔

**فاروق اعظم اور سولوائین قارب**۔۔۔ (ی) اس سے کچھ سال پہلے (نور حضرت عمرؓ نے سولوائین قارب کے بارے میں دریافت کیا تھا) ایک روز وہ منبر پر چڑھے اور انہوں نے کہا۔

”کوگو کیا تم میں سولوائین قارب بھی ہیں؟“

مگر کسی نے اس کا جواب نہیں دیا (یعنی اس مجمع میں سولوائین قارب موجود نہیں تھے) پھر اگلے سال یعنی غالباً اس سال جس میں کہ تقریباً تمام جزیرہ عرب کے لوگ آنحضرت ﷺ کے حوالہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے (اور جبکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا) ایک روز انہوں نے پھر پوچھا کہ کوگو کیا تم میں سولوائین قارب بھی موجود ہیں۔ کسی نے سوال کیا۔

”اے امیر المؤمنین! سولوائین قارب کونسا ہے؟“

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

”سولوائین قارب کے اسلام لانے کا عقد ہوا جبکہ غریب ہے۔“

حضرت براہ کھینچے ہیں کہ ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک سولوائین قارب سامنے نظر آئے (جس پر کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ اس گزرتے والے کو جانتے ہیں۔ یہی سولوائین قارب ہیں) حضرت عمرؓ نے فوراً ان کو بلا بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا۔

”کیا تم ہی سولوائین قارب ہو؟“

انہوں نے کہا۔ ”ہاں“ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا۔

”کیا تم ہی،“ غصہ ہو جس کے پاس اس کے تابع جن نے اگر آنحضرت ﷺ کے علوم کی اطلاع دی

تھی؟“

سولوائین قارب نے جواب دیا۔ ”ہاں“ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔

”قوم کثرت کا پیش کرتے تھے؟“

یہ سن کر سولوائین قارب مدخل ہو گئے اور انہوں نے کہا۔

امیر المؤمنین ابوبکرؓ سے میں سلطان ہوا اس کے بعد سے آج تک کوئی شخص میرے پاس اس مقصد سے نہیں آیا کہ میں کاہن ہونے کی حیثیت سے اس کو آنکھ کا مال تلاش کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

”سبحان اللہ! (اس میں مدخل ہونے کی بات نہیں ہے) تم تو اسلام لانے سے پہلے کثرت کا ہی پیش کرتے تھے لیکن ہم اسلام لانے سے پہلے شرک اور بت پرستی کے جن اند میرا دل میں ہلک رہے تھے تو تمہاری کثرت سے بھی کئی گزری چیز تھی۔“

(ی) (ایک روایت میں حضرت عمرؓ کا جواب اس طرح ہے کہ

”اللہ تعالیٰ صاف فرمائے اہم تو جاہلیت کے زمانے میں اس سے بھی زیادہ بڑی حالت میں تھے کہ جنوں اور جنروں کو پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ پھر اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ذلت پاک اور اسلام جیسے مذہب کے ذریعہ سر بلا کر لیا دیا۔“

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں :- اس میں یہ بات واضح رہے کہ سولہ ابن قلاب کو جو ضرر آیا ہو اس لئے کہ وہ کہے کہ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی ان کو کائنات کھڑے ہیں۔ ان کو اس پر ناگہانی نہیں تھی کہ اسلام لانے سے پہلے کے زمانے میں ان کو کائنات کی نسبت دی جا رہی ہے (کیونکہ اس وقت تو وہ یقیناً کانٹے تھے اور اس پر یقین رکھتے تھے لیکن مسلمان ہو جانے کے بعد اس میں سے ان کا یقین بھی جاہر پھوٹا انہوں نے یہ پیش چھوڑ بھی دیا وہ یہ کہے کہ حضرت عمرؓ یہ کہہ رہے ہیں کہ تم اب بھی کائنات کرتے ہو یہ بات حضرت سہلؓ کے اس جواب سے کچھ میں آئی ہے کہ۔ جب سے میں مسلمان ہوا اس وقت سے کوئی شخص میرے پاس اس مقصد سے نہیں آیا۔ مگر حضرت عمرؓ کا جواب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں سولہ ابن قلاب کو اس بات پر ناگہانی ہوئی کہ اسلام لانے سے پہلے کے زمانے میں بھی ان کو کائنات کی طرف کیوں نسبت دی گئی۔ چنانچہ اسی پر انہوں نے جواب کے ساتھ کیا کہ۔ بیان اللہ (جہالت کے زمانے کی کائنات پر ناگہانی کی کیا بات ہے ہم تو اس وقت تم سے بھی زیادہ بدتر حال میں تھے کیونکہ وہ بے غمری کا زہر تھا)

اس بارے میں علامہ سکس نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو حق نے سولہ ابن قلاب سے حلال اور حلال کے ساتھ کہا تھا۔

”سولہ ابن قلاب کی کائنات کا کیا کیا؟“

اس پر حضرت سولہ ابن قلابؓ نے کلمہ

میں اور تم دونوں ہی (جہالت کے زمانے میں) اس سے بھی زیادہ بدتر حال میں تھے کہ جوں کو پوجتے تھے اور مردار جانوروں کا گوشت کھایا کرتے تھے اب کیا تم ان باتوں پر مردار و مردار ہے یا جن سے میں جواب کر چکا ہوں؟“

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ سوائے فرمائے۔“ رواہ ابن کثیر اختلاف قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔

سولہ ابن قلابؓ کا واقعہ۔۔۔ (فرض اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت سہلؓ کی گفتگو کا بیچہ حصہ نقل کرتے ہیں کہ ابھی حضرت عمرؓ نے سہلؓ سے کہا۔

”سولہ اچھے ملاؤ کہ تمہارے تابع جن نے تم کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور تصور کے متعلق کیا بتلایا

تو ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ۔ سولہ ہمیں اپنے اسلام لانے کا واقعہ بتلایا تھا؟“

سولہ ابن قلابؓ نے کہا۔

”ہاں ہاں میرا شوخی نہیں ایک دفعہ جبکہ میں رات کے وقت سوئے اور جاگنے کی اور میری کیفیت میں تھا

کہ میرے پاس میرا تابع جن آیا اور اس نے اپنے جوتے مجھے فھر کاوے کر کہا۔

”سولہ ابن قلابؓ کو میری بات سن۔ اور اگر تمہیں میں محسوس ہے تو اس کو مجھنے کی کوشش کر کہ

موتی ابن غالبؓ کی لہجہ میں سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ظاہر ہو چکے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبودیت کی طرف

لوگوں کو بلاتے ہیں۔“

اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

عنبت لعلین وعلیٰ

بہا



وششعا      العیسى      باقلا      بھا

ترجمہ: میں جنکے طور ان کے ذوق و شوق پر جو ان خدا اسی طرح ان کے سفید و سفید اور ان پر دیکھے ہوئے ہیں ان  
دیکھ کر بھی تعجب کرو باقلا

نہوی      الی      منکة      نیلی      الہدی

مصلحت      العین      کنگھڑا      بھا

دو لوگ ہدایت کی تلاش میں گئے کی طرف دوزخ ہے تھے۔ جنت میں کے بچے لوگ ان میں کے مہمانوں کی طرح  
نہیں تھے۔

فاو حیل      الی      الصلوة      من      عابہ

لیس      لک      امما      کا      دوتا      بھا

اس لئے نبی ہاشم کے بہترین آدمی کے پاس چلو کیونکہ ان کے پچھلے لوگ انکوں کے جیسے ہیں۔

میں نے یہ سن کر اس سے کہلا

”بھوڑو، مجھے سونے دو کیونکہ شام سے میں بہت تھکا ہوا ہوں۔“

پھر انکی بات ہوئی تو وہ دیر دیر سے پاس آیا اور اسی طرح مجھے دیر سے ٹھوکا دے کر کہنے لگا

”سو لو ان قارب الیہ کر میری بات سن۔ اور اگر تجھ میں عقل ہے تو اس کو سمجھنے کی کوشش کر کہ  
لوئی ابن غالب کی ہلاکت میں سے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ ظاہر ہو چکے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف  
لوگوں کو بلا تے ہیں۔“

اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے (جو پچھلے شعروں سے کچھ مختلف ہیں)

صیبت      العین      و تھلاھا

وششعا      العیسى      ما کورھا

میں جنوں کے ذوق و شوق اور آنکھوں کے حلقوں خیریں معلوم کر سنے پر جو ان تھا اور ان کے سفید و سفید

اور ان پر گئے پالانوں کو دیکھ کر تعجب کرو باقلا

نہوی      الی      منکة      و      نیلی      الہدی

مصلحت      العین      کنگھڑا

دو لوگ ہدایت کی تلاش میں گئے کی طرف دوزخ ہے تھے۔ جنت میں کے سو میں ان میں کے کافروں کی طرح

نہیں ہیں۔

فاو حیل      الی      الصلوة      من      عابہ

لیس      لک      دوتا      بھا      و تھلاھا

لہذا ہم نبی ہاشم کے منتخب لوگوں کے پاس گئے کے خیالوں اور پھر بچے عاقبتوں کے درمیان ہوتے ہوئے چلو۔ یہ

سن کر میں نے اس سے پھر یہی بات کہی کہ بھوڑو مجھے سونے دے کیونکہ میں شام سے بہت تھکا ہوا ہوں۔ مگر

تیسری بات میں وہ پھر آیا اور میرے پاؤں دکھ کر مجھ سے پھر کہنے لگا کہ سو لو ان قارب الیہ کر میری بات سن اور

مگر تجھ میں عقل ہے تو اس کو سمجھنے کی کوشش کر کہ لوئی ابن غالب کی ہلاکت میں سے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ ظاہر

ہو چکے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلا تے ہیں۔“

اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے (جو پچھلے شعروں سے کچھ مختلف ہیں)

صیبت      العین      و تھلاھا

و شلھا العیس باحلا - سہا

میں جنت کے ذوق و شوق خوران کی جستجو پر حیران تھا اور ان کے سفید و نخل خوران پر رکنے ہوئے پالان و کچہ کر بھی قہقہہ کر رہا تھا۔

نہوی الی مکة نہی شہدی

عاصرا لکن کانا سہا

وہ لوگ ہدایت کی تلاش میں کنے کی طرف واپس تھے جنت میں کے بہترین اور اچھے لوگ ان میں کے بدترین لوگوں کی طرح تھیں۔

فارس الی الصفوة من ہاشم

دوم بعیت الی واسعا

ترجمہ: لہذا اہم بنی ہاشم کے منتخب اور بہترین انسان کے پاس چلو اور اپنی نظریں ان کے سروں پر گڑھ اس واسطے عکس نماٹھ گیا اور میں نے خود سے کہا۔

”اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا امتحان لیا ہے۔“

اس کے بعد میں نے فوراً اپنی غوغائی چار کی اور مدینہ پہنچ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ کئے پہنچ گیا۔ حاضر تائی نے اسی دوسرے قول کو زیادہ صحیح بتلایا ہے۔ (کی) کیونکہ جنت آنحضرت ﷺ کے پاس ایمان لانے کے لئے کنے میں ہی حاضر ہوئے ہیں۔

(غرض سوا کہتے ہیں کہ) آپ میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ لوگ آپ پر اس طرح غصے ہوئے تھے جیسے گھوڑے کی نالیں ہال ہوتے ہیں جو گردن کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے مجھ کو سمجھتے ہی فرمایا۔

”غوثی! آؤ یہ سولہ ابن حارث! انہیں جو چیز ہمارے پاس لے کر آئی ہے ہمیں اس کی خبر ہے۔“ میں نے عرض کیا۔

”یہ سولہ اندامیں نے کہہ شعر کے ہیں آپ ان کو سنیں!“

آپ نے فرمایا: انہو تو میں نے یہ شعر سنا ہے۔

انہی بعد ہدیہ ووفیہ

ترجمہ: میرے ساتھ سر کو نہیں کرنے والا میرے سوجانے کے بعد آیا۔

اور ایک روایت میں اس مصرعہ کے یہ لفظ ہیں۔

انہی دلی بعد لیل وجمعہ

وتم بکت لیلہ فطرت بکذاب

میرا بعد از جن بدلت کا اندھیرا پھیلنے کے بعد میرے پاس آیا اور چونکہ اس نے آکر مجھے بتلایا وہ لفظ نہیں تھا۔

لائل لیل طویل کل لیلہ

تاک وصول من لونی ابن خلاب

تین رات تک وہ مسلسل یہی بات کہتا رہا کہ قصہ میرے پاس لوی ابن خلاب کی ہوا میں سے ایک

نئی آکڑا لے ہیں۔

نشوت من ذیل الازلو  
حروب چلنے کے لئے میں نے دامن کاڑا اور ایک روایت کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

نشوت من ساقی الازلو ووسط  
من الطالع ابو جندبہ بن السائب

میں نے وہ لکھ ہونے کے لئے اپنا دامن اپنی پتلیوں کے لوہے کی پھاڑ میں لے اپنی تیز زبردستی کو کٹے جانے کے لئے لقمہ دہی صحرانہ میں داخل کیا۔

فقد ان الله لازب طوب  
وذلك عامون علی کل طاب

میں کو ایسا دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی چور و نگار نہیں ہے اور آپ چوری مانتے دہی کے ساتھ غیب کی خبریں پچھا رہے ہیں۔

وذلك اني المرسل ورسلا  
ان الله يا ابن الاكر من الاطاب

ترجمہ: آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نبیوں میں سب سے اچھے و سید ہیں اسے معزز اور نیک لوگوں کے بیٹے!

طوباً بعلیا وک طوباً بامر  
وکان کان طوباً شب طوباً

ترجمہ: اس لئے اے بہترین و خیر آپ کے اس جو احکام آپ ہے میں آپ ان کے حلق میں حکم فرمائیے چاہے اس احکام پر عمل کا مشکل ہی کیوں نہ ہو کہ وہ انسان کو بوجھا کر دیں۔

وکن لی شعباً يوم لا فو شعباً

سواء یمن عن سواء ابن طوب

آپ اس دن میرے مددگار اور سہارا بن جائیے جس دن آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہو گا سوا ابن طوب کے لئے ایک روایت میں یہ شعر اس طرح ہے۔

وکن لی شعباً يوم لا فو طوباً

یمن عن سواء ابن طوب

آپ اس دن میرے سہارا بن جائیے جب کوئی دشمنہ داری کام نہیں آئے گی اور سوا ابن طوب کو کسی اور سے معمولی سا فائدہ بھی نہیں پہنچا سکے گا۔

اس کے بعد سولہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ میرے یہ شعر سن کر بے حد خوش ہوئے یہاں تک کہ ان کے چروں سے خوشی پھوٹی پڑتی تھی۔ (یہاں تک کہ آپ ﷺ خوشی کی وجہ سے اس طرح ہنسنے کہ آپ کے احوال کی قتلہ نظر آئے گی۔ مگر آپ نے فرمایا۔

اے سولہ! تم نے غار حور کی ماحصل کر لی۔

دہلی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ سننے کے بعد میں نے حضرت عمر فاروقؓ کو دیکھا انہوں نے سوا ابن طوب کو اپنے ساتھ ہی بٹھا کر کھانا کھینے لگے۔

”میری خواہش تھی کہ میں یہ حدیث خود تم سے ہی سنوں۔ کیا تمہارا تابع! جن لب بھی تمہارے

پاس آتا ہے؟

سوالے کا

جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے وہ نہیں آتا۔ اور اس کے بدلے میں مجھے جو کچھ ملتا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں نے جن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پائی ہے۔“  
اس تفصیل سے معلوم ہو گا ہے کہ جب سوالات حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے تھے اس وقت وہاں حضرت عمر فاروقؓ موجود نہیں تھے۔

سوال کی اپنی قوم کو نصیحت..... آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سوالات کو دار ہوا کہ ان کی قوم مرزا ہو کر اسلام سے متبرک ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے سامنے ایک روز کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ خطبہ دیا۔  
”اے گروہوں میں باپ بات قوم کی خوش نصیبی کی ہوتی ہے کہ وہ مردوں کی حالت دیکھ کر اس سے سبق حاصل کر لیں۔ جبکہ یہ قوم کی بد نصیبی کی بات ہوتی ہے کہ وہ اسی وقت چوتھیں باب وہ خود ہی جتنا ہو چکے ہوں۔ جو لوگ قربات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں وہ نقصان میں رہتے ہیں۔ جن لوگوں میں حق اور سچائی کے لئے کھائیں نہیں ہوتی ان میں باطل کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی۔ تم لوگ آج اس چیز کو ٹھہرا کر رہے ہو جسے کل تم نے دل و جان سے قبول کیا تھا مصیبت کے بدلے کے لئے مانتے ہو سکوئی کی جست ان لوگوں سے زیادہ ہوتی چاہئے جو مطمئن ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں کے عقیدے میں کوئی گردش کبھی ہے لیکن اگر نہیں ہے تو پھر سلامتی اور امن کلاہت بھی ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند کرتا ہے تم بھی اسی کو پسند کرو۔“

لوگوں نے سوالات کی بات پر ایک کھارے پرانے جوائے سے ہاتھ لایا۔

خطبہ ثانی کا پہنہ کا واقعہ..... (یہ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ دینے میں ایک کاہنہ عورت تھی جس کا نام خطبہ تھا اس کے ایک منہ کا قلع ایک دن وہ جن اس عورت کے پاس آیا اور مکان کی دیوار پر آکر ٹھہر گیا۔ اس عورت نے اس سے کہا۔

”کیا بات ہے۔۔۔؟“ اور آگے آکر کہہ تم یہاں کی رہیں؟

اس نے کہا

”میں ایک نبی کا پیروں ہوں جنہوں نے زنا اور بدکاری کو حرام کر دیا ہے۔“

اس کے بعد یہ بات اس عورت نے دینے والوں کو بتائی۔ دینے والوں کو آنحضرت ﷺ کے حضور کے حلق سب سے پہلے اسی عورت کی اس بات کے ذریعہ پہنچا۔

## آنحضرت ﷺ کے متعلق بتوں کے پیٹ سے آنے والی صدائیں

عہد اس ابن ہر داس کا واقعہ..... آپ کے حضور کے حلق جن کے اندر سے کھڑکیں نکلتی دینے کے جو واقعات پیش آئے وہ بھی بے شمار ہیں ان میں ہی سے ایک عہد اس ابن ہر داس کا واقعہ ہے جو آپ کی پیڑائش کی رات کے واقعات میں ذکر نہیں ہوا ہے۔ عہد کہتے ہیں کہ ہر داس سبکی کا ایک مخصوص بت تھا جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا اس بت کا نام حلق تھا۔ جب مرد اس کا وقت آکر ہوا تو اس نے عہد یعنی اپنے سینے سے کہا۔

”جینے احمد کی عبادت کرتے وہ اس لئے کہ یہی قسمیں ناکندہ پہنچا رہے اور یہی نقصان پہنچاتا ہے۔“  
(چنانچہ عباس اپنے باپ کے مرنے کے بعد حلد کی پوجا کرنے لگے ایک روز جبکہ وہ حلد کے پاس  
عبادت کرنے گئے تو اچانک انہیں اس ریت کے پتے سے گئی پکارنے والے کی کوثر آئی جو یہ کہہ رہا تھا۔

من اللہ قل من سلیم کلہا  
لودی حلد واصل اعل المسجد

ترجمہ: نبی سلیم کے قبیلوں کا محافظ اب کون ہو گا کہ حلد کے پوجتے والے پاک ہو گئے اور مسجد کو آباد کرنے  
والوں نے زندہ کی پالی۔

ان اللہ روت البوۃ والہدی

بعد من موسم من فریش مہند

حضرت مصطفیٰ امین مریم کے بعد قریش میں سے ایک شخص ہدایت کا سرشار اور دولت مند کی کیا ہے۔

لودی حلدو کان بعد مہند

قل الکتاب الی اللہ معتمد

اب وہ حلدت ہلاک ہو رہا ہے جو پکا ہے جس کو محمد ﷺ کے لوہے پر کتاب یعنی قرآن نازل ہونے سے پہلے ایک زمانے  
تک پوجا جاتا رہا۔

چنانچہ اس کے بعد ہی عباس نے حلدیت کو ہلاک کر دیا اور خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر کہہ دیا کہ آپ سے اسطے  
عباس امین مراد اس کے حلقے ایک روایت اس طرح ہے کہ ایک روز وہ پیر کے وقت وہ اپنے لوگوں  
کے گلے کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں ایک سولہ نظر آیا جو ایک سفید رنگ کی لہو تھی پر سولہ قلم اور سفیدی لباس  
پہنے ہوئے تھا اس سولہ نے عباس سے کہا۔

”اے عباس! کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان اپنی حفاظت سے رک گیا، خولہ بڑی نے خود اپنے آپ کو سی  
پھونک ڈالا اور گھوڑوں سے اپنے کمر توڑا لے لے رہی۔ جس پر غلی اور پرچہ نگاری اتاری ہے قصہ مولائی کی مالک ہے۔“  
(مراد میں آنحضرت ﷺ کیونکہ آپ کی لہو تھی کا نام قصہ تھا) فرمیں عباس کہتے ہیں کہ میں یہ بات  
سن کر بہکا رہا سا گیا اور فوراً اپنے ریت کے پاس کیا جس کا نام حلد تھا۔ ہم اس ریت کی عبادت کیا کرتے تھے میں اس  
ریت کے گرد گھومنا اور پھر میں نے برکت کے لئے اس پر ہاتھ پھیرا اسی تھا کہ اچانک اس کے بہت میں سے ایک  
پکارنے والے کی کوثر آئی جو یہ کہہ رہا تھا۔

قل اللہ قل من فریش کلہا

قلت المصروف وقل اعل المسجد

ترجمہ: قریش کے تمام قبیلوں سے اللہ کو خبریت پاک ہو گیا اور مسجدوں کو آباد کرنے والے کا مہیا ہو گئے۔

قلت المصروف وقل اعل المسجد

قلت المصروف علی فہی معتمد

حلدیت پاک ہو گیا جو آنحضرت ﷺ پر دروہ بھیجے جانے سے پہلے ایک مدت تک پوجا جاتا رہا تھا۔

بہ فہی روت البوۃ والہدی

بعد من موسم من فریش مہند

وہ محمد ﷺ ہیں جو مصطفیٰ امین مریم کے بعد قریش میں سے نبوت اور ہدایت کے دولت مند کی خاطر ہوئے ہیں

مہاس ابن مرداس کہتے ہیں کہ (بہ کثرت سننے کے بعد) میں اپنی قوم بنی حارث کے لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچنے کے لئے مدینے کو روانہ ہو گیا۔ جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوا اور آنحضرت ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا:

”کے ہاں اتم اسلام کی طرف کیسے نکلے ۲۱“

میں نے آپ کو دعا کا واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے صحیح کہا اس کے بعد میں اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

### مازن ابن غصوبہ کا واقعہ

اسی طرح مازن ابن غصوبہ کا واقعہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں عمان کے قریب ایک گاؤں میں ایک بہت کا چہار دیوارہ خادم تھا۔ اس گاؤں کو مالک مال تھا جاتا تھا اور اس بہت کا کام چارہ قتل ایک قول ہے کہ اس کا نام چارہ قتل غرض ایک روز ہم نے اس بہت کے ساتھ ایک جانور کی قربانی پیش کی۔ یہ قربانی یا تو عام قربانی تھی (جو مشرکین اپنے جان کو پیش کرتے تھے) اور یا یہ اس کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قربانی ایک خصوصی قربانی تھی جو صرف بہت کے سینے میں کسی خاص مقصد کے لئے پیش کی جاتا کرتی تھی۔ غرض جیسے ہی ہم نے وہ قربانی پیش کی اسی وقت ہمیں اس بہت کے بہت میں سے ایک کھانا مل گیا جس کے الفاظ یہ تھے۔

”اے مازن اس کو خوش ہو جا۔ بھلائی ظاہر ہو گئی اور برائی مٹ گئی۔“ مصری لوگوں میں سے ایک نبی کا تصور ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کا ریزہ نہ کر آئے ہیں۔ اس لئے جگر کے ہن تراشوں کو چھوڑ دے اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جا۔“ (شمس)

مازن کہتے ہیں کہ میں اس کھانا کو کھان کر گھر آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے۔ کچھ دن کے بعد ایک مرتبہ بحر میں سے اس بہت کے لئے ایک جانور کی قربانی پیش کی۔ اسی وقت مجھے بحر بہت کے اندر سے کھانا ہوئی یہ کھانا خالی ہو گیا۔

قَوْلِي يٰ اَيُّهَا السَّمْعُ مَا لَا يَحْيِي حَيَاتِي مَرَل

میرے طرف سے یہ سیرت کی طرف۔ اور وہ بات سنو جس سے غفلت نہیں رہتی چاہئے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔

مَا يَحْيِي مَوْتَكَ لَمَنْ يَدْعِي عَدْلًا عَنْ سِوَاهِ عَدْلٍ

اور آسمان سے ایک چوٹی لے کر آئے ہیں۔ ان پر ایمان لاؤ گا کہ تم بھڑکتی ہوئی آگ سے بچ جاؤ۔

وَقَدْ دَعَا بِالْعَدْلِ

جس بھڑکتی ہوئی آگ کا پیر من عدل ہے۔

یہ کھانا کھان کر میں نے دل میں کہا کہ یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے لیکن بے شک یہ کوئی نئی اور خیر ہے جو میرے نصیب میں آئے ہوئے ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: سیرت کی بعض کتابوں میں میں نے دیکھا ہے کہ یہ بعد والے شعر ان

شعروں سے پہلے سنائی دینے سے جو ان سے پہلے ذکر کئے گئے ہیں اور یہ کہ ان شعروں کا ذکر کرتے ہوئے مدین نے کہا۔

”مگر مجھے اس بات میں سے (تو از سنائی ہوئی ہو گئی ہو) کی تو اس سے زیادہ صاف اور واضح قسمی طور پر کہ رہی تھی۔ بعد از اسع نسو۔ واللہ اعلم۔“

”فرض اس کے بعد مدین کہتے ہیں کہ اسی طرح کچھ وقت گزر ا تھا کہ ایک دن قاز کار پہنچے والا ایک شخص مدین سے یہاں آیا۔ ہم نے اس سے پوچھا

”تمہارے یہاں کے کیا حالات ہو رہے ہیں؟“

اس نے کہا۔

”یہاں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام احمد ہے جو شخص بھی اس سے ملتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے کی آواز پر ٹیکہ کو۔“

میں نے یہ سن کر کہا۔

”نیکو فخر ہے جو میں نے (بت کے اندر سے آنے والی کو اس سے) سنا ہے۔“

چنانچہ اس کے بعد میں اس بات کے پاس آیا اور میں نے اس کو قوز کر دیا اور یہ کہ ڈالا۔ پھر میں اپنی سولہ پر سوار ہو کر چلا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں اسام کے لئے گھپائش اور اشتیاق یہ کہ کیا تھا چنانچہ میں مسلمان ہو اور میں نے یہ شعر کہے۔

تَسْتَرَتْ بِبَدْرٍ نَهْضًا ذَاوُكَفًا قَارِبًا نَظِيفًا بِجَدَّةٍ بَصَلًا

ترجمہ میں نے بدر نامی بات کو قوز کر رکھا ہے غلوے غلوے کر ڈالا جو کبھی ہمارا سمیورا تھا اور ہم اپنی گھر لائی کی وجہ سے اس کے گرد گھومنا کرتے تھے۔

بَدْرًا بِبَدْرٍ نَهْضًا ذَاوُكَفًا قَارِبًا نَظِيفًا بِجَدَّةٍ بَصَلًا

ولم يكن فيه شبهة على بائ

ایک باقی شخص کے ذریعہ ہم نے اپنی گھپائشوں سے بدعت پائی ہے حالانکہ اس سے پہلے اس کے دین کی خبر سے دل میں کوئی تردد یا شک نہیں تھی۔

بَا دَاكَا بَلَدُنْ عَمْرَا وَ اِخْوَانَا

هِيَ لَنَا دَالٌ دِي بَلَدُنْ دَالِي

اے سولہ تو یہ بات عمر اور ان کے بھائیوں کو پہنچا دینا کہ میں اپنے رب کے حکم پر بدر سے شدید نفرت رکھتا ہوں۔ یہاں عمرو اور اس کے بھائیوں سے مراد نبی خاتم ہیں جو قبیلہ نے کی ایک شاخ تھی۔ مگر کتب احمد انخاب میں (جہاں مدین کی اس روایت کا ذکر ہے وہاں) یہ شعر ذکر نہیں کئے گئے ہیں۔

مدین کے لئے آنحضرت ﷺ کی دعا..... فرض مدین کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ امیں بیٹھیں دو کھانا، شراب، کباب اور بدکار عورتوں کے ساتھ شب بھری کار یا اور من حرکتوں میں لوبا ہوا ہوں۔ یہاں بدکار عورتوں کے لئے عطا کا تقاضا استہلال کیا گیا ہے جس کا مطلب قاجرو عورتیں ہیں جو طوطے مردوں کی طرف چھٹکتی ہیں اور ہم ہستری کے وقت بے حیائی کے ساتھ عشوہ نظر لڑیں

کرتی ہیں۔ مخلوق کے ایک معنی ساقط کے بھی کئے جاتے ہیں یعنی ایسی عورتیں جو شوکت پرست اور جنس زدہ ہوتی ہیں۔ (غرض لڑائی نے آپ سے مزید عرض نہ کیا کہ۔ ساتھ ہی میری دوسری عرض یہ ہے کہ) ہم پر عرصہ سے تنگ سالی اور قحط مسلط ہے جس کے نتیجہ میں بال و دولت بھی ختم ہو گیا اور ذمہ داری اور لوگوں اور بھی چلہ پوری ہے۔ (میری تیسری عرض یہ ہے کہ) میرے کوئی لڑکا نہیں ہے اس لئے آپ میرے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میری یہ کمزوری اور برائیوں اور جو جائیں نہیں بادشہ سیر علی حاصل ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک بچہ عطا فرمادے۔

میری یہ درخواست سن کر آنحضرت ﷺ نے میرے لئے دعا کرتے ہوئے یہ فرمایا۔  
 اے اللہ! اس کا پیشہ عشرت قرآن پاک کی تلاوت میں پیدا فرما۔ اس کی حرام بکری میں دلچسپی کو طحال کا مسموم میں پیدا فرما۔ شراب سے دلچسپی کو شیشہ پانی میں پیدا فرما۔ جس میں کوئی گناہ اور برائی نہیں ہے۔ اور دعا سے دلچسپی کو پاکدامنی میں بدل۔ اس کو بادشہ سیر علی سے توفیق دے اور اس کو بچہ عطا فرما۔  
دعا کی قبولیت..... بیان کہتے ہیں کہ (آنحضرت ﷺ کی اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری کمزوریوں اور بدگروہوں اور فرمایاں۔ جلد ہی دیگر قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد ہو گیا۔ کئی حج کر لئے۔ عین یعنی ان کا گناہ اور اس کے آئینہ اس کے دوسرے طاق سے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ (پاکدامنی میری آئی کہ) اس نے چار گناہوں شریف اور قوم سے نکاح کئے اور حق تعالیٰ نے مجھے لوگوں کی دولت سے عطا مال کیا۔ یہاں تک کہ بحر میں یہ شعر چاھا کر تاحلہ

اَللّٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَبْتَ مَطِيَّ  
 تَحْبُوْبَ الْفَطِي مِنَ حِصْنِ اَبِي الْعَرَجِ

ترجمہ: ہاں اللہ میری ساری آپ کی طرف ایمان سے مرج تک سحر اس کوئے کرتی ہوئی اوقد و شوق کے ساتھ آئی ہے۔

تَفْعَلُ لِيْ بِاَمْرِ مِّنْ دُخَانِ الْخَمْرِ  
 لِيُغْلِقَ لِيْ ذُلِّيْ وَارْجِعْ بِالْفَلَحِ

ترجمہ: آپ اے نکلنے والے کو دے دے لوگوں میں بہترین شخص میری سحرش کریں اور پھر میں مغفرت اور کامیابی کے ساتھ لوٹوں۔

اَللّٰهُ مَعْنُوْ عَقَلْتُ لِيْ اللّٰهُ دِيْهَمٌ  
 وَلَا اَزِيْهَمُ دَايٍ وَلَا اُخْرَجُهُمْ شَرْحِيْ

ترجمہ: ایک ایسے قبیلے کی طرف جن کے دین کی میں نے اللہ کے لئے امانت کی ہے اور اپان کی اور میری نہ دے ایک ہے اور نہ طریقہ ایک ہے۔

وَكُنْتُ اِمْرَةً بِالْبُهْرِ وَالْبُخْرِ مَوْلَا  
 شَمْسِيْ حَتّٰى اَنْتَ اَلْحَسَمُ بِالْفَلَحِ

ترجمہ: میں جوئی میں ہے اختر لہجہ اور مہاش آوی تھا یہاں تک کہ جوئی ای میں گزردی اور اب بوڑھا ہو گیا۔

لِيُدَلِّيْ بِالْبُخْرِ حَوْفًا وَ عِلْبَةً  
 دَا تَعْبُوْا اَصْحَابًا مَّحْصَنَ لِيْ طَوْسِيْ

ترجمہ: اب اللہ تعالیٰ نے شراب کے بدلے میں تو مجھے اپنا خوف عطا فرمایا اور بکھاری کے بدلے میں پاکدامنی عطا فرمائی



جس سے میری شرم گاہ محفوظ ہو گئی۔

فَصَحَّتْ عَیْنُ فِی السَّجْدَةِ وَ نَظَرَتْ  
فِی الْاُخْبَانِ مَاصُولِی وَ لَیْلَہُ مَاصِحِی

اب میری نیت اور خواہشات صرف اللہ کے راستے میں رجوع کے لئے ہیں اسی طرح میرے دوزے اور میری لڑائی کے لئے ہے۔

یہاں کہتے ہیں کہ (مسلمان ہو جانے کے بعد) جب میں اپنی قوم کے پاس واپس آیا تو ان لوگوں نے مجھے بہت لعنت و لعنت کی، جو مجھ سے نفرت کر گئے، انہوں نے اپنے شاعروں سے کہہ کر میری جو اور برائی میں شعر لکھوائے، میں نے خود سے کہا کہ اگر میں بھی جواب میں اپنی کی تھو اور برائیاں بیان کرنے لگوں تو میری ہی ہے جسے میں خود اپنے آپ کو ہی برا بھلا کہنے لگوں۔

آخر میں ان لوگوں سے الگ تھک ہو کر ایک مسجد (عبدت جگہ) میں رہنے لگا جہاں بروقت عبادت کیا کرتا تھا یہ مسجد ایسی تھی کہ ہر مظلوم شخص بھی اس میں آکر تین دن عبادت کر کے اپنے دشمن اور ظالم کے خلاف دعا مانگ لیتا تھا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی تھی۔ اسی طرح کوئی بھاری کوزہ بھی اگر یہیں آکر دعا مانگ لیتا تھا تو فوراً اس کو ذخائر صحت حاصل ہو جاتی تھی۔

فرض کیجئے ہی عرض کے بعد (میری خاموشی اور یکسوئی دیکھ کر) میری قوم کے لوگ اپنے بکے پر شرمندہ ہوئے اور میرے پاس آکر انہوں نے درخواست کی کہ میں واپس پہلی میں چل کر سب کے ساتھ رہوں۔ ساتھ ہی وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس حدیث کو گزروں میں لیا ہے۔

### آنحضرت ﷺ کے متعلق ذبح شدہ جانوروں کے پیٹ سے آنے والی آوازیں

رسول اللہ ﷺ کے حضور کے وقت ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ ان کے دوائے جانوروں کے پیٹ سے آپ کے متعلق آوازیں بلند ہوتی ہیں اور لوگوں نے انہیں حالات و احوال کے بارے میں کہہ دیا کہ جب کسی نبی کے حضور کا وقت آتا ہے تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ دنیا میں عیب اور غیر معمولی واقعات ظاہر فرماتا ہے جو اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ دنیا میں کوئی پیدا ہو گا اور غیر معمولی واقعہ بہ لے والا ہے۔ ایسے عیب اور غیر معمولی واقعات کو شریعت کی اصطلاح میں اہل باصاوت کہنا پاتا ہے۔ اس کے متعلق سیرت طیبہ اردو کے کوشش و جواب میں کچھ تفصیلی گزروں میں لیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ..... میں نے ایک واقعہ یہ ہے جسے حضرت عمر فاروقؓ نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز اہم قبیلہ قریش کے ایک گھلے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں رہنے والے خانہ میں کوئی لڑکا کہا جاتا تھا کہ ان لوگوں نے ایک چمچ لڑا لیا کیا ہوا تھا اور تھکی اس کا آگست بدلتا تھا کہ اچانک اس چمچ سے بچہ میں سے ہمیں ایک آواز سنائی دی۔ حالانکہ یہ لڑکے کا کہیں نہ تھا تو وہ کہہ رہی تھی۔

”اے لڑکا! تو میری ایک ذرہ دست و ختم قریشی کر رہا ہے۔ پکارنے والا پیدا رہا ہے۔ اور بہت نصیحتیں لگا کر اس کو ایسا بد رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سمجھ اور قدرت کے لائق نہیں ہے۔“

خود ان کے معنی سرخ کے ہیں کہ لڑکا تو اس سے مراد لڑکا کہا جاتا ہے چمچ لڑا ہے کیونکہ وہ خون میں لہو ہوا

ہو تاہم چنانچہ عربی میں گھر سے سر نہ نیک کو گھر ڈالنے کا جانا ہے۔

انہاری میں اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اسے جلیج لایک جو لقمہ پیش کر رہا ہے پکڑنے والا پکڑ رہا ہے اور ایک فصیح شائستہ کوئی گواہی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود کے لائق نہیں ہے۔

یہاں جلیج سے مراد بھی داغ کیا ہوا انگڑا ہے کیونکہ جلیج کھلی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور داغ کے ہونے پھرنے کی کمال حد اس کا گوشت پرست بھی کھول دیا جاتا ہے۔

## آنحضرت ﷺ کے متعلق فضائیں پیدا ہونے والی غیبی آوازیں

آپ کے ظہور کے وقت ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ اہلک فضائیں آوازیں سنائی دیں۔ یعنی نہ تو کائنات نے کیسے ہونے والی اور نہ ان کے ہونے کا تصور ان کے پیٹ سے اٹھریں۔ چنانچہ انکی روایتیں بھی بہت سی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ! میں نے قس کی ایک بی بی حبیبہ بنت دہبھی ہے ایک دفعہ رات کے وقت میں اپنے ایک دوست کی تلاش میں جا رہا تھا یہاں تک کہ رات ڈوبنے لگی اور صبح کا وقت قریب آگیا۔ اہلک مجھے ایک پکارنے والے کی آواز سنائی دی تھی یہ کہہ رہا تھا۔

يَا أَيُّهَا الْوَلَدُ هَلْ فِي قَلْبِكَ لَاحِمٌ  
فَصَبِّحْهُ اللَّهُ تَبَّ بِالْحَرَمِ

ترجمہ: اے تارکد رات میں سونے والے اللہ تعالیٰ نے حرم میں ایک نبی ظاہر فرمایا ہے۔

مَنْ حَضَرَ هَلْ الْوَلَدُ وَالْحَرَمِ  
بِحُلُوهِ جِلَّتْ قَلْبِي وَهَيْمِ

ترجمہ: جس کا قہقہہ اس قبیلہ نبی ہاشم سے ہے جو وہ ظاہر کرم میں مشہور ہیں جو حد کیوں کو دور کر دے گا۔ یہ تو تو میں کہ میں نے اپنے چادر ہاں طرف دیکھا مگر مجھے کوئی نظر نہیں آتا تو میں نے جواب میں یہ شعر پڑھے۔

يَا أَيُّهَا الْوَلَدُ هَلْ فِي رَأْسِي الْعَظَمُ

لَعَلَّاهُ وَسَهْلًا بَكَ مِنْ طَلَبِ أَلَمِ

ترجمہ: اے رات کے اندھیروں میں کو تو نے اپنے اسی خیر پر تجھے خوش آمدید جو قتلے کر گیا ہے۔

بَيْنَ هَذِهِ اللَّهُ فِي لَحْنِ الْكَلَمِ

مَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى بِحَسَمِ

اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے تو یہ بات تاکہ وہ کیا چیز ہے جس کی طرف تو دعوت دیتا ہے۔

اسی وقت مجھے کھٹکے کے طور پر گھا صاف کرنے کی آواز آئی اور کسی کہنے والے نے کہا۔

”خود ظاہر ہو گیا اور سیدہ زہرا کی کا اور نعم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو خوشی و سرور دے کر ظاہر فرمایا جو شریف و معزز خاندان سے ہیں۔ جو تاریخ یعنی مصلحت و اصلاح اور طو یعنی قوت و طاقت والے ہیں۔ سرشار و سفید چہرے والے ہیں۔ دشمن پریشانی والے ہیں۔ گمراہیوں سے پاک ہیں۔ جن کا کلام اللہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ ہے۔ یہ وہی محمد ﷺ ہیں جو کالے لہو کو دے تمام انسانوں کی طرف پیچھے گئے ہیں اور عرب لہو گنم کی رویت ان کی کے

لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

اس کے بعد اس فیہی کو لانے پر شعر چلا ہے۔

الحمد لله الذي - لم يخلق الخلق عبث - ارمي

فينا احصا - غير نبي للنبوت

ترجمہ: خاتم قریشیں اسی ذات ہادی کے لئے ہیں۔ جس نے مخلوق کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ جس نے خدا سے درمیان  
اللہ کو بیکار جو سب سے افضل، بہترین نبی بن کر ظاہر ہوئے ہیں۔

صلی علیہ اللہ ما - حج له وکعب وحش

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت بھیجیں، جب تک کہ سواروں پر بدلہ نہ آج کر سکتے ہیں۔

اسی واقعہ کی طرف قصیدہ انزلی کے شاعر نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ولفت عذبه فحين حش

اطرب الانس منه ناك الله

مطلب..... یعنی جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بہترین اوصاف اور خوبیوں کو ایک دل موہ لینے والے طور  
و شکل پر لانے کی صورت میں ظاہر فرمایا، تو ان کا انکار کش قفا کہ اس نے اپنا ناکہ جنوں کے علاوہ دوسروں تک بھی  
پہنایا یہاں تک کہ اس شخصے کارس بقات کے ذریعہ جب انسان کے کان تک پہنچا تو اس نے اس کو بھی بے خود اور  
بے شمار کر لیا۔

فمن این ساعده سے ایک عجیب ملاقات.... غرض اس کے بعد صبح ہو گئی۔ اپنا تک میں نے ایک  
بہترین دوست دیکھا جو سستی میں نہ سے جھاگ اٹلا۔ بات چاش نے جلدی سے جود کر اس کی کام بکڑی اور اس کے  
کوپاں پر سوار ہو کر اسے دکھایا۔ آخر پہلے پہلے جب وہ تک گیا تو ایک سر سبز باغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ اپنا تک میں نے  
دیکھا کہ ایک درخت کے سامنے میں فم این ساعده ایوی بیٹھنے ہوئے ہیں ان کے ہاتھ میں مسواک کی ایک  
ٹکڑی ہے جس سے وہ دھن کر رہا ہے۔ میں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

يا ايها النور واللمع في حشد

عليهم من يثابا بزعيم حرق

ترجمہ: اے موت کی خور و پستہ اے نور و لوگ جو قبروں میں گم گرام ہیں جن کے گفن بھی سپردِ بروج ہو

ہو پہنچے ہیں۔

وهم فان لهموما صباح به

لهم اذا استبوا من نوحهم لفرقا

ان لوگوں کو جتنی ان مردوں کو ان کے حال پر چھوڑ دوں گے کہ ایک دن تو ان کو گواہی دی جائے گا۔ اب اگر انہیں  
ان کی ٹیٹھ سے دھکلا گیا تو ہزار جاہلیں گے کہ شاید حساب کا دن آنا پہنچا۔

حش يهود ورجال غير حالهم

خلقاً جديلاً كما من فله خلقوا

ترجمہ: ان کو ایک ایسی حالت پر پہنچا دیا گیا ہے جو ان کی کھلی حالت کے خلاف ہے اور وہ ایک نئی زندگی میں پہنچ  
گئے جیسا کہ اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں۔

لهم - عراف و منهم في ليلهم

منها الجند و منها المنهج الخلق

ان قبروں میں سے بعض تو اپنے خفیہ کے گل جانے کے بعد بربود ہو گئے ہیں اور بعض ابھی کھنڈی لئے ہوئے ہیں۔ بعض کے کھنڈی ابھی سے ہیں اور بعض کے بوسیدہ ہو چکے ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ یہ شعر میں کہ میں قبر کے قریب پہنچا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، اسی وقت میری نظر اٹھی تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ ہے جس میں پانی کے پینے کی دیکھی گولا گرا دی گئی، وہیں دو قبروں کے، وہاں ایک مسجد تھی اور دوست بنے اور طوائف تیرے گھر سے بہتے تھے جو اس کو اپنی پٹا میں لئے ہوئے تھے۔ اسی وقت ان دونوں قبروں میں سے ایک پانی پینے کے لئے اٹھنے کی طرف بڑھا تو دوسرے نے بھی پانی پینے کے لئے اس کے پیچھے پٹا چلا، اسی وقت قبر سے اس کے دو بھڑی بھاری جو ان کے ہاتھ میں تھی اور ذات گراس سے کھل

تو ایسے بد تمیز ایسے۔ پہلے آگے چلے نہالے کو میرا لب ہونے دے۔

دوسرا شیر خوار لکھتے دیکھا پہلے جاننے والے کے دامن آنے کے بعد گیا۔ آخر میں نے قبر سے پوچھا "یہ دو قبریں کس کی ہیں؟"

قبر نے کہا

"یہ میرے دو بھائیوں کی قبریں ہیں جو اسی جگہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کیا، (ذی یمن میں سے) ایک کام سمون تھا، دوسرے کام سمون تھا، جن کے حلقے پیچھے گزرا ہے کہ وہ حضرت محمدی علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے، آخر ایک دن ان دونوں کو موت نے لے لیا۔ میں نے ان دونوں کی یہاں قبریں بنائیں اور اب میں خود ان دونوں قبروں کے دو بھائی رہتا ہوں تاکہ ایک دن میں بھی ان دونوں سے جا ملوں۔"

اس کے بعد پھر قبر نے ان دونوں قبروں کی طرف دیکھا اور کچھ شعر پڑھے۔

یہ سارا اللہ ہی کر رسول اللہ ﷺ نے اس روایت سے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ قبر پر رحمت فرمائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی نیکی اور عبادت گزاری کی وجہ سے اپنی رحمت میں ایک پروری امت کے برابر دے سکے گا۔"

اصل یعنی کتاب میں ان شعر میں حشر لکھا گیا ہے۔

وہو امیر قبر فوجہ ظلالہ

حلی مسعود من ذکرہ شفا

ترجمہ: قبر نے اپنی قوم کے سامنے آنحضرت ﷺ کا ذکر کیا ہے جو انکا لپس نہ کر، خاکہ شفا دے اس سے بہت لطف اندوز ہوئے۔

جب قبر کی وفات ہوئی تو ان کو سن ہی (دونوں کی قبروں کے پاس) دفن کیا گیا۔ یہ تینوں قبریں اب ایک گاؤں میں ہیں جس کا نام دھین ہے۔ یہ گاؤں حلب کے دیہات میں سے ہے ان قبروں پر مقبرہ بنایا گیا ہے اور لوگ سن کی زیارت کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ اس زیارت گاہ کی آمدنی کے لئے بہت سے لوگ ہیں اور وہ گاہ پر بہت سے بھلا اور خد مہر ہے۔

قوم غنیم کا واقعہ..... اسی طرح ایک واقعہ علامہ واقدی نے اپنی ایک سند سے ذکر کیا ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتد بنی نضیم کے لوگ ایک بیت کے پاس بیٹھے ہوئے اس بیت سے اپنے کسی بھگڑے کا فیصلہ مانگ رہے ہیں۔ ابھی یہ لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ اچانک انہیں نقاش کسی پکارنے والے کی کولہ آئی جو یہ کہہ رہی تھی۔

یا تھاہ الشمس طرولا . جسم

ووصلو الحکم . فی الاصنام

ترجمہ: اے جسم اور عقل! شعور رکھنے والے لوگو! تم نے اپنے معاملات میں پھر کے بے جان اور بے حس ہونے کے حوالے کر دیئے۔

اعزودن ما لری اعاصی

من ساطع و جلود حی الظلام

کیا تم ایسی روشنی کو نہیں دیکھ رہے ہو جسے میں اپنے سامنے پادہوں اور جوانوں میں کو متالی جا رہی ہے۔

فلاک لیس سید الامام

من عظیم فی طرود السلام

وہی تو م کے سردار اور عظیم ہی ہیں۔ جو غنی باشم کی معزز نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسلطن بالک العرام

جہا یهدا لکفر بالاسلام

وہی اس محترم شہر میں اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں اور گمراہوں کو اسلام کے ساتھ ہدایت دیتے ہوئے آئے ہیں۔

اگر وہ الر حصل من اعلم..... اور میں کو اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی بڑے اعزاز و عطا کر دئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ تموزی وہ تک وہ لوگ ان شہروں کو دہراتے رہے اور جب ان کو یہ ہو گئے تو وہ لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔ ابھی اس واقعہ کو تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ اچانک انہیں خبر ملی کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ ظاہر ہوئے ہیں۔ (ی) یعنی اس سے پہلے وہاں کوئی آپ کے ہمارے میں کچھ نہیں جانتا بلکہ اس واقعہ کے ایک دو دن بعد بالکل اچانک انہیں آپ ﷺ کے حضور کمال معلوم ہوا۔ پھر بھی انہی قوم کے یہ لوگ فوراً ہی مسلمان نہیں ہوئے بلکہ کافی عرصہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا۔

ذیل ابن عمرؓ کی کا واقعہ..... اس طرح کا ایک واقعہ ذیل ابن عمرؓ کی کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی خدا کا جو یمن کا ایک قبیلہ تھا ایک بت قاض کا نام فرام تھا۔ یہ قبیلہ اس بت کی بہت عزت و عظمت کرتا تھا مگر یہ بت نبی خدا کی حرام کا تھا اور اس بت کے خادم کا نام طارق تھا۔ اس طارق (کے حالات معلوم نہیں ہو سکے اس) کے ہمارے میں کتاب لود میں بھی یہ لکھا ہے کہ نہ تو اس کے حلقی نصیحت معلوم ہو سکیں اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ کیا یہ مسلمان ہو اٹھا نہیں۔ غرض یہ لوگ اس بت کے سامنے اکثر جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے تھے اسی زمانے میں جب رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا چکا تھا ہم نے ایک دن ایک کولہ سنی جو یہ کہہ رہی تھی۔

”اے نبی خدا کی حرام حق اور سچائی ظاہر ہو گئی۔ فرام بت جاؤ ہو گیا اور اسلام نے شرک کو ختم

کر دیا۔“

ذیل کہتے ہیں کہ اس نبی تولا سے ہم لوگ بہت گھبرائے اور خوف زدہ ہوئے۔ پھر کچھ ہی دن

گزرے تھے کہ ایک روز پھر ہم نے اسی طرح ایک کولہ سنی جو یہ کہہ رہی تھی۔

کسے طارق۔ اسے طارق وہ سچے نبی ظاہر ہو گئے۔ جو صاف صاف وحی کا سلسلہ ساتھ لائے ہیں۔  
 تمام میں ایک اچانک اور زبردست پہل پڑا ہوئی ہے۔ لیکن اس نبی کے مددگاروں کے حق میں سلامتی اور امن  
 ہے اور ان کے بھٹانے والوں کے نصیب میں ندامت اور سوائی ہے۔ اس آپ میں قیامت تک کے لئے  
 نصرت ہو گی۔“

اس کے ساتھ ہی خدام ہائی وہ بیت منہ کے علم ذہین پر گر پڑا۔

اب اگر یہ کواڑ اس بیت کے اندر سے آئی تھی۔ جیسا کہ آخری جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب میں  
 قیامت تک کے لئے نصرت ہو جاؤں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس قسم میں نہ نہیں کیا جانا چاہئے  
 جن کا بیان مہل رہا ہے (کیونکہ یہ بیان اس قسم کے واقعات کا جمل رہا ہے جن میں آنحضرت ﷺ کے حلقی  
 اچانک لٹاؤں میں کوئی نہیں۔ کسی اور نہ، چہریت اور ذرا شدہ جانور کے اندر سے نہیں اٹھیں گے۔ لیکن  
 اگر اس واقعہ میں بھی ملو کی ہے کہ یہ کواڑ عام بیت کے اندر سے نہیں آئی تھی بلکہ لٹاؤں سے ملایا ہی تھی  
 تو پھر اس جگہ اس واقعہ کا ذکر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

فرض ذیل کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے فوراً ایک نو نعتی طریقہ ہی اور اس پر سوار ہو کر اپنی قوم  
 کے ہاتھ دوسرے لوگوں کے ساتھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں پہنچ کر میں نے یہ شعر  
 پڑھے۔

ایک رسول اللہ علیہا الصلا  
 شخص ہو فعلمہ فی السور

ترجمہ: یہ رسول اللہ! میں نے اپنی نو نعتی کو روانہ کیا جس کی حوال آپ ہی تھے۔

اکھلا حروا وقورا من لرمول  
 لانصر حور الناس قصوا موزا

میں اس نو نعتی پر نوچے نوچے اور تیشہ نیلے عید کر کے آیا ہوں تاکہ میں سب سے بہترین زبان یعنی آپ کی  
 زیادہ سے زیادہ مدد کر سکوں۔

واعلم حولا من حیاک فی حیاک  
 وانہد ان اللہ لا یغیر

اور تاکہ آپ سے ایک مضبوط اور پختہ عہد کروں اور گواہی دوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ماخلک فلعلمی تعلی

میرے جو قول نے مجھے آپ تک پہنچنے میں بالکل نہیں تھکا دیا۔

حجیم دلداری کا واقعہ..... اسی طرح کا ایک واقعہ حجیم دلداری کا ہے ان کا لقب اور قدیم طارقہ ان کی نبی کا نام تھا اور  
 اس نبی کے سوا ان کے کوئی دوسرا نہیں تھی رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے حلقی وہاں کے ساتھ جبراً کا واقعہ  
 ملیر پر کھڑے ہو کر ان ہی کے حوالے سے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے حجیم دلداری نے غلاب اس کے بعد آپ نے وہ  
 قصہ بیان فرمایا۔

اسی کی بنیاد پر بعض علماء نے لکھا ہے کہ بڑوں کا اپنے چھوٹوں سے۔ روایت بیان کرنے کا یہ اصول  
 محدثین ثابت کرتے ہیں یہ اس کی سب سے بہترین مثال ہے۔ اسی اصول کی بنیاد کے طور پر ایک یہ واقعہ بھی

پیش کیا جاتا ہے جو اس طرح ہے کہ یکہ دن حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا۔

”کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی دعا سنی ہے؟“

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

”آنحضرت ﷺ کی بھائی ہوئی ایک دعا.....“ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایک دعا سنی ہے جو آپ ہمیں بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت محمدی علیہ السلام یہ دعا اپنے اصحاب کو سکھایا کرتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ۔ ”اگر تم میں سے کسی پر ایک سوئے کے پتہ کے برابر بھی قرض ہو (اور وہ اس دعا کو پڑھتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس شخص کے لئے زبردست قرض کو بھی دیا کرے گا۔“

پھر آپ نے فرمایا محمدی علیہ السلام کہ وہ دعا یہ تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ فَعَلْتُ بِكَ حَقَّیْ وَتَعَوَّذْتُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَرَحِمْتَ الْفَقْرَ

وَالْاَیْمُوْرَ وَرَزَقْتَهُمَا اَنْتَ تَوَحَّیْشُ فَاَوْحِیْ لِيْ بِرَحْمَتِیْ وَتَعَوَّذْتُ بِكَ مِنْ سَوَاءِ مَا لَمْ يَحْضُرْ

ترجمہ: اے اللہ! اموال کے کھولنے والے، پریشانوں کے دور کرنے والے، مے شکن لوگوں کی دعاؤں کے قول والے، دنیا داروں کے دلوں، مالوں میں مریانی اور رحم کرنے والے۔ تیری گھر پر رحم فرماتا ہے۔ میں گھر پر رحم اور رحمت فرماتا ہوں اور سب باتوں پر رحمت ہو کہ جو حق سے سوا اور سوا کی ہر باتوں اور مقصد پر پوری سے نیچے مصطفیٰؐ کو سہا پر داکر دے۔“

(اسی دعا کی تاثیر کے سلسلے میں آنحضرتؐ کو کڑے عداوت ہے کہ ایک دفعہ گھر پر کچھ قرض تھا اس قرض کی ادائیگی میرے لئے دشوار ہو رہی تھی۔ میں نے اسی دعا کو پڑھا جس کی برکت سے وہ قرض لو اگر کا میرے لئے آسان ہو گیا۔

حضرت حمزہ دہلوی رضی اللہ عنہ سے عداوت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا غمور ہوا اس زمانے میں ملک شام میں تھا اسی دور میں ایک دن اپنے بھوکا سول کے سلسلے میں وہاں سے روانہ ہوا سفر میں گھٹے رات ہو گئی (چونکہ بہت لوگ تنہا بھی سفر میں جایا کرتے تھے اور رات ہونے پر وہاں کچھ ہی سحر اوس اور جنگلوں میں رات گزارا کرتے تھے جہاں ان کو جنت سے خطرہ تھا) اس لئے وہ لوگ ایسے سو قد پر جہاں بھی ٹھہرتے تو اس طرح کی دعا پڑھ کر ٹھہرتے تھے کہ میں اس جگہ کے جن پادریوں کی طاقتور ترین ہستی یا یہاں کے مالک کی پناہ لے کر ٹھہر جاؤں۔ اس طرح ان کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ لب ہم یہاں کے جن کی پناہ میں آگئے ہیں اور وہ ہمیں پریشان نہیں کرے گا۔ چنانچہ حمزہ دہلوی کہتے ہیں کہ رات گزارنے کے لئے میں ایک دہلوی میں ٹھہرا اور میں نے یہ دعا پڑھی۔

”میں اس دہلوی کے مالک یعنی بڑے جن کی پناہ و رات میں یہاں ٹھہر جاؤں۔“

اس کے بعد جب میں وہیں ایک جگہ سوئے کے لئے لیٹا تو اہلک مجھے کسی پتھر لے والے کی تھوڑائی جگہ لے لے والا کیس نظر نہیں آیا، تو آپ کہہ رہی تھی۔

”تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جنت کو کسی کو پناہ دینے کی مجال

نہیں ہے۔“

یہ کہ ان میں کرشمے لے کر

اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟

اس پر یہ جواب چلایا۔

”یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو ہم یعنی جنّت جوں کے مقام پر ان کے پیچھے نظر نہ دیکھ سکے ہیں۔ یہ ان کے کافر ساتھیوں کی نسبت سے کہ ان کا جیسا کہ گزر چکا ہے ہم جنّت میں مقیم رہا ایمان لائے ہیں اور ان کے بددین گئے ہیں۔ اب جنّت کا قریب فتح ہو گیا ہے (یعنی اب وہ لوگ آسمانوں کے قریب جا کر بس رہے ہیں) ان کے وہابی کی کوئی پھولی نہیں نہیں سکتے جو وہابیوں کو تھاپا کرتے تھے اور اس طرح لوگ کاتبوں اور بنوں کو قریب دیا دیکھتے تھے (ایک نکتہ جنّت کو رسول اللہ ﷺ کے حضور کے وقت سے آسمانوں تک پہنچنے کی ممانعت ہو گئی ہے اور ان کو اب) خدا سے اور شایعہ بددینوں سے بھگایا جاتا ہے۔ اس لئے جو وہابیوں کے پاس ہمارے مسلمان ہوا۔“

حجیم دہلوی کہتے ہیں کہ (یہ کہ ان میں کرشمے اور اس کے حلقے سوچنا یا آخر) صحیح ہوئی تو وہ اب وہابی میں جو ایک سیاسی وابستہ کی خاطر وہابیوں میں سے وہابی سے یہ سارا واقعہ چھپا دیا کہ اس نے کہا۔ ”انہوں نے یعنی جنّت نے ہم سے ٹھیک کہا ہے۔ ہم اپنی کتابوں میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ وہابی حرم یعنی مکہ میں ظاہر ہوں گے اور ان کی ہجرت کا حرم یعنی مدینہ ہو گی۔ اور یہ کہ وہ اب سے ہجرت نہیں کریں گے۔ اس لئے پہلی فرصت میں ان کے پاس پہنچو۔“

حجیم دہلوی کہتے ہیں کہ وہ اب کی بات میں کرشمے اور اسی سفر کا انتظام کیا۔ یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا کہ مسلمان ہو گیا۔“

اس روایت کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حجیم دہلوی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ لیکن اس حد سے میں اختلاف ہے اگرچہ ایک جگہ تو اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ صاف صاف موجود ہیں کہ۔ ”مگر میں مکہ گیا اور آنحضرت ﷺ سے ملا۔ اس وقت آپ پیچھے ہوئے تھے میں فوراً آپ پر ایمان لے آیا۔ مگر بعض محدثوں نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ حجیم دہلوی حقیقت میں ۱۸۷۱ء میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اللہ اعلم۔“

یعنی حجیم کے ایک شخص کا عجیب واقعہ..... (قال) اسی طرح انہوں میں آنحضرت ﷺ کے حلقے کو آڑیں باندھ دینے کا ایک واقعہ اور ہے جس کو حضرت میرزا اس خیرؒ نے بیان کیا ہے کہ بنی حجیم کے ایک شخص نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

”میں ایک رات مدینہ میں سفر کر رہا تھا کہ ایک شخص کو نیند آنے لگی۔ میں نے اپنی سواری سے اتر کر اس کو ایک طرف بٹھا دیا اور خود چکر کو گھماتا ہوا چلنے سے پہلے میں نے حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھی۔

”میں جنّت سے اس دہلوی کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں۔“

اس کے بعد میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک تھیلہ لے کر چلا ہے اور اس کو میری موٹی کی گردن پر بٹھا رہا تھا۔ اسی وقت گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے جلدی سے چاروں طرف دیکھا مگر مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ میں نے سوچا کہ یہ پریشان خیالی کے خواب ہیں اس لئے میں نے



بکروہی دعا پڑھی اور وہ بد چکر سو گیا۔ مگر اس دفعہ بکروہی نے دیہاتی خواب دیکھا اور یہ کہ میری لونگی کا پ  
رہی ہے فرض میں تیسری بار بکروہی سو گیا تو بکروہی نے وہی سب کہہ دیکھا میں فوراً جاگ اٹھا اور دیکھا کہ میری  
لونگی بے چین ہو گئی ہے۔ میں جوں ہی لونگی کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے ایک فوجوں کوئی کوہاں  
کمرے ہوئے دیکھا جو وہ سودیہاں قابضہ کوئی مجھے ٹولپ میں نظر آیا تھا اس فوجوں کے ہاتھ میں ایک  
تھپڑ بھی تھا ساتھ ہی مجھے ایک بوڑھا شخص بھی نظر آیا جو اس فوجوں کا کاپا تھا بکڑے ہوئے تھا اور اس کو میری  
لونگی کے پاس جانے سے روک رہا تھا اسی بات پر ان دونوں میں کشمکش اور ٹھٹھکیاں مچیں ہو رہی تھیں۔ ابھی یہ دونوں  
جھگڑ رہے تھے کہ اچانک تینہ فوجی ساٹھ ظاہر ہوئے ان کو دیکھتے ہی اس بوڑھے نے اس فوجوں سے کہل  
”آؤ میر پتا میں آئے ہوئے اس انسان کی لونگی کے بدلے میں تم ان تینوں ساٹھوں میں سے کوئی  
بھی لے لو۔“

یہ سن کر وہ فوجوں بد حال اور اس نے ان میں سے ایک ساٹھ بکڑ لیا اور اسے لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اب  
اس فوجوں کے جانے کے بعد وہ بوڑھا شخص میری طرف متوجہ ہو اور کہنے لگا۔  
”فوجوں! آؤ کہہ تم جب بھی کسی دہلی میں رات کے وقت پہنچو اور وہاں تمہیں در عسوس ہو تو تم یہ  
دعا پڑھا کرو۔“

”اس دہلی کے فطرت سے میں گھٹتے کے پروردگار اللہ تعالیٰ کی پندہا نکھتا ہوں۔“  
تم لب بدات میں سے کسی کی مخالفت مت بنا اگر اس لئے کہ جنوں کا زور اب ٹوٹ چکا ہے۔“  
میں نے یہ سن کر پوچھا کہ تم کون ہیں اس نے کہل  
”وہ کی عربی ہیں جو نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں بلکہ نہ صرف مغرب والوں کے لئے ہیں۔“

میں نے پوچھا

”تم کا تھکا کہاں ہے؟“

اس نے کہا

”گھٹتوں کا مغرب۔“

میں اسی وقت اپنی لونگی پر سوار ہو کر میزرقہ دہلی کے ساتھ روانہ ہوا آخر دینے پہنچ کر میں نے  
آنحضرت ﷺ کی زیارت کی۔ ابھی میں نے آپ سے کہہ دیا ابھی میں تھا کہ آپ نے مجھے میرا ٹولپ عطا فرما  
پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ میں اسی وقت مسلمان ہو گیا۔“

اس آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد کا ہے ظہور کے  
وقت کا نہیں ہے جبکہ یہاں ان واقعات کا ذکر جلی رہا ہے جو آپ کے ظہور کے وقت پیش آئے۔

ایک اور صحابی کا واقعہ..... اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے جس کو ایک صحابی نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں  
اپنے لونگوں کو چرانے کے لئے گیا۔ اس وقت جدا عقیدہ یہ تھا کہ جب ہم کسی دہلی میں پہنچ کر رات گزارتے تھے  
تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس دہلی کے بد سے کی پندہا نکھتے ہیں۔ فرض میں نے اپنی لونگی کو کہیں پاندہا اور یہی

دعا پڑھی۔ اسی وقت مجھے ایک پکڑنے والے کی کوڑھالی دی جو یہ کہہ رہا تھا۔

مترل شعرا و الملاح

ترجمہ: تجھے برائی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی پناہ مانگ جو جہاں والا ہے اور حرام اور حلال کو اس پر لے دیتا ہے۔

ووحده قلہ ولا

ماکند ذی ظعن من الاحوال

اللہ تعالیٰ کو ایک جہاں اور کوئی گھر نہ کرے کہ پھر جنات کے گروہ فریب سے کوئی پریشانی پیدا نہیں ہوگی۔

لایذکمر اللہ علی الاحوال

وفی صہول الارض والسموات

تجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ چاہے تو میدانوں میں ہو اور چاہے بھیاک پہاڑوں میں۔

وہما کمد الظعن لے سہل

الا فسی وصالح الاعمال

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جنات کا گروہ فریب پاش پاش ہو جائے گا اور اس کے نبی اور نیک عمل کے اثرات باقی رہیں

کے یہ سن کر میں نے اس پر کلمہ لے دیا ہے کہ

یا ایہا القفل معقول

لوحد عندک ام تعطل

ترجمہ: اے صندوق اپنے مال کو کیا کر رہا ہے جو کچھ کر رہا ہے وہ درست ہے یا غلط ہے۔

جواب میں کہہ دیا کہ

ہذا رسول اللہ ذو الطہروت

جاء بس وحا صمات

یہ رسول اللہ ہیں نیکو دل والے۔ جو سورہ نہیں پورہ سورہ نہیں لے کر آئے ہیں جن کے شرواح میں تم ہے۔

وسورہ بعد مفصلات

یا علیہ صلاتہ والذکات

نیز کچھ ایسی سورہ نہیں جو مفصل سورہ قول کے بعد ہیں جن کے ذریعہ لہذا اور کوڑا کا حکم دیا گیا ہے۔

وہو الا قوام عن حدات

قد کن علی الاسلام صکرات

وہ ظہیر اپنی قوم کو براہِ حق سے روکتے ہیں۔ ان چیزوں سے جو اسلام کے آنے کے بعد برائیاں بن گئی ہیں۔

میں نے اس کو اس کی کمال

تاکہ کوئی شخص اس وقت میرے یہ لوٹ لے جا کر میرے گھر پہنچانے کا ذمہ لے تو ان ظہیر کے پاس

حاضر ہو کر میرا بھی مسلمان ہو جائیں۔

جواب میں وہی کوڑا سنائی دی کہ کوڑا تو ان کو پہنچانے کا میں ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ میں اسی وقت ایک لوٹ

پر سوار ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوں اس وقت آنحضرت ﷺ معبر پر تشریف لے آئے تھے۔ ایک روایت میں اس طرح

ہے کہ میں جمعہ کے دن وہاں پہنچا جبکہ لوگ لہذا جمعہ میں مصروف تھے۔ میں ابھی اپنے لوٹ کو ہاندہ ہی پر ڈھاکا

حضرت ابودرغداد رضی اللہ عنہ سے ملے کہ میرے پاس آئے اور بولے۔

”رسول اللہ ﷺ تم کو فرما رہے ہیں کہ انہر آجھاؤ۔“

میں فوراً ہی مسجد کے اندر گیا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر پوچھا

اس شخص نے کیا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس بوڑھے شیخ نے کیا کیا جس نے قہار سے اس کو قہار سے گھر پہنچانے کی دوسروں کی طرحی بھی کیا اس نے دواؤں کو صحیح سالم ہی نہیں پہنچوئے؟

ہمالیت کے زمانہ میں عربوں کا رویہ دستور تھا کہ جب کسی چریک اور بھیاک لڑی میں بھیرا لیتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے کہ میں اس لڑی کے شریوں سے یہاں کے سردار اور بدست کی چنداں لٹکا ہوں۔ اس کو انہر قتالی نے قرآن پاک میں اس طرح ذکر فرمایا اور اسے یہی گواہی کی خبر دی۔

وَقَدْ كُنَّا مِنْ أَفْوَاجٍ مَبْشُورِينَ  
ترجمہ: ہم لوگوں کو یہ خبر پہنچ رہی تھی کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی چٹایا کرتے تھے سو ان کو میوں نے ان جنات کی بددعا کی اور بھلا دی۔

یعنی جاہلیت کے زمانے میں لوگ جب سفر میں جاتے اور کسی بھی ایک اور وحشت ناک جگہ پر اطمینان نہ کرنا پڑتا تو وہ وحشت سے پہلے اور انان طلب کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ ان وقت یہ کیا کرتے تھے کہ میں اس جگہ کے شریوں کی شرکت سے پہلے کے سرور اور جوتے نہیں کی پہلا آگاہ ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وحشت کے سرور بہت ہی زیادہ سرکش اور مفرور ہو گئے کیونکہ جب انسان ان کی پہلا طلب کرتے تو وہ کہتے کہ اب ہم انسانوں اور جنوں دونوں کے سرور میں آگے ہیں۔

سردار حضرت موت اور ان کے بت کا واقعہ

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے جس کو دائمی امن خیر حضری نے بیان کیا ہے۔ ان کا لقب ابوہنیدہ و لقب یہ  
حضرت سوت کے درختوں میں سے ایک تھا اور ان کا باپ دہان کے بادشاہوں میں سے تھا۔ غرض دائمی کہتے ہیں کہ  
جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے آنے سے پہلے ہی اپنے صحابہ کو میری آمد  
کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا۔

”تمہارے پاس دو اہل ایمان بچہ حاضر موت کی دعا اور اس مرد میں سے تمہارے۔ اسے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی محبت لے کر تمہارے لئے اور وہاں کے بادشاہوں کی انکسلی ہے۔“

واکن کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے جو بھی مجھے ملا اس نے مجھ سے کہا۔

”تمہاری کہ سے بھی تمہیں وہاں پہلے سوال کرنا چاہیے کہ تمہارے آنے کی خبر دے چکے تھے۔“

غرض جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا استقبال کیا ہو؟ مجھے اپنے قریب بلاؤ، آپ نے مجھے اپنے برابر بٹھایا اور میرے لئے اپنی پادر بچا کر مجھے اس پر بٹھوایا پھر آپ نے مجھے ہر دعا دی۔

اے اٹھ اپنا نکل ایسی عجم اور اس کی خواہ اور لوار کی خواہ میں ہر گت عظمیٰ۔"

اس کے بعد آپ مہرے چمکے اور مجھے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

لوگو! اے ہانگ الہن خبر ہیں جو حضور موت چھوڑ کر فرمودین سے اسلام کی محبت کی خاطر آئے

میں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! مجھے آپ کے حضور کی خبر ملی تو اس وقت میں ایک بڑی حکومت کا مالک تھا مگر پھر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا کہ موت تھی کہ میں نے اس سب میں ہر اقدام کو ٹھکرایا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پسند کر لیا۔"

آپ نے فرمایا۔

"تو نے ٹھیک کیا۔ اے اللہ! تو اگلے دن جبرائیل کی بلا اور نور اللہ کی بلا میں ہر کت عطا فرما۔"

عرض یہ واکل ایسی جڑ کہتے ہیں کہ میرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا سبب یہ ہوا کہ میرے پاس ایک بہت تھا جو یا تو ت کا بنا ہوا تھا ایک روز جبکہ میں سو رہا تھا مجھے اچانک ایک کوڑا آئی جو اس کو میرے سے آ کر ٹھکی جہاں وہ بہت د کھا ہوا تھا میں خود انگریز اگریت کے پاس گیا اور اس کو سمجھ دیا۔ اسی بدلت کسی کہنے والے کی کوڑا آئی جو یہ کہہ رہا تھا۔

وَأَخْبَا تَوَقُّلَ مِنْ حَبْرٍ . فَعَالِ يَدِي وَهَوَاسِ يَدِي

جب یہ واکل ایسی جڑ پر آئے پھر اسے شک یہ سمجھتا ہے کہ وہ سب کچھ . تاکہ حالانکہ وہ بے خبر ہے۔

مَا تَابِرَ حَى مِنْ لَحْيَتِ حَبْرٍ . لَيْسَ يَدِي لَفِخٍ وَلَا حَبْرٍ

یہ کیا توقع رکھتا ہے کہ جبرائیل کے آگے اسے نہ آئے جو اسے نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

لَوْ كَانَ لَهَا صِغَرُ طَاعِ لَمَرِي

کاش یہ بہت پرست میری بات مانگتا۔

یہ سن کر میں نے کہا۔

صحبت کرنے والے میں نے تمہاری کوڑا سن لی۔ اب تم مجھے کیا حکم دیتے ہو۔"

اس نے کہا

لَوْ جَلَّ لِي بِرَبِّكَ فَكَيْفَ لَمْ يَكُنْ مِنْ الْعَصَمِ الْعَصَلِي

ترجمہ: تو میرے رب کے شکستوں کی طرف جانور اس نے نبی کا دین اختیار کر جو روزے رکھنے والا اور نمازیں پڑھنے والا ہے۔

ہے۔

صَحْبَةُ هَلْ تَقِي خَيْرَ الْمَرْسَلِ

یعنی نبی کریم ﷺ جو سب دشمنوں میں بہترین اور افضل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی وہ بہت سڑکے کی زبان میں پر کر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ پھر خود میں نے آگے بڑھ کر اس کو گلے لگائے کہ میرے کہنا اس کے بعد میں بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے دوڑتا ہوا کہ میرے خود کا چہرہ مسجور نبی میں داخل ہوا (جبکہ یہاں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو پہلے ہی ان کے حلقہ خود دی تھی)۔

اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ اگر یہ کوڑا (جو واکل ایسی جڑ نے سننا) اس بہت کے اندر سے کوئی تھی تو یہ اللہ اس مخلوق کے مطابق نہیں ہے جس کے حلقہ واقعات ذکر ہو رہے ہیں (کیونکہ یہاں جو واقعات بیان ہو رہے ہیں وہ وہ ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے حلقہ افراد میں گئے وہاں کوئی نہ کئے کو بیوں کی کوڑا میں سنائی دیں۔ واقعات پیچھے گزر چکے ہیں جن میں جڑوں کے اندر سے آنے والی کوڑا میں سنائی تھی)۔

جہاں تک اس حدیث کا حلقہ ہے تو اس میں واکل کے ساتھ صحابہ کا بھی ذکر ہے جس کو ہم نے طول

کہ وہ جہ سے بھڑا رہا ہے۔

## آنحضرت ﷺ کے متعلق وحشی جانوروں کے منہ سے سنی جانے والی باتیں

آپ کے حضور کے حلق بعض وحشی جانوروں نے بھی کلام کیا ہے۔ ایسے واقعات میں سے ایک یہ ہے جس کو حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جرہ عرب میں ایک چرواہا اپنی بکریاں چروا رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک بھیڑیا آگیا اور وہ ایک بکری پر بھجلا چرواہا بکری کو بچانے کے لئے دوڑ کر بھیڑیے کی طرف بکری کے درمیان آگیا۔ وہ بھیڑیا (بچانے چاہا) پر حملہ کرنے یا بھاگ جانے کے مابین دو قسم اپنی کھلی انگلی پر قبضہ کیا اور کہنے لگا۔

”کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ تو میرے اور اس مذاق کے درمیان مائل ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا

فرمایا تھا؟“

یہ سن کر وہ چرواہا سخت حیران ہو گیا اور کہنے لگا۔

”مجھے تو یہ خبر تھی کہ ایک بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے!“

اس پر اس بھیڑیے نے کہا۔

”کیا میں تجھے اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اور عجب بات دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ جو جرہ کے دونوں مقامات کے درمیان میں ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو عرب میں ہیں لوگوں کو گزشتہ واقعات کی خبریں دے رہے ہیں۔ ایک روایت کے قضاویوں ہیں کہ کھلی باتیں مقلاتے ہیں اور اسی طرح وہ باتیں بھی جو تمہارے بعد یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد آئے ہیں۔“

جانوروں کا کلام کرنا عظامیات قیامت میں سے ہے۔۔۔۔۔ (آنحضرت ﷺ کے حلق یہ باتیں چرواہے کے دل میں گھر کر گئیں اور وہ تحقیق اور تصدیق کے لئے) بکریاں گھر بچھا کر دینہ منورہ پہنچا گئے دن جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے اس بھیڑیے کی بات آپ سے بیان کی۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا۔

”چرواہا بچ کر رہا ہے۔ جب قیامت کی مثالوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وحشی اور عدسے انسانوں سے کلام کریں گے (جیسا کہ قیامت کے قریب کے میں ظاہر ہونے والے جانور کا حال سیرت علیہ السلام کے گزشتہ باب میں بیان بھی ہو چکا ہے)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جہاں ہے کہ قیامت اس وقت تک ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک کہ انسان سے اس کے جوتے کا ترمیم کی بات نہیں کرے گا۔ ترمیم سے مراد وہ ہے جو جوتے کے نوچ ہوتا ہے جیسا کہ اس کے حلق چبھے بھی بیان ہو چکا ہے اور اسی طرح اس کے چاک کی کاغذ اور ایک قول کے مطابق ترمیم کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اور اس کو کھائیں دے گا کہ اس کے گھر والے کیا کیا کر رہے ہیں۔“

(ی) ایک روایت میں ہے کہ اس چرواہے کی بات سننے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ سب لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کی ہدایت کی جائے (جب سب لوگ آگئے تو) آپ جبرہ مہدک سے باہر تشریف لائے اور چرواہے کو حکم دیا کہ لوگوں کو اپنا اقدار بخلائے چنانچہ اس نے یہ واقعہ کہ سنایا۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ چر دا ایک مسودی تھا ایک روایت میں یہ ہے کہ بھیڑیے نے چر دا ہے سے یہ کہا تھا۔

”مگر تو تو انھو سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ یہاں اپنی بکریاں لئے کھڑا ہوا ہے اور اس عظیم نبی کی طرف تو نہ نہیں دی جس سے جڑی شاخ کاٹنی آج تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ جن کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جنت کے لوگ ان کی صحابہ کو جلیں کرتے ہوئے شوق سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ میرے لیے اس نبی کے درمیان صرف اس گناہی کا واسطہ ہے اس لئے چارہ لفظ قرآنی کے لشکر میں شامل ہو جا۔“

یہ سن کر چر دا ہے نے کہا۔

”بکرہ میری بکریوں کی رہ کھولی کن کرے گا؟“

بھیڑیے نے کہا۔

”بب تک تو انہی آئے ان کی رہ کھولی میں کروں گا۔“

چر دا ہے نے اسی وقت بکریاں اس بھیڑیے کے سپرد کیں اور خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا۔

”اپنی بکریوں کے پاس واپس جاؤ تم ان کو اتنی ہی پڑا کے بٹھی بٹھو کر آئے تھے (یعنی بھیڑیے نے ان میں سے ایک کو بھی نہیں کھلیا ہو گا)۔“

چنانچہ چر دا ہاں واپس پہنچا تو اس نے بکریوں کو جڑوں کا توں پھلا اور بھیڑیا بھی وہاں موجود تھا۔ پھر اس نے ایک بکری بھیڑیے کے لئے کاٹی۔

اس بکرہ ایک اشکال ہو جا ہے کہ یہ واقعہ بھی اور حضرت سعید ابن جبیر کا واقعہ بھی جو اس سے پہلے بیان ہوا آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بھی بعد کے ہیں آپ کے ظہور کے وقت کے نہیں ہیں جبکہ بیان ان واقعات کا جملہ وہاں ہے جو آپ کے ظہور کے وقت پیش آئے ہیں۔ اس چر دا ہے کے متعلق کتاب نور میں ہے کہ میں اس کے نام سے واقف نہیں ہو سکا۔

(ذاتی) بھیڑیوں نے مسرت سے سر قموں پر انسانوں سے کلام کیا ہے ایسے تمام واقعات کی تفصیل میری اس کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے جو بخاری کی شرح کی صورت میں ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ”ذکر حیات النبیؐ میں ہے کہ صحابہ میں جن سے بھیڑیوں نے کلام کیا ہے وہ تین ہیں۔ حضرت رافع ابن خضیر، حضرت سلمہ ابن اکثر اور حضرت وہبان بن مسعود رضی اللہ عنہم۔“

## آنحضرت ﷺ کے متعلق درختوں سے آنے والی صدا میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان سے کہا نے سوال کیا۔  
”کیا سلام قبول کرنے سے پہلے آپ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی دیکھی تھی؟“

حضرت ابو بکر نے جواب دیا۔

”ابا۔ جاہلیت کے زمانے میں ایک دن میں ایک درخت کے سامنے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اس کی ٹانگیں مجھ پر گھٹے لگیں یہاں تک کہ ایک شراغ جگ کر بائیں سر سے سر تک آگئی۔ میں سر اٹھا کر اس کی طرف (خبر لائی) سے کہہ دیکھئے اور کہنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسی وقت مجھے اس درخت میں سے کوئی آواز آئی۔  
”یہ نئی مثال خداں وقت میں ظاہر ہوں گے اس لئے تم ان کی طرف دیکھتے میں سب سے زیادہ خوش نصیب بننے کی کوشش کرو۔“ (اشعاع طم)

## شہاب ثاقب کے ذریعہ آسمانی خبروں کی سن گن لینے پر پابندی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حضور اور نبوت کا وقت آیا تو شیطانوں کو آسمانوں کی خبریں سننے سے روک دیا گیا اور آسمان میں جن جنکوں پر یہ شیاطین جا کر بیٹھے اور سن گن لیتے تھے ان کو وہاں تک پہنچنے سے روکنے کے لئے سدا سے سدا کر دوا کا جانے لگا۔ چنانچہ جنت اس تبدیلی سے بچھ گئے کہ انسانوں میں ضرور کوئی نئی بات ظہور میں آئی ہے۔

جب آپ کا حضور ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جب شیاطین کو آسمانی خبروں کی سن گن لینے سے روک دیا گیا تو انہوں نے کہا۔  
وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدْنَا مَا مَلَكَتْ أَرْسُنَا شِدْقًا وَشِدْقًا وَإِنَّا لَنَظُنُّهَا كِبَارًا مِّنْ غَدٍ لِّلْمُتَّبِعِ لَمَن يَتَّبِعِ الْوَلَدَ  
وَيَجِدُهُ شِدْقًا وَشِدْقًا

آلہ شہادہ ۲۹ سورۃ نجم ۱

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کی خبروں کی حاشی سوائی ملامت ساجد کے لیا گیا پاسو ہم نے اس کو سخت چروں یعنی محافظ فرشتوں اور شیطانوں سے بھر دیا اور اس کے نقل ہم آسمان کی خبریں سننے کے سوا قولوں میں خبر سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے۔ سو جو کوئی اب سنتا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار خط چاہتا ہے۔

شیاطین سے آسمانوں کی حفاظت..... یعنی جب ہم نے آسمانوں میں جو سننے والی باتوں کی سن گن لینے کی کوشش کی تو ہم نے دیکھا کہ آسمان کی زبردست حفاظت کی جا رہی ہے اور نہایت طاقتور فرشتے اس کی پاسبانی کر رہے ہیں اور سن گن لینے والوں کو شایوں اور سداؤں سے سدا کر بھاگا جا رہا ہے جبکہ اس سے پہلے ہم وہاں بیٹھ کر آسمانوں میں جو سننے والی باتوں کی سن گن لے لیا کرتے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ جو بھی وہاں کی باتیں سنتا چاہتا ہے تو اس پر سداؤں کی بوجھ چڑھ جاتی ہے جس کے لئے وہ غیبیوں کو اپنی کلمات میں بیٹھا ہوا چاہتا ہے۔ اگر ان جنت میں سے کوئی آہنگی اور چوری سے بھی وہاں پہنچ کر کہہ خبریں لینا چاہتا ہے تو بھی (آسمانوں کی زبردست نگرانی کی وجہ سے) کہہ شایوں اور سداؤں کی بوجھ اپنے پیچھے آتی ہوئی پاتا ہے جو اس کا کام تمام کر دیتی ہے پاس کا چروہ جھلس دیتی ہے اور پاس کے ہوش و حواس ختم کر دیتی ہے تاکہ وہ کاجوں کے پاس پہنچ کر ان کے ہاتھ نہ ملا سکے۔ یہ سب انتظامات اور پاسبانی اس لئے ہے تاکہ ان شیطانوں کی خبروں کی وجہ سے وہی کے بدلے ہونے کے زمانے سے لے کر اس کے پورا ہونے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تک ان کو کوئی حلقہ نہیں کوئی مصلحت نہ ہو سکے۔ یعنی تم مصلحت اور کم بھگ لوگوں کے دماغوں میں وہی اور ان کاجوں کی خبروں کی وجہ سے

کوئی شبہ نہ پیدا ہو سکے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ کلمات پھر شروع ہو گئی ہے جس کی بنیاد چوری چپے سنی ہوئی آسمانی خبروں پر ہوتی ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے سخت کاٹھنار میں تھا کہ آسمانوں کی عزت آپ کی زمر کی یعنی وہی کے زمانے میں بھی ہو اور آپ کی وفات کے بعد بھی ہو (کیونکہ اسلامی شریعت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہی کا فیضان جاری رہے گا) چنانچہ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے۔

”آج کے بعد کلمات بھی نہیں ہوگی۔“

(خلاصہ یہ ہے کہ ستروں کے ذریعہ جنات اور شیاطین کو دینے اور آسمانوں سے اور دیکھنے کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے عروج کے وقت سے شروع ہوا جس کی سخت اور مصلحت یہ تھی کہ وہی کے زمانے میں اور اس کے بعد کے دور میں بھی اگر کائنات کی طرف سے بھی شیطانی خبریں اور غشیں کو نہیں کا سلسلہ جاری رہا تو لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں طرح طرح کے شبے اور شک سر ابدلیں گے اور کم کچھ لوگوں کو خاص طور پر متعلقہ پیدا ہوں گے۔)

## ستارے ٹوٹنے پر عمرو ابن اُمیہ کی رائے

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عرب میں پہلے لوگ جنہوں نے ستروں کو ٹوٹے (یعنی ان کے ذریعہ شیطانوں کو دینے جاتے ہوئے) دیکھ کر وہی شکیف کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ یہ نئی بات دیکھ کر گھبرائے اور فوراً اپنے ایک عالم کے پاس آئے جس کا نام عمرو ابن اُمیہ تھا۔ یہ شخص عرب میں انتہائی عقلمند اور سمجھدار آدمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ اندھا تھا اور لوگوں کو ہونے والے واقعات کے متعلق خبریں دیا کرتا تھا۔ فرض میں لوگوں نے عمرو سے آکر کہا۔

”اے عمرو! کیا تم نے نہیں دیکھا یعنی سارے آسمانوں میں سترے پھٹکے اور دھانے کی جیسی جیب اور نئی بات چڑی گڑھی ہے؟“

اس نے کہا

”بے شک۔ (منا ہے) اس لئے دیکھو! اگر یہ ٹوٹنے والے سترے وہ مشہور سترے ہیں جن کے ذریعہ فنگل اور سمندروں میں لوگ راستے یعنی کشتیاں معلوم کرتے ہیں اور جن سے گرمی اور سردی کے موسموں کا پتہ چلتا جاتا ہے (یعنی مریخ، زہرہ وغیرہ وغیرہ) تو کچھ لوگ اس دنیا کے انجام اور اس مخلوق کے جہاں ہونے کا وقت آپکا ہے۔ لیکن اگر یہ مشہور سترے اپنی جگہوں پر موجود ہیں اور ٹوٹنے والے سترے ان کے علاوہ دوسرے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی اہم اور زیادہ قدرتی غشی آنے والا ہے جو اٹھ قحطی مخلوق کے سامنے لانا چاہتا ہے۔“

ستروں کے ذریعہ موسموں وغیرہ کا پتہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک مخصوص سترہ مغرب میں چھپ جاتا ہے تو اسی وقت مشرق میں اس کے مقابل ایک نیا سترہ اُٹھتا ہے اور یہ وہی پر محمدیوں کے بعد ہوا ہے۔ اس تبدیلی کو عربی میں نوہ کہتے ہیں (جس سے نبوی مختلف اندازے لگاتے اور عیشیں کو پس کرتے



ہیں انہوں کا مطلب ایک سترے کا مطلب میں پہنچنا اور اس کے قریب سترے کا مشرق سے اگلا ہونا ہے جو اسی حجرہ دار کی قدرت میں ہو گا۔

عرب کے لوگ پادشوں، پادشوں اور کرنی دوسروں کے ہونے کو بھی ستروں میں سے جھینے والے سترے پادشوں کے سترے کی تاثیر کہتے تھے، چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ :-

”قناں لوہ - یعنی زارہ پادشہ پادشہ کے سترے کے ذریعہ ہمارے یہاں پادشہ ہو گئی۔“

اس مسئلے پر معاذ ربہ کے بیان میں تفصیل سے بحث آئے گی۔

(فرض اس تفصیل کے بعد مردانِ امن کے حلقے مزید نکلتے ہیں جس کے پاس بنی شیف کے لوگ ستروں کے ٹوٹنے کا واقعہ دیکھ کر گئے تھے ایک روایت کے مطابق مرد نے یہ کہا تھا کہ (اگر وہ ٹوٹنے والے سترے مشہور ستروں میں سے نہیں ہیں تو)

”یہ کوئی ایسا معاملہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے لانا چاہتا ہے اور کوئی نبی عرب میں ظاہر ہونے والا ہے جس کے ہمارے میں چرچہ بھی ہیں۔“

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ستروں کے ذریعہ قریبیاتوں کو آنحضرت ﷺ کے حضور کے وقت سے پہلے بھی بلا اور بھیجا گیا ہے۔ یعنی آپ کی ولادت کے وقت بھی ایسا ہو چکا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ستروں کے ہمارے جانے سے مراد یہ ہے کہ پہلے کے مقابلے میں اس وقت سے بہت زیادہ سترے ہمارے جانے لگے (یعنی پہلے صرف مخصوص اوقات میں ایسا ہوا ہے جبکہ آپ کے حضور کے وقت سے یہ واقعات بہت زیادہ ہونے لگے لیکن کہتے کہ آپ کے حضور کے وقت سے یہ فرق ہوا کہ ہمارے جانے والے سترے اپنے نشانوں پر جانے لگے خطا نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ بعض محدثین نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی یعنی آپ کے حضور کا وقت قریب آیا تو قریبیاتوں کو ستروں کے ذریعہ اتنا زیادہ بلا اور بھیجا جانے لگا کہ اس سے پہلے بھی یہ واقعات اتنی کثرت سے نہیں ہوتے تھے (چنانچہ لوگوں نے یہ حادثہ دیکھا تو وہ حیران اور خوفزدہ ہوئے اور) مہدیائیل شفقی کے پاس آئے جو انکے حاکم ان لوگوں نے اس سے کہا۔

ان واقعات کی وجہ سے لوگ بہت خوفزدہ اور پریشان ہیں اور (اللہ تعالیٰ کو راضی کرانے کے لئے اپنے خداؤں کو آزار کر رہے ہیں اور اپنے سوتیلیوں کو سیدہ بدل رہے ہیں) یعنی ناک کھان کھان کے عام پر چھوڑ رہے ہیں جس کی تفصیل میرت علیہ السلام میں مذکور ہے جس گزربھی ہے۔“

مہدیائیل نے کہا۔

”جلدی مت کر دیکھ دیکھو اگر یہ وہ مشہور ستر ہے جس جن میں سے جنگل اور تری میں مٹھیں دیکھی جاتی ہیں اور موسم کے حلقے پیشین گوئی کی جاتی ہے تب تو لوگوں کے فائدہ ہونے کا وقت آیا ہے۔ اور اگر یہ وہ مشہور ستر ہے نہیں ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نیا اور ایسا واقعہ ظاہر ہونے والا ہے۔“

اب لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ٹوٹنے والے ستر ہے وہ مشہور ستر ہے نہیں تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ واقعات کسی نئے واقعہ کی علامت ہیں۔

(یہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”مندرے آسمان کا سردار ہیں کہ جب مندرے ضمیر میں ہیں گے تو آسمان سے وہ تمام مصیبتیں نازل ہوں گی جن سے مخلوق کو ڈر لایا گیا ہے۔ اسی طرح میں اپنے صحابہ کا سردار ہوں جب میں نہیں دو ہوں گا تو صحابہ کے سامنے وہ سرداری چیزیں آئیں گی جن سے انھیں ڈر لایا گیا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لئے سردار ہیں جب صحابہ نہیں ہیں گے تو امت میں وہ سرداری خوراکیاں ظاہر ہوں گی جن سے انھیں ڈر لایا گیا ہے۔“

(غرض اس درمیان تفصیل کے بعد اصل واقعہ کے حقائق بیان کرتے ہیں کہ جب بنی ثقیف کو عمرو ابن امیہ نے ایک نبی کی آمد کی خبر دی تو ان کے ہاتھ ہی عمرو کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ظہور کے حقائق میں ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد ”.....“ افاقہ اور ”.....“ میں ابن عرب طائف پہنچے (جلد کا یہ قبیلہ بنی ثقیف تھا) انہوں نے ان لوگوں کو خبر دی اور کہہ

## شہاب پھٹنے کا سلسلہ ظہور کے وقت شروع ہوا

”خبر ابن عبد اللہ یہ دہی لے کر کثرہ آیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہے۔“

(کثرہ شہ مطروں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب کیا تو اس وقت شیطانوں اور جنات کو شہاب اور ستارے مار کر آسمانوں میں پھینچے سے روک دیا گیا مگر ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ”جب وہاں آیا جس میں آنحضرت ﷺ یہ دہی نازل ہوئی تو شیطانوں کو شہاب مار کر آسمانوں کی خبر دی کہ تم تمہیں لینے سے روک دیا گیا۔“

اور حضرت عقیقہ کے حقائق چھپنے کی سطروں میں ”اور وہ ابھی گزری ہیں جن میں سے ایک کے مطابق انہوں نے عمرو ابن امیہ سے انکار ستاروں کے نونے کے حقائق سوائے کہ اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے عہد یاسیل سے اس بارے میں پوچھا تھا۔ ہر حال اس سے کوئی فرق نہیں پڑا کہ انہوں نے ان دونوں کو میلا سے اس بارے میں سوال کیا ہو، اور یہ کہ وہ ان لوگوں سے رہے ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ ایک ہی ہو لیکن جس شخص سے ان لوگوں نے جاکر سوال کیا اس کے ہم میں رومیوں کا اختلاف ہو گیا ہو چنانچہ بعض رومیوں نے اس کو عمرو بن امیہ کو خبر لایا ہے عہد یاسیل میں عمرو کہہ

یہ واقعہ جیسا کہ ظاہر ہے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور ظہور کے وقت کا ہے اس واقعہ سے وہ روایت ظاہر ہو جاتی ہے جسے علامہ ہاروی نے شیخ نجم فیضی سے نقل کیا ہے جو ہمارے اکلار میں سے کسی کے شیخ ہیں۔ انہوں نے اسی راوی روایت کو قبول بھی کیا ہے جیسا ہے۔

ستاروں کے بارے کا سبب یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ظہیر بنا کر بھیجے گا اور وہ فرمایا تو آپ کی پیدائش سے بھی پہلے ستاروں کے نونے کے واقعات بہت زیادہ ہو چکے۔ ان سے حادثات کی وجہ سے عرب کے اکثر لوگ بہت زیادہ گھبرا گئے اور وہ اپنے ایک اندھے کاہن کے پاس پہنچے۔ یہ شخص ان کو نئے ظاہر ہونے والے واقعات کے بارے میں خبریں دیا کہ تا قتل ان لوگوں نے اس سے جاکر ستاروں کے نونے کے بارے میں پوچھا اس نے کہہ

”تم لوگ بادہ ریزوں کو دیکھو اگر ان میں سے بھی کوئی فوت نہ ہوگا تو سمجھو کہ دنیا کا آخر آپ پہنچا ہے۔“

لیکن اگر ان میں سے کوئی کم نہیں ہوا ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں کوئی عظیم اور بڑا انقلاب ظاہر ہونے والا ہے۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا حضور ہی عظیم اور بڑا انقلاب تھا۔

عالم حضور کی یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ جن روایتوں میں مستندوں کے ٹوٹنے کے واقعات آپ کی بحث اور حضور کے وقت متعلقہ گئے ہیں وہاں حضور سے مراد آپ کی پیدائش ہے (لیکن یہ صحیح نہیں ہے) لہذا اس روایت سے دلالت کا قائل بنانا ہو گا جس کے بعد بات صاف ہو جاتی ہے کہ چونکہ جیسا کہ بیان ہو استدلال کا کثرت سے ٹوٹنا آپ کی نبوت اور حضور کے وقت ہوا ہے نہ کہ آپ کی پیدائش کے وقت۔

اسی طرح نبی لب کے لوگ بھی مستندوں کے ٹوٹنے کے واقعات دیکھ کر تعجب اچھے چنانچہ ابو لب یا ثوب ابن مالک نے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مدست میں حاضر ہو خود میں نے آپ سے کلمات کے متعلق تذکرہ کیا میں نے عرض کیا۔

خطر کا کہن کا حیرت ناک واقعہ ۔۔۔ "آپ پر میر سے مل باپ قربان ہوں۔ ہم وہ پہلے لوگ ہیں جن کو آسمانوں کی حفاظت شروع ہوئے اور بہت کم آسمانوں کی خبروں کی سن گئی تھیں سداوک دیئے جاتے کا پتہ چلا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ ہم لوگ ایک دفعہ ایک کاہن کے پاس پہنچے جس کا نام خطر ابن مالک تھا۔ خطر کے ہارے میں کتاب نور میں ہے کہ لکھے اس کے فضیلتی حالات کا پتہ نہیں چل سکا۔ وہ یہ معلوم ہو سکا کہ یہ وہ مسلمان ہوا تھا یا نہیں۔ عرض یہ ایک بہت بڑا حقائق تھا اس کی ضرورت سوائی (۲۸۰) سال ہو چکی تھی یہ ہمارے سب سے بڑے کاہنوں میں سے تھا ہم نے اس سے کہا۔

اے خطر اب تمہیں ان مستندوں کے متعلق بھی دیکھو معلومات ہیں جو آج کل ہمارے ہاں ہے۔ میر۔ ہم لوگ اس حادثہ سے بہت تعجب کر رہے ہیں اور زور ہے ہیں کہ نہ معلوم انجام کیا ہو گا؟"

اس نے کہا۔

"میر سے پاس صبح کو۔ یعنی منہ اندر سے اندر رات میں آنا۔ اس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ واقعہ کیا ہے کیا اس میں کوئی خیر ہے یا ہرانی ہے۔ اور آیا یہ اس سکون کی علامت ہے یا پھر پھٹی اور طوف کی۔"

ابو لب (جن سے مراد آپ کا چچا ابو لب) میں ہے کہ کہتے ہیں کہ اس دن ہم اس کاہن کے پاس سے لوٹ آئے۔ اگلے دن خبر رات میں ہم پھر اس کے پاس آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا آسمان کی طرف آنکھیں لگائے ٹھوکر رہا ہے۔ ہم نے فوراً اس کو پکارا اپنا نام سن کر اس نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ ارا کا موش رہو چنانچہ ہم کہ گئے اسی وقت آسمان میں ایک بڑا ستارہ نمودار اس کے ساتھ ہی وہ بڑے زور سے چنچل

ٹھک گیا۔ اس کے لگ گیا اس کے انجام نے اس کی عقل خراب کر دی۔ اس کے عذاب نے اس کو جلد ہی اکلیل شباب نے اس کو چھوڑا۔ وہ خبر لے کر واپس آکر اس سے پہلے اس کو پکار کر دیا گیا۔ اسوں سے اس کی حالت پر۔ اس کو سمجھتوں نے تعجب کیا۔ اس پر ہر بد چاہی آئی۔ اس کے راستہ بند کر دیئے گئے اور اس کے حالات کوئی پکارا۔"

(مطلب یہ ہے کہ آسمان میں وہ ستارہ ان تہذیبوں کا سبب معلوم کرنے کے لئے اس کاہن نے اپنے تابع جن کو بھیجا کہ وہ آسمانوں سے اس کے متعلق کچھ سن گئی لے کر آئے جس وقت وہ کاہن اس جنی کو

آسمان میں منڈلاتے دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک شباب مد اٹھیا جو اس جن کے نکاح ورجہ جل کر جاگ ہو گیا۔ جس پر اس کا جن کی چیخ اٹھی اور پھر اس نے فہم اسوس کے ساتھ پہنٹے کے بولوچ چان کے گئے۔

خطر کا جن کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے متعلق اطوار۔ اس کے بعد وہ بہت دیر تک خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

”میں نے تمہارے گروہ میں جنس صاف صاف بتائے دیتا ہوں۔ اور کہنے اور لوگوں یعنی ہر امودی قسم کا کرکتا ہوں۔ اور اس اس کے گروہ یعنی مکہ شہر کی قسم کا کرکتا ہوں۔ جس کے ہم خدمت گزار ہیں۔ کہ جنات کو آسمانی خبروں کی سن گئی جیسے کی سماعت ہو گئی ہے۔ طاقت و سلاطین کے ذریعہ آسمانوں کی دنیا سے حفاظت کی جا رہی ہے۔ یہ سارا اجرام اس عظیم طاقت کی وجہ سے کیا جا رہا ہے جو وہی اور کتاب الہی کے ساتھ ظاہر ہوں گے اور چاہتے اور قرآن جیسا عظیم مجید لے کر آئیں گے اور جن کے حضور کی وجہ سے جن کی پوجا باطل اور قسم ہو جائے گی۔“

اب اس کہتے ہیں۔ یہ سن کر ہم نے اس سے کہا۔

تسلیم اور اسے خطر اتم تو مت بڑے معاملے کی خبر دے رہے ہو مگر پھر تم اپنی قوم کے لوگوں کو کیا مشورہ دیتے ہو؟

اس نے کہا

ای قوم عاوی فی النفس . ان یبصر اعور فی الانس

نو جس اپنی قوم کے بارے میں میری رائے ہے جو خود اپنے حقائق ہے کہ انہوں نے اس معجزہ و فہرہ کی روٹی کر دی۔

وہ عام مثل شعاع الشمس . یبصر لی مکة دار الحسب

ان کی نگاہیں اور طاقتیں سورج کی روشنی کی طرح صاف ہیں اور وہ مکے جیسے قریش کے مرکز میں ظاہر ہوں گے۔

بصحتکم التزیل طبر الکسب

اور منہوڑ اور مستر آسمانی کتاب لے کر۔

(ان شعروں میں نے کوہ راہس کہا کیا ہے۔ جس سے مراد قریش اور وہ لوگ ہیں جو قریشی لڑکیوں کے علاوہ دوسروں کے بیٹے سے پیدا ہوئے جس سے مراد شہوت اور تنگی ہے مراد ہے دین میں شہوت) قریش کے لوگ عرب کے معزز خاندانوں میں بھی اگر اپنی لڑکیاں بیچتے تھے تو اس شرط پر کہ ان کی نوادہ میں جس باقی رہتا ہے۔ قریش کے لوگ عرب کے قبیلوں میں اپنے مکہ اور شہوت کے لئے مشہور تھے۔ اسی بناء پر انہوں نے جنگ بدل سے ہاتھ اٹھایا تھا کہ اس کے ذریعہ خود ریزی اور بدکاری پیدا ہوتی ہے چنانچہ قریش کے لوگ تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

اسی لئے قریش کو جس کا پتا قحط کا یہ نام اس لئے چنا کہ یہ لوگ اپنے دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ حصار کے معنی شہوت ہی کے ہیں۔

فرض (خطر کے یہ شعر میں کہا ہم نے اس سے کہا

”مے قطر وہی کون شخص ہے؟“  
اس نے کہا

”کوئی اور اپنی جان کی قسم وہ قریش میں سے ہو گا۔ اس کے علم اور احکام حق اور سچائی سے بچے ہوئے نہیں ہوں گے۔ اس کے حوالہ اور مددوں میں کوئی برائی نہیں ہوگی۔ وہ لشکر کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ وہ لشکر آں قطیف اور آل ایش کے ہوں گے۔“

یہاں آل قطیف سے مراد یہ ہے کہ انصاری سلطان ہیں۔ چنانچہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے اس ارشاد میں آل قطیف فرمایا ہے۔

”قطیف کی اولاد میں ایمان مگر بڑے ہوئے ہے۔“

آل ایش سے مراد یہ تو جنات کا ایک مومن اور سلطان قبیلہ ہے جو اپنے آپ کو ایش کی اولاد بتاتے ہیں جو جنات میں ایک بڑا شخص تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ایش سے مراد مبارک صحابہ ہیں۔ (ی) کیونکہ مبارکین کے بارے میں ایش کا لفظ اس طرح استعمال ہو تا ہے کہ ان مبارکوں میں ایش ہے۔ کیونکہ ایش کا لفظ قریش کے لئے استعمال ہو تا ہے کہ ان ایش شخص ہیں جو اس قبیلے کا قحط ہے کہ اسی شخص کو یعنی وہ انکا بلند اور عظمت کا ہے کہ اس کی بلندی اور بڑائی ظاہر کرنا ممکن نہیں ہے۔

ایک روایت میں ایش کے بدلے قریش کا لفظ آتا ہے۔ فرض اس پر ہم نے قطر کا من سے کہا۔

”تب ہمیں یہ بھی بتاؤ کہ دعویٰ قریش کی کس شاخ میں سے ہو گا؟“

اس نے کہا۔

”قسم ہے اس بیت اللہ کی جس کے ساتھ خراسود اور چاند مرہم ہیں۔ وہی با شرم کی نسل میں سے ہو گا جو شریف اور معزز خاندان سے اور وہ خطیر جنگوں کے ساتھ ظاہر ہو گا اور ہر ظالم کو ہلاک کرے گا۔“

اس کے بعد اس کا من نے کہا۔

”یہ وہ خبر ہے جو مجھے جنات کے سردار نے دی ہے۔“ پھر اس نے مزید کہا۔ ”مذاکیر۔ حق اگر ظاہر ہو گیا جنات کے آسمانی خبریں حاصل کرنے کا سلسلہ نوٹ کیا۔“

انکا کہہ کر وہ پھر خاموش ہو گیا اور اس پر یہ ہوئی سی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد وہ تین دن بعد چھٹا اور

آپ اس نے کہا۔

لا اِلهَ اِلَّا اللهُ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

ابو سب سے یہ واقعہ سننے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”سمعان اللہ اس نے بالکل اس طرح حکام کیا جیسے وہ شخص کر چکا ہے جس کے پاس حق کئی ہے۔“

یہاں قریش کا لفظ استعمال ہوا ہے کہ اس کے احکام میں قریش نہیں ہو گا جس کا مطلب ہے حق سے گرج نہیں ہو گا۔ عربی میں کہا جاتا ہے کہ طعن السهم عن الهدف یعنی تیر اپنے نشانے سے ہٹ کر لگا۔

یہی احکام کا لفظ استعمال ہوا ہے جو احکام کی جمع ہے اور خود احکام احکام کی جمع ہے جس کے معنی کوئی کے پانی کے چن یہاں مراد احکام کا کنواں ہے۔ یا پھر یہاں احکام سے مراد احکام ہے جو ان پر عدول کے لئے استعمال ہو تا ہے جو پانی پر مٹا دیا ہے اور اس طرح یہاں مراد اس کے کہ توہوں گے۔

(ای بارہ تیاست کے دن تمام ایک امت کے برابر جا کر اٹھایا جائے گا۔ (ی) یعنی ایک چوری جماعت کی حیثیت میں۔ جیسا کہ اس کی نگہ پلے بھی بیان ہو چکی ہے۔

ستارے ٹوٹنے کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد..... (قال) اسی طرح ایک ستارہ واقع ہے جس کو مسلم نے حضرت امین عباس سے بیان کیا ہے اور امین عباس نے انسدادی مسلمانوں کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔

”ایک روز جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک ستارہ فوج جس سے آسمان میں ایک دم چمک اٹھی ہوئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے روایت فرمایا۔

”حاصلیت کے زمانے میں یعنی نبوت سے پہلے جب اس طرح کوئی ستارہ فوجاً قائم ہوگیا تو لوگ کیا کیا کرتے تھے؟“

لوگوں نے کہا۔

”ہو رسول اللہ اس وقت جب ہم ستارہ ٹوٹنے ہوئے دیکھتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا۔

”میں یہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو عرش کو اٹھائے والے فرشتے اس کو سننے میں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پیا کرتے ہیں۔ اس تسبیح کو سن کر ان سے پہلے وہ جس سے فرشتے ہیں وہ بھی تسبیح کرتے ہیں، پھر ان کی تسبیح سن کر ان کے نیچے والے تسبیح پیا کرتے ہیں پھر اسی طرح ایک سے دوسرے تک پہنچتی ہے یہاں تک کہ آسمان و پنا کے فرشتے سننے میں اور تسبیح بیان کرتے ہیں پھر پورے فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔

”تم نے اس وقت یہ تسبیح کیوں کی؟“۔۔۔۔؟

وہ جواب میں کہتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے ایسا فیصلہ فرمایا ہے جو وہی حکم ہر روز دہاتا ہے۔“

شیاطین کو آسمانی خبریں کیسے ملتی تھیں..... پھر یہ بات بھی اسی طرح ایک آسمان سے دوسرے کی طرف اتاری ہے اور ہر لوہ کے آسمان والے اپنے سے نیچے والوں کو اس کی اطلاع دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یہ خبر آسمان و پنا تک پہنچتی ہے۔ اسی وقت شیاطین جو وہی مٹھالائے رہتے تھے فرشتوں کی باتوں سے اس خبر کے کچھ کچھ چوری سے سن لیتے تھے اور پھر زمین پر اگر کافروں کو اطلاع دیتے تھے۔ چنانچہ اس خبر میں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سن لیتی تھیں اور کچھ اطلاع ملتی تھیں (کیونکہ شیاطین چوری اور گھج خبر سن نہیں دیتے تھے اس لئے ملائی اتاری جو خبر ان کے کانوں میں نہ جاتی تھی وہ اس کو اپنے دماغ سے جوڑتے اور کافروں کو آکر دکھاتے تھے۔ اسی لئے ساری بات صحیح تھی صحیح تھی۔

خلائی علم اس بارے میں یہ روایت ہے

”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے طرف و صوب سے اس طرح اپنے پر پڑ پڑاتے ہیں جیسے پختے چمڑے ڈھنڈی جاتی ہے۔ پھر جب ان کی گھبراہٹ کچھ کم ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں۔

”تم سب نے کیا فرمایا ہے؟“

یوں ہی کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے جو بی بی اور زہراؓ دست شانہ اللہ علیہا یہ یہ فرمایا ہے۔  
اس کو بکوت و بکوت کن کن کہنے والے شیاطین بھی سن لیتے تھے۔ سو مباحظ فرماتے کن کن کہنے والے  
جائے وہوں کے شباب بدلتے ہیں۔ اب بھی اس بھانکنے والے جن کے وہ شباب تک جاتا تھا اور وہ جس کو خبر  
دیتے جدا تھا اس کے پاس نہیں پہنچتا تھا کیونکہ سدا ہاں کو بھوک دیتا تھا۔ (حدیث)۔

یہاں فرشتوں کا یہ قول جو ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور اس کے بعد وہ اس کلا کر کرتے ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے ایسا میا فیض فرمایا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور آگے بھی کرنا ہے اسی طرح  
آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ جاہلیت کے زمانے میں جب سدا سے فوتے تھے تو تم کیا سمجھا کرتے تھے۔ ان  
سب باتوں سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیانی زمانے یعنی  
فترت کے دور میں بھی نیچی خبروں کی حفاظت کے لئے اسی طرح شیاطین پر شباب پھینکے جاتے تھے یعنی  
آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے کے زمانے میں بھی ایسا ہوا ہوتا ہے مگر آگے حضرت ابی ابن کعبؓ کی روایت  
سے حدیث کر رہا ہے جو اس کے خلاف ہے۔

آپ کے ظہور کے بعد کائنات ختم ہو گئی۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کاجوں کے بدلتے میں  
پرچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

”میں کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔“

صحابہ نے عرض کیا۔

”مگر یہ رسول اللہ انجلی بھی وہ لوگ ہمیں ایسی باتیں بتایا کرتے تھے جو درست ثابت ہوتی تھیں؟“

آپ نے فرمایا۔

”اس قسم کی خبریں ہمیں جنوں سے ملتی تھیں جن کو بیعت (آسمانوں میں سے) کھینک لیا کرتے تھے  
اور پھر ان کو اپنے کانوں تک پہنچا دیتے تھے مگر اس خبر میں وہ اپنی طرف سے تیکڑوں جھوٹ باتیں بھی ملا دیا  
کرتے تھے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان شبابوں کے ذریعہ آسمانوں تک پہنچنے سے روک دیا جو ان پر پھینکے  
جاتے ہیں اس لئے اب کائنات ختم ہو گئی اور آج کوئی کائنات بنی نہیں ہے۔“

(ابن کثیرؒ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

فرشتے ہاتھوں میں اپنے ہر مہاجر و مہاجرین کو لے کر آئے اور ان میں سے بعض آگے آگے بڑھ گئے اور بعض پیچھے رہ گئے۔  
خداوند میں ملا لے کر آئے ہیں لیکن باتوں کو سن لیتے ہیں اور پھر زمین پر آکر ان کو اپنے کانوں کے کانوں میں  
ڈال دیتے ہیں اور ان میں تیکڑوں جھوٹ باتیں اپنی طرف سے ملا دیتے ہیں۔“

مگر (ان سب روایتوں کے ساتھ ساتھ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے دور میں یعنی  
آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے شیاطین پر سدا سے پھینکے جاتے رہے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے جو  
حضرت ابی ابن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ :-

”جب سے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا اس وقت سے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت تک  
پاکل شباب نہیں پھینکے گئے اور آپ کے ظہور کے بعد پھینکے گئے۔ چنانچہ جب قریش نے یہ واقعہ دیکھا جو اس

سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا تو وہ گھبرا کر عید پائل کے پاس پہنچے۔ "اُمّس کے بعد کی تھیں وہ گزشتہ رات کی ہیں۔"

اقول۔ مخالف کہتے ہیں، اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد سے پہلے شہاب نہیں پھینکے گئے یہاں عہد کے قریبی زمانے میں آپ کی ولادت کا زمانہ بھی شامل ہے لہذا یہ گزشتہ روایت کے خلاف نہیں ہوتی۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھینکی ہوئی شہاب کے اٹھائے جانے سے پہلے حد سے پھینکے جاتے تھے۔ یہ بات حضرت اُمّ طیبہ السلام کے زمانے اور ان کے بعد کے رسولوں کے زمانوں پر بھی صادق آتی ہے۔

یہ قول علامہ ذہری کے اس قول کے مطابق ہے کہ آنہوں میں شیاطین کے پھینکنے کی ممانعت اور ان کے شہاب یا گزشتہ زمانوں میں عہد سے پہلے کے دور میں ہوا ہے۔ (ابن تیمیہ، رسولوں کے زمانوں میں نہ کہ حضرت کے زمانوں میں جو کہ دو تحفہ ہوں کے درمیان کا زمانہ ہوتا ہے۔ یہ قول تحفیر کشاف کا بھی ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد اور دوسرے نبیوں کے زمانوں میں بھی شیاطین پر شہاب پھینکے گئے ہیں۔ دھند بھی کیا ہے اور اکثر مسلمانوں کا قول ہے۔ یہ شہاب ہی لئے پھینکے جاتے تاکہ رسولوں پر چل نہ پڑے اور وہی کی حفاظت ہو سکے۔

اب جن تک کہ ان زمانوں کا تعلق ہے جن میں نبی اور رسول نہیں رہے جو رسولوں کے درمیان حضرت کا زمانہ کہلاتا ہے تو ان زمانوں میں شیاطین آنہوں میں کچھ خصوصاً لڑکوں پر پھینکی کہ وہاں کی باتوں کی کچھ سنی سنائی دیتے تھے اور گھبراہٹوں کو اپنے کانوں تک پہنچا دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی تخلیق یہاں اُن کے رد کا کام دے کر فرمائی ہے۔ اور شہابی ہے۔

وَقَدْ رَزَقَنَا اللَّهُ الْفَتَاةَ الْفَتَاةَ  
وَجَعَلْنَا هَؤُلَاءِ نَجْوًا لِلنَّبِيِّينَ

الانبیاء ۲۰ سورہ ملک ۱۰

ترجمہ: اور ہم نے قریب کے آنہوں کو چٹانوں یعنی ستاروں سے گواہ کیا ہے اور ہم نے ان ستاروں کو شیطان کے سامنے گواہ بھی بنایا ہے۔

دوسری جگہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَدْ رَزَقَنَا اللَّهُ الْفَتَاةَ الْفَتَاةَ الْفَتَاةَ وَجَعَلْنَا بَيْنَ كُلِّ شَيْطَانٍ وَرَبِّهِ الْفَتَاةَ الْفَتَاةَ

ترجمہ: ہم ہی نے وہی دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک ایک جگہ اور اُن ہی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے۔

اب ان ستاروں کا شیطانوں کے لئے سزا ہوتا ہے وہ گزشتہ سے چوتھے زمانوں تک کے دوسرے نبیوں کے مقابلے میں خاص طور پر صرف آنحضرت ﷺ کے عہد کے قریبی وقت سے ہوں جو کہ شہاب پھینکنے کی غرض یہ تھی کہ شیاطین کو چوری چھپے آہنی خبریں سننے سے روکا جائے اس لئے ظاہر ہے کہ آپ کے عہد سے پہلے شہاب نہیں ملے گئے۔ اس دور میں آپ کی ولادت کا زمانہ بھی شامل ہے۔

اس قول کی موافقت میں اسحاقی کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی رسالت کا زمانہ



قریب آگیا اور آپ ﷺ کے حضور بکھرت آہنچا تو شیاطین کو آہنچوں تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ اسی طرح حضرت امین عمرؓ کی یہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ :-

”جب وہاں آیا جس میں آنحضرت ﷺ کو بوت لٹنے والی فحش توہینوں کو آہنچوں میں سے روک دیا گیا اور ان پر شابہ دے گئے۔ شیطانوں نے اس تہذیبی کاٹھن سے ذکر کیا اس نے کہا ”شاہد ارض مقدس یعنی فلسطین میں قتلے مقابلے پر کوئی بھی ظاہر کیا گیا ہے۔“

خاص طور پر ارض مقدس کا ہم اس لئے لیا کہ یہ سر زمین بیٹھ نہیں اور سونوں کا مرکز رہی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں کے نزدیک بھی شاب کا پھینکا جاتا کسی نبی کے حضور کی علامت رہا ہے۔

چنانچہ شیاطین ارض مقدس کی طرف حقیق کے لئے گئے۔ انہیں آکر انہوں نے کہا ”اس سر زمین میں کوئی بھی ظاہر نہیں ہوا۔“

اس کے بعد خود انھیں کے کی طرف گیا تاکہ نبیوں کے مرکز کے بعد اسی سر زمین میں کسی نبی کے حضور کا مکان ہو سکا تھا۔ وہاں اس نے عمار میں آنحضرت ﷺ کو جبر کھیل طبع السلام کے ساتھ دیکھا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا اور ان سے بولا۔

”امیر ﷺ کا حضور ہو گیا ہے اور جبر کھیل ان کے ساتھ ہیں۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب شیاطین نے انھیں کو آکر دکھایا کہ ان کو آہنچوں میں پہنچنے کی ممانعت ہو گئی ہے تو اس نے ان سے کہا۔

”یہ کوئی نبی ہات زمین میں ظاہر ہوئی ہے اس لئے تمہرے علاقے کی مٹی میرے پاس لے کر آؤ۔“

چنانچہ شیاطین سب جگہوں کی مٹی لے کر آئے تو وہاں کو سو گدھ سو گدھ کر دیئے گئے۔ جب اس نے ان کی مٹی سے بھی تو فوراً بولا۔

”یہ زیادہ اسی سر زمین میں ہوا ہے۔“

شیاطین فوراً ان کی طرف آئے تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا حضور ہو چکا ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے جب شیاطین آگے ہوں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ لینے کے بعد خود انھیں سے آکر نہ کہا ہو اس لئے انھیں خود گمراہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ انھیں ان شیاطین سے آنحضرت ﷺ کے حضور کی اطلاع ملنے کے بعد خود بھی گیا ہو تاکہ اسے یقین ہو سکے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حضور کے وقت شاب پھینکے جانے لگے تھے یعنی حضور کے وقت کے قریب ایسا ہونے لگا تھا حضور سے پہلے کے زمانے میں جس میں آپ کی ولادت کا زمانہ بھی شامل ہے ایسا نہیں ہوا تھا (تاکہ کچھلے صفحہ صحت میں یہ بات گزری ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت ایسا ہوا اسی لئے آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت انھیں اور اس کے چیلوں کے ساتھ شاب پھینکے جانے کا ہدف بنانے میں مشکل پیدا ہوتی ہے اسی لئے پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ ممکن ہے ربوی نے لڑائی کی وجہ سے یہ بات کہی ہو۔

اور اس بعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شیطانوں پر شراب کا پیکر بنا کر آنحضرت ﷺ کے حضور کی عداوت ہے جب کہ اس سے پہلی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شراب کا پیکر بنا کر انہیں کے نزدیک آپ کے حضور کی عداوت تھا (اسی لئے اس نے شیطانوں سے کہا کہ شراب ارض مقدسہ میں تمہارے خلاف نبی کا حضور ہو چکا ہے) لیکن دونوں روایتوں سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ انہیں کو نہ تو آپ ﷺ کے سر پر لاکھ قہار نہ آپ کے حضور کی جگہ کی خبر تھی نہ اذاعلم۔  
تھیدہ ہمزہ کے شاعر نے بھی اپنے ان شعروں میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آسمانوں میں شیطانوں کے واسطے پر پاندی آپ ﷺ کے حضور کے وقت لگی۔

بَعَثَ اللَّهُ بِكَ رَسُولَهُ النَّبِيَّ . بِرَّ مَا وَصَّاهُ عَنْهَا الْعَصَا

ترجمہ: آپ کے حضور کے وقت اللہ تعالیٰ نے بے ہودہ شرابوں سے آسمانی خبروں کی حفاظت فرمائی۔

تَطْرُقُ الْهَجْرَ عَنْ مَقَائِدِ الشَّيْخِ . كَمَا تَطْرُقُ الْهَلَبُ الْهَرَجُ

جنوں نے ہجرت و شیاہین کو ان کے من گھڑے لہجے کے لفظوں سے اس طرح وکیل و اس طرح چرواہے بھیلوں کو کھیل رہے ہیں۔

فَصَبَّتْ هَذِهِ الْكَلِمَةُ لِقَوْلِهَا . تَنْبِذَ قَوْلِ مَنْ مَقُولُهُ وَصَحَابُهُ

اور اس طرح نبی کی لکڑیوں نے کلمات کی لکڑیوں کو نیست و نابود کر دیا جبکہ خود نبی کی لکڑیاں اپنے دلی چیز میں ہیں۔  
یعنی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے وقت اللہ تعالیٰ نے جنات سے آسمانوں کی حفاظت کی خاطر ان پر آگ کے شیطے برسانے سے پہلے تمہارا میں استے زبدا تھے کہ انہوں نے آسمانوں میں پھینکے کے تمام استخوان کو بک کر دیا۔ ان شرابوں نے جنات کو آسمانوں میں ان کے لفظوں سے اٹھلک دیا جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں کے درمیان ہونے والی ٹیپ کی وہ باتیں چھپ کر جا کر تھے جو زمین میں پہنچ گئے۔ دلی ہوتی تھیں۔ ان شرابوں نے انہی چیزوں کے ساتھ شیاہین کو کھیل دیا جتنی شدت کے ساتھ چرواہے ان بھیلوں کو کھیلنے میں جو ان کی کبریوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس زبردست حفاظت اور وحاکم کی وجہ سے وہ نبی کے کھڑے کلمات کے آثار کو نیست و نابود کر دیا جو قریب کی باتوں سے حلق ہوتے تھے اب جہاں تک خود نبی کے ان آثار کا تعلق ہے تو یہ کبھی نہ مٹنے والے ہیں بلکہ قیامت تک باقی رہیں گے۔

یہاں ایک اشکال ہو سکتا ہے کہ اگر شراب پھینکے جانے سے مراد نبی کی حفاظت ہے تو یہ سلسلہ صرف آپ کے حضور (یعنی نبی مظلوم) ہونی شروع ہونے کے وقت سے ہونا چاہئے۔ حضور سے پہلے اور آپ کی ولادت کے وقت بالکل نہیں ہونا چاہئے۔

پھر ایک اشکال اور ہے کہ اگر شراب پھینک جانے کا یہ سلسلہ آپ کے حضور سے پہلے موجود تھا تو حضور کے وقت تک مسلسل ہوا تو پھر حضور کے وقت شراب دیکھ کر عربوں کو گھبراہٹ نہیں چاہئے تھا۔  
پہلے اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے شراب پھینکے جانے کی اصلی فرض قومی کی حفاظت ہی ہو لیکن وہی کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے یہ شراب بطور نبوت کی لکڑیوں یعنی نبی کے اور کانوں وغیرہ کو اس طرف متوجہ کرنے اور اس سے خوف زدہ کرنے کیلئے شروع کیا گیا ہو۔ لہذا آپ کی ولادت اور حضور کے قریب شراب کا وجود کسی اشکال کا سبب نہیں کہہ سکتے۔

جہاں تک دوسرے اشکال کا تعلق ہے وہ اشکال ابی ایمن کعبؓ کی پیچھے جہاں ہونے والی روایت ہی سے تعلق رکھتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے وقت سے شباب کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا مگر جب آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا ہوئی تو شباب کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ جب قریش نے (جنہوں نے یہ بات بھی نہیں دیکھی تھی) آپؐ کو کہا سلسلہ دیکھا تو وہ گھبرا کر اپنے کاہن عہدائیل کے پاس گئے (تو کہیادے اشکال اصل میں حضرت ابی ایمن کعبؓ کی روایت سے ہی پیدا ہوا ہے)۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ کے عہد سے پہلے شباب کا جو سلسلہ تھا وہ اس سلسلے سے مختلف ہو جو عہد کے بعد شروع ہوا ہو یہ فرق یا تو اس طرح کا ہو کہ عہد سے پہلے شباب کا جو سلسلہ تھا وہ بہت کم تھا اور عہد کے بعد شروع ہوا وہ بہت زیادہ تھا اور یا اس طرح کا فرق ہو کہ عہد کے بعد شباب ہر طرف سے پھیلنے لگا۔ اس بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سلسلہ ایک ہی جانب سے تھا یا ہر طرف میں یہ فرق نہ ہوا کہ عہد کے بعد شاہین پر جو شباب پھیلنے لگا شروع ہونے والا پیش نظر نہ لگے۔ یہ سلسلہ عہد سے پہلے کے سلسلے میں جو شباب پھیلنے لگا تھا وہ بھی نہیں لگتا تھا۔ غرض اس کے نتیجے میں وہ شاہین وہیں ختم ہونے لگے تھے، بعض کے صرف چہرے بھلے جاتے اور بعض کے ہوش حواس قرب ہو جاتے۔ (ی) اس کے بعد وہ بھوت پرست بن کر لوگوں کو جنگوں اور ریاست میں پریشان کرنے لگے۔

اب اسی بناء پر عرب گھبرا گئے کیونکہ اس سے پہلے شباب ہر طرف سے بھی نہیں پھیلنے جاتے تھے۔ اسے زیادہ بھی نہیں پھیلنے جاتے تھے اور اکثر نکات پر بھی نہیں لگتے تھے اسی لئے شاہین آسمان میں اپنے نکالوں پر اکثر ایک سے زائد باد بچھتے رہتے تھے اور وہاں ٹیپ کی باتوں کی سن کیں لے کر اپنے کاہن کو نکالوا کرتے تھے۔ (ی) اسی لئے آپؐ کے عہد سے پہلے کثرت کا سلسلہ بالکل ختم نہیں ہوا بلکہ آپؐ کے عہد کے وقت تک باقی رہا جبکہ آپؐ کے عہد کے وقت بالکل ختم ہو گیا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ آج کثرت کا نام نکالنا باقی نہیں ہے۔

مگر یہ سدا ہی بحث صرف اسی صورت میں ہے جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو مان لیا جائے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت بھی شباب پھیلنے لگے تھے (کیونکہ اگر اس روایت کو قبول نہ کیا جائے تو یہ اشکال پیدا نہیں ہوتے بلکہ بات صاف رہتی ہے کہ آپؐ کے عہد سے پہلے کے زمانے میں شباب کا سلسلہ بالکل نہیں تھا بلکہ جب عہد کا زائد قریب آیا تو شباب پھیلنے لگا شروع ہوئے)۔

(اس تحصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شباب کے ذریعہ وحی کی مخالفت تصور تھی مگر ایک روایت ایسی ہے کہ وحی کی مخالفت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور روایت جو کتب احقان میں حضرت سید ابن خضرؓ سے بیان کی گئی ہے یہ ہے :-

حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بھی آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن پاک کی آیات بھیجی دیتی تھے کہ آتے تو یہ وحی کے ساتھ چادر فرشتہ نہ ہوتے تھے جو مخالفت کی حیثیت سے ساتھ لایا کرتے تھے۔

اسی طرح کتب حدیث میں ابن جبرؓ کی روایت ہے کہ :-

جب بھی جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتا کرتے تھے تو ان کے ساتھ ہمیشہ کچھ مخالفت فرشتے ہوتے

تھے جو جرئیل علیہ السلام اور اس نبی کو جس کے پاس وہ دینی آئی تھی اپنے گھرے میں لے لیا کرتے تھے اور شیاطین کو ان دونوں کے قریب آنے سے دھکچھٹے رہتے تھے تاکہ شیاطین اس دینی کونہ میں نہیں جو جرئیل علیہ السلام اس نبی کے پاس غیب سے آکر پہنچا رہے ہیں۔ اور پھر اس دینی کو اپنے کانوں تک نہ پہنچا سکیں۔

جلد اول نصف اول مکمل ہوئی